اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ـ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۸

۹۲/۸۶ء

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

جلد چہارم

مصنفہ
مجدد دین وملت

اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض
تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلحضرت

حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفے رضا خان قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر
رضا اکیڈمی ممبئی
۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، ممبئی ۳

سلسلۂ اشاعت نمبر ——— (۶۸)

نام کتاب ——— العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد چہارم

تصنیف لطیف ——— سیّدنا اعلیٰ حضرت مجدّد اعظم امام احمد رضا قدس سرّہٗ

تعداد مسائل ——— چارسو بیالیس (۴۴۲)

تعداد رسائل ——— ستّائیس (۲۷)

سنِ طباعت ——— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر ——— رضا اکیڈمی بمبئی ۳

مطبوعہ ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴ محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 260/-

عرض ناشر

محرم ۱۳۷۹ھ مطابق جولائی ۱۹۵۹ء میں فتاوی رضویہ جلد سوم کا اہتمام شروع ہوا۔ ۲۷ صفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۶۱ء میں کتاب منظر عام پر آگئی۔ جس وقت کتاب شائع ہوئی ماحول انتہائی تاریک حالات بے حد مایوس کن، اور ہمت شکن تھے۔ خود ناشر کو یہ بھروسہ نہیں تھا کہ ایسی ضخیم اور خالص علمی کتاب نکل سکے گی؛ اسی لیے اس وقت دام بھی تقریباً لاگت کے برابر رکھا گیا تھا اور عام تاجرانہ اصول کے خلاف کمیشن وغیرہ کا جھگڑا ختم کر دیا گیا۔ لیکن ہم اپنے رب کریم کا کتنا شکر ادا کریں کہ شعبان ۱۳۸۲ھ یعنی ڈیڑھ سال کی مدت میں ہمارے پاس کتاب کے تقریباً ڈیڑھ سو نسخے رہ گئے جسے ہم نے اس لیے روک لیا کہ جلد چہارم کے ساتھ کچھ لوگ اس کی فرمائش کر سکتے ہیں۔ یہ ایک عام پذیرائی تھی جو برادران اہلسنت کی طرف سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شاہکار کی ہوئی۔ خود مہتمم سنی دارالاشاعت کو اس سلسلہ میں کتنا سراہا گیا اور ملک کے طول و عرض میں ناشر فتاوی رضویہ کی حیثیت سے کتنا اعزاز کیا گیا بیان سے باہر ہے۔

پھر ہم کو یہ دیکھ کر مزید اطمینان ہوا کہ ملک کے دوسرے طبقوں میں بھی اس کو مفید علمی کام تصور کیا گیا اور اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کا برملا اعتراف ایک دفعہ پھر منظر عام پر آیا۔ چنانچہ معارف اعظم گڈھ رقمطراز ہے:-

مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہ تھے۔ انھوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزارہا فتووں کے جوابات بھی انھوں نے دیے ہیں ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحے کے ہیں۔ فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بڑی وسیع ہے۔ دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اب تیسری جلد سنی دارالاشاعت مبارک پور اعظم گڈھ نے شائع کی ہے۔ اس جلد میں ۴۴۲ مسائل ہیں ابھی ان کے فتاوے کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں ان فتاوے میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے۔ بہرحال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر) سے قطع نظر ان کے فتاوے اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

(معارف اعظم گڈھ فروری ۱۹۶۲ء)

ہفت روزہ شہاب لاہور لکھتا ہے:-

مولانا غلام علی صاحب نائب مولانا مودودی صاحب مدظلہ العالی نے مولانا احمد رضا خان صاحب کی کتابیں لے کر مطالعہ فرمائیں تو فرمایا حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت

غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوے کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے مجھے تو ان سے سوائے مسئلہ تکفیر کے کسی مسئلہ میں کوئی خاص اختلاف نہیں۔ جتنے بھی اختلاف ہیں وہ بہت معمولی ہیں۔ البتہ علمائے دیوبند کی تکفیر کے بارے میں انھوں نے تشدد برتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ اس میں مخلص نظر آتے ہیں تاہم ان کے نتیجے سے ہم متفق نہیں کہ ان عبارات کی کوئی قابل قبول تاویل نہیں۔ اگرچہ وہ عبارات قابل اعتراض ہیں مگر ان کی نیت پر شبہہ اور تکفیر پر اصرار زیادتی ہے۔

(ہفت روزہ شہاب لاہور ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء)

ویسے خود ہماری آسودگی خاطر اور طمانیت قلب بلکہ ساری جد وجہد کا ثمرہ خوشگوار وہ پُرلطف تبسم زیر لب تھا جو اسی کتاب کی جلد ہاتھ میں لے کر حضور آقائی و ملاذی حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم خلف الصدق اعلیٰحضرت کے لب پر دیر تک تفصال رہا۔ اور یہ اطلاع کہ حضرت مہینوں اسے سرہانے رکھے رہے اور بار بار مطالعہ فرماتے رہے۔ یہ اور بات ہے کہ ناظرین اسے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ لیکن خود ہمارے لئے یہ بے حد اہم بات ہے۔ ؎ لطف این مئے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔

الغرض اس قبول عام کے بعد ہم نے پورے اعتماد کے ساتھ چوتھی جلد کا کام شروع کر دیا اور اس سے اور بہتر کے خیال سے کان پور کے ایک مشہور کاتب صاحب سے معاملہ طے ہوا۔ پریس بھی اسی نقطۂ نظر کے ماتحت بدل دیا گیا اور ہم اس خیال خام میں بہت دنوں تک مسرور رہے کہ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔ لیکن وائے ناکامی کہ جو مسودہ ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۱۱ راگست ۱۹۶۳ء کو کاتب کے سپرد کیا گیا تھا وہ بعد از خرابی بسیار دو سال کے بعد ۱۸ صفر ۸۵ھ مطابق ۲۹ جون ۶۵ء کو اس حال میں واپس ہوا کہ تقریباً تین سو صفحات کی کتابت ہوئی تھی اور تین ہی سو روپیہ کاتب صاحب کے نام بطور پیشگی ادا اعانت باقی پڑ گئے اور انھوں نے نہایت شرافت سے اس کی ادائیگی کا وعدہ بھی کیا (خدا کرے وعدہ وفا ہو)

آخر تھک ہار کر جلد سوم سے بھی گھٹیا درجہ کے انتظام پر صبر کرنا پڑا جبکہ شرح اجرت میں اضافہ ہو گیا ہے اور جیسے تیسے کر کے کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ اس جلد میں بھی ہم نے صحت ومقابلہ کا وہی انتظام اسی تندہی کے ساتھ باقی رکھا جس کا ذکر جلد سوم کے ابتدائیہ میں آچکا ہے۔ لیکن سابقہ تجربہ کی بنا پر ہم خود جانتے ہیں کہ کتابت کی بہت سی غیر معمولی غلطیاں رہ گئی ہوں گی۔ کیونکہ جلد سوم میں ہماری نظر سے بھی کئی ایک نہایت اہم تصرفات بیجا نظر پڑے۔ مثلاً ص۶۲۵ میں کفارۂ صلوٰۃ کی مقدار میں نصف صاع کے بجائے ڈیڑھ صاع ص۳۱۷ میں بجائے من قطع سفاً قطعہ اللہ کے من قطعہ اللہ چھپ گیا اس قسم کی غلطیاں میں زیادہ دخل کاتب صاحب کی چابک دستیوں کو ہے کیونکہ کتنی جگہ ایسا ہوا کہ کاپی کی تصحیح کی گئی پھر پروف میں غلطی بتائی گئی لیکن وہ غلطی جوں کی توں رہ گئی اور کچھ کوتاہیاں ایسی ہیں جن سے ناشرین بھی اپنے کو بری نہیں کر سکتے مثلاً ص۸۰ میں جواب کسی دوسرے سوال کا شائع ہو گیا ہے ص۶۸۳ پر ایک سوال و جواب شائع ہو گیا ہے جو جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے۔ ہماری کوشش آئندہ یہ ہے کہ صحت تام

کا بھی انتظام کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں اہل علم سے ہم تعاون کے بھی خواستگار ہیں۔ زیر اشاعت جلد کتاب الجنائز کتاب الزکوٰۃ کتاب الصوم اور کتاب الحج پر مشتمل ہے۔ اس طرح سے اس کی ترتیب میں تھوڑا تغیر واقع ہوگیا ہے جو اس کتاب کے باوقار مرتبین نے مقرر فرمائی تھی۔ لیکن اس کی وجہ کتاب کی ضخامت ہے۔ اگر اصل ترتیب کے موافق رکھا جاتا تو جلد سوم کتاب الجنائز کے شمول کے بعد بے حد ضخیم ہوجاتی اور یہی حال جلد چہارم کا ہوتا۔ اس لئے جلد چہارم کے آخر سے بھی کتاب النکاح علیحدہ کر لی گئی ہے تاکہ ضخامت مناسب رہے۔ اور جلد پنجم میں نکاح وطلاق کے مسائل ایک ساتھ ہی شائع ہوسکیں۔

کتاب کے مضمون اور مندرجات کے بارے میں کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ پھر بھی یہ اشارہ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کتاب الجنائز میں بذل الجوائز۔ الہادی الحاجب۔ جلی الصوت جمل النور اور حیات الموات وغیرہ رسائل بلند پایہ علمی تحقیق اور رسائل کے لحاظ سے اس قابل ہیں کہ بار بار پڑھے جائیں بالخصوص حیات الموات تو سماع موتی و متعلقات میں اور یکتا کتاب ہے۔ جس میں اس مسئلہ سے متعلقہ کسی بھی بحث کو تشنہ رہنے نہیں دیا ہے۔

زکوٰۃ اور صوم میں تجلی المشکوۃ۔ افصح البیان۔ طرق اثبات ہلال۔ تفاسیر الاحکام۔ دررالقبح اور حج میں انوار البشارۃ وغیرہ بلند پایہ علمی تحقیقات کا گنجینہ ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس جلد کی اشاعت سے بھی مذہبیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔

اگرچہ اس کا افسوس ہے اور رہے گا کہ اس جلد میں بھی کئی ایک ایسے رسالے لاپتہ ہیں جن کے شمول کے بعد کتاب کی اور شان ہوتی۔ فقط

عبدالرؤف غفرلہ
ناظم سُنّی دارالاشاعت مبارک پور ضلع اعظم گڈھ
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ ۲۰ جولائی ۱۹۶۷ء

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہوسکے۔

۱	نقاء النیرہ فی شرح الجوہرہ	حج اور زیارت کے مسائل
۲	معدل الزلال فی اثبات الہلال	انجمن اسلامیہ بریلی کو اثبات ہلال میں غلط فہمی پر تنبیہ

بیاض کے صفحات

صفحہ	سطر
۵۰۵	۱۰
۵۰۸	۱۳
۵۲۸	۱۲
۶۲۵	۴
۶۲۵	۶

نا تمام جوابات

صفحہ ۴۹۵ جواب۔ صاع چار مد ہے اور مد الخ
صفحہ ۴۹۶ جواب۔ صاع چار من ہے اور من الخ
صفحہ ۵۰۲ جواب کے صفحہ ۵۰۸ سطر ۱۳ میں حضور اقدس نے فرمایا" پر نامکمل جواب ختم ہوگیا ہے۔ پھر اس کے بعد" اگر صاحب جائداد ہے" سے سوال مذکور کا یہ مختصر جواب ہے۔

تعارفِ مصنف ○ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ ○

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ امام احمد رضا بن مفتی نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن مولانا محمد اعظم خاں بن محمد سعادت یار خاں بن محمد سعید اللہ خاں (ولی عہد حکومت قندھار) آپکے اجداد میں محمد سعید اللہ خاں صاحب پہلے شخص ہیں جو قندھار افغانستان سے لاہور تشریف لائے۔ آپ کے والد قندھار کی مسند حکومت پر متمکن فائز تھے اور آپ ولی عہد نامزد تھے۔ لیکن چند مصالح کے پیش نظر آپ نے اپنا وطن چھوڑا اور اپنے چند احباب کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ لاہور کے گورنر نے دربار دہلی کو اطلاع دی۔ یہ سلطان محمد شاہ کا زمانہ تھا۔ سلطان کی جانب سے ان کی خاص مہمان نوازی کا حکم ملا اور لاہور کا شیش محل آپ کو رہائش کیلئے عطا کیا گیا۔ پھر نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ اور شجاعتِ جنگ خطاب ملا۔ پھر روہیل کھنڈ میں بغاوت فرو کرنے کیلئے تشریف لائے اور جب کامیابی حاصل کرلی تو اس علاقہ کے صدر مقام بریلی میں قیام کرنے کا حکم ملا اور یہاں انھیں صوبے دار بنا دیا گیا جو گورنر کے مترادف ہے۔ یہاں بہت سی جائدادیں بھی انکو ملیں۔ آپ جب پیرانہ سالی کی وجہ سے دستکش ہوگئے تو باقی عمر متوکلانہ گذاری اور جس میدان میں ان کا قیام تھا وہیں دفن ہوئے جو آج بھی محلہ معماران بریلی میں شہزادہ صاحب کے تکیہ سے مشہور ہے

آپکے صاحبزادے سعادت یار خاں وزیر مالیات دربار دہلی ہوئے۔ ان کے بیٹے محمد اعظم خاں بھی معزز عہدوں پر فائز رہے اور انکے صاحبزادے حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ جسے اس وقت کی زبان میں کلکٹر کہا جاتا ہے

ان کے صاحبزادے قدوۃ الواصلین حضرت مولانا رضا علی خانصاحب ہیں (جو امام احمد رضا کے حقیقی دادا تھے) یہ وہ پہلے شخص ہیں کہ اس خاندان میں دولت علم دین لائے اور علم دین کی تکمیل کے بعد انھوں نے سب سے پہلے مسند افتار کو رونق بخشی۔ تو اس خاندان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹی اور تلوار کی جگہ قلم نے لے لی۔ اب اس خاندان کا رخ ملک کی حفاظت سے دین کی حمایت کی طرف ہو گیا ہے۔ آپ اپنے دور میں مرجع فتاویٰ رہے۔ ان کے نور نظر امام العلمار حضرت مفتی نقی علی خاں صاحب (والد ماجد امام احمد رضا) نے جب سند تکمیل حاصل کرلی تو افتار و زمینداری دونوں کام آپکے سپرد ہوگئے۔ آپ شہر کے رؤسا میں گنے

جاتے تھے۔ اور ہندوستان کے بڑے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ کثیر التصانیف بھی تھے۔ آپکا سب سے بڑا کارنامہ وشاہکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تعلیم وتربیت ہے جو تا قیامت ان کا نام نامی زندہ و باقی رکھنے کے لیے کافی ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۰ رشوال۔ ۱۴ رجون۔ ۱۱ رجیٹھ۔ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء / ۱۹۱۳ س / بروز شنبہ بوقت ظہر پیدا ہوئے

محمد کے نام پر عقیقہ ہوا۔ جد امجد نے احمد رضا نام تجویز فرمایا۔ تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ اور خود امام احمد رضا نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ آیت کریمہ

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ پ ۲۸ ۔ ع ۳ ۔ س مجادلہ"

یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔

سے میری سنہ ولادت نکلتی ہے۔ سبحان اللہ،

اس آیت کریمہ کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کریں اور پھر امام احمد رضا کی سیرت طیبہ کے چند گوشوں کو ملاحظہ کریں۔ بلاشبہ آپ اس آیت کی سچی تصویر اور عمدہ تفسیر تھے۔ بلاشک وارتیاب آپکو خداوند قدس نے حرارت ایمانی۔ استقامت علی الدین۔ تصلب فی الدین اور عشق رسول کا ایسا وافر اور بیش بہا خزانہ مرحمت فرمایا تھا جو تائید ربانی کا مظہر اتم تھا۔

امام احمد رضا بلاشبہ اپنے دور میں پوری دنیا کیلئے مرجع فتاویٰ رہے۔ آپکے دارالافتاء میں براعظم ایشیاء۔ افریقہ۔ یورپ اور امریکہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے تھے اور سب کے جواب اسی شرح وبسط کے ساتھ مجتہدانہ شان سے دیئے جاتے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید سے سرمو انحراف نہیں ہوتا بلکہ اپنے مسلک حنفی پر شدت سے کاربند رہتے۔ آپ کے فتاویٰ سے عوام وخواص۔ علماء وصلحاء اور مفتیان دین متین، وقاضیان عدالت سبھی مستفید ہوتے تھے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔ آپ کی اس شان فقاہت اور تبحر علمی سے متاثر ہو کر ہی علماء عرب وعجم نے بالاتفاق چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا۔ اور علمائے حرمین شریفین زادہما شرفاً وتعظیماً تو کثیر تعداد میں آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتے نظر آئے۔ آپ سے سندیں حاصل کیں۔ اور ان فقہی تحقیقات وتنقیحات کو دیکھکر ہی علامہ حافظ الحدیث مفتی حرم شیخ سید اسماعیل بن خلیل پکار اٹھے۔

لو رآه ابوحنیفة النعمان لجعله من جملة اصحابه

امام احمد رضا نے تقریباً ۵۰ رسال مسند افتاء کو رونق بخشی اور علوم ومعارف کے سمندروں کی غواصی کرکے علم وحکمت اور فضل وعرفان کے آبدار موتیوں سے اہل اسلام کے ایمان و

ایقان کو جلا بخشی اور عقائد و اعمال کو مزین و مرصع فرمایا۔

حقیقت و معرفت کے بحر بیکراں کو کھنگالا۔ معارف لدنیہ کے دریا بہائے۔ جہالت و گمرہی کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ الحاد و بے دینی کے پنجے مروڑے۔ جگہ جگہ علم و آگہی کی شمعیں فروزاں کیں اور عشق و عرفان کے چراغ جلائے۔ باطل کے خلاف علماء ربانیین کی جماعتیں تیار کیں اور ہند و پاک میں جگہ جگہ رشد و ہدایت کے مراکز قائم کئے اور رہتی دنیا تک بریلی شریف کو علم و عرفان۔ حق و صداقت اور علم رسالت و عشق مصطفیٰ کا عظیم مرکز بنا دیا۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ مبارکہ۔ ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر مؤذن نے اذان دی اور جب حی علی الفلاح پر پہونچا تو آپ نے "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھا۔ اچانک چہرہ پر ایک لمعۂ نور چمکا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۲۵ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو آپ نے خود اپنے قلم سے اپنی سن وصال اس آیت کریمہ سے نکالی۔ (ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب)

نیز۔ شیخ الاسلام والمسلمین ۱۳۴۰ھ، امام الہدیٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی آپ کی سن وصال نکلتی ہے ۲۷ ۱۳۴۰ھ "رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃ ۱۹۲۱ء واسکنہ فی اعلیٰ علیین ونفعنا وجمیع المسلمین بعلومہ ومعارفہ"

امام احمد رضا کی مکمل حیات طیبہ اس رباعی کی مکمل تصویر تھی جو انھوں نے خود تحریر فرمائی۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن ※ نہ مرا ہوش بمدح نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولے کہ نہ گنجد در وے ※ جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

عرس چہلم کے موقع پر رئیس المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کھڑے تقریر کر رہے تھے اثنائے تقریر میں فرمایا۔ یارو مجھے بریلی آتے جاتے بہت دیکھا ہے مگر اب نہ دیکھوگے۔ میں علی گڈھ کالج میں ہوں جہاں عربی کتب کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اگر ہم کسی تحقیق کے درپے ہوں تو بکثرت کتابیں دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ مگر ہمیں پوری تسکین جبھی ہوتی تھی جبکہ اس بندۂ خدا (قبر انور کی طرف اشارہ کرکے) کی زبان سے سن لیتے تھے۔ تو اب بتاؤ ہم کیوں آنے لگے۔ اس پر مجمع میں لوگوں کی چیخیں نکل گئیں تھیں۔ ۲۹ اسوقت سے آجتک اپنوں اور غیروں سبکا حال کچھ اسطرح ہے۔

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے ※ مدتوں روتے رہینگے جام و پیمانہ مجھے

بنازمن محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین الجامعۃ القادریۃ رچھا اسٹیشن بریلی شریف ـ مؤرخہ ۲۰ جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ بروز شنبہ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
صوم نفل	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الجنائز

مسئلہ ۱: از پٹنہ ڈاکخانہ گلزار باغ محلہ ترپولیہ متصل اسپتال زنانہ۔ مرسلہ باقر علی حکاک۔ ۹ رجب ۱۳۲۹ھ

ع فتوائے عبدالحکیم پٹنوی کہ وقت مرگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو محمد رسول اللہ ملانے کو نہیں فرمایا اور فرمایا جس کا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں گیا۔ یہاں بھی محمد رسول اللہ نہیں فرمایا تو اگر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کا لفظ بڑھایا جائے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہونے کے سبب برا اور منع ہو۔ المجیب عبدالحکیم صادق پوری۔ اس کے رد میں مولٰنا عبدالواحد صاحب مجددی رامپوری کا رسالہ وثیقۂ بہشت اوسکے ساتھ تھا۔

تحریر فقیر بر وثیقۂ بہشت

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط اللّٰھم لک الحمد۔ اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے۔ وقت مرگ بھی پورا کلمۂ طیبہ پڑھنا چاہیے جو اسے منع کرتا ہے مسلمان اوسکے اغوا و اضلال پر کان نہ رکھیں کہ وہ شیطان کی اعانت چاہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی قدس سرہ الملکی مدخل میں فرماتے ہیں کہ دم نزع دو شیطان آدمی کے دونوں پہلو پر آکر بیٹھتے ہیں ایک اوسکے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصارٰی وہاں بڑے آرام سے ہیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا کے بچانے کے لئے محتضر کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا۔ ظاہر ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ اوسکے اغوا کا جواب نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ تو یہود و نصارٰی بھی مانتے ہیں۔ ہاں وہ کہ جس سے اوس ملعون کے نقشے مٹتے ہیں محمد رسول اللہ کا ذکر کریم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یہی اوسکے ذریات کے بھی دل میں چبھتا جگر میں زخم ڈالتا ہے۔ مسلمان ہرگز ہرگز اسے نہ چھوڑیں اور جو منع کرے اوس سے اتنا کہدیں کہ گر تو حرام است حرام باد ا۔ مجمع بحار الانوار میں ہے سبب التلقین ان محضر الشیطان یفسد عقدہ والمراد بلا الٰہ الا اللہ الشہادتان تلقین کا سبب یہ ہے کہ اوسوقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ سے پورا کلمۂ طیبہ مراد ہے۔ فتح القدیر میں ہے المقصود منہ التذکیر فی وقت تعرض الشیطان تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ اسی طرح تبیین الحقائق اور فتح اللہ المبین وغیرہما میں ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ میرک سے ہے من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ المراد مع قرینہ فانہ بمنزلۃ علم لکلمۃ

الایمان حدیث میں جو فرمایا کہ جسکا پچھلا کلام لا الٰہ الا اللہ ہو اوس سے مراد پورا کلمہ طیبہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ گویا اس کلمہ ایمان کا نام ہے۔ دُرر غرر میں ہے یلقن بذکر الشہادتین عندہ لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ کلمہ طیبہ کے دونوں جزئیں کو تلقین کئے جائیں اسلئے کہ لا الٰہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔ غنیہ ذوی الاحکام میں اس پر تقریر فرمائی۔ تنویر الابصار میں ہے یلقن بذکر الشہادتین دونوں شہادتین تلقین کیجائیں۔ دُرمختار میں ہے لان الاولی لاتقبل بدون الثانیۃ کہ پہلی بے دوسری کے مقبول نہیں۔ مختصر القدوری میں ہے لقن الشہادتین پورا کلمہ سکھایا جائے۔ جوہرنیرہ میں ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وصورۃ التلقین ان یقال عندہ فی حالۃ النزع جہرًا وھو یسمع اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ اسلئے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت یاد دلائے اور اس یاد دلانے کی صورت یہ ہے کہ اوس کی نزع میں اوسکے پاس ایسی آواز سے کہ وہ سُنے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ پڑھیں۔ مجمع الانہر میں ہے (ویلقن الشہادۃ) فیجب علی اخوانہ واصدقائہ ان یقولوا عندہ کلمتی الشہادۃ قال النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ میّت کو شہادت سکھائیں اس حکم سے اوس کے عزیزوں دوستوں پر واجب (نہایت موکد) ہے کہ دونوں شہادتیں اوسکے پاس پڑھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسکا اخیر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے۔ بحر الرائق میں ہے (لقن الشہادۃ) بان یقال عندہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میّت کو شہادت کی تلقین کریں یوں کہ اوسکے پاس لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں۔ شرح الکنز للملا مسکین میں ہے (لقن) المحتضر (الشہادۃ) وھی ان یقول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ دم نزع شہادت کی تلقین کریں اور وہ یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ کہیں۔ کافی شرح وافی میں ہے لقن الشہادۃ ای قول اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ لقولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ شہادت کی تلقین کریں اور شہادت یہ ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ اسلیے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میت کو تلقین شہادت کا حکم فرمایا ہے۔ جامع الرموز میں ہے اشار فی الکافی والمضمرات الی ان المراد من الشہادۃ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ کافی ومضمرات میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے مراد پورا کلمۂ شہادت ہے۔ حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے ولقن شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ بان یقال عندہ وھو یسمع ولایقال لہ قل واذا قالھا لایلح علیہ بتکریرھا اذا لم یخض فی کلام اٰخر لمخافۃ تبرمہ میّت کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کریں۔ یوں کہ خود اوسکے پاس پڑھیں کہ وہ سُن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ اور جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اوس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اوکتا نہ جائے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اوس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ مستصفی میں ہے لقن الشہادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دونوں شہادتیں تلقین کی جائیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ تلقین کنید مردہا ئے خود را یعنی آنہا کہ نزدیک بمردن رسیدہ اند کلمۂ طیبہ۔ غرض نقل مستفیض سے ہے اور مسئلہ واضح اور اسلامی نگاہ میں شیطانی قول خود اپنے قائل کا فاضح ہاں بعض متاخرین شافعیہ نے یہ کہا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے پر ثواب موعود

مل جائے گا۔ معاذ اللہ وہ بھی نہیں کہتے کہ مرتے وقت محمد رسول اللہ کہنا منع ہے یہ ممانعت محض مردود ومطرود وخلاف اجماع ہے۔
فالعلامۃ الشرنبلالی من متاخری علمائنا مع تقریرہ الدرر علی ما قدمناہ اجاب عن تعلیلھا ان الاولٰی لا تقبل بدون الثانیۃ تبعا لابن الحجر المکی من متاخری الشافعیۃ ان الکلام فی المسلم اقول مسلم انہ مسلم ولا نطلب منہ انشاء ایمان لم یکن بل تذکیر ما کان وحفظہ عن افساد الشیطان وتلک الشہادتان یجب ان نصان لان الاولٰی لا تقبل بدون الثانیۃ قال الشافعی قلت وقد یشیر الیہ ای الی الافراد تعبیر البدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والکنز بتلقین الشہادۃ اھ اقول الشہادۃ اسم جنس فیشمل الشہادتین الا تری الی الامام النسفی صاحب الکنز عبر فی اصلہ الوافی بما عبر فیہ ثم فسرہ فی شرحہ الکافی بالشہادتین وکذلک فی البحر الرائق والمضمرات وجامع الرموز ومجمع الانھر والملا مسکین کما سمعت ومن الدلیل علیہ ان نقل فی البدایۃ نظم القدوری وقد ثنی فعلم ان المفرد فیہ کالمثنی یہاں علامہ محقق محمد سنوسی پھر علامہ ابراہیم بیجوری رحمہما اللہ تعالٰی کا ایک نفیس وجلیل کلام قابل حفظ ہے۔ علامہ باجوری شرح رسالۂ فضالیہ میں فرماتے ہیں۔ اعلم انہ لابد بعد قول الذاکر لا الٰہ الا اللہ ان یقول محمد رسول اللہ لاجل ان یحفظ بذلک ما یحصل لہ من نور التوحید وعبارۃ السنوسی من شرح الصغرٰی مصرحۃ بذلک حیث قال ولما ابتہج قلبہ بنور الحقیقۃ وکان الانتفاع بہا موقوفا علی القیام برسوم الشریعۃ وذلک لا یکون الا بالادمان علی ذکر صاحبہا المبلغ لہا عن اللہ تعالٰی سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتاج الذاکر بعد کلمۃ التوحید الدالۃ علی الحقیقۃ باثبات رسالۃ سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیحفظ نور توحیدہ بادخالہ فی منیع حرز الشریعۃ فلہذا یقول الذاکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وھکذا ینبغی فی کل ذکر من اذکار اللہ تعالٰی ان لا یغفل المؤمن فیہ عن ذکر سیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان یصلی علیہ اثرہ او یقر برسالتہ مع الصلاۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لتعظیمہ والتمسک باذیالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب اللہ الاعظم الذی لا ینال کل خیر دنیا واخری الا بالتعلق بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن غفل عن ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتمسک بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم ینل مقصودہ وکانت مساعیہ فی سجن القطیعۃ محروما بہ من خیر الدنیا والاخرۃ وسیدنا محمد لھو دلیل الخلق الی اللہ تعالٰی فکیف یصل الی اللہ تعالٰی من غفل عن دلیلہ وقد قال بعض من طبع اللہ علی قلبہ ممن یتعاطی التصوف ولیس ھو من اھلہ مقالۃ قریبۃ من الکفر او ھی الکفر بعینہ ان الاکثار من ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حجاب عن اللہ تعالٰی وسلک بعض الضالین مثل ھذہ العبارۃ فقال اذا افرد التہلیل عن اثبات الرسالۃ کان ابلغ واسرع فی تاثیر معنی التوحید وانجح لضلالہ وتسویل شیطانہ بان قال للتہلیل معنی ولاثبات الرسالۃ معنی واذا اختلف المعانی علی الباطن ضعف التاثیر وبعدت الثمرۃ قال وانما یحتاج الی وصل الذکرین عند الدخول فی الاسلام قال بعض الائمۃ الراسخین فی العلم رضی اللہ تعالٰی عنہم وھذہ المقالۃ والعیاذ باللہ من الفتن التی لا مورد لہا الا النار ولا عقبی لہا سوی دار البوار وما ذلک الا مکر واستدراج الی رفض الشریعۃ ومحو الاٰل من رقبتہا وتعطیل رسومہا ولو علم ھذا الضال ما تحت قول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الاسرار التوحیدیۃ

والحکم الالوھیۃ لا نفشع عن ذلک العمی فاصاب المرمی اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اوسے غسل دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ناجائز فی تنویر الابصار یمنع زوجھا من غسلھا اھ اور وہ جو منقول ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو غسل دیا **اولاً** اوسکی ایسی صحت ولیاقت حجیت محل نظر ہے۔ **ثانیاً** دوسری روایت یوں ہے کہ اوس جناب کو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دائی نے غسل دیا **ثالثاً** فعل بمعنی امر شائع یقال قتل الامیر فلانا وقاتل الملک القوم الفلانی و فی الحدیث اذن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای امر بالتاذین **رابعاً** اضافت فعل بسوئے مسبب غیر مستنکر اور حدیث کی ان وجوہ پر محمول کرنے سے تعارض مرتفع یعنی حضرت ام ایمن نے اپنے ہاتھوں سے نہلایا اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے حکم دیا یا اسباب غسل کو مہیا فرمایا **خامساً** مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ کیلئے خصوصیت تھی اوروں کا قیاس اُن پر روا نہیں۔ ہمارے علماء جو شوہر کو غسل زوجہ سے منع فرماتے ہیں اوسکی وجہ یہی ہے کہ بعد موت بسبب انعدام محل ملک نکاح ختم ہوجاتی ہے تو شوہر اجنبی ہوگیا کما افادہ ملک العلماء فی البدائع والمحقق حیث اطلق فی الفتح وغیرھما فی غیرھما مگر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رشتہ ابدالآباد تک باقی ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا فقد اخرج الحاکم وصححہ والبیہقی عن ابن عمرو الطبرانی فی الکبیر عنہ وعن ابن عباس وعن المسور رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی واخرج البیہقی والدارقطنی بسند قال ابن حجر المکی رجالہ من اکابر اھل البیت فی حدیث طویل فیہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سمع النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول کل صھر او سبب او نسب ینقطع یوم القیمۃ الا صھری وسببی ونسبی وقد روی نحوہ من حدیث عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ابن حجر قال الذھبی واسنادہ صالح اھ ونقل المناوی عن الذھبی انہ قال غیر منقطع قلت ان ثبت عندنا الصحۃ اذ قال ابن حجر انہ صح عن عمر اقول کیف وقد تعدد طرقہ وجاء عن جماعۃ من الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم اسی لئے منقول ہوا کہ جب سیدنا علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے نے اس امر پر اعتراض کیا حضرت مرتضٰی نے جواب میں ارشاد فرمایا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان فاطمۃ زوجتک فی الدنیا والاخرۃ کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ تیری بی بی ہے دنیا وآخرت میں تو دیکھو اوس خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رشتہ منقطع نہیں۔ یہ جواب نہ فرمایا کہ شوہر کو اپنی عورت کا نہلانا روا ہے اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک صورت مذکورہ میں مذہب عدم جواز تھا جب تو حضرت ابن مسعود نے انکار فرمایا اور حضرت مرتضٰی نے اوسے تسلیم فرماکر اپنی خصوصیت سے جواب دیا۔ وھذا خلاصۃ ما فی الدر المختار ورد المحتار عن شرح المجمع مع زیادات النفائس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از پنجاب ضلع جہلم ڈاکخانہ وریلوے اسٹیشن ترقی موضع غازی ناڑہ مرسلہ سید محمد مجید الحسن صاحب ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

بشہود خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مأتہ حاضرہ مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلکم علی راس المسترشدین بعد سلام سنۃ الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے۔ ایک طائفہ بحر الرائق ومراقی الفلاح وقاضی خاں وعالمگیری وغیرہا کی عبارات

مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے۔ آپ کی تحریر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کہ ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ عبارات فریق قائل کراہت۔ ردالمحتار قیل تحریما وقیل تنزیہا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنہا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت و فیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکر فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء قلت اذاکان ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان بحرالرائق ینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن الخ عبارت فریق قائل بحلت عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن یسمع من رسول اللہ تعالٰی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابراھیم بن ابی حمید وضعفہ تخریج احادیث الھدایہ لابن حجر یعنی اس سے ادنٰی جہر ثابت ہوتا ہے وغیرہ بینوا توجروا۔

الجواب

علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہاں کتب حنفیہ میں جنازے کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفس ذکر جہر کو کثرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا، حالانکہ وہ اطلاقات قرآن عظیم واحادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور عند التحقیق کراہت کا عوض نظر بعوارض خارجہ غیر لازمہ ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار وغیرہ محققین نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتوٰی میں اوسے منقح کیا یہاں بھی اوس کا منشاء عوارض ہی ہیں۔ قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا یا موت سے دوسری طرف توجہ کرنا انصاف کیجئے تو یہ حکم اوس زمان خیر کیلئے تھا جبکہ ہمراہیان جنازہ تصور موت میں ایسے غرق ہوتے تھے کہ گویا میت اون میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں۔ ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔ ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو۔ اس تصور سے کہ (بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے زنگ دل سے دھودینے والا ہے) روکے گا۔ یا کم از کم دل بٹ تو جائیگا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاش للہ ذکر خدا ورسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علٰی کل احیانہ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وعلقہ البخاری نہ کوئی چیز اوس سے بہتر قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر۔ اب کہ زمانہ منقلب ہوا۔ لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات وفضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ ولہو میں مشغول ہوتے ہیں تو اونہیں ذکر خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب وکار ثواب ہے۔ معہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے اور ترجیح بھی مختلف آئی۔ قنیہ میں کراہت تنزیہ کو ترجیح دی اور اسی پر فتاوٰی تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید ومجتبٰی وحاوی وبحرالرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولٰی اصلاً گناہ نہیں کما نصوا علیہ وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔ اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا مگر متقشف کہ مقاصد شرع سے جاہل وناواقف ہو۔ یا متصلف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈالکر اپنی رفعت وشہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اُس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہو بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں۔ اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ مثلاً سورج نکلتے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اوسے سجدہ تو کریں۔ اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اوس کی صحت ہوسکے۔

امام علامہ عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ میں فرماتے ہیں قال فی شرح الطحاوی وعلی مشیع الجنازۃ الصمت وعبر فی المجتبی والتجرید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت معہا کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لھم رفع الصوت کراھۃ تحریم وقیل تنزیہ مبتغی کراھۃ تنزیہ وقیل تحریم قنیہ و ھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وفی شرح شرعۃ الاسلام المسمی بجامع الشروح یستکثر من التسبیح والتھلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ ولا یتکلم بشیئ من امر الدنیا لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر التغییر بادخال حرف فی خلالہ قدام الجنازۃ وخلفھا لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیہ الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صداء القلوب وقساوتھا بحب الدنیا وریاستھا وفی کتاب العھود المحمدیۃ للشیخ الشعراوی قدس اللہ تعالٰی سرہ ینبغی لعالم الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ عدم اللغو فیھا وذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر ورجع من التجار ونحو ذلک وقد کان السلف الصالح لا یتکلمون فی الجنازۃ الا بما ورد وکان الغریب لا یعرف من ھو القریب من المیت حتی یعزی لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلھم وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انھم لا یترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان ذلک افضل من ترکہ ولا ینبغی لفقیہ ان ینکر ذلک الا بنص او اجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی کل وقت شاؤا ویا للہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا او ربما عزر عند الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیھا منھم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش فنسأل اللہ العافیۃ وذکر الشعراوی ایضا رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ عہود المشائخ قال لا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی ورأوہ حسنا لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقراءۃ القراٰن امامھا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ما کل مالم یکن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما ولو فتح ھذا الباب لردت اقوال المجتھدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء اُمتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا وتأمل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل فلو صاح کل من فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ولم یاتنا فی ذلک شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ تعالٰی فی الجنازۃ منہیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا قراءۃ القراٰن فی الرکوع وشیئ سکت عنہ الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخر الزمان اھ باختصار قلیل۔ اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالٰی کا خلاصہ ارشادات چند افادات (۱) سلف صالح کی حالت جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہل میت کون ہے۔ اور باقی ہمراہ کون، سب ایک سے مغموم و محزون نظر آتے۔ اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں موت سے اونہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی۔ اون کے دل اس سے غافل ہیں کہ میت پر کیا گزری۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے جنازے میں لوگوں کو ہنستے دیکھا تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیم خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلند آوازے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ اون کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں (۲) نیز اوس میں میت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب کیلئے طیار ہو (۳) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ شارع علیہ الصلاۃ والسّلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اذن عام ہے تو جبتک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو انکار کیا مناسب ہے؟ (۴) نیز اونہیں امام عارف نے فرمایا۔ الٰہی جو اس سے منع کرے اوسکا دل کس قدر سخت اندھا ہے جنازے کے ساتھ ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش، اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اوس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہیں میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے حرام مال سے لیتا (۵) امام عارف باللہ سیدی شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں۔ اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اوس سے منع نہ کریں گے خصوصًا جب وہ اللہ ورسول عزجلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو۔ جیسے جنازے کیساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکر خدا و رسول کرنا جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۶) نیز امام ممدوح فرماتے ہیں جو اوسے ناجائز کہے اوسے شریعت کی کچھ سمجھ نہیں (۷) نیز فرماتے ہیں ہر وہ بات کہ زمان برکت توامان حضور پر نور سید عالم عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی، مذموم نہیں ہوتی ورنہ اس کا دروازہ کھلے تو ائمہ مجتہدین نے جتنی نیک باتیں نکالیں اون کے وہ سب اقوال مردود ہو جائیں (۸) فرماتے ہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ (جو شخص دین اسلام میں نیک بات نکالے اوسے اوسکا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اوس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اوس ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علمائے اُمت کیلیے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کر کے جاری کریں اور اونہیں شریعت محمدیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملحق کریں۔ یعنی جب حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے تو جو نیک بات نئی پیدا ہوگی وہ نئی نہیں بلکہ حضور کے اس اذن عام سے حضور ہی کی شریعت ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۹) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر کا اوس سے ممانعت نہ فرمانا ہی اوسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کیساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اوسکے ممانعت میں آتی۔ جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے تو اوسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے۔ تو جس چیز سے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانہ میں منع نہیں ہوسکتی (۱۰) نتیجہ یہ نکالا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آوازے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکر خدا و رسول عزوعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اوس کا کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔ نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں۔ لا ینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ درمختار میں ہے۔ کرہ تحریما صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا اھ قلت ونقلہ سیدی عبدالغنی

فی الحدیقۃ عن شرح الدرر لابیہ عن المصفی شرح النسفیۃ عن شیخ الامام الاستاذ حمید الدین عن شیخہ الامام الاجل الزاہد جمال الدین المحبوبی وایضا عن شمس الائمۃ الحلوانی وعن القنیۃ عن النسفی و الحلوانی وایضا فی الدر المختار عن البحر عن المجتبی عن الامام الفقیہ ابی جعفر فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی عندی انہ لاینبغی ان تمنع العامۃ عنہ لقلۃ رغبتہم فی الخیر وبہ ناخذ اھ فی الحدیقۃ ومن ھذا القبیل نہی الناس عن صلٰوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلٰوۃ لیلۃ القدر ونحو ذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیہا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتہم فی الخیرات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴: نماز جنازہ میں امام کے نیچے جانماز ہوتی ہے اور مقتدی سب زمین پر یہ جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جواز تو یقینی ہے۔ رہی کراہت اوس کے لیے بھی کوئی وجہ نہیں۔ نہ فقیر کو یاد کہ کسی کتاب میں اوسے منع لکھا ہو۔ در مختار میں جو اس مقدار کو جس سے امام و مقتدی میں امتیاز پایا جائے مکروہ لکھا وہاں بلندی موضع میں کلام ہے یعنی امام کو مقتدیوں سے اتنا اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے جس سے امتیاز واقع ہو اور وجہ اسکی حدیث میں نہی آنا اور اہل کتاب سے مشابہت پایا جانا ہے کہ یہود وعنود اپنے امام کیلئے جائے بلند مقرر کرتے ہیں۔ یہاں کہ نہی و مشابہت ثابت نہیں تو کراہت پر بھی حکم نہیں دے سکتے۔ فی الدر المختار وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بمادونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ فی رد المحتار قولہ للنہی وھو ما اخرجہ الحاکم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی ان یقوم الامام فوقہ ویبقی الناس خلفہ وعللوہ بانہ تشبہ باھل الکتاب فانہم یتخذون لامامہم دکانا بحر اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم آمین

مسئلہ ۵: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرنالی، ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

پیر مرشد کے مزار کا طواف کرنا۔ اور مزار اور مزار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔ اور آنکھوں سے لگانا۔ اور مزار سے اولٹے پاؤں پیچھے ہٹ کے ہاتھ باندھے ہوئے واپس آنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہئے۔ علماء اسمیں مختلف ہیں۔ اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے۔ آستانہ بوسی میں حرج نہیں۔ اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ۔ ہاتھ باندھے اولٹے پاؤں واپس آنا ایک طرز ادب ہے اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اوس میں حرج نہیں۔ ہاں اگر اسمیں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اوس سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶: از تاہ اسٹیشن دیورینا مرسلہ شیخ نیاز احمد صاحب۔ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو و بلا تیمم شریک ہوگئے اونکی نماز ہوئی یا نہیں۔ اور اون کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور ایک شخص نے کہا کہ انہوں نے کچھ برا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضروری ہے مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں اوسکا یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں، وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے اور انھوں نے بہت سخت برا کیا اور اونکی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی۔ نماز جنازہ میں صرف طہارت امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اوس میت کی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اوسکی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کو اتنا کافی ہے کہ اوس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کیلئے بھی کفایت کرتی ہے مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے۔ یہ محض جہالت فاحشہ ہے جس نے یہ فتوی بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دیئے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فہی شروط بقیۃ الصلاۃ من الطہارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورات والاستقبال، والنیۃ سوی الوقت۔ اوسی میں ہے لاصحۃ لہا بدون الطہارۃ درمختار میں ہے لو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد رد المحتار میں ہے ای لانعقاد لصحۃ صلاۃ الامام وان لم تصح صلاۃ من خلفہ واللہ سبحانہ تعالی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: کاٹنا مرد کے بال بعد مرنے کے جائز ہے یا نہیں۔ ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

الجواب

ناجائز ہے۔ فی الدر لا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن وفی رد المحتار عن النہر عن القنیۃ التزیین بعد موتہا والامتشاط وقطع الشعر لا یجوز واللہ تعالی اعلم

مسئلہ: از شہر کہنہ بریلی۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت زندگی میں خاوند اپنی بی بی کا ولی ہوتا ہے مانند ماں باپ کے یا نہیں۔ جو ہوتا ہے تو بعد موت کے ولایت قائم رہتی ہے یا نہیں۔ اگر رہتی ہے تو ہاتھ لگانا۔ موں٘ھ دیکھنا۔ اجازت نماز کی دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور نکاح رہتا ہے یا نہیں۔ اور ایک صاحب فرماتے ہیں کہ بعد وفات فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ اگر یہ بات حق ہے تو ہم لوگ بھی اپنی عورتوں کو غسل دیں تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

شوہر ولی نہیں۔ نہ حیات میں نہ بعد موت۔ نہ موت زوجہ سے نکاح قائم رہے۔ اور یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور بالفرض ہو بھی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے علاقے موت سے قطع نہیں ہوتے اور سب کے علاقے قطع ہو جاتے ہیں یہ مضمون خود حدیث میں وارد ہے تو اوروں کو اون پر قیاس جائز نہیں۔ مرد اپنی عورت مردہ کو غسل نہیں دے سکتا کما فی الدر وعامۃ الاسفار واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۹: میت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے چارپائی پر کیا منع ہے۔ میت والے کے یہاں کیا روٹی پکانا منع ہے۔

الجواب

کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ موت کی پریشانی کے سبب وہ لوگ پکاتے نہیں ہیں۔ پکانا کوئی شرعاً منع نہیں۔ یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف

صرف گھر والوں کیلئے کھانا بھیجا جائے اور اونھیں باصرار کھلایا جائے۔ نہ دوسرے دن بھیجیں نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کیلئے بھیجیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو کفن کے پارچے کا دینا چاہیے اور عورت کو کے پارچے کا چاہیے اور میّت نابالغ کو کتنا کفن دینا لازم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سنت مرد کیلئے تین کپڑے ہیں۔ ایک تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔ اور کفنی گردن کی جڑ سے پاؤں تک اور چادر کہ اوسکے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جسے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ پہلے چادر بچھائیں اوس پر تہبند۔ پھر میّت مغسول کا بدن ایک کپڑے سے صاف کریں پھر اوس پر رکھ کر کفنی پہنا کر تہ بند لپیٹیں۔ پہلے بائیں طرف پھر دہنی طرف لپیٹیں تاکہ دہنا حصّہ بائیں کے اوپر رہے۔ پھر اسی طرح چادر لپیٹ کر اوپر نیچے دونوں جانب سے باندھ دیں۔ اور عورت کیلئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ تین یہی، مگر مرد و عورت کیلئے کفنی ہیں اتنا فرق ہے۔ کہ مرد کی قمیص عرض میں مونڈھوں کی طرف چیرنا چاہیے اور عورت کا طول میں سینے کی جانب۔ چوتھے اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو۔ پانچواں سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے کہ رانوں تک ہو۔ پہلے چادر اور اوس پر تہ بند بدستور بچھا کر کفنی پہنا کر تہ بند پر لٹائیں اور اوس کے بال دو حصّے کرکے بالائے سینہ کفنی کے اوپر لاکر رکھیں اوس کے اوپر اوڑھنی سر سے اوڑھا کر بغیر لپیٹے مونھ پر ڈالدیں۔ پھر تہ بند اور اوس پر چادر بدستور لپیٹیں اور چادر اوسی طرح دونوں سمت باندھ دیں ان سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ناف یا ران تک باندھیں یہ کفن سنت ہے اور کافی اس قدر ہے کہ مرد کیلئے دو کپڑے ہوں تہ بند اور چادر اور عورت کیلئے تین کفنی و چادر یا تہ بند و چادر اور تیسرے اوڑھنی اسے کفن کفایت کہتے ہیں۔ اگر میّت کا مال زائد اور وارث کم ہوں تو کفن سنت افضل ہے اور عکس ہو تو کفن کفایت اولیٰ اور اوس سے کمی بحالت اختیار جائز نہیں۔ ہاں وقت ضرورت جو میسر آئے صرف ایک ہی کپڑا کہ سر سے پاؤں تک ہو مرد و عورت دونوں کیلئے بس ہے۔ جاہل محتاج جب اون کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں۔ یہ حماقت ہے۔ ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی۔ بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیت ثواب پورا کفن محتاج کیلئے دے گا اللہ عزوجل سے پورا ثواب پائے گا۔ نابالغ اگر حد شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے اور یہ حکم یعنی حد شہوت کو پہنچنا پسر میں بارہ اور دختر میں نو برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا۔ اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے۔ جب کہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ کہ اوس کا دل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اوس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اون میں اگر پسر کو ایک اور دختر کو دو کپڑوں میں کفن دیدیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور پسر کو دو دختر کو تین دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر اور جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا کچا گر گیا اوسے ہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے کفن نہ دیں۔ درمختار میں ہے یسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ ولھا درع ای قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بھا ثدیاھا وبطنھا وکفایتہ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولھا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک وکفن الضرورۃ لھما مایوجد واقلہ مایعم البدن تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیھا ویقمص ویوضع علی الازار ویلف ازارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذالک لیکون الایمن علی الایسر وھی تلبس الدرع ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوقہ الدرع والخمار فوق الشعر ثم یفعل کما مر ویعقد الکفن

ان خیف انتشارہ والمراھق کالبالغ ومن لم یراھق ان کفن فی واحد جاز والسقط یلف ولا یکفن اھ ملخصا رد المحتار میں ہے
قولہ ازار ھو من القرن الی القدم والقمیص من اصل العنق الی القدمین واللفافۃ تزید علی ما فوق القرن والقدم
لیلف فیہ المیت وتربط من الاعلی والاسفل امداد **قولہ** ای قمیص اشار الی ترادفہما کما قالوا وقد فرق بینہما بان
شق الدرع الی الصدر والقمیص الی المنکب قہستانی قولہ وخمار بکسر الخاء ما تغطی بہ المرأۃ رأسہا قال الشیخ اسمٰعیل مقدارہ
حالۃ الموت ثلثۃ اذرع بذراع الکرباس یرسل علی وجہہا ولا یلف کذا فی الایضاح والعتابی **قولہ** وخرقۃ الاولی
ان تکون من الثدیین الی الفخذین نہر عن الخانیۃ **قولہ** وکفایۃ ھو ادنی ما یکفی بلا کراھۃ فھو دون کفن السنۃ و
قال فی البحر قالوا اذا کان بالمال قلۃ والورثۃ کثرۃ فکفن الکفایۃ اولی وعلی القلب کفن السنۃ اولی **قولہ** ولہا ثوبان
لہ یعینہما کالھدایۃ وفسرہما فی الفتح بالقمیص واللفافۃ وعینہما فی الکنز بالازار واللفافۃ قال فی البحر عدم التعیین بل ما
قمیص ازار او ازاران والثانی اولی لان فیہ زیادۃ فی ستر الراس والعنق **قولہ** ویکرہ ای عند الاختیار **قولہ** ویقمص
ای یلبس القمیص بعد تنشیفہ بخرقۃ **قولہ** ثم یفعل کما مر ای بان توضع بعد الباس الدرع والخمار علی الازار ویلف یسارہ
الخ قال فی الفتح ولم یذکر الخرقۃ وفی شرح الکنز فوق الاکفان کیلا تنتشر وعرضہا ما بین ثدی المرأۃ الی السرۃ وقیل
ما بین الثدی الی الرکبۃ کیلا ینتشر الکفن عن الفخذین وقت المشی فی التحفۃ تربط الخرقۃ فوق الاکفان عند الصدر فوق
الثدیین اھ **قولہ** والمراھق کالبالغ الذکر کالذکر والانثی کالانثی **قولہ** ومن لم یراھق الخ ھذا الوذکر قال الزیلعی
وادنی ما یکفن بہ الصبی الصغیر ثوب واحد والصبیۃ ثوبان اھ وقال فی البدائع وان کان صبیا لم یراھق فان کفن فی
خرقتین ازار ورداء فحسن وان کفن فی ازار واحد جاز واما الصغیرۃ فلا باس ان تکفن فی ثوبین اھ اقول فی قولہ فحسن اشارۃ
الی انہ لو کفن بکفن البالغ یکون احسن لما فی الحلیۃ عن الخانیۃ والخلاصۃ الطفل الذی لم یبلغ حد الشھوۃ الاحسن ان یکفن
فیما یکفن فیہ البالغ اھ وفیہ اشارۃ الی ان المراد بمن لم یراھق من لم یبلغ حد الشھوۃ **قولہ** والسقط یلف وکذا من ولد
میتا بدائع اھ ملتقطا۔ عالمگیری میں ہے اما المرأۃ تبسط لہا اللفافۃ والازار علی نحو ما بینا للرجل ثم توضع علی الازار وتلبس الدرع
ویجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوق الدرع ثم یجعل الخمار فوق ذلک ثم یعطف الازار واللفافۃ کما بینا فی الرجل ثم
الخرقۃ بعد ذلک تربط فوق الاکفان فوق الثدیین کذا فی المحیط اھ قال العبد الضعیف عفی اللہ تعالٰی لہ وھذا کما تری
نص صریح لا یقبل التاویل فی ان الخرقۃ تربط فوق الاکفان جمیعا حتی اللفافۃ وھو الذی قدمنا عن الشامی عن الفتح
عن التبیین والتحفۃ فعلیہ فلیکن التعویل وان استظہر فی الجوھرۃ کونہا تحت اللفافۃ قائلا بان قولہم فوق الاکفان
یحتمل ذلک وھو منازع فی ھذا الاحتمال کما لا یخفی فان الاکفان تشمل اللفافۃ قطعا واین المخصص واین وجہ لظھور ذلک
اما ما فی الاختیار ثم تربط الخرقۃ فوق القمیص اھ فاقول لیس نصا فی کونہا تحت الاکفان ما خلا القمیص فان ما فوقہن
جمیعا یصدق علیہ انہ فوق القمیص فلا یعارض النص الصریح الذی قدمنا مع انہ ھو صرح بہ فی اکثر الکتب فلذا اعولنا

علیہ وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱: از ملک مالوا شہر اندور چھینپیہ باکھل مرسلہ اسمٰعیل قادری احمد آبادوالا۔

یہاں میت ہوگئی تھی۔ اوس کے کفنانے کے بعد پھولوں کی چادر ڈالی گئی۔ اوس کو ایک پیش امام افغانی نے اوتار ڈالا اور کہا یہ بدعت ہے ہم نہ ڈالنے دیں گے۔ دوسرے جو غلاف کا پارچہ سیاہ کعبہ شریف سے لاتے ہیں وہ ٹکڑا اوڈالا ہوا تھا اوسے ہٹادیا اور کہا کہ یہ روافض کا رواج ہے ہم نہ ڈالیں گے اوسے الگ ہٹاکے اوس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

الجواب

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعًا اصلاحرج نہیں۔ بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں اوس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اوترتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن فتاوی امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے انہ مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ یونہیں تبرک کیلیے غلاف کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہہ جائز ہے اور اوسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔ اسدالغابہ وغیرہا میں ہے لما حضرہ الموت اوصی ان یکفن فی قمیص کان علیہ افضل الصلٰوۃ والسّلام کساہ ایاہ وان یجعل مما یلی جسدہ وکان عندہ قلامۃ اظفارہ علیہ افضل الصّلٰوۃ والسلام فاوصی ان تسحق وتجعل فی عینیہ وفمہ وقال افعلوا ذلك وخلوا بینی وبین ارحم الراحمین۔ ان باتوں کو بدعت ممنوعہ ٹھہرانا اگر محض بربنائے جہل ہو تو جہالت ہی ہے اور اگر بربنائے وہابیت یعنی غیر مقلدی یا دیوبندیت ہو تو وہ نماز کہ اوس نے پڑھائی باطل محض ہوئی۔ مسلمان بغیر نماز کے دفن کیا گیا۔ اور جو جو اوس امام کی حالت سے آگاہ تھے سب ترک فرض نماز جنازہ کے مرتکب ومستحق عذاب رہے۔ جبکہ خود وہابی یا وہابیہ کو صالح امامت جاننے والے نہ ہوں۔ ورنہ بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی ہوچکا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جو وہابیہ کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از ضلع اعظم گڑھ۔ ڈاک خانہ اندارا موضع ادری۔ حافظ عبدالشکور خاں۔ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید مسلمان حنفی، بکر نصرانی کے یہاں ملازم تھا۔ اور اوسکا جھوٹا کھالیا کرتا تھا مسلمانوں نے اس سے منع کیا حتی کہ بکر نے بھی مگر زید باز نہ آیا۔ اور اوس کے مرنے پر جمیع مسلمانوں نے اوسکی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ سے انکار کیا بالآخر چند مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا اگر ایسا موقع آئندہ آئے تو کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا زید کے گھر والوں سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ کیونکہ زید کے یہاں کا کھانا وغیرہ بند کردیا گیا ہے۔

الجواب

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع وبد ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا۔ لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بدحرکت سے کافر نہ ہوا مسلمانوں پر اوسکی تجہیز وتکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی۔ مگر یہ کام فرض کفایہ ہے۔ بعض نے کرلیا سب پر سے اوتر گیا۔ ہر مسلمان کا اون میں

شریک ہونا ضرور نہیں اگر کوئی نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے۔ آئندہ کیلئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اوس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ اون پر تعزیر بیجا ہے۔ قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: سید محمد شاہ (پتہ انگریزی میں تھا پڑھا نہ گیا) ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے نومسلم عورت سے عقد کیا تھا۔ دو برس کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ کو دنیائے فانی سے ملک عدم کو رخصت ہوئی۔ اوس مسلمان کا یہاں کوئی اور نہ تھا اوس نے مسلمانوں کو اطلاع دی۔ اونھوں نے جواب دیا ہم تمھاری عورت کا جنازہ نہیں اوٹھائینگے۔ نہ قبرستان میں جگہ دیں گے کیونکہ تم نماز نہیں پڑھتے ہو اور مسجد کمیٹی و خلافت کمیٹی وغیرہ میں چندہ بھی نہیں دیتے کبھی ہماری کمیٹیوں میں شرکت نہیں کرتے۔ لہذا تم اور کوئی انتظام کرو۔ اوس شخص نے جواب دیا اگر میرا عذر قابل اعتماد ہو تو مجھ کو معافی دیجئے جو سزا میرے لیے آپ لوگ قرار دیں میں قبول کرتا ہوں۔ اگر میرا قصور ہے تو مجھ کو سزا دیں۔ اور معافی دے کر میت کو اوٹھائیں۔ اون لوگوں نے مطلق انکار کردیا۔ جو خلافت کمیٹی کے ممبران و سکریٹری و پریسیڈنٹ ہیں۔ تب اوس نے ہندو سے التجا کی۔ اوسکی بیکسی بے بسی دیکھ کر ہنود اوس محلہ میں آئے اور مسلمانوں کو سمجھایا۔ بمشکل تمام راضی ہوئے۔ مگر غسل دینے والی عورت کو روک دیا۔ مجبورًا اوس نے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بعد اوس کے چار پانچ مسلمان۔ اونھوں نے کہا ہم تم پر آٹھ روپیہ جرمانہ کرتے ہیں۔ اگر منظور ہو تو ہم میت اوٹھائیں۔ ورنہ ہم اپنے اپنے گھر جاتے ہیں۔ وہ چونکہ مصیبت زدہ تھا راضی ہوا۔ غرض صبح آٹھ بجے کی میت ۱۲ بجے شب کو اوٹھائی گئی۔ اب عرض ہے کہ آیا حدیث شریف میں یہی فرمان ہے اور خدا اور اوس کے رسول کا یہی حکم ہے تو مجھے مطلع فرمائیں۔ اور اگر یہ حرکت مطابق شرع نہ ہو تو اون کی کیا سزا ہے۔ شرعًا و قانونًا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اون لوگوں نے سخت ظلم کیا اور شدید جرم کیا اگر سلطنت اسلام ہوتی حاکم اسلام اون میں ایک ایک کو کوڑے لگاتا۔ قید کرتا۔ اور وہ آخرت میں عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصلوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم مات برا کان او فاجرا و ان عمل الکبائر۔ ہر مسلمان کے جنازے کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اوس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔ خصوصًا جس مسلمان نے رمضان مبارک میں انتقال کیا تو وہ بحکم حدیث شہید ہے۔ خلافت کمیٹی میں چندہ نہ دینا یا اوس میں شریک نہ ہونا کوئی جرم نہیں۔ بلکہ مسجد میں چندہ نہ دینا بھی گناہ نہیں۔ نہ کہ جہاں امر بالعکس ہو۔ نماز نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اوس کا گناہ اوس بی بی کے سر باندھنا کونسی شریعت ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ آٹھ روپے کہ اونھوں نے لیے سخت حرام اور اون کے حق میں مثل سوئر کے ہیں۔ اون پر فرض ہے کہ اوسے واپس دیں۔ قال اللہ تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ رواہ احمد والاربعۃ والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن اور اوس شخص نے عورت کو غسل دیا یہ اوسے جائز نہ تھا۔ شوہر عورت کے بدن کو بعد انتقال ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اوسے چاہیے تھا کہ کسی سمجھ والی لڑکی یا لڑکے کو نہلانے کا طریقہ بتاتا جاتا اور اپنے سامنے اوس سے نہلواتا۔ یا کوئی اور عورت اگرچہ اُجرت پر ملتی اوس سے غسل دلاتا۔ اور اگر کچھ ممکن نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں پر کپڑے کی تھیلیاں چڑھا کر اوس کے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کا تیمم کرا دیتا

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از دلیر گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت۔ مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۰ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شب جمعہ کے سوا کسی اور دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اوس کو جمعہ کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اوس کا گوشت تقسیم کردیا جائے مسنون ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث وارد ہے اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں۔ بلکہ وہاں لغو وبیہودہ باتیں کرنے ہنسنے وغیرہ غفلت وقسوت کی حرکات سے بچیں۔ اور تلاوت ودرودخوانی اور اعمال حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ اُمور موجب نزول رحمت ہوتے ہیں اور احیا کے پاس ہونے سے مردے کا دل بہلتا ہے۔ کما بیناہ فی حیاۃ الموات جمعہ تک بیٹھنے کا منشا غالبًا وہ روایت ہے جو امام نسفی نے بحر الکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذ اللہ عذاب قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے۔ شب جمعہ آتے ہی اُٹھالیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی وعلامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلاً وشرعًا امر نافع محض میں صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذ اللہ اندیشہ تھا، ایصال ثواب واستنزال برکات ذکر وقرآن سے اوسکی مدد کی گئی جب جمعہ آگیا خود رحمت الٰہی اوسکی متکفل ہولی۔ اور اگر نامطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد ونفع رسانی ہی ہوئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہونچا سکے پہنچائے رواہ مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہرحال یہ کام خیر سے خالی نہیں جبکہ نیتۃً یا عملاً اوسکے ساتھ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور شریف میں ہے عمر النسفی فی بحر الکلام فقال ان الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتہا وجمیع شہر رمضان قال واما المسلم العاصی فانہ یعذب فی قبرہ لکن یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتہا ثم لایعود الیہ الی یوم القیمۃ وان مات یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ یکون لہ العذاب ساعۃ واحدۃ وضغطۃ القبر کذلک ثم ینقطع عنہ العذاب ولایعود الیہ الی یوم القیمۃ انتہی وھذا یدل علی ان عصاۃ المسلمین لایعذبون سوی جمعۃ واحدۃ اودونہا وانہم اذا وصلوا الی یوم الجمعۃ انقطع ثم لایعود وھو محتاج الی دلیل انتہی۔ اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵: قبر میں سے جس قدر مٹی نکلی وہ سب اوس پر ڈالدینا چاہیے۔ یا صرف بالشت یا سوا بالشت قبر کو اونچا کرنا چاہیے۔ میت کو دفن کرتے ہی آدمیوں کو منتشر ہوجانا چاہیے یا گھر پر آن کر فاتحہ پڑھ کر پھر منتشر ہونا چاہیے جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

الجواب

صرف بالشت بھر واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہتر یہ ہے کہ منتشر ہوجاویں۔ پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶: از موضع سنتیا ضلع بریلی۔ مسئولہ امیر علی صاحب رضوی۔ ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا گیا، مرا ہوا بچہ کسی کے پیدا ہوتا ہے اوس کو ہانڈی میں رکھ کر گورستان سے علٰحدہ دفن کرتے

ہیں اور کہتے ہیں یہ یکساں ہے اوس سے اہل ہنود کی طرح بچتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ شیطانی خیال ہیں۔ اوسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷: از شہر کہنہ۔ ۱۱ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بعد مردن میّت تا دفن میّت از کدام چہل سوال از میّت می پرسند۔ بینوا توجروا

الجواب

سوال از میت بعد دفن ست پیش ازاں ہیچ سوالے در حدیث نیامدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میت کا دفن بلا اجازت کسی شخص کی اراضی میں کوئی قابل مواخذہ فعل ہے۔ دوم کیا ایسا کرنے والے گنہگار نہ ہونگے سوم کیا میّت کے حق میں یہ فعل اولٰی ہے۔ چہارم اگر میت وصیت اس کے متعلق کرے تو کیا پس ماندگان میت اس پر اس طور سے عمل کریں کہ بلا اجازت مالک زمین کے میّت کو دفن کردیں تو کیا عند الشرع یہ فعل میت یا پسماندگان کے واسطے موجب ثواب ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے اجازت مالک اوسکی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ میت اگر اسکی وصیت یوں کرگیا کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔ میّت یا پسماندگان کیلئے ثواب کیا اسمیں استحقاق عذاب ہے۔ مالک کو اختیار ہے کہ میت کی نعش نکالدے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر ہموار کرکے اوس پر جو چاہے بنائے چلے پھرے تصرفات کرے کہ قبر کی جو حرمتیں ہیں ایسی ناجائز قبر کیلئے نہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق درمختار میں ہے لا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض۔ یہ اصل حکم فقہی ہے مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصًا میت پر رحم دل ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی رحماء بینھم اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اوسکی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔ اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اوس پر احسان کرے گا کما تدین تدان اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اوسکی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستر اللہ اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اوس کی زندگی وموت میں اوسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ۔ مرسلہ عمر احمد صاحب سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ہندہ کو قبر میں اوتارنے اور تختے لگانے کے بعد مٹی کچھ ہی دی گئی کہ باران رحمت شروع ہوگئی۔ ہندہ کی قبر پر بارش کے پانی کے علاوہ اور پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ کچھ اشخاص کہتے ہیں جس مردہ کی قبر پر بجائے پانی دنیا کے باران رحمت ہو وہ مردہ جنتی ہے اسکی کچھ اصلیت شرع شریف میں ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

بارش رحمت فال حسن ہے خصوصاً اگر خلاف عادت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۲۰]: ۲۹ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کو نہلانے کے لیے جو تختے پر لٹائیں تو شرقاً غرباً لٹائیں کہ پاؤں قبلے کو ہوں۔ یا جنوباً شمالاً کہ دہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سب طرح درست ہے۔ مذہب اصح میں اس باب میں کوئی تعیین وقید نہیں جو صورت میسر ہو اوس پر عمل کریں فی الھندیۃ عن الظھیریۃ کیفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولاً کما فی حالۃ المرض اذا اراد الصلاۃ بایماء ومنھم من اختار الوضع عرضا کما یوضع فی القبر والاصح انما یوضع کما تیسر اھ اسی طرح بحرالرائق ودرمختار وغیرہما میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ [۲۱]: مرسلہ محمد اکرم حسین از ہردوئی بوساطت مولانا حامد حسین صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنّت۔ ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے روبرو یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر کسی شخص کی عورت یا عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو شوہر عورت کو اور عورت شوہر کو غسل نہیں دے سکتی ہیں۔ غسل کیا معنی بلکہ چھو نہیں سکتے ہیں خواہ غسل دینے والے موجود ہوں یا نہوں۔ کیونکہ نکاح دنیا تک ہے جب دو میں سے کسی کا انتقال ہوگیا نکاح فسخ ہوگیا۔ جب نکاح فسخ ہوگیا تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہیں چھو سکتا ہے اوس پر چھونا حرام ہوگیا آیا ایسا ہوسکتا ہے۔ مکلف ہوں کہ بہت جلد جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ مسئلہ مرد کے بارہ میں صحیح ہے کہ وہ بعد وفات زن اوسے غسل نہیں دے سکتا نہ اوس کے بدن کو ہاتھ لگا سکتا ہے کہ موت سے عورت اصلاً محل نکاح نہ رہی، چھونے کا جواز صرف بربنائے نکاح تھا ورنہ زن و شو اصل میں اجنبی محض ہوتے ہیں۔ اب کہ نکاح زائل ہوگیا چھونے کا جواز بھی جاتا رہا۔ اور عورت کے بارے میں بھی مسئلہ صحیح ہے اوس حالت میں کہ وقت غسل عورت زوجیت زوج میں نہو، مثلاً مرد نے طلاق بائن دیدی تھی یا بعد وفات شوہر عدت گزر گئی مثلاً عورت حاملہ تھی شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہوگیا کہ اب عدت نہ رہی اور زوجیت سے یکسر نکل گئی۔ اسی طرح اگر عورت معاذ اللہ بعد وفات شوہر مرتدہ ہوگئی۔ پھر اسلام لے آئی۔ یا پسر شوہر کو شہوت کے ساتھ چھو لیا کہ ان سب صورتوں میں نکاح زائل ہوگیا۔ بخلاف اس کے کہ شوہر مرگیا اور عورت عدت وفات میں ہے یا شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور ہنوز عدت باقی تھی کہ اوس کا انتقال ہوا۔ ان صورتوں میں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کہ ہنوز حکم زوجیت باقی ہے۔ فی الدرالمختار یمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لا من النظر الیھا علی الاصح وھی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ والمعتبر صلاحیتھا لغسلہ حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت اومست ابنہ لشبھۃ لزوال النکاح وجاز لھا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسھا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے طلقھا رجعیا ثم مات فی عدتھا فانھا تغسلہ لانہ لایزیل ملک النکاح بدائع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خانصاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

مدرسہ دیوبند سے ایک رسالہ مشہور کیا گیا ہے جس میں یہ مسئلہ تحریر ہے کہ اگر مرد حالت جنابت میں یا عورت حیض کی حالت میں مرجائے تو اوسکے حلق میں کوئی کپڑا تر کر کے تین مرتبہ حلق صاف کیا جائے اور ناک میں اوسکی پانی ڈالا جائے۔ آیا یہ مسئلہ درست ہے یا نادرست۔

الجواب

یہ مسئلہ غلط وخلاف متون وشروح وفتاویٰ وعامہ کتب مذہب ہے۔ ناک میں پانی ڈالنا تو اس رسالہ والے کی اپنی گڑھت ہے اور تر کپڑے سے بھی صاف کرنا مذہب کے خلاف ہے۔ کنز الدقائق میں ہے وضی بلا مضمضۃ واستنشاق۔ تبیین الحقائق میں ہے لانہ لایمکن اخراج الماء منہ فیترکان ویخالف الجنب فیھما وفی غسل الیدفان للجنب یبدأ بغسل یدیہ والمیت یبدأ بغسل وجہہ۔ شرح الکنز للعلامۃ احمد الشلبی پھر فتح اللہ المعین للسید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی الدر المختار ورد المحتار میں ہے بانہ کرہ المخلخال ای فی شرح القدوری من ان الجنب یمضمض ویستنشق غریب مخالف لعامۃ الکتب۔ دیوبند کے رسالہ میں بہت کثرت سے مسائل غلط ہیں۔ اوس پر عمل جائز نہیں۔ بلکہ اوسے دیکھنا اوسے گھر میں رکھنا مسلمانوں کو نہ چاہیے۔ بلکہ دیوبندیوں کی نسبت تمام علماء کرام مکہ معظمہ ومدینہ منورہ فتوائے تکفیر دے چکے ہیں۔ اور یہ کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اون کے عقائد پر مطلع ہو کر اون کے عذاب وکفر میں شک کرے خود کافر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہل اسلام سے آخر عمر تک تارک الصلاۃ والصیام وشارب الخمر باللیل والایام محض دین نصاریٰ رہا حتی کہ بہ تحقیق بدون توبہ ڈاک بنگلہ پر منتقل ہوا پھر فدشار اوسکے مکان پر لائے معاذ اللہ اور بخوف عدم شرکت دفن اہل اسلام کے ایک حجام اور خرادی اور کنجڑا پرورش یافتہ خود کو مصنوعی شاہد مقرر کرکے توبہ پر اس میت کی قائم کیے۔ عیاذاً باللہ تب جنازہ اوٹھا اور ہمراہ جنازہ کے عیسائی بھی تھے۔ تب بھی چند کس نے دیدہ ودانستہ نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسقاط لے کر قبر پر قرآن پڑھا۔ بعد دخول قبر عیسائیوں نے ٹوپی اوتار کر سلامی دی پس مسلمانوں کو بحکم شرع میت کے اسلام پر خدشہ صادقہ تھا اور یقین کامل ہوا اور بحمیت اسلامی اون سے روکش ہوئے کہ اوروں کو عبرت ہو۔ کیونکہ تعلداری ہنود تعزیر غیر ممکن۔ اس خیال سے اون لوگوں سے مرتدین کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں جبتک توبہ نہ کریں اور اون کے پیچھے نماز جماعت درست ہے یا ممنوع اوسکے حق میں اور اون کے مشترک کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مشرح بعبارت کتب بیان فرمادیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

ترک صوم وصلاۃ وشرب خمر گناہان کبیرہ ہیں جن کا مرتکب فاسق وفاجر اور عذاب دوزخ کا مستحق ہے۔ مگر حرام جان کر بشامت نفس کرے تو کافر نہیں۔ پس اگر شخص مذکور نے مذہب نہ بدلا تھا صرف باغوائے شیطان دنیا پرستان خدانا ترس کی طرح ان اُمور کا مرتکب ہوتا اور عیسائیوں سے میل جول رکھتا تھا تو اوس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ جب وہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مسلمان ہی ٹھہرائیں گے اور اس تقدیر پر اوسکے تجہیز وتکفین اور جنازہ کی نماز بیشک ضروری ولازم تھی۔ اگر بجا نہ لاتے گنہگار رہتے۔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلاۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براکان اوفاجرا وان ھو عمل الکبائر رواہ ابو داؤد وغیرہ اور نصرانیوں کا معاذ اللہ جنازہ کے ساتھ ہونا یا بعد دفن ٹوپی اوتار کر

سلامی دینا اون کا اپنا فعل تھا جس کے سبب مسلمان کو کافر نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور یہ بدگمانی کہ اگر یہ اون کا ہم مذہب نہ ہوتا تو وہ جنازہ میں کیوں شرکت کرتے محض مردود ہے۔ ایسے اوہام پر بنائے احکام نہیں نہ کہ معاذ اللہ معاملہ کفر و اسلام جس میں انتہا درجہ کی احتیاط لازم۔ بلکہ اسکا عکس دوسرا گمان قوی تر ہے کہ اگر وہ اوسے اپنا ہم مذہب جانتے، اپنی روش پر تجہیز و تکفین کرتے۔ مسلمانوں کو اوس کا جنازہ کیوں دیتے۔ غرض اس صورت میں نماز پڑھنے والوں نے فرض خدا ادا کیا اون پر اصلا الزام نہیں۔ الزام اون پر ہے جو اس بنا پر اون سے معاملہ مرتدین کرنا چاہیں اور اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہو چکا تھا تو بیشک اوس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اوسکی تجہیز و تکفین سب حرام قطعی تھی۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ مگر نماز پڑھنے والے اگر اوسکی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اوسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اون کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہو جانا ثابت ہوا تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و مقصور ہیں۔ کہ جب اونکی دانست میں وہ مسلمان تھا اون پر یہ افعال بجا لانے بزعم خود شرعاً لازم تھے۔ ہاں اگر یہ بھی اوسکی عیسائیت سے خبردار تھے۔ پھر نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعاً سخت گنہگار اور وبال کبیرہ میں گرفتار ہوئے۔ جبتک توبہ نہ کریں۔ نماز اونکے پیچھے مکروہ کما ھو حکم الفاسق المصرح بہ فی غیرما کتاب المحرر المنقح فی الغنیۃ وغیرھا۔ مگر معاملہ مرتدین پھر بھی برتنا جائز نہیں کہ یہ لوگ بھی اس گناہ سے کافر نہ ہوگئے۔ ہماری شرع مطہر صراط مستقیم ہے۔ افراط و تفریط کسی بات میں پسند نہیں فرماتی۔ البتہ اگر ثابت ہو جائے کہ اونہوں نے اوسے نصرانی جان کر نہ صرف بوجہ حماقت وجہالت یا کسی غرض دنیوی کی نیت سے بلکہ خود اوسے بوجہ نصرانیت مستحق تعظیم و قابل تجہیز و تکفین و نماز جنازہ تصور کیا تو بیشک جس جس کا ایسا خیال ہوگا وہ سب بھی کافر و مرتد ہیں۔ اور اون سے وہی معاملہ برتنا واجب جو مرتدین سے برتا جائے اور اون کی شرکت کسی طرح روا نہیں۔ اور شریک و معاون سب گنہگار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴: از بریلی۔ مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ بوقت نماز مغرب جنازہ بیاید تقدیم نماز فرض باید یا نماز میت۔

الجواب

نماز مغرب را تقدیم باید کما فی رد المحتار بلکہ سنن راتبہ نیز بدنفیتی کما فی البحر وغیرہ **اقول** آرے اگر ضرورت داعیہ تقدم جنازہ است مثلاً شکم مردہ منتفخ شدہ واندیشہ است کہ اگر دیر کنند منشق شود و ہنوز در وقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ می شاید بالاتفاق کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵ - از بمبئی جالی محلہ مکان حاجی محمد صدیق جعفر مرسلہ مولوی محمد عمر الدین صاحب۔ ۲ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ یا مثل اس کے کیجاتی ہے جیسا کہ بمبئی اور اوس کے اطراف مانند مالاگاؤں وغیرہ بلاد میں قدیم الایام سے متعارف و متعامل ہے درست ہے یا نہیں اور برتقدیر جواز بعض اشخاص جو اسکو حرام و ممنوع کہتے ہیں اونکا قول صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلوات واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاذ الاموات خالص الخیر ومحض البرکات فی الحیوۃ الاولی والحیوۃ العلیا بعد الممات وعلٰی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما تعدما وقربت اٰت اٰمین۔

فصل اوّل۔ اموات مسلمین کیلئے دعا قطعاً محبوب و شرعاً مندوب جسکی ندب و ترغیب مطلق پر آیات واحادیث بلا توقیت و تخصیص ناطق تو بلاشبہہ ہر وقت اُس پر حکم جواز صادق، جبتک کسی خاص وقت ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہو مطلق شرعی کو از پیش خویش موقت اور مرسل کو مقید کرنا تشریع من عند النفس ہے۔ اور نماز ہر چند اعظم واجل طرق ہے مگر نہ اوس پر اقتصار کا حکم نہ اوس کے اغنا پر جزم۔ بلکہ شرع مبارک وقتاً فوقتاً بکثرت اور بار بار تعرض نفحات رحمت کا حکم فرماتی ہے کیا معلوم کس وقت کی دعا قبول ہوجائے۔ صحیح حدیث میں حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لیکثر من الدعاء دعا کی کثرت کرے اخرجہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صحیح و اقرہ مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ فرماتے ہیں۔ لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء احد۔ دعا میں کسل وکمی نہ کرو کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا قال فی الحرز المعنی لا تقصروا ولا تکسلوا فی تحصیل الدعاء مسند ابی یعلی میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون اللہ تعالٰی فی لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المومن رات دن اللہ تعالٰی سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔ طبرانی کتاب الدعا ابن عدی کامل امام ترمذی نوادر وبیہقی شعب الایمان میں بعد ابو الشیخ، قضاعی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء بیشک اللہ تعالٰی بکثرت وبار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا یعنی تمھارے رب کے لیے زمانے کے دنوں میں کچھ عطائیں۔ رحمتیں۔ تجلیاں ہیں تو اون کی تلاش رکھو (یعنی کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت دعا مانگتے رہو۔ تمھیں کیا معلوم کس وقت رحمت الٰہی کے خزانے کھولے جائیں) شاید اون میں کوئی تجلی تمھیں بھی پہنچ جائے کہ پھر کبھی بدبختی نہ آئے قال العلامۃ المناوی فی التیسیر فتعرضوا لھا بتطھیر القلب وتزکیتہ من الاکدار والاخلاق الذمیمۃ والطلب منہ تعالٰی فی کل وقت قیاما وقعودا وعلی الجنب ووقت التصرف فی اشتغال الدنیا فان العبد لا یدری فی ای وقت یکون فتح خزائن المنن۔ سراج المنیر میں اس کے مثل ذکر کرکے فرمایا قال الشیخ حدیث حسن۔ جب دعا کی نسبت صاف حکم ہے کہ اوس میں کسل نہ کرو۔ بکثرت مانگو۔ رات دن مانگو ہر حال مانگو تو ایک بار کی دعا پر اقتصار کیونکر مطلوب شرع ہوسکتا ہے۔ لاجرم حضور پرنور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قبل نماز وبعد نماز دونوں وقت میت کیلیے دعا فرمانا اور مسلمانوں کو دعا کا حکم دینا ثابت **مسلم** عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضرتم المریض او المیت فقولوا خیرا فان الملئکۃ یؤمنون ما تقولون وھو عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت دخل رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ابی سلمۃ وقد شق بصرہ فاغمضہ (الی ان قالت) ثم قالت اللھم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یا رب العٰلمین وافسح لہ فی قبرہ ونور لہ فیہ

ابوداؤد والحاکم وصححہ عن امیر المومنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت انہ الاٰن یسأل **احمد** عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعی النجاشی لاصحابہ ثم قال استغفروا لہ ثم خرج باصحابہ الی المصلی ثم قام فصلی بھم کما یصلی علی الجنازۃ **ابن ماجۃ** والبیھقی فی سننہ عن سعید بن المسیب قال حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما اخذ فی تسویۃ اللبن علی اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منک رضوانا قلت یا ابن عمر اشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ام قلتہ برأیک قال انی اذًا لقادر علی القول عن شیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **ھذہ** روایۃ ابن ماجۃ وفی اخری فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر فلما سوی اللبن علیھا قام جانب القبر ثم قال اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منک رضوانا ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احادیث اس بارہ میں حد شہرت واستفاضہ پر ہیں۔ انھیں میں سے حدیث عبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بن قتادہ مروی مغازی واقدی ہے کہ جواب[۱] میں مذکور ہوئی **اقول** وھو وان کان مرسلا بطریقۃ فالمرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور ثم الثابت عندنا توثیق الواقدی کما افادہ المحقق حیث اطلق فی الفتح ثم الاصل فی الالفاظ الشرعیۃ حملھا علی معانیھا الشرعیۃ فالصلاۃ غیر الدعاء ثم التاسیس خیر من التاکید فالدعاء غیر الصلاۃ پھر جب دعا مستحب اور مطلقاً مستحب اور اکثار مستحب اور قبل نماز وبعد نماز ہر طرح مستحب تو بعد نماز متصلاً اس سے کون مانع بلکہ یہ وقت تو خاص مظنہ نفحات ربانیہ ہے کہ عمل صالح خصوصاً فریضہ خصوصاً نماز حالت رحمت ورحمت الٰہی سبب اجابت ولہذا دعا سے پہلے تقدیم عمل صالح مطلوب ہوئی کما فی الحصن قال القاری وتقدیم عمل صالح ای قبل الدعاء لیکون سببا لقبولہ کما فی حدیث ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صلاۃ التوبۃ علی ما سیاتی فی اصل الکتاب ورواہ الاربعۃ وابن حبان ولہذا ختم قرآن واتمام صوم ونماز پنجگانہ بلکہ ہر نماز مفروض بلکہ ہر فرض کے بعد دعا کی ترغیب احادیث میں آئی ہے جن میں نماز جنازہ بھی قطعاً داخل **الترمذی** وحسنہ والنسائی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات قال القاری التقیید بھا لکونھا افضل الحالات فھی ارجی لاجابۃ الدعوات اھ **البیھقی** والخطیب وابو نعیم وابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ **احمد** والترمذی وحسنہ وابنا ماجۃ وخزیمۃ وحبان فی صحاحھم والبزار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ

[۱] یعنی جواب مجیب اول کہ بوقت تصدیق از نظر آمدہ بود، عبارت شرح اس مقام اینست اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو زیادہ صریح لیجئے کبیری شرح منیہ میں عبداللہ بن ابی بکر سے روایت ہے قال لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال علیہ السلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یطیر فیھا بجناحین حیث یشاء الی آخرہ۔ شرح منیہ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے بعد نماز جنازہ کے دعا کی ہے اور صحابہ کرام کو بھی آپ نے امر فرمایا ہے پس مجیب ثانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواز میں کیا کلام ہے ۱۲ انتہی

تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لا ترد دعوتھم الصائم حین یفطر الحدیث۔ **الطبرانی**
فی الکبیر عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من صلی صلٰوۃ فریضۃ فلہ دعوۃ
مستجابۃ ومن ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ **الدیلمی** فی مسند الفردوس عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
من ادی فریضۃ فلہ عند اللہ دعوۃ مستجابۃ وفی الباب احادیث اخر اوردنا بعضھا فی رسالتنا سرور العید السعید سنہ ۱۳۰۷ھ
فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید خود رب العزت عزوجل ارشاد فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب ۵ والی ربک فارغب ۵ جب تو نماز سے
فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کیساتھ راغب ہو۔ جلالین میں ہے فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی
الدعاء والی ربک فارغب تضرع۔ **بالجملہ** دعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں۔ ہاں دفع احتمال زیادت کو نقض صفوف کرلیں اسی قدر کافی
ہے کہ اسکے بعد احتمال زیادت کا اصلا محل نہیں ہے۔ جس طرح بعد ختم نماز ظہر ومغرب وعشا ادائے سنن کیلیے مقتدیوں کو کسر صفوف مسنون۔
کہ اس کے بعد کسی آنے والے کو بقائے جماعت کا احتمال نہیں ہوسکتا۔ علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں لفظ البدائع اما المقتدون
فبعض مشائخنا قالوا لاحرج فی ترک الانتقال لانعدام الاشتباہ علی الداخل عند معاینۃ فراغ مکان الامام عنہ وروی عن محمد
انتقال مستحب للقوم ایضا لینقضوا الصفوف ویتفرقوا لیزول الاشتباہ عن الداخل المعاین للکل فی الصلٰوۃ البعید عن الامام
ولما روینا من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھذا فی الذخیرۃ انہ روی عن محمد ومشی علیہ رضی الدین فی المحیط ناصا
علی انہ السنۃ اھ **ثم اقول** یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعجیل مامور
ہے۔ اور دعا کچھ تعویق پر موقوف نہیں۔ اتنے کلمات اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ بلکہ اس سے زائد جنازہ اوٹھاتے اوٹھاتے
کہہ سکتے ہیں۔ کما لایخفی۔ امام ابن حاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں ان بعض من یعتنون بہ من الموتٰی یترکونہ بعد ان یصلی علیہ فی المسجد
ویقفون عندہ ویطولون فی الدعاء وبعضھم یفعل ما ھو اکثر من ذلک وھو تکبیر المؤذنین اذ ذاک علی ما نقل من زعقاتھم
ویطولون فی ذلک والسنۃ التعجیل بالمیت الی وقتہ ومواراتہ وفعلھم یضاد ذلک فلیحذر من ھذا واللہ المستعان دیکھو
ان امام نے باآنکہ انکار حوادث میں مبالغہ شدیدہ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض جگہ حد سے تجاوز واقع ہوگیا کما نص علیہ الامام المحقق جلال
الملۃ والدین السیوطی بعد نماز جنازہ میت کے لیے نفس دعا پر انکار نہ فرمایا۔ بلکہ تطویل دعا کی ممانعت فرمائی۔ کہ منافی تعجیل ہے بعض فتاوی میں
کہ واقع ہوا لایقوم داعیا لہ یا لایقوم للدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ بعض علماء نے اوسے منع قیام بمعنے انتصاب پر محمول کرکے بیٹھ کر دعا کو اس
ممانعت میں داخل نہ ہونے کا استظہار کیا کما نقل عن بعضھم بما نصہ چوں منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ شاید کہ دراں ساعت اشارت باشد
باآں کہ اگر نشستہ دعا کند جائز باشد۔ بلکہ کراہت اسقدر سے بھی اطلاق منع مانعین میں خلل واقع۔ **وانا اقول** وباللہ التوفیق قیام ان
کلمات علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ ان معنی میں بھی اس کا استعمال شائع قال تعالیٰ حسنت مستقرا ومقاما ای موضع قرار ومحل
اقامۃ ابدا لا محل لہ وکذا قولہ تعالیٰ حاکیا عن الکفار یا اھل یثرب لامقام لکم وقال تعالیٰ یقیمون الصلٰوۃ ای یداومون
علیھا ومنہ اسمائہ تعالیٰ القیوم القیام والقیم الدائم القیام بتدبیر الخلق ومنہ حدیث فی معنی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لو لم نکله لقام لکم ای دام و ثبت ولم ینفذ منه حدیث سنة قائمة ای دائمة مستمرة وفی دعاء الاذان والصلاة القائمة ای الدائمة التی لایغیرها نسخ وفی حدیث حکیم بن حزام رضی اللّٰه تعالٰی عنه بایعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان لااخر الاقائما ای لا اموت الاثابتا علی الاسلام قاله المجد فی القاموس وقال قام الماء جمد الدائم وقفت واقام بالمکان دام والشیئ وادامه ومالدقیمة اذالمرید م علی شیئ اھ وقال فی مجمع بحار الانوار ح قوموا الی سیدکم فیما استحباب القیام عند دخول الافضل وهو غیر القیام المنهی لان ذلك بمعنی الوقوف وهذا بمعنی النهوض ط (للطیبی شارح المشکوٰۃ) لیس هو من القیام المنهی عنه انما هو فیمن یقومون علیه وهو جالس و یمثلون قیاما طول جلوسه اھ۔ پس عبارات اوسے منع تطویل دعا کی طرف راجع ہیں۔ جس کے باعث امر تجہیز تعویق میں پڑے۔ ورنہ اگر کلمات یسیرہ کہے جائیں جیسا سوال میں مذکور ہوا ہنوز جنازہ لیچلنے میں کسی اور ضرورت سے دیر ہو اور ایسی حالت میں دعائے طویل کرتے ہیں تو ہرگز زیر منع داخل نہیں کہ صورت اولٰی میں تاخیر ہی نہیں اور ثانیہ میں تاخیر بوجہ آخر ہے نہ بغرض دعا۔ ولہذا فقہائے کرام نے لایقوم للدعا فرمایا نہ لا یدعو قائما یا لایدعو بعدها اصلا۔ لاجرم حدیث صحیح سے ثابت کہ صحابۂ کرام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے جنازہ مبارکہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں شامل اور امیر المومنین شہید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کیلئے دعا وثنا میں شریک ہوئے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے مروی واللفظ لمسلم وضع عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکنفه الناس یدعون و یثنون ویصلون علیه قبل ان یرفع وانا فیهم قال فلم یرعنی الا برجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت الیه فاذا هو علی فترحم علی عمر وقال ماخلفت احدا احب الی ان القی اللّٰه بمثل عمله منك وایم اللّٰه ان کنت لاظن ان یجعلك اللّٰه مع صاحبیك وفی روایة للبخاری قال انی لواقف فی قوم یدعون اللّٰه لعمر بن الخطاب وقد وضع علی سریره اذا رجل من خلفی قد وضع مرفقه علی منکبی یقول رحمك اللّٰه ان کنت لارجو ان یجعلك اللّٰه مع صاحبیك الحدیث یعنی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کا جنازہ رکھا تھا۔ لوگ چار طرف سے احاطہ کیے ہوئے اون کے لیے دعا وصلاۃ وثنا میں مشغول تھے۔ میں بھی اونہیں دعا کرنے والوں میں کھڑا تھا ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضٰی کرم اللّٰہ وجہہ تھے۔ جنازہ شریفہ کی طرف مخاطب ہو کر بولے اللّٰہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو۔ کہ میں اوسکے سے عمل کرکے اللّٰہ تعالٰی سے ملوں۔ اور خدا کی قسم مجھے اُمید واثق تھی کہ اللّٰہ تعالٰی آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کی رفاقت نصیب فرمائیگا الحدیث **ثم اقول** ہر شخص اپنے نفس میں دعا کرلے دوسروں سے تاکید و تقاضا میں مصروفی و اشتغال یا نہ کرنے والوں سے نزاع وجدال کا وہ محل نہیں کہ وہ وقت اعتبار و تفکر و اتعاظ و تدبر کا ہے۔ نہ غافلانہ رفع اصوات و بحث و منازعت کا وقد وردت فی ذلك آثار کثیرة عن الصحابة الکرام والتابعین الاعلام رضی اللّٰه تعالٰی عنهم وصرحت بها العلماء الحنفیة والمالکیة والشافعیة وغیرهم قدست اسرارهم اُمید کرتا ہوں کہ یہ وہ قول فصل و حکم عدل ہو جسے ہر ذی انصاف پسند کرے وباللّٰه التوفیق۔ ہاں ملمۂ فساد اعتقاد کہ ایسے مواضع میں اکثر وستاویز مانعین ہوتا ہے اور اوسے جبلًا خواہ تجاہلًا موجب منع و تحریم نفس فعل و بجائے ترک مواظبت ولو من البعض المقتدی بهم

مواظبت ترک مطلق کے وجوب پر دلیل ٹھہراتے ہیں۔ عند التحقیق یہ صرف اون کی تلمیع بیجا ہے۔ حق یہ کہ جہاں ایسا ہو تو صرف ترک احیانًا اوس کے ازالہ میں کافی۔ کما نص علیہ العلماء فی غیر ما کتاب اور وہ بھی عمومًا ضروری نہیں۔ صرف علمائے مشارٌ الیہم بالبنان کی جانب سے کفایت کرتا ہے کہ اونھیں کے افعال پر نظر ہوتی ہے اور وہی باعث ہدایت عوام واللہ الھادی الی سبیل السّلام والصّلٰوۃ والسّلام الی یوم القیام الی حبیبہ وآلہ وصحبہ الکرام وعلینا بھم یا ذا الجلال والاکرام واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۶: از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مکان علن خان نمبردار مرسلہ اکبر علی شاہ۔ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں مقتدی فقط سُبحَانَ پڑھ کر خاموش ہو جائیں اور کچھ نہ پڑھیں یا سُبحَان، درود شریف دعا جو کچھ امام پڑھے مقتدی بھی پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نماز جنازہ میں صرف ذکر و دعا ہے۔ قرأت قرآن نہیں۔ اور مقتدیوں کو صرف قرأت قرآن عظیم ہی منع ہے۔ باقی دعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔ فی الرحمانیۃ فی الطحاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرؤن الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون ویسلمون ولا یرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولا قرأۃ فیھا۔ خزانۃ المفتین میں ہے وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفہ یقولون اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا ذخرا شافعا مشفعا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ اس طرح ادا کرنا کہ میت چارپائی پر ہو اور چارپائی کے پائے ایک ہاتھ سے زائد بلند ہوں، جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کس دلیل سے جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کے وقت میت کا چارپائی پر ہونا صدر اولٰی سے معمول مسلمانان ہے۔ اوس کے پائے حسب عادت ہاتھ بھر یا کم یا کبھی زائد ہر طرح کے ہوتے ہیں کبھی اوس پر انکار نہیں ہوا۔ جو ہاتھ بھر سے تھوڑے زائد کو ناجائز بتائے وہ سند دے۔ جس نے ناجائز کہا جس نے ناجائز لکھا۔ اور ہرگز سند نہ دے سکیگا اوس وقت اوس پر کھل جائے کہ اوسکا ناجائز کہنا شریعت مطہرہ پر افترا تھا ہاں اگر پلنگ اتنا اونچا ہو کہ قد آدم سے زائد جس میں امام کی محاذات میت کے کسی جزو سے نہو تو البتہ نماز ناجائز ہوگی۔ کہ محاذات شرط ہے۔ مگر کوئی پلنگ اتنا اونچا نہیں ہوتا۔ فی رد المحتار عن جامع الرموز عن تحفۃ الفقھاء ان رکنھا القیام ومحاذاتہ الی جزء من اجزاء المیت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: استفتاء از کانپور: بشرف ملاحظہ جامع المعقول والمنقول واقف الفروع والاصول حضرت مولنا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد از تسلیم معروض۔ براہ کرم اس کا جواب جلد مرحمت فرمائیے گا۔ والتسلیم۔ محمد عبدالوہاب از کانپور مدرسہ فیض عام۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں جو بلاد دکن وغیرہ میں یہ امر مروج ہے کہ بعد سلام نماز جنازہ قبل تفرق صفوف یعنی امام ومقتدی دونوں رو بقبلہ اسی ہیئات معلومۂ صلاۃ جنازہ پر قائم رہتے ہیں۔ اور میت کے حق میں چند دعائیں وسورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر

بخشتے ہیں۔ آیا یہ امر شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اُمید کہ اس کا شافی جواب بحوالہ عبارات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ مرحمت ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ مجیب الدعوات وافضل الصلٰوۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء ومعاد الاموات خاتم النبیین ومحض البرکات فی الحیاۃ الاولٰی والحیاۃ العلیا بعد الممات وعلٰی اٰلہ وصحبہ کریمی الصفات ما بعد ماض وقرب اٰت اٰمین۔ اواخر ماہ فاخر حضرت مفیض المفاخر شہر ربیع الآخر ۱۱ھ میں اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال بعض اہل علم وسنت نے بمبئی سے بھیجا جس کا اجمالی جواب قدرے تحقیق حدیثی پر مشتمل دیا گیا اب کہ ۱۲ رجب مرجب ۱۱ھ کو یہ سوال کانپور مدرسہ فیض عام سے آیا اسمیں صورت نازلہ مشکل مسئلہ بمبئی سے جدا ہے وہاں یہ تھا کہ بعد نماز جنازہ کے صفوف توڑ کر یہ دعا اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ یا مثل اوسکے کیجاتی ہے۔ یہاں یوں ہے کہ قبل تفرق صفوف رو بقبلہ اوسی ہیئات معلومہ پر قائم رہتے ہیں الخ۔ ادائے حق افتا کو بس تھا کہ اس صورت خاصہ کا حکم لکھتا مگر ممکن کہ فتوٰے نظر گاہ عامہ تک پہنچے اور فقیر کو تجربہ ہے کہ بہت عوام تمایز صور سے غفلت کرتے اور بعض ناظرین قصداً اُنھیں اونھیں غلط میں ڈالتے ہیں۔ لہذا ایسی جگہ ہمیشہ پوری بات کا ذکر کرنا مناسب کہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل وہاں تحقیق حدیثی تھی یہاں بعونہ عزوجل ایک مقدمہ تمہید کرکے تنقیح فقہی سے کام لیجئے کہ باوصف تکرار تکرار بھی نہ ہو اور ایضاح مرام وازاحت اوہام بھی بحمد اللہ تعالٰی نہایت کو پہنچے فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنت وجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنا بہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب نصوص شرعیہ آیۃً وحدیثاً دربارہ دعا ارسال مطلق واطلاق مرسل پر وارد جن میں کسی زمانہ کی تقیید وتحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ چند حدیثیں فتوائے اولٰی میں گزریں۔ یہاں بعض احادیث تازہ ذکر کردوں کہ فیض وعطائے حضرت رسالت علیہ الصلٰوۃ والتحیۃ محدود نہیں۔ **حدیث ۱:** حضور پرنور سید العلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء دعا بکثرت کر۔ الحاکم فی المستدرک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ وصححہ ورمز الامام السیوطی لصحتہ۔ **حدیث ۲:** فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسأل ربہ۔ جب تم میں کوئی شخص دعا مانگے تو کثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کررہا ہے۔ ابن حبان فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔ **اقول** یہ حدیث سوال ومسئول دونوں میں تکثیر کی طرف ارشاد فرماتی ہے مسئول میں یوں کہ بہت کچھ مانگے۔ بڑی چیز مانگے کہ آخر رب قدیر سے سوال کرتا ہے۔ اور سوال میں یوں کہ باربار مانگے بکثرت مانگے کہ آخر کریم سے مانگ رہا ہے وہ تکثیر سوال سے خوش ہوتا ہے بخلاف ابن آدم کہ باربار مانگنے سے جھنجھلا جاتا ہے فللہ الحمد وحدہ۔ **حدیث ۳:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔ دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ ابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **اقول** اس معنی کی تحقیق کہ یہاں قضائے مبرم سے کیا مراد ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ **ذیل المدعا لاحسن الدعاء** میں ذکر کی۔ **حدیث ۴:** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقد بارک اللہ لرجل فی حاجۃ اکثر الدعاء فیہا الحدیث۔ بیشک اللہ تعالٰی نے برکت رکھی آدمی کی حاجت میں جس میں وہ دعا کی کثرت کرے۔ البیہقی فی الشعب والخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **حدیث ۵:** کثرت دعا سے گھبرا کر دعا چھوڑ دینے والے کو فرمایا ایسے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم لایزال یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل یقول قد دعوت وقد دعوت فلم ار یستجیب لی فیستحسر عند ذلک ویدع الدعاء مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واصل الحدیث عند الشیخین وابی داؤد والترمذی وابن ماجۃ جمیعا عنہ وفی الباب وغیرہ **حدیث ۶۰۷:** حدیث حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اطلبوا الخیر دھرکم کلہ وتعرضوا النفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کیلئے اُس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدۃ والامام الاجل عارف باللہ سیدی محمد الترمذی فی نوادر الاصول والبیہقی فی شعب الایمان وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن انس بن مالک وفی الشعب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ونقل نحوہ للطبرانی فی المعجم الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الفتوی الاولی قال العامری حسن صحیح **اقول** وقولی حسن حسن صحیح لما رایت من تعدد طرقہ وقد حسن الشیخ محمد حجازی الشعرانی حدیث المعجم الکبیر یہاں تو بحمد اللہ نہ صرف اطلاق بلکہ صراحۃً تعمیم زمانہ ہے جسمیں نماز جنازہ سے قبل وبعد متصل ومنفصل سب اوقات قطعاً داخل تو جس وقت دعا کیجئے بلاشبہ عین مامور بہ اور حسن فی حد ذاتہ ہے۔ تو جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد وابطال ہے۔ اب وہ عدم نقل خصوص وعدم ورود خاص کا شگوفہ جس سے حضرات منکرین امثال مسائل میں اکثر مغالطہ دیتے ہیں۔ رُأساً ہباءً منثوراً ہوگیا کہ جب بہ تصریح تعمیم امر شرع وارد تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل پھر کسی خاص میں عدم ورود کیا معنی یہ استناد اگر ہوگا تو ایسا ہوگا کہ زید کہے اگرچہ قرآن عظیم میں اقیموا الصلوٰۃ وغیرہا بصیغہ عموم وارد مگر خاص میرا نام لیکر حکم کہاں ہے تو مجھ پر فرضیت نماز کا ثبوت نہیں آپ سے ذی ہوش سے یہی کہا جائے گا کہ جب عام نازل، تو تو بھی داخل اگر مدعی خروج ہے خروج ثابت کر۔ غرض ایسا مکابرہ تو قیاس المجنون کے اعلٰی نمبر سے کچھ ہی درجے گھٹا ہوگا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسن فی ذاتہ کو کبھی خارج سے کوئی امر مزاحم حسن عارض ہوتا ہے جو کسی خاص مادہ میں اس کا دعوٰی کرے وہ مدعی ہے بار ثبوت اُس کے ذمہ ہے پھر ظاہر کہ عارض اپنے عروض ہی تک مزاحم رہے گا۔ زائل ہوتے ہی اصل حسن کا حکم عود کرے گا کما لایخفی علی من لہ ادنی نصیب من عقل مصیب۔ اس مقدمۂ واضحہ کے بعد اُن کلمات فقہاء پر نظر ڈالیے جن سے بیچارے صاحبوں کو دھوکا ہوا یا ہوشیار لوگ دانستہ عوام کو مغالطے دیں **اقول** عامۂ کتب میں یہ عامۂ اقوال ہرگز اطلاق وارسال پر نہیں کہ بعد نماز جنازہ مطلقاً دعا کو مکروہ لکھتے ہوں۔ اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ وائمہ سلف وخلف کے اقوال وافعال کثیرہ متواترہ اور خود انھیں فقہاء کی تصریحات وافرہ وکلمات متظافرہ۔ خلاصہ یہ کہ نصوص شریعت واجماع اُمت اس تعمیم واطلاق کے رد پر شاہد عدل ہیں معلوم نہیں حضرات منکرین کے یہاں زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہوتی ہے یا پیشگی ہولیتی ہے اگر بعد ہی ہوتی ہے تو شاید اُس وقت دعائے اموات میں جو احادیث واقوال علماء وفقہائے قدیم وحدیث وارد ہیں اپنے ظہور بیّن کے سبب اظہار سے غنی ہوں تو اطلاق کا تو کوئی محل ہی نہ تھا۔ ہاں اُنھوں نے تقیید کی اور کاہے کی بلفظ قیام یعنی یہ کہا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے قیام یا قیام برائے دعا نہ کرے نہ یہ کہ بعد نماز جنازہ دعا ہی نہ کرے جامع الرموز میں ہے لایقوم داعیا لہ ذخیرہ کبرٰی ومحیط وقنیہ میں ہے لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ کشف الغطاء میں ہے۔ قیام نشود بعد از نماز برائے دعا کذا فی اکثر الکتب۔ اُسی میں منقول ہے۔ منع درکتب بلفظ قیام واقع شدہ۔ تو مانع مطلق اگر ان اقوال سے استدلال کرے صریح مخالف

سے تمسک واستناد کرے گا۔ ولکن النجدیۃ قوم یجہلون ثم اقول وباللہ التوفیق اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہا یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفس دعا اصلاً صالح ممانعت نہیں۔ نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں۔ شاید کھڑے ہوکر دعا منع ہو یہ غلط ہے۔ قال تعالٰی یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم۔ وقال تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا۔ شاید خاص میت کیلئے استادہ دعا منع ہو۔ یہ بھی غلط۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کھڑے ہوکر میت کیلئے مروی۔ خود فقہا فرماتے ہیں قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا سنت ہے۔ فتح القدیر میں ہے المعہود منہا (ای من السنۃ) لیس الا زیارتہا والدعاء عندہا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع۔ مسلک متقسط میں ہے من اٰداب الزیارۃ ان یسلم ثم یدعو قائما طویلا اھ ملخصا۔ شاید یہ ممانعت صرف نمازِ جنازہ کی حالت میں ہو۔ بعد دفن اجازت ہو یہ بھی غلط۔ ہم نے فتوائے اولٰی میں حدیث صحیحین ذکر کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نعش مبارک امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چار طرف سے احاطہ کرکے کھڑے ہوئے امیر المومنین شہید کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ پھر سب سے قطع نظر کیجئے تو اس عارض میں مزاحمت حسن وایراث قبح کی صلاحیت بھی تو ہو۔ یا خواہی نخواہی یونہی مزاحم ہوجائیگا۔ آخر قیام میں کیا خصوصیت ہے کہ اُس کا انضمام دعائے میت کو کہ شرعاً مطلوب ومندوب تھی مکروہ ومعیوب کردیگا۔ اب نظر نے ان سب احتمالات کو ساقط پاکر اتنا تو جزم کرلیا کہ کوئی معنی خاص مقصود ہے جو مناط ومنشاء حکم ہوسکے۔ پھر وہ ہے کیا اس کے لیے اُس نے باریک راہ تدقیق نکالی اور معانی قیام ومناہج کلام ودلائل احکام پر نگاہ ڈالی۔ معانی قیام دو نظر آئے برپا ستادن کہ مخالف خفتن ونشستن ہے۔ اور توقف ودرنگ کہ مخالف ومقابل عجلت وشتاب ہے کما بیناہ فی الفتوی الاولٰی ومنہ قول القائل ؎ ولا یقوم علی ذل یراد بہ الا الاذلان عیر الحی والوتد۔ فلیس المراد ان حمار الحی عند ارادۃ الذل بہ یقوم ولا یقعد بخلاف غیرہ وانہ یقعد انما اراد ان الحمار الحی یدوم ویصبر علی الذل اما غیرہ فلا یرضی بہ۔ مناہج کلام بھی دو قسم پائے کہیں تو بعد صلاۃ الجنازہ کی تخصیص ہے کما فی اکثر العبارات المذکورۃ اور کہیں حکم مطلق کما فی عبارۃ القہستانی بلکہ کہیں قبل نماز کے بھی صاف تصریح فی کشف الغطاء وپیش از نماز نیز بدعا ناپسند زیرا چہ دعا میکند بدانکہ کہ او فرد اکبر است بودن دعا یعنی نماز جنازہ کذا فی التجنیس۔ حالانکہ پیش از نماز دعا خود احادیث صحیحہ میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ وقد مر بعضہا فی الفتوی الاولٰی اور کھڑے ہوکر دعا ابھی صحابہ کرام سے گزری۔ دلائل احکام بھی دو ملے کہیں نماز جنازہ میں زیادت کا شبہ کما فی المحیط والقنیۃ وغیرہما کہیں یہ کہ ایک بار دعا کرچکا کما نقل عن وجیز الکردری یا اس سے افضل دعا کرے گا کما مر عن التجنیس اب جو اصول وفروع شرع پر نظر کیجے تو ایک بار دعا کرنے یا آیندہ دعائے افضل کا قصد رکھنے کو منع وانکار دعا میں اصلاً مؤثر نہ پایا۔ ورنہ ایک بار سے زیادہ دعا جائز نہ ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی۔ حالانکہ نصوص متواترہ واجماع اُمت سے اُسکی تکثیر محبوب یا نماز پنجگانہ کے بعد دعا ممنوع ومکروہ قرار پائیگا کہ قعدہ اخیرہ میں دعا کرچکا ہے۔ حالانکہ احادیث میں اُسکا حکم اور زمانہ اقدس سے تمام مسلمین کا اُس پر عمل بلکہ قعدہ اخیرہ میں دعا مسنون نہ ہوتی کہ فاتحہ میں اُس سے افضل واکمل دعا ہوچکی۔ خاص محل سخن میں نظر کیجئے تو خود میت کیلئے بھی قبل از نماز جنازہ وبعد از نماز دونوں وقت دعا فرمانا اور اوسکا حکم دینا حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کما اسلفنا فی الفتوی الاولٰی۔ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کرچکے ہیں یا افضل واکمل دعا فرمانے والے ہیں۔ معہذا ان وجوہ پر قیام وقعود سب یکساں۔ کیا بیٹھ کر دعا کریگا تو یہ بات نہ رہے گی کہ افضل دعا کرچکا ہے یا

کرنے والا ہے توکیا قید قیام پر تطافر کتب غلط وتغلیط ہے۔ یا یہ دلائل دعوی سے بیگانہ۔ ایسی مہمل وجہ پر کلام علماء کا حمل جس سے وہ نصوص متواترہ واجماعِ اُمّت اور خود اپنی تصریحاتِ کثیرہ اور نیز اتساق کلام وتطابق دلیل ودعوی سے صراحۃً دور پڑیں اُنکی شان میں کھلی گستاخی اور معاذ اللہ اُن کے کلام کو کلام مجانین سے ملحق کر دیناہے۔ جب نظر صحیح نے بعونہ تعالٰی سب کانٹے راہ حق سے صاف کرلیے۔ قائد توفیق کے مبارک ہاتھ میں ہاتھ دیکر حکم بالجزم کیا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی وقوف ودرنگ ہی ہے۔ اتنا کہتے ہی بحمد اللہ تعالٰی سب اعتراض واشکال دفعتًا اُٹھ گئے اور بات میزان شرع وعقل پر پوری تُل گئی۔ فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجہیز جنازہ کو درنگ وتعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائیگی۔ تکثیر دعا بیشک محبوب ہے مگر اُس کیلئے تعویق مطلوب نہیں۔ جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعًا مطلوب ہے، مگر اُس کیلئے تاخیر محبوب نہیں۔ جیسے بعض لوگ میّت جمعہ کے دفن ونماز میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ بعد میں جماعت عظیم شریک جماعت جنازہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے کرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ غرض شرع مطہر میں تعجیل تجہیز تاکید تمام مطلوب اور بے ضرورت شرعیہ اُسکی تاخیر سے ممانعت اور نماز کے علاوہ دعا نہ ضروری وواجب نہیں جس کیلئے قیام ودرنگ پسند کریں۔ شرع میں جتنی دعا ضروری تھی یعنی نماز جنازہ وہ ہوچکی یا ہونے والی ہے تو اُس کے سوا اور دعائے طویل کیلئے کیوں رکھ چھوڑیں۔ بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ دعا ہوچکی یا ہونیوالی ہے ھکذا ینبغی ان یفھم الکلام واللہ ولی الھدایۃ والانعام اور واقعی جو اس معنی قیام پر کلام فرمائیں اُن کا مطلق رکھنا کما فعل الشمس القھستانی یا بالتصریح قبل وبعد نماز دونوں وقت کو لے لینا کما صنع الامام البرھان الفرغانی کچھ بیجا نہ ہوا بلکہ یہی احسن وازین تھا کہ باین معنی قیام قبل وبعد کسی وقت پسندیدہ نہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پہ عبارات غیر معللہ بشبہہ زیادت میں تقیید بعد کا یہ منشا ٹھہرا سکتے ہیں کہ قبل از نماز عادۃً جنازہ مہیا نہیں ہوتا۔ اُمور ضروریہ غسل وکفن جاری ہوتے ہیں تو اوس وقت دعائے طویل میں حرج نہیں کہ تاخیر بغرض دعا نہ ہوگی بخلاف بعد نماز کہ غالبًا کوئی حالت منتظرہ پیچھلنے سے مانع نہیں ہوتی اور کلام فقہا اکثر اُمور غالبیہ پر مبتنی ہوتا ہے ومع ھذا فالوجہ الاظھر عند جمیع المقیدات من القسم الاٰتی فانہ ھو الاقعد الاوفق کما لایخفی یہ اس قسم اقوال پر کلام تھا رہی **قسم اول** یعنی جن کلمات میں تخصیص بعدیت اور شبہہ زیادت سے تمسک ہے۔ اقول وباللہ التوفیق۔ بدیہیات جلیہ سے ہے کہ یہاں مطلق بعدیت کا ارادہ ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا کہ استحالات سالفہ کے علاوہ نفس تعلیل ہی۔ اُس سے آبی کیا آج نماز ہوچکی کل استادہ دعا کرو۔ تو نماز میں کچھ بڑھا دینے کا اشتباہ ہو لاجرم بعدیت بلافاصل ہی مقصود جس میں نقض صفوف وتفرق رجال بروجہ اولٰی داخل کہ جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اس کے بعد کسی فعل کو نماز میں زیادت سے کیا مشابہت رہی کما بیناہ فی الفتوی الاولٰی وھو بین بنفسہ عند اولی النھی وان یتبع زیادۃ فاستمع لما یتلی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی۔ سلام امام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے ہی کھڑے ہوگئے۔ امیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلاکر فرمایا لاتعد لما فعلت اذا صلیت الجمعۃ فلا تصلھا الصلاۃ حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرنا بذلك ان لاتوصل صلاۃ بصلاۃ حتی نتکلم او نخرج اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اُس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔ علماء فرماتے ہیں وصل سے نہی اسلئے ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کا تتمہ نہ معلوم ہو۔ جمعہ میں دو۲ رکعت پر زیادت نہ موہوم ہو۔ امام اجل ابوزکریا نووی منہاج میں فرماتے ہیں افضلہ التحول

الی بیتہ والا فموضع آخر من المسجد او غیرہ لیکثر مواضع السجود ولتنفصل صورۃ النافلۃ من صورۃ الفریضۃ. مولانا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں (اذا صلیت الجمعۃ) ھی مثال اذ غیرھا کذلک ویؤیدہ ما یاتی من حکمتہ ذلک ذکرہ ابن حجر ویحتمل ان ذکر الجمعۃ للتاکید الزائد فی حقھا لاسیما ویوھم انہ یصلی اربعا وانہ الظھر وھذا فی مجمع العام سبب للایھام (فلا تصلھا بصلٰوۃ حتی تکلم) ای احدا من الناس فان بہ یحصل الفصل لا بالتکلم بذکر اللہ تعالٰی (او تخرج) ای حقیقۃ او حکما بان تتأخر عن ذلک المکان والمقصود بہما الفصل بین الصلاتین لئلا یوھم الوصل فالامر للاستحباب والنھی للتنزیہ اھ ملخصا. یہاں سے صاف ثابت کہ ایسے شبہہ کے رفع کو اُس جگہ سے ہٹ جانا بس ہے. تو بعد نقض صفوف اس علت کی اصلا گنجائش نہیں. لاجرم معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اُسی ہیئات پر بدستور صفیں باندھیں وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاۃ سے مشابہت نہ ہو. یہ معنی صحیح وسدید بے غبار وفساد ہیں. اور عقل سلیم کے نزدیک نفس عبارت ودلیل سے بالتعیین مستفاد. یہاں سے روشن ہوا کہ اس قسم کے اقوال میں قیام بمعنی استادن بے تکلف درست اور وجہ تقیید بھی منکشف ہوگئی اور بعض علماء کا وہ استظہار بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر نشستہ دعا کند جائز باشد. بلاکراہت فی الواقع بیٹھ جانا بھی نماز جنازہ سے فاصل بیّن ہوسکتا ہے کہ اُس کے بعد شبہہ زیادت نہیں. مگر نقض صفوف اس سے بھی اتم واکمل ہے. کما لایخفی. اب بحمد اللہ تعالٰی تمام کلمات علماء منتظم ہوگئے اور مسئلہ کی صور ووجوہ مع دلائل شمس وامس کی طرح روشن ہوگئیں. بحمد اللہ نہ کلمات علماء میں باہم اختلاف ہے نہ اُصول وقواعد شرع وعقل سے خلاف. ہر ایک اپنے اپنے محل پر درست وبجا ہے. اور منکرین زمانہ کی جہالات وسفاہات سے پاک وجدا. ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق. اور ایک نہیں کیا صدہا جگہ دیکھے گا کہ کلمات علمائے کرام بظاہر سخت مضطرب ومتخالف معلوم ہوتے ہیں. یہاں تک کہ ناواقف یا اہل گھبرا جانے والا شدت تصادم سے پریشان ہوجائے یا رجماً بالغیب خواہ پیش خویش کوئی وجہ رجحان سمجھ کر بعض کے اختیار باقی سے اعراض وانکار پر آئے اور جب میزان نقد وتحقیق اُسکے ہاتھ میں پہونچے جسے مولٰی تعالٰی جل وعلا نظر تنقیحی سے بہرہ وافی بخشے وہ ہر کلام کو اُس کے ٹھیک محل پر اُتارے اور بکھرے موتیوں کو تسق نظام میں گوندھ کر سلک معنی سنوارے جس سے وہی مختلف کلمات خود بخود رنگ ایتلاف پائیں. اور سب خدشے خرخشے آفتاب کے حضور شب دیجور کی طرح کافور ہوجائیں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ہ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صالحا ترضیہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ہاں باقی رہی امام ابن حامد سے ایک حکایت کہ زاہدی نے قنیہ میں ذکر کی. حیث قال عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ. یہ تو حضرات مانعین کی بڑی خوشی کی چیز ہے کہ اسمیں قید قیام بھی نہیں اقول وباللہ التوفیق. یہ تو حضرات منکرین پر بڑی تشنیع کی جگہ ہے کہ اسمیں قید قیام بھی نہیں جس نے ہمارا کلام بالانظر امعان واتقان دیکھا ہے اُس پر روشن ہے کہ انکار میں جس قدر اطلاق زائد مستدل صاحبوں پر اُتنی ہی آفت سخت کیا نماز جنازہ کے بعد مطلقاً دعا کی کراہت یا جماع اُمت باطل نہیں کیا نصوص قولیہ وفعلیہ حضور معلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقوال تمام ائمہ سلف وخلف اسکے بطلان پر شاہد عادل نہیں. یہ اطلاق یونہی عنان گسستہ رہے تو دعائے زیارت قبور اسمیں داخل نہیں تو واجب ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہ ہو. بلکہ وہی بعدیت متصلہ بے فاصل بیّن اب قید قیام خود ہی آگئی کہ یہ بعدیت بے بقائے قیام متصور نہیں. کما قررنا. تو اس کا مرجع بعینہ وہی اقوال قسم اول کی طرف اور شبہہ مانعین یکسر برطرف. تحقیق نظر فقہی تو بحمد اللہ تعالٰی یہاں تک بروجہ اتم داخل مذکور

ہوئی۔ مگر مخالف متعسف اس حکایت کے ظاہر لفظ میں بالکل آزادی دیکھ کر اپنے موافق ہی کیا چاہے اور خواہی نخواہی اطلاق وتوسیع بعدیت کیطرف کھینچے تو بہت بہتر۔ بعونہ تعالٰی ہم سے ایرادت مناظرانہ لے۔ فاقول اولًا بعدیت متصلہ ہے یا مطلقہ یا بین بین اوّل مخالف کو مضر اور ثانی اجماع و نصوص متواترہ کے خلاف اور ثالث غیر منضبط نہ ایک تقیید دوسری سے اولٰی بالقبول تو کلام مجمل اور استناد مہمل بہرحال مخالف کو گنجائش تمسک نہیں ثانیًا (بعبارۃ اُخرٰی) جب نہ تقیید سے چارہ نہ تسلیم اطلاق کا یارا کہ زیارت قبور کے وقت دعا للاموات مخالف بھی جائز ماننا ہوگا تو اب نظر تعیین تقیید میں رہی قید اتصال کے ظہور وانضباط سے قطع نظر بھی کیجئے تو اقل درجہ احتمال مساوی ہے اور مخالف مستدل و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ثالثًا یہ اطلاق کلمات باقین کے مخالف اگر بوجہ اتحاد حکم وحادثہ حمل مطلق علی المقید کیجیے تو یہ بھی اُسی طرف راجع والکلام الکلام ورنہ بسبب مخالفت اکثرین ناقابل قبول فی الدر المختار من باب التعزیر مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم اھ وقبیل فصل فی الحائط المائل یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقید الاتحاد الحکم والحادثۃ اھ ونقل نحوہ فی رد المحتار اٰخر مضاربۃ عن مجمع عنہ ملا علی وقال المولی علی قاری فی المسلک المتقسط اطلاقھم لاینافی تقیید الکرمانی اھ قال الشامی ای فیحمل المطلق علی المقید اھ وذکر نحوہ بعد ھذا بقلیل قبیل باب الاحرام وقال قبیل باب التیمم قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر اھ وفی باب صلاۃ المریض عن امداد الفتاح للعلامۃ الشرنبلالی القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر اھ واوّل باب صلاۃ الخوف لایعمل بہ لانہ قول البعض اھ وقال العلامۃ البیری فی شرح الاشباہ من قاعدۃ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر اھ نقلہ فی العقود الدریۃ اٰخر الباب الاول من الوقف رابعًا اس روایت کا حاکی زاہدی اور محکی فیہ قنیہ و زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر خصوصًا ایسی حکایت میں کہ بمعنی مفید مخالف اصلا قواعد شرع سے مطابق نہیں۔ فی رد المحتار اول الطہارۃ کتاب القنیۃ مشہور بضعف الروایۃ اھ وفی العقود الدریۃ اٰخر الکتاب ذکر ابن وھبان انہ لایلتفت الی مانقلہ صاحب القنیۃ یعنی الزاھدی مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ ومثلہ فی النہر ایضًا اھ ونقلہ ایضًا فی الدر عن المصنف عن ابن وھبان وفی صوم الطحطاوی قبل فصل العوارض بنحو ورقۃ القنیۃ لیست من کتب المعتمدۃ خامسًا زاہدی اس مسئلہ میں بالخصوص متہم کہ وہ مذہب کا معتزلی ہے اور معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی کے نزدیک اموات مسلمین کیلئے دعا محض بیکار کما نص علیہ فی شرح العقائد وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما اُس کی یہ عادت ہے کہ مسائل اعتزال اپنی کتب میں داخل کرتا ہے کما فعل فی مسئلۃ فی الاشربۃ ومسئلۃ فی الذبائح ومسئلۃ فی الحج وغیر ذلک کما بینہ فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما فی مواضعہ اُس کا اُستاذ الاستاذ زمخشری بھی اس کا خوگر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ آپ کچھ کہے مگر نقل میں ثقہ ہے بخلاف زاہدی کے کہ اُسکی نقل پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سفہائے حنفیت کا نام بدنام کرکے فروع میں بعض وہ خفی شرارتیں بھر دیں جن سے بعض مصنفین نے بھی دھوکا کھایا۔ اور شدہ شدہ وہ نقول متعدد کتب میں پھیل گئیں جو آجتک حضرات نجدیہ واشالہم کے نزدیک علق نفیس وغنیمت باردہ ہیں اسکا بعض بیان فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں کیا۔ وباللہ التوفیق۔ سادسًا وہ بیچارہ خود بھی اس حکایت کو بلفظ عن کہ مشیر غرابت وتمریض ہے نقل کرتا اور آخر میں اسی قول اکثر کی اور چلتا ہے حیث قال بعد ما مر وقال محمد بن الفضل لاباس بہ ط ولایقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ قال رضی اللہ عنہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ اھ فافہم سابعًا۔ سب جانے دو

تو غایت درجہ یہ بھی بعض مشائخ سے ایک حکایت سہی اب ترجیح مطلوب ہوگی۔ کتب فقہ میں فتویٰ جانب جواز ہے۔ کشف الغطا میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا۔ فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ انتہی۔ علامہ شامی افادہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فتویٰ یعنی ہمین است روایت معمولہ قوت وشوکت میں علیہ الفتویٰ وبہ یفتی کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتا ہیں فی الدر المختار لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا فی رد المحتار یظہر لی ان لفظ علیہ العمل مساو للفظ الفتوی اھ الحمد للہ کہ حق بہمہ وجوہ ظاہر و باہر اور ہر شک ووہم زائل و بائر ہوا۔ اُمید ہے کہ اس فتوے میں اول تا آخر جتنے جواہر زواہر ہدیۂ انظار اولی الابصار ہوئے سب حصّۂ خاصۂ خامۂ فقیر ہوں کہ اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملیں ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون والحمد للہ رب العلمین ۰ والصلاۃ والسلام علی اجود الاجودین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین بالجملہ عبارات فقہا صرف دو۲ صورتوں سے متعلق ہیں۔ ایک بعد نماز جنازہ اُسی ہیئات پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے دعا کرنا دوسرے قبل نماز خواہ بعد نماز دعائے طویل کی خاص غرض سے امر تجہیز کو تعویق میں ڈالنا ظاہراً اس صورت میں کراہت تحریمی تک ہو سکتی ہے۔ اور صورت اولیٰ میں صرف تنزیہی۔ ابھی مرقاۃ سے گزرا کہ ایہام زیادت مورث کراہت تنزیہ ہے وبس جس کا حاصل خلاف اولیٰ یعنی بہتر نہیں نہ یہ کہ ممنوع وناجائز ہو۔ بعض علمائے لکھنؤ نے جو اپنے بعض رسائل میں مکروہ تنزیہی کو گناہ صغیرہ لکھ دیا سخت ذلت کبیرہ ہے جس کے بطلان پر صدہا کلمات ائمہ ودلائل شرعیہ ناطق۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اس قول کے رد میں چند مختصر سطور مسمّٰی بہ جُمَلٌ مُّجَلِّیَۃٌ اِنَّ الْمَکْرُوْہُ تَنْزِیْہًا لَیْسَ بِمَعْصِیَۃٍ (١٣٠٤ھ) لکھیں۔ خیر یہ دو صورتیں تھیں جن سے کلمات فقہا باحث ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ دعا کی غرض سے تاخیر کریں نہ بعد نماز اُس انداز پر ہو بلکہ مثلاً صفیں توڑ کر دعائے قلیل یا بوجہ خاص جنازہ میں دیر کی حالت میں دعائے طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتی نہ کلمات علماء میں اُن کا انکار بلکہ وہ عام مامور بہ کے تحت میں داخل اور مستحب شرعی کی فرد ہے۔ باقی کلام فتوائے اولیٰ میں مذکور ہوا۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ الحمد للہ کہ یہ مبارک جواب موضح صواب چاردہم رجب روز جہاں افروز دوشنبہ کو وقت چاشت شروع اور وقت عشا تمام اور بلحاظ تاریخ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز نام ہوا وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین

مسئلہ ۲۹: از موضع بکہ جیبی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کبھی نماز پڑھے اور کبھی نہ پڑھے اوسکا جنازہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور بے نمازی کے لڑکے نابالغ کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بے نمازی اگرچہ فاسق ہے۔ مگر مسلمان ہے۔ اور اوسکی نابالغ اولاد کا غسل وکفن اور نماز ودفن میں وہی حکم ہے، جو اور مسلمانوں کا حدیث میں ارشاد ہوا۔ صلوا علی کل بر وفاجر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۰: از تاہ اسٹیشن دیورنیاں مرسلہ شیخ نیاز محمد صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جنازہ کی نماز میں کچھ لوگ بلا وضو بلا تیمم شریک ہوگئے اونکی نماز ہوگئی یا نہیں اور اونکی نسبت

کیا حکم ہے اور ایک شخص نے کہا کہ اونہوں نے کچھ بُرا نہ کیا کہ نماز جنازہ میں صرف امام کی طہارت ضرور ہے. مقتدیوں کی طہارت کی حاجت نہیں اوسکا یہ قول کیسا ہے. بینوا توجروا

الجواب

جنازہ کی نماز مثل اور سب نمازوں کے ہے. بغیر طہارت کے ہرگز صحیح نہیں، وہ پڑھنے والے گنہگار ہوئے. اور اونھوں نے بہت سخت بُرا کیا. اور اون کی نماز ہرگز ادا نہ ہوئی. نماز جنازہ میں صرف طہارت امام شرط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر ایسا ہو جب بھی اوس میت کی نماز جنازہ ادا ہو جائیگی اور وہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا کہ جب امام طاہر تھا تو اوسکی نماز صحیح ہوگئی اس فرض کے ادا کو اتنا ہی کافی ہے کہ اوس میں جماعت شرط نہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ فقط طہارت امام صحت نماز مقتدیان کیلیے بھی کفایت کرتی ہے. مقتدیوں کو بے طہارت پڑھ لینی جائز ہے یہ محض جہالت فاحشہ ہے جسنے یہ فتویٰ بیہودہ دیا وہ شرعاً تعزیر دیے جانے کے قابل ہے کہ جاہل کو مفتی بننا حرام ہے فی رد المحتار اما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلٰوۃ من الطھارۃ الحقیقیۃ بدنا وثوبا ومکانا والحکمیۃ وستر العورۃ والاستقبال والنیۃ سوی الوقت اوسی میں ہے لاصحۃ لھا بدون الطھارۃ درمختار میں ہے لو ام بلا طھارۃ والقوم بھا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضھا بواحد رد المحتار میں ہے ای لانعقاد لصحۃ صلاۃ الامام وان لم تصح صلاۃ من خلفہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱: از کانپور لوچڑ خانہ مسجد رنگیاں مرسلہ مولوی عبد الرحمٰن جلشانی طالبعلم مدرسہ فیض عام. ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۱۲ھ

ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے

الجواب

جب تک بدن میّت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم وحال زمین وحال میّت سے جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے. گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے. سردی میں بدیر. زمین شور یا نمناک میں جلد سخت وغیر شور میں بدیر. فربہ مرطوب جلد خشک ولاغر بدیر. تو اسکے لیے ایک مدت معین نہیں کر سکتے. فی الدر دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلاۃ او بھا بلا غسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح فی رد المحتار لانہ یختلف باختلاف الاوقات حرا وبردا والمیّت سمنا وھزالا والامکنۃ بحر وفی الحلیۃ نص الاصحاب علی انہ لا یصلی علیہ مع الشک فی ذلک ذکرہ فی المفید والمزید وجوامع الفقہ وعامۃ الکتب وعللہ فی المحیط بوقوع الشک فی الجواز اھ وتمامہ فیھا اھ ملخصین. واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: از بنارس محلہ کندی گرٹولہ مسجد بی راجی شفاخانہ. ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول حاوی فروع واُصول جناب مولنا مولوی احمد رضا خانصاحب اللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبد الغفور سلام علیک قبول باد. کچھ مسائل میں یہاں علماء کے درمیان اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے اُمید کہ جواب سے مطلع فرمایا. زید کہتا ہے نماز جنازہ عند الحنیفہ اندر مسجد کے پڑھنی علی العموم خواہ میت مرض ہیضہ اسہال میں مرا ہو یا دوسرے مرض میں بچند وجوہ مکروہ ہے منجلہ اوسکے ایک وجہ تلویث مسجد ہے. عمرو کہتا ہے جو شخص مرض ہیضہ اسہال یا کسی مرض امراض معدہ کی وجہ سے مرا ہے اوسکا جنازہ مسجد میں پڑھنا البتہ موجب احتمال

تلوث مسجد کا ہے اور اوسکی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنی مکروہ ہے نہ علی العموم۔

الجواب

قول زید صحیح ہے۔ عمر کا مریضان معدہ میں حصر تو محض غلط ہاں سیدنا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی روایت نادرہ بعض کتب میں یوں نقل کی گئی کہ خوف تلوث نہ ہو تو مسجد میں جائز۔ یہ عبارت بظاہر اوس بحث علامہ طحطاوی کی مؤید کہ قول تعلیل بہ تلوث پر ظن تلوث سے تقیید مناسب شبہہ و توہم مانع نہیں۔ اس عبارت و روایت شاذہ پر بھی امراض معدہ و امعاء و رحم و زخم و ریم وغیرہا ہر مظنہ تلویث بالاتفاق داخل کراہت۔ حلیہ میں فرمایا ونقل فی الدرایۃ عن ابی یوسف روایۃ انہ لاتکرہ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد اذا لم یخف خروج شیئ یلوث المسجد فعلی ھذا اذا امن ذلک لم یکرہ علی سائر الوجوہ الخ حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے ینبغی تقیید الکراھۃ بظن التلویث فاما توھمہ اوشکہ فلاتثبت بہ الکراھۃ مگر عامہ کتب مذہب میں جہاں تک اس وقت نظر فقیر نے جولان کیا۔ یہ روایت نوادر بھی بر سبیل اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح و اختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ معللین اوسے احتمال و توہم تلویث سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالت ظن کا پتہ نہیں دیتے علمائے کرام اختلاف مشائخ کو اوس حالت سے تقیید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں اطلاق ہی اوفق و احق و الصق بدلیل ہے کہ امعا غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک و موجب استرخائے تام ہے۔ اور جنازہ لیجلنے کی حرکت مؤید خروج تو ہر میت میں خوف تلویث موجود۔ باقی کس خاص وجہ سے غلبۂ ظن کی کیا حاجت جیسے ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے یوہیں میت بلکہ اس سے بھی زائد کما لایخفی علی الفطن پھر یہ بھی امام ثانی سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میت بیرون مسجد ہو یہی ارجح و اصح و مختار و ماخوذ ہے فان الفتوی متی اختلفت وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ کما افادہ فی البحر والدر وغیرھما اب عبارت علماء سنیے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرھت تحریما وقیل تنزیھا فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ ردالمحتار میں ہے مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمۃ کما فی الفتح عن الخلاصۃ وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیہ او خارجہ ھو ظاھر الروایۃ وفی روایۃ لایکرہ اذا کان المیت خارج المسجد اشباہ میں ہے منع ادخال المیت فیہ والصحیح ان المنع لصلاۃ الجنازۃ وان لم یکن المیت فیہ الا لعذر مطر ونحوہ بحرالرائق میں بعد بیان مذہب مختار فرمایا وقیل لا یکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وھو مبنی علی ان الکراھۃ لاحتمال تلویث المسجد والاول ھو الاوفق لاطلاق الحدیث کذا فی فتح القدیر ہدایہ میں ہے لا یصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ ولانہ بنی لاداء المکتوبات ولانہ یحتمل تلویث المسجد وفیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے حلیہ میں ہے عندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد انما الکراھۃ فی ادخال الجنازۃ فی المسجد برجندی شرح نقایہ میں ہے کرھت صلاۃ الجنازۃ فی مسجد جماعۃ اتفاقا اذا وضعت الجنازۃ فیہ ولو وضع خارجہ اختلف

المشائخ فیہ وذلک لان علۃ الکراھۃ اما توھم التلوث اوکون المسجد مبنیا لاداء المکتوبۃ اھ ملخصا شرنبلالیہ میں ہے قولہ (یعنی الغرر) کرھت فی مسجد ھو فیہ اقول والکراھۃ ھنا باتفاق اصحابنا کما فی العنایۃ عبارات یہاں بکثرت ہیں۔ وفیما نقلناہ کفایۃ وقد ظھر بہ کل ما القینا علیک۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳: موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۱۴ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت اگرچہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اوسکے جنازہ میں ولی داخل نہیں ہوا تو اوسکا جنازہ ہوا یا نہیں۔

الجواب

نماز ہوگئی مگر جو نماز جنازہ بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ چکے ہیں وہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اوس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی۔ ورنہ اگر مثلاً بادشاہ اسلام یا قاضی شرع یا امام حی نے نماز پڑھا دی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وہ اس باب میں ولی سے مقدم ہیں۔ فی الدر المختار یقدم فی الصلٰوۃ علیہ السلطان او امیر المصر ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی فان صلی غیر الولی من لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی عاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم کقاض او نائبہ او امام الحی او من لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لا یعید اھ مختصرا اھ

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرگیا۔ بکر نے کہا زید نماز نہیں پڑھتا تھا اوس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جاوے مگر اس شرط پر کہ اوس کو کھنچوانا چاہیے۔ پھر زید کو بیلوں سے پاؤں باندھ کر کھچوایا۔ یہ بات قرآن وحدیث سے درست ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو بکر پر کیا حکم ہے۔ فرمائیے کتاب اور حدیث رسول سے۔

الجواب

بکر گنہگار ہوا اور اوس نے مُردے پر ظلم کیا۔ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو میّت کے کنگھی کرنے سے منع فرمایا کہ اوسے تکلیف ہوگی۔ اور فرمایا علام تنصون میتکم کاہے پر اپنے مُردے کے موئے پیشانی کھینچتے ہو۔ رواہ الامام محمد فی کتاب الاٰثار قال اخبرنا ابوحنیفۃ ورواہ عبدالرزاق فی مصنفہ قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابرٰھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون راسھا بمشط فقالت علام تنصون میتکم ورواہ ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیہما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ انہا سئلت عن المیت یسرح راسہ فقال علام تنصون میتکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا ان کسر عظم المسلم میتا ککسرہ حیا بیشک مردہ مسلمان کی ہڈی توڑنی ایسی ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنی رواہ الائمۃ مالک واحمد وسعید بن منصور وعبدالرزاق وابوداؤد وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سزا دینا اول تو حاکم شرع کا کام ہے ہر کس وناکس کو اوسکا اختیار

نہیں اور موت کے بعد تو سزا دینے کے کوئی معنی ہی نہیں. سزا در کنار موت کے بعد بُرا بھلا کہنے سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا. فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسبوا الاموات فانھم قد افضوا الٰی ماقدموا مردوں کو بُرا مت کہو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ چکے رواہ احمد والبخاری والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتذکروا ھلکاکم الا بخیران یکونوا من اھل الجنۃ تاثموا وان یکونوا من اھل النار فحسبھم ماھم فیہ اپنے مُردوں کو یاد نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ کہ اگر وہ جنتی ہیں تو بُرا کہنے میں تم گنہگار رہو گے اور اگر دوزخی ہیں تو انھیں وہ عذاب ہی بہت ہے جسمیں وہ ہیں. رواہ النسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند جید اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء مردوں کو بُرا نہ کہو کہ اوسکی باعث زندوں کو ایذا دو. رواہ احمد والترمذی عن المغیرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح. اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذامات صاحبکم فدعوہ ولاتقعوا فیہ جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اُسے معاف رکھو اور اُس پر طعن نہ کرو رواہ ابوداؤد عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں. مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لاتؤذ صاحب ھذا القبر مُردے کو ایذا نہ دے. رواہ الامام احمد. سُبحٰن اللہ جب قبر پر تکیہ لگانے سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر ایذائے عظیم ہوگی. ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم.

مسئلہ ۳۵: از کٹرہ پرگنہ منورہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا. مرسلہ مولنا مولوی کریم رضا صاحب. رجب ۱۳۱۵ھ

رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز ۱۳۱۵ھ

بملاحظہ اقدس مولنا صاحب راس العلما تاج الفضلا جامع کمالات صوریہ ومعنویہ جناب مولانا المولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالٰی بالافادۃ. السلام علیکم. عرض ضروری یہ ہے. مولوی محمد اسمٰعیل مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے بھانجے اور شاگرد جو ایک مدت سے قصبہ مرہٹ میں اقامت رکھتے ہیں غیر مقلد ہیں. اور بیچارے غریب مقلدین کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں. چنانچہ فی الحال ایک رئیس کی لڑکی مرگئی تو اون کے اصرار سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی. اونہوں نے علی رؤس الاشہاد کہہ دیا کہ تین روز تک جتنی بار جی چاہے نماز پڑھے. اسلئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ جواب استفتا تحریر فرمایئے کہ ازعام واسکات مخالفین ہو. اور ترجمۂ عبارات بھی تحریر فرمایئے کہ جس مقام میں یہ فتوٰے بھیجا جائے گا. وہاں کے لوگ اُردو فارسی جانتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولی میّت نے ایک بار نماز جنازہ کی لوگوں کے ساتھ پڑھی. پھر دوسری بار اُنھی لوگوں کے ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بامامت شخص آخر نماز جنازہ پڑھی. تو یہ تکرار نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور اگر ولی اس مسئلہ سے ناواقف ہے اور بسبب اصرار کسی عالم کے اُس نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی تو وہ گنہگار رہوگا یا وہ عالم یا دونوں یا کوئی نہیں. اور نماز جنازہ تین روز تک جائز ہے یانہیں. بینوا توجروا. الحمد للہ الذی جعل الارض کفاتا واکرم المومنین احیاءً وامواتا والصلاۃ والسلام علٰی من عمر القلوب بصلاتہ دفعہ القلوب بصلاتہ علٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ اجمعین اٰمین.

الجواب

نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و نامشروع ہے۔ مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو۔ تو ولی اعادہ کرسکتا ہے۔ امام اجل برہان الملۃ والدین ابوبکر ہدایہ میں فرماتے ہیں ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاوّل والتنفل بہا غیر مشروع ولہذا رأینا الناس ترکوا عن آخرہم الصّلاۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع یعنی اگر ولی و حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار کہ حق اولیاء کا ہے۔ اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوچکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں ولہذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالاں کہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں لوکان مشروعا لما اعرض الخلق کلہم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ علیہ الصّلاۃ والسّلام بانواع الطرق عنہ فہذا دلیل ظاہر علیہ فوجب اعتبارہ یعنی اگر نماز جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء و صلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنیکی رغبت رکھتے ہیں۔ تو یہ تکرار کی نامشروعی پر کھلی دلیل ہے۔ پس اُس کا اعتبار واجب ہوا۔ **اقول**۔ حاصل کلام یہ کہ نماز جنازہ جیسی قبل دفن ویسی بعد دفن قبر پر۔ ولہذا اگر کوئی شخص بے نماز پڑھے دفن کردیا گیا تو فرض ہے اوسکی قبر پر نماز جنازہ پڑھیں جبتک ظن غالب رہے کہ بدن بگڑ نہ گیا ہوگا۔ اور نماز جنازہ ایک تو ہر مسلمان کا حق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حق المسلم علی المسلم خمس وذکر منہا اتباع الجنائز د سیاتی۔ دوسرے مقبول بندوں کی نماز میں وہ فضل ہے کہ پڑھنے والوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ ہم عنقریب انس بن مالک و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جابر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متعدد احادیث ذکر کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مومن صالح کو پہلا تحفہ یہ دیا جاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے اوس کے جنازہ کی نماز پڑھی سب بخش دیے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل حیا فرماتا ہے کہ اون میں سے کسی پر عذاب کرے اب اگر حق کا لحاظ کیجئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے برابر تمام جہان میں کس کا ہوسکتا ہے اور اگر فضل کو دیکھئے تو افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے برابر کس مقبول پر نماز پڑھنی ہوسکتی ہے۔ ہاں قبر پر نماز پڑھنے سے مانع یہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت گزر جائے جس میں میت کا بدن سلامت ہونا مظنون نہ رہے اسی کو بعض روایات میں دفن کے بعد تین دن سے تقدیر کیا اور صحیح یہ کہ کچھ مدت معین نہیں جب سلامت۔ وعدم سلامت مشکوک ہوجائے نماز ناجائز ہوجائے گی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں۔ وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روز دفن مبارک تھے وہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا رواہ احمد ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابونعیم وصححہ ابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والدارقطنی وابن وحیۃ وحسنہ عبدالغنی والمنذری وغیرہم

جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود تو اگر نماز جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ و تابعین سے لیکر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے ہزارہا علماء اور اولیاء و صلحاء اور عاشقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اوس کے ترک پر اجماع کیا معنی جن میں لاکھوں بندے خدا کے وہ گزرے اور اب بھی ہیں جنہیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مل سکیں وہ طریقے بجالائیں کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں۔ لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں اسلئے مجبوراً سب باقیماندوں کو اس فضل عظیم سے محروم رہنا پڑا۔ امام اجل نسفی وافی اور اوس کی شرح کافی میں فرماتے ہیں لم یصل غیرہ بعدہ ای ان صلی الولی لہ یجز لغیرہ ان یصلی بعدہ لان حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلاۃ الاولی، فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا وہ غیر مشروع کمن صلی علیہ مرۃ الخ امام محمد محمد محمد بن حلبی ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لا تشرع الصلاۃ علیہ ثانیا لغیرہ ہمارے علماء نے فرمایا جب میّت پر صاحب حق نماز پڑھ چکے پھر اور کو اوس پر نماز مشروع نہیں علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لا یصلی علیہ لئلا یؤدی الی تکرار الصلاۃ علی میّت واحد فانہ غیر مشروع اوس پر نماز نہ پڑھی جائے کہ ایک میّت پر دوبار نماز نہ ہو۔ کہ یہ نامشروع ہے۔ درر شرح غرر و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ الفرض یتأدی بالاولی والتنفل بھا غیر مشروع۔ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوگیا اور یہ نماز نفل طور پر مشروع نہیں۔ درمختار و فتح اللہ المعین میں ہے لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع جو پہلے پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہ اس کی تکرار غیر مشروع ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے لا یعید مع من لہ حق التقدم من صلی مع غیرہ لان التنفل بھا غیر مشروع جو اور کے ساتھ پڑھ چکا صاحب حق کے ساتھ نہ پڑھے۔ کہ اس نماز میں نفل مشروع نہیں۔ ایضاح و عالمگیریہ میں ہے لا یصلی علی المیت الا مرۃ واحدۃ والتنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع کسی میت پر ایکبار کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور نماز جنازہ نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔ فتاوائے امام قاضی خاں و ظہیریہ و شرح نقایہ برجندی و خلاصہ و الجیہ و تجنیس واقعات و بحر الرائق وغیرہا میں ہے ان کان المصلی سلطانا او الامام الاعظم او القاضی او والی المصر او امام الحیۃ لیس للولی ان یعید یعنی اگر بادشاہ اسلام یا امیر المومنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام محلہ نماز پڑھ چکا تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔ شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے لا یصلی علی میت الا مرۃ۔ کسی مردے پر ایکبار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔ سراج وہاج و بحر الرائق و رد المحتار و جامع الرموز و جوہرہ نیرہ و ہندیہ و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر عن السراج ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ اگر ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اب کسی کو جائز نہیں کہ نماز جنازہ پڑھے۔ ان سب کتابوں میں بلفظ لم یجز ولا یجوز تعبیر فرمایا۔ یعنی ناجائز ہے ایسا ہی عبارات ہدایہ سے گزرا اور یہی لا یصلی و لا یعید و لیس لہ کا مفاد۔ اور یہی غیر مشروع سے مراد۔ مگر اس میں صاف تصریح ہے جس سے تمام اوہام منصرف اور باقی عبارات کی بھی مراد منکشف، یوہیں۔ قدوری۔ ہدایہ۔ منیہ۔ وقایہ۔ نقایہ۔ وافی۔ کنز۔ غرر۔ اصلاح۔ ملتقی۔ تنویر۔ نور الایضاح ان بارہ متنوں اور ان کی غیر سب میں تصریح ہے کہ نماز جنازہ جب ایکبار ہو چکی فوت ہوگئی۔ مختصر یعنی ذا التیمم للصحیح المقیم اذا حضرت الجنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالوضوء ان تفوتہ الصلاۃ هذا تیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت الخ وقال بالطہارۃ مکان بالوضوء وھو اشمل منیہ الصحیح فی المصر یتیمم لصلاۃ الجنازۃ

اذا خاف الفوت الا الولی و قایہ ھو للمحدث و جنب و حائض و نفساء لم یقید وا علی الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی اصلاح مثلہ و قال عجز و عن الماء نقایہ ما یفوت لا الی خلف کصلاۃ الجنازۃ لغیر الولی ۱ھ کنز صح لخوف فوت صلاۃ جنازۃ تنویر جاز لفوت الخ و آفی مثل الکنز و زاد امر یکن و لیھا غرر جاز لمحدث و جنب و حائض عجز وا عن الماء لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ لغیر الولی ملتقی یجوز فی المصر لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ و لا یصلح العذر المبیح التیمم خوف فوت صلاۃ الجنازۃ درایہ مجمع الانہر میں ہے لانھا لا تقضی فیتحقق العجز کا فی امام نسفی میں ہے صلوۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانہما لا تقضیان فیتحقق العجز مراقی الفلاح و برجندی میں ہے لانھا تفوت بلا خلف فتاوی خیریہ میں ہے لا یجوز التیمم مع وجود الماء الا فی موضع یخشی الفوات لا الی خلف کصلوۃ الجنازۃ عند التحقیق ان سب عبارات کا بھی وہی حاصل کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی صرف مکروہ ہی نہیں بلکہ محض ناجائز ہے برہان شرح مواہب الرحمن پھر شرح نظم الکنز للعلامۃ المقدسی پھر حاشیہ علامہ نوح آفندی پھر رد المحتار، شامی میں ہے بمجرد الکراھۃ لا یقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما یہ چالیس کتابوں کی عبارتیں ہیں اور خود کثرت نقول کی کیا حاجت کہ مسئلہ واضح و ظاہر اور تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاوی میں دائر و سائر صورت مستفسرہ میں کہ خود ولی پڑھ چکا تھا دوبارہ اعادہ نماز ہمارے سب ائمہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز و گناہ واقع ہوا ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے اسلیے حدیث میں آیا ذنب العالم ذنب واحد و ذنب الجاھل ذنبان قیل و لم یا رسول اللہ قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم العالم یعذب علی رکوبہ الذنب والجاھل یعذب علی رکوبہ الذنب و ترک التعلم یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ کس لئے فرمایا عالم پر وبال اسی کا ہے کہ گناہ کیوں کیا اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کا اور دوسرا نہ سیکھنے کا۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ عالم جس نے تاکید و اصرار کرکے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گنہگار رہے اور فرقہ غیر مقلدین سے ہے تو گناہگار ہی دو کنار بد مذہب و گمراہ ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حضار جماعت ثانیہ کا تھا۔ اور اُس پر ایک تنہا مثلاً دوسری دفعہ اوس کے اصرار سے سو آدمیوں نے نماز پڑھی تو اُن میں ہر ایک پر دو دو گناہ۔ ایک گناہ فعل دوسرا گناہ جہل اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ ایک اپنا اور سو اُن سو کے فعل کے۔ آخر یہی اونھیں داعی بگناہ ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذالک من اثامھم شیئاً جو کسی ضلالت کی طرف بلائے سب ماننے والوں کے برابر گناہ اُس پر ہو اور اون کے گناہوں میں کچھ کمی نہ آئی۔ یعنی یہ نہ ہوگا کہ اُسکی ترغیب کے باعث گناہ ہونے کے سبب وہ گناہ سے بچ رہیں۔ یا اس پر صرف اپنے ہی فعل کا گناہ ہو۔ بلکہ وہ سب اپنے اپنے گناہ میں گرفتار اور اون سب کے برابر اس ترغیب دہندہ پر بار والعیاذ باللہ العزیز الغفار رواہ الائمۃ احمد و مسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ۔

اور اگر بالفرض شافعی المذہب بھی ہوتا تو سخت جاہل تھا کہ دوسرے مذہب والوں کو ایسے امر پر مصر ہوا جو ان کے مذہب میں تو گناہ تھا اور اوس کے اپنے مذہب میں بھی مکروہ امام یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار لاعمال الابرار میں فرماتے ہیں لا یستحب لمن صلی جماعۃ او منفردا

اعادتها جماعةً والنفل اذا بل یکرہ یعنی جس نے نماز جنازہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھ لی اوسکے لئے دوبارہ جماعت سے خواہ تنہا پڑھنی پسندیدہ نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اگر کراہیت نہ بھی سمجھیے تو اس قدر تو ضرور کہ باجماع تمام اُمت مرحومہ کسی کے نزدیک ضروری نہ تھا۔ پھر آپ نے کس آیت و حدیث کس امام کے قول سے اختیار کیا تھا کہ غیر مذہب والوں سے باصرار ایسے امر کا ارتکاب کرائے۔ جو اون کے مذہب میں ناجائز اور اپنے نزدیک محض بے حاجت شافعیہ وغیرہم بعض علماء اگرچہ اوس کے لیے جس نے ہنوز نماز جنازہ نہ پڑھی نماز اوّل ہوجانے کے بعد بھی اجازت نماز دیتے ہیں۔ مگر اس مدعی علم کا پڑھ چکنے والوں پر یہ اصرار خصوصًا اس حالت میں کہ خود ولی اقرب بھی انہیں میں ہے اور اوسکا وہ علی رؤس الاشہاد زعم و اظہار کہ تین روز تک جتنے بار چاہے نماز جنازہ پڑھے جیسا کہ فاضل سائل نے اپنے خط میں ذکر فرمایا یہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اصلاً کسی مذہب کے مطابق نہیں، نہ شرع مطہر سے اس پر کوئی دلیل اگر سچا ہے تو اوس اصرار اور اوس اظہار کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنے جہل و سفاہت اور امر شرع میں بیباکی و جرأت کا مقر ہو قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین حضرات غیر مقلدین بلکہ تمام طوائف مبطلین کی عادت ہے کہ جب کچھ اپنے مفید مطلب نہیں پاتے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا ہوا سیوار پکڑتا ہے، نری جہالت باتیں جنہیں اون کے دعوے سے اصلاً مس نہیں بلکہ جوش غضب میں مدہوش ہو کر اپنے مضر و مخالف دلیلوں سے استناد کر بیٹھتے ہیں۔ جیسے ان کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی سے اون کی سب سے بڑی تالیف معیار وغیرہ میں بکثرت و بیشمار واقع ہوا۔ نمونہ درکار ہو تو فقیر کا رسالہ ملاحظہ ہو حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین جس کا لقب تاریخی بعض ظرفائے حجۃ الحایق علی نذیر حسین رکھا دو برس ہوئے بعض غیر مقلدین نے سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تحریر جو دہلوی صاحب نے معیار میں بہت چمک کر کی اوس پر ناز تھا۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی سے سوال ہوا اوس کے جواب میں یہ عجالہ لکھا گیا جس میں بحمد اللہ تعالٰی مذہب حنفیہ کا احقاق و اثبات اور خلاف و مخالف کا ابطال و اسکات بعون باری روشن وجہ پر واقع ہوا کہ اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملے گا اوسکے دیکھنے سے ان محدث صاحب کی حدیث دانی کے جلوے کھلتے ہیں ایک ہی مسئلہ کی بحث سے روشن ہوتا ہے کہ حضرت کو نہ احادیث پر نظر نہ اسانید سے خبر نہ علم رجال نہ طریق استدلال۔ مفید و عبث میں تمیز درکنار نافع و مضر میں فرق دشوار۔ مگر ائمہ اُمت و کبرائے ملت پر منہ آنے کو تیار۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ بھلا اس مسئلہ میں شیخ صاحب کیلئے سلف موجود تھا کتب شافعیہ وغیرہ کی گدا گری اجتہاد کا بھرت پورا کرلیا۔ اس مسئلہ میں یہ مدعی صاحب ایجاد بندہ بنانے کو کسی کا تیار مال نہ پائیں گے ظاہر ہے جو کچھ جوہر علم و عقل دکھائیں گے۔ فضول و بے معنی کلمات کے رد میں خواہی نخواہی تضییع اوقات ہوتی ہے لہذا اقصر مسافت و دفع کثافت کے لئے پہلے ہی چند ہدایتیں مناسب کہ اگر بعد تنبیہ بھی اون سے عدول ہو تو ہمارا یہی کلام اوس کا پیشگی جواب مقبول ہو۔ ان مجتہد صاحب کے دعوے یہ ہیں کہ نماز جنازہ اگرچہ وجہ کامل ہوچکی اگرچہ ولی احق ادا کرچکا ہو مگر پھر اوسے اور سب پڑھ چکنے والوں کو چاہیئے کہ دوبارہ پڑھیں اصرار نہ ہوگا مگر کسی امر ضروری یا لااقل مستحب پر معہذا جو نماز شرعًا مادون فیہا ہوگی کم از کم مستحبہ ہوگی کہ یہ نماز مباح محض جس کے کرنے نہ کرنے میں کسی ثواب و فضل کی اصلاً امید نہ ہو شرعًا زنہار معہود نہیں) اور یہ تکرار تین روز تک متواتر جائز اور تین روز پر شرعًا محدود۔ پچھلے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ درکار وہ خود آشکار دلیل معتمد شرعی چاہیئے جو تین روز کی اجازت دے اور اسی قدر پر تحدید کرے۔ بیچارے بے علم مسلمانوں کے سامنے جو منہ پر آئے کہہ دینا آسان ہے ثبوت دیتے حال کھلتا ہے۔ رہا پہلا دعوٰی اس کیلئے کوئی حدیث دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو۔ نماز جنازہ کئی کئی بار پڑھا کرو۔ یا اتنا ہی ارشاد فرمایا ہو کہ جب نماز جنازہ پڑھ لو۔ پھر اعادہ کرو

یا اسی قدر سہی کہ پڑھنے والو جو ولی احق کے ساتھ یا اوس کے اذن سے ادا کرچکے ہو پھر اعادہ کرو تو بہتر ہے یا اسی قدر کہ تمہارے لیے حرج نہیں یا نہ سہی اتنا ہی آیا ہو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ بار بار یا دو ہی بار پڑھا کرتے۔ یا اس سے بھی درگزرے اسی قدر ثابت ہو کہ ولی احق پڑھ چکا تھا بعدہ پھر اُسی نے اور دیگر پڑھ چکنے والوں یا صرف اُسی نے یا صرف اور بعض مصلیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوبارہ پڑھی اور حضور نے منع نہ فرمایا یا حضور کو خبر ہوگئی اور حضور نے جائز رکھا۔ یہ سات صورتیں ثبوت کی ہیں جن میں چار پہلے ثبوت قولی اور پانچویں فعلی اور دو باقی تقریری۔ ان میں جس ہلکی سے ہلکی آسان سے آسان صورت پر قدرت پاؤ پیش کرو اور جب جان لو کہ سب راہیں بند ہیں تو پھر شرع مطہر پر افترا یا اقل درجہ احکام اللہ میں بیباکی و اجترا کا اقرار کرنے سے چارہ نہیں۔ مسلمان ان مجتہد صاحب سے بے ثبوت لیے نہ مانیں اگر ساتوں وجہ سے عاجز پائیں تو اتنا دریافت کردیکھیں کہ حدیث سنن دارمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار جو تم میں فتوٰی دینے پر زیادہ جری ہے آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔ اس میں آپ حضرات تو داخل نہیں۔ اگر بحکم آنکہ ع وقت ضرورت چو نماند گریز۔ مجبورانہ کسی واقعہ حال کا دامن پکڑ لے تو اتنا یاد رہے کہ واقعہ عین لاعموم لہا وقائع خاصہ احکام عامہ نہیں ہوتے۔ وہ ہرگونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں **اولاً** آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ پہلے اس جنازہ پر صلاۃ ہوچکی تھی۔ مجرد استبعاد کہ بھلا صحابہ اس وقت نہ پڑھتے **اقول** وباللہ التوفیق یہ کافی نہ ہوگا کہ نماز جنازہ ہمیشہ سے فرض نہ تھی۔ حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا کے جنازہ مقدسہ پر اس لیے نماز نہ ہوئی کہ اُس وقت تک اسکی فرضیت ہی نہ تھی۔ تو ایک تو بسند صحیح یہ ثابت کیجیے کہ یہ کب کس سال کس ماہ میں اوسکی فرضیت اُتری۔ مجرد حکایات بے سند مسموع نہ ہوں گی کہ آپ مجتہد ہو کر قیل وقال کی تقلید نہیں کرسکتے۔ پھر بدلیل صریح یہ مبرہن کیجیے کہ یہ واقعہ عین بعد فرضیت ہی تھا مجرد وقوع صلاۃ مفید فرضیت نہ ہوگا۔ شرع میں اسکی نظائر موجود کہ بعض افعال بلکہ خاص نماز کا قبل فرضیت وقوع ہوا بعد کو فرضیت اُتری جیسے حضرت اسعد بن زرارہ وغیرہ انصار کرام اہل مدینہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قبل فرضیت جمعہ جمعہ پڑھنا کما رواہ عبدالرزاق ومن طریقہ عبد بن حمید فی تفسیرہ بسند صحیح وقد بیناہ فی رسالتنا لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقیبہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کیے سے فرض نہ ہوجائے کما رواہ الستۃ عن زید بن ثابت والشیخان عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا اگر کبھی نماز میں نفس وقوع ہی فرضیت بنادے گا کہ یہ نماز شرع میں فرض ہی ہو کر معہود ہوئی ہے نفلی طور پر اصلاً مشروع نہیں **اقول** اب راہ پر آگئے اسی لئے تو ائمہ کرام اوسکی تکرار کو نامشروع فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں یہ نماز بروجہ تنفل نہیں اور اوسکی فرضیت بالاجماع بسبیل الکفایہ ہے اور فرض کفایہ جب بعض نے ادا کرلیا ادا ہوگیا۔ اب جو پڑھے گا نفل ہی ہوگا۔ اور اس میں تنفل مشروع نہیں **ثانیاً** ثبوت دیجیے کہ اوس واقعہ میں صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ تھی۔ صلاۃ علٰی فلاں بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع وذائع ہے۔ قال تعالٰی خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا وصل علیہم ان صلٰوتک سکن لہم اے نبی مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرماکر کہ اوسکے سبب اے نبی تو اون کو پاک اور ستھرا کرے اور اُن پر صلاۃ کر بیشک تیری صلاۃ اون کے لیے چین ہے۔ اسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور اون کے حق میں دعا فرماتے۔

اللّٰھم صل علی فلان کما رواہ احمد والبخاری والمسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وغیرھم عن عبداللّٰہ بن ابی اوفی رضی اللّٰہ عنہما اسی طرح آیۂ کریمہ ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وکل منتم الیہ کریمہ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ کریمہ ومن الاعراب من یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربٰت عنداللّٰہ وصلوات الرسول وغیرہ میں صلاۃ بمعنی دعا ہے علماء نے حدیث موطائے امام مالک وسنن نسائی عن اُم المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انی بعثت الی اھل البقیع لاصلی علیہم میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلاۃ کروں صلاۃ کو بمعنی استغفار ودعا لیا **اقول** بلکہ سنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان اٰتی البقیع فاستغفر لھم قلت لہ کیف اقول یارسول اللّٰہ قال قولی السلام علی اھل الدار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جا کر اہل بقیع کیلئے دعائے مغفرت کروں۔ اُم المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح کہوں۔ حضور نے دعائے زیارت قبور تعلیم فرمائی۔ یہ تو خود حدیث۔ بخاری ومسلم وابی داؤد والنسائی عن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت میں بھی علماء نے صلاۃ بمعنی دعا لی۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے زاد (ای البخاری) فی غزوۃ احد من طریق حیوۃ بن شریح عن یزید بعد ثمان سنین والمراد انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم دعالھم بدعاء صلاۃ المیت ولیس المراد صلاۃ المیت المعھودۃ کقولہ تعالٰی وصل علیہم الاجماع یدل لہ لانہ لایصلی علیہ عندنا عند ابی حنیفۃ المخالف لایصلی علی القبر بعد ثلٰثۃ الایام پھر امام نووی شرح مہذب پھر امام سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں قال اصحابنا وغیرھم ان المراد من صلاۃ ھھنا الدعاء وقولہ صلاتہ علی المیت ای دعالھم کدعاء صلاۃ المیت ولیس المراد صلاۃ الجنازۃ المعروفۃ بالاجماع اھ مختصرا اسی طرح وصال اقدس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو صلاۃ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ادا کی ایک جماعت علماء اوسے بھی بمعنی محض درود ودعا لیتے ہیں اور حدیث امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے یہی ظاہر اخرج ابن سعد عن عبداللّٰہ بن محمد بن عبداللّٰہ بن عمر بن علی ابن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال لما وضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السریر قال لایقوم علیہ احد ھو امامکم حیا ومیتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیہ صفا صفا لیس لھم امام ویکبرون وعلی قائم بحیال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ اللھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللّٰہ حتی اعز اللّٰہ دینہ وتمت کلمتہ اللھم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیہ وثبتنا بعدہ واجمع بیننا وبینہ فیقول الناس اٰمین حتی صلی علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان یعنی جب حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر پر لٹایا۔ حضرت مولا کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلاۃ کرتے کوئی اُن کا امام نہ تھا۔ علی

کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے۔ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اوسکی برکتیں الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچادیا جو کچھ اونکی طرف اُتارا گیا اور ہر بات میں اپنی اُمت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہانتک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اُسکا قول پورا ہوا۔ الٰہی تو ہم کو اُنپر اُتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں سے کر اور اُن کے بعد بھی اُن کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں اُن سے ۔ مولی علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے۔ یہاں تک کہ اُن پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ کی صلے اللہ علیہ وسلم اور یہی ظاہر اُس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی۔ لما کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و وضع علی سریرہ دخل ابوبکر وعمر فقالا السّلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ومعہما نفر من المھاجرین والانصار قدر مایسع البیت فسلموا کما سلم ابوبکر وعمر وھما فی الصف الاوّل حیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ وتمت کلماتہ فاومن بہ وحدہ لاشریک لہ فاجعلنا یا الٰھنا ممن یتبع القول الذی انزل معہ واجمع بیننا وبینہ حتی نعرفہ وتعرفنا بنا فانہ کان بالمؤمنین رؤفا رحیما لا نبتغی بالایمان بدلا ولا نشتری بہ ثمنا ابدا فیقول الناس آمین آمین ثم یخرجون ویدخل علیہ اٰخرون حتی صلوا علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان یعنی جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سماجاتا۔ اُن سب نے بھی یونہی سلام عرض کیا اور صدیق وفاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے کہ الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اُتارا حضور نے اُمت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہانتک کہ اللہ تعالٰی نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پوری ہوئیں میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں اوسکا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے ہمیں اونکی کتاب کے پیروؤں میں کر جو انکے ساتھ اُتری اور ہمیں اُن سے ملا کہ ہم اُنہیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان اونہیں کرادے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا لوگ اس دعا پر آمین آمین کہتے۔ پھر باہر جاتے اور آتے یہانتک کہ مردوں، پھر عورتوں پھر بچّوں نے حضور پر صلاۃ کی بزار و حاکم و ابن سعد و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی وکفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اوّل من یصلی علیّ جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملٰئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی وسلموا تسلیما جب میرے غسل وکفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب میں پہلے جبرئیل مجھ پر صلاۃ کریں گے۔ پھر میکائیل۔ پھر اسرافیل۔ پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں قال البیھقی تفرد بہ سلام الطویل عن عبدالملک بن عبدالرحمٰن وتعقبہ ابن حجر فی المطالب العالیۃ بان ابن منیع اخرجہ من طریق سلمۃ بن صالح بن عبدالملک بہ فھو ھذہ متابعۃ السّلام الطویل واخرجہ البزار من وجہ اٰخر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ اس

حدیث سے بھی ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہوکر درود وسلام پڑھتے جانا۔ شرح مؤطائے امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المومنین علی ہے: ظاھر ھذا ان المراد بالصّلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذھب الیہ جماعۃ ان من خصائصہ انہ لم یصل علیہ اصلا وانما کان الناس یدخلون فیدعون ویفرقون قال الباجی ولھذا وجہ وھو انہ افضل من کل شہید والشہید یغنیہ فضلہ عن الصّلاۃ علیہ وانما فارق الشہید فی الغسل لانہ حذر من غسلہ ازالۃ الدم عنہ وھو مطلوب بقاؤہ لطیبہ ولانہ عنوان لشہادتہ فی الاٰخرۃ ولیس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یکرہ ازالتہ عنہ فافترقا انتھی۔ اہ ما افاد الامام ابوالولید ثم نقل عنہ جوابا ان المقصود من الصّلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عود التشریف علی المسلمین مع ان الکامل یقبل زیادۃ التکمیل ثم اثر عن القاضی عیاض تصحیح ان الصّلاۃ کانت ھی المعروفۃ لا مجرد الدعاء **اقول** اما الجواب فلا یمس ما ینحو الیہ ابوالولید فانہ لا یدعی احالۃ الصلاۃ المعروفۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانھا لا وجہ لھا حتی یثبت جوازھا ویذکر توجیھھا وانما یقول ان لترکھا وجھا ان وقع وھو کذلک ولا ینافیہ ان لفعلھا ایضا وجھا او وجوھا۔ ان ماذکر المجیب متمش فی الشہید ایضا والکلام علی مذھب من یقول لا یصلی علیہ اما قبول الزیادۃ فبدیھی واما انتفاع المسلمین فکذلک وقد روی الامام الترمذی محمد بن علی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن صلی علیہ ورواہ الدارقطنی فی الافراد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ اول ما یتحف بہ المؤمن اذا دخل قبرہ ان یغفر لمن صلی علیہ ورواہ عبد بن حمید والبزار والبیھقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ ان اول ما یجازی بہ المؤمنین بعد موتہ ان یغفر لجمیع من تبع جنازتہ ورواہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت والخطیب عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلفظ ان اول تحفۃ المؤمن ان یغفر لمن خرج فی جنازتہ وروی الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الرجل من اھل الجنۃ استحی الیہ عزوجل ان یعذب من حملہ ومن تبعہ ومن صلی علیہ وروی ابوبکر بن ابی شیبۃ وابوالشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اول ما یبشر بہ المؤمنین ان یقال ابشر ولی اللہ برضاہ والجنۃ قدمت خیر مقدم قد غفر اللہ لمن شیعک واستجاب لمن استغفر لک وقبل من شہد لک واما تصحیح عیاض **فاقول** لا متمسک فیہ للمخالف المدعی للاجتھاد وکیف یجوز لہ ان یقلد عیاضا وھو لا یقلد من یقلدہ عیاض اعنی الامام مالک ولا من ھو اکبر منہ اعنی الامام الاعظم رضی اللہ عنھما ثم حسبنا فی قبول التصحیح ان نقول نعم صلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلاۃ الجنازۃ مرۃ وذلک حین تمت البیعۃ علی ید الصدیق رضی اللہ عنہ وصحت ولایتہ اما قبل ذلک فما کان الناس الا یدعون وینصرفون ثم اذا صلی الصدیق لم یصل علیہ احد بعدہ کما سنذکر الجزم بہ عن الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ علیہ **ثالثاً** ثبوت دیا ہوگا کہ پہلی نماز ولی حق

نے خود پڑھی تھی پھر اعادہ کی قطع نظر اس سے کہ جب نماز اول نہ ولی احق نے خود پڑھی نہ اوس کے اذن سے ہوئی تو اوسے ہمارے نزدیک بھی اعادہ کا اختیار ہے۔ ان مجتہد صاحب کا وہ حکم و اصرار، صحیح ٹھہرنا خاص اسی صورت کے ثبوت پر موقوف کہ یہاں واقعہ یہی تھا۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق و اقدم خود حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا اولی بالمؤمنین من انفسھم رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ تو جو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی۔ ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصًا جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو، تو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگرچہ اُن کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب و محبت ہو جیسا کہ سکینہ سوداخادمہ مسجد ام محجن رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں واقع ہوا۔ موطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے جب وہ بیمار ہوئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا ماتت فاذنونی جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کر دینا اون کا جنازہ شب کو تیار ہوا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا تشریف لیجانا مناسب نہیں۔ قال فدفنھا۔ یہ خیال کرکے دفن کر دیا۔ صبح حضور کو خبر ہوئی فرمایا الم امرکم ان تؤذنونی بھا کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اُنکی خبر کردینا عرض کی یارسول اللہ کرھنا ان نخرجک لیلا و نوقظک یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر تشریف لانیکی تکلیف دیں اور حضور کو خواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اسوقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں) (صحیح بخاری میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے) فحقروا شانھا صحیح مسلم میں اونہی سے ہے وکانھم صغروا امرھا یعنی یہ خیال کیا کہ وہ کیا اس قابل تھی کہ اوس کے جنازہ کیلئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لیجائیں۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کیلئے بلایا کرو۔ مسند امام احمد میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے۔ حضور نے فرمایا فلا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے ضرور خبر دینا کہ میری نماز اوس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ عنہما راوی ہیں قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما وردنا البقیع اذا ھو بقبر فسال عنہ فقالوا فلانۃ فعرفھا فقال الا اذنتمونی بھا قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا لا اعرفن ما مات منکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ یعنی ہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہونچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کی فلاں عورت حضور نے اُنہیں پہچانا فرمایا مجھے کیوں نہ خبر کی عرض کی حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا تو ایسا نہ کرو جب تم میں

کوئی مسلمان مرے مجھے خبر دیا کرو کہ اُس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا غیر ہے وہاں یہ تھا، کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام میں تھے حضور کو روزہ تھا اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کو ارشاد محض بہ نظر رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم خیال کیا نہ ایجابی۔ لہٰذا اجہال تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا بہرحال ایسے وقائع اُن سب وجوہ مذکورہ کے مورد ہیں۔ ایکبار کے فرمان سے کہ خبر دیا کرو باقی بار کا لابد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ کما لایخفی لاجرم طبرانی نے حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ان طلحۃ بن البراء مرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لاارٰی طلحۃ الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی وکان قال لاہلہ لما دخل اللیل اذا مت فادفنونی ولا تدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی اخاف علیہ یہود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اصبح الحدیث یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب اُن کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے مجھے خبر کردینا اور تجہیز میں جلدی کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہونچے تھے کہ اون کا انتقال ہوگیا۔ اور اُنہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کردی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کردینا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا۔ رات کا وقت ہے۔ مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی کلفت پہونچے۔ اُن کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا (صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی) وباللہ التوفیق۔ **ثم اقول** وباللہ استعین۔ احقیت ولایت سے قطع نظر کرکے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئے۔ نماز جنازہ شفاعت ہے کما صحت بہ الاحادیث احمد و مسلم وابوداؤد وابن ماجہ کی حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئًا الا شفعہم اللہ فیہ جس مسلمان کے جنازے پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالٰی اُس کے حق میں اُن کی شفاعت قبول فرمائے۔ احمد و مسلم ونسائی نے اُم المومنین وانس بن مالک رضی اللہ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن میت تصلی علیہ اُمۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلہم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفیع ہوں۔ اونکی شفاعت اُس کے حق میں قبول ہو اور مالک شفاعت صرف حضور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُعطیت الشفاعۃ شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث اعطیت خمسًا لم یعطہن احدٌ من الانبیاء قبلی حضور شافع مشفع صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر روز قیامت تمام انبیا کا امام اور اُن کا خطیب اور اُنکی شفاعت کا مالک ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ تو جو شفاعت بلا اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہیگا۔ مالک اگر جائز کردے جائز ہوجائے گا اور اگر آپ ابتدائً تصرف کرے تو باطل فان

البات اذ طرء علی موقوف ابطلہ کما نص علیہ الفقہاء فی غیرما مسئلۃ مثلاً عمرو ملک زید بے اذن زید بیع کردے۔ زید خبر پاکر روا رکھے روا ہے اور اگر خود از سر نو عقد بیع کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں۔ یہ اعادہ نماز نہ ہوگا۔ بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہیئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا۔ یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسرے ولی کو اذن دیں کما فعل فی الغال وکان یفعلہ او لا فی من مات مدیونا ولم یترک وفاء اور اگر بے اطلاع حضور پرنور لوگ خود پڑھ لیں تو وہ شفاعت بے اذن مالک ہے کافی و مسقط فرض نہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے رأیت السیوطی ذکر فی انموذج اللبیب انہ ذکر بعض الحنفیۃ ان فی عہدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لایسقط فرض الجنازۃ الا بصلاتہ فیؤل الی ان صلاۃ الجنازۃ فی حقہ فرض عین وفی حق غیرہ فرض کفایۃ واللہ ولی الہدایۃ **اقول** لا یؤل الیہ وکیف وقد ثبت ما ذکرنا من امر الغال والمدیون ولم یقل القائل ان فرض الجنازۃ کان لا یسقط عنہ الا بصلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو اراد ھذا لکان تقییدہ بعہدہ صلی اللہ علیہ وسلم عبثا مستغنی عنہ انما المعنی ما قررنا ان الفرض لم یکن یسقط عن احد فی عہدہ ما لم یصل او یاذن لکونہ ھو مالک الشفاعۃ صلی اللہ علیہ وسلم **اقول** نظر ارشاد مذکور کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی اور اطلاع واقع نہ ہوئی۔ شرع سے اس کیلئے ایک اور نظیر مل گئی۔ مسجد محلہ میں اہل محلہ جب جماعت صحیحہ غیر مکروہہ باعلان اذان ادا کر چکیں تو دوسروں کو باعادۂ اذان وہاں جماعت کی اجازت نہیں۔ اور اگر پہلی جماعت بے اذان یا باخفائے اذان واقع ہوئی تو اذان نہیں روا ہے کہ اذان بر وجہ مسنون دیکر محراب میں جماعت قائم کریں کہ جب وہ جماعت برخلاف حکم سنت تھی تو اب یہ اعادۂ جماعت نہیں بلکہ یہی جماعت اولیٰ ہے۔ کما بیناہ فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ بعینہ یہی وجہ یہاں ہے ان تقریرات نفیسہ سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیث سکینہ اور اُس کی نظرا کی بحث کا تصفیہ تمام ہوگیا۔ اور نہ صرف ان مجتہد صاحب کے اختراع بلکہ تمسک شافعیہ کا بھی جواب تمام وبہ ظہر ان لو ثبت ان الذین صلوا من قبل ان کانوا ھم المصطفین خلف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن فیہ ما یعکر بہ علی شیئ من مذہبنا ولا حاجۃ بنا الی الجواب الذی اوردہ العلامۃ القسطلانی فی ارشاد الساری وارتضاہ المولی علی القاری فی المرقاۃ وذکرہ الفاضل الزرقانی فی شرح المؤطا ان صلاۃ غیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وقعت تبعا لہ صلی اللہ علیہ وسلم وبہ انجلت بحمد اللہ تعالیٰ عقدۃ استصعبہا المحقق حیث اطلق فی الفتح واللہ سبحانہ ولی التوفیق والفتح والحمد للہ رب العلمین **تنبیہ اقول** وباللہ التوفیق۔ ولایت میت یا بذریعہ وراثت مال ہے ولہذا جو وراثت میں مقدم ولایت میں اقدم یا بطور نیابت ولی احق و والی مطلق صلے اللہ علیہ وسلم ہے یعنی خلافت امام وسلطنت اسلام بمعنی اول حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی ولی نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے رواہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر الصدیق وابوداؤد عن اُم المومنین ونحوہ عن الزبیر واحمد والشیخان وابوداؤد وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ہے فاذا مت فہو الی ولی الامر من بعدی جب میں انتقال فرماؤں تو میرے ترکے کا اختیار اوسے ہے جو میرے بعد ولی امر و خلیفہ ہوگا رہی ولایت خلافت وہ ہنوز کسی کو نہ تھی۔ یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئی اگر یہی مانئے کہ جنازہ اقدس پر نماز

ہوئی تو وہ غیر ولی احق سے بے اذنِ ولی احق تھی ہاں ثابت کیجئے کہ صدیق اکبر نے بعد خلافت نماز ادا کی اور پھر اعادہ کی گئی۔ مگر حاشا اسکا ثبوت کہاں۔ الحمد للہ اس تقریر کے بعد فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی سے پایا کہ بعینہٖ اسی جواب کی طرف اشارہ فرمایا منحۃ الخالق میں مبسوط سے ہے لاتعاد صلاۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایتہ اسقاط حقہ وھو تاویل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الحق کان لہ قال اللہ تعالٰی النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وھکذا تاویل فعل الصحابۃ رضی اللہ عنھم فان ابابکر رضی اللہ عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل احد بعدہ علیہ **اقول** ربما قررنا ظھرلک سقوط ما وقع ھھنا فی المنحۃ فافھم وتثبت وللہ المنۃ **رابعًا** ثبوت ہو کر دوبارہ نماز پڑھنے والے خود وہی لوگ ہیں جو اول پڑھ چکے تھے کہ نئے لوگوں کا پڑھنا اگرچہ ولی احق کے بعد خلافیہ حنفیہ وشافعیہ ہو ان مجتہد صاحب کے مذہب وفتوٰی کا مصحح نہیں ہوسکتا۔ کہ انہوں نے تو پڑھ چکنے والوں کو دوبارہ پڑھوائی۔ **خامسًا** ہر تقدیر پر ضرور ہے کہ جو حدیث ہو صحیح فقہی ہو۔ مجرد صحت حدیثی اثبات حکم کیلئے بس نہیں ہوتی مجتہد صاحب اگر علم رکھتے ہوں گے صحت حدیثی وصحت فقہی کا فرق جانتے ہوں گے ورنہ فقیر کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی ملقب بلقب تاریخی **اعز النکات بجواب سوال ارکات** جس کا سوال مقام ارکات سے آیا اور اوس کے جواب میں لکھا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں۔ نہ مثل حدیث تعدد الصّلاۃ علی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کہ اولًا حدیث صحیح بخاری شریف کے صریح خلاف جس میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری شاہد ومشاہد شہداء احد رضی اللہ عنہ سے مروی امر بدفنھم بدمائھم ولم یغسلوا ولم یصل علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون شہدائے کرام کو ویسے ہی خون آلود دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اونہیں غسل نہ دیا گیا نہ اونکی نماز ہوئی۔ ورواہ ایضًا احمد بسند جید والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجہ مجتہدین زمانہ کے مسلک کے بالکل خلاف ہے کہ حدیث صحیح بخاری کے رد کیلئے اودھر اودھر کی روایات پر عمل حلال جانیں **ثانیًا** اُسکی خود حالت یہ کہ اوسکی کوئی سند سند مقال سے خالی نہیں اور متن بشدت مضطرب اگر اسکی تفصیل کیجئے ایک رسالہ مستقل ہوتا ہے۔ مجتہد صاحب کو ہوس ہوئی تو بعونہٖ تعالٰی تسکین کافی کیجائیگی وباللہ التوفیق لاجرم۔ ان مجتہدین تازہ کے بزرگوار ابن تیمیہ کے جدامجد ابن تیمیہ نے منتقی میں کہا قد رویت الصّلاۃ علیھم باسانید لاتثبت ہاں تو ایک اثر مرسل ابوداؤد نے مراسیل میں بسند ثقات ابو مالک غفاری تابعی سے روایت کیا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قتلی احد عشرۃ عشرۃ فی کل عشرۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ حتی صلی علیہ سبعین صلاۃ یہ ایک تو مرسل اور مرسل ان صاحبوں کے نزدیک مہمل اور دوسرے فی نفسہ مشکل۔ شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم ستّر تھے جب دس دس پر نماز ہوئی سات نمازیں ہونگی ستّر کیونکر **ثم اقول** وباللہ التوفیق بعد تسلیم صحت حدیث غایت درجہ جو ثابت ہوگا وہ اس قدر کہ شہداء پر نعشیں بدل بدل کر نمازیں ہوئیں اور نعش مبارک سید الشہداء رضی اللہ عنہم بدستور رکھی رہی۔ مجرد نہ اوٹھایا جانا مستلزم اعادہ صلاۃ نہیں کہ یہ امر نیت حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم پر موقوف اور نیت غیبت ہے اور غیب پر اطلاع نہیں ممکن کہ اونکی نعش ہر بار کے برکات نازلہ میں شمول کیلئے رکھی گئی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی جگہ روایت کا مبلغ صرف صورت ظاہرہ تک ہے نہ معنی باطن تک اور مطلب مستدل کا ثبوت اوسی معنی باطن پر موقوف اور اُس پر دلیل نہیں تو استدلال راساً ساقط۔ ہاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے ایسا بیان فرماتے تو احتجاج صحیح تھا۔ واذ الیس فلیس **سادسًا** ذرا یہ بھی ملحوظ رہے کہ وہ محل محل اختصاص نہ ہو خصوصًا جہاں خصوص پر قرینہ قریبہ قائم ہو جیسے حدیث خادمہ مسجد رضی اللہ عنہا وغیرہا جنکی قبر پر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی ان ھذہ القبور

مملوءۃ علی اھلہا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے اونہیں روشن کر دیتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلٰی اٰلہ اجمعین رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ واصل الحدیث متفق علیہ زید بن ثابت ویزید بن ثابت رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کردیا کرو کہ میری نماز اوسکے حق میں رحمت ہے۔ **اقول** خود نظر ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء و اتقیا کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے۔ وہ برکات وہ درجات ومثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل ہی نہیں ہوسکتیں اور حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم بنص قطعی قرآن عظیم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں ایک ایک اُمتی کی بھلائی پر حریص، ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان۔ وہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے۔ اونکی رحمت اونکی برکت کا توشہ اوسکے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز اون کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہ خاص ہی سے ناشی ہونا ظاہر ولائح و زید و عمر کا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس باطل و ضائع۔ شرح موطائے امام مالک میں ہے والدلیل علی الخصوصیۃ ما زاد مسلم (فذکرہ قال) وھذا لا یتحقق فی غیرہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے صلاتہ صلے اللہ علیہ وسلم کانت لتنویر القبر وذا لا یوجد فی صلاۃ غیرہ **اقول** اس سے زائد محل خصوص خصوص وافخر سید اہل خصائص سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہاں تو ان معاملات میں بہت باتیں خصوصیات سے واقع ہوئیں۔ نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لیجانا۔ جہاں روح اقدس نے رفیق اعلٰی کی طرف عروج فرمایا۔ خاص اُس جگہ دفن ہونا۔ نہانے میں قمیص مقدس بدن اقدس سے نہ جدا کیا جانا۔ سب صحابہ کے مشرف ہولینے کیلئے جنازۂ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا۔ جنازہ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا اونہیں خصوصیات میں یہ بھی سہی۔ خصوصًا جبکہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسب وصیت اقدس واقع ہوئی۔ کما قدمنا من حدیث عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔ عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کردیا ادا ہوگیا مگر مولائے نعمت ہر دو جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرت حق عزوجل اعظم حقوق ہے۔ اگر تمام حضار پر لازم عین ہو کیا مستبعد بعہذا اعظم مقاصد مہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرف اجل واعظم سے مشرف ہونا ہے۔ ہم اوپر متعدد احادیث بیان کرچکے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندۂ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ جو بارگاہ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اوس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثناکا اوسکے فضل کی مقدار کون قیاس کرسکتا ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ مسلمانان کے لیے خیر محض و نفع خاص لیکر آئی ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ انہیں ایسے فضل عظیم سے محروم کرنا تو حکمت شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازت عامہ دی جائے۔ حجرۂ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ہزار کما ورد فی حدیث اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اول بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ایک تو ہزارہا صحابہ کی محرومی دوسرے اُس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثل تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملیگی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں لہذا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم وجود عمیم مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیت فرمادی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہی سر جلیل جنازہ اقدس پر امامت نہ ہونے کی بھی

ایک حکمت نفیسہ ہے تاکہ تمام حضار بالذات بلا واسطہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوں۔ امام اجل سہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں اخبر اللہ انہ وملٰئکتہ یصلون علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر کل واحد من المومنین ان یصلے علیہ فوجب علی کل واحد ان یباشر الصلوٰۃ علیہ منہ الیہ والصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ من ہذا القبیل یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ وہ اور اُس کے سب فرشتے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان پر حکم فرمایا کہ اُن پر درود بھیجے صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔ تو ہر شخص پر واجب ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلا توسط دیگرے اُس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہونچے۔ اللہم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ وصحبہ واُمتہ اجمعین آمین۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلاۃ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی تو اوس کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہیئے۔ نقلہ فی شرح الموطا بالجملہ یہ محل اعلیٰ مواطن خصوص سے ہے۔ ولاجرم علامہ سید ابوالسعود محمد ازہری نے حواشی کنز میں فرمایا تکرار الصلاۃ علی النبی علیہ الصلاۃ والسلام کان مخصوصًا بہ سابعًا پھر تنبیہ کیجاتی ہے کہ مجتہد صاحب اپنے مذہب کی فکر کریں۔ وہ واقعہ جو اون کے مسلک مذکور کا رد ہو مثلًا مہینہ بھر بعد نماز پڑھنا کما علی اُم سعد یا مہینوں برسوں پیچھے کما علی اہل البقیع یا آٹھ برس گزرے کما علی اہل اُحد علاوہ اور جوابوں کے خود اُن کا رد ہوگا۔ نہ ان کی سند کہ یہاں اُن سے مطالبہ انیا ادعا ثابت کرنے کا ہے والی لہ ذلک واللہ الہادی الی اقوم المسالک۔

الحمدللہ! ان چند جمل نفیسہ مجملہ مختصرہ نے صرف مجتہدین زمانہ ہی کے آنکھ کان نہ کھولی۔ بلکہ بحمد اللہ تعالےٰ بنظر انصاف دیکھیے تو مسئلہ کا فیصلہ بحث کا تصفیہ کاملہ کردیا۔ وللہ الحمد۔ اب بتوفیق اللہ تعالےٰ بعض نکات وتمسکات کہ اس مسئلہ میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئے ذکر کرکے کلام ختم کروں۔ جو بعونہ تعالےٰ اصل مسئلہ اعنی ممانعت تکرار نماز جنازہ میں تائید مذہب حنفیت کریں یا مسلک طریدہ مجتہد جدید کا ابطال کلی خواہ ابطال کلیت۔ **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ اولًا نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میّت کی شفاعت ہے کما قدمنا علی الحدیث۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے۔ مگر اوس کے اذن سے اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے اور صورت مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذن الٰہی بارگاہ عزت میں شفاعت پر جرأت وبیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا سے حصہ لیا دیا۔ وہذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذہب تادیۃ صریحۃ ونفی قول کل من خالف فعلیک بتطلیب الصریحۃ **ثانیًا** مسند امام احمد وسنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتصلوا صلاۃ فی یوم مرتین کوئی نماز ایک دن میں دوبارہ نہ پڑھو۔ نیز حدیث میں ہے لایصلی بعد صلاۃ مثلہا کسی نماز کے بعد اوسکے مثل نہ پڑھی جائے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ عن امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ من قولہ وظاہر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الامام ابن الہمام ومحمد اعلم بذلک منا **اقول** یہ حدیثین بھی نفی تکرار پر صریح دال ہیں۔ حدیث ثانی تو عام مطلق ہے اور اول میں فی یوم کی قید اس نظر سے کہ مثلًا ظہر کی نماز ون کی تکرار سے تو آپ ہی مکرر ہوگی۔ کل کی ظہر اور آج کی اور کہ اون کا سبب وقت ہے جب وقت دوبارہ آیا دوبارہ آئی۔ مگر ایک ہی سبب یعنی ایک ہی وقت میں مکرر نہ ہوگی، نماز جنازہ کا سبب

مسلم میّت ہے۔ جب میت مکرر ہو نماز متکرر ہوگی مگر ایک ہی میّت پر مکرر نہیں ہوسکتی۔ **ثالثًا** ابوبکر بن ابی شیبہ اُستاد امام بخاری و مسلم نے روایت کی عن صالح مولی التوأمة عن عمن ادرك ابابکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انھم کانوا اذا تضایق بھم المصلّی انصرفوا ولم یصلوا علی الجنازة فی المسجد یعنی ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نماز جنازہ میں مصلی تنگی کرتا کہ اوس میں گنجائش نہ پاتے واپس جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے **اقول** نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں، صدیق و فاروق وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر مخفی نہ تھے۔ نہ اون سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کیلئے تشریف بھی لائیں اور پھر با وصف قدرت اوسے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو تنگی مصلی کیا حرج کرتی۔ اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی۔ جب پہلے لوگ پڑھ چکے اوسکے بعد دوسری جماعت فرمالیتے **رابعًا** عن عبد اللہ بن سلام لما فاتتہ الصلٰوة علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان سبقت بالصلٰوة فلم اسبق بالدعاء لہ یعنی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازۂ مبارک پر نماز میرے آنے سے پہلے ہوچکی تو کہا کہ دعا کی بندش تو نہیں، میں اون کیلئے دعا کروں گا ذکرہ السیّد الازہری فی فتح اللہ المعین وقد کان ھذا الحدیث فی ذکری والاستناد بہ فی خاطری حتی رأیت الازہری تمسك بہ فاسندتہ الیہ ولم یحضرنی الاٰن من غیرہ **خامسًا**۔ شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں در بعض روایات آمدہ کہ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر اصحاب کہ بخانہ علی مرتضٰے بجہت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا ما را خبر نہ کردی تا شرف نماز و حضوری دریافتیم۔ علی مرتضٰے گفت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وصیت کردہ بود کہ چون از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازہ من نیفتد پس بموجب وصیت وے عمل کردم۔ این ست روایت مشہور۔ **اقول** ان روایات سے بھی روشن کہ صدیق و فاروق و عبد اللہ بن سلام و دیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم دوبارہ نماز جنازہ ناجائز جانتے ورنہ فوت ہونا کیا معنی اور شکایت و افسوس کا کیا محل **سادسًا** ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف اور امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا اور ابن عدی کامل میں بروایت ابن عباس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا راوی وھذا حدیث الطحاوی بطریق عمر بن ایوب الموصلی عن المغیرة بن زیاد عن عطاء عن بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی الرجل تفجؤہ الجنازة وھو علی غیر وضوء قال یتیمم ویصلی علیہا یعنی جس شخص کے پاس ناگاہ جنازہ آجائے اور اوسے وضو نہ ہو وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے ابن ابی شیبہ کی روایت یہ ہے حدثنا عمر بن ایوب الموصلی عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم وصل جب تجھے نماز جنازہ کے فوت کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں تو تیمم کرکے پڑھ لے۔ ابن عدی کی حدیث یوں ہے عن معاذ بن عمران عن مغیرة بن زیاد عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اذا فجئتك الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب ناگہانی تیرے سامنے جنازہ آجائے اور تجھے وضو نہ ہو تو تیمم کرلے قال ابن عدی ھذا مرفوعا غیر محفوظ والحدیث موقوف علی ابن عباس۔ دارقطنی و بیہقی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انہ اتی بجنازة وھو علی غیر وضوء فتیمم وصلی علیھا یعنی اون کے پاس ایک جنازہ آیا اُسوقت وضو نہ تھا۔ تیمم کرکے نماز میں شریک ہوگئے۔ اُسی کے مثل ابن ابی شیبہ و امام طحاوی نے باسانید کثیرہ امام حسن بصری و امام ابراہیم نخعی و ابوبکر نے عکرمہ تلمیذ ابن عباس اور طحاوی نے

عطاء بن ابی رباح و عامر و ابن شہاب زہری و حکم سات ائمہ تابعین سے روایت کیا اگر نماز جنازہ کی تکرار روا ہوتی تو فوت کے کیا معنی تھے؟ اور اوسکے لیے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم کیونکر جائز ہوتا۔ حالانکہ رب جل وعلا فرماتا ہے فلم تجدوا ماء اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یقبل اللہ صلاۃ احدکم اذا احدث حتی یتوضأ اخرجہ الشیخان وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تقبل صلاۃ بغیر طہور ولا صدقۃ من غلول اخرجہ عنہ مسلم والترمذی وابن ماجۃ۔ نماز جنازہ میں تعجیل شرعاً نہایت درجہ مطلوب۔ صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اسرعوا بالجنازۃ جنازہ میں جلدی کرو۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و ابن حبان وغیرہم امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث لا تؤخروھن الصلاۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفؤا۔ تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اوسکا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو اور زن بے شوہر جب اوس کا کفو ملے۔ سنن ابی داؤد میں حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا عجلوا فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہری اہلہ جلدی کرو کہ مسلمان کے مردے کو روکنا نہ چاہیے۔ طبرانی بسند حسن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سُنا اذا مات احدکم فلا تحبسوہ و اسرعوا بہ الی قبرہ جب تم میں کوئی مرے تو اوسے نہ روکو اور جلد دفن کو لیجاؤ۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں۔ اگر روز جمعہ پیش از جمعہ جنازہ طیار ہو گیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ کریں پہلے ہی دفن کر دیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے کہ آجکل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے۔ جنھیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روک رکھتے ہیں۔ اور نرے جُہّال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں۔ کوئی کہتا ہے میّت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہوجائے کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میّت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل و خلاف مقصد شرع ہیں درمختار میں ہے یسرع فی جنازتہ تنویر الابصار میں ہے۔ وکرہ تاخیر صلاتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ نیز جنازے پر تکثیر جماعت شرعاً بہت محبوب کہ اوس میں میت کی اعانت جسیم اور اوسکے لئے عفو سیئات و رفع درجات کی اُمید عظیم ہے۔ چالیس نمازیوں اور سو نمازیوں کی تین حدیثیں اوپر گزریں اور احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ وحضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من مومن یموت فیصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون ان یکونوا ثلثۃ صفوف الا غفر لہ جس مسلمان کے جنازے پر مسلمانوں کا ایک گروہ کہ تین صف کے مقدار کو پہونچتا ہو نماز پڑھے اوسکی مغفرت ہوجائے۔ ترمذی کی روایت میں ہے من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب جس پر تین صفیں نماز پڑھیں اوسکے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی علیہ مائۃ من المسلمین غفر لہ جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں بخشا جائے۔ نسائی ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من میت یصلے علیہ امۃ من الناس الا شفعوا فیہ جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے اون کی شفاعت اوسکے حق میں قبول ہو۔ راوی حدیث ابو الملیح نے کہا گروہ چالیس آدمی ہیں۔ طبرانی معجم کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما من رجل یصلے علیہ مائۃ الا غفر اللہ لہ

جس مسلمان پر سو آدمی نماز پڑھیں اللہ عزوجل اوسکی مغفرت فرماوے ولہذا شریعت مطہرہ نے صرف فرضیت کفایہ پر اکتفانہ فرمایا۔ بلکہ نماز جنازہ میں نمازیوں کیلئے عظیم و اعظم افضال الٰہیہ کے وعدے دیے کہ لوگ اگر نفع میت کے خیال سے جمع نہ ہونگے اپنے فائدے کیلئے دوڑیں گے۔ اس بارے میں چھ میں چھ حدیثیں اوپر گزریں اور صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من شھد الجنازۃ حتی یصلے علیہا فلہ قیراط ومن شھدھا حتی تدفن فلہ قیراطان قیل وما قیراطان قال مثل الجبلین العظیمین و للمسلم اصغرھما مثل احد جو نماز ہونے تک جنازہ میں حاضر رہے اوسکے لیے ایک دانگ ثواب ہے اور دفن تک حاضر رہے تو دو دانگ جیسے بڑے دو پہاڑ۔ اون میں کا چھوٹا کوہ اُحد کے برابر اسیکے مثل مسلم وابن ماجہ نے حضرت ثوبان اور امام احمد[۹] نے بسند صحیح قیراط نماز کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت کی اور طبرانی[۱۱] معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اتبع جنازۃ حتی یقضی دفنہا کتبت لہ ثلثۃ قراریط القیراط منہا اعظم من جبل احد جو کسی جنازہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ دفن ہوچکے اوسکے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے۔ ہر قیراط کوہ احد سے بڑا۔ بزار[۱۱] کی یہاں حدیث موقوف ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہے۔ جو کسی جنازہ میں اہل جنازہ کے پاس تک جائے اوسکے لیے ایک قیراط ہے۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ تک چلے تو ایک قیراط اور ملے اور نماز پر تیسرا اور دفن پر انتظار تک چوتھا قیراط پائے۔ ابن ماجہ[۱۲] امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی من غسل میتا وکفنہ وحنطہ وحملہ وصلے علیہ ولم یفش علیہ ما رای خرج من خطیئتہ مثل ما ولدتہ امہ جو کسی میّت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے۔ جنازہ اُٹھائے نماز پڑھے اور جو ناقص بات نظر آئے اوسے چھپائے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب اگر نماز جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف وکسل کی گھاٹی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے اگر ایک نماز ہوچکی ہم دوبارہ پڑھ لیں گے اس تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجیے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف لاجرم مصلحت شرعیہ اسی کی مقتضی ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں، جب لوگ جانیں گے کہ اگر نماز ہوچکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ تو خواہی نخواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے۔ اور میّت کے فائدے اور اپنے بھلے کیلیے جلد جمع ہوجائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن وجوہ رنگ ظہور پائیں گے۔

الحمدللہ! یہ ایک ادنیٰ شمہ ہے اوس الٰہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلیٰ عظیم بشارت والا اوس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوکان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولاد فارس سے کچھ لوگ اوسے وہاں سے بھی لے آتے۔ رواہ الامام احمد فی المسند وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعنی امام الائمۃ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کی رائے منیر و نظر بے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط وجامع اور مومنین کیلیے اون کی حیات وموت میں خیر محض ونافع فجزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین کل خیر وقاہ وتابعیہ بحسن الاعتقاد کل ضر وضیر امین یا ارحم الراحمین والحمدللہ رب العلمین وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحابتہ ومجتہدی ملتہ اجمعین آمین۔ الحمدللہ کہ یہ مجمل ومختصر عجالہ سلخ رجب کو

غرہ سمائے تام ہوا۔ اور بلحاظ تاریخ النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۶: ازمرادآباد محلہ گل شہید مرسلہ مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایہا العلماء الراسخون والفقہاء الماھرون فی ان ولی المیت صلی علیہ اوغیرہ باذنہ صلاۃ الجنازۃ اول وقت العصر قبل ان یصلی العصر ھل تجوز صلاۃ الجنازۃ قبل صلاۃ العصر ام لا وان تجز فمن اعادھا بعد صلاۃ العصر باعتقاد انہا لاتجوز قبلہا ھل یکون مبتدعا شرعا اولا بینوہ بیانا شافیا توجروا عند اللہ اجرا وافیا۔

الجواب

صلاۃ الجنازۃ مشروعۃ فی کل وقت حتی فی الاوقات الثلثۃ ان حضرت فیہا فی الدرالمختار ینعقد نفل بشروع فیہا بکراھۃ التحریم لاینعقد الفرض وماھو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلاۃ جنازۃ تلیت الایۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلایتادی ناقصا فلووجبتا فیہا لم یکرہ فعلہما ای تحریما وفی التحفۃ الافضل ان لاتؤخر الجنازۃ اھ فی ردالمحتار ومافی التحفۃ اقرہ فی البحر والنہر والفتح والمعراج لحدیث ثلث لایؤخرون منہا الجنازۃ اذاحضرت اھ واعتقاد انہا لاتجوز قبل صلاۃ العصر جہل فاضح اوزیغ واضح وافتراء بلا امتراء علی الشریعۃ الغراء نعم ان ضاق الوقت یجب تقدیم العصر لکن ان قدمت صحت واذا صلاھا الولی اوغیرہ باذنہ فلاتجوز اعادتہا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بمالا مزید علیہ فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز فی السراج الوھاج والبحرالرائق وردالمحتار وجامع الرموز والجوھرۃ النیرۃ والہندیۃ ومجمع الانہر وغیرہا ان صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ اھ وفی الدرالمختار ومن لیس لہ حق التقدم وتابعہ الولی لایعید اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالبعلم موضع فرید پور میں مولوی یٰسین کا شاگرد وہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور قبر پر اذان دینا بھی جائز نہیں ہے۔ اور فاتحہ وغیرہ اور گیارھویں شریف کی نیاز کرنا جائز نہیں ہے اور یہاں پر سب گاؤں کے مسلمانوں کو گمراہ کیے دیتا ہے۔ لہٰذا یہ باتیں تحریر کردیں کہ جائز ہیں ہے یا نہیں بموجب شرع شریف کے جواب سے مشرف فرمائیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس شخص کے یہ مسئلے محض غلط اور بے سند ہیں۔ جنازے کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے الا ما استثناہ العلماء ولیس ھذا منہم قبر پر اذان دینا جائز ہے کما ھو مبین فی ایذان الاجر فی اذان القبر اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کی نیاز وایصال ثواب اہلسنت کے نزدیک جائز وبہتر ہے۔ کما فی الہدایۃ وفتح القدیر والدرالمختار وردالمحتار وغیرہا ان چیزوں کو جو شخص ناجائز کہے اوس سے ایک ہی بات دریافت کرنا کافی ہے وہ یہ کہ تو جو ناجائز کہتا ہے آیا اللہ ورسول نے انھیں ناجائز کہا ہے یا تو اپنی طرف سے کہتا ہے اگر اللہ ورسول نے ناجائز کہا ہے تو دکھا کونسی آیت یا

حدیث میں ہے کہ اذان جو مسلمان کی قبر پر دفع شیطان و دفع وحشت و حصول اطمینان و نزول برکت کیلیے کہی جائے وہ ناجائز ہے اور فاتحہ اور گیارھویں شریف کہ بغرض ایصال ثواب کی جائے ناجائز ہے۔ اور اگر اللہ و رسول نے ناجائز نہ کہا تو خود اپنی طرف سے کہتا ہے تو تیرا قول تیرے منہ پر مردود ہے۔ بغیر خدا اور رسول کے منع فرمائے ہوئے کوئی چیز ناجائز نہیں ہوسکتی۔ ہمیں قرآن و حدیث نے یہ قاعدۂ کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ و رسول جس بات کا حکم دیں وہ واجب ہے جس سے منع فرمائیں وہ ناجائز ہے۔ اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمائیں وہ معافی میں ہے وہ اگر واجب نہیں تو ناجائز بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸: از لکھیم پور کھیری مکان حافظ محمد حسین سوداگر۔ مرسلہ حکیم محمد تفضل حسین صاحب۔ ماہ جمادی الاولی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنا اہلسنت و جماعت کیلیے جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر کسی قوم سنت وجماعت نے نماز کسی شیعہ کے جنازہ کی پڑھی تو اون لوگوں کے لیے شرع میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر رافضی ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن عظیم میں کچھ سورتیں یا آیتیں یا کوئی حرف صرف امیر المومنین عثمٰن ذی النورین غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ یا اور صحابہ خواہ کسی شخص کا گھٹایا ہوا مانتا ہے یا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم میں کسی سے افضل جانتا ہے۔ اور آجکل یہاں کے رافضی تبرائی عموماً ایسے ہی ہیں اون میں شاید ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے جو ان عقائد کفریہ کا معتقد نہ ہو جب تو وہ کافر مرتد ہے اور اوس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہ شدید ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون۔ کبھی نماز نہ پڑھ اون کے کسی مُردے پر نہ اوسکی قبر پر کھڑا ہو اونہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔ اور اگر ضروریات دین کا منکر نہیں مگر تبرائی ہے تو جمہور ائمہ کرام و فقہائے عظام کے نزدیک اوسکا بھی وہی حکم ہے۔ کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وتنویر الابصار والدر المختار والھدایۃ وعامۃ الاسفار اور اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اوس کے جنازے کی نماز بھی نہ چاہیے۔ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا ان ماتوا فلا تشھدوھم وہ مریں تو اون کے جنازہ پر نہ جائیں ولا تصلوا علیھم اون کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہیے۔ اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مردہ رافضی منکر بعض ضروریات دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اوس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اوسکے جنازے کی نماز پڑھی۔ اوس کے لیے استغفار کی جب تو اوس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے ازسرنو نکاح کرنا چاہیے۔ فی الحلیۃ نقلا عن القرافی واقرہ الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ۔

مسئلہ ۳۹: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم صاحب۔ یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ۔

بے نمازی کی نماز جنازہ چاہیے یا نہیں۔ اگر چاہیے تو کیا دلیل۔ جواب بالتفصیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ ترک نماز سخت کبیرہ اشد کفران نعمت ہے۔ مگر کفر و ارتداد نہیں۔ جبکہ انکار فرضیت یا استخفاف و اہانت نہ کرے اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں گے سب گنہگار رہیں گے۔ نماز پنجگانہ اوس پر فرض تھی۔ اوس نے چھوڑی۔ نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں

اوس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی عزوجل کا تھا، ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشد الاحتیاج کا بھی حق العبد یہ محض نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔ علمائے کرام نے فرضیت نماز جنازہ سے صرف چند شخصوں کو استثناء فرمایا۔ باغی اور آپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں۔ اور اون کے تماشائی اور ڈاکو۔ اور وہ کہ لوگوں کو گلا دبا کر، پھانسی دے کر مار ڈالا کرتا ہو۔ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے۔ تو اوسکی نماز جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے فی الدر المختار ھی فرض علی کل مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب واھل عصبۃ ومکابر فی مصر لیلا وخناق وقاتل احد ابویہ اھ ملخصا وفی رد المحتار فی شرح درر البحار فی النوازل جعل مشائخنا المقتولین فی العصبیۃ فی حکم اھل البغی وکذا الواقفون الناظرون الیھما ان اصابھم حجر او غیرہ وماتوا فی تلک الحالۃ ولو ماتوا بعد تفرقھم یصلی علیھم اھ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴: از شہر چاٹگام موضع چرباکلیہ مکان روشن علی ستری۔ مرسلہ منشی محمد اسمٰعیل۔ ۱۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کے مرتبہ پڑھی گئی اور اوّل کس شخص نے پڑھائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ وبارک وسلم۔ سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا۔ یونہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جنازۂ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف نہ ہوئی بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر آتے اور صلاۃ وسلام عرض کرتے۔ بعض احادیث بھی اسکی موید ہیں کما بیناھا فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اسی کی تصحیح فرمائی کما فی شرح الموطا للزرقانی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تسکین فتن وانتظام اُمت میں مشغول، جبتک اون کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے۔ جب بیعت ہولی۔ ولی شرعی صدیق ہوئے اونھوں نے جنازۂ مقدس پر نماز پڑھی۔ پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلاۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ ان تمام مطالب کی تفصیل قلیل فقیر کے رسالۂ مذکورہ میں ہے۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے ان ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور وتسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ وکان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلے علیہ ثم لم یصل علیہ بعدہ علیہ۔ بزار وحاکم وابن منیع وبیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی وکفنتمونی فصلوا علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علیّ جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا بعد فوج فصلوا علیّ وسلموا تسلیما اھ جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ آدم پور گھوڑمرا۔ مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب امام مسجد ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ خدیجہ بی بی زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب رحلت نمود۔ درحق صلاۃ جنازہ ولی زن شوہرش باشد یا پدرش وبرادران وعمام او مگر پدر وغیرہ اقارب مذکورین جاہلان بے علم اند۔ بخلاف شوہر، نیز از جانب شوہر عم او حافظ عبدالحمید امام الحی موجود ست۔ پس ولایت نماز درصورت مذکورہ ازینہاں کراست مخفی مباد کہ از دو سال علمائے سلہٹ دریں مسئلہ باہم اختلافہا دارند امید کہ رفع شک فرمایند بینوا توجروا۔

الجواب

در ولایت نماز جنازہ شوہر از ہمہ اقارب موخرست ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت وقرابت اقرب فالاقرب را رسد اگر ازینہاں ہیچکس نباشد آنگاہ شوہر مقدم بود۔ وجہل آناں مانع حق آناں نیست۔ ایشاں را رواست کہ ہرکرا خواہند بامامت امر کنند۔ ماموز ایشاں ہمچو ایشاں مقدم برزوج بود کہ متاخر را اگرچہ خود عصبہ باشد با ماموز متقدم حق منازعت نیست گو اجنبی باشد وآں کہ امام الحی را استحباباً تقدیم دادہ اند بحکم تعلیل ونظر بزمان خاص در جنازہ مردان ست، زناں را با مسجد وامام چہ کار کہ ایشاں نہ حاضر جماعت می شوند نہ شرعاً اجازتش دادند پس درصورت مستفسرہ ولایت نماز پدر خدیجہ را بود آرے اگر خدیجہ از مولوی عبدالحکیم پسرے عاقل بالغ داشتے حق تقدم مر او را بودے کہ پسر بر پدر در عصوبت مرجح است وآں پسر را شرع فرمودی کہ پدر خود مولوی عبدالحکیم را تقدیم دہ وبپاس ادب پیش او پا منہ بایں صورت مولوی عبدالحکیم را تقدم بودے فی الدر المختار (یقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر) اونائبہ وھو امیر المصر (ثم القاضی) ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی (ثم امام الحی) فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولٰی (ثم الولی) بترتیب عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاھلا فالابن اولٰی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران (ولہ) ای للولی ومثلہ کل من یقدم علیہ (الاذن لغیرہ فیہا) لانہ حقہ فیملک ابطالہ (الا) انہ (ان کان ھناک من یساویہ فلہ) ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا (المنع) لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اھ باختصار وفی ردالمحتار قولہ (ثم امام الحی) وانما کان اولٰی لان المیت رضی بالصلاۃ خلفہ فی حال حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ۔ قال فی شرح المنیۃ فعلی ھذا لو علم انہ کان غیر راض بہ حال حیاتہ ینبغی ان لایستحب تقدیمہ اھ قلت ھذا مسلم ان کان عدم رضاہ بہ لوجہ صحیح والا فلا تامل اھ ما فی ردالمحتار ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما نصہ اقول سیاتی بعد اسطر ان الحق انما ھو للولی وانما یستحب تقدیم امام الحی لاجل التعلیل المذکور فاذا فاتت العلۃ فلیفت المعلول ولادخل فی ذلک لکون عدم رضاہ بوجہ صحیح فلیتامل ثم قال فی ردالمحتار واما امام یصلی الجنازۃ الذی شرطہ الواقف وجعل لہ معلوما من وقفہ فھل یقدم علی الولی کامام الحی ام لا للقطع بان علۃ الرضا بالصلاۃ خلفہ فی حیاتہ خاصۃ بامام المحلۃ واستظھر المقدسی انہ کالاجنبی مطلقا لانہ انما یجعل للغرباء ومن لاولی لہ اقول وھذا اولٰی لما یاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ وامام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا والفرق بینہ وبین الامام الراتب ظاھر لانہ لم یردہ للصلاۃ خلفہ فی حیاتہ بخلاف الراتب قال فی شرح المنیۃ الاصل ان الحق فی الصلاۃ للولی ولذا قدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف وروایۃ عن ابی حنیفۃ لان ھذا حکم یتعلق بالولایۃ کالانکاح

الا ان الاستحسان وھو ظاھر الروایۃ تقدیم السلطان ونحوہ لما مرمن الوجہ قولہ (بترتیب عصوبۃ الانکاح) فلاولایۃ للنساء ولا للزوج الا انہ احق من الاجنبی قلت والظاھر ان ذوی الارحام داخلون فی الولایۃ والتقیید بالعصوبۃ لاخراج النساء فقط فھم اولی من الاجنبی وھو ظاھر یؤیدہ تعبیر الھدایۃ بولایۃ النکاح قولہ (فیقدم علی الابن اتفاقا) ھو الاصح وقیل ھذا قول محمد وعندھما الابن اولی قال فی الفتح انما قدمنا الاسن بحدیث القسامۃ لیتکلم اکبرھما وھذا یفید ان الحق للابن عندھما الا ان السنۃ ان یقدم اباہ ویدل علیہ قولھم سائر القرابات اولی من الزوج ان لم یکن لہ منھا ابن فان کان فالزوج اولی منھم لان الحق للابن وھو یقدم اباہ ولایبعد ان یقال ان تقدیمہ علی نفسہ واجب بالسنۃ اھ وفی البدائع للابن فی حکم الولایۃ ان یقدم غیرہ لان الولایۃ لہ وانما منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم قولہ (الا ان یکون الخ) قال فی البحر ولو کان الاب جاھلا والابن عالما ینبغی ان یقدم الابن الا ان یقال ان صفۃ العلم لاتوجب التقدیم فی صلاۃ الجنازۃ لعدم احتیاجھا لہ واعترضہ فی النھر بما مر من ان امام الحی انما یقدم علی الولی اذا کان افضل قال نعم علل القدوری کراھۃ تقدم الابن علی ابیہ بان فیہ استخفافا بہ وھذا یقتضی وجوب تقدیمہ مطلقا اھ قلت وھذا مؤید لما مر عن الفتح اھ ما فی ردالمحتار ملخصا ملتقطا وفی الخانیۃ ثم الھندیۃ من الصلاۃ رجل بنی مسجدا وجعلہ للہ تعالی فھو احق الناس بمرمتہ وعمارتہ والاذان والاقامۃ والامامۃ ان کان اھلا لذلک فان لم یکن فالرأی فی ذلک الیہ اھ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: مرسلہ عبدالغفار بن عثمان سرش والہ مقام احمد آباد گجرات محلہ کالوپور خشکلا کی پول۔

جامع علوم مولٰنا مولوی احمد رضا خانصاحب۔ بعد از سلام نیاز آنکہ یہاں میرے اور ایک شخص کے تقریر ہوئی کہ مقولہ میرا یہ ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبرٰے کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی۔ اگر پڑھی گئی ہے تو پیش امام کون تھا۔ بنظر عنایت جواب باصواب مع حوالہ کتب معتبرہ ارقام فرمادیں کہ یہاں کے علمائوں سے تشفی نہیں ہوئی۔

الجواب

فی الواقع کتب سیر میں علماء نے یہی لکھا ہے کہ ام المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جنازہ مبارکہ کی نماز نہ ہوئی کہ اُس وقت تک یہ نماز ہوئی ہی نہ تھی۔ اسکے بعد اسکا حکم ہوا ہے۔ زرقانی علی المواہب میں ہے فی رمضان بعد البعث بعشر سنین ماتت الصدیقۃ الطاھرۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ودفنت بالحجون ونزل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرتھا ولم یکن یومئذ الصلاۃ علی الجنازۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳: از شن برج وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ پنجاب مرسلہ محمد خلیل اللہ صاحب پنشنر رسالدار ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت میں کہ ایک شخص جو شیعہ اثنا عشری مذہب رکھتا ہے اور کلمۂ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ علی خلیفۃ بلافصل وغیرہ اعتقادات مذہب شیعہ کا معتقد ہے، فوت ہوا ہے۔ اوس کا جنازہ ہمارے امام حنفی المذہب جامع مسجد نے پڑھایا اور اُس کو غسل دیا نیز

اس کے ختم میں شامل ہوا شیعہ جماعت نے امام مذکور کے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد دوبارہ شیعہ امام سے متوفی مذکور کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیا امام مذکور حنفی المذہب کا یہ فعل ائمہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔ اگر ناجائز ہے تو کیا امام صاحب مذکور کا یہ فعل شرعاً قابل تعزیر ہے۔ اور کیا تعزیر ہونی چاہیے؟

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ اوس نے حکم قرآن عظیم کا خلاف کیا۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا۔ تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے۔ اوسکی سزا حاکم اسلام کی رائے پر ہے۔ وہ چاہتا تو کچھ کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کرسکتا تھا۔ کہ اوسنے مذہب کی توہین کی۔ اوس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اوسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ یہ سب اوس صورت میں ہے کہ اوس نے کسی دنیوی طمع سے ایسا کیا ہو۔ اور اگر دینی طور پر اوسے کار ثواب اور رافضی تبرائی کو مستحق غسل ونماز جان کر یہ حرکات مردودہ کیں تو وہ مسلمان ہی نہ رہا۔ اگر عورت رکھتا ہو اوسکے نکاح سے نکل گئی کہ آجکل رافضی تبرائی عموماً مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ اور بحکم فقہائے کرام تو نفس تبرا کفر ہے کما فی الخلاصۃ وفتح القدیر وغیرھا کتب کثیرہ اور کافر کے لیے دعائے مغفرت ہی کفر ہے نہ کہ نماز جنازہ کما فی الاعلام وغیرہ وبیناہ فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴: از فیروز آباد ضلع آگرہ محلہ کوٹلہ مرسلہ مسکین تاج محمد۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) رمضان المبارک کے الوداعی جمعہ کو جامع مسجد سلمانوں کا جنازہ آیا۔ نمازیوں کی بہت زیادہ کثرت تھی نماز جنازہ اگر بیرون مسجد پڑھائی جاوے گی تو نہ صفیں سیدھی ہونگی بسبب قبروں اور درختوں کے اور نہ نمازی آسکیں بسبب زیادتی کے۔ اور دھوپ تکلیف دہ تھی روزہ داروں کو۔ اس صورۃ مذکورہ عذرات کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز جنازہ فرش مسجد پر پڑھائی جاوے یا نہیں۔ اور ثواب ہوگا یا نہیں (۲) اوس شخص کے واسطے کیا حکم ہے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام سلمانوں کے عذرات مذکورہ بالا صحیح ہیں۔ اور اندرون مسجد جنازہ آگیا ہے اور نماز جمعہ بھی ہوچکی ہے۔ مگر وہ جنازہ کو مسجد سے باہر کرتا ہے اور باہر کر کے نماز جنازہ پڑھتا ہے اور جائے کی تنگی اور صفوں کی شکستگی اور روزہ داروں کے دھوپ میں کھڑے ہونے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازیوں کی خواہش شرکت نماز جنازہ کو فوت کرے کیا حکم ہے (۳) اگر کوئی عذر نہ ہو اور اتفاقیہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیجاوے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ثواب ہوگا یا نہیں (۴) اگر بعد نماز جمعہ نماز جنازہ پڑھ لی جاوے تو اولے ہے یا سنّت وغیرہ پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا اولے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جنازہ مسجد میں رکھ کر اوس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھی فیہ واختلف فی الخارجۃ والمختار الکراھۃ۔ نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہوجانے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ اوس کے لیے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں۔ رہی نماز وہ ادا ہوجائے گی فرض اوتر جائے گا۔ اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل

کے ہاتھ جیسے کوئی مغصوب زمین میں نماز پنجگانہ پڑھے۔ (۲) اوس نے مذہب پر عمل کیا۔ جو بات مذہب میں منع تھی اوس سے روکا۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جو مسلمان تنگی جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے اونھیں ان شاء اللہ العزیز لینے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا نماز ہو چکی۔ اوسکے لیے ثواب لکھ گیا۔ قال اللہ تعالیٰ فقد وقع اجرہ علی اللہ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما لکل امرء ما نوی (۳) نماز ہو جائیگی اور اب مخالفت کا گناہ اور زیادہ کہ محض بلا وجہ ہے اور ثواب کا جواب اوپر گزرا (۴) سنت سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھیں۔ نوافل و وظائف قطعاً بعد کو رکھیں۔ درمختار میں ہے فی البحر قبیل الاذان عن الکافی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ ہاں اگر جنازہ کی حالت ایسی ہو کہ دیر میں متغیر ہو جائے گا تو پہلے جنازہ پڑھیں پھر سنت وغیرہ۔ اشباہ میں ہے اجتمعت جنازۃ وسنۃ قدمت الجنازۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ[۴۵]: از بلند شہر بالا سے کوٹ محلہ قاضی واڑہ۔ مرسلہ محمد عبد السلام صاحب۔ ۳۰ رمضان ۱۳۲۷ھ

حوض مسجد کے اندر ہے اور اوس کے چاروں طرف فرش ہے اور اوس کی پٹری پر چارپائی رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ آیا یہ نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول راجح تر یہ ہے کہ نماز مذکور مکروہ ہے۔ اور ایسا کرنا منع ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرھت تحریما فی مسجد جماعۃ ھو ای المیت فیہ واختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراھۃ مطلقا خلاصۃ الخ اور دوسرے قول پر صورت مذکورہ میں یہ حرج تو نہیں اسلئے کہ میت بیرون مسجد ہے فلا کراھۃ فی الصلاۃ قال فی الغنیۃ ھو المختار وذکر علیہ العمل مگر جب کہ فرش مسجد چاروں طرف محیط ہے تو اوس پٹری تک جنازے کا لیجانا مسجد کے اندر ہی سے ہوگا اور یہ باتفاق حنفیہ مکروہ ہے یہ سب اوس وقت ہے کہ وسط مسجد میں حوض خود بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا ہو۔ ورنہ اگر مسجد مسجد ہو چکی اوس کے بعد وسط میں یہ حوض بنوایا اگرچہ بانی نے بنایا ہو تو اوس کا بنانا حرام اور اوس سے وضو کرنا حرام اور نماز جنازہ بالاتفاق مکروہ ہے وتحقیقہ فی ما علقنا علی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ "الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب"

مسئلہ[۴۶]: از معسکر بنگلور جامع۔ مرسلہ مولوی عبد الرحیم صاحب مدراسی۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالیٰ کہ حنفی[۱] مذہب میں نماز جنازہ مع اولیائے میت پڑھ لیے ہوں۔ پھر دوبارہ پڑھنا۔ اور[۲] نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور[۳] اگر امام شافعی مذہب ہو تو اوسکے اقتدا سے ہم حنفیوں کو یہ دونوں امر جائز ہو جائیں گے یا نہیں۔ یہ حیلہ ہمارے مذہب میں کچھ اصل رکھتا ہے یا نہیں۔ ہمارے بلاد دکن اضلاع بنگلور و مدراس میں ان مسئلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اُمید کہ عبارات عام فہم ہونگی کہ بکار آمد ہو

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لایشفع عندہ الا باذنہ والصلٰوۃ والسلام علی من امر بالوقوف عند حدود دینہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ قدر کمالہ وحسنہ اٰمین۔

جواب سوال اوّل: مذہب مہذب حنفی میں جب کہ ولی[1] نماز جنازہ پڑھ چکا یا اوس کے اذن سے ایک بار نماز ہوچکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہوگیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں۔ نہ اون کو جو پڑھ چکے نہ اون کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے جو اس کا خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ النہی الحاجز عن تکرار صلٰوۃ الجنائز میں بفضلہ بروجہ اتم ہوچکی ہے۔ یہاں صرف نصوص وعبارات ائمہ وعلمائے حنفیہ خصہم اللہ تعالٰی بالطاف الخفیہ ذکر کریں اور ازانجا کہ یہ تحریر فائدہ جدیدہ سے خالی نہ ہو ان میں جدّت وزیادت کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق۔ یہاں کلام بنظر انتظام مرام[2] چند انواع پر خواہان اقسام۔

نوع اوّل۔ نماز جنازہ دوبارہ روا نہیں (۱) درمختار میں ہے تکرارھا غیر مشروع نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں (۲) غنیہ شرح منیہ میں ہے تکرار الصلٰوۃ علی میتۃ واحد غیر مشروع ایک میّت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے (۳) امام اجل مفتی الجن والانس سیدی نجم الدین عمر نسفی استاذ امام اجل صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں باب فتاوی الشافعی وحدہ ؛ وما بہ قال وقلنا ضدّہ ؛ وجائز فی فعلہا التکرار ؛ وفی القبور[3] یدخل الاوتار ؛ یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف امام شافعی کا قول ہے۔ ہمارے نزدیک جائز نہیں (۴) ایضاح امام ابوالفضل کرمانی (۵) فتاوٰی عالمگیریہ (۶) جامع الرموز میں ہے لایصلّی علی میت الامرۃ واحدۃ کسی میّت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے (۷) علّامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں سقوط فرضہا بواحد فلو اعادوا تکررت ولم تشرع مکررۃ نماز جنازہ کا فرض ایک کے پڑھنے سے ساقط ہوجاتا ہے اب اگر پڑھیں تو مکرر ہوجائے گی اور وہ مکرر مشروع نہیں۔ بحرالرائق وشامل بیہقی وغیرہما کی عبارات نوع سوم میں آتی ہیں اور حلیہ کی چہارم اور عنایہ کی دہم میں (۸) مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی (۹) نہایہ شرح ہدایہ (۱۰) منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے لاتعاد الصلٰوۃ علی المیت الا ان یکون الولی ھو الذی حضر فان الحق لہ ولیس لغیرہ ولایۃ اسقاط حقہ کسی میّت پر دو دفعہ نماز نہ ہو ہاں اگر ولی آئے تو حق اوسکا ہے اور دوسرا اسکا حق ساقط نہیں کرسکتا۔ **نوع دوّم** دوبارہ پڑھیں تو نفل ہوگی اور یہ نماز بطور نفل جائز نہیں (۱۱) ہدایہ (۱۲) کافی شرح وافی للامام الاجل ابی البرکات النسفی (۱۳) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی (۱۴) جوہرہ نیرہ شرح مختصر القدوری (۱۵) دُرر شرح غرر (۱۶) بحرالرائق شرح الکنز للعلامۃ زین (۱۷) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر (۱۸) مستخلص الحقائق شرح کنز (۱۹) کبیری علی المنیہ میں ہے الفرض یتادی بالاول والتنفل بہا غیر مشروع (زاد فی التبیین) ولھذا لایصلی

---

[1] المراد بالولی ھٰھنا ھو الاحق وبغیرہ من لیس لہ الحق فاحفظ وسیاتی التفصیل ۱۲ منہ [2] ہر نوع بعون اللہ تعالٰی نفیس وجلیل مسائل پر مشتمل ہوگی کہ اس باب میں جنکی حاجت واقع ہوتی اور محل خلاف میں قول ارجح کیطرف بھی اجمالی اشارہ ہوگا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ [3] لایدخل القبر عندہ موضع المیت الا الوتر وعندنا الوتر والشفع سواء ۱۲ منہ

علیہ من صلی علیہ حرۃ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہوجاتا ہے اور یہ نماز نفل طور پر جائز نہیں اس لیے جو ایک بار پڑھ چکا دوبارہ نہ پڑھے۔ کافی کے الفاظ یہ ہیں حق المیت یتادی بالفریق الاول وسقط الفرض بالصلاۃ الاولی فلو فعلہ الفریق الثانی لکان نفلا و ذا غیر مشروع لمن صلی علیہ مرۃ۔ میت کا حق پہلے فریق نے ادا کردیا اور فرض کفایہ نماز اول سے ساقط ہوگیا اب اور لوگ پڑھیں تو نماز نفل ہوگی اور یہ جائز نہیں۔ جیسے ایک بار پڑھ چکنے والے کو دوبارہ کی اجازت نہیں (۲۰) شرح تجرید کرمانی (۲۱) فتاوی ہندیہ (۲۲) مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی میں ہے۔ التنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع نماز جنازہ بطور نفل جائز نہیں (۲۳) امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں المذہب عند اصحابنا ان التنفل بہا غیر مشروع ہمارے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ نماز جنازہ نفلا روا نہیں (۲۴) بحر العلوم ملک العلماء رسائل الارکان میں فرماتے ہیں لو صلوا لزم التنفل بصلاۃ الجنازۃ و ذا غیر جائز پھر پڑھیں تو نماز جنازہ بطور نفل پڑھنی لازم آئے گی اور یہ ناجائز ہے۔ رد المحتار کی عبارت نوع ششم میں آئے گی۔ **نوع سوم**۔ یہاں تک کہ اگر سب مقتدی بے طہارت یا سب کے کپڑے نجس تھے۔ یا نجس جگہ کھڑے تھے۔ یا عورت امام اور مرد مقتدی تھے۔ غرض کسی وجہ سے جماعت بھر کی نماز باطل اور فقط امام کی صحیح ہوئی۔ اب اعادہ نہیں کرسکتے کہ اکیلے امام سے فرض ساقط ہوگیا ہاں اگر قوم میں کوئی وجہ بطلان نہ تھی، امام میں تھی، تو پھر پڑھی جائے گی کہ جب امام کی صحیح نہ ہوئی کسی کی صحیح نہ ہوئی (۲۵) خلاصہ (۲۶) بزازیہ (۲۷) محیط (۲۸) بدائع، امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی (۲۹) شامل للامام البیہقی (۳۰) تجرید للامام ابی الفضل (۳۱) مفتاح (۳۲) جواہر اخلاطی (۳۳) قنیہ (۳۴) مجتبٰی (۳۵) شرح التنویر للعلائی (۳۶) اسمٰعیل مفتی دمشق تلمیذ صاحب درمختار (۳۷) رد المحتار (۳۸) ہندیہ (۳۹) بحر (۴۰) حلیہ (۴۱) رحمانیہ میں ہے بعضہم یزید علی بعض والنظم للدر امّ بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد۔ امام طہارت سے نہ تھا اور مقتدی طہارت پر تو نماز پھیری جائے اور عکس میں نہیں جیسے جبکہ عورت امام ہو اگرچہ کنیز ہو کہ فرض ایک کے پڑھ لینے سے ساقط ہوگیا۔ محیط و بحر الرائق کے لفظ یہ ہیں لو کان الامام علی طہارۃ والقوم علی غیرہا لا تعاد لان صلاۃ الامام صحت فلو اعادوا تتکرر الصلوۃ وانہ لا یجوز۔ امام طہارت پر ہو اور مقتدی بے طہارۃ تو نماز نہ پھیری جائے گی کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی۔ اب اگر پھیریں تو نماز جنازہ دوبارہ ہوگی۔ اور یہ ناجائز ہے۔ شامل بیہقی کے لفظ یہ ہیں وان کان القوم غیر طاہر لا تعاد لان الاعادۃ لا تجوز۔ اگر مقتدی بے طہارت ہوں نماز نہ پھیریں کہ یہ نماز دوبار جائز نہیں۔ **نوع چہارم**۔ جب ولی خود یا اوس کے اذن سے دوسرا نماز پڑھاوے یا ولی خود ہی تنہا پڑھ لے تو اب کسی کو نماز جنازہ کی اجازت نہیں (۴۲) کنز الدقائق (۴۳) وافی للامام اجل ابی البرکات النسفی (۴۴) وقایہ (۴۵) نقایہ للامام صدر الشریعۃ (۴۶) غرر للعلامۃ مولی خسرو (۴۷) تنویر الابصار و جامع البحار، شیخ الاسلام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الغزی (۴۸) ملتقی الابحر (۴۹) اصلاح، للعلامۃ ابن کمال پاشا (۵۰) فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق (۵۱) شرح منیہ ابن امیر الحاج (۵۲) شرح نور الایضاح للمصنف میں ہے واللفظ لمتن العلامۃ ابراھیم الحلبی لا یصلی غیر الولی بعد صلاۃ ولی کے بعد کوئی شخص نماز جنازہ نہ پڑھے۔ امام ابن الہمام کے الفاظ یہ ہیں ان صلی الولی وان کان وحدہ لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ولی اگرچہ تنہا نماز پڑھ لے اس کے بعد کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔ یوں ہی مراقی الفلاح میں فرمایا لا یصلی احد علیہم بعدہ وان صلی وحدہ ولی۔ ولی اکیلا ہی پڑھ چکا جب بھی اس کے بعد کوئی نہ پڑھے۔ حلیہ کی عبارت یہ ہے قال علماؤنا اذا صلی علی المیت من لہ ولایۃ ذلک لا تشرع الصلاۃ علیہ ثانیۃ بعدہ ہمارے علماء

نے فرمایا جب میت پر صاحبِ حق نماز پڑھ لے پھر کسی کو اُس پر نماز مشروع نہیں (۵۳) مختصر قدوری (۵۴) ہدایہ للامام الاجل ابی الحسن علی بن عبدالجلیل الفرغانی (۵۵) نافع متن مستصفٰی للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی (۵۶) شرح الکنز للعلامۃ ابن نجیم (۵۷) شرح الملتقی للعلامۃ شیخی زادہ (۵۸) شرح النقایہ للقہستانی (۵۹) ابراہیم الحلبی علی المنیہ (۶۰) شرح مسکین للکنز (۶۱) برجندی شرح نقایہ میں ہے ان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ اگر جنازے پر ولی نماز پڑھ لے تو اب کسی کو پڑھنا جائز نہیں۔ غنیہ کے لفظ یہ ہیں عدم جواز صلاۃ غیر الولی بعدہ مذھبنا ولی کے بعد سب کو نماز ناجائز ہونا ہمارا مذہب ہے۔ (۶۲) مستصفٰی للامام النسفی (۶۳) شلبیہ علی الکنز میں ہے۔ لو لم یحضر السلطان وصلی الولی لیس لاحد الاعادۃ اگر سلطان حاضر نہ ہوا اور ولی پڑھ لے اب کوئی اعادہ نہیں کرسکتا۔ **نوع پنجم** کچھ ولی کی خصوصیت نہیں، حاکم اسلام یا امام مسجد جامع یا امام مسجد محلہ میت کے بعد بھی پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ یہ بھی صاحبِ حق ہیں (۶۴) امام فخر الدین عثمان نے شرح کنز میں بعد مسئلہ ولی فرمایا۔ وکذا بعد امام الحی وبعد کل من یتقدم علی الولی یعنی یونہی اگر مسجد محلہ میت کا امام یا سلطان وغیرہ حکام اسلام نمازِ جنازہ پڑھ لیں تو پھر اوروں کو نماز کی اجازت نہیں (۶۵) فاتح شرح قدوری (۶۶) ذخیرۃ العقبٰی علٰی صدر الشریعۃ (۶۷) حواشی سید حموی میں ہے تخصیص الولی لیس بقید لانہ لو صلی السلطان او غیرہ ممن ھو اولی من الولی لیس لاحد ان یصلی بعدہ کچھ ولی کی خصوصیت نہیں بلکہ سلطان وغیرہ جو ولی سے اولٰی ہیں اُن کے بعد بھی کسی کو پڑھنا جائز نہیں (۶۸) فتح القدیر (۶۹) فتح اللہ المعین میں ہے اذا امتنعت الاعادۃ بصلاۃ الولی فبصلاۃ من ھو مقدم علی الولی اولٰی جب ولی کے بعد دوسرے کو اجازت نہیں تو سلطان وغیرہ کو اس سے بھی مقدم ہیں۔ ان کے بعد اجازت نہ ہونا بدرجہ اولٰی (۷۰) قہستانی علی مختصر الوقایہ میں ہے لایجوز ان یصلی غیر الاحق بعد صلاۃ الولی والا حق ولی وغیرہ جو اس نماز میں صاحبِ حق ہیں ان میں کسی کے پڑھنے کے بعد غیر کو پڑھنا جائز نہیں۔ حلیہ کی عبارت نوع چہارم میں گزری **نوع ششم** ولی وغیرہ ذی حق جس صورت میں اپنے حق کے لیے اعادہ کرسکتے ہیں، اس حال میں بھی جو پہلے پڑھ چکا ان کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا (۷۱) نور الایضاح (۷۲) درمختار (۷۳) بحر الرائق (۷۴) قنیہ (۷۵) شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبد العلی (۷۶) شرح الملتقی للعلامۃ عبدالرحمٰن الرومی (۷۷) غنیہ ذوی الاحکام للعلامۃ الشرنبلالی (۷۸) شرح منظومہ ابن وہبان للعلامۃ ابن الشحنہ (۷۹) خادمی علی الدرر میں ہے واللفظ لہ لیس لمن یصلی اولا ان یعید مع الولی جو ایک بار پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہیں کرسکتا (۸۰) فتح القدیر میں ہے ولذا قلنا لم یشرع لمن صلی مرۃ التکرار اسی لئے ہمارا مذہب ہے کہ جو ایکبار پڑھ چکا اُسے پھر پڑھنا جائز نہیں (۸۱) شامی علی الدرر میں ہے لان اعادتہ تکون نفلا من کل وجہ بخلاف الولی لانہ صاحب الحق اسلیے کہ اس کا اعادہ ہر طرح نفل ہی ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں بخلاف ولی کے کہ صاحبِ حق ہے۔ **نوع ہفتم** جب ولی نے دوسرے کو اذن دے دیا اگرچہ آپ شریک نماز نہ ہوا۔ یا کوئی اجنبی بے اذن ولی خود ہی پڑھ گیا۔ مگر ولی شریک نماز ہوگیا تو ان صورتوں میں ولی بھی اعادہ نہیں کرسکتا (۸۲) جوہرہ میں ہے ان اذن الولی لغیرہ فصلی لاتجوز لہ الاعادۃ اگر ولی کے اذن سے دوسرے نے پڑھ لی تو اب ولی کو بھی اعادہ جائز نہیں (۸۳) بحر میں ہے اذن لغیرہ بالصلاۃ لاحق لہ فی الاعادۃ ولی جب دوسرے کو نماز کا اذن دیدے اب اسے اعادہ کا حق نہیں (۸۴) فتاوی امام قاضی خاں (۸۵) فتاوی ظہیریہ (۸۶) فتاوی ولوالجیہ (۸۷) واقعات (۸۸) تجنیس للامام صاحبِ ہدایہ (۸۹) فتاوی عتابیہ (۹۰) فتاوی خلاصہ (۹۱) عنایہ شرح ہدایہ (۹۲) نہایہ اول شروح ہدایہ (۹۳) منبع (۹۴) عبدالحلیم رومی علی الدرر

(۹۵) شلبی علی زیلعی الکنز (۹۶) حلیہ (۹۷) برجندی (۹۸) بحر (۹۹) رحمانیہ (۱۰۰) شرح علائی (۱۰۱) ہندیہ میں ہے واللفظ للعنایۃ عن الولوالجی وللشلبی عن النہایۃ عن الولوالجی والظہیریۃ والتجنیس وللبحر عنہم وعن الواقعات رجل صلی علی جنازۃ والولی خلفہ ولم یرض بہ ان تابعہ وصلی معہ لایعید لانہ صلی مرۃ ایک شخص نے نماز پڑھائی اور ولی راضی نہ تھا لیکن شریک ہوگیا تو اب اعادہ نہ کرے گا کہ ایک بار پڑھ چکا۔ **نوع ہشتم**۔ یونہی اگر سلطان وغیرہ ذی حق کہ ولی سے مقدم ہیں پڑھ لیں یا خود نہ پڑھ لیں۔ ان کے اذن سے کوئی پڑھ دے جب بھی ولی کو اختیار اعادہ نہیں (۱۰۲ تا ۱۱۹) ۹۴ سے ۱۰۱ تک تمام کتب مذکورہ (۱۲۰) فتح القدیر (۱۲۱) فتح المعین میں ہے اما من ذکرنا لفظہم اتفاقا بالفاظ متفقۃ والباقون بمعانی متقاربۃ وھذا لفظ الخانیۃ ان کان المصلی سلطانا اوالامام الاعظم اوالقاضی اووالی مصر اوامام حیۃ لیس للولی ان یعید فی ظاھر الروایۃ زاد الذین سقناہ لفظہم لانہم اولی بالصلاۃ منہ اگر امیر المؤمنین یا سلطان اسلام یا قاضی یا والی شہر یا امام مسجد محلہ میّت نے نماز پڑھ لی تو ہمارے ائمہ سے ظاہر الروایۃ میں ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں کہ یہ لوگ اس نماز کے حق میں ولی سے مقدم ہیں (۱۲۲) غنیہ (۱۲۳) حلیہ (۱۲۴) بحر (۱۲۵) طحطاوی علی مراقی الفلاح سب کے باب تیمم میں ہے لوصلی من لہ حق التقدم کالسلطان ونحوہ لایکون لہ حق بالاعادۃ سلطان وغیرہ جو ولی پر مقدم ہیں ان کے پڑھ لینے کے بعد ولی کو حق اعادہ نہیں۔ کفایہ ومستخلص کی عبارت نوع دہم میں آتی ہے۔ امام عتابی نے مثل عبارت مذکورہ خانیہ ذکر کیا اور انکی گنتی میں جو ولی پر مقدم ہیں امام مسجد جامع کو بھی بڑھایا۔ اور درایہ پھر نہر پھر درمختار اور جوامع الفقہ اور پھر فتح پھر شرنبلالیہ میں تصریح فرمائی کہ امام جامع امام محلہ پر مقدم ہے (۱۲۶) درایہ شرح ہدایہ (۱۲۷) حلبیہ علی الکنز میں ہے ولو صلی امام المسجد الجامع لانعقاد مسجد جامع کا امام پڑھ لے تو پھر اعادہ نہیں (۱۲۸) مجمع البحار (۱۲۹) شرح مجمع (۱۳۰) بحر (۱۳۱) ردالمحتار میں ہے امام الحی کالسلطان فی عدم اعادۃ الولی امام محلہ بھی اس امر میں مثل سلطان ہے کہ اسکے بعد ولی کو اعادہ جائز نہیں تنبیہ امام عتابی نے ولی پر تقدیم امام میں یہ شرط لگائی کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی ہی اولٰی ہے۔ یہ شرط شرنبلالیہ میں معراج الدرایہ اور درمختار میں مجتبٰی وشرح المجمع للمصنف سے نقل فرمائی۔ حلیہ میں اسے عتابی سے بحوالہ شرح مجمع اور امام بقالی سے بحوالہ مجتبٰی نقل کرکے فرمایا وہو اَحسن۔ یہ کلام عمدہ ہے اسی طرح بحرالرائق میں فرمایا (۱۳۲) خانیہ (۱۳۳) وجیز کردری (۱۳۴) عالمگیریہ (۱۳۵) خزانۃ المفتین میں ہے واللفظ للوجیز مات فی غیر بلدہ فصلی علیہ غیر اھلہ ثم حملہ اھلہ الی منزلہ ان کانت الصلٰوۃ الاولٰی باذن الوالی اوالقاضی لاتعاد غیر شہر میں مرا اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی پھر اسکے اقارب اسے اس کے وطن لے آئے۔ اگر پہلی نماز حاکم اسلام یا قاضی کے اذن سے ہوئی تھی تو اب اقارب اعادہ نہ کریں۔ **نوع نہم**۔ اگر ولی نے نماز پڑھ لی اور سلطان وحکام کہ اس سے اولٰی ہیں بعد کو آئے۔ اب وہ بھی بالاتفاق اعادہ نہیں کرسکتے۔ ہاں اگر وہ موجود تھے اور اُن کے بے اذن ولی نے پڑھ لی اور وہ شریک نہ ہوئے تو ایک جماعت علماء کے نزدیک انھیں اختیار اعادہ ہے۔ وھو محمل مافی الدرعن المجتبٰی وفی النھایۃ والجوھرۃ ثم الھندیۃ والطحطاوی وفی العنایۃ والبرجندی عن النہایۃ وفی الفاتح شرح القدوری وفی ابی سعید علی الدرعن المجتبٰی وغیرہ اور ایک جماعت علماء کے نزدیک اب بھی سلطان وغیرہ کسی کو اختیار اعادہ نہیں۔ معراج الدرایہ میں اسی کی تائید کی۔ ردالمحتار میں اسی کو ترجیح دی۔ اور یہی ظاہر اطلاق متون اور ظاہرًا من حیث الدلیل اقوٰی ہے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ سلطان نے پڑھ لی تو ولی نہیں پڑھ سکتا ولی نے پڑھ لی تو سلطان نہیں پڑھ سکتا۔ غرض ہر طرح اعادہ اور تکرار کا دروازہ بند فرماتے ہیں (۱۳۶) غایۃ البیان شرح الہدایہ للعلامۃ الاتقانی میں ہے ھذا علی سبیل العموم حتی لایجوز الاعادۃ لاللسلطان ولالغیرہ یعنی ولی

کے بعد کسی کو نماز کی اجازت نہ ہونے کا حکم عام ہے یہاں تک کہ پھر سلطان وغیرہ کسی کو اعادہ جائز نہیں (۱۳۷) صغیری میں ہے ان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ من السلطان فمن دونہ۔ ولی پڑھ لے تو پھر کسی کو پڑھنے کا اختیار نہیں سلطان ہو یا اور کوئی (۱۳۸) سراج وہاج شرح قدوری میں ہے من صلی الولی علیہ لم یجز ان یصلی احد بعدہ سلطانا کان او غیرہ ولی کے بعد کسی کو نماز جائز نہیں، سلطان ہو یا اسکا غیر (۱۳۹) و (۱۴۰) ابوالسعود میں نافع وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اطلق فی الغیر فعم السلطان فمفادہ عدم اعادۃ السلطان بعد صلوۃ الولی وبہ جزم فی السراج وغایۃ البیان والنافع کنز میں امام ماتن نے غیر کو مطلق رکھا جو سلطان کو بھی شامل تو اس کا مفاد یہ ہے کہ ولی کے بعد سلطان بھی اعادہ نہ کرے اور اسی پر صدادی واتقانی و نافع نے جزم فرمایا (۱۴۱) مستصفی للامام النسفی (۱۴۲) شلبی علی الکنز میں ہے الحق الی الاولیاء حیث قال لیس لاحد بعدہ الاعادۃ بطریق العموم سلطانا کان اوغیرہ۔ اصل حق ولی کا ہے۔ ولہذا ماتن یعنی صاحب الفقہ النافع نے عام فرمایا کہ ولی کے بعد کسی کو اعادہ کا اختیار نہیں، سلطان ہو یا کوئی۔ (۱۴۳ و ۱۴۴) ردالمحتار میں معراج الدرایہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا اذا صلی الولی فھل لمن قبلہ کالسلطان حق الاعادۃ فی السراج والمستصفی لا ویدل علیہ قول الھدایۃ ان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ونحوہ فی الکنز وغیرہ فقولہ لم یجز لاحد یشمل السلطان ونقل فی المعراج عن المنافع[1] لیس للسلطان الاعادۃ ثم ایدروایۃ المنافع اھ ملخصا کیا ولی کے بعد سلطان وغیرہ جو اس سے مقدم ہیں اعادہ کا حق رکھتے ہیں، سراج و مستصفی میں منع فرمایا۔ اور ہدایہ کا قول اس پر دلیل ہے کہ فرمایا ولی کے بعد کسی کو جائز نہیں اور یونہی کنز وغیرہ میں ہے۔ کسی میں سلطان بھی آگیا۔ اور معراج میں منافع سے سلطان کو منع اعادہ نقل کرکے اسکی تائید فرمائی۔ (۱۴۵) بحرالرائق میں ہے صلی الولی ثم جاء المقدم علیہ فلیس لہ الاعادۃ ولی پڑھ چکا۔ پھر سلطان وغیرہ وہ لوگ آئے جو ولی پر مقدم ہیں انھیں اعادہ کا اختیار نہیں و بھذا حاول البحر التوفیق فحمل ما فی النھایۃ والعنایۃ علی ما اذا تقدم الولی بحضرۃ السلطان من دون اذنہ وما فی السراج والمستصفی علی ما اذا تقدم وھم غیب ثم حضروا ونازعہ فی النھر بان کلماتھم متفقۃ علی ان لاحق للسلطان فمن دونہ قبل الولی الا عند حضورھم فالخلاف انما ھو اذا حضروا اقول کیفما کان الامر فالذی یقول باعادۃ السلطان انما یقول اذا حضرو تقدم الولی بلا اذنہ قال فی الحلیۃ فی تصویر ھذا الخلاف صلی الولی والسلطان او امام الحی او من بینھما حاضر ولم یتابعہ الخ وکذلک قید فی النافع بقولہ ان حضر قال فی شرحہ المستصفی انما قدم السلطان بعارض ولھذا قال ان حضر اھ وفی المجتبی صلی الولی لم یجز ان یصلی احد بعدہ ھذا اذا لم یحضر السلطان اما اذا حضر وصلی الولی یعید السلطان اھ ومثلہ فی الفاتح وفی الدر لو صلی الولی بحضرۃ السلطان مثلا اعاد السلطان اھ وفی المعراج

---

[1] المنافع ھذا ھو المستصفی للامام الاجل ابی البرکات النسفی شرح الفقہ النافع الشھیر بالنافع للامام ناصر الدین ابی القاسم المدنی السمرقندی وقد قال رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر کتابہ المصفی شرح المنظومۃ النسفیۃ لما فرغت من جمع المنافع واملائہ وھو المستصفی سألنی بعض اخوانی ان اجمع للمنظومۃ شرحا مشتملا علی الدقائق فشرحتھا وسمیتہ المصفی فظھر ان المستصفی والمنافع شیئ واحد وھو شرح النافع والمصفی غیرہ وھو شرح المنظومۃ فلیس عین المستصفی ولا اختصارہ ولا المستصفی شرح المنظومۃ وقد وقع ھھنا غلط من العلامۃ الکاتبی فی کشف الظنون فتنبہ ومن اشد العجب ان استدل علی ما ادعاہ من ان المستصفی شرح المنظومۃ وان المصفی اختصارہ بما مر من کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی فی اٰخر المصفی مع انہ شاھد باعلی نداء علی نقیض ما اعادہ ثم اعاد ذکر المستصفی فی النافع فجعلہ شرحہ علی الصواب وذکر قیلا انہ المصفی ولیس بالصواب واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

والحاوی عن المجتبٰی للسلطان الاعادۃ اذا صلی الولی بحضرتہ اھ وفی ط علی المراقی صلی ولی واراد السلطان ان یصلی علیہ فلہ ذٰلک جوہرۃ یعنی اذا کان حاضرا وقت الصلٰوۃ ولم یصل مع الولی ولم یاذن لاتفاق کلمتھم ان لاحق للسلطان عند عدم حضورہ نھر اھ فظھر سقوط ما وقع لعبد الحلیم علی الدرر من ق لہ ان السلطان اذا لم یحضر فصلی من دونہ فحضر السلطان یعیدھا ان شاء اھ فلیتنبہ وباللہ التوفیق. **نوع دہم** حدیہ کہ جنازہ ہوا اور بے وضو کو وضو کرنے یا جنب یا حیض یا نفاس سے فارغ ہونے والی کو نہانے میں فوت نماز کا اندیشہ ہو تو شرع نے اجازت فرمائی کہ تیمم کرکے شریک ہوجائے کہ ہوچکی تو پھر نہ پڑھ سکے گا جیسے نماز عید و لہذا سلطان وغیرہ جو ولی سے مقدم ہیں جب وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے. بلکہ اگر ولی نے دوسرے کو اجازت امامت دیدی تو اب بھی ولی تیمم کرسکیگا. کہ اجازت دیکر اختیار اعادہ نہ رہا یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمم سے ایک جنازہ پڑھا گیا کہ دوسرا آگیا. اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہانتک ہوں پڑھ سکتے ہو (۱۴۶) کنز (۱۴۷) تنویر (۱۴۸) ملتقی (۱۴۹) نورالایضاح (۱۵۰) محیط میں ہے صح لخوف فوت الجنازۃ اندیشہ فوت جنازہ کیلئے تیمم جائز ہے (۱۵۱) مختصر قدوری (۱۵۲) ہدایہ (۱۵۳) وقایہ (۱۵۴) نقایہ (۱۵۵) اصلاح (۱۵۶) وافی (۱۵۷) غرر (۱۵۸) غنیہ میں ہے. واللفظ للاصلاح والوقایۃ ھو لمحدث وجنب حائض ونفساء عجزوا عن الماء لخوف فوت صلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی اھ ومثلہ فی الغرد غیر انہ قال لغیر الاولٰی مرد یا عورت جسے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور اس میں نماز جنازہ فوت ہوجانے کا خوف کریں اُن کو تیمم جائز ہے. سوا اس کے جو اس نماز کا احق ہو کہ اُسے خوف فوت نہیں مختصر وقایہ کے لفظ یہ ہیں مایفوت لا الٰی خلف کصلٰوۃ الجنازۃ لغیر الولی جواز تیمم کے عذروں سے ہے. ایسے واجب کا فوت جس کا بدل نہ ہوسکے جیسے غیر ولی کے لیے نماز جنازہ (۱۵۹) منتقی امام حاکم شہید (۱۶۰) فتاوٰی غیاثیہ میں ہے لایجوز التیمم لمن ینتظرہ الناس فلو لم ینتظر وہ اجزاہ جس کا انتظار ہوگا یعنی ولی واولٰی اسے تیمم جائز نہیں اور جس کا انتظار نہ ہوگا یعنی غیر اولٰی اُسے تیمم جائز ہے (۱۶۱) طحطاوی علی الدر میں ہے یعتبر الخوف بغلبۃ الظن خوف فوت میں غالب گمان کا اعتبار ہے (۱۶۲) امام اجل طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں قد رخص فی التیمم فی الامصار خوف فوت الصلاۃ علی الجنازۃ وفی صلاۃ العیدین لان ذٰلک اذا فات لم یقض نماز جنازہ یا عید فوت ہونے کے خوف سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کی اجازت ہے اسلیے کہ ان دونوں نمازوں کی قضا نہیں. (۱۶۳) ہدایہ (۱۶۴) مجمع الانہر میں ہے لانہ لاتقضی فیتحقق العجز اس لیے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۶۵) حلیہ (۱۶۶) برجندی (۱۶۷) مراقی الفلاح (۱۶۸) فتاوٰی خیریہ میں ہے انھا تفوت بلاخلف (زاد البرجندی) بالنسبۃ الی غیر الولی. نماز جنازہ ہوچکے تو غیر ولی کے لیے اس کا بدل نہیں (۱۶۹) کافی میں دونوں لفظ جمع فرمائے کہ صلاۃ الجنازۃ والعید تفوتان لا الی بدل لانھما لاتقضیان فیتحقق العجز نماز جنازہ وعید فوت ہوجائیں تو ان کا بدل نہیں کہ وہ قضا نہیں کیجاتیں تو پانی سے عجز ثابت ہوا (۱۷۰) عنایہ میں ہے کل مایفوت لا الٰی بدل جاز اداؤہ بالتیمم مع وجود الماء وصلاۃ الجنازۃ عندنا کذٰلک لانھا لاتعاد ہر واجب کہ فوت پر بدل نہ رکھتا ہو پانی ہوتے ہوئے اُسے تیمم سے ادا کرسکتے ہیں اور نماز جنازہ ہمارے نزدیک ایسی ہی ہے کہ وہ دوبارہ نہیں ہوسکتی (۱۷۱) تبیین (۱۷۲) ارکان میں ہے صلٰوۃ الجنازۃ تفوت لا الی خلف فصار الماء معدوما بالنسبۃ الیھا نماز جنازہ کا بدل نہیں تو اس کے لیے پانی معدوم ٹھہرا (۱۷۳) ظہیریہ (۱۷۴) عالمگیریہ (۱۷۵) سراجیہ (۱۷۶) شرح نورالایضاح (۱۷۷) درمختار (۱۷۸) رحمانیہ میں ہے والنظم للدر ولو جنبا او

حائضا اس کے لیے جنب وحائض کو بھی تیمم روا اور یہ مسئلہ وقایہ واصلاح غرر سے واضح تر گزرا (۱۷۹) بحر (۱۸۰) ہندیہ (۱۸۱) طحطاوی المراقی (۱۸۲) حلیہ (۱۸۳) غنیہ میں ہے واللفظ للبحر یجوز التیمم للولی اذا کان من ھو مقدم علیہ حاضرا اتفاقا لانہ یخاف الفوت سلطان وحکام کہ ولی سے مقدم ہیں وہ حاضر ہوں تو ولی کو بھی تیمم جائز ہے کہ اب اسے بھی خوف فوت ہوسکتا ہے۔ (۱۸۴) جوہرہ (۱۸۵) بحر (۱۸۶) عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھذین یجوز للولی اذا اذن لغیرہ بالصلاۃ ولا یجوز لمن امرہ الولی لذا فی الخلاصۃ ولی دوسرے کو اذن نماز دیدے جب بھی اوسے تیمم روا ہے (کہ اب اوسے خوف فوت ہوگیا) اور جسے ولی نے اذن دیا اب اوسے تیمم جائز نہیں جیسا کہ خلاصہ میں تصریح فرمائی۔ (کہ اب اوسے خوف فوت نہیں) (۱۸۷) فتاوی کبری (۱۸۸) فتاوی قاضی خاں (۱۸۹) خزانۃ المفتین (۱۹۰) جامع المضمرات شرح قدوری (۱۹۱) فتاوی ہندیہ (۱۹۲) فتح القدیر (۱۹۳) جواہر اخلاطی۔ (۱۹۴) شرح تنویر میں ہے تیمم فی المصر وصلی علی جنازۃ ثم اتی باخری فان کان بینھما مدۃ یقدر علی الوضوء (قال فی الدر ثم زال تمکنہ) یعید التیمم وان لم یقدر صلی بذلک التیمم اھ قال فی الدر بہ یفتی اھ قال فی المضمرات والجواہر والھندیۃ علیہ الفتوی پانی ہوتے ہوئے بخوف فوت تیمم سے نماز جنازہ پڑھی، اب دوسرا جنازہ آیا اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کرلیتا اور نہ کیا اور اب وضو کرے تو یہ دوسرا جنازہ فوت ہو تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے اور مہلت نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے یہ بھی پڑھے۔ اسی پر فتوی ہے (۱۹۵) برہان شرح مواہب الرحمن (۱۹۶) شرح نظم الکنز للعلامۃ القدسی (۱۹۷) حاشیہ علامہ نوح آفندی (۱۹۸) حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے مجرد الکراھۃ لایقتضی العجز المقتضی لجواز التیمم لانھا لیست اقوی من فوات الجمعۃ والوقتیۃ مع عدم جوازہ لھما یعنی صرف کراہت کے سبب تیمم کی اجازت نہیں کہ جمعہ یا پنجگانہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ یہ اس سے زائد تو نہ ہوگی۔ بلکہ اجازت اسلیے ہے کہ جنازہ فوت ہو تو بدل ناممکن ہے۔ تنبیہ ماذکرنا من عدم جوازہ للولی نسبوہ لروایۃ الحسن عن الامام الاعظم وعزاہ فی الجوھرۃ للنوادر وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والکافی والتبیین وکذا نقل تصحیحہ فی الجوھرۃ والھندیۃ والمستخلص والمراقی وعلیہ مشی فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ والھندیۃ والکافی والدرر والمجتبی وجامع الرموز وقال الصدر الشھید بہ ناخذ کما فی الخلاصۃ وکذا صححہ الامام شمس الائمۃ الحلوانی کما فی الغیاثیۃ عن منتقی الشھید وفی الغنیۃ عن الذخیرۃ **اقول** فما وقع فی ابن کمال پاشا من نسبۃ تصحیح خلافہ لشمس الائمۃ وتبعہ عبدالحلیم علی الدرر والشامی علی الدر فکانہ سبق نظر قالوا وفی ظاھر الروایۃ یجوز للولی ایضا لان الانتظار فیھا مکروہ وجوابہ ما نقلنا آنفا علی البرھان فما بعدہ وعزاہ فی الخلاصۃ للاصل والفتاوی الصغری وعلیہ مشی فی الظھیریۃ وخزانۃ المفتین وصححہ فی جواھر الاخلاطی وعزا تصحیحہ فی عبدالحلیم لخواھر زادہ وفی الرحمانیۃ لحاشیۃ شیخ الاسلام عن النصاب والغیاثیۃ وفتاوی الغرائب والظھیریۃ **اقول** لکن الذی رأیت فی الغیاثیۃ ما قدمت ان قال الحلوانی الصحیح روایۃ الحسن ونفتی بھذا اھ فلعلھا العتابیۃ بمھملۃ فتاء قرشت فموحدۃ **اقول** وقد اسمعناک التنصیص علی استثناء الولی عن المختصر والبدایۃ والوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والوافی والغرر والھدایۃ وقصر الاجازۃ علی خوف الفوت عنھا وعن الطحاوی والکنز والتنویر والملتقی ونور الایضاح وھذہ کلھا متون المذھب المعتمد علیھا الموضوعۃ لنقل المذھب فلا اقل من ان یکون ایضا ظاھر الروایۃ وقد تظافرت علیہ تصحیحات الجلۃ

ولا یذھب علیك ما لہ من قوۃ الدلیل فعلیہ تجب الاعتماد والتعویل وقد اشار فی الحلیۃ الی التوفیق بان عدم الجواز للولی اذا لم یحضر من ھو اقدم منہ والجواز اذا حضر والیہ یومی کلام الغنیۃ والبحر **اقول** ولقد کان احسن توفیقا لولا ان نص الاصل و الصغری سواء کان مقتدیا او اماما ونص الظہیریۃ والخزانۃ لو کان اماما ونص الجواھر مقتدیا او اماما او من لحق الصلوۃ علیہ ونص النصاب یجوز التیمم للامام ومن لحق الصلوۃ فالصواب ابقاء الخلاف وتحقیق ان الحق ھو ھذا التفصیل واللہ سبحنہ وتعالی اعلم **نوع یازدہم** (۱۹۹) ہدایہ (۲۰۰) کافی (۲۰۱) تبیین (۲۰۲) فتح القدیر (۲۰۳) غنیہ (۲۰۴) سراج وہاج (۲۰۵) امداد الفتاح (۲۰۶) مستخلص (۲۰۷) طحطاوی علی المراقی واللفظ للفتح ترك الناس عن آخرھم الصلوۃ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بانواع الطرق عنہ فھذا دلیل ظاہر علیہ فوجب اعتبارہ تمام جہان کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑدی۔ اگر یہ نماز بطور نفل جائز ہوتی تو مزار انور پر نماز سے تمام مسلمان اعراض نہ کرتے جن میں علماء اور صلحاء وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں۔ تو یہ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے پر کھلی دلیل ہے جس کا اعتبار لازم۔ حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیہ وامداد سے یوں ہیں ولا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق ویتنعم بسائر الملاذ والعبادات وکذا سائر الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وقد اجتمعت الامۃ علی ترکہا اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی۔ کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر وتازہ ہیں جیسے وقت دفن مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں۔ اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز ونعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء حالانکہ تمام اُمت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔ النہی الحاجز میں چالیس کتابوں کی اکاون عبارتیں تھیں یہ بچاسی کتب متون وشروح وفتاوے کی دوسوسات عبارات ہیں۔ غرض صورت مذکورہ استثناء کے سوا نماز جنازہ کی تکرار ناجائز وگناہ ہونے پر مذہب حنفی کا اجماع قطعی ہے اور اس کا مخالف مخالف مذہب حنفی ہے۔ بعض نام کے حنفی برائے جہالت یا مغالطہ عوام ان تمام روشن وقاہر تصریحات مذہب کو چھوڑ کر یہاں دو کتب تاریخ تصنیف شافعیہ سے سند لیتے ہیں۔ اوّل تبییض الصحیفہ امام جلال الدین السیوطی شافعی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے جنازہ مبارک پر چھ دفعہ نماز ہوئی اور کثرت ازدحام خلائق سے عصر تک ان کے دفن پر قدرت نہ پائی۔ دوم سیر النبلاء شمس الدین ذہبی شافعی میں ہے کہ شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی نے ۶ شوال ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ قاضی القضاۃ جمال ابن الحرستانی نے نماز پڑھائی۔ پھر شیخ الحنفیہ جمال الدین حصیری نے باب الفرادیس میں پھر شیخ موفق الدین شیخ الحنبلیہ نے پہاڑ میں یعنی جبل قاسیون کوہ دمشق میں اوّلاً جمیع کتب مذہب کے صریح خلاف میں دو کتاب تاریخ پر اعتماد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔ ثانیاً دنیا میں صرف حنفی ہی مذہب کے لوگ نہیں۔ خصوصاً پہلی صدیوں میں کہ خود مجتہدین بکثرت تھے اور ہر ایک کے لیے اتباع تھے اس حکایت میں یہ کہاں ہے کہ حنفیہ نے چھ بار پڑھی۔ بلکہ ہجوم خلائق تھا، ہر مذہب ومسلک کے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ غیر حنفیہ نے اگر سو بار پڑھی تو حنفی مذہب میں اس میں کیا حجت ہوسکتی ہے۔ اللہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وہ عظیم الشان جلیل البرہان امام ہیں کہ امام مستقل مجتہد مطلق سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جب اس امام الائمہ سراج الامہ کے مزار پُرانوار کے پاس نماز صبح پڑھائی بسم اللہ آواز سے نہ پڑھی

رفع یدین کیا نہ قنوت پڑھی کسی نے سبب پوچھا فرمایا ان صاحب قبر کے ادب سے کما فی الخیرات الحسان للامام ابن حجر المکی الشافعی اور ایک روایت میں ہے مجھے حیا آئی کہ اس امام جلیل کے سامنے اس کا خلاف کروں کما فی المسلک المتقسط للمولی علی القاری سبحن اللہ مجتہد مستقل تو ادب امام سے حضور امام میں اتباع امام اختیار کریں اور خود حنفیہ خاص جنازہ امام پر مخالفت امام و ترک مذہب کرتے یہ کیونکر متصور ہوسکتا ہے ثالثًا پہلی نمازیں غیر ولی نے پڑھیں تو ولی کو اختیار اعادہ تھا امام کے ولی صاحبزادہ جلیل حضرت سیدنا حماد ابن الامام ابی حنیفہ تھے جب انہوں نے پڑھی پھر جنازہ مبارک پر کسی نے نہ پڑھی۔ امام ابن حجر مکی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں ما فرغوا من غسلہ الا وقد اجتمع من اھل البغداد خلق لایحصیھم الا اللہ تعالٰی کانھم نودی لھم بموتہ فحزر من صلی علیہ فقیل بلغوا خمسین الفا وقیل اکثر واعیدت الصلٰوۃ علیہ ستۃ مرات اٰخرھا ابنہ حماد ادھر امام ابوحنیفہ کے غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ ادھر بغداد کی اتنی خلقت جمع ہوگئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے گویا کسی نے انتقال امام کی خبر پکار دی تھی۔ نماز پڑھنے والوں کا اندازہ کیا گیا تو کوئی کہتا ہے پچاس ہزار تھے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے اور ان پر چھ بار نماز ہوئی آخر مرتبہ صاحبزادہ امام حضرت حماد نے پڑھی۔ رابعًا یوں ہی واقعہ دوم میں کیا ثبوت ہے کہ پہلی نماز باذن ولی تھی بلکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ نماز دوم ہی باذن ولی ہوئی کہ جنازہ ایک عالم حنفی کا تھا اور وہاں اس وقت حنفیہ کے رئیس الرؤسا یہی امام جلال الدین محمود بن احمد حصیری تلمیذ خاص امام جلیل قاضی خان تھے۔ جن کی تصانیف میں جابجا تصریح ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ تیسری نماز والے حنبلی مذہب تھے۔ حنبلیہ کے یہاں جواز ہے جو ہم پر حجت نہیں۔ بالجملہ علماء و عقلاء کا اتفاق ہے کہ واقعۃ عین لاعموم لھا خاص خاص واقعے محل ہرگونہ احتمال اُن سے استدلال محض خام خیال نہ کہ وہ بھی اجماع قطعی تمام ائمہ مذہب کے رد کرنے کو جس پر جرأت نہ کرے گا۔ مگر نااہل شدید الجہل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جواب سوال دوم: مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب بھی محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اسکے عدم جواز پر بھی اجماع ہے خاص اس کا جزئیہ بھی مصرح ہونے کے علاوہ تمام عبارات مسئلہ اولٰی بھی اس سے متعلق کہ غالبًا نماز غائب کو تکرار صلٰوۃ جنازہ لازم۔ بلاد اسلام میں جہاں مسلمان انتقال کرے نماز ضرور ہوگی اور دوسری جگہ خبر کے بعد ہی پہنچیگی ولہٰذا امام اجل نسفی نے کافی میں اس مسئلہ کو اسکی فرع ٹھہرایا۔ اگرچہ حقیقۃً دونوں مستقل مسئلے ہیں۔ اب اس مسئلہ کی نصوص خاصہ لیجیے۔ اور بہ نظر تعلق مذکور سلسلہ عبارات بھی وہی رکھئے (۲۰۸) فتح القدیر (۲۰۹) حلیہ (۲۱۰) غنیہ (۲۱۱) شلبیہ (۲۱۲) بحر الرائق (۲۱۳) ارکان میں ہے وشرط صحتھا اسلام المیت وطہارتہ ووضعہ امام المصلی فلھذا القید لاتجوز علی غائب صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو طاہر ہو جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ حلیہ کے لفظ یہ ہیں شرط صحتھا کونہ موضوعا امام المصلی ومن ھنا قالوا لاتجوز الصلوۃ علی غائب مطلقا نماز جنازہ کی شرائط صحت سے ہے۔ جنازہ کا مصلے کے آگے رکھا ہونا اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقًا کسی غائب پر نماز جائز نہیں (۲۱۴) متن تنویر الابصار میں ہے شرطھا وضعہ امام المصلی جنازہ کا نمازی کے سامنے حاضر ہونا شرط نماز جنازہ ہے (۲۱۵) برہان شرح مواہب الرحمٰن، طرابلسی (۲۱۶) نہر الفائق (۲۱۷) شرنبلالیہ علی الدرر (۲۱۸) خادمی (۲۱۹) ہندیہ (۲۲۰) ابوالسعود (۲۲۱) درمختار میں ہے شرطھا حضورہ فلاتصح علی غائب جنازہ کا حاضر ہونا شرط نماز ہے لہٰذا کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں (۲۲۲) متن نور الایضاح میں ہے شرائطھا اسلام المیت وحضورہ

صحت نمازِ جنازہ کی شرطوں سے ہے میت کا مسلمان ہونا اور نمازیوں کے سامنے حاضر ہونا۔ (۲۲۳) متن ملتقی الابحر میں ہے لایصلی علی عضو ولا علی غائب میت کا کوئی عضو کسی جگہ ملے تو اُس پر نماز جائز نہیں۔ نہ کسی غائب پر نماز جائز ہے۔ (۲۲۴) شرح مجمع (۲۲۵) مجمع شرح ملتقی میں ہے محل الخلاف الغائب عن البلد اذ لو کان فی البلد لم یجز ان یصلی علیہ حتی یحضر عندہ اتفاقا لعدم المشقۃ فی الحضور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں ہم سے خلاف بھی اس صورت میں ہے کہ میت دوسرے شہر میں ہو۔ اور اگر اسی شہر میں ہو تو نماز غائب امام شافعی کے نزدیک بھی جائز نہیں کہ اب حاضر ہونے میں مشقت نہیں (۲۲۶) فتاویٰ خلاصہ میں ہے لایصلی علی میت غائب عندنا ہمارے نزدیک کسی میت غائب پر نماز نہ پڑھی جائے۔ (۲۲۷) متن وافی میں ہے من استھل صلی علیہ والا لا کغائب جو بچہ پیدا ہو کر کچھ آواز کرے جس سے اُسکی حیات معلوم ہو پھر مرجائے اس پر نماز پڑھی جاوے ورنہ نہیں جیسے غائب کے جنازہ پر نماز نہیں (۲۲۸) کافی میں ہے لایصلی علی غائب وعضو خلافا للشافعی بناء علی ان صلاۃ الجنازۃ تعاد ام لا کسی غائب یا عضو پر نماز ہمارے نزدیک جائز ہے اور اس میں امام شافعی کا خلاف ہے اس بنا پر کہ نماز جنازہ اُن کے نزدیک دوبارہ ہوسکتی ہے، ہمارے نزدیک نہیں (۲۲۹) فتاویٰ شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے ان اباحنیفۃ لایقول بجواز الصلاۃ علی الغائب ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے (۲۳۰) منظومہ امام مفتی الثقلین میں ہے ؎ باب فتاوی الشافعی وحدہ ؛ وما بہ قال قلنا ضدہ ؛ وھی علی الغائب والعضو تصح ؛ وذاک فی حق الشھید قد طرح ؛ صرف امام شافعی قائل ہیں کہ غائب اور عضو پر نماز صحیح ہے اور شہید کی نماز نہ ہو اور ان سب مسائل میں ہمارا مذہب اس کے خلاف ہے۔ ہمارے نزدیک غائب وعضو پر نماز صحیح نہیں اور شہید کی نماز پڑھی جائے گی۔ یہ ۸۶ کتابوں کی ۲۳۰ عبارتیں ہیں۔ وللہ الحمد مسئلہ اولیٰ پر بحث دلائل النہی الحاجز میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ کافی ہوچکی یہاں بہت اختصار واجمال کے ساتھ مسئلہ ثانیہ کے دلائل پر کلام کریں فنقول وباللہ التوفیق حکم شرع سطر کیلیے ہے اور اُس پر زیادت ناروا اقول ای ماکان بلا اذن الخاص او العام ولو فی ضمن الارسال او السکوت فانہ بیان ولیس یسکت عن نسیان فھذہ ھی الزیادۃ حقیقۃ لاغیرہ اذ المستند ولو الی سکوتہ مستند الیہ لا زائد علیہ والمتبع الکف دون الترک فانہ لیس بفعل العبد ولامقدورہ کما نص علیہ الجلۃ الصدور بل ھو فی العقل مدلل فان الاعدام لاتعلل فافھم ان کنت تفھم حضور پر نور سید یوم النشور بالمومنین رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کردیا تو ارشاد فرماتے لاتفعلوا ادعونی لجنائزکم ایسا نہ کرو۔ مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو رواہ ابن ماجۃ عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے لاتفعلوا لایموتن فیکم میت ماکنت بین اظھرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمۃ ایسا نہ کرو جبتک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو۔ کہ اُس پر میری نماز موجب رحمت ہے رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث آخر اور فرماتے ان ھذہ القبور مملوءۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انہیں روشن فرمادیتا ہوں صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ وعلی آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ

ونعمہ وافضالہ رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بااین ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی کبھی کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے۔ کیا معاذاللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُن پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی۔ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وواضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا دوسرے شہر کی میّت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔ واقعہ نجاشی وواقعہ معٰویہ لیثی وواقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ان میں اوّل ودوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں اور سوم صلاۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ ان کی تفصیل بعونہ تعالٰی ابھی آتی ہے۔ اگر فرض ہی کرلیجئے کہ ان تینوں واقعوں میں نماز پڑھی تو باوصف حضور کے اس اہتمام عظیم وموفور اور تمام اموات کے اس حاجت شدیدہ رحمت ونور قبور کے صدہا پر کیوں نہ پڑھی وہ بھی محتاج حضور وحاجتمند رحمت ونور اور حضور ان پر بھی رؤف ورحیم تھے۔ نماز سب پر فرض عین نہ ہونا اس اہتمام عظیم کا جواب نہ ہوگا۔ نہ تمام اموات کی اس حاجت شدیدہ کا علاج۔ حالانکہ حریصٌ علیکم انکی شان ہے۔ دو ایک کی دستگیری فرمانا اور صدہا کو چھوڑنا کب ان کے کرم کے شایان ہے۔ ان حالات واشارات کے ملاحظہ سے عام طور پر ترک اور صرف دو ایک بار وقوع خود ہی بتادے گا کہ وہاں کوئی خصوصیت خاصہ تھی جس کا حکم عام نہیں ہوسکتا۔ حکم عام وہی عدم جواز ہے جس کی بنا پر عام احتراز ہے اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھیے۔ مدینہ طیبہ کے ستّر جگر پاروں، محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کردیا۔ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نابکار پر لعنت فرماتے رہے۔ مگر ہرگز منقول نہیں کہ ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔ ع آخر این ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست۔ اہل انصاف کے نزدیک کلام تو اسی قدر سے تمام ہوا مگر ہم ان وقائع ثلثہ کا بھی باذنہ تعالٰی تصفیہ کریں۔ واقعہ اولٰی جب اصحمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلّی میں جاکر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں۔ رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ وللشیخین عن جابر کنت فی الصف الثانی او الثالث رضی اللہ تعالٰی عنہما ولابن حبان عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وھم لایظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اُٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبیریں کہیں۔ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔ صحیح ابوعوانہ میں انھیں سے ہے فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قدامنا ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔ **اقول** ھذا فی فتح الباری ثم المواھب ثم شرحہا وکذالک فی عمدۃ القاری وغیرھا من الکتب ووقع فی نصب الرایۃ فی روایۃ ابن حبان وھم لایظنون ان جنازتہ

بین یدیہ باسقاط الاف احتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فھذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنھم لانہ ھو[1] ائمۃ المعتد بھا فاما ان یکون سمعہ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کشف لہ اھ وتبعہ فی الغنیۃ والمرقاۃ وھو کما تری کلام نفیس لکن لاحاجۃ الیہ بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین فانہ اظھر واظھر وللہ الحمد وبالجملۃ اندفع بہ ما قال الشیخ تقی الدین ان ھذا یحتاج الی نقل بینۃ ولا یکتفی فیہ بمجرد الاحتمال۔ یہ دونوں روایت صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا کشف للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ وصلی علیہ نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور اُس پر نماز پڑھی ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا اقول ای لما تقرر من کونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالظاھر معناہ الاحتمال عن دلیل ثم من العجب قول الکرمانی کان غائبا عن الصحابۃ وارتضاہ فی الفتح قائلا سبقہ الی ذلک ابوحامد الخ وکذا استحسنہ الرؤیانی وار بعتھم شافعیۃ وھذا المانص علیہ الحنفیۃ والمالکیۃ من الاتفاق علی جواز الصّلاۃ علی غائب عن القوم والامام برایہ اقول علی ان فی حدیث عمران بن حصین لانری الا ان الجنازۃ قدامنا کما قدمنا والحدیث مجمع بن جاریۃ رضی اللہ عنہ نصففنا خلفہ صفین وما نری شیئا رواہ الطبرانی (وھم من نسبہ لابن ماجۃ مغترا بقول الحافظ اصلہ فی ابن ماجۃ غافلا ان لیس عندہ وما نری شیئا وھو المقصود) ففیہ حمران بن اعین رافضی ضعیف علی ان کلا حکی عن حالہ فلا تعارض ولا یعقل من عاقل اشتراط ان یری المیت الکل والا لما صحت لما عدا الصف الاول۔ ثالثاً نجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی تھی لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں پڑھی۔ اسی بناء پر امام داؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کیلئے یہ باب وضع کیا الصّلاۃ علی مسلم یلیہ اھل شرک فی بلد اٰخر قال الحافظ فی الفتح ھذا محتمل الا انی لم اقف فی شیئ من الاخبار علی انہ لم یصل علیہ فی بلدہ احد اھ قال الزرقانی وھو مشترک الالزام فلم یرو فی الاخبار انہ صلی علیہ احد فی بلدہ کما جزم بہ ابوداؤد ومحلہ فی اتساع الحفظ معلوم اھ اقول ای فقد کفانا المؤنۃ بقولہ ھذا محتمل ثم اقول قد یومی لہ ما اخرج احمد وابن ماجۃ عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج بھم فقال صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم قالوا من ھو قال النجاشی ثم رایتہ[2] فی مسند ابی داؤد الطیالسی قال حدثنا المثنی بن سعید عن قتادۃ

---

[1] قلدھم فیہ تقلیدا جامدا مجتھد الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار والبوفالی فی عون الباری غافلین عما ردوہ بہ الحنفیۃ وھذا دیدن ھؤلاء المدعین الاجتھاد یقلدون المقلدین فی الغلط المبین ویحرمون تقلید الائمۃ المجتھدین ۱۲ منہ

[2] ثم رایت الشوکانی ذکرہ عن شیخ مذھبہ الفاسد ابن تیمیہ انہ اختار التفصیل بجواز الصلاۃ علی الغائب ان لم یصل علیہ حیث مات والا فلا واستدل لہ بما اخرجہ الطیالسی واحمد وابن ماجۃ وابن قانع والطبرانی والضیاء فذکر الحدیث اقول اما الاستئناس فنعم واما کونہ دلیلا علیہ حجۃ فیہ فلا کما لا یخفٰی ۱۲ منہ

عن ابی طفیل عن حذیفۃ بن اسید ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ فھذا یقوی الاستئناس لمکان الفاء فی فقوموا ولھذا اخود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا، کہ غائب پر نماز جائز نہیں، سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اسکی نماز نہ پڑھی ہو۔ **اقول** اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔ رابعًا بعض کو ان کے اسلام میں شبہہ تھا یہاں تک کہ بعض[1] نے کہا حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی۔ رواہ ابن ابی حاتم فی التفسیر عن ثابت والدارقطنی فی الافراد والبزار عن حمید معًا عن انس ولہ شاھد فی کبیر الطبرانی عن وحشی واوسطہ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہم اس نماز سے مقصود اُن کی اشاعت اسلام تھی **اقول** یعنی بیان بالفعل اقوٰی ہے ولہذا مصلّے میں تشریف لیگئے کہ جماعت کثیر ہو۔ قالہ ابن بزیزۃ وغیرہ من الشافعیۃ القائلین بجواز صلوۃ الجنازۃ فی المسجد معتلین لعدم صلوۃ صلے اللہ علیہ وسلم فی المسجد مع انہ حین نعاہ کان فیہ ھذا ولایذھب عنک ان الطراز المعلم ھا الاولان تنبیہ غیر مقلدوں کے بھوپالی امام نے عون الباری میں حدیث نجاشی کی نسبت کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ غائب پر نماز جائز ہے اگرچہ جنازہ غیر جہت قبلہ میں ہو اور نمازی قبلہ رو **اقول** یہ اس مدعی اجتہاد کی کورانہ تقلید اور اوسکے ادعا پر ثبت جہل شدید ہے۔ نجاشی کا جنازہ حبشہ میں تھا اور حبشہ مدینہ طیبہ سے جانب جنوب ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا قبلہ جنوب ہی کو ہے تو جنازہ غیر جہت قبلہ میں کب تھا۔ لاجرم لما نقل الحافظ فی الفتح قول ابن حبان انما یجوز ذلک لمن فی جہۃ القبلۃ قال حجۃ الجمھور علی قصۃ النجاشی اھ تو ان مجتہد صاحب کا جہل قابل تماشا ہے جن کو سمت قبلہ تک معلوم نہیں۔ پھر نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے جنازہ پر نماز اکی غیر سمت پڑھنے کا ادعا دوسرا جہل ہے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ حضور نے جانب حبشہ نماز پڑھی رواہ الطبرانی عن حذیفۃ ابن اسید رضی اللہ عنہ واقعہ دوم معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔ اولًا ائمہ حدیث عقیلی وابن حبان وبیہقی وابوعمر ابن عبدالبر وابن الجوزی ونووی وذہبی وابن الہمام وغیرہم نے اس حدیث کو ضعیف بتایا۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط ومسند الشامیین میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ بطریق نوح بن عمرو السکسکی ثنا بقیۃ بن الولید عن محمد بن زیاد الالھانی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ **قلت** ومن ھذا الطریق رواہ ابواحمد والحاکم فی فوائدہ والخلال فی فوائد سورۃ الاخلاص وابن عبدالبر فی الاستیعاب وابن حبان فی الضعفاء واشار الیہ ابن مندۃ اسکی سند میں بقیہ بن ولید مدلس ہے اور اس نے عنعنہ کیا یعنی محمد بن زیاد سے اپنا سننا نہ بیان کیا۔ بلکہ کہا کہ ابن زیاد سے روایت ہے معلوم نہیں راوی کون ہے؛ بہ اعلہ المحقق فی الفتح **اقول** لکن سند ابن ابی احمد الحاکم ھکذا اخبرنا ابوالحسن احمد بن عمیر بدمشق ثنا نوح بن عمرو بن حری ثنا بقیۃ ثنا محمد بن زیاد عن ابی امامۃ فذکرہ ذہبی نے کہا کہ حدیث منکر ہے نیز اسکی سند میں نوح ابن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اسے اس حدیث کا چور بتایا۔ یعنی ایک سخت ضعیف شخص اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے اس سے چُرا کر بقیہ کے سر باندھی قال الذھبی فی ترجمۃ نوح قال ابن حبان یقال انہ سرق

---

[1] روایت طبرانی میں ہے کہ اس کا قائل ایک منافق تھا ۱۲ منہ

ھذا الحدیث اھ **اقول** لفظ الحافظ فی الاصابۃ قال ابن حبان فی ترجمۃ العلاء الثقفی من الضعفاء بعد ان ذکر لھذا الحدیث سرقہ شیخ من اھل الشام فرواہ عن بقیۃ فذکرہ اھ ولیس فیہ یقال وقد نقل عنہ ھکذا الذھبی فی العلاء اما قول الحافظ فما ادری عنی نوحًا او غیرہ فانہ لم یذکر نوحًا فی الضعفاء **فاقول** ظاہر ان نوحا ھو الشیخ الشامی الذی رواہ عن بقیۃ و لامساد للشک حتی یثبت شامی اخر یرویہ عنہ لاجرم ان جزم الذھبی بانہ عنی بہ نوحا۔ انس[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت طبقات ابن سعد میں دو طریق سے ہے۔ ایک طریق میں محبوب بن ہلال مزنی ہے قلت ومن ھذا الوجہ اخرجہ الطبرانی وابن الضریس وسمویہ فی فوائدہ وابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل ذہبی نے کہا یہ شخص مجہول ہے اور اسکی یہ حدیث منکر۔ دوسرے طریق میں علاء بن یزید ثقفی ہے۔ قلت ومن ھذا الطریق اخرجہ ابن ابی الدنیا ومن طریقہ ابن الجوزی فی العلل المتناھیۃ والعقیلی وابن سنجر فی مسند وابن الاعرابی وابن عبد البر وحاجب الطوسی فی فوائدہ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا۔ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری وابن عدی وابوحاتم نے کہا وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم ودارقطنی نے کہا متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے کہا وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بھی اسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس سے چرا کر ایک شامی نے بقیہ سے روایت کی ذکرہ فی المیزان ابوالولید طیالسی نے کہا علاء کذاب تھا۔ عقیلی نے کہا العلاء ابن یزید ثقفی لایتابعہ احد علی ھذا الحدیث الامن ھو مثلہ او دونہ علاء کے سوا جس جس نے یہ حدیث روایت کی سب علاہی جیسے ہیں یا اس سے بھی بدتر ذکرہ فی العلل المتناھیۃ۔ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور در بارۂ احکام اصلاً حجت نہیں۔ صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام معلوم نہیں قالہ فی الاستیعاب ونقلہ فی الاصابۃ یونہیں ابن حبان نے کہا کہ مجھے[2] اس نام کے کوئی صاحب صحابہ میں یاد نہیں اثرہ فی المیزان۔ ثانیًا فرض کیجیے کہ یہ حدیث اپنے طرق سے ضعیف نہ رہے کما اختارہ الحافظ فی الفتح یا بفرض غلط لذاتہٖ صحیح سہی پھر اس میں کیا ہے؟

---

[1] تنبیہ لم یرد الحدیث عن اصحابی غیر انس و ابی امامۃ اما ما وقع فی نسختی فتح القدیر المطبوعتین بمصر والھند من قولہ بعد ذکر قصۃ النجاشی فان قیل بل قد صلی علی غیرہ من الغیب ھو معویۃ بن معویۃ المزنی ویقال اللیثی رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ وابن سعد من حدیث انس وعلی و زید وجعفر اما استشھدا بموتۃ علی ما فی مغازی الواقدی فتصحیف وصوابہ ابن سعد من حدیث انس و علی و زید وجعفر ای وصلی علیھما فقد اخذ کلام الفتح ھذا برھۃ الحلبی فی الغنیۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وکذا صلی علی زید وجعفر وکذا اخذہ بتمامہ القاری فی المرقاۃ فقال وابن سعد من حدیث انس وصلی علی زید وجعفر وقد جمع الحافظ طرق الحدیث فی الاصابۃ فلم یذکرہ عن علی ولا عن غیرہ من الصحابۃ سوی انس و ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲

[2] وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشہ کیا ہے اوّلًا استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معویہ بن معویہ لیثی پر نماز پڑھی پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا اسمیں یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین صحابی جدا جدا ہیں جن پر نماز غائب مروی ہے حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے وہ ایک ہی صحابی ہیں معویہ نام جن کے نسب ونسبت میں راویوں سے اضطراب واقع ہوا کسی نے مزنی کہا کسی نے لیثی کسی نے معویہ بن معویہ کسی نے معویہ بن مقرن ابوعمر نے معویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معویہ بن معویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معویہ بن معویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معویہ بن مقرن کو ایک اور صحابی مانا جن کیلیے یہ روایت نہیں بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ایہام تثلیث محض باطل۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں فرمایا معویۃ بن معویۃ المزنی ویقال اللیثی ویقال معویۃ بن مقرن المزنی قال ابوعمر و ھو اولی بالصواب الخ یعنی معویہ بن معویہ مزنی اور کوئی کہتا ہے معویہ بن مقرن مزنی ابوعمرو نے کہا یہی صواب سے نزدیک تر ہے پھر حدیث انس کے طریق اول سے پہلے طور پر نام ذکر کیا اور طریق دوم سے دوسرے طور پر اور حدیث ابوامامہ سے تیسرے طور پر۔ ۱۲ منہ

خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کردیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ معویہ بن معویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔ اتحب ان اطوی لک الارض فتصلی علیہ قال نعم فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ وخلفہ صفان من الملئکۃ کل صف سبعون الف ملک کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کیلیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا ہاں جبریل نے اپنا پَر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔ ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے۔ وضع جناحہ الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحہ الایسر علی الارضین فتواضعت حتی نظرنا الی مکۃ والمدینۃ فصلی علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وجبریل والملئکۃ جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کو نظر آنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جبریل وملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام نے اُن پر نماز پڑھی۔ حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں۔ جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ فضرب بجناحہ الارض فلم تبق شجرۃ ولا اکمۃ الا تضعضعت ورفع لہ سریرہ حتی نظر الیہ فصلے علیہ پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا۔ اوران کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا۔ یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہوگیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں ھل لک ان تصلے علیہ فاقبض لک الارض قال نعم فصلی علیہ جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں۔ فرمایا ہاں۔ جبریل نے ایسا ہی کیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔ **اقول** بلکہ طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی۔ جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں۔ تاکہ حضور نماز پڑھیں فافہم۔ **واقعہ سوم** واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی المنبر وکشف لہ ما بینہ وبین الشام فھو ینظر الی معرکتھم فقال صلے اللہ علیہ وسلم اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعا لہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرایۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلی علیہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودعا لہ وقال استغفروا لہ وقد دخل الجنۃ فھو یطیر فیھا بجناحین حیث شاء جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اُٹھا دیے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے نشان اوٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انھیں اپنی صلاۃ ودعا سے مشرف فرمایا۔ اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو۔ بیشک وہ دوڑتا ہوا جنّت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اوٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے ان کو اپنی صلاۃ ودعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اسکے لیے استغفار کرو وہ جنّت میں داخل ہوا۔ اور اسمیں جہاں چاہے اپنے پَروں سے اُڑتا پھرتا ہے۔ اولًا یہ دونوں طریق سے مرسل ہے۔

اقول عاصم بن عمر اوساط تابعین سے ہیں۔ قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابی کے پوتے اور یہ عبداللہ ابن ابی بکر عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ صغار تابعین سے عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کے پرپوتے۔ ثانیًا۔ خود واقدی کو محدثین کب مانتے ہیں! یہاں تک کہ ذہبی نے

ان کے متروک ہونے پر اجماع کا ادعا کیا **اقول** وزدت ھذا اشاعۃ للاوّل وکلاھما الزام فالمرسل نقلہ والواقدی نوثقہ ثالثًا **اقول** عبداللہ بن ابی بکر سے راوی شیخ واقدی عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے کما فی المیزان تو مرسل نامعتضد ہے۔ رابعًا خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھا دیے گئے تھے معرکہ حضرت اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا **اقول** لکن موتۃ بالشام علی مرحلتین من بیت المقدس وغزوتھا سنۃ ثمان وقد حولت القبلۃ قبلھا[1] بزمان فکیف یکفی الرؤیۃ مع اشتراط کونھا امام المصلی الا ان یقال انما ارید الرد علی الاحتجاج لصلوۃ الغیب وقد تم واذا ثبت فیھا قولنا ثبت ذلک الشرط لنا لان الرؤیۃ مع الاستدبار لاتمکننا۔ خامسًا **اقول** کیا دلیل ہے کہ یہاں صلاۃ بمعنی نماز معہود ہے بلکہ بمعنی درود ہے اور دعا لہ عطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے اور سوق روایت اسی میں ظاہر کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت منبر اطہر پر تشریف فرما ہونا مذکور اور منبر انور دیوار قبلہ کے پاس تھا اور معتاد یہی ہے کہ منبر پر رو بحاضرین و پشت بہ قبلہ جلوس ہو۔ اور اس روایت میں نماز کے لیے منبر پر سے اُترنے پھر تشریف لیجانے کا کہیں ذکر نہیں۔ نیز برخلاف روایت نجاشی اسمیں نماز صحابہ بھی نہیں نہ یہ کہ حضور نے ان کو نماز کے لیے فرمایا۔ اگر یہ نماز تھی تو صحابہ کو شریک نہ فرمانے کی کیا وجہ۔ نیز اسی معرکہ میں تیسری شہادت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان پر صلاۃ کا ذکر نہیں۔ اگر نماز ہوتی تو ان پر بھی ہوتی۔ ہاں درود کی ان دو کے لیے تخصیص وجہ وجیہ رکھتی ہے اگرچہ وجہ کی حاجت بھی نہیں کہ وہ احکام عامہ سے نہیں۔ وجہ اس حدیث سے ظاہر ہوگی کہ جس میں ان دو کرام کا حضرت ابن رواحہ سے فرق ارشاد ہوا ہے اور یہ کہ ان کو جنت میں منہ پھیرے ہوئے پایا۔ کہ معرکہ میں قدرے اعراض واقع ہو کر اقبال ہوا تھا وھو فی اٰخر ھذین المرسلین رواہ البیہقی عن طریق الواقدی بسندہ للبلاشار فی حدیث ابن سعد عن ابی عامر الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا رأیت فی بعضھم اعراضا کانہ کرہ السّیف اور سب سے زائد یہ کہ وہ شہدائے معرکہ ہیں، نماز غائب جائز ماننے والے شہید معرکہ پر نماز نہیں مانتے۔ تو باجماع فریقین یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونا لازم جس طرح خود امام نووی شافعی، امام قسطلانی شافعی امام سیوطی شافعی رحمہم اللہ تعالٰی نے صلاۃ علی قبور شہدائے احد میں فرمایا کہ یہاں صلاۃ بمعنی دعا ہونے پر اجماع ہے کما اثرناہ فی النھی الحاجز مالاکہ وہاں تو صلّی علی اھل احد صلاتہ علی المیّت یہاں اس قدر بھی نہیں۔ وہابیہ کے بعض جاہلان۔ بیخرد مثل شوکانی صاحب نیل الاوطار ایسی جگہ اپنی اُصول دانی یوں کھولتے ہیں کہ صلاۃ بمعنے نماز حقیقت شرعیہ ہے اور بلادلیل حقیقت سے عدول ناجائز۔ **اقول** اولًا۔ ان مجتہد بننے والوں کو اتنی خبر نہیں کہ حقیقت شرعیہ صلاۃ بمعنی ارکان مخصوصہ ہے یہ معنی خود نماز جنازہ میں کہاں کہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجود نہ قرأت نہ قعود الثالث عندنا والبواقی اجماعا ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ صلاۃ مطلقہ نہیں اور تحقیق یہ کہ وہ دعائے مطلق وصلاۃ مطلقہ میں برزخ ہے کما اشار الیہ البخاری فی صحیحہ واطال فیہ لاجرم امام محمود عینی نے تصریح فرمائی کہ نماز جنازہ پر اطلاق صلاۃ مجاز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے سماھا صلاۃ لیس فیھا رکوع ولا سجود۔ عمدۃ القاری میں ہے لکن التسمیۃ لیست بطریق الحقیقۃ ولابطریق الاشتراک ولکن بطریق المجاز۔ ثانیًا صلاۃ کے ساتھ جب علی فلاں مذکور ہو ہرگز اوس سے حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہوتی۔ نہ ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللّٰھم

---

[1] لان تحویلھا فی السنۃ الثانیۃ ۱۲ منہ

صلّ وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہٖ کما تحب وترضٰی وقال وصلّ علیھم ان صلوٰتک سکن لھم وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللّٰھم صلّ علٰی اٰل ابی اوفٰی کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ الٰہی تو ابی اوفٰی پر نماز پڑھ یا ان کا جنازہ پڑھ کیا صلاۃ علیہ شرع میں بمعنی درود نہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔ تنبیہ بعض حنفی بننے والے یہاں یہ عذر بے معنی پیش کرتے ہیں۔ کہ مدارج النبوۃ میں ہے۔ والاٰن در حرمین شریفین متعارف ست کہ چوں خبری رسد کہ فلاں مرد صالح در بلدے از بلاد اسلام فوت کردہ است شافعیہ نماز بروے میکنند و بعضے حنفیہ با ایشاں شریک می شوند از قاضی علی بن جار اللہ کہ شیخ حدیث ایں فقیر بود پرسیدہ شد کہ حنفیہ چوں شریک می شوند در گزاردن این نماز۔ گفت دعائے است کہ میکنند فلا باس بہ۔ تمام نصوص صریحہ کتب معتمدہ واجماع جمیع ائمہ مذہب کے مقابل گیارھویں صدی کے ایک فاضل قاضی کی حکایت پیش کرتے ہوئے شرم چاہئے تھی (۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین ابن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی کہ متاخرین تو متاخرین خود ان کے معاصرین ان کیلئے مرتبہ اجتہاد کی شہادت دیتے۔ ان امام جلیل کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی مسئلہ مذہب پر بحث کرنا چاہیں تو ڈرتے ڈرتے یوں فرماتے ہیں لوکان الیّ شیئ لقلت کذا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یوں کہتا (دیکھو فتح القدیر مسئلہ آمین وکتاب الحج باب الجنایات مسئلہ حلق وغیرہما) پھر جو بحث وہ کرتے ہیں علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں، مسموع نہ ہوگی۔ اس پر عمل جائز نہیں، مذہب ہی کا اتباع کیا جائے گا۔ ردالمحتار نواقض مسح الخف میں ہے قد قال العلامۃ قاسم لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالف المنقول علامہ قاسم نے فرمایا ہمارے اُستاذ امام ابن الہمام کی بحثوں کا کچھ اعتبار نہیں جب وہ مسئلہ منقولہ مذہب کے خلاف ہوں۔ اسی طرح جنایات الحج میں ہے نکاح البحر الرائق میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے ہے الکمال بلغ رتبۃ الاجتہاد وان کان البحث لایقضی علی المذہب امام ابن الہمام رتبۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں اگرچہ بحث مذہب پر غالب نہیں آسکتے۔ پھر جسے ادنی لیاقت اجتہاد بھی نہیں جمیع ائمہ مذہب کے خلاف اُس کی بات کیا قابل التفات: طحطاوی باب العدت میں ہے النص ھو المتبع فلا یعول علی البحث معہ نقل ہی کا اتباع ہے تو مسئلہ منقول ہوتے ہوئے بحث کا اعتبار نہ ہوگا۔ (۲) تصریح ہے کہ خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ ہم نے العطایا النبویہ میں اسکی بہت نقول ذکر کیں۔ حلبی علی الدر باب صلوٰۃ الخوف میں ہے لایعمل بہ لانہ قول البعض اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے تو جو ایک کا بھی قول نہ ہو اُس پر کیونکر عمل ہوسکتا ہے (۳) نصوص جلیہ ہیں کہ متون کے مقابل شروح، شروح کے مقابل فتاوٰی پر عمل نہیں۔ ہم نے ان کی نقول متوافرہ اپنی کتاب فصل القضا فی رسم الافتا میں روشن کیں اور علامہ ابراہیم حلبی محشی در کے قول میں مذکور ہے لایعمل بہ لمخالفتہ لاطلاق سائر المتون اس پر عمل نہیں کہ اطلاق جملہ متون کے خلاف ہے۔ جب نہ متون بلکہ صرف اطلاق عبارات متون کا مخالف ناقابل عمل تو جو متون وشروح وفتاوٰی سب کیخلاف ہے۔ اُس پر عمل کیونکر محتمل۔ (۴) پھر وہ بحث کچھ ہستی بھی رکھتی ہو نماز جنازہ مجرد دعا کے مثل زنہار نہیں۔ دعا میں طہارت بدن۔ طہارت جامہ۔ طہارت مکان۔ استقبال قبلہ تکبیر تحریمہ۔ قیام بحیل استقرار علی الارض کچھ بھی ضرور نہیں۔ اور نماز جنازہ میں یہ اور ان سے زائد اور بہت باتیں سب فرض ہیں۔ کیا اگر کچھ لوگ اسی وقت پیشاب کرکے۔ بے استنجا۔ بے وضو بے تیمم جنازہ کے پاس آئیں اور ان میں ایک شخص قبلہ کو پشت کرکے جنازہ کی پٹی سے پیٹھ لگا کر بیٹھے۔ اور باقی کچھ اس کے آگے کچھ برابر لیٹے بیٹھے، کچھ گھوڑوں پر چڑھے اور اوتر دکھن پورب مختلف جہتوں خلاف قبلہ کو منہ کیے ہوں۔ وہ پشتوں میں کہے الٰہی اس میت کو بخش دے اور یہ سب انگریزی وغیرہ میں آمین کہیں تو کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور اس طرح کی نماز میں حرج نہیں۔ دعائے ست

کرمی کنند فلا باس بہ۔ اجماع ائمہ مذہب کیخلاف ایسی بےمعنی استناد کیسی جہالت شدیدہ ہے۔ شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارھویں صدی کے ایک عالم تھے۔ مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے۔ پھر اسکی لغزش سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ اتباع کا۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتقوا زلۃ العالم وانتظروا فیأتہ عالم کی لغزش سے بچو اور اوس کے رجوع کا انتظار رکھو رواہ الحسن بن علی الحلوانی اُستاذ مسلم وابن عدی والبیہقی والعسکری فی الامثال عن عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں۔ عالم سے لغزش ہوتی ہے وہ تو اس سے رجوع کرلیتا ہے۔ اور اسکی خبر شہروں شہروں پہنچکر لغزش اس سے منقول رہ جاتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی فیض القدیر خدارا انصاف۔ ذرا یوں فرض کر دیکھیے کہ کتب مذہب میں جواز نماز غائب وتکرار جنازہ کی عام تصریحات ہوتیں۔ اور ایک قاضی ممدوح نہیں۔ اُن جیسے دوسو قاضی اسے ناجائز بتاتے اور کوئی شخص کتب مذہب کے مقابل ان دوسو سے سند لاتا تو دیکھیے یہ حضرات کس قدر غل مچاتے۔ اُچھل اُچھل پڑتے کہ دیکھو کتب مذہب میں تو جواز کی صاف تصریح ہے اور یہ شخص ان سب کیخلاف گیارھویں صدی کے دوسو قاضیوں کی سند دیتا ہے ہم ان کی مانیں یا کتب مذہب کو حق جانیں اور اب جو اپنی باری ہے تو تمام ائمہ مذہب کا اجماع تمام کتب مذہب کا اتفاق سب بالائے طاق اور تنہا قاضی ممدوح کو تقلید کا استحقاق۔ اس ظلم صریح وجہل قبیح کی کوئی حد ہے۔ مگر یہ ہے کہ جب کہیں کچھ نہ پایا الغریق یتشبث بالحشایش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے وباللہ العصمۃ۔ مدارج النبوۃ نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ اس میں یہ حکایت لغرض استناد۔ نہ شیخ کو اس پر تعویل واعتماد۔ وہ حنفی ہیں اور مذہب حنفی خود اسی کتاب میں اسی عبارت سے اوپر یوں بتایا ہے ہیں۔ مذہب امام ابوحنیفہ ومالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی آنست کہ جائز نیست۔ پھر اس پر دلیل بتاکر مخالفین کے جواب دیے ہیں۔ نیز اس حکایت کے متصل ہی حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہر روز بہ نیت جملہ اموات مسلمین نماز غائب پڑھنے کی وصیت نقل کرکے اسپر سکوت نہ کیا کہ کہاں قاضی علی بن ظہیرہ اور کہاں حضور پُرنور غوثیت مآب۔ مبادا غلامان حضور اس سے حنفیہ کیلیے جواز خیال کریں۔ لہذا معًا اوس پر تنبیہ کو فرمادیا کہ ایشاں حنبلی اند و نزد امام احمد حنبل جائز است۔ اگر شیخ کو اس حکایت سے استناد مقصود ہوتا تو یہاں استدراک ودفع وہم نہ فرماتے۔ بلکہ اسے اسکا مؤید ٹھہراتے۔ کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال سوم۔ اولاً جبکہ آفتاب کیطرح روشن ہوگیا کہ نماز غائب وتکرار نماز جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے۔ اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ تو امام کا شافعی المذہب ہونا اس ناجائز کو ہمارے لیے کیونکر جائز کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی ناجائز بات میں کسی کی اطاعت نہیں رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن امیر المومنین علی ونحوہ احمد والحاکم بسند صحیح عن عمران بن حصین وعن عمرو بن الحکم الغفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ثانیًا یہاں اطاعت امام کا حیلہ عجیب پادر ہوا ہے۔ بھائیو وہ تمھارا امام تو جب ہو کہ تم اسکی اقتدا کرو۔ پیش از اقتدا اسکی اطاعت تم پر کیوں ہو۔ اور جب تمھارے مذہب میں وہ گناہ وناجائز ہے تو تمھیں ایسے امر میں اسکی اقتدا ہی کب روا ہے یہ وہی مثل ہے کہ کسی کودن نے کچھ اشعار قبیح وشنیع اغلاط پر مشتمل لکھ کر کسی شاعر کو سنائے اُس نے کہا یہ الفاظ غلط باندھے ہیں۔ کہا بضرورت شعری کہا با شعر گفتن چہ ضرورت۔ ثالثًا جائز یا فرض وواجب نمازیں جن میں حنفی حسب شرائط مذکورہ بحرالرائق وغیرہ اہلسنت کے کسی دوسرے مذہب والے مثلاً شافعی وغیرہ

کی اقتدا کرے اس میں ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو اُمور ہمارے مذہب میں اصل سے محض ناجائز ہیں۔ ان میں اسکی پیروی نہ کرے اگرچہ اسکے مذہب میں جائز ہوں۔ مثلاً صبح کی نماز میں وہ قنوت پڑھے تو یہ نہ پڑھے۔ نماز جنازہ میں امام پانچویں تکبیر کہے تو یہ نہ کہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے انما یتبعہ فی المشروع دون غیرہ تنویر میں ہے یاتی الماموم بقنوت الوتر لا الفجر بل یقف ساکتا بحر میں ہے لو کبر خمسا فی الجنازۃ لایتابعہ فی الخامسۃ۔ جب بعد اقتدا یہ حکم ہے تو قبل اقتدا امر ناجائز ونا مشروع میں اقتدا کی اجازت کیونکر ممکن۔ غرض مذہب مہذب حنفی کا حکم تو یہ ہے باقی جو کوئی غیر مقلد بننا چاہئے تو آجکل آزادی وبے لگامی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہر شخص کو شتر بے مہار ہونے کا اختیار ہے اور اس کے رد میں بحمد اللہ تعالٰی ہمارے رسائل النہی الاکید وغیرہ کافی۔ واللہ المستعان علی اہل طغیان وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین آمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴۷): از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب رضوی۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں جب ایک امام اور پانچ مقتدی ہوں تو بنظر حصول نعمت بشارت مغفرت تین صفوف اس طرح کرلیجاویں کہ صف اوّل ودوم میں دو دو نفر اور صف سوم میں ایک نفر ہو۔ کیونکہ عبارات کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں ایک شخص کی صف کراہت سے مستثنٰی ہے جیسا کہ صاحب رد المحتار بحوالہ کتاب محیط تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی المحیط ویستحب ان یصف ثلثۃ صفوف حتی لوکانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلثۃ ثم اثنان ثم واحد فلوکان الصف الاول افضل فی الجنازۃ لکان الافضل جعلھم صفا واحدا ولکرہ قیام الواحد وحدہ کما کرہ اسی طرح عالمگیریہ میں ہے بحوالہ کتاب تاتارخانیہ اور قنیہ میں بحوالہ کتاب جامع التفاریق للبقالی وعین الہدایہ میں اور رسالہ تجہیز وتکفین میں یہی ترتیب درج ہے اس اتفاق عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طریقہ پسندیدہ فقہائے کرام یہی ترتیب مذکورہ ہے۔ فقط۔

جواب: جس حدیث میں یہ بشارت ہے اوس میں تین صفوف مروی ہیں۔ پس جہانتک ہر ایک صف میں کم از کم تین آدمی ہوسکیں ایسا کرنا عمدہ ہے۔ کیونکہ ایک شخص کو صف نہیں کہتے ہیں۔ ورنہ پھر تین مقتدی ہوں تو تین صف کرنی چاہیے۔ حالانکہ یہ شاید کسی فقیہ وعالم کو پسندیدہ نہ ہو۔ اوس حدیث کی شرح میں مرقاۃ ملا علی قاری میں یہ عبارت منقول ہے۔ وفی جعلہ صفوفا اشارۃ الی کراھۃ الانفراد اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ اکیلا نہ ہو تو یہ اشارہ ہے۔ محیط کی روایت لانفراد کے غیر صحیح ہونے پر۔ بہر حال پانچ مقتدیوں میں اس تکلف کی حاجت نہیں ہے۔ اور قاعدہ کلیہ ہے کہ کراہت سے بچنا استحباب کے حاصل کرنے سے مقدم ہے اور روایات نہی عن الانفراد سے استثنائے صلٰوۃ جنازہ وجہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے واقل الصف ان یکون اثنین علی الاصح۔ پس کراہت انفراد اس عبارت سے خوب ظاہر ہوگئی۔ یہ تفریع تفریعات مشائخ سے معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ ثلٰثہ سے منقول نہیں۔ حضرت مولنا محمود حسن صاحب نے اس میں یہ فرمایا کہ ایک شخص کی صف نہیں ورنہ تین کی تین صف کرنی چاہئے۔ وھو بعید۔ کتبہ عزیز الرحمٰن۔

اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین گزارش ذیل میں کہ کتب فقہ سے دو امر بالبداہۃ ماخوذ ہوتے ہیں۔ صلاۃ جنازہ میں

شخص واحد کی صف کا کراہت سے مستثنیٰ ہونا۔ و نیز شخص واحد کو علی الاصح بہ تبعیت دیگر صفوف صف سے تعبیر کیا جانا۔ اَولیٰ ہونا زیادتی صف اول کی بمقابلہ صف دوم اور صف دوم بمقابلہ صف سوم کی۔ حتیٰ کہ واسطے زیادتی صف اول کے سات نمازی ہونے کی حالت میں صف اولیٰ میں تین اشخاص کا کھڑا کیا جانا اور صف سوم میں صرف ایک شخص کا رہنا پسند کیا گیا۔ حالانکہ ممکن تھا کہ ہر صف میں دو دو نفر کھڑے کیے جاتے۔ یہ پتا کسی کتاب سے نہیں چلتا ہے کہ فقہائے کرام نے اس ترتیب پسندیدہ خود کا استخراج کس حدیث یا کس نص سے کیا ہے اور حضرت ملّا علی قاری نے کس بنا پر انکی مخالفت پسند کی کہ شخص واحد کے صف کے وجود ہی سے انکار فرمادیا۔ جس سے ترتیب پسندیدۂ فقہاء کرام بالکلیہ غلط و عبث ہوئی جاتی ہے پس ہدایت خواہ ہوں کہ اس اختلاف ترتیب صفوف ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تحقیق و تنقیح موافق ملّت احناف رحمہم اللہ موجوالہ کتب بخوبی صراحت سے تحریر فرماکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔ نیز یہ بھی ہدایت فرمائی جائے کہ بحالت موجودگی چھ نمازیوں کے اس طرح پر ترتیب صفوف ثلاثہ کی بہتر ہوگی کہ ایک امام اور پس امام دو صفوف میں دو دو نفر اور صف سوم میں شخص واحد کھڑا ہو یا جملہ مقتدیوں کی ایک ہی جماعت کیجاوے کہ صفوف ثلاثہ کی ترتیب کم از کم سات اشخاص کا ہونا، سب کتب میں مرقوم ہے۔ اس سے کم کی نسبت کچھ ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ترتیب چھ اشخاص کی بھی ممکن ہے۔

الجواب

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاذ امام اجل عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل تلمیذ ام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ و ابوہریرہ و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین روایت فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی جنازۃ فکانوا سبعۃ فجعل الصف الاول ثلثۃ والثانی اثنین والثالث واحدا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ صرف سات آدمی تھے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی صف تین آدمیوں کی کی۔ دوسری صف دو کی۔ اور تیسری صف ایک شخص کی۔ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں فی القنیۃ ثم ان کان القوم سبعۃ فاتموھا ثلثۃ صفوف یقدم احدھم وخلفہ ثلثۃ وخلفھم اثنان وخلفھما واحدا انتھی قلت ویشھد لہ ان عطاء بن ابی رباح ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم صلی علی جنازۃ فکانوا سبعۃ (وساق الحدیث قال) ولولا ھذا القلنا بکراھۃ جعل الواحد صفا لامرہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وسلم للمنتبذ وراء الصف فی الصلاۃ المطلقۃ باعادتھا کما تقدم فی موضعہ اللھم الا ان یقال ان ذلک ایضا اذا لم یکن فیہ تحصیل مصلحۃ مقصودۃ من الصلاۃ وقد وجدت ھٰھنا مصلحۃ ....
مقصودۃ منھا وھی السعی فی حصول المغفرۃ للمیت کما اخبرہ الشارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غنیہ شرح منیہ میں ہے یستحب ان یصفوا ثلثۃ صفوف حتی لو کانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف وراءہ ثلثۃ و وراءھم اثنان ثم واحد ذکرہ فی المحیط لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف غفرلہ رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم اھ قلت ورواہ احمد وابن ماجۃ وابن سعد فی الطبقات والبیہقی فی السنن وابن مندۃ فی المعرفۃ کلھم عن مالک بن ھبیرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بالفاظ شتی وکلھا فی نظری بحمد اللہ تعالی رحمانیہ میں عتابیہ سے ہے لوکان القوم سبعا قاموا ثلثۃ صفوف تیقدم واحد وثلثۃ بعدہ واثنان بعدہ وواحد بعدہ لان فی الحدیث من صلی

علیہ ثلثۃ صفوف غفر لہ اھ قلت وافن والضمیر فی بعدہ فی اخیرین ارجاعہ الی الصّف۔ حلیہ وغنیہ وردالمحتار شروح معتمدہ
میں اور جامع التفاریق ومحیط وعتابیہ وتاتارخانیہ وعلمگیریہ فتاوی مستندہ اور کتب مذہب میں ان کا کہیں خلاف نہیں۔ لاجرم امام ابن امیر
الحاج نے جنازہ میں ایک شخص کے صف ہونے کی کراہت کو امام احمد بن حنبل سے ایک روایت کی طرف نسبت فرمایا۔ حیث قال بعد ما ذکرنا
عندھذا وعن احمد انہ کرہ ان یکون الواحد صفا اپنے مذہب میں کراہت کی کوئی روایت ہوتی تو وہی احق بالذکر تھی۔ صرف مذہب غیر کی
طرف نسبت پر اکتفا نہ کیجاتی۔ غرض فقہ یہ ہے اور حدیث وہ کہ ہرگز مخالفت کیا معنی۔ رہا وہ اشارہ جو مرقاۃ میں استنباط کیا اور اوسکے سبب جہاں نے
نصوص حدیث وفقہ کو بالائے طاق رکھ دیا **اقول** وباللہ التوفیق۔ نہ وہ استنباط مقبول ہے نہ اوس پر اعتماد جائز۔ **اولاً** وہ علی قاری کی
ایک بحث ہے اور منقول کے حضور بحث اصلاً قابل التفات نہیں کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار وذکرنا
نقولہ فی فتاوٰنا اور اوسے مرقاۃ میں منقول بتانا جہل صریح ہے یا افترائے قبیح پھر جزئیہ منصوصہ کتب مذہب کو قول قاری سے غیر صحیح کردینا سخت جرأت
مردودہ ہے۔ فتاوائے معتمدہ اکثر منصوصات ائمہ کو مطلق ومرسل بلاعزو لکھتے ہیں کما لایخفی علی خادم الفقہ بلکہ قدمائے اہل فتاوٰی غالباً
اقوال مشائخ کو معزو لکھتے ہیں اور نصوص مذہب کو بلاعزو لکھتے ہیں۔ اور نصوص مذہب کو بلاعزو خصوصاً جبکہ ائمہ مذہب سے اون میں خلاف منقول ہو
شرنبلالی علی درر الحکام میں ہے صرح بہ قاضی خان من غیر اسنادہ لاحد فاقتضی کونہ المذھب اور بالفرض ارشاد ائمہ مجتہدین
فی المسائل یا تخریج مسائل ہی ہو تو علی قاری کو اپنی بحث سے اوسکے رد کا کیا اختیار ہے کیا وہ اون میں نہیں جن کو فرمایا گیا نحن فعلینا اتباع
ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم جیسا کہ تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم پھر درمختار پھر ردالمحتار میں ہے فانہ لایسعنا مخالفتھم
ثانیاً اگر وہ منقول ہی ہوتی تو شروح حدیث کی نقول نصوص کتب معتمدۂ فقہیہ کے خلاف مقبول نہیں۔ بلکہ نصوص تو نصوص کہ شروح حدیث کی تصریح
صریح اشارات کتب مذہب کے بھی معارض نہ مانی گئی۔ شرح مشارق الانوار علامہ ابن ملک سے کہ علامہ علی قاری سے اقدم واعظم ہیں ایک مسئلہ
منقول ہوا اوس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل المذھب واطلاق المتون والشروح
یرد **ثالثاً**۔ اگر بالفرض کسی کتاب فقہ ہی میں ایک نقل شاذ پائی جاتی تو نقل مشہور کتب معتمدۂ کثیرہ کے مقابل نہ مانی جاتی کما نص
علیہ فی الشرنبلالیۃ والعقود الدریۃ وردالمحتار وغیرھا واکثرنا النقول فیہ فی فتاونا وفی کتابنا فی رسم المفتی **رابعاً**
اگر شاذ بھی نہ ہوتی جب بھی اوسی ترتیب مذکور جامع التفاریق ومحیط وحلیہ وغنیہ وغیرہا پر اعتماد ہوتا کہ نص حدیث اوسی طرف ہے اور علماء تصریح
فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ وردالمحتار وغیرھا **خامساً** اس بحث واستنباط کا
سارا مدار اس پر ہے کہ روایت ابی داؤد میں جزاھم ثلثۃ صفوف کا لفظ وارد ہوا اور ایک شخص کو صف نہ کہیں گے مگر ترمذی کی حدیث میں جزاھم ثلثۃ اجزاء ہے اور جز
مطلق ہے اور ہم ابھی حدیث مرفوع سے نقل کرچکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صف ایک ہی صاحب کی کی۔ علی قاری روایت ترمذی کی جو شرح ٹھہرائی کہ تین حصے کرنے سے یہ مراد ہے
کہ بوڑھے اور ادھیڑ اور جوان یا علماء وطلبہ وعوام حیث قال ای قسمھم ثلثۃ اقسام ای شیوخا وکھولا وشبابا او فضلاء وطلبۃ
العلم والعامۃ یہ بھی نرا اجتہاد علامہ ہے جس پر نہ حدیث مرفوع میں دلالت نہ اوسکی فرع فعل صحابی میں نہ اوسے اوسکی شرط اذا صلی
علی جنازۃ فتقال النّاس علیھا پر ترتب۔ یہ مقتضی تجزیہ ہیں۔ نہ طالب توزیع۔ تو یہ تفسیر بلامنشا ہے۔ نہ شرع نے کہیں کسی نماز میں یہ تقسیم

سہو وکہ بوڑھے الگ چھانٹے جائیں۔ اور ادھیڑ جدا۔ اور جوان علیحدہ **سادسًا** یہیں سلم کہ فی نفسہ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی۔ مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو۔ تو اوس پر بھی ضرور اطلاق صف ہے اور یہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔ تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یوم یقوم الرّوح والملٰئکۃ صفا جس دن کھڑے ہوں گے روح اور ملائکہ صف ہو کر ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الروح فی السّماء الرابعۃ و اعظم من السمٰوٰت والجبال ومن الملٰئکۃ یسبح کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجئ یوم القیمۃ صفا وحدہ یہ روح آسمان ہفتم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے۔ وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح روز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔ معالم التنزیل میں بروایت عطار ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے الرّوح ملک من الملٰئکۃ ما خلق اللہ تعالٰی مخلوقا اعظم منہ فاذا کان یوم القیمۃ قام ھو وحدہ صفا و قامت الملٰئکۃ کلھم صفا واحدا فیکون اعظم خلقہ مثلھم۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا۔ اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اوسکی جسامت اون سب کے برابر ہوگی۔ امام ابو عمر ابن عبد البر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا المرأۃ وحدھا صف اکیلی عورت ایک صف ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے المرأۃ وحدھا تکون صفا تنہا عورت ایک صف ہوتی ہے۔ حدیث عطار سے گزرا اجعل الصف الثالث واحدا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو تیسری صف کیا۔ امام احمد کی روایت مذکورہ میں بھی ایک شخص کو صف کہا کہ کرہ ان یکون الواحد صفا نہ یہ کہ الصّف لا یقوم بواحد اصلا اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ تین آدمیوں کی تین صفیں نہ ہو سکنے سے اعتراض جہالت فاحشہ ہے فکم من شیئ یصح ضمنا ولا یصح قصدا **سابعًا** کراہت انفراد صلٰوۃ مطلقہ میں ارشاد ہوئی ہے۔ صلاۃ جنازہ کا اوس سے الحاق محل منع ہے تبیین الحقائق میں فرمایا صلاۃ الجنازۃ لیست بصلاۃ من کل وجہ وانما ھی دعاء للمیت امام نسفی کتاب کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں حتی لا یحنث بصلاۃ الجنازۃ لو حلف ان لا یصلی فصارت کسجدۃ التلاوۃ **اقول** بلکہ محل مقام میں صلاۃ مطلقہ سے اوس سے بین تفاوت ہے۔ صلاۃ مطلقہ میں سب سے افضل صف اول ہے اور نماز جنازہ میں سب سے افضل صف اخیر۔ صلاۃ مطلقہ میں جبتک پہلی صف پوری نہ ہو جائے دوسری صف ہرگز نہ کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اتموا الصّف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربھا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وکیف تصف الملٰئکۃ عند ربھا ارشاد فرمایا یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف۔ رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نماز جنازہ میں تفریق صفوف سب کو مسلم۔ صلاۃ مطلقہ میں محاذات زن حسب شرائط عشرہ مفسد نماز ہے اور نماز جنازہ میں اصلا مفسد نہیں کما علیہ فی الکتب القاطبۃ تو کیا بعید ہے کہ صف کے پیچھے انفراد صلاۃ مطلقہ میں مکروہ ہو نہ نماز جنازہ میں و بہ یضعف ما وقع فی الحلیۃ

ان لولا الحدیث لقلنا بکراھتہ باجملہ مسئلہ واضح ہے اور بحث طائح اور برخلاف حدیث وفقہ اُس پر اعتماد جہل فاضح۔ اب رہا اصل سوال سائل کہ یہ تفریق پانچ مقتدیوں میں بھی کیجائے یا صرف چھ سے مخصوص ہے۔ **اقول** ہاں پانچ میں بھی کیجائے۔ ہمیں حدیث وفقہ نے بتایا کہ ارشاد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثۃ صفوف اوجب کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع حاضرین کی تین صفیں کیجائیں۔ اگرصف اخیر صرف ایک شخص کی ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقینًا حاصل، پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلاۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں۔ موطائے امام مالک ومصنف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصففت انا والیتیم من ورائہ موطائے امام محمّد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے قال دخلت علی عمر بن الخطاب بالھاجرۃ فوجدتہ یسبح فقمت وراءہ فقربنی فجعلنی بحذائہ عن یمینہ فلما جاء یرفاء تاخرت فصففنا وراءہ اور تیسری صف ایک کی فقہائے کرام نے کہ چھ ہی مقتدیوں کی صورت لکھی **اولًا** بعض صور پر اقتصار بعض دیگر کا نافی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے لایلزم ان یکون ماسکت عنہ مخالفا فی الحکم لما ذکرہ کما لایخفی **ثانیًا اقول** اوس کے لیے تین سبب ہیں **اوّل** صورت مذکورہ حدیث کے ذکر سے تبرک **دوم** اس پر تنبیہ کہ چھ مقتدیوں کی صورت میں اگرچہ ہر صف دو شخصوں کی ہوسکتی ہے مگر باتباع سنت یوں ہی کریں کہ پہلی صف تین کی دوسری دو کی تیسری ایک کی **سوم** کراہت انفراد کا کامل ازالہ کہ باوصف تیسر تعدد انفراد اختیار کیا۔ اگر کہیے چھ مقتدیوں کی اس ترتیب میں کوئی اور حکمت بھی **اقول** رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے افعال کی حکمتیں خوب جانتے ہیں۔ بنظر ظاہر یہاں دو حکمتیں معلوم ہوتی ہیں۔ **اولًا** جمع تام ہے اور جمع تام گویا صف تام ہے ولہذا ایک روایت میں تین عورتوں کو جمیع صفوف مابعد کی نماز کا قاطع بتایا۔ اور ظاہر الروایۃ میں بھی اوسے اس درجہ قوی بتایا کہ ایک صف کو دوسری کا حائل نہ جانا۔ اور اون کی محاذات میں آخر صفوف تک تین تین مردوں کی نماز پر حکم فساد فرمایا۔ فتح القدیر میں ہے الصحیح ان بالثلاث تفسد صلاۃ واحد عن یمینھن واٰخر عن شمالھن وثلثۃ ثلثۃ الی اٰخر الصفوف وفی روایۃ الثلث کالصف التام فتفسد صلاۃ جمیع الصفوف التی خلفھن اس معنوی کثرت وقوت کی تحصیل کو صف اول میں تین شخص رکھے۔ **ثانیًا** اوس میں تعدیل فضل ہے کہ جمع میں برکت ہے ایک سے دو میں زائد دو سے تین میں اور صفوف جنازہ میں آخر فالآخر افضل ہے۔ پہلی سے دوسری افضل دوسری سے تیسری تو اس ترتیب سے ہر صف کیلیے چار فضل حاصل ہوگئے۔ پہلی صف میں باعتبار صف ایک اور بلحاظ رجال تین۔ دوسری صف میں صف اور رجال دونوں کے اعتبار سے دو دو۔ تیسری میں باعتبار صف تین بلحاظ رجل ایک واللہ ذوالفضل العظیم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸: از سنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب۔ ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ بریلی کی جامع مسجد میں نبی خانہ میں نماز جنازہ پڑھائی جاوے اور امام نبی خانہ میں ہووے اور مقتدی جامع مسجد میں اور نبی خانہ میں برابر صف بندی ہووے۔ درست ہے یا نہیں

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو نہ امام جنازہ نہ صف جنازہ۔ یہ سب مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: از لشکر کانپور محلہ توپخانہ بازار قدیم چھوٹی مسجد مرسلہ محمد یوسف علی صاحب ۲۰ صفر مظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہیے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے۔ افضل کیا ہے؟

الجواب

ہاتھ باندھنا سنت اوس قیام کی ہے جس کے لیے قرار ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار سلام وقت خروج ہے اوس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۰: از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرمانی ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

مسجد کے باہر پورب جانب جو سامنے پختہ صحن بنا ہوا رہتا ہے۔ اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے اوس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور لکڑی کا صندوق جو بمنزلہ تابوت کے ہوتا ہے اوسکے اندر میت رکھ کر صندوق بند کیا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور کسی ولی یا سادات یا علماء کی قبریں پختہ باندھنا اور کسی ملک سے دوسرے ملک یا شہر سے دوسرے شہر لاش لیجاکر دفن کرنا درست ہے یا نہیں۔ اور میت کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور قبر میں میت کے سینہ پر کفن کے نیچے شجرہ پیران طریقت رکھ کر دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور بزرگان دین نے جو اپنے وصال سے قبل اپنا کفن و تابوت و قبر پختہ اندرے صحن پختہ کرکے تیار کر رکھا ہے۔ ایسا قبل سے ان چیزوں کو ایسی حالتوں میں طیار رکھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صحن مسجد یقیناً مسجد ہے۔ فقہائے کرام اوسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں اور نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر و الدر وغیرھما ہاں حد مسجد سے باہر فنائے مسجد میں جائز ہے میت اگر تابوت کے اندر ہو نماز اوس پر اوسی طرح جائز ہے۔ کھولنے کی حاجت نہیں۔ قبر جس قدر میت سے متصل ہوتی۔ اوس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا ممنوع ہے اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں۔ اور معظمان دینی کیلیے ایسا کرنے میں بہت مصالح شرعیہ ہیں۔ لاش کا ایک ملک سے دوسرے ملک کو لیجانا تو بڑی بات ہے۔ دوسرے شہر کو لیجانا بھی ممنوع ہے۔ میل دو میل تک لیجانے میں حرج نہیں۔ کما فی عالمگیریۃ وغیرھا۔ تابوت میں دفن کرنا مکروہ و خلاف سنت مگر اوس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہو تو حفاظت کیلیے حرج نہیں کما فی الھندیۃ وغیرھا۔ بہتر یہ ہے کہ قبر میں طاق کھود کر اوس میں شجرہ رکھا جائے اور تبرکات اگر سینہ پر رکھیں تو اوس کی ممانعت بھی ثابت نہیں۔ والتفصیل فی الحرف الحسن کفن پہلے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہیئے۔ کما فی الدر المختار وغیرہ قال اللہ تعالیٰ وما تدری نفس بای ارض تموت واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱: از بانٹوہ ملک کاٹھیاواڑ مولوی عبدالمطلب صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

یہاں نماز جنازہ کے لیے جو جگہ تعمیر کی گئی۔ شہر سے دور فاصلہ پر ہے۔ بارش اور گرمی میں بڑی دقت ہوتی ہے لہذا برائے رفع

تکالیف بستی کے قریب جو پرانا صد سالہ قبرستان ہے کہ جس کے اندر اکثر قبریں منہدم ہوچکی ہیں بسبب انہدام کے لوگ کوڑا کرکٹ اسکے اندر ڈالتے ہیں۔ اگر وہاں نماز جنازہ کے لیے چبوترہ بنایا جائے تو جائز ہے یا کیونکر۔

الجواب

قبور پر نماز ہرگز جائز نہیں۔ نہ اون پر کوڑا کرکٹ ڈالنا جائز۔ بندوبست کریں۔ ممانعت کریں۔ ہاں اگر وہاں یا اوس کے قریب کوئی قطعہ زمین ایسا ہو جہاں قبریں نہ تھیں نہ ہیں نہ ہوئیں تو وہاں نماز کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۲: نماز جنازہ میں تکبیر اخیر کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایکبار کہا بعد یاد دہانی تکبیر کہی اور پھر سلام پھیرا۔

الجواب

دوسری صورت میں نماز ہوجانا بھی اوسی صورت میں ہے کہ اوس نے بھول کر سلام پھیرا ہو۔ اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نماز جنازہ میں تین ہی تکبیریں ہیں۔ تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳: از شہر مرادآباد محلہ مغلپورہ حصہ اول۔ مرسلہ مولوی سید اولاد علی صاحب۔ ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ کا مسبوق فوت شدہ تکبیروں کو پورا کرے۔ تو اون میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے۔

الجواب

اگر جنازہ اوٹھا لیا جانے کا اندیشہ ہو۔ جلد جلد تکبیریں بلا دعا کہہ کر سلام پھیر دے۔ ورنہ ترتیب وار پڑھے۔ مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے بعد ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے۔ اور دو فوت ہوئیں۔ تیسری امام کے ساتھ دعا چوتھی کے بعد سلام پھر اول کے بعد ثنا دوم کے بعد درود اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از اجمیر شریف۔ مرسلہ محمود الحسن صاحب۔ ۲۳ محرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر جنازہ کو ایسی چارپائی پر رکھ کر نماز پڑھی۔ کہ جس کے پائے ایک بالشت سے کم تھے تب تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ اور ثبوت میں شامی اور کبیری پیش کرکے کہتا ہے کہ جنازہ مثل امام کے ہے جس طرح امام کا ایک بالشت سے اوپر کھڑا ہونا مفسد صلاۃ ہے۔ اس صورت میں بھی پائے ایک بالشت سے زائد ہونا مانع صلاۃ جنازہ ہے۔ کیا واقعی اگر پائے ایک بالشت سے زیادہ ہوں۔ تو مفسد صلاۃ جنازہ ہیں۔ یا ایک بالشت ہونا اولیٰ۔ اور اس سے زائد مکروہ ہے۔ یا مطلقاً۔ خواہ جس قدر بھی پائے لمبے ہوں۔ جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کے اقوال سب باطل و بے اصل ہیں۔ نہ پاؤں کی بلندی شرعاً کسی حد پر مخصوص رکھی گئی ہے۔ نہ ایک بالشت بلندی میں کچھ اولویت نہ ایک بالشت یا ایک گز امام کی بلندی مفسد نماز نہ ہر بات میں جنازہ مثل امام یہ ہوسات عاطلہ و اوہام باطلہ ہیں۔ جنازہ کا زمین

پر رکھا ہونا ضرور شرط ہے اگرچہ پائے کتنے ہی بلند ہوں اور امام کا بقدر امتیاز سب مقتدیوں سے اونچا ہونا صرف مکروہ ہے۔ نہ کہ مفسد نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: ۸ شوال ۱۳۳۲ھ

ظہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہوا۔ پھر جنازہ بھی آیا۔ اور وقت بہت ہے۔ اب کون نماز مقدم ہو۔ اور سنت کس وقت۔

الجواب

جب وقت ظہر وسیع ہے۔ جنازے کی تقدیم کریں ہاں اگر جنازہ لیجانے والے بھی اسی جماعت ظہر میں شریک ہونگے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے ہوجائے جب بھی جنازہ نماز ظہر سے فارغ ہونے کیلئے رکھا رہے گا اور اوس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر فرض وسنت پہلے پڑھیں کہ اس پر میں شاید اور نمازی بھی آجائیں۔ اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶: از بنارس کچی باغ۔ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

بہار شریعت جلد ۴ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے (درمختار۔ ردمحتار) حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں۔ سخت اضطراب ہے۔ رفع فرمائیے۔

الجواب

جس روز آپ کا سوال آیا۔ حسن اتفاق سے اوسکے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لیے یہاں آئے میں نے اون سے پوچھا۔ اونھوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے۔ اور اوس کے آخر میں میں نے درمختار ردالمحتار وغیرہا لکھا ہے۔ وغیرہا سے یہاں میری مراد فتاوٰی رضویہ ہے۔ وہاں جو کچھ مذکور ہے اوسکا بعض درمختار سے لیا گیا ہے اور بعض ردالمحتار سے۔ اور یہ مسئلہ فتاوٰی رضویہ سے۔ انتہی کلامہ۔ ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے نہ اوسمیں کوئی ذکر مسنون۔ تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلاۃ کا وقت ہے اور خروج کیلئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷: از ریاست کوٹہ۔ راجپوتانہ محلہ چند گڑھ۔ مسئولہ افضل احمد صاحب۔ ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک حصہ خام تھا۔ اب بالکل ملحقہ مسجد کر کے سب پختہ بنادیا گیا ہے۔ آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں اور یہاں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں (۲) خانہ کعبہ اور مسجد اقدس نبوی میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے اور جب کعبہ شریف میں نماز پڑھتے ہیں تو مسجد میں کیا حرج ہے۔

الجواب

(۱) یہ جگہ کہ مسجد سے خارج تھی اگر اوسے پختہ کر کے صحن مسجد سے ملا دینا مسجد کے طور پر نہیں۔ بلکہ صرف اسلیے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو۔ تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اوسمیں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اوسے مسجد کر لیا گیا تو اب اوسمیں نماز جنازہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵: از مین پوری، مسئولہ مجیب اللہ صاحب۔ ۲۹ جمادی الاخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ کے لیے امامت میں احق افضل کون ہے۔ کیا امام جامع مسجد یا قاضی اس معنی میں کہ نکاح خوانی کرتا ہو اور لیاقت کچھ نہیں رکھتا۔ صرف معمولی اُردو کی کتابیں دیکھے ہوئے ہو وہ بلا اذن طلب کیے میت کے ورثا یا اولیاء سے نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور بموجودگی کسی افضل و اعلم بالسنۃ عالم و احق بالامامۃ اوسکا نماز پڑھانا کیسا ہے۔ یہ جو عام طور پر رائج کہ اول وارث یا ولی میت سے اذن لیتے ہیں نماز پڑھانے کا یہ کیا کچھ ضروری چیز ہے۔ اور کون امام بلا اذن طلب کیے بھی نماز پڑھا سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز جنازہ ولی میت کا حق ہے۔ دوسرا کہ اوسکے اذن کا محتاج ہے اگر بے اوس کے اذن کے پڑھائے اوسے اعادہ نماز جائز ہے حالانکہ نماز جنازہ کی تکرار مشروع نہیں۔ نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدہ شرعی نہیں وہ بے اذن ولی ہرگز نہیں پڑھا سکتا۔ یوہیں جامع مسجد کا امام اگر میت جمعہ وغیرہ اوسکے پیچھے نہ پڑھتا ہو یا وہ علم و فضل میں ولی میت سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح امام الحی یعنی مسجد محلہ کا امام۔ ہاں اگر میت اون کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ اور یہ فضل دینی میں ولی سے زائد ہیں تو بے اذن ولی پڑھا سکتے ہیں۔ اور اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطان اسلام یا اوس کا نائب حاکم شہر یا اوس کا نائب قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا یا اوس کا نائب یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں انھیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں اور صورت مذکورہ کے علاوہ دونوں امام اور یہ والیان عام اگر نماز پڑھادیں تو ولی کو حق اعادہ نہیں۔ باقی سب محتاج اذن ولی ہیں۔ اگر بے اذن پڑھائیں گے حق غیر میں دست اندازی کے مرتکب ہونگے۔ مگر فرض کفایہ ادا ہو جائے گا۔ ولی نے اگر اون کی اقتدا کرلی۔ فبہا۔ کہ اذن ابتدا میں نہ تھا تو اب ہوگیا اور اگر اقتدا نہ کی تو اوسے جائز ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ اور جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہولیے تھے اونھیں اس جماعت ولی میں شرکت کی اجازت ہے۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان او نائبہ (الاولی ثم نائبہ کما فی الفتح وغیرہ ش) ثم القاضی (ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی امداد عن الزیلعی ش) ثم امام الحی و تقدیم الولاۃ واجب و تقدیم امام الحی مندوب بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی کما فی المجتبی (قلت عن البقالی) و شرح المجمع للمصنف (قلت عن العتابی) (و امام الحی ھو امام مسجد المحلۃ وان کان اولی لان المیت رضی بالصلاۃ خلفہ فی حیاتہ فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاتہ ش) وفی الدر نتف امام الجامع (عبر عنہ فی شرح المنیۃ بامام الجمعۃ ش) اولی من امام الحی (قلت و الظاھر ان تقدیمہ ایضا ندب بشرط کونہ افضل من الولی والعلۃ فیہ ایضا کون المیت رضیہ اماما لہ فی حیاتہ فلو لم یکن من یصلی الجمعۃ کالمرأۃ مثلا او کان یصلی خلف غیرہ لم یقدم علی امام الحی ولا علی الولی و کذا امام الحی اذا لم یکن المیت یصلی خلفہ لا یقدم علی الولی قالہ ش ط ایاتی من ان الاصل ان الحق للولی وانما قدم علیہ الولاۃ و امام الحی لما مر من التعلیل وھو غیر موجود ھنا) ثم الولی بترتیب عصوبۃ الانکاح فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی لعدم رضا الولی ولو علی قبرہ انشاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا

غیر مشروع انتہی مزیدا منی کل مصدد بلفظہ قلت تحتق ما بھلال۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹: از آرہ۔ مدرسہ فیض الغربا، مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب قادری برکاتی رضوی۔ ۲۷ جمادی الاُخرہ ۱۳۳۴ھ

زید تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے کسی ایک کے انکار کو کفر جانتا ہے۔ محض سستی و غفلت سے بے نماز ہے۔ بس ایسے بے نمازوں کے جنازے کی نماز ناجائز ہے یا نہیں۔ کوئی نہ پڑھے نہ پڑھائے۔

الجواب

لا الٰہ الا اللہ مسلمان اگرچہ بے نماز ہو اوسکے جنازے کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے گا جتنوں کو خبر ہو سب گنہگار وتارک فرض رہیں گے۔ ہاں اگر زجر کیلیے علماء خود نہ پڑھیں دوسروں سے پڑھوادیں تو بیجا نہیں۔ اور اگر اون کے نہ پڑھنے سے اور بھی کوئی نہ پڑھے یا اون کو بھی منع کریں تو یہ علماء بھی مستحق عذاب نار ہوں گے۔ بلکہ جہال سے زیادہ فانما علیک اثم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصّلوٰۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برًا کان او فاجرًا وان ھو عمل الکبائر۔ تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے نیک ہو یا بد اگرچہ اوس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں۔ رواہ ابوداؤد وابو یعلٰی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح علٰی اصولنا درمختار میں ہے ھی فرض علٰی کل مسلم مات خلا الاربعۃ بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق وقاتل احد ابویہ الحقہ فی النہر بالبغاۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰: از موضع شرشدی جونیر مدرسہ ڈاکخانہ رفیسنی ضلع نواکھالی۔ مرسلہ مولوی عبدالکریم۔ ۲۶ جمادی الاُخری ۱۳۳۸ھ

ما قول علمائنا رحمھم اللہ ایک حنفی عالم کہتا ہے کہ بے نمازی کا فرو مرتد ہے اوس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور اُسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیئے۔ اس عالم کا قول مردود ہے یا نہیں۔ تین شخص کو بے نماز جنازہ دفن کرادیا ہے۔ اسپر شرعًا کیا وعید عائد ہو سکتا ہے۔ دنیا میں ایسا مسلمان نہیں جو گاہ بگاہ نماز پنجگانہ وعید نہ پڑھتا ہو۔

الجواب

ایمان و تصحیح عقائد کے بعد جملہ حقوق اللہ میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے۔ جمعہ و عیدین یا بلا پابندی پنجگانہ پڑھنا۔ ہرگز نجات کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے قصدًا ایک وقت کی چھوڑی۔ ہزاروں برس جہنم میں رہنے کا مستحق ہوا۔ جبتک توبہ نہ کرے اور اوسکی قضا نہ کرلے۔ مسلمان اگر اوس کی زندگی میں اوسے یکلخت چھوڑدیں اوس سے بات نہ کریں۔ اوسکے پاس نہ بیٹھیں تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین ۵ مگر بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل وکفن دینا اوس کے جنازے کی نماز پڑھنا الا ما استثنٰی ولیس ھذا منھم فرض قطعی علے الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑدیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہ گار، وتارک فرض و مستحق عذاب ہونگے جس نے تین مسلمانوں کو بے نماز دفن کرادیا، فاسق، مرتکب کبیرہ، مستوجب سزائے شدید ہوا۔ بے نماز کہ نماز کو فرض جانتا ہو۔ اوسکی تحقیر نہ کرتا ہو اگرچہ نفس وشیطان کے پھندے میں آکر نہ پڑھتا ہو مرتکب کبائر ہے۔ مستحق عذاب نار ہے۔ مگر کافر نہیں۔ باغی نہیں۔ ڈاکو نہیں۔ ایک تباہکار مسلمان ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الصّلٰوۃ واجبۃ علیکم علٰی کل مسلم یموت برًا کان او فاجرًا وان

ھو عمل الکبائر۔ اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدواوین ثلثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لایعباء اللہ بہ شیئا ودیوان لایترک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ واما الدیوان الذی لایعباء اللہ بہ شیئا وظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکھا فان اللہ تعالٰی یغفر ذالک ان شاء ویتجاوز واما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ معاف نہ فرمائے گا۔ اور دوسرے کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں۔ اور تیسرے میں سے اللہ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ کچھ معاف نہ فرمائے گا دفتر کفر ہے۔ اور وہ جس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنے رب کے معاملہ میں اپنی جان پر ظلم کرنا کہ کسی دن کا روزہ چھوڑ دیا یا نماز چھوڑ دی اللہ تعالٰی چاہے گا تو معاف کردے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر ظلم ہیں۔ ان کا بدلہ ضرور ہونا۔ رواہ الامام احمد والحاکم فی المستدرک عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد فمن جاء بھن فلم یضیع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان لہ عند اللہ عھد ان یدخل فی الجنۃ ومن لم یات بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ رواہ الائمۃ مالک واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم والبیھقی بسند صحیح عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ پانچ نمازیں اللہ تعالٰی نے بندوں پر فرض کی ہیں جو اونہیں بجالائے اور اون کے حق کو ہلکا جان کر اونمیں سے کچھ ضائع نہ کرے اللہ کے پاس عہد ہو کہ اوسے جنت میں داخل فرمائے اور جو انہیں بجانہ لائے اُسکے لیے اللہ کے پاس عہد نہیں چاہے اوسے عذاب کرے چاہے اوسے جنت میں داخل کرے۔ درمختار میں ہے ھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب وکذا مکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق ومن قتل احد ابویہ الحقہ فی النھر بالبغاۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱: از گوالیار مسئولہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) ایک جنازے کی نماز میں زید نے لوگوں کو کہ جنہوں نے جوتوں میں سے پیروں کو نکال کر اور جوتے کے اوپر پیر رکھ کر نماز پڑھنا چاہا۔ روکا کہ پیر جوتوں سے مت نکالو۔ جوتے پہنے ہوئے نماز درست ہے۔ عمرو نے ایک شخصیت کے الفاظ میں کہا کہ کوئی کہتا ہے کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھو۔ جوتے سب اوتار ڈالیں۔ چنانچہ بعض نے زید کے کہنے پر عمل کیا بعض نے عمرو کے کہنے پر۔ بعد نماز کے بحث پیش آئی۔ زید نے تحریری جواب کہ رسول خدا نے نماز میں جوتا اوتارا۔ مقتدیوں نے بھی اوتارا۔ پیغمبر صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے جوتے کیوں اوتارے جواب دیا کہ اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جوتے میں ناپاکی ہے۔ پس معلوم کرلینا چاہیئے۔ عمرو کو ایسا کہنا خلاف تھا اسلئے کہ وہ کیسے برجستہ الفاظ صدر کہہ سکتا تھا اسلیے کہ ناپاکی کا ثبوت نہیں رکھتا تھا۔ مقامی حالت جہاں پر جوتے اوتار کر نماز پڑھنے کے واسطے عمرو نے کہا تھا۔ یہ تھی کہ وہاں پر گھوڑے وغیرہ پیشاب کرتے ہیں۔ جوتے پہنے ہوئے جس قدر لوگ تھے اون کے جوتے خشک تھے پس اس حالت میں شرعًا عمرو کا کہنا صحیح سمجھا جائے گا۔ یا زید کا (۲) عمرو وندکور نے ایک مرتبہ ایسا بھی کیا ہے کہ نماز جنازہ دوبارہ پڑھائی۔ زید نے اسکو

مکروہ کہا۔ اور جب عمرو کی جانب سے لوگوں نے بحث کی تو اوس نے علاوہ مکروہ کے آثار فتنہ اور بدعت بھی ثابت کیا۔ کیا زید کا کہنا حق ہے۔

الجواب

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتہ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ اون کی نماز نہ ہوئی احتیاط یہی ہے کہ جوتا اوتار کر اوس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ ردالمحتار میں ہے قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیہا ویلزم منہ فسادھا من کثیر من المصلین لعموم النجاسۃ وعدم خلعھم نعالھم المتنجسۃ اوسی میں ہے فی البدائع وصلی علی مکعب اعلاہ طاھر وباطنہ نجس عند محمد یجوز لانہ صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحتہ ثوب نجس اھ وظاھرہ ترجیح قول محمد وھو الاشبہ زید نے بیان حدیث میں غلطی کی۔ حدیث میں تو لفظ نجاست نہیں لفظ قذر ہے۔ یعنی گھن کی چیز۔ جیسے ناک کی آمیزش وغیرہ نجاست ہوتی تو نماز سرے سے پڑھی جاتی۔ کہ نماز کا ایک جز باطل ہونا ساری نماز کو باطل کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) نماز جنازہ جب ولی پڑھاوے یا باذن ولی ہوجائے تو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں کما ھو مصرح فی جمیع الکتب وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲: از چتور گڑھ محلہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار۔ ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر ہجڑہ مرجائے۔ اوس پر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں۔ اور پڑھی جائے تو نیت مرد کی کیجئے یا عورت کی۔

الجواب

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اوسکے جنازہ کی نماز فرض ہے۔ اور نیت میں مرد وعورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ مرد وعورت دونوں کیلیے ایک ہی دعا ہے۔ خصوصًا یہ ہجڑے جو یہاں ہوتے ہیں مرد ہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو عورت بناتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اَلمَنَّۃُ المُمتَازَۃُ فِیْ دَعَوَاتِ الجَنَازَۃِ

۱۳۱۸

مسئلہ ۶۳: مسئولہ حافظ حاجی قاری زائر سید محمد عبدالکریم صاحب۔ ۲۵ جمادی الاُخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز جنازہ کی کے دعائیں ہیں۔

الجواب

مولٰنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادام اللہ تعالٰی کرامتکم فی الاٰخرۃ والاولٰی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وہ تیرہ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد ہوئیں۔ فقیر نے اونھیں جمع کرکے ایک اور کا اضافہ کیا ہے

اونھیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمالیں اور باںحاظ معنی جنائز اہلسنّت پر پڑھا کریں۔ جن کلمات کو دوخط ہلالی میں لیکر اون پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت کے جنازے میں اون کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ اگر میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں۔ اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع وخشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ۃ

ادعیہ بعد تکبیر سوم

(۱) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ [1] اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَ(ہٗ) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ(ہٗ) [2]

هَا　　　هَا

(۲) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ (لَہٗ) وَ (ارْحَمْہٗ) وَ (عَافِہٖ) وَ (اعْفُ عَنْہُ) وَ (اَکْرِمْ نُزُلَہٗ) وَ (وَسِّعْ مُدْخَلَہٗ) وَ (اغْسِلْہُ) بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَ (نَقِّہٖ) مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ (اَبْدِلْہُ) دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِ(ہٖ) وَ اَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ (وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ) وَ (اَدْخِلْہُ) الْجَنَّۃَ وَ (اَعِذْہُ) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ [3]

(الفاظِ بالائے سطر: لَہٗ ← لَهَا؛ ہٗ ← هَا؛ ارْحَمْہٗ، عَافِہٖ، اعْفُ عَنْہُ، نُزُلَہٗ، مُدْخَلَہٗ، اغْسِلْہُ، نَقِّہٖ، اَبْدِلْہُ، دَارِہٖ، اَھْلِہٖ، اَدْخِلْہُ، اَعِذْہُ ← هَا؛ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ ← ع[4])

(۳) اَللّٰھُمَّ (عَبْدُکَ) وَ (ابْنُ) اَمَتِکَ (یَشْھَدُ) اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَ (یَشْھَدُ) اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ (اَصْبَحَ فَقِیْرًا) اِلٰی رَحْمَتِکَ وَ اَصْبَحْتَ غَنِیًّا عَنْ عَذَابِ(ہٖ) (تَخَلّٰی)

(الفاظِ بالائے سطر: عَبْدُکَ ← اَمَتُکَ؛ ابْنُ ← بِنْتُ؛ یَشْھَدُ ← تَشْھَدُ؛ اَصْبَحَ فَقِیْرًا ← اَصْبَحَتْ فَقِیْرَۃً؛ ہٖ ← هَا؛ تَخَلّٰی ← تَخَلَّتْ)

---

[1] رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی ہریرۃ واحمد وابویعلی والبیہقی وسعید بن منصور فی سنن عن ابی قتادۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما ۱۲

[2] رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابوبکر بن شیبۃ عن اوس بن مالک الاشجعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

[3] رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

[4] یعنی یہ الفاظ عورت کے جنازہ پر نہ پڑھے جائیں ۱۲ کتبہا منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

(کانت ذاکیۃ ها کانت مخطئۃ لها)

من الدنیا واھلھا ان کان زاکیا فزکہ وان کان مخطئا فاغفر لہ اللھم لاتحرمنا

(ها هذہ امتک بنت ها ها)

اجرہ ولا تضلنا بعدہ (۴) اللھم ھذا عبدک ابن (عبد بن امتک ماض فیہ)

(لت ها تک هی)

حکمک خلقتہ ولم یک شیئا مذکورا نزل بک وانت خیر منزول بہ

(ها ها ها ها ها ها)

اللھم لقنہ حجتہ والحقہ بنبیہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وثبتہ بالقول

(ها افتقرت ها نت تشهد)

الثابت فانہ افتقر الیک واستغنیت عنہ کان یشھد ان لا الہ الا اللہ

(ها ها ها ها ها نت زاکیۃ)

فاغفر لہ وارحمہ ولا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ اللھم ان کان زاکیا

(ها نت طئۃ ها امتک بنت جت)

فزکہ وان کان خاطئا فاغفر لہ (۵) اللھم عبدک وابن امتک احتاج

(ها نت محسنۃ ها)

الی رحمتک وانت غنی عن عذابہ ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان

(نت مسیئۃ عنها امتک بنت نت تشهد)

کان مسیئا فتجاوز عنہ (۶) اللھم عبدک وابن عبدک کان یشھد

ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدک ورسولک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(بها ها نت محسنۃ نت مسیئۃ)

وانت اعلم بہ منا ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا

(ها ها ها اصبحت امتک ھذہ)

فاغفر لہ ولا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ (۷) اصبح عبدک ھذا قد

۳؎ رواہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ۱۲
۴؎ رواہ الحاکم عن یزید بن رکانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ
۵؎ رواہ ابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ
۶؎ رواہ ابو یعلی عن [illegible] رضی اللہ تعالٰی عنہ
۷؎ رواہ [illegible] بسند صحیح عن سعید بن المسیب عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ اللھما ما قبلہ من المرفوعات کلہا منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بشرح المناسبۃ ۱۲
۸؎ قال الامام ابن الجزری عند (زاکیا) ای طاہرا من الذنوب [illegible] (فزکہ) ای فطہرہ بالمغفرۃ ورفع الدرجات اھ وتعقبہ العلامۃ القاری بانہ لایخفی عدم المناسبۃ بین تفسیر زاکیا بالطاہر من الذنوب وبین قولہ فطہرہ بالمغفرۃ اقول لا ابداع فی سؤال المغفرۃ للطاہر ای من الذنوب فقد کان سید الطاہرین امام المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستغفر اللہ کل یوم مائۃ مرۃ وذلک ان العبد وان بلغ ما بلغ لایستطیع ان یشکر نعمۃ اللہ تعالٰی ابدا [illegible] الی ما ینبغی لجلال وجہہ الکریم [illegible] حسنات الابرار سیئات المقربین [illegible] رفع الدرجات

تَخَلَّتْ　　كَرِهَا　　فَتَقَرَتْ　　هَا　　نَتْ تَشْهَدُ

(تَخَلّٰى) عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَ (كَهَا) لِاَهْلِهَا وَافْتَقَ (رَ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْ (هُ) وَقَدْ كَا (نَ) يَشْهَدُ

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ اَللّٰهُمَّ

هَا　　هَا　　هَا　　هَا

اغْفِرْ لَ (هُ) وَتَجَاوَزْ عَنْ (هُ) وَاَلْحِقْ (هُ) بِنَبِيِّ (هٖ) صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۸) اَللّٰهُمَّ

اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ۝ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ

اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا (۹) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا

هٰذِهٖ اَمَتُكَ　　بِنْتُ

وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا اَللّٰهُمَّ (هٰذَا عَبْدُكَ) فُلَانُ (ابْنُ) فُلَانٍ وَلَا

هَا　　هَا　　بِنْتَ

نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِ (هٖ) مِنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَ (هُ) (۱۰) اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ (ابْنَ)

هَا

فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِ (هٖ) مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ

هَا　　هَا

وَالْحَمْدِ ۝ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَ (هُ) وَارْحَمْ (هُ) اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۱۱) اَللّٰهُمَّ اَجِرْهَا

مِنَ الشَّيْطٰنِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ۝ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهَا وَصَعِّدْ رُوْحَهَا وَ

لَقِّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا (۱۲) اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُكَ ۝ اَنْتَ رَبُّنَا وَاِلَيْكَ مَعَادُنَا

(۱۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا

قال القاری واغرب الحنفی بقولہ الاولی ان یقال ای زد فی زکاتہ وطہارتہ اھ اقول من جہۃ الی ما ذکرنا ای ان کان طاھرا من الذنوب فزدہ فی طہارتہ وان کان مقصرا فی شکرہ الخطایا وقد فسرہ القاری نفسہ بقولہ ای فزدہ فی احسانہ کما فی روایتنا اھ لایبعد عن قول الحنفی کثیرا وانا اقول وباللّٰہ التوفیق بل ہو من تزکیۃ الشہود ای کان زاکیا فاظہر فی سلکہ وادراکہ واشہد لہذا الوجہ ہذا البیت قابل بخلاف ما نقل وباللّٰہ التوفیق کلاھما منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

۸ رواہ ابوداؤد والنسائی والبیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

۹ رواہ ابو نعیم عن عبد اللّٰہ بن الحارث بن نوفل عن ابیہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم علّمہم الصلاۃ علی المیت اللّٰہم اغفر الحدیث قال فقلت انا اصغر القوم فان لم اعلم خیرا قال فلا تقل الا ما تعلم ۱۲ کلاھما منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

۱۰ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ عن واثلۃ

ھا		ھا

وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (۱۴) اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّيْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا اُمِرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ يَرُدَّهٗ اَبَدًا وَقَدْ اُمِرْنَا فَدَعَوْنَا وَاُذِنْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ

ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا

اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ وَارْحَمْهُ فِيْ وَحْدَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِيْ وَحْشَتِهٖ

ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا

وَارْحَمْهُ فِيْ غُرْبَتِهٖ وَارْحَمْهُ فِيْ كُرْبَتِهٖ وَاَعْظِمْ لَهٗ اَجْرَهٗ وَنَوِّرْ لَهٗ

ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا		ھا

قَبْرَهٗ وَبَيِّضْ لَهٗ وَجْهَهٗ وَبَرِّدْ لَهٗ مَضْجَعَهٗ وَعَطِّرْ لَهٗ مَنْزِلَهٗ وَاَكْرِمْ

ھا		ھا

لَهٗ نُزُلَهٗ يَا خَيْرَ الْمُنْزِلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ وَيَا خَيْرَ الرَّاحِمِيْنَ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِ الشَّافِعِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۱؎ رواہ ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲؎ رواہ البغوی وابن منیع عن ابی حاضر رضی اللہ تعالٰی عنہ والدیلمی فی مسند الفردوس عن ... ۱۳؎ رواہ البغوی عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ الاشہلی عن ابیہ ... ۱۴؎ زادہ الفقیر غفرلہ الکریم القدیر ۱۲ کلاہما منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(۱) الٰہی بخشدے ہمارے زندے اور مُردے اور حاضر اور غائب اور چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کو۔ الٰہی تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اوسے زندہ رکھ اسلام پر اور جسے موت دے ہم میں سے اوسے موت دے ایمان پر۔ الٰہی ہمیں اس میّت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اوسکے بعد فتنہ میں نہ ڈال (۲) الٰہی اس میّت کو بخشدے اور اوس پر رحم فرما اور اسے ہر بلاسے بچا اور اسے معاف کر اور اسے عزت کی مہمانی دے اور اس کی قبر وسیع کر اور اسے دھودے پانی اور برف اور اولوں سے اور اسے پاک کردے گناہوں سے جیسے تونے پاک کیا سپید کپڑا میل سے اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے اور گھر والے بہتر اسکے گھر والوں سے اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے اور اسے داخل فرما بہشت میں اور اسے پناہ دے قبر کے عذاب اور قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے (۳) الٰہی یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تو۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہے کہ محمّد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے یہ اکیلا رہا دنیا اور دنیا کے لوگوں سے اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر خطاوار تھا تو اسے بخشدے الٰہی ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد (۴) الٰہی یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے نافذ اس میں حکم تیرا تونے اسے پیدا کیا اوس حال میں کہ نہ تھا کوئی چیز جس کا نام تک کوئی لیتا ہو۔ یہ تیرے یہاں اوترا ہے اور تو بہتر ہے اون سب جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اوترے۔ الٰہی اسے اسکی حجت سکھادے اور اوسے اسکے نبی محمّد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملادے اور اسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تو اس سے غنی ہے یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے پس اسے بخشدے اور اس پر رحم فرما اور ہمیں اسکے ثواب سے محروم نہ کر اور اسکے بعد فتنے میں نہ ڈال۔ الٰہی اگر یہ ستھرا تھا تو اسے ستھرا فرمادے اور اگر خطاکار تھا تو اسے بخشدے (۵) الٰہی تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اوسے عذاب کرنے سے غنی ہے۔ اگر نیک تھا تو اوسکی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تو اس سے درگزر فرما۔ (۶) الٰہی تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ اور یہ کہ محمّد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اور تو اوسکے حال کا زیادہ جاننے والا ہے ہم سے۔ اگر یہ نیک تھا تو اسکی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تو اسے بخشدے اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور اوسکے بعد فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اس بندے نے صبح کی کہ الگ ہوآیا دنیا سے اور اوسے چھوڑدیا اوسکے لوگوں کیلیے اور تیرا محتاج ہوا اور تو اوس سے غنی ہے، اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمّد تیرے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ الٰہی اسے بخشدے اور اس سے درگزر فرما اور اسے ملادے اسکے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (۸) الٰہی تو اس جنازے کا پروردگار ہے اور تونے اسے پیدا کیا۔ اور تونے اسے اسلام کی راہ دکھائی اور تونے اسکی جان قبض کی اور تو خوب جانتا ہے اسکا چھپا اور ظاہر حال ہم حاضر ہوئے ہیں شفاعت کرلے تو اسے بخشدے (۹) الٰہی بخشدے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کردے ہمارے آپس میں اور ملاپ کردے ہمارے دلوں میں الٰہی یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اسکو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے۔ تو ہمیں اور اوسے سبکو بخشدے

(۱۰) الٰہی بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان کی رسی میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے، کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الٰہی تو اسے بخشدے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔ (۱۱) الٰہی اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے الٰہی دور کر زمین کو اس کی دونوں کروٹوں سے اور آسمان پر لیجا اس کی روح کو اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر (۱۲) الٰہی بیشک تونے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا رب ہے اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔ (۱۳) الٰہی بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور مردوزن اور خورد وکلاں اور حاضر وغائب کو۔ الٰہی ہمیں محروم نہ کر اوس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال اوس کے بعد (۱۴) اے اللہ اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ اے زندہ اے پایندہ۔ اے نیا بنانے والے آسمانوں اور زمین کے اے بزرگی وعزّت بخشنے والے۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اوسکے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا نہ کوئی اوسکے جوڑ کا۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ الٰہی بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے۔ تو اوس سوال کو کبھی رد نہیں کرتا۔ اور بیشک تونے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دعا کی اور تونے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما۔ اور اس پر رحم کر اسکی تنہائی میں اور اس پر رحم کر اسکی گھبراہٹ میں اور اس پر رحم کر اسکی بیکسی میں۔ اور اوس پر رحم کر اوسکی تکلیف میں اور اوسے بڑا ثواب دے اور اوس کی قبر نورانی کر اور اوسکا چہرہ پُرنور کر اور اوسکی خوابگاہ ٹھنڈی کر اور اوسکی جگہ معطر کر اور اوسے عزّت والی مہمانی دے اے سب میزبانوں سے بہتر اے سب بخشنے والوں سے بہتر اے سب مہربانوں سے بہتر۔ قبول فرما۔ قبول فرما۔ قبول فرما درود اور سلام وبرکات اوتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اون کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار **فائدہ**: نویں دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نہ معلوم ہو اوس کی جگہ آدَمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کہے کہ سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اور اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لفظ ھٰذَا عَبْدُكَ یا ھٰذِہٖ اَمَتُكَ پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اوسکی جگہ عَبْدُكَ ھٰذَا یا عورت ہو تو اَمَتُكَ ھٰذِہٖ کہے۔ **فائدہ**: میت کا فسق وفجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نویں دعا میں لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کی جگہ قَدْ عَلِمْنَا مِنْہُ (ھا) خَیْرًا (بری یا بازی / ابر ابرہ) کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ **فائدہ**: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید ومستحسن ہے، جسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں دقت جانے تو دعائے اوّل ودوم وسوم اور چہارم بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ تک اور ہشتم سے دوازدہم تک پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالٰی یہی کافی ووافی ہے۔ یہ نصف سے بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہاردہم بھی ملالے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا۔ اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولٰی ہے۔ امام جتنی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین آہستہ کہتے رہیں۔ **طریقہ تلقین قبر**: حدیث[۱] میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمھارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کرچکو تو تم میں ایک

---

[۱] رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء فی الاحکام وابن شاھین فی ذکر الموت وآخرون کما ذکرنا فی الحیات الموات ۱۲ منہ

بنت　　بنت

شخص اوسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانَۃ کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دیگا۔ پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ سیدھا

بنت

ہو کر بیٹھ جائیگا پھر کہے یا فلان (بن) فلانۃ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر۔ اللہ تعالٰی تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اوسکے کہنے کی خبر نہیں

اُذکری　　خرجتِ

ہوتی۔ پھر کہے (اُذْکُرْ) مَاخَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَہَادَۃَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَنَّکِ رَضِیْتِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَاَنَّکَ رَضِیْتَ) بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا

وَّ بِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا منکرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اسکی حجت سکھا چکے۔ اسپر کسی نے

عرض کی یا رسول اللہ اگر اوسکی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا تو حوا کی طرف نسبت کرے۔ راشد[۱] بن سعد و ضمرہ بن حبیب و حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب

اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں۔ فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میّت سے اوسکی قبر کے پاس کھڑے ہو کر

قُوْلِیْ　　قُوْلِیْ

کہا جائے یَا فُلَانُ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار پھر کہا جائے قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَاعْلَمِیْ　　كِ　　نِكِ

وَسَلَّمَ۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی اسقدر اور زائد کرتا ہے (وَاعْلَمْ) اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذَیْنِ اَتَیَاکَ اَوْیَاْتِیَانِکَ اِنَّمَا ھُوَ عَبْدَانِ لِلّٰہِ

تخافی　　تحزنی　　واشھدی　　ربّكِ　　دینكِ　　نبیّكِ

لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاَشْھَدْ اَنَّ رَبَّکَ اللّٰہُ وَدِیْنَکَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّکَ

مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ

الرَّحِیْمُ ۝ ترجمہ کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اس قدر اور زائد

کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے نہ نفع دیں نہ نقصان پہونچائیں۔ مگر خدا کے حکم سے۔

---

[۱] رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ

تو نہ ڈرا اور نہ غم کر اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام اور تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ثابت رکھے ہمیں اللہ اور تجھ کو ٹھیک بات پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔ حدیث تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب حیوٰۃ الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم و فصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد اللہ تعالےٰ وہابیہ کے تمام اوہام کی تسکین کافی ہوتی ہے وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین وَ صلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ اجمعین وَاللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۴: از دلیر گنج، پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۰ رجب ۱۳۱۷ھ

اگر عورت مرجائے تو شوہر اور اوسکے جنازے کو ہاتھ لگائے یا نہیں۔

الجواب

جنازے کو محض اجنبی آدمی ہاتھ لگاتے۔ کندھوں پر اٹھاتے، قبر تک لیجاتے ہیں۔ شوہر نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ ہاں شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں۔ دیکھنے کی اجازت ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ محارم کو پیٹ، پیٹھ۔ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۵:

زوجہ کا جنازہ شوہر کو چھونا کیسا ہے۔ چھونا چاہیئے یا نہیں۔ شوہر کو اپنی زوجہ کا منھ قبر میں رکھنے کے بعد دیکھنا کیسا ہے۔ چاہیئے یا نہیں

الجواب

شوہر کو بعد انتقال زوجہ قبر میں خواہ بیرون قبر اوسکا منھ یا بدن دیکھنا جائز ہے۔ قبر میں اوتارنا جائز ہے اور جنازہ تو محض اجنبی تک اوٹھاتے ہیں۔ ہاں بغیر حائل کے اوس کے بدن کو ہاتھ لگانا شوہر کو ناجائز ہوتا ہے۔ زوجہ کو جبتک عدت میں رہے شوہر مردہ کا بدن چھونا بلکہ اوسے غسل دینا بھی جائز رہتا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۶: از چھاؤنی اشرف خاں ۳۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لیچلیں تو سرہانا آگے کریں یا پائینتی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے میں نے علمائے دین سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر اذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے۔ اسمیں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اوس شخص نے محض غلط کہا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانے آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات۔ قبر پر اذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور رسول پر افترا کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا حکم دیا۔ لیکن وہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا نہ منع کیا وہ سب جائز ہیں اونہیں حرام کہنے والا خدا و

رسول پر افترا کرتا ہے۔ فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے اوسے دیکھ کر اس اذان کے فوائد معلوم کریں اوس میں پندرہ دلیلوں سے اس کی اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جو مدعی حرمت کا ہے پہلے اوس کے حرام ہونے کا آیت وحدیث سے ثبوت دے جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور اذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے۔ اوسکے بعد جو بیان ہووے سب ہوجائے گا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۶۷: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگال مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی مرشدی کرانی۔ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

جنازہ کے ہمراہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ و وظیفہ غوثیہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للہ پڑھتے چلنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں حرج نہیں کما حققہ السید عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۸: بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جنازہ کے ساتھ غزلیں نعتیہ پڑھتے جاتے ہیں۔ اوسکی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۹: از مانا ودر ملک کاٹھیاوار۔ مرسلہ ماسٹر اسمعیل صاحب۔ ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

تمام لوگ بوجہ رسم کے یا بوجہ اس امر کے کہ ملا صاحب فرماتے ہیں ہم نہیں آئیں گے۔ ریشمی کپڑا یا رنگ برنگ کی چادریں میت پر ڈالتے ہیں اور جب اون سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں۔ تم لوگ ہم پر حسد کرتے ہو۔ مجبوراً ڈلوانا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب

جبر حرام ہے۔ اور بخوشی بھی نہ ہو اگر ملا فقیر نہیں یعنی چھپن روپے کے مال کا مالک ہے جو قرض وغیرہ میں مشغول نہیں نیز ایک رسم بے ثبوت کا ایسا التزام نہ چاہیے جبر کرنے والا ملا نہیں کھٹا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۷۰: ۲۲ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بزرگ کے مزار پر چادریں چڑھائیں۔ اور زیارت کے مجاور نے اپنے قبضہ میں لاکر اون چادروں کو عمرو کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور عمرو نے بکر کے ہاتھ۔ پس اس حالت میں بکر کو اوسکا اوڑھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر تصریحاً عرف ورواج سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ چادریں مجاوروں کے لینے کے لیے چڑھائی جاتی ہیں تو مجاور مالک ہوگیا۔ اور بیع جائز ہوئی اوسے اوڑھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں اور اگر چادر اس لیے چڑھائی کہ مزار پر رہے تو وہ ملک زید پر باقی ہے اور بیعیں اوسکی اجازت پر موقوف ہیں۔ اگر جائز کردے گا نافذ ہوجائیں گی ورنہ باطل۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۷۱: از منڈی ہلدوانی، ضلع نینی تال۔ مرسلہ حفیظ احمد مستری۔ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نماز جنازہ کے وقت امام کے سامنے جو جانماز بچھاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جائز ہے وقد بینا الحکمۃ فیہ فی فتاونا

مسئلہ ۷۲: ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کے نماز پڑھانے کے واسطے جو جانماز ملتی ہے اوس سے کرتا یا اور کچھ اور کپڑا بنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو اوس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی ہو وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں۔ اور اوس کفن سے یہ جانماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس جانماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں۔ ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہا بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اوسمیں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جانماز بچھا دی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کیلیے اوسکا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ کسی کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جانماز کے سبب امام کی نماز تو ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض و ابرائے ذمہ کیلیے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں۔ دوسرے نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد نماز کسی طالب العلم یا اور فقیر پر تصدق کردیجاتی اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اوسکے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدق کیگئی اوسکی ملک ہے کرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اوس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاحاجت اعادہ کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳

کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول کی یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے چاہیئے یا نہیں

الجواب

یہ منّت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسہ واجب ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما نقدرہ اور قبور اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصد تبریک ڈالنا مستحسن ہے قال اللہ تعالٰی ذلک ادنی ان یعرفن فلایؤذین۔ امام عارف باللہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے کشف النور عن اصحاب القبور میں اسکی تصریح فرمائی پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اوسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔

مسئلہ ۷۴: از جس پور محلہ پہاڑ گنج چوکڑی توپ خانہ متصل سورج پول۔ مرسلہ حکیم اللہ بخش ۱۳ رمضان ۱۳۳۰ھ

جس وقت آدمی علیل ناقابل صحت مثلاً مدقوق ہوجائے۔ امید زیست نہ رہے تو اوسکو شرعاً کیا کرنا چاہئے کیا وصیت کرنا چاہیئے اور عزیز واقارب کو کیا کرنا چاہیئے۔ (۲) جنازے اٹھانے میں کس طرف سے سبقت کی جائے۔

الجواب

آدمی ہروقت موت کے قبضہ میں ہے۔ مدقوق اچھا ہوجاتا ہے۔ اور وہ جو اوسکے تیمار میں دوڑتا تھا اوس سے پہلے چلدیتا ہے۔ ہروقت وصیت تیار رہنی چاہیئے۔ جس میں اپنے پس ماندوں کو توحید الٰہی عزوجل و تعظیم رسالت پناہی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، و استقامت عقائد اہلسنت واتباع شریعت و اصلاح ذات بین وحدت وقرب اولیاء وعلماء و دوری وتنفر از کفار وضلال و فسق کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اوس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباع سنت کی ہدایت اور اون پر لازم ہے کہ اسپر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ و رسول کی طرف رجوع۔ موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو۔ اوس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے۔ عیاذاً باللہ اوس میں سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اوس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اوسکا ملنا مکروہ رکھے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے۔ فرمایا یہ مراد نہیں۔ بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اوس وقت کا اعتبار ہے۔ اوس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا۔ اللہ تعالٰے اوس سے ملنے کو دوست رکھے گا۔ اور ناپسند تو ناپسند اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدر قدرت اوس کی ادا میں مشغول ہو۔ حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی نہ رہی ہو تو حج بدل کرائے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا۔ ادا ہوجائے گا۔ ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے۔ حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اسمیں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اوسمیں اپنی کسر شان نہ سمجھے۔ اسمیں ذلت نہیں۔ ذلت اسمیں ہے کہ روز بارگاہ عزت میں حاضر ہو اس طور پر کہ اوسکا حق دبایا ہے اوسے برا کہا ہے اوسکی غیبت کی ہے اوسے مارا ہے اور وہ حقدار سے لپٹیں۔ اوسکی نیکیاں اون کو دیجائیں۔ اون کے گناہ اوس پر رکھے جائیں .... اور جہنم میں پھینک دیا جائے والعیاذ باللہ تعالٰے۔ جبتک زیست ہے آیات و احادیث خوف کے ترجمے اکثر سنا اور دیکھا کرے۔ اور جب وقت برابر آجائے اوسے آیات واحادیث رحمت مع ترجمے کے سنائیں کہ جانے کہ کسی کے پاس جارہا ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اوٹھے وفقنا اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ جنازہ کو یوں لے چلیں کہ سرہانا آگے کی جانب ہو اور پہلے سرہانے کا دہنا پایہ اپنے دہنے شانے پر لے۔ پھر پائنتی کا دہنا۔ پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں۔ اور ہر بار کم از کم دس دس قدم چلے۔ یہ ایک دور ہو۔ اس پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ حسب طاقت وحالت جتنے دورے ممکن ہو کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۵ از شہر بریلی۔ مدرسہ اہلسنت وجماعت۔ مسئولہ مولوی رجب الدین۔ یکے از طلبائے مدرسہ مذکور ۴، ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ قبر شق اکثر ملک میں جو اہل اسلام بناتے ہیں خلاف اور ناجائز طریقے سے بناتے ہیں، جس کا نقشہ یہ ہے ... ...
بلکہ قبر شق کی صورت وہ یہ بتاتا ہے کہ نقشہ مذکورہ کے درمیان اور ایک بہت چھوٹی سی شکل نہر کے شق بناکر، اوس نہر صغیر میں نعش قبلہ رخ داہنی کروٹ پر رکھیں، اور شق اسی کو کہتے ہیں۔ نقشہ یہ ہے ... ...
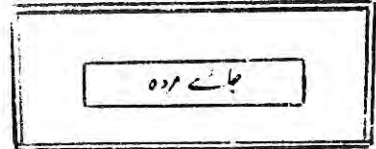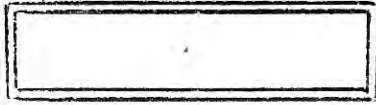
جائے مردہ

آیا یہ صورت ثانی جو شخص مذکور نے ایجاد کی ہے۔ وہ صحیح ہے یا نہیں اور شق سے یہی مراد ہے اور عبارت عالمگیری میں ہے ان تحفر حفیرۃ بلین القاب اس حفیرہ سے یہی صورت ثانیہ مراد ہے یا اول اوس کا یہ قول جو اکثر ملکوں میں مروج ہے یہ حفیرہ ہے یعنی قبر اور بعد کھودنے قبر کے نہر صغیر بناکر مردہ کو اوس میں رکھے اوسی کو شق کہتے ہیں جو کہ نہر کے نیچے آدھ گز سے بھی کم ہوگی۔ پس حضرات مفتیان عظام وعلمائے کرام کثرہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں غور فرماکر موافق مذہب حنفی بحوالہ کتب فتوی دین عند اللہ اجر عظیم پاویں۔

الجواب

شق کے معنی یہ ہیں کہ اول ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اوسکے وسط میں دوسرا مستطیل اوس سے چھوٹا اور طول میں قامت میت سے کچھ زائد اور عرض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قد آدم کھودیں اس دوسرے مستطیل میں میت کو قبلہ رو رکھیں اور اوسکے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ سے بند کرکے مستطیل اول کی جگہ مٹی سے بھردیں اور سطح زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی ہندوستان میں معمول ہے۔ اور یہی عبارت عالمگیریہ کا مفہوم ہے۔ پہلی صورت کہ صرف ایک مستطیل کھودیں اور اوس میں میت کو رکھ کر مٹی بھردیں یا تختے روئے زمین پر رکھ کر اون میں مٹی ڈال دیں۔ نہ شق ہے نہ ہندوستان خواہ کسی ملک میں رائج ہے۔ عالمگیریہ میں ہے صفۃ الشق ان تحفر حفیرۃ کالنہر وسط القبر ویبنی جانباہ باللبن او غیرہ۔ توضع المیت فیہ ویسقف کذا فی معراج الدرایۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶:

از حیدرآباد دکن شہر سکندرآباد محلہ نلاگٹہ مکان سید محمد اکبر صاحب ماسٹر ریلوے مرسلہ سید غلام غوث صاحب ۶ صفر ۱۳۱۷ھ۔

زمین جو دوامی پٹہ کی ہو اوسمیں دفن جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دفن کیلئے ملکی زمین چاہیئے۔ پھر اس بنا پر تو جاگیرات میں دفن جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجازت مستاجر ہو۔ ملک غیر ہونا منافی جواز دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالۂ قبر کا اختیار ہوگا۔ مگر جب اُسکا اجارہ دوامی ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علماء نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی

اجازت دی۔ اور اوس میں وقف صحیح مانا۔ اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔ ردالمحتار میں ہے قال فی الاسعاف وذکر فی اوقاف الخصاف ان وقف حوانیت الاسواق یجوز ان کانت الارض باجارۃ فی ایدی الذین بنوھا لایخرجھم السلطان عنھا من قبل انا رأینا ھا فی ایدی اصحاب البناء توارثوھا وتقسم بینھم لایتعرض لھم السلطان فیھا ولایزعجھم وانما لہ غلۃ یاخذھا منھم وتداولھا خلف عن سلف ومضی علیھا الدھور وھی فی ایدیھم یتبایعونھا ویوجرونھا وتجوز فیھا وصایاھم ویھدمون بناءھا ویعیدونہ ویبنون غیرہ فکذلک الوقف فیھا جائز انتہی واقرہ فی الفتح وقد علمت وجھہ وھو بقاء التابید واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اوسکی مٹی الگ ہوجائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں۔ تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہیئے بیلنوا توجروا بالدلیل۔

الجواب

اس صورت میں اوسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ستر مسلم لازم ہے۔ وقد انکشفت قدم لما انھدم جدار الحجرۃ الشریفۃ فی زمن الولید ففزع الناس وظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما وجدوا احدا یعلم ذلک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماھی الاقدم عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی صحیح البخاری عن ھشام عن ابیہ واخرج زبالۃ وغیرہ ان قال عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ لمزاحم مولاہ بنباء الحائط ان غطما رأیت فضلہ اور اس بارے میں کوئی خاص صورت بیان میں نہ آئی۔ ستر لازم ہے اور کشف ممنوع۔ اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۸: از ہائی اسکول نجیب آباد ضلع بجنور معرفت حمید حسن خاں طالب علم درجہ نہم مسئولہ اللہ رکھا مستری۔ ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر کا پختہ کرنا بہتر ہے یا نہ کرانا۔ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو اوسکی تعمیر میں کن کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے اور کریں تو اندر سے کچا رہے۔ اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ طول وعرض موافق قبر میت ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو۔ اور صورت ڈھلوان بہتر ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹: از گورکھپور۔ ۱۲ شوال ۱۳۱۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میونسپلٹی مسلمانوں سے چاہتی ہے کہ تم اپنے مردے باہر شہر کے دفن کرو اور اگر کوئی امر مانع ہو تو اوس قطعہ زمین میں دفن کرو جو اس کام کیلیے میونسپلٹی اپنے ہاتھ میں رکھے گی اور تم سے بابتہ دفن اون مردہ مسلمانوں کے جنکی فیس

ناداری کی وجہ سے کسی طرح ادا نہیں ہوسکتی۔ ایک فیس مقررہ لے گی اور خام وپختہ میں فرق ہوگا اور زمین خریدنے کا قاعدہ یہ ہے کہ گو بیچنے والا راضی نہ ہو بیچنا نہ چاہتا ہو۔ یا کتنی ہی تعداد میں قیمت مانگتا ہو مگر اسکی پرواہ نہیں کیجائے گی نہ وہ راضی کیا جائے گا بلکہ قاعدہ سرکاری کی مقررہ قیمت اوسکو دیدی جائے گی اور اوس زمین پر مالکانہ قبضہ کرلیا جائیگا۔ ایسی صورت میں میونسپلٹی کی آمدنی سے اسطرح زمین کا معاوضہ جبر کیساتھ خریدنا جیساکہ بیان کیا گیا شرعاً ناجائز وغصب ہے یانہیں اور اوسمیں مسلمان مردوں کا دفن ہونا غیرمذہب والوں کو فیس اداکرکے جائز ہے یاناجائز، مکروہ ہے یا حرام اور مردے دفن کرنیوالا مسلمان داخل معصیت ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

چونگی کا روپیہ درکنار اگر کوئی مسلمان ہی اپنے مال خاص مملوک بملک حلال وطیب سے زمین اوس طریقہ جبر پر خریدے وہ قطعاً حرام ہوگی۔ اور زمین حکماً مغصوب اور اوس میں بوجہ مذکور مردوں کا دفن کرنا حرام ومعصیت یہاں تک کہ بعد دفن مردہ کا قبر سے نکالنا حرام مگر ایسی جگہ قبر کھود کر دوسری جگہ دفن کرنا چاہیے۔ فتاوی قاضی خاں وفتاوی عالمگیری میں ہے لاینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ۔ واﷲ تعالٰی اعلم

مسئلہ از فتح پور ہسوہ محلہ مہاجری ٹولہ مرسلہ محمود علی صاحب اہلمد کلکٹری ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

۱۔ قرب قبرستان کا باشندگان قرب وجوار کیلیے مضر صحت ہوسکتا ہے یانہیں (۲) تبدیلی قبرستان قدیم کی بلاعذر شرعی جائز ہے یانہیں (۳) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس میں پہلے غلیظ دفن ہورہا ہے جاری کرنا جائز ہے یانہیں (۴) جدید قبرستان ایسی اراضی میں کہ جس کے قرب میں اب غلیظ دفن ہورہا ہے جائز ہے یاناجائز (۵) مردہ کو کس طرح کے قبر میں دفن کرنا چاہیے۔ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

الجواب

(۱) شریعت مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیا کی صحت کو ضرر نہ پہونچے۔ درمختار میں ہے حفر قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن۔ ردالمحتار میں ہے وان زاد الی مقدار قامۃ فہو احسن کما فی الذخیرۃ وھذا حد العمق والمقصود منہ المبالغۃ فی منع الرائحۃ ونبش السباع۔ ہزاروں لاکھوں آدمی مقابر کے قریب بستے ہیں۔ بلکہ ہزاروں وہ ہیں جن کا پیشہ ہی تکیہ داری یا قبور کی مجاورت ہے اونکی صحت میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ واﷲ تعالٰی اعلم

(۲) تبدیلی سے اگر یہ مراد کہ قبرستان کو کوئی اور مکان کسی کے رہنے بسنے کا یا مسجد یا مدرسہ کرلیا جائے اور قبور کیلیے دوسری زمین دیدی جائے تو یہ قطعی حرام اور بوجوہ حرام ہے کہ وقف میں تصرف بیجا ہے اور وقف نہ بھی ہو تو قبور مسلمین کی توہین وبیحرمتی ہے قبر پر چلنا پھرنا پاؤں رکھنا تو حرام ہے نہ کہ اونھیں پامالی کیلیے مقرر کرلینا اسکی تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین فی توہین قبور المسلمین میں ہے۔ عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر ھیئۃ الوقف۔ ہدایہ میں ہے۔ فی غایۃ القبح فیہ الموتی سنۃ وینازع سنۃ۔ ردالمحتار میں ہے انھم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام۔ اسی طرح طحطاوی علی الدرمختار میں ہے۔ اور اگر

یہ مراد ہے کہ مقبرہ بدستور رکھا جائے گا اوسمیں کوئی تصرف نہ کیا جائے گا۔ مگر اوس میں دفن کرنا روک دیا جائے گا اور اوسکے عوض دوسری زمین میں دفن کرنے لگیں۔ تو یہ اگر یوں ہے کہ پرانا مقبرہ بالکل بھر گیا اور اوسمیں کہیں قبر کی جگہ نہ رہی۔ تو بیشک مناسب ہے اگر دوسری جگہ معقول و قابل قبور مسلمین مل سکے اور اگر یہ بھی نہیں بلکہ قبور کیلیے جگہ موجود ہے اور پھر منع کیا جائے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ جگہ جہاں اموات دفن ہوتے تھے کسی شخص خاص کی ملک ہے کہ اوسکی اجازت سے دفن ہوتے تھے تو بلاشبہہ اوسے اختیار ہے کہ میت کو نکلوادے درمختار میں ہے لایخرج منہ بعد اھالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفع ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض اور اگر وہ کسی کا مملوک نہیں بلکہ وقف ہے تو وقف میں دست اندازی کا کسی کو حق نہیں الوقف لایملک واللہ تعالٰی اعلم (۳) یہ حرام اور سخت توہین اموات اہل اسلام ہے۔ مقابر میں پاخانہ پھرنا حرام ہے حالاں کہ وہ اوپر ہی رہے گا۔ اموات تک نہ پہونچے گا۔ تو یہ صورت کیونکر حلال ہوسکتی ہے درمختار میں ہے یکرہ بول وغائط فی المقابر۔ طحطاوی و ردالمحتار میں ہے الظاھر انھا تحریمیۃ واللہ تعالٰی اعلم (۴) اس سے بھی شرعًا منع کیا جائے گا جو لوگ دفن کیلیے جائیں اونھیں ایذا ہوگی۔ جو فاتحہ کو جائیں اونھیں ایذا ہوگی۔ اور ان سے قطع نظر کیجیے اون کی ایذا تو اتنی دیر کیلیے ہوگی۔ جبتک وہاں رہیں گے۔ اموات کے لیے یہ آٹھ پہر کی ایذا ہوگی۔ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت یتاذی مما یتاذی منہ الحی۔ جس چیز سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے اوس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے۔ علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے اوسی مسئلہ کی دلیل میں کہ مقابر میں پیشاب کرنا ممنوع ہے فرمایا لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی واللہ تعالٰی اعلم (۵) صالحین کے قریب دفن کرنا چاہیئے۔ کہ اون کے قرب کی برکت اوسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحق عذاب بھی ہوتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں۔ وہ رحمت کہ اون پر نازل ہوتی ہے اوسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اوس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزا کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور اونکی جدائی سے ملول۔ اسی طرح بعد موت بھی۔ ہم ابھی حدیث و فقہ کو ذکر کر آئے۔ کہ مُردے کو ہر اوس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندہ کو وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱: از گیا مرزاپور مرسلہ تیغ علی صاحب۔ ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

جس گورستان کی بوجہ کمی زمین و کثرت دفن مردگان سے یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں اور بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اوسکے جو کہ ان سب شکایتوں سے پاک و صاف ہو۔ اوسکو چھوڑ کر خواہ مخواہ صرف بخیال مدفن ہونے آبا و اجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مردوں کی ہڈیاں اوکھیڑ کر مردہ دفن کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مذکورہ محض ناجائز وحرام ہے صرح بہ علماؤنا قاطبۃ فی غیر ما کتاب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: از گیا۔ محلہ مراد پور۔ مرسلہ تیغ علی صاحب۔ ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جناب مولانا قبلہ ہادی صراط مستقیم۔ دام افضالکم۔ بعد سلام مسنون ملتمس خدمت ہے کہ حضور نے بجواب استفتائے ہذا ارشاد فرمایا ہے کہ صورت مذکورہ بالا محض ناجائز وحرام ہے۔ اور مدرسہ دیوبند کا فتوٰی بجنسہ ارسال خدمت کرکے امیدوار کہ کس حکم پر عمل کرنے کا حضور والا ارشاد ہوتا ہے اور جناب مولنا سجاد حسین صاحب بہاری مدرس اول وناظم مدرسہ انوار العلوم کا فتوٰی بموجب اقوال فقہا حضور کی مطابقت میں ہے۔

سوال: جس گورستان میں بوجہ کمی زمین وکثرت دفن مردگان یہ حالت ہوگئی کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مُردوں کی ہڈیاں نکلتی ہوں۔ بصورت موجود رہنے دوسرے گورستان متصل اوسکے جو ان سب شکایتوں سے پاک اور صاف ہو اوسکو چھوڑ کر خواہ صرف بخیال ہونے جائے مدفن آباواجداد اپنے ایسے گورستان میں دوسرے مُردے کی ہڈیاں اوکھیڑ کر مردہ کا دفن کرنا شرعاً جائز ودرست ہے یا نہیں۔ راقم استفتا ہذا بندہ عاصی تیغ علی عفا عنہ الباری ساکن مراد پور گیا۔

الجواب: دفن کرنا اوس گورستان میں درست ہے۔ اگر ہڈیاں ظاہر ہوں اون کو ایک طرف کردیا جائے۔ لیکن اگر دوسری جگہ صاف اور خالی ہو تو وہاں دفن کرنا اولٰی ہے۔ فقہا نے اس بارے میں یہ تفصیل کی ہے کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے۔ اور قبر جدید کو کھود کر اوس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست نہیں ہے شامی میں ہے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ الخ اسکے بعد تاتارخانیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ باوجود دوسری جگہ خالی ملنے کے ایسا کرنا بلاضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ پس مدار ضرورت وعدم ضرورت پر ہے۔ اگر ضرورت ہو پرانی قبر میں میت کو دفن کرنا بلاکراہت درست ہے اور اگر ضرورۃ کچھ نہ ہو بلکہ دوسری جگہ صاف وخالی ہو تو اگرچہ پھر بھی درست ہے مگر غیر اولٰی اسکروہ تنزیہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۶ ج ا ۱۳۳۶ھ

الجواب

حکم شریعت مطہرہ وہی ہے کہ فقیر نے فتوائے سابقہ میں لکھا۔ یعنی بحالت مذکورہ اوس قبرستان میں دفن کرنا محض ناجائز وحرام ہے فتوائے دیوبند صریح باطل ومردود ہے۔ اور خیانت وتحریف وافترا ونافہمی وسفاہت سے مملو۔ مسئلہ بہت ظاہر وواضح ہے۔ لہذا ہم نے کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دیا تھا۔ بلکہ اتنا لکھ دیا کہ ہمارے علما نے متعدد کتابوں میں اسکی تصریح فرمائی۔ اب اوہام جہال بعیان علم وکمال کے ازالہ کو چند نصوص ذکر کریں۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ لایدفن اثنان فی قبر واحد الا لضرورۃ ولایحفر قبر لدفن آخر الا ان بلی الاول فلم یبق لہ عظم الا ان لایوجد بد فیضم عظام الاول ویجعل بینہما حاجز من تراب۔ یعنی بلامجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں نہ بلامجبوری دوسرے کے دفن کے لئے قبر کھودنے کی اجازت۔ مگر جب کہ پہلا بالکل خاک ہوگیا ہو کہ اوسکی کوئی ہڈی تک نہ رہی۔ ہاں مجبوری ہو تو ہڈیاں ایک طرف جمع کرکے اونھیں

اور اس میت میں مٹی کی آڑ قائم کردیں۔ تاتارخانیہ و امداد الفتاح میں ہے اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ وان جمعوا عظامہ فی ناحیۃ ثم دفن غیرہ فیہ تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلک یعنی اگر میت بالکل خاک ہوجائے جب بھی اوس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے۔ اور اگر مزارات صالحین کے قرب کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے میّت کی ہڈیاں ایک کنارے جمع کردیں۔ اس کے بعد دوسرا دفن کریں، تو اب بھی ممنوع ہے جبکہ فارغ جگہ دفن کو مل سکتی ہے۔ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ تعالٰی حلیہ میں فرماتے ہیں یکرہ ان یدفن فی القبر الواحد الا بالضرورۃ وبھذا تعرف کراھۃ الدفن فی الفساقی خصوصا ان کان فیہا میت لم یبل واما ما یفعلہ جہلۃ اغبیاء من الحفارین وغیرہ فی المقابر المسبلۃ العامۃ وغیرھا من نبش القبور التی لم یبل اربابھا وادخال اجانب علیہم فھو من المنکر الظاھر الذی ینبغی لکل واقف علیہ انکار ذلک علی متعاطیہ بحسب الاستطاعۃ فان کف والا رفع الی اولیاء الامور وفقہم اللہ تعالٰی لیقابلوہ بالتادیب ومن المعلوم ان لیس من الضرورۃ المبیحۃ لجمع میتین ابتداء فی قبر واحد لقصد دفن الرجل مع قریبہ او ضیق محل الدفن فی تلک المقبرۃ مع وجود غیرھا وان کانت تلک المقبرۃ مما یتبرک بالدفن فیہا لبعض من بہا من الموتی فضلا عن کون ھذہ الامور وما جری مجرٰھا مبیحۃ للنبش وادخال البعض علی البعض قبل البلاء مع ما یحصل فی ضمن ذلک من ھتک حرمۃ المیت الاول وتفریق اجزائہ فالحذر من ذلک۔ یعنی بلا مجبوری ایک قبر میں دو کا دفن جائز نہیں۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ تہ خانوں میں دفن منع ہے خصوصًا جب کہ وہاں کوئی میت موجود ہو جو ابھی خاک نہ ہوا اور وہ جو بعض گورکن وغیرہ جاہلان بدعقل کرتے ہیں کہ وقفی یا غیر وقفی قبرستان میں وہ قبر جس کا مردہ ہنوز خاک نہ ہوا کھود کر دوسرا دفن کردیتے ہیں۔ یہ صریح معصیت ہے ہر مسلمان کو چاہئیے کہ حتی الامکان اونھیں ایسا کرنے سے خود روکے اور اوسکے روکے نہ رکیں تو حکام کو اطلاع دیں کہ وہ ان لوگوں کو سزا دیں اور شریعت سے معلوم ہے کہ کسی کو اوس کے عزیز یا تبرک کیلئے کسی مزار کے پاس دفن کرنے کی غرض سے ابتداءً دو جنازے ایک قبر میں رکھنا حلال نہیں۔ جبکہ وہاں دوسرا مقبرہ موجود ہو۔ نہ کہ ان وجوہ کیلئے اگلی قبر کھودنا۔ اور ایک کے خاک ہونے سے پہلے دوسرے کا اوس میں داخل کرنا۔ یہ کیسے حلال ہوسکتا ہے حالاں کہ اوس میں پہلے میت کی ہتک حرمت اور اوس کے اجزا کا متفرق کرنا ہے تو خبردار اس حرکت سے بچو۔

ان نفیس عبارات کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ طرفہ یہ کہ دیوبندی نے جہاں سے شامی کی عبارت نقل کی ہے۔ وہیں وہ فتح القدیر کا کلام منقول تھا اوسے چھوڑ دیا۔ یہ **خیانت** ہے۔ وہیں حلیہ کا یہ قاہر کلام ملخصًا مذکور تھا اوسے بھی اوڑا دیا۔ یہ دوسری بھاری **خیانت** ہے۔ وہیں تاتارخانیہ کی وہ عبارت مسطور تھی جس کا ترجمہ یہ کیا کہ "بلا ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں"۔ جس کا حاصل خود یہ نکالا کہ "غیر اولٰی یعنی مکروہ تنزیہی" حالانکہ تاتارخانیہ میں دو جگہ "یکرہ" فرمایا جس کا مطلق مفید کراہت تحریم ہے اور اوسکی دلیل فرمائی تھی کہ حرمت اب بھی باقی ہے جس سے صاف ممانعت روشن تھی۔ کیا مسلمان میت کی بیحرمتی درست ہے۔ صرف غیر اولٰی ہے اس تعلیل کو اوڑا جانا تیسری **خیانت** ہے۔ یہیں شامی نے اوس اپنی بحث میں کہا تھا کہ مگر اسمیں بہت مشقت ہے تو اولٰی یہ ہے کہ جواز کا مدار میّت کے خاک ہونے پر

رکھیں۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ تاتارخانیہ میں خاک ہونے کے بعد بھی ناجائز فرمایا ہے، نہ کہ صرف غیر اولیٰ۔ یہ دیکھ کر وہ معنی بنانا **تحریف** ہے۔ وہیں عبارت امام محمد حلبی میں یہ دیکھنا کہ اپنے عزیز یا کسی مزار کے قریب میں دفن کا قصد وہ ضرورت نہیں جس کے باعث ابتداءً ایک قبر میں دو کا دفن مباح ہو جائے۔ صاف ثابت ہوا کہ ایسا کرنا حلال نہیں۔ پھر اوسے غیر اولیٰ پر ڈھالنا **دوسری تحریف** نیز اوسی عبارت میں ارشاد ہوا تھا کہ پھر ان وجوہ سے اگلی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ اس سے آنکھ بند کر کے وہ گڑھت **تیسری تحریف** ہے۔ پھر وہیں یہ دیکھنا کہ اس میں مسلمان میت کی بے حرمتی ہے اور اس پر وہ تراش **چوتھی تحریف** ہے۔ وہیں یہ دیکھنا کہ اوس میں مسلمان میت کی ہڈی علیحدہ کرنا ہے۔ اور اسپر وہ اختراع **پانچویں تحریف** ہے۔ پھر اپنے اس معنی تراشیدہ کو فقہا کی طرف نسبت کرنا صریح **افترا** ہے۔ طرفہ یہ کہ عبارت شامی نقل کی جسمیں امام زیلعی سے ہے کہ میت خاک ہوجائے تو اوسکے بعد دوسرے کو اوسکی قبر میں دفن کر دینا جائز ہے۔ صاف ثابت ہوا کہ قبل اس کے ناجائز ہے۔ پھر اس اپنے رد کو اپنی سند بنانا کیسی کھلی **سفاہت** ہے۔ فقہائے کرام سے نقل کیا کہ کہنہ قبور میں دوسرے میت کو دفن کرنا درست ہے۔ جدید کھود کر اوس میں دوسرے کو دفن کرنا درست نہیں۔ پھر کہنہ وجدید ایجاد بندہ ہے۔ جس کے معنی یہ ٹھہرائے کہ دو چار مہینے یا سال دو سال گزر گئے۔ تو اب جدید قبر ہی نہ رہی۔ مسلمان کی ہڈیاں کھودنا حلال ہو گیا۔ حالانکہ خود اوسکی عبارت نقل کردہ میں ارشاد فقہا یہ ہے کہ میت خاک ہوجائے تو جائز ورنہ نہیں۔ اب کہنہ وجدید کے یہ معنی متعین ہو گئے۔ اس پر اسے گورستان کی نسبت جسے سائل نے صاف لکھا تھا کہ نئی قبریں کھودنے پر کثرت سے مردوں کی ہڈیاں نکلتی ہے اور اوس پر گورستان صاف وپاک اوس کے متصل موجود ہے۔ یہ حکم لگانا کہ دفن کرنا دوسرے گورستان میں درست ہے۔ صریح **تناقض**۔ فقہائے کرام نے بحال ضرورت اجازت دی۔ خود اسی فتوی میں کہا مدار ضرورت اور عدم ضرورت پر ہے۔ پھر بلا ضرورت صرف غیر اولےٰ رکھنا کیسی شدید **سفاہت** ہے۔
غیر اولیٰ کی اجازت کو ضرورت کیا درکار وہ بلا ضرورت بھی جائز ہوتا ہے۔ ہاں ناجائز بات کی اجازت کو ضرورت کی ضرورت ہوتی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔ اوس فتوے کے اوس کاتب کے قلم سے چھوٹی آٹھ سطریں ہیں اون میں یہ بارہ[12] کمالات بنگاہ اولیں حاضر ہیں **تحریفیں۔ خیانتیں۔ افترا۔ تناقض۔ سفاہتیں**۔ معاذ اللہ! کہ شرع ایسوں کو قابل افتا ٹھہرائے۔ یہ سب درکنار۔
علمائے کرام حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا۔ اور فرمایا من شك في كفره وعذابه فقد كفر جو اون کے اقوال پر مطلع ہو کر اون کے کفر میں شک کرے۔ وہ بھی مسلمان نہیں۔ پھر اون لوگوں کو عالم دین سمجھنا یا اون سے کوئی شرعی فتوی طلب کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ حرام حرام سخت حرام ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں کلام طویل ہے۔ ہمارے رسالہ اهلاك الوهابيين سے ثابت ہے کہ میت اگرچہ خاک ہو گیا ہو۔ بلا ضرورت شدیدہ اوسکی قبر کھود کر دوسرے کا دفن کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ تاتارخانیہ وغیرہا میں فرمایا۔ مگر کسی کی مملوک زمین ہے تو خاک ہوجانے کے بعد وہ اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے عبارت تبیین کا یہی محل ہے۔ بہرحال خاک ہوجانے سے پہلے بلا مجبوری کسی کے نزدیک جائز نہیں رہی۔ بحث شامی کی مشقت عظیمہ اقول موضوع ہے کہ محل ضرورت مستثنیٰ ہے مگر صورت سوال کہ نئی قبریں کھودنے سے بکثرت ہڈیاں نکلتی ہیں۔ اور دوسرا صاف قبرستان اوسکے متصل موجود ہے۔ اس میں تو وہابیہ کے سوا جن کی نگاہ میں اموات مسلمین کی اصلا عزت نہیں کوئی مسلمان قائل

جواز نہیں ہوسکتا۔ شامی کے علاوہ بھی اسکی طرف ناظر نہیں ہوسکتا۔ فانہ فی المنح من المحرم الا ان لا یبقی عظم اصلا لا فی ھذا علی انہ بحث فیہ علی خلاف المنصوص **اقول** وقد یکون عظم امراۃ فکیف یحل للاجانب النظر الیہ ومسہ کشعرھا المقطوع کما نصوا علیہ فافھم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳ : از شہر کہنہ مسئولہ رحمت علی خادم مزار شاہانہ رحمۃ اللہ تعالٰی۔ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اراضی مذبح جس پر دوکاندار لوگ خوانچہ لگا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بذریعہ ٹھیکہ مالک تھا اور دوکانداروں پر دو دو چار چار پیسے روزانہ کے حساب سے مقرر کرلئے تھے۔ بعد چند روز کے اندرون میعاد ٹھیکہ زید سے عمرو نے ٹھیکہ لیا۔ اور دوکانداروں پر اول سے زیادہ کرایہ مقرر کرلیا۔ مگر دوکاندار لوگ کرایہ زیادہ حسب منشا عمرو کو نہ دے سکے۔ اور مجبور ہو کر اراضی تکیہ جو متصل مذبح کے ہے حسب رضامندی فقیر جا بیٹھے۔ اور فقیر کو دو پیسے روزانہ ہر دوکاندار دینے لگا۔ عمرو کو یہ بات ناپسند خاطر ہوئی۔ اور دینی برادروں قصابان سے اپنا عذر کیا۔ چنانچہ عمرو ٹھیکیدار و نیز اکثر برادران عمرو کہ جو وہاں کی اشیاء کے خریدار بھی ہیں۔ باتفاق سب نے فقیر پر دباؤ ڈالا اور کہا کہ منجملہ دو پیسے کے ڈیڑھ پیسہ عمرو کو اور نصف فقیر کو ہر دوکاندار دیوے۔ ایسی صورت میں عمرو کو ڈیڑھ پیسہ لینا، کہ جو عمرو کی زمین سے کسی دوکاندار کو کچھ تعلق نہیں ہے چاہیئے یا نہیں۔ دوم تکیہ کی اراضی میں دوکانداروں کو خوانچہ لگا کر بیٹھنا اور کرایہ فقیر کو دینا اور فقیر کو لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب

دونوں باتیں حرام ہیں۔ نہ تکیہ کی زمین دوکانداروں کو کرایہ پر دی جاسکتی ہے۔ نہ اون کا کرایہ فقیر کو حلال ہوسکتا ہے۔ اور اگر فقیر کی اپنی مملوک کوئی زمین ہوتی تو اوس پر دباؤ ڈال کر کوئی کوڑی عمرو کو دلوانا قطعی حرام تھا۔ تو یہ حرام در حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۴ : از جالندھر، چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب۔ مسئولہ ملک محمد امین صاحب۔ ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) قبرستان بوجہ بہت ویرانہ کے میت کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ تو ایسی حالت میں پختہ اینٹوں سے قبر از سر نو بنانی جائز ہے یا نہیں (۲) ایسے قبرستان میں جوتی پہن کر جانا۔ اور چارپائی پر سونا۔ گھوڑا باندھنے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اون ہڈیوں کو دفن کرنا واجب ہے۔ اور قبر میت کے گرد کچی نہ ہو اوپر سے پکی کرسکتے ہیں (۲) قبروں پر چلنے کی ممانعت ہے۔ نہ کہ جوتا پہننا کہ سخت توہین اموات مسلمین ہے۔ ہاں جو قدیم راستہ قبرستان میں ہو۔ جس میں قبر نہیں اوس میں چلنا جائز ہے اگرچہ جوتا پہنے ہو۔ قبروں پر گھوڑے باندھنا۔ چارپائی بچھانا، سونا۔ بیٹھنا سب منع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ : از شیرکوٹ۔ مسئولہ مظہر الحسن صاحب۔ ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) از روئے شریعت اسلام قبرستان کا بیع و رہن وغیرہ جائز ہے یا نہیں (۲)

قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں اور مخصوص قبرستان بنانا کیسا ہے اور اوسکی نسبت کیا احکام شرعی ہیں (۳) قبروں کو منہدم یا مسمار کر کے اوس میں کھیتی وغیرہ کرنا کیسا ہے۔ اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر ایسا کرے تو اوسکے لیے شرعًا کیا حکم ہے (۴) قبروں کو منہدم یا ویران کرتے یا کھودتے ہوئے دیکھ کر کوئی مسلمان ایسا کرنے والے کو روکنے کا شرعًا مجاز ہے یا نہیں (۵) قبرستان میں یا اوسکی متعلقہ زمین میں بول و براز گندگی وغیرہ پھینکنا۔ یا قبرستان کو گندگی کا مخزن بنانا کیسا اور اوسکی نسبت کیا حکم ہے (۶) مسلمانوں پر قبرستان کی حرمت کس حد تک واجب ہے۔

الجواب

(۱ و ۲) عامۂ قبرستان وقف ہوتے ہیں اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے اور جو خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اوسنے مردے دفن کیے ہوں۔ مگر اس کام کے لیے وقف نہ کیا ہو وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کر سکتا ہے کہ اوس میں توہین اموات مسلمین ہے۔ اور اون کی توہین حرام ہے (۳) حرام ہے مگر یہ کہ کسی کی مملوک زمین میں بے اوسکی اجازت کے کسی نے مردہ دفن کر دیا ہو اور اوس نے اوسے جائز نہ رکھا تو اوسے اوس کے نکلوا دینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی و عمارت ہر شے کا اختیار ہے (۴) جو شخص ایسے جرم شدید کا مرتکب ہو۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدر قدرت اوسے روکے جو اس میں پہلوتہی کرے گا اوسے فاسق کی طرح عذاب نار ہوگا۔ قال تعالیٰ کانو الایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون (۵) حرام، حرام سخت حرام ہے۔ اور اس کا مرتکب مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے (۶) قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں۔ بیٹھنا جائز نہیں۔ اون پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اوس میں چلنا حرام ہے۔ اور جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ اون کے گرد اور قبریں ہو گئیں اور اوسے اون کی قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ناممکن ہو۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے۔ زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۶

: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبید پور۔ مرسلہ مولانا انوار الدین صاحب۔ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان وقف میں کسی کو اپنی سکونت یا ذاتی منفعت کیلیے مکان بنانا۔ یا مقبرہ غیر وقف میں مالک کا خاص قبور پر یا قبروں سے جدا مکان تعمیر کرنا خصوصًا اوس قبر پر جو بلا اجازت مالک اوسکی زمین میں بنالی ہو۔ اوس میں سے میّت کو نکال کر یا بے نکالے ہوئے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا۔ توجروا

الجواب

مقبرۂ وقف میں اپنا مکان سکونت بنانا، یا خلاف وقف اپنے کسی تصرف و انتفاع میں لانا حرام ہے۔ فان الوقف لا یملک ولا یخالف اور مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا روا فان الملک مطلق لہ والمالک لا یحجر اور قبور پر کہ اسکی اجازت سے بنی ہوں ناروا لما فیہ من استھانۃ بالمسلمین وقد حققنا ما یتعلق بھذا فی فتاونا بما لا مزید علیہ ومن سعی فی نقض ماتم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ مگر جو قبر ظلمًا بلا اجازت مالک بنالی جائے اوس کے لیے کچھ حق نہیں۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق علماء اجازت دیتے ہیں کہ چاہے میت کو نکلوادے چاہے یوہیں زمین اپنے تصرف میں لائے۔ درمختار میں ہے یخیر المالك بین اخراجہ ومساواتہ بالارض۔ صفوف نماز کی شرعًا کس قدر حرمت وتعظیم ہے۔ مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کر لیجائیں، حدیث وفقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جاکر صف اول پوری کریں کہ خلاف شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں۔ یہ حق اللہ میں ہے۔ حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحب حق اوس میت مسلم کا لحاظ کرکے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اوس نے خود قصور نہ کیا۔ تو اُمید ہے کہ حق سبحٰنہ وتعالٰی اوسے اجر عظیم عطا فرمائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷ ـ از بمبئی۔ محلہ نل بازار۔ دوکان سیٹھ شمس الدین وامیر الدین۔ مرسلہ امیر الدین معرفت سید محمد مہدی حسن میاں صاحب۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص قبرستان خاص یا قرب قبرستان مکان تعمیر کرے۔ اور پاخانہ بھی تعمیر کرے۔ پاخانہ کی موری کا غلیظ پانی قبروں پر ہوکر جائے تو ایسی جگہ مکان بغرض سکونت ورہایش بنانا جائز ہے یا ناجائز ایسی جگہ کہ جہاں کپڑوں کے دھونے سے غلیظ پانی کپڑوں کا قبروں پرسے جاری رہے وہاں دھوبی کپڑے دھوسکتا ہے۔ اور اگر وہ جگہ بقبضۂ مسلمان ہے یا ملکیت مسلمان ہے تو مسلمان اگر مانع نہ آوے۔ یا بطمع کرایہ دھوبی کے اس عمل مذکور کو جاری رہنے دے جائز ہے۔ بینوا توجروا!

الجواب

قبرستان وقف ہے اور وقف میں اپنی سکونت کا مکان بنانا وقف میں تصرف بیجا ہے۔ اور اوس میں تصرف بیجا حرام ہے۔ پھر اگر اوس قطع میں قبور بھی ہوں اگرچہ نشان مٹ کر ناپید ہوگئی ہوں جب تو متعدد حراموں کا مجموعہ ہے۔ قبروں پر پاؤں رکھنا ہوگا۔ چلنا ہوگا۔ بیٹھنا ہوگا۔ پیشاب پاخانہ ہوگا۔ اور یہ سب حرام ہے۔ اس میں مسلمانوں کو طرح طرح ایذا ہے اور مسلمان بھی کون، اموات، کہ شکایت نہیں کرسکتے، دنیا میں عوض نہیں لے سکتے۔ بے وجہ شرعی مسلمان کی ایذا اللہ ورسول کی ایذا ہے۔ اللہ ورسول کو ایذا دینے والا مستحق جہنم۔ اسی طرح اگر قبرستان کے قریب مکان بنایا۔ پاخانے یا دھوبیوں کے غلیظ پانی کا بہاؤ قبور پر رکھا تو یہ بھی سخت حرام ہے۔ اور جو باوصف قدرت اوسے منع نہ کرے وہ بھی مرتکب حرام ہے۔ اور بطمع کرایہ اوسے روا رکھنا سستے داموں دوزخ مول لینا ہے۔ یہ کام اوسی شخص کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر، نہ مسلمانوں کی عزت نہ خدا کا خوف۔ نہ موت کی ہیبت۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نوادر وتحفۃ الفقہاء وبدائع ومحیط وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ان اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کرہ وطء القبر والقعود او النوم او قضاء الحاجۃ الیہ۔ حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوی سے ہے انہ التراب الذی علیہ حق المیت فلایجوز ان یوطء فتاوی عالمگیری میں امام علی ترجمانی سے ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت تنویر الابصار میں ہے یکرہ بول وغائط فی مقابر ردالمحتار میں ہے لان المیت یتأذی بما یتأذی بہ الحی والظاہر انہا تحریمیۃ لانہم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام فہذا اولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، لان امشی علی جمرۃ او سیف احب الی من ان امشی علی قبر مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے رواہ ابن ماجۃ عن عقبۃ بن

عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند جید نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا وفی لفظ المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ وقال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذی المومنین فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ وعن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالسا علی قبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ان تمام صحیح حدیثوں اور اون کے سوا اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ قبر پر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا بلکہ صرف اوس سے تکیہ لگانے سے میت کو ایذا ہوتی ہے۔ اور مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی۔ تو اوپر سے پانی بہانا کس قدر باعث ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اسمیں برابر ہیں۔ تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی اپھر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینہ اور موںھ پر پیشاب کیا کریں۔ یا دھوبی ناپاک کپڑے دھو کر وہ پانی اوسکے موںھ اور سر پر چھڑک دیا کریں۔ ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کوئی کافر اسے اپنے لیے روا نہ رکھے گا۔ تو میت مسلمانوں کے لیے ایسی سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ کو ایذا دی۔ رواہ الطبرانی عنہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ اور اللہ عز وجل فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اون پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے اون کیلیے ذلت کا عذاب طیار کر رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۸: از پنڈول بزرگ: ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا۔ یا قبرستان کی حفاظت کے لیے اوس کے چاروں طرف کھود کر جسمیں جدید قدیم قبریں بھی ہیں۔ محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حفاظت کیلیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کیلیے ہو اچھا ہے۔ مگر قبر سے جدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالبعلم۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی و اینٹیں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا یا اون کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ۔

الجواب

قبرستان میں پیڑ جسنے لگائے اونکی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا۔ اوس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے۔ اور اگر مالک کا پتہ نہیں یا درخت خودرو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰: از سہارنپور مرسلہ مولوی امیر یار خانصاحب۔ امام مسجد جامع۔ ۲۰ شوال ۱۳۱۱ھ

ما قولکم رحمکم اللہ! اس مسئلہ میں کہ ایک بزرگ کی قبر خام ہے اور اوس اہل قبر سے اوس کے معتقدین کے لیے کمال درجہ کا فیض شل اویسیہ کے اور حصول تسکین قلب و مراقبہ و اشغال متصور ہے۔ مگر چونکہ موسم برسات میں بباعث آب و سیلاب کے اور دیگر مواسم گرما وغیرہ میں معتقدین کو وہاں بیٹھنے کی بہت تکلیف رہتی ہے پس اگر معتقدین مذکورین واسطے اپنے استفاضہ طریقت کے اوس قبر کے گرداگرد چبوترہ پختہ اور چار دیواری پختہ بنادیویں۔ اور اوپر سے کھلی ہوئی رکھیں اور قبر کو خام رہنے دیں تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ فی السوال جائز ہے۔ ائمہ دین نے مزارات حضرات علماء و مشائخ کرام قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین و مستفیدین راحت پائیں، عمارت بنانا جائز رکھا۔ اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔ تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود، منع مفقود۔ تفصیل صور و تحقیق اغراض مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اوس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے نہ بناء علی القبر۔ علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمن، پھر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین در رو مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں والفظ للغنیۃ قال فی البرھان یحرم البناء علیہ للزینۃ ویکرہ للاحکام بعد الدفن لا الدفن فی مکان بنی فیہ قبلہ لعدم کونہ قبرا حقیقۃ بدونہ اھ۔ اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اوسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خود نفس قبر پر کوئی عمارت چنی جائے اسکی ممانعت میں اصلا شک نہیں کہ سقف قبر و ہوائے قبر حق میت ہے۔ معہذا اس فعل میں اوسکی اہانت و اذیت۔ یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا نہ کہ عمارت چننا۔ ہمارے بہت علماء مذہب قدست اسرارہم نے احادیث و روایات نہی عن البناء سے یہی معنی مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ گرد قبر کوئی مکان بنانا بناء حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔ جیسے صلاۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں کما نص علیہ العلماء قاطبۃ وبیناہ فی فتاونا امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں لایجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن التجصیص والتقضیص وعن البناء فوق القبر قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لما روی عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی انہ قال لایجصص القبر ولایطین ولا یرفع علیہ بناء وسفط امام طاہر بن عبد الرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں لایرفع علیہ بناء قالوا اراد بہ السفط الذی یجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتادوا السفوط رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی ھواء تربتہ ہندیہ میں ہے یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت دوسرے یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض وقف بے شرط واقف تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے ولذا نقل فی المرقاۃ عن الازھار ان النھی للحرمۃ فی المقبرۃ المسبلۃ وانہ یجب الھدم وان کان مسجدا۔ یونہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مثلا زینت و تفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیہ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں۔ تو یہ بوجہ فساد نیت ممنوع کما مر عن البرھان

ومثلہ فی نور الایضاح وغیرہ۔ اسی طرح جہاں بفائدہ محض ہو۔ جیسے کوئی قبر کسی بن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک و انتفاع اون کی مقابر پر جائیں نہ اون کے دنیادار ورثہ سے امید کہ وہی جاڑے گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصد زیارت قبر و نفع رسانی میت وہاں جاکر بیٹھا کریں گے۔ قرآن و ذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قرار و ذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے۔ ایسی صورت میں بوجہ اسراف و اضاعت مال نہی ہے۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں منھی لعدم الفائدۃ فیہ مجمع بحار الانوار میں ہے منھی عنہ لعدم الفائدۃ مرقاۃ میں ہے۔ وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعۃ المال جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہذا مولٰنا علی قاری نے بعد نقل کلام مذکور تورپشتی فرمایا۔ قلت فیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ قال ابن الہمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرأوا عند القبر والمختار عدم الکراھۃ۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں۔ اگر غرضے صحیح داشتہ باشد، دراں باک نیست تاں جنانکہ در بنائے قبر بہ نیت آسایش مردم و چراغ افروختن در مقابر بقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راہ و نحو آں گفتہ اند کذا یفھم من شرح الشیخ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیائھم مسجدا قالت ولولا ذلک لابرزوا قبرہ علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا۔ جذب القلوب شریف میں فرمایا چوں دفن سرور انبیاء صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم بموجب حکم الٰہی ہم در حجرۂ شریفہ شد۔ عائشہ صدیقہ نیز درخانہ خود ساکن می بود و میان او و قبر شریف پردہ نہ بود۔ و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از در آمدن بر قبر شریف و برداشتن خاک ازاں خانہ را دو قسم ساخت و دیوارے درمیان مسکن خود و قبر شریف کشید و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیارت کردہ حجرہ را از خشت خام بنا کرد و تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود۔ عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں را ہدم کردہ بحجارۂ منقوشہ برآورد۔ و بر ظاہر آں حظیرۂ دیگر بنا کرد و ہیچکدام ازیں دو در بے نگذاشت از عروہ روایت می کنند کہ وے بعمر بن عبدالعزیز گفت۔ اگر حجرۂ شریفہ را برحال خود گزارند و عمارتے گرد آں برآرند احسن باشد الخ لاجرم ائمہ کرام نے گرد قبور علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحت بنا کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ بعینہ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ وقد اباح السلف البناء الخ کشف الغطاء میں ہے۔ در مطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بنا را بر قبر مشائخ و علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس در آں۔ ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیشیں کردہ اند۔ ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقد منور آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔ نور الایمان میں ہے قد نقل الشیخ الدھلوی فی المدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشائخ والعلماء المشہورین قبۃ لیحصل الاستراحۃ للزائرین ویجلسون فی ظلہا وھکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزہ

اسمٰعیل الزاھدی الذی من مشاھیر الفقہاء علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اسمیں کچھ کراہت بھی نہیں حیث قال فی مسألۃ الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافۃ مصر لایتاتی اللحد و دفن الجماعۃ لتحقق الضرورۃ واما البناء فقد تقدم الاختلاف فیہ واما الاختلاط فللضرورۃ فاذا فعل الحاجز بین الاموات فلا کراھۃ۔ نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے تنویر الابصار وجامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح وتقریر فرمائی کہ قول جواز ہی مختار ومفتی بہ ہے۔ وھذا لفظ العلامۃ الغزی لایرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ وھو المختار اھ بعد تصریح صریح اختیار وترجیح مجال کلام کیا ہے ھکذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملک المنعم العلام وبہ یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۹۱: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور کھڑے ہوکر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بناوے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں (۲) کسی بزرگ کے روضے کے سامنے قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اوس قبہ سے لگا کر اوسی گرد کی قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دیگر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) جائز ہے۔ کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر سے بچنا لازم ہے (۲) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲: از مونگیر محلہ دلاور پور مکان شیخ رحمت علی صاحب مرسلہ مولوی سید عطار الحق صاحب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافر کے مردہ کو جس کا کوئی وارث نہیں کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

اوسکے مذہب وملت والوں کو دیدیا جائے کہ جو چاہیں کریں۔ اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفہ سگ کی طرح دفع عفونت کیلیے کسی گڑھے میں دبادیں۔ تفصیل مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ ابتدا سے کافر ہے۔ اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہوا۔ یا باوصف دعوٰی اسلام عقائد کفر رکھے۔ جیسے آجکل نیچری مرتد کے لیے تو اصلاً غسل۔ نہ کفن۔ نہ دفن۔ نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے۔ اگرچہ وہ اوسی کے مذہب کا ہو۔ اگرچہ اوسکا باپ یا بیٹا ہو۔ بلکہ اوس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبادینا ہے۔ اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اوس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو۔ بلکہ چھوڑدیا جائے کہ اوسکا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہیں کریں۔ اور وہ بھی نہ ہوں تو علاج مثل علاج مرتد ہے۔ اور اگر مسلمان کو اوس سے قرابت قریبہ ہے تاہم جب کوئی قریب کافر موجود ہو۔ بہتر یہی ہے کہ اوسکی تجہیز میں شرکت نہ کرے۔ ہاں ادائے حق قرابت کیلئے اگر اوسکے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اوسکی تجہیز وتکفین ضروری نہیں۔ اگر اوس کے ہم مذہب

کافروں کو دیدے۔ یا بے غسل و کفن کسی گڑھے میں پھنکوادے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظ قرابت غسل و کفن و دفن کرے۔ تو بھی اجازت ہے۔ مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے۔ نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے۔ کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبادے دبے۔ اتی اعوذ بك من الكفر والكافرين۔ درمختار میں ہے (یغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ) کخالہ (الکافر الاصلی) اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب (عند الاحتیاج) فلولہ قریب فالاولی ترکہ لهم (من غیر مراعاۃ السنۃ) فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ اھ اقول ولفظ البحر حضیرۃ اھ قال الطحطاوی فی حاشیۃ المراقی ای بدون لحد ولا توسعۃ اھ وفی الایضاح ومراقی الفلاح غسلہ کخرقۃ نجسۃ وکفنہ فی خرقۃ والقاہ فی حفرۃ من غیر وضع کالجیفۃ مراعاۃ لحق القرابۃ اودفع القریب الی اهل ملتہ ویتبع جنازتہ من بعید وفیہ اشارۃ الی ان المرتد لایمکن منہ احد لغسلہ لانہ لاملۃ لہ فیلقی کجیفۃ کلب فی حفرۃ اھ مختصرا وفی رد المحتار قولہ یغسل المسلم ای جواز الان من شروط وجوب الغسل کون المیت مسلما الخ کشف الغطا میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے اگر قریب مسلمان نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تا ہرچہ خواہند بوے کنند۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳: از شہر بریلی کہنہ۔ محلہ کالکر ٹولہ۔ مسئولہ مولوی حضور احمد صاحب۔ ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے صحن میں، بعد تعمیر مسجد ایک عرصہ کے بعد اتفاق سے تین میت دفن ہوگئیں قبروں کے میل میں شمال کی جانب ایک حجرہ بھی تھا کہ اوسکو وارثان میت موصوفہ نے توڑ کر دوسری جگہ حجرہ بنوادیا۔ اور اراضی حجرہ سابق کو شامل قبروں کے کرکے حدود قائم کردیے۔ وارثان میت کا ایما، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراضی حجرۂ سابق بغرض آیندہ قبروں کے شامل کیگئی ہے۔ علاوہ اوسکے قبروں کے تین رخ یعنی جانب شرق و غرب جنوب بوقت بنوانے حدود کے تھوڑی تھوڑی اراضی صحن مسجد قبروں میں اور شامل ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں شرعًا کیا ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ اس وقت فرش صحن مسجد کا پختہ اور درست ہورہا ہے۔ اراضی حجرہ سابق ونیز اور جو اراضی کسی قدر قبروں کے حصہ میں دب گئی ہے اوسکو نکال کر اور تینوں قبروں میں جس قدر اراضی ہے حدود بنادیے جائیں یا نہیں۔ یا کیا کرنا چاہیئے۔ چونکہ تعمیر فرش درپیش ہے اس کے جواب کی جلد ضرورت ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ صحن مسجد میں بعد تعمیر مسجد وارثان بانی مسجد خواہ کسی نے قبریں بنالیں۔ تو وہ قبریں محض ظلم ہیں۔ اور اون کا باقی رکھنا ظلم ہے نہ کہ آیندہ قبروں کیلیے ایک حد بندی اور اوس میں حجرہ مسجد اور صحن مسجد سے اور زمین شامل کرنا۔ یہ سب ظلم و حرام ہے اور اس کا دفع کرنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظالم حق وقد وقع ههنا فی ابن عابدین ایهام ازلناہ فیما علقناہ علیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: از بہیڑی ضلع بریلی۔ مرسلہ سید صفدر علی صاحب۔ ۹ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا۔ اور اوس پر چادر وغیرہ چڑھانا۔ اور

اوس پر فاتحہ پڑھنا اور اُس مزار کا سا ادب ولحاظ کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہوگا یا نہیں (۲) اگر جنازہ میت کا واسطے دفن کے جانب پچھم لیجائیں تو کس طرح سے لیجانا چاہیئے سرجانب مغرب ہو یا جانب پورب

الجواب

(۱) فرضی مزار بنانا اور اوسکے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز وبدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع اُمور میں مسموع نہیں ہوسکتی (۲) میت کو کسی طرف لیجانا ہو بہرحال سر آگے کی طرف رہے۔ عالمگیری میں ہے فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: از نوشتہ ضلع علی گڈھ ڈاکخانہ دتاؤلی۔ مرسلہ محمد عمر خاں۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا۔ بنواکر یہ بات مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں۔ مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی ہے۔ ایسی روایات کاذبہ سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کرکے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا۔ حتی کہ اس میں اوس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس طرف متوجہ ہوگئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ چڑھانے لگے۔ اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے۔ اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کیا ایسا شخص فاجر وفاسق کافر ہے۔ کیا ایسے شخص کا نکاح باطل ہوتا ہے۔ کیا ایسے شخص کے جلسوں میں شریعت شرکت کی اجازت دیتی آیا ایسے شخص سے رشتہ قرابت رکھا جائے۔ نیز اس شخص کے متعلق بھی استفسار کیا جاتا ہے جو زید کے اس معاملہ سے خوش ہے اور اس کا ممد ومعاون اس معاملہ میں ہے۔ یا ایک ایسا شخص ہے جو زید کو اس معاملہ سے باز لاسکتا ہے مگر ساکت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قبر بلامقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اوس کے لیے وہ افعال کرانا گناہ ہے اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد ومعاون ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں۔ قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان بلکہ وہ بھی جو باوصف قدرت ساکت ہے۔ قال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہوسکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھی چاہے توڑی۔ یوہیں مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے۔ اسکی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے قال تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح ہاں عزیزداری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اوس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا موثر ہوگا تو یوں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ۔ مرسلہ عبدالحئی صاحب مدرسہ اسلامیہ۔ ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیران پیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نام سے بعض جگہ مزار بنالیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اون کے مزار کی اینٹ دفن ہے۔ اس مزار میں ایسی جگہ جاکر عرس کرنا۔ چادر چڑھانا کیسا ہے۔ وہ قابل تعظیم ہے یا نہیں۔

الجواب

جھوٹا مزار بنانا اور اوسکی تعظیم جائز نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷

روز دوشنبہ ۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی امرأۃ حاملۃ ماتت فی مدۃ کاملۃ ودفنت بدستور العمل فرأی رجل صالح فی المنام انہا ولدت ولدا احیا ایجوزان یحفر قبرھا ویخرج الولد معہا او یخرج ولدھا فقط باعتماد منام الرجل المذکور ام لا بینوا بالبرھان توجروا من الرحمٰن

الجواب

لا لان الدلیل جلی والستر مصون والرؤیا فنون فی السراجیۃ ثم الھندیۃ حامل اتت علی حملہا سبعۃ اشہر وکان الولد یتحرک فی بطنہا ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انہا قالت ولدت لا ینبش القبر اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸

از جوہر کوٹ بارکھان۔ ملک بلوچستان۔ مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسافراں را عادت است کہ در سفر بمیرند ہمانا دفن میکنند ولیکن امان میکنند بعد از مدت مقررہ از ینجا بیروں کشانیدہ از مشرق بہ مغرب واز شمال بجنوب وعلی العکس می برند آیا این فعل جائزست یا ناجائز۔

الجواب

این حرام است۔ بعد از دفن کشودن حلال نیست۔ ونقل بمسافت بعیدہ نیز روا نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹

از دہلی مدرسہ نعمانیہ محلہ بلی ماران۔ مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مہتمم مدرسہ۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اور اوس کے متصل قبرستان ہے۔ جسمیں کہ آثار قبور ظاہر ہیں۔ اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ان قبروں کے آثار کو محو کر کے اس زمین پر گودام وغیرہ بنائیں۔ اور اوس پر مسجد بنائیں۔ پس ایسا فعل یعنی قبور کو محو کر کے، اوپر مسجد نیچے گودام بنانا اور اوس کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جو حضرت علی کرم اللہ تعالٰی کو حکم دیا تھا، پیش کرتے ہیں۔ لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا الا سویتہ اور دوسری حدیث جس میں مسجد نبوی کے بنا کے وقت قبور توڑنے کا ذکر ہے بھی پیش کرتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ اس حکم کے مطابق ہم قبور کو برابر کریں گے۔ اور اون کے آثار کو مٹا دیں گے اور مسجد ومکان اوس قبرستان موقوفہ میں بنائیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ احناف کا اسمیں قول مفتی بہ کیا ہے۔

الجواب

قول مفتی بہ امر خلافی میں ہوتا ہے۔ یہ حرکت شنیعہ ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناجائز وحرام ہے۔ توہین قبور مسلمین ایک اور قبور پر نماز

کا حرام ہونا دو۔ اور وقف کی تغییر تین۔ عالمگیری میں ہے لایجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ اھ فکیف عن اصلہ۔ کہاں قبر کی بلندی کہ حد شرعی سے زائد ہو اوسکے دور کرنے کا حکم اور کہاں یہ کہ قبور مسلمین مسمار کر کے اون پر چلیں پھریں۔ اموات کو ایذا دیں۔ اوس پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں۔ نماز خراب کریں۔ ارشاد اقدس لاتصلوا علی القبور کی مخالفت کریں۔ اور کہاں قبور مشرکین کھود کر اون کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اوس پر بنا فرمانا۔ اور کہاں قبور مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون۔ اس مسئلہ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۰: از قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دار العلوم مرسلہ عبد الرحیم صاحب۔ ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مردہ کو قبر کے پچھم جانب سے گور میں ڈالنا چاہیئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دکھن جانب سے ڈالے۔

الجواب

ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لیجائیں۔ درمختار میں ہے۔ ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱: از سکندرپور ضلع بلیا پائی گلی۔ مسئولہ محمد حسین وعطا حسین۔ ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زینب نے اپنے نواسہ بکر کو اپنی زمینداری ہبہ کیا۔ اور لکھ دیا کہ توابع لواحق اوسکے جو کچھ ہے، ہبہ کر دیا بکر نے عمرو کے ہاتھ اوس زمینداری کو مع جملہ حقوق توابع لواحق بیع کر دیا اور اوسکے اندر قبرگاہ واہبہ کا بھی ہے تو اوسکے اندر عمرو مشتری کی قبر بنانا جائز ہے یا نہیں۔ یا اوس قبرگاہ پر متصرف ہونا مشتری عمرو کا مثلاً درختان انبہ وغیرہ کا پھل کھانا۔ یا لکڑی لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ قبرگاہ بغیر دیوار بے مرمت اور خراب ہو تو عمرو بنوا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہبہ و بیع سے قبرستان وقف مستثنیٰ ہیں۔ مشتری کی قبر بھی اوسمیں بن سکتی ہے۔ واہبہ وغیرہ کی قبر کی مرمت بھی وہ کر سکتا ہے۔ جو درخت اوسمیں ہیں۔ وہ مشتری کی ملک ہیں۔ جو چاہے کرے۔ قبرستان اگرچہ وقف ہو اوسکے درخت وقف نہیں ہوتے کما بینہ فی الھندیۃ وغیرھا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲: از اپر برہما ضلع کتھا پوسٹ لین۔ مسئولہ امیر خاں دوکاندار۔ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب فقہیہ میں لکھتے ہیں کہ میت کا مونھ قبلہ کی طرف کیا جائے اس سے کیا مراد ہے۔ اس میں پانچ صورتیں ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ میت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے داہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ داہنی کروٹ پر اور داہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے۔ اور میت کی پیشانی ناک گھٹنا۔ صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دیے جائیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے بائیں پہلو اوٹھا کر اوسکے نیچے ڈھیلے دیکر میت کو بائیں پہلو بل رکھیں۔ تیسری صورت یہ ہے

کہ میت کو چت کرکے لٹایا جائے اور فقط مونھ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا نیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کرکے کھودی جائے لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہو کر قبلہ رخ ہوجاتی ہے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ میت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور مونھ پورب کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالت نزع میں حکم ہے۔ کتب فقہ میں ان صورتوں میں کون صورت مراد ہے۔ اور اگر سب جائز ہیں تو اعلیٰ و افضل کون ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پانچویں صورت تو محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے۔ اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اوس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنادیں۔ اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں۔ بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو اس سے میت کو ایذا ہوگی۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان المیت یتاذی مما یتاذی بہ الحی۔ اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضا دیوار قبر سے ملا دینے کی حاجت نہیں نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اسمیں دقت ہو تو چت لٹا کر مونھ قبلہ کو کردیں اب اکثر یہی معمول ہے۔ اور اگر معاذ اللہ معاذ اللہ مونھ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑدیں۔ اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلاف سنت ہے۔ اور اسمیں بھی میت کیلئے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملئکہ کہ سوال کے لیے آتے ہیں میّت کو بٹھاتے ہیں۔ ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دوسری صورت بھی ناقص ہے۔ بہتر پہلی صورت ہے۔ مگر اون اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں درمختار میں ہے ویوجہ الیھا وجوبا وینبغی کونہ علی شقہ الایمن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا تیار ہے۔ جنازہ بھی تیار ہے۔ تو پہلے کھانا کھائے یا مُردے کو دفن کرے۔

الجواب

جنازہ آگیا۔ تو پہلے اوسکی نماز پڑھ لے۔ کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی۔ پھر اگر بھوک وغیرہ وہ[1] ضرر نہیں لاحق ہیں تو دفن کے لیے بعد کھانا کھانے کے جائے۔ یا فقط نماز پر قناعت کرے۔ جبکہ لیجانے والے موجود ہوں۔ اور اوسکے نہ جانے سے کوئی حرج شرعی لازم نہ آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲۔ مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خانصاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس مرید خاص نے مزار کے قریب کچھ زمین و مکانات اپنے خرچ اور آفس و مال گودام کے لیے۔ نیز

---

[1] کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائے گا۔ یا پہلے جنازے میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہیگا۔ یا کھانا ٹھنڈا ہوکر بے مزہ ہوجائے گا۔ یا اوس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہوجائے گی اور چبائی نہ جائے گی۔ ۱۲

اسلیے کہ زائرین قیام کریں اور مجالس اوس میں قائم ہوں طیار رکھے تھے۔ نہ وہ زمین ومکانات وقف کیے نہ کبھی حالت حیات شیخ میں شیخ نے نامزد کیے۔ نہ بعدوفات شیخ بنام مقبرہ اوس نے بضرورت تجارت اوس اراضی ومکانات کو مبلغ کثیر پر رہن رکھا ہے۔ اب فرزند شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب مکانات وغیرہ ہمارے نام کردو۔ تو کیا فرزند شیخ کا یہ دعوی صحیح ہوسکتا ہے۔ اور کیا مرید کو اختیار ہے کہ قبل فک رہن اوس جائداد کو فرزند شیخ کے نام کردے۔ اور کیا وہ فرزند شیخ اس مرید کی جائداد بجبر واکراہ اپنے نام کرواسکتا ہے۔ آیا شریعت میں مرید پر کچھ استحقاق مالی شیخ یا وارثان شیخ کا ہے۔

جواب از لکھنؤ: ھو المصوب صورت مذکورہ میں زمین ومکانات وانتظام مقبرہ پر دعوی فرزند شیخ کا باطل ہے۔ مرید پر مالی استحقاق شیخ کا یا وارثان شیخ کا شرعًا نہیں ہے۔ اور مرید جائداد مرہون بغیر فک رہن کسی شخص کو دے نہیں سکتا۔ نہ فرزند شیخ مرید پر کوئی جبر کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ محمد عبدالمجید۔

الجواب

فرزند شیخ کا دعوی باطل اور اوسے جبر کا کوئی اختیار نہیں قال تعالٰی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ زمین ومکانات ومقبرہ سب ملک مرید ہیں۔ اوسکے یا اوسکے ورثا کے قبضہ میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخت نہیں۔ اگرچہ طریقۃً وہ اور اوسکا مال سب گویا اوسکے شیخ کا ہے۔ یا شریعۃً بوجوہ دیگر وجوب ہوسکتا ہے فرزند شیخ کا یہ مطالبہ کرنا سوال ہے اور سوال بلاضرورت حرام ہے۔ ہاں اگر مرید برضائے خود چاہے تو اپنا مال اوسکے نام کرسکتا ہے۔ اگرچہ قبل ادائے دین مرتہن باذن مرتہن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵

از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مسئولہ مولوی عبدالحق ومولوی کریم صاحبان بمعرفت حاجی لعل خانصاحب۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ۔

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر نے اپنے مرض الموت میں اپنے وطن سے دور ایک مرید سعید ورشید کے شہر میں اپنے دفن کی خواہش کی۔ بعد وصیت اور اوسی مرض الموت میں وہاں پہونچ گئے۔ اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔ اب چار برس چند ماہ کے بعد اوس پیر کا فرزند جس کے سامنے اوس کے باپ نے اپنے مرید کو وصیت کی تھی کہ ہم تمھارے شہر میں دفن ہوں۔ بسبب نزاع کے اوس مرید سے چاہتا ہے کہ نعش کو اوس حجرے سے اوکھیڑ کر وطن شیخ یا اوسی شہر میں جہاں اب مزار ہے دوسری جگہ لیجا کر دفن کرے۔ آیا یہ امر ممکن ہے کہ نبش مسلم کیا جائے جس سے سراسر توہین میت متصور ہے۔ اور وصیت متوفی کو جو اس اہتمام کے ساتھ کی۔ توڑ دیا جائے۔

جواب از لکھنؤ۔ ھو المصوب۔ مالک زمین وحجرہ نے اپنی خوشی واجازت سے نعش شیخ کو دفن کیا۔ پس اب نبش قبر کا جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے۔ جیسا کہ شامی میں مصرح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ حررہ محمد عبدالمجید

الجواب

صورت مذکورہ میں نبش حرام حرام سخت حرام اور میت کی اشد توہین وہتک ستر رب العلمین ہے۔ اور جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا

چاہے، عاق وناخلف ہے۔ اگرچہ وصیت دربارۂ دفن واجب العمل نہیں۔ نہ یہاں دفن بے رضائے مالک کے مسئلہ کو کچھ دخل تھا کہ رضا پر تفریع حکم ہو۔ بالفرض اگر وقت دفن رضائے مالک نہ ہوتی تو اختیار نبش اوسے ہوتا نہ کہ اجنبی کو جس کا زمین میں کوئی حق نہیں۔ التجنیس والمزید میں ہے اذا دفن فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۶: از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں۔ مسئولہ جمال احمد۔ ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

سائل کے بڑے لڑکے کی اہلیہ نے جو عرصہ سے بعارضہ دق علیل تھی۔ اور اوسکے والدین اوسے اپنے گھر لے گئے تھے وہیں انتقال کیا سائل مع پسر خبر انتقال سن کر مع چند دیگر اشخاص و جملہ سامان تجہیز و تکفین لیکر کے خسرال پہونچے۔ اونہوں نے ہمیں نہایت ترش روئی سے شریک میت نہ ہونے دیا۔ اور مٹی تک نہ دینے دی۔ یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

بہت برا کیا اگر بلاوجہ شرعی صحیح معتبر تھا کہ مسلمان کو ناحق ایذا دی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: از سورت اسٹیشن سائن، موضع کٹھور۔ مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب۔ ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہاں رواج ہے کہ شخص میت کو بعد تغسیل و تکفین کے جنازہ میں رکھتے ہیں۔ اور جنازہ کی چھتری پر غلاف ڈال کے اس پر مرد کے واسطے شال اور عورت کے واسطے دامنی ڈالا کرتے ہیں۔ اور پھر اوس شال یا دامنی پر پھولوں کی ایک چادر بنا کر ڈالتے ہیں تو آیا یہ امر واسطے مردہ کے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جنازہ زناں پر چھتری یا گہوارہ بنا کر غلاف و پردہ ڈالنا مستحب و ماثور ہے۔ ایسا ہی چاہیئے۔ اور جنازہ مرداں میں نہ اسکی حاجت، نہ سلف سے عادت۔ ہاں بارش یا دھوپ وغیرہ کی شدت سے بچانے کو بنائیں تو کچھ حرج نہیں۔ فی کشف الغطاء اولی آنست کہ پوشیدہ شود جنازۂ زناں را و مستحسن داشتہ اند گرفتن صندوق را۔ برائے وے نہ برائے مرد۔ مگر آن کہ ضرورتے داعی باشد چون خوف باراں و برف و شدت گرما و نحو آں۔ اور دوشالہ وغیرہ بیش بہا کپڑے ڈالنے سے اگر ریا و تفاخر مقصود ہو تو وہ حرام ہے نہ کہ خاص معاملہ میت و اولین منازل آخرت میں اور اگر زینت مراد ہو تو وہ بھی مکروہ۔ فی الشامیۃ عن الطحاوی یہ ویکرہ فیہ کل ماکان للزینۃ۔ ہاں تصدق منظور ہو۔ تو وہ بیشک محمود مگر تصدق کچھ اس پر موقوف نہیں کہ جنازہ پر ڈال ہی کردیں۔ یوں ہی پھولوں کی چادر بہ نیت زینت مکروہ اور اگر اس قصد سے ہو کہ وہ بحکم احادیث خفیف الحمل و طیب الرائحہ و مسبح خدا و مونس میت ہے تو حرج نہیں کما فی القبور ففی الھندیۃ وغیرھا وضع الورد والریاحین علی القبور حسن الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

ہندوستان کے لوگوں کا دستور ہے کہ جب عورت کی حالت نزع ہوتی ہے تب اوس کے شوہر کو اوسکے پاس نہیں جانے دیتے اور اوسکا شوہر حالت نزع میں اوس کے پاس نہیں جاتا۔ اور اوس عورت کی تکفین وتدفین میں بھی شوہر کو نہیں شریک کرتے اور کہتے ہیں اب اوس کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ آیا یہ فعل اون کا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا۔ توجروا۔

الجواب

جبتک جسم زن میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو۔ بلاشبہہ اوسکی زوجہ ہے۔ اور اوس وقت شوہر کو پاس نہ آنے دینا ظلم ہے اور اوسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہل ہے۔ اور بعد موت زن بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ ہاتھ لگانا منع ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر وغیرھما۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از موضع شمس آباد ضلع کیمبل پور پنجاب۔ مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب۔ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین، خصوصًا حضرت عالم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم اس مسئلہ میں کہ ضلع کیمبل پور کے بچاس ساٹھ موضع میں اور ایسا پیشاور کے ضلع میں دس بیس موضع میں گاہے ماہے امام مسجد بعد دفن میت کے آلات کندیدنی گور قبر کے سر سے لیکر قبر کی پاؤں کی طرف کو ڈلواتا ہے۔ اور اس کو موجب امن گور جانتا ہے اور یہ حدیث پیش کرتا ہے من رش الماء علی القبر والقی الالۃ التی حفر بھا القبر امن من عذاب القبر اھ کسی کتاب کے اندر سے یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے۔ فقط کسی کتاب کے وقایہ پر لکھا یا دکھاتے ہیں۔ جو کہ خود اونہوں نے یا اون کے باپ دادا نے لکھا ہوگا۔ منیۃ المریدین اور خزانۃ الروایات کا حوالہ دیتے ہیں مگر وہ بھی غلط ہے کیونکہ عرصہ تین سال سے چند کتب خانے تلاش کر چکے نہ وہ کتابیں اون کو ملیں۔ نہ اور کسی کتاب سے اوسکا شاہد پایا۔ کسی اپنے باپ دادا اور کسی مولوی اخوندزادہ کا قول وفعل ثابت کرتے ہیں اور یہ رواج بھی ابھی بچاس ساٹھ سال کا ہے۔ اور علمائے کرام پنجاب وافغانستان کہ جو اس فعل کے مانع ہیں وہ کہتے ہیں کہ اول جملہ اس عبارت کا تو مشتبہ منصوص ہے۔ مگر جملہ القائے آلات کا مخترعہ ہے۔ ابتدا یوں ہوئی ہوگی کہ بعد دفن میت کے آلات قبر کو بطور شمار کرنیکے سرہانے والے نے پاؤں والے کی طرف کہ جو کہ عادۃً بعد دفن کھڑے ہو کر جانا چاہتے ہیں تو اوس وقت بیلچہ گردوں معول شمار کرکے اپنا اپنا لیجاتے ہیں) دینے یا شمار کرنے کے لئے پھینک دیا ہوگا۔ کسی نے نادانی سے اوسکا اس صورت سے ڈالنا ہی سمجھ لیا ہوگا۔ بعد کو جب نزاع ہوا ہوگا تو مروج نے عزت بچانے کے لیے یہ عبارت بنا کر حدیث کی عبارت سے مناسبت دیکھ کر ملائی ہوگی۔ اور واقعی ایسا بہت جگہ ہوا ہے کہ پہلے زمانہ کے بعض بعض کم علموں نے اپنی کسی بات کی تحقیق وتاکید کے لیے قلمی کتابوں میں جو جو مضمون بڑھایا یا کم کیا۔ اب وہ چھاپے ہوجانے کے بعد اون کا پتہ چل رہا ہے۔ مانعین کہتے ہیں کہ اس کام کو ثواب سے کیا علاقہ ہے۔ ایک مولوی اس فعل بے اصل کے فاعل نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ جیسا کہ ان آلات کو میت کی قبر کھودنے میں تکلیف ہوئی ہے۔ اب مناسب ہے کہ یہ آلات بھی میت کے اوپر سے گزر جائیں تاکہ بدلہ ہوجائے۔ اس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا گیا کہ چاہیے کہ گورکن لوگ بھی میت یا اوس کی قبر سے کود کر پاؤں کی طرف کو چلے جایا کریں۔ عجیب جہالت ہے۔ بعدہٗ علمائے مانعین نے اشتہار دے دیا کہ یہ فعل بدعت سیئہ معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں کتابیں تلاش کی گئیں پتا نہ ملا۔ اور مجوزین بھی نہیں دکھا سکتے۔ لہذا ترک کرنا چاہیے:

زید امام مسجد کہتا ہے کہ عدمِ ذکر فی الکتب کے ساتھ دلیل عدمِ جواز اس فعل پر لانا درست نہیں۔ عبارت اوس کے مکتوب کی یہ ہے عدم[1] وجود المسئلۃ فی کتب الفقہ واصول الفقہ والتفسیر والحدیث وغیرھا نفی الذکر والذکر فی الکتب من الدلیل فالتمسک بنفی الذکر بلادلیل والتمسک بلادلیل من الوجوہ الفاسدۃ التی لاعبرۃ بھا عند الحنفیۃ کما ذکرہ صاحب غایۃ التحقیق شرح الحسامی وصاحب نور الانوار شرح المنار وایضا[2] ان الحرمۃ والکراھۃ حکمان شرعیان لابد لھما من الدلیل کما ھو مصرح فی رد المحتار فی قولہ والنتن الذی الخ والاصل فی الاشیاء الاباحۃ الاصلیۃ کما ھو مسطور فی الاشباہ وھھنا لادلیل علیھما فبقی امر الالقاء المذکور فی الافتاء علی الاباحۃ الاصلیۃ مع انضمام تعامل العلماء من المواضع المتعددۃ الذی ھو قسم من الاجماع کما ھو مذکور فی فصول الحواشی لاصول الشاشی وایضا[3] ان البدعۃ السیئۃ ماتکون رافعۃ لسنۃ مثلھا کما صرح فی المشکوۃ المصابیح واذالم یثبت سنیۃ عدم الالقاء بالدلیل المعتبر فکیف ینفیہ ببدعۃ الالقاء وایضا[4] الذکر المنفی فی الکتب المعتبرۃ اعم من الایجاب والسلب فکیف رجح المانع السلب علی الایجاب وایضا[5] ان الکتب ساکتۃ من منع الالقاء وفعلہ ولاحکم فی الساکت کما ذکرہ فی عدۃ من کتب اصول الفقہ فی تعلیق قولہ تعالٰی ومن لم یستطع منکم طولا الخ تمام ہوئی عبارت مولوی مجوز کی جس رسم خط سے کہ اوس نے لکھی تھی۔ عریضہ نیاز فقیر خادم دربار محمد غلام ربانی۔

الجواب

بیشک فعل مذکور بروجہ مذکور بدعت سیئہ شنیعہ واجب الترک ہے۔ فی نفسہ وہ ایک فعل عبث تھا جس میں عقلًا و نقلًا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اوسکی وجہ کہ مجوز نے بیان کی محض مضحکہ ہے۔ آلات کو تکلیف ہونا کیا معنی اور ہو بھی تو اس گزار دینے میں اون کو کیا آرام یہ بھی حرکت ہے کہ باعث کلفت ہے۔ اور میت پر کیا تکلیف کہ بدلہ ہو۔ اور ہو بھی تو میت کا کیا قصور تکلیف حفاروں نے دی۔ یا حفر کرانے والوں نے تو اون پر سے آلات گزارے جائیں۔ اور بالفرض میت مجرم ہے کہ اوس کے سبب تکلیف ہوئی تو احیا بدرجۂ اولٰی۔ تو عمارت بنوانے والا اگرچہ بادشاہ کہ قلعہ بنوائے روز شام کو تمام آلات معماران و مزدوران اوس پر سے گزارے جائیں۔ نہیں نہیں یہ خود اوس پرے اوندیں کہ حقیقۃً تکلیف تو اونہیں کو ہوئی۔ اور میت پر سے چارپائی کیوں نہیں اوتاری جاتی جو اوس نے راستے بھر توڑی۔ آلات اسکا شکر نہیں کرتے کہ اون سے اقامت فرض کی اولٹے تکلیف کے شاکی ہوتے ہیں۔ اور فرض میں جب یہ بدلہ ہے تو خطیب کہ محض ادائے سنت کے لیے منبر پر بوجھ ڈالتا ہے وہاں تو سرے منبر اوتار دینا کافی بھی نہ ہوگا۔ بلکہ بعد خطبہ خطیب کے سر پر منبر لاد دینا چاہیئے۔ غرض جہل عجیب چیز ہے اس کے رد میں اطالت سے زیادہ وقت عزیز ہے۔ ہاں اس سے اوسکا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا۔ کہ اوسکے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتا سکے۔ ناچار مضحکہ تراشا۔ اور عبث۔ بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر و میت کے ساتھ کہ محل تذکر و اعتبار ہیں۔ نہ کہ جائے لغویات بیکار۔ ایسی ہی جگہ کے لیے ارشاد ہدایہ و درر و غنیہ و تقریر کفایہ و عنایہ و فتح القدیر ہے۔ العبث خارج الصلوۃ حرام فما ظنک فی الصلوۃ۔ پھر اس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں یہ قطعًا شرع میں زیادت و اختراع و شنیع ابتداع ہے۔ اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی ساختہ کذاب وضاع ہے۔ جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی۔ یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی۔ القی الۃ التی حفربھا القبر سے یہ مضمون کیونکر ادا ہوا کہ قبر پر سے اوتارین خصوصًا

یوں کہ سرہانے سے پائنتی پھینکیں اور من کی جزا میں امن من عذاب القبر تو اس کا مفید کہ ایسا کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔
نہ کہ میت بالجملہ اس بدعت عبث عند القبر بلکہ عبث مع القبر نے سنت تذکر و اعتبار کا رفع کیا اور اس ادعائے امن من عذاب القبر نے
سنت ولا تقف مالیس لك بہ علم رفع کرکے اوس کی جگہ کبیرۂ تقولون علی اللہ ما لا تفعلون رکھ دیا۔ اوس کے بدعت شنیعہ قبیحہ
ہونے میں کیا شک رہا۔ دلائل منع یہ ہیں۔ نہ یہ کہ سکوت کتب ولادلیل سے استدلال کیا ہو۔ وہ مدعی نفع نہ دفع عذاب پر رد کو تھا کہ تلك كلمة
ھو تیجاھلھا ما انزل اللہ بھا من سلطن اور یہ رد قطعاً صحیح ہے۔ بلاشبہ دعویٰ بے دلیل قطعاً باطل و ذلیل فواتح الرحموت میں جس
صفحہ میں لادلیل سے فساد استدلال کا ذکر ہے اوس میں چند سطر کے بعد ذکر استصحاب میں ہے الحکم بلادلیل باطل خصوصاً یہاں کہ ایسا تو
ضرور امر تعبدی غیر معقول المعنی ہوتا جس کے لیے خاص نص شارع درکار۔ اور وہ قطعاً مفقود۔ تو ادعائے مخالف یقیناً مردود۔ اور محدود مواضع کے
محدود اشخاص کا پچاس ساٹھ برس سے کوئی فعل تراش لینا اسے تعامل و قسم اجماع قرار دینا کس درجہ علم سے بعید و مطرود وقد فرغنا عن ابانتہ
فی کتابنا شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر۔ ھذا وقد امتد فغت بما ذکرنا تعاقع المجوزین بامرھا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰: از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ میانسرائے، قدیم مدرسہ عربیہ مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو طفل زنا سے متولد ہو کر چار یا پانچ سال کی عمر میں فوت ہوجائے۔
اور اوسکی مادر بخوف پابندی حکم شریعت اس سانحہ پر صبر اختیار کرے تو طفل متوفی مادر صابرہ کا فرط ہوگا یا نہیں اور اوس کے دلائل کیا کیا ہیں
اور اگر پدر زانی کے قلب پر بھی اس سانحہ کا زیادہ صدمہ ہوا ہو اور وہ بھی بلحاظ امر شریعت صبر کو ملحوظ رکھے تو وہ بھی مستحق ہوگا کہ طفل متوفی اوس
کے لیے فرط ہو یا مستحق نہ ہوگا۔ امید کہ مفصل جواب بحوالۂ عبارات کتب تحریر فرمایا جاوے تاکسی کو سن کر بمقابلۂ دلائل نقلیہ انکار کا موقع نہ ملے
اور شخص متفکر کو اطمینان کامل حاصل ہوجاوے۔ فقط۔

الجواب

ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ نہیں، شرع مطہر نے زانی سے اوس کا نسب قطع فرمادیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ بچہ بچھونے والے کا اور زانی کے لیے پتھر تو وہ اوسکا فرط کیونکر ہوسکتا ہے۔ رہا ماں کے لیے اوس کا فرط ہونا یہ اس
پر موقوف ہے کہ ولد الزنا کو منصب شفاعت دیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مطبوع علی الشر ہوتا ہے۔ رسول
اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ولد الزنا شر الثلثۃ۔ دوسری حدیث میں ہے لایدخل الجنۃ ولد زانیۃ اھ ای مع السابقین
کما فی نظائرہ۔ تیسری حدیث میں ہے لاینبغی علی الناس الا ولد بغی او من فیہ عرق منہ چوتھی حدیث میں ہے من لم یعرف حق
عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافق واما ولد زانیۃ واما امراء حملت بہ امہ فی غیر طھر رواہ الدیلمی
و رواہ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحسین عن ابی رافع عن ابیہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ
وجھہ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولفظہ اما منافق واما ولد زنیۃ واما لغیر طھور۔ باایں ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کرسکتے
یفعل اللہ من یشاء ان اللہ یحکم مایرید ہاں صبر بجائے خود ایک حسنۂ جمیلہ ہے۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱: از عبد اللہ صاحب۔ محلہ بہاری پور۔ شہر بریلی۔ ۱۷ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے آج یہ بیان کیا کہ ایک نام کے دو آدمی ہوں تو ایسا ہوجاتا ہے۔ کہ بجائے اوس کے کہ جس کی قضا آئی ہو، دوسرے آدمی کی روح قبض کرلیتے ہیں فرشتے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ وقوعہ میرے روبرو کا ہے کہ ایک کی جان قبض کرلی گئی۔ اور چند منٹوں کے بعد وہ زندہ ہوگیا اور اوس نام کا اوس محلہ کے قریب ایک شخص تھا وہ مرگیا۔ جو شخص اول مرگیا تھا۔ جب اوس سے حال دریافت کیا تو اوس نے بہت کچھ قصہ بیان کیا۔ اس کے بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب

یہ محض غلط ہے۔ اللہ کے فرشتے اوس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی و یفعلون مایؤمرون فرشتے وہ کرتے ہیں جو اونھیں حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو جمعرات کو انتقال کرے اوس پر عذاب قبر ہر جمعرات کو یا دائمی معاف ہے یا نہیں۔

الجواب

جمعرات کے لیے کوئی حکم نہیں آیا۔ شب جمعہ اور روز جمعہ اور رمضان مبارک میں ہر روز کے واسطے یہ حکم ہے کہ جو مسلمان اون میں مریگا سوال نکیرین و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اکرم ان یعفو من شیئ ثم یعود فیہ۔ اللہ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک شے کو معاف فرماکر پھر اوس پر مواخذہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: مسجد کے محاذی مسجد کے دروازہ سے ملحق اگر پرانا قبرستان ہو جس میں قبروں کے نشان نمایاں ہوں۔ اوس کی اراضی کو مسجد کے صحن کو وسعت دینے کی غرض سے ہموار کرکے شامل صحن مسجد کرلیا جائے اور اوس پر نماز پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب

حرام، حرام، حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی۔ مرسلہ صوفی احمد الدین۔ طالبعلم۔ ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ارواح مومنین کی جگہ کون ہے۔ کیا جسد کے ساتھ رہتے ہیں یا علیحدہ۔

الجواب

ارواح مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں۔ جیسے شہدا کیلئے فی حواصل طیور خضر فرمایا۔ سبز پرندوں کے پیٹ میں اور اون کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں۔ قبور پر یا چاہ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے۔ نور کی قندیلوں میں کما فصلہ الامام السیوطی فی شرح الصدور واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: از کانپور محلہ سول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مرنے کے بعد میت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں۔

الجواب

موت فنائے روح نہیں۔ بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے حدیث میں ہے انما خلقتم للابد تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے۔ اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو۔ اے اللہ کے بندو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶ : از کانپور۔ محلہ مول گنج۔ مرسلہ امام الدین صاحب۔ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

۱۔ عزیزوں پر جو اثر ہوتا ہے کیا اوس کا اثر میت پر بھی ہوتا ہے یا نہیں (۲) عذاب و ثواب کی کیا شکل ہے۔ جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے۔ اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے (۳) روح کا مقام مرنے کے بعد کہاں ہے (۴) خواب میں اپنے کسی مرحوم عزیز کو دیکھتے ہیں۔ کیا اس کا اثر مرحوم پر بھی پڑتا ہے یا نہیں (۵) روح کیا چیز ہے۔ اکثر سنا گیا ہے کہ روح تمام دنیاوی کیفیات کا ادراک ہر وقت بعد موت کرتی ہے (۶) قبر پر کوئی شخص جائے۔ اس کا علم میّت کو ہوتا ہے۔

الجواب

۱۔ عزیزوں کو اگر کوئی تکلیف پہونچتی ہے اوسکا ملال میت کو بھی ہوتا ہے۔ اموات پر رونے کی ممانعت میں فرمایا کہ جب تم روتے ہو مردہ بھی رونے لگتا ہے۔ تو اوسے غمگین نہ کرو۔ واللہ تعالےٰ اعلم (۲) انسان کبھی خاک نہیں ہوتا۔ بدن خاک ہوجاتا ہے۔ اور وہ بھی کل نہیں۔ کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں۔ وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ اونہیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی۔ عذاب و ثواب روح وجسم دونوں کیلیے ہے۔ جو فقط روح کیلیے مانتے ہیں گمراہ ہیں۔ روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلی بھی باقی۔ اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے۔ بلکہ تفرق اتصال ہوا۔ اور تغیر ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اوس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا کہ پاؤں نہیں رکھتا۔ اور آنکھیں ہیں۔ وہ اوس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے۔ پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اون تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اوس لنجھے نے اوس سے کہا، تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لیچل۔ میں تجھے رستہ بتاؤں گا اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اوس لنجھے کو لیگیا۔ اور میوے کھائے۔ دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے۔ دونوں ہی مستحق ہیں۔ اندھا اوسے نہ لیجاتا تو وہ نہ جا سکتا۔ اور لنجھا اوسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے۔ اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی۔ دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم (۳) روح کا مقام بعد موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ زمزم میں۔ اور بعض کی آسمان و زمین کے درمیان اور بعض آسمان اول دوم ہفتم تک اور بعض اعلیٰ علیین میں اور بعض سبز پرندوں کی شکل میں زیر عرش نور کی قندیلوں میں۔ کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادی برہوت میں۔ بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک بعض سجین میں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۴) کبھی پڑتا ہے کبھی نہیں۔ دونوں قسم کے خواب شرح الصدور میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۵) روح میرے رب کے حکم سے ایک شے ہے اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔ روح کے ادراکات علم و سمع و بصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) قبر پر آنے والے کو میت دیکھتا ہے۔ اوسکی بات سنتا ہے۔ اگر زندگی میں پہچانتا تھا۔ اب بھی پہچانتا ہے۔ اگر اوس کا عزیز یا دوست ہے تو اس کے آنے سے اُنس حاصل کرتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث اقوال ائمہ میں مصرح اور اہلسنت کا اعتقاد ہیں۔ ان کی تفصیل کو ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲، مسئولہ مولوی عبدالحق صاحب و مولوی مبارک کریم صاحب۔ بمعرفت حاجی لعل خان صاحب ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نے مرید کو وصیت کی تھی کہ میری قبر کا کل سامان روشنی و قرآن خوانی و لنگر خانہ و عرس وغیرہ کا تم انتظام کرنا۔ چنانچہ مرید نے بموجب وصیت تمام سامان کیا۔ کل اخراجات کا متکفل ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ چادر و شیرینی و نقد و جنس مزار پر چڑھاتے ہیں وہ کس کا حق ہے اوس مرید کا جس نے یہ سب سامان اور اخراجات کیے اور جو خادم ہے۔ یا وہ فرزند شیخ کا۔

الجواب

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں۔ نہ اوس مرید خادم مزار کا۔ نہ فرزند صاحب مزار کا۔ نہ وہ وقف ہو۔ بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے۔ جیسے کفن کہ تبرعاً کسی نے میت کو دیا۔ درمختار میں ہے لایخرج الکفن عن ملک المتبرع ردالمحتار میں ہے حتی لو افترس المیت سبع کان للمتبرع لا للورثۃ نھر۔ باقی اور چڑھاوے اگرچہ وہ چادریں ہی ہوں جو مزار پہ نہ ڈالیں نہ اوس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں۔ ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی اون کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اوس کا انتفاع و تصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں۔ والمعروف کالمشروط۔ تو وہ خدمت والا ہی اون کا مالک ہے، ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں۔ نہ یہ نذور شرعی۔ بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لیجاتے اوسے نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے کہ منع کیا میت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے۔ وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے۔ نہ یہ نذر شرعی نذر، اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کیں۔ معہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی ابن سیدی اسمٰعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکوٰۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ للفقیر صدقۃ۔ نذر اولیاء کا نفیس بیان ہمارے فتاوے افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن

مسئلہ ۱۱۸: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید محمد ابراہیم صاحب ۹ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پارچۂ کفن جو اماکن متبرکہ سے آئے اور اوس پر آیات کلام اللہ و احادیث وغیرہ لکھی ہوں وہ میت کو پہنانا کیسا ہے۔ اور شجرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی سترنا بذیل کرمہ فی حیاتنا و بعد الممات و فتح علینا فی التوسل بایاتہ و شعائرہ ابواب البرکات والصلوۃ والسلام علی من تبرک باثارہ الکریمۃ الاحیاء والاموات وحی ویحیی باسطار فیوضہ العظیمۃ کل موات و علی الہ وصحبہ واھلہ وحزبہ عدد کل ماض وات۔ یہاں چار مقام ہیں اولاً فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولٰی قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا۔ اور اوسکے مؤید احادیث و روایات۔ دوم احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ ہیں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے محل تعظیم نہ جانا۔ سوم بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال کی اُوسکا جواب۔ چہارم قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ و باللہ التوفیق۔

مقام اول۔ ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اوس کے لیے اُمید مغفرت ہے (۱) امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحیٰی تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابویوسف و محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی نے اسکی تصریح و روایت کی (۲) امام نصیر نے فعل امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکی تائید و تقویت کی۔ (۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری (۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا (۵) امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔ (۶) بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ اُنھوں نے اپنے کفن میں عہدنامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا (۷) بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔ (۸) بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پر نور سید عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھدے، اُسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نیز ترمذی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی

عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالی وسلم نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ السُّوْءِ وَ تُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ فرشتہ اسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کیلئے اٹھا رکھے جب اللہ تعالی اُس بندے کو قبر سے اُٹھائے۔ فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں۔ اُنھیں وہ عہدنامہ دیدیا جائے۔ امام نے اسے روایت کرکے فرمایا وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ۔ امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہدنامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔ امام فقیہ ابن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا اذا کتب ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللہ فتنۃ القبر وعذابہ۔ جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالی اسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امان دے (۹) یہی امام فرماتے ہیں من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع اللہ عنہ العذاب الی یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا۔ جو یہ دعا میت کے کفن میں لکھے۔ اللہ تعالی قیامت تک اوس سے عذاب اوٹھالے اور وہ دعا یہ ہے۔ اللھم انی اسألک یا عالم السر یا عظیم الخطر یا خالق البشر یا موقع الظفر یا معروف الاثر یا ذا الطول والمن یا کاشف الضر والمحن یا الٰہ الاولین والاٰخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علی سیدنا محمد وسلم (۱۰) امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاوے میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اوسکی برکت مشہور ومعروف ہے۔ بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ من کتبہ وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ لاینالہ عذاب القبر ولاینالہ منکر ونکیر ولہ شرح عظیم وھو دعاء الانس۔ جو اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو نہ منکر نکیر اوس تک پہونچیں اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اور وہ چین اور راحت کی دعا ہے سبحٰن من ھو بالجلال موحد وبالتوحید معروف وبالمعارف موصوف وبالصفۃ علی لسان کل قائل رب وبالربوبیۃ للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم سبحٰنہ کما یقولون وسبحٰنہ کما ھم یقولون تسبیحا تخشع لہ السمٰوات والارض ومن علیھا ویحمدنی من حول عرشی اسمی اللہ وانا اسرع الحاسبین مصنف عبدالرزاق اور اون کے طریق سے معجم طبرانی اور اون کے طریق سے حلیہ ابونعیم میں ہے اخبرنا معمر عن عبداللہ بن محمد بن عقیل ان فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا لما حضرتھا الوفاۃ امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت ودعت بثیاب اکفانہا فلبستھا ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان لا تکشف اذا ھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانہا فقلت لہ ھل علمت احدا فعل نحو ذلک قال نعم کثیر بن عباس وکتب فی اطراف اکفانہ یشھد کثیر بن عباس ان لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے انتقال کے قریب امیرالمومنین علی مرتضے کرم اللہ تعالی وجہہ سے اپنے غسل کے لیے پانی رکھوایا۔ پھر نہائیں۔ اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر مولی علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے۔ اور اسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا۔ کہا ہاں۔ کثیر بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے۔ اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا۔ کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے ذکر الامام

الصفار لو کتب علی جبھۃ المیت او علی عمامتہ او کفنہ عھد نامہ یرجی ان یغفر اللہ تعالٰی للمیت ویجعلہ اٰمنا من عذاب القبر۔ **امام صفار** نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالٰی اُسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون کرے۔ پھر فرمایا قال نصیر ھذہ روایۃ فی تجویز وضع عھد نامہ مع المیت وقد روی انہ کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ حبیس فی سبیل اللہ تعالٰی **امام نصیر** نے فرمایا یہ میّت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا کہ وقف فی سبیل اللہ (۱۱) درمختار میں ہے کتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عھد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت اوصی بعضھم ان یکتب فی جبھتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رؤی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملئکۃ العذاب فلما رأوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا اٰمنت من عذاب اللہ مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اوس کیلئے بخشش کی اُمید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ اون کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دیں۔ لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا۔ عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی دیکھی۔ کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے (۱۲) فتاوٰی کبرٰی للمکی میں ہے۔ نقل بعضھم عن نوادر الاصول للترمذی ما یقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علی کتابۃ للہ فی نعم الزکاۃ بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی۔ جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ یہ دعا اصل رکھتی ہے۔ نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اسکے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے۔ پھر خود اُنہوں نے اوس کے جواز کتابت پر فتوٰی دیا۔ اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپاؤں پر لکھا جاتا ہے (للہ) یہ اللہ کے لیے ہیں۔ (۱۳) اُسی میں ہے واقرہ بعضھم بانہ قیل یطلب فعلہ لغرض صحیح مقصود فابیح وان علم انہ یصیبہ نجاسۃ اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا (۱۴) اور اوسکی تائید میں بعض اور علماء سے نقل کیا کہ غرض صحیح کیلئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا۔ اگرچہ معلوم ہو کہ اوسے نجاست پہنچے گی ھذا ما اتی ثم نظر وفیہ نظر کما سیأتی وباللہ التوفیق

مقام دوم : احادیث مؤیدہ اقول (۱۵) حدیث صحیح میں ہے۔ بعض اجلۂ صحابہ نے کہ غالبا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تہ بند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اوس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عطا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ سلامہ علیہ کے پاس اور تہ بند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں کہ حضور اکرم الاکرمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ پھر آپ نے کیوں مانگ لیا۔ اُنہوں نے کہا واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا۔ بلکہ اسلئے کہ اوسمیں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا آخر اسی میں کفن دیے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم ینکر علیہ حدثنا

عبداللہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ ان امرأۃ جاءت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیہا حاشیتہا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتہا فجئت لاکسوکہا فاخذہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا فخرج الینا وانہا ازارہ فحسنہا فلان فقال اکسنیہا ما احسنہا قال القوم ما احسنت لبسہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محتاجا الیہا ثم سألتہ وعلمت انہ لا یرد قال انی واللہ ما سألتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی قال سہل فکانت کفنہ (۱۶) بلکہ خود حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا۔ اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے اُن کے بدن کے متصل رکھیں صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذنّنی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ (۱۷) علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے ھذا الحدیث اصل فی التبرک باثار الصالحین ولباسھم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتہم فی القبر (۱۸) یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ ماجدہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قمیص اطہر میں کفن دیا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس (۱۹) وابو بکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن جابر (۲۰) وابن عساکر عن علی (۲۱) والشیرازی فی الالقاب وابن عبد البر وغیرہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (۲۲) اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اونہیں اپنا قمیص مبارک اسلیے پہنایا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ قال لما ماتت فاطمۃ ام علی رضی اللہ تعالٰی عنہما خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ والبسہا ایاہ واضطجع فی قبرہا فلما سوی علیہا التراب قال بعضہم یا رسول اللہ رأیناک صنعت شیئا لم تصنعہ باحد قال انی البستہا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معہا فی قبرہا لاخفف عنہا من ضغطۃ القبر انہا کانت احسن خلق اللہ صنیعا الی بعد ابی طالب (۲۳) بلکہ صحاح ستہ سے ثابت کہ جب عبداللہ بن اُبی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمہ ملعونہ لئن رجعنا الی المدینۃ کہا جہنم واصل ہوا حضور پرنور حلیم غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبداللہ ابن اُبی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے۔ اوس کے کفن کے واسطے اپنا قمیص مقدس عطا فرمایا۔ پھر اوس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اوسے رکھ چکے تھے۔ حضور طیب وطاہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس خبیث کو نکلوا کر لعاب دہن اقدس اوسکے بدن پر ڈالا۔ اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے۔ بوجہ طول قامت کسی کا کرتا ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا۔ حضور عزیز غیور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلبیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہذا

لہذا اپنے دو قمیص مبارک اوس کے کفن میں عطا فرمائے۔ و نیز مرتے وہ ریاکار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں۔ پھر اوس کے بیٹے رضی اللہ تعالٰی عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے یارسول اللہ یا کریم یا رؤف یا رحیم اسألك الشفاعة عند المولی العظیم والوقایۃ من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من امن بك وبکتابك الحکیم علیك وعلی اٰلك افضل صلاۃ واکمل تسلیم۔ پھر حکمت الٰہی اس عطائے بے مثال میں یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کہ اپنے کیسے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے۔ ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف باسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلم و رحمت و عفو و مغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ صحیحین وغیرہما صحاح وسنن میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ان عبداللہ بن ابی لما توفی جاء ابنہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ اعطنی قمیصك اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قمیصہ الحدیث (۲۴) نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن ابی بعد ما دفن فنفث فیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ (۲۵) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فخرج لحاجتہ فتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لہذا الیوم واخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ فخبأتہ لہذا الیوم فاذا انا مت فاجعل ذالك القمیص دون کفنی مما یلی جسدی وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔ یعنی میں صحبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرف یاب ہوا۔ ایک دن حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ حاجت کیلئے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدن اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا۔ وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناخن و موئے مبارک تراشے وہ میں نے لیکر اس دن کیلئے اٹھا رکھے۔ جب میں مر جاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ و موئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے موٗنھ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا (۲۶) حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمن رواسی روایت کی قال حدثنا الحسن بن صالح عن ہارون بن سعید عن ابی وائل قال کان عند علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مسك فاوصی ان یحنط بہ وقال ہو فضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سکت علیہ الحاکم ورواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا حمید بن عبدالرحمن بہ ورواہ البیہقی فی سننہ قال النووی اسنادہ حسن ذکرہ فی نصب الرایۃ من الجنائز یعنی مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے پاس مشک تھا۔ وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا ہے (۲۷) ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ ذکرہ فی الاصابۃ یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں، مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ موئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے۔ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا۔ وہ یوہیں دفن کیے گئے کہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا۔ (۲۰) بیہقی و ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی عن انس بن مالک انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جنبیہ وبین قمیصہ یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی۔ وہ اُن کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ اُن کے سوا ہنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتب حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے۔ یوہیں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ردا وقمیص خصوصاً ناخن وموئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جواز مانحن فیہ کیلیے دلیل واضح ہے۔ اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تلفرقہ نہیں ہوسکتا۔ کہ جب علت منع خوف تنجیس ہے تو وہ جس طرح کتابت فرقان کے لیے ممنوع ومحظور یوہیں لباس واجزائے جسم اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحذور۔ پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی وللہ الحمد۔

مقام سوم: کفن پر آیات اسمار ادعیہ لکھنے میں، جو شبہہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہی تھا کہ میت کا بدن شق ہوتا۔ اُس سے ریم وغیرہ نکلتا ہے۔ تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اسکا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا۔ کہ اصطبل فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا حبیس فی سبیل اللہ تعالٰی۔ جو احتمال نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس جواب میں کلام کیا کہ ران اسپ پر لکھنا صرف پہچان کیلیے تھا۔ اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے۔ تو یہاں کلمات معظمہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ انھیں معرض نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ذکرہ فی فتاواہ الکبرٰی واثرہ العلامۃ الشامی فتبعہ علی عادتہ فانی رأیتہ کثیرا امایتبع ھذا الفاضل الشافعی کما فعل ھٰھنا مع نص ائمۃ مذھبہ الامام نصیر والامام الصفار ونص البزازیۃ والدر المختار وکذا فی مسئلۃ نزول الخطیب درجۃ عند ذکر السلاطین وفی مسئلۃ اذان القبر وفی نجاسۃ رطوبۃ الرحم بالاتفاق مع ان الصواب ان طھارۃ رطوبۃ الفرج عند الامام یشمل الفرج الخارج والرحم والفرج الداخل جمیعا کما بینتہ فی جد الممتار **اقول** قطع نظر اس سے کہ یہ فارق یہاں اصلاً نافع نہیں کما بینتہ فیما علقت علی رد المحتار۔ مقام ثانی میں جو احادیث جلیلہ ہم نے ذکر کیں وہ تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر کا استدلال صحیح وقاطع ہے۔ **ثم اقول** بلکہ خود قرآن عظیم مثل سورۂ فاتحہ وآیات شفا وغیرہا بغرض شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً

بلانکیر رائج ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے درد زہ کیلئے فرمایا تکتب لھا شیئ من القراٰن وتسقی قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔ امام احمد بن حنبل اس کے لیے حدیث ابن عباس دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحٰن اللّٰہ رب اللّٰہ رب العرش العظیم الحمد للّٰہ رب العٰلمین کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ اوضحٰھا کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار۔ اون کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اسے زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا، میں نے اون کو بارہا اسے لکھتے دیکھا۔ رواہ الامام الثقۃ الحافظ ابوعلی الحسن بن علی الخلال المکی حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزو بدن نہیں ہوتا۔ اور اس کا شانہ سے گزر کر آلات بول سے نکلنا ضرور ہے۔ بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں ولہذا اوس سے استنجا کرنا منع ہے۔ درمختار میں ہے یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال ردالمحتار میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اور اوس کا پینا اعلٰی درجہ کی سنت بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اٰیۃ ما بیننا وبین المنافقین انھم لایتضلعون من زمزم ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آب زمزم نہیں پیتے۔ بلکہ بحمد اللہ تعالٰی ہماری تقریر سے امام ابن حجر شافعی اور اون کے متبع کا خلاف ہی اُٹھ گیا۔ اول نے اوسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا قال والقول بانہ قیل یطلب فعلہ الخ مردود لان مثل ذلک لایحتج بہ وانما کانت تظھر الحجۃ لو صح عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم طلب ذلک ولیس کذالک دوم نے حدیث یا قول مجتہد پر قال فالمنع ھنا بالاولی ما لم یثبت عن المجتھد او ینقل فیہ حدیث ثابت۔ ہم نے متعدد احادیث صحیحہ سے اوسے ثابت کردیا اور امام نصیر وامام قاسم صفار نے خود ہمارے مذہب کے ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ بالجملہ حکم جواز ہے اور اگر کوئی بلحاظ زیادت احتیاط کفن پر لکھنے یا لکھا ہوا کفن دینے سے اجتناب کرے تو جا دارد۔ اس بحث کی تکمیل وتفصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی۔ اوس کا یہاں ذکر خالی از نفع نہیں امام ابن حجر مکی نے بعد عبارت مذکورہ نمبر ۱۲ فرمایا تھا قیاسہ علی ما فی نعم الصدقۃ ممنوع لان القصد ثم التمییز لا التبرک وھذا القصد التبرک فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلایجوز تعریضھا للنجاسۃ اھ واقرہ ش فقیر نے اوس پر تعلیق کی **اقول** ھذا الفرق لایجدی نفعا وکیف یسلم ان قصد التمییز یسقط تعظیم ما وجب تعظیمہ شرعا افتبدل بہ اعیان الاسماء المعظمۃ فھو باطل عیانا أم لایراد بھا معانیھا بل تکون الفاظا مستعملۃ فی معان اخری او من دون معنی وھذا ایضا باطل قطعا فان قولنا للّٰہ او حبیس فی سبیل اللّٰہ

---

[1] بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں اون سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا عسرت علی المرأۃ ولادتھا اخذ اناء نظیفا وکتب علیہ قولہ تعالٰی کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نھار بلغ فھل یھلک الا القوم الفسقون کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ثم یغسل وتسقی منہ المرأۃ وینضح علی بطنھا وفرجھا جب عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر آیتیں لکھ کر دھو کر اوسے پلائیں۔ اور اوس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں ذکرہ فی نزھۃ الامین ادسعی بالتفسیر بحر العلوم ۱۲

انما یفید التمییز ویفھم الصدقة بالنظر الی معانیھا الموضوعة لھا لاغیر اما اذا استعملت الکلمات المعظمة فی معانیھا وکان الغرض ھنالک افھام امر ما سوی نحو التبرک ویخرجھا ذلک عن کونھا معظمة وای دلیل من الشرع علی ذلک بل الدلائل بل البداھة ناطقة بخلافه ولو ان مجرد قصد غرض اٰخر غیر نحو التبرک کان یسقط التعظیم فلیجز توسد القراٰن العظیم بل اولی لان الغرض ثمہ لایتم الا باسم الجلالة من حیث ھو اسم الجلالة اما ھٰھنا فنظر المتوسد لیس الی قراٰنیته من حیث ھی ھی بل الی حجمه وضخامة جلدہ واذا اجاز ذلک لذلک جاز ایضا والعیاذ باللّٰه تعالٰی ان یضع المصحف الکریم علی الارض ویجلس علیه توقیا للثیاب من التراب فانه لیس باعظم من التعریض للابوال والاروات الٰی غیر ذلک مما لایجیزہ احد ولعل سعتلا یعتل بجواز قراءة امثال الفاتحة للجنب واختیه اذا قصدوا الثناء والدعاء دون التلاوة اقول نازعه المحقق الحلبی فی الحلیة وحض الجواز بما لایقع به التحدی ای ما دون قدر ثلث اٰیات ولی فی ھذا ایضا کلام والحق عندی ان الجواز بنیة الدعاء او الثناء ورد علی خلاف القیاس توسعة من اللّٰه تعالٰی بعبیدہ رحمة منه وفضلا فلا یجوز القیاس علیه علا ان منع الجنب لم یکن لنفس الالفاظ بل لکونھا قراٰنا ای کلام اللّٰه عزوجل النازل علی نبیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم المثبت بین الدفتین من حیث ھو کذلک حتی لو فرض ان تلک الالفاظ کانت حدیثا لم یحرم علیه قراءته فاذا قرأت علی جھة انشاء کلام من عند نفسه لم تبق النسبة المانعة ملحوظة اما ھٰھنا فالتعظیم لنفس تلک الالفاظ الموضوعة لتلک المعانی المعظمة وھی باقیة فی الکتابة علی حالھا فافھم مع ان العلامة سیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی نص علیه ان النیة تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب کما نقله العلامة ش قبیل المیاہ واقرہ ثم اقول علی التسلیم لامحیص عن کونه اعنی ما کتب علی اتخاذ الابل حروفا وحروف الھجاء المعظمة بانفسھا لایجوز تعریضھا للنجاسة کیف وانھا علی ما ذکر الزرقانی فی شرح المواھب قراٰن انزل علی سیدنا ھود علی نبینا الکریم وعلیه الصلٰوة والتسلیم وکذا نقله فی ردالمحتار عن بعض القراء وقدمه عن سیدی عبدالغنی عن کتاب الاشارات فی علم القراءات للامام القسطلانی وقال اعنی الشامی فیه ان الحروف فی ذاتھا لھا احترام اھ وقال ایضا نقلوا عندنا ان للحروف حرمة ولو مقطعة اھ وفی الھندیة لو قطع الحرف من الحرف او خیط علی بعض الحروف فی البساط او المصلی حتی لم تبق الکلمة متصلة لم تسقط الکراھة وکذلک لو کان علیه الملک لاغیر وکذلک الالف وحدھا واللام وحدھا کذا فی الکبرٰی اذا کتب اسم فرعون او کتب ابوجھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیه لان لتلک الحروف الحرمة کذا فی السراجیة اھ بل صرح فی الدرالمختار وغیرہ انه یجوز رمی برایة القلم الجدید ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم اھ وفی ردالمحتار ورق الکتابة له احترام ایضا لکونه اٰلة لکتابة العلم ولذا علله فی التاتارخانیة بان تعظیمه من ادب الدین اھ فاذا کان ھذا فی برایة القلم وبیاض الورق الغیر المکتوب فما

ظنك بالحروف فاذن لاشك فی صحة الاستناد ولابد من اخراج كتابات الابل عن الاخلال بالتنظيم و **اقول** يظهر لی فی النظر الحاضر ان ليس الامتهان من لازم تلك الكتابة ولاهو موجود حين فعلت ولاهو مقصود لمن فعل وانما اراد التيمن وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ مانوی قال فی جواهر الاخلاطی ثم الفتاوی الهندية لاباس بكتابة اسم الله تعالٰی علی الدراهم لان قصد صاحبه العلامة لا التهاون اھ هذا الاشك انه جار فيما نحن فيه فليس التنجيس من لازم الكتابة ولاهو موجود ولامقصود وانما المراد التبرك الی اٰخر مامر فان قنع بهذا فذاك والا فايما ابديتم من الوجه فی ذلك فانه يجری فيما هنالك ولايظهر فرق بغير المسالك **فان قلت** التنجيس فی الابل غير مقطوع به حتی فی الجانب الانسی من افخاذها لانها تتفاج حين تبول فكيف بالوحشی المكتوب عليه **قلت** لاقطع فی التكفين ايضا فليس كل جسد يبلی فان الاولياء والعلماء العاملين والشهداء والموذن المحتسب وحامل القراٰن العامل به والمرابط والميت بالطاعون صابرا محتسبا والمكثر من ذكر الله تعالٰی لاتغير ابدانهم نقله العلامة الزرقانی فی شرح المؤطا من جامع الجنائز وجعلهم عشرة كاملة بذكر الانبياء عليهم الصلٰوة والسلام ثم الصديقين والمحبين لله تعالٰی وجمعت هذين فی قولی الاولياء ثم تقييد المؤذن بالمحتسب هو نص حديث اخرجه الطبرانی عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال المؤذن المحتسب كالشهيد المتشحط فی دمه واذا مات لم يدود فی قبره وهو محل اثر مجاهد المؤذنون اطول الناس اعناقا يوم القيٰمة ولايدودون فی قبورهم رواه عبدالرزاق وذلك بدليل الجزء الاول اطول الناس الخ اما حامل القراٰن فحديث ابن منده عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما انه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اذا مات حامل القراٰن اوحی الله الی الارض ان لاتاكلی لحمه فتقول الارض ای رب كيف اٰكل لحمه وكلامك فی جوفه قال ابن منده وفی الباب ابوهريرة وابن مسعود وزاد فيه الشيخ قيد العامل به **اقول** ولكن العامل به مرجو له ذلك وان لم يكن حامله فقد اخرج المروزی عن قتادة قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد الذی لم يعمل خطيئته الا ان يقال ان وصف العامل به حاصل للخطاء التواب ايضا ثم الذی لم يعمل خطيئة هو الصالح المحفوظ ولايشمل الصبی فيما اظن والله تعالٰی اعلم وبضم هذا تم العشرة ولله الحمد نبی.[1] ولی.[2] عالم.[3] شهيد.[4] مرابط.[5] ميت طاعون.[6] مؤذن محتسب.[7] ذكار.[8] عامل القراٰن.[9] من لم يعمل خطيئة.[10] فان كان من نكفنه احد هؤلاء فذاك والا فمايدريك ان هذا المسلم ليس من اولياء الله تعالٰی او لم ينل منازل الشهداء بل من الذی من لايتغير جسده تشديدا للتعذيب والعياذ بالله القريب المجيب هذا واما ماايده به المحشی مما قدم علی الفتح انه تكره كتابة القراٰن واسماء الله تعالٰی علی الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش اھ مافی الفتح قال المحشی فما ذاك الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه اهانة فالمنع هنا بالاولی مالم يثبت عن المجتهد او ينقل فيه حديث ثابت اھ وهذا الذی حمله علی العدول عن قول امام مذهبه الصفار الحنفی الی قول الامام ابن الصلاح من متاخری الشافعية **فاقول** اما

الکتابۃ علی الفرش فاستھان حاضرا وقصدا ما لا ینفک عن التھاون فلیس مما نحن فیہ ولا کلام فی کراھتہ واما علی البواقی فالمسئلۃ تختلف فیھا وقد اسمعناک انفا ما فی جواھر الاخلاطی فی حق الدراھم وقال الامام الاجل قاضی خان فی فتاواہ لو کتب القراٰن علی الحیطان والجدران بعضھم قالوا یرجی ان یجوز وبعضھم کرھوا ذالک مخافۃ السقوط تحت اقدام الناس اھ فقد قدم رجاء الجواز وھو کما صرح بہ فی دیباجۃ فتاواہ لایقدم الا الاظھر الاشھر ویکون کما نص علیہ العلامۃ السید الطحطاوی ثم السید المحشی ھو المعتمد فاذن فلتکن الکتابۃ المعھودۃ علی افخاذ الابل من لدن سیدنا الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حجۃ نقول الجواز ان فرضنا المساواۃ والا فلانسلمھا من الاصل فان الکتابۃ علی المحاریب والجدران انما یکون المقصود بھا غالبا التزیینۃ ولیست من الحاجۃ فی شیئ فالمنع ثمہ لایستلزم المنع حیث الحاجۃ ماسۃ کالتمییز والتبرک والتوسل للنجاۃ باذن اللہ تعالٰی فافھم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مقام چہارم جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہا تبرکاً لکھنے کا جواز فقہاً وحدیثاً ثابت ہے تو شجرۂ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولٰی اول تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل وتبرک بلاشبہہ محمود ومندوب ہے۔ **تفسیر طبری** پھر **شرح مواہب لدنیہ** للعلامۃ الزرقانی میں ہے: اذا کتب اسماء اھل الکھف فی شیئ والقی فی النار اطفئت جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دیے جائیں آگ بجھ جاتی ہے۔ **تفسیر نیشا پوری** علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے: عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسہ فی المھد وللحرث تکتب علی القرطاس وترفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثۃ والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذھا الایسر ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل یعنی **عبداللہ بن عباس** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیلِ نفع ودفعِ ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ہیں۔ ایک پارچہ میں لکھ کر بیچ آگ میں ڈال دیں۔ اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارے میں اوس کے سر کے نیچے رکھ دیں۔ اور کھیتی کی حفاظت کے لیے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اوس پر باندھ دیں۔ اور رگیں تپکنے اور تجاری اور دردِ سر اور حصولِ تونگری و وجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لیے دہنی ران پر باندھیں۔ اور دشواری ولادت کیلیے عورت کی بائیں ران پر۔ نیز حفاظتِ مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کیلیے۔ **امام ابن حجر مکی** صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ نیشا پور میں تشریف لائے۔ چہرۂ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا۔ حافظانِ حدیث امام ابو زرعہ رازی وامام محمد بن اسلم طوسی اور اون کے ساتھ بے شمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کہ اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھائیے۔ اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں۔ خلق کی آنکھیں جمالِ مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چِلاتا ہے۔ کوئی روتا ہے۔ کوئی خاک پر لوٹتا ہے کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے

کو عرض کی۔ حضور نے فرمایا حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد بن الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی یعنی **امام علی رضا امام** موسی کاظم وہ **امام جعفر صادق** وہ **امام محمد باقر** وہ **امام زین العابدین** وہ **امام حسین** وہ **علی مرتضی** رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔ یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔ دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کیے گئے بیس ہزار سے زائد تھے۔ **امام احمد بن حنبل** رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا لو قرئت ھذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنتہ۔ یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اوسے جنون سے شفا ہو۔ **اقول** فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں۔ حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں۔ تو اولیائے محمدیین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا۔ اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔ اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے ـــــ مسمی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے **امام فخر الدین رازی** وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجود شے کی چار صورتیں ہیں۔ وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں۔ تو ان دو شق اخیر میں وجود اسم ہی کو وجود مسمی قرار دیا ہے۔ بلکہ کتب عقائد میں لکھتے ہیں الاسم عین المسمی نام عین مسمی ہے۔ امام رازی نے فرمایا المشہور عن اصحابنا ان الاسم ھو المسمی۔ مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی مسمی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے۔ تو خالی اسماء ہی ایک اعلی ذریعۂ تبرک وتوسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد اتصال بمحبوب ذو الجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور اللہ ومحبوب واولیا کے سلسلۂ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرۂ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعۂ توسل چاہیے۔ پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور اُمید گاہ مغفرت بنایا۔ اور بعض شافعیہ کو اس میں خیال تنجیس آیا۔ شجرۂ طیبہ میں اُس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں۔ بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر ہو۔ خواہ جانب قبلہ کہ میت کے پیش رو رہے اور اوس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو۔ باذنہ تعالی ولہ الحمد۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی رسالہ فیض عام میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمول بزرگان دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا کہ کفن ہی رکھنے میں جو کلام فقہا ر بتایا گیا وہ متاخرین شافعیہ ہیں، ہمارے ائمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لیے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب دیکھا ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۹: ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے گھر کا کھانا، جو اہل میت سوم تک بطور مہمانی کے پکاتے ہیں۔ اور سوم کے چنے بتاشوں کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

میت کے گھر کا کھانا تو البتہ بلاشبہ ناجائز ہے جیسا کہ فقیر نے اپنے فتوے میں مفصلاً بیان کیا۔ اور سوم کے چنے بتاشے کہ بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں۔ یہ اوس حکم میں داخل نہیں۔ نہ میرے اس فتوے میں اُنکی نسبت کچھ ذکر ہے۔ اگر مالک نے صرف محتاجوں کے دینے کے لئے منگائے اور یہی اوسکی نیت ہے تو غنی کو ان کا بھی لینا ناجائز۔ اور اگر اوس نے عام حاضرین پر تقسیم کیلئے منگائے ہیں تو اگر غنی بھی لے لیگا تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور یہاں بحکم عرف ورواج عام حکم یہی ہے۔ کہ وہ خاص مساکین کیلئے نہیں ہوتے تو غنی کو بھی لینا جائز نہیں اگرچہ احتراز زیادہ پسندیدہ اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت ۱۳۱۰ھ

مسئلہ ۱۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہندیہ میں رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اوس کے اعزہ و اقارب واحباب کی عورات اوس کے یہاں جمع ہوتی ہیں۔ اوس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے۔ پان چھالیا کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اوس وقت اون کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سودی منگواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل نبینا الرحیم الغفور بالرفق والتیسیر واعدل الامور ونفی الدعوۃ عند الشرور دون السرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ الکرام وصحبہ الصدور۔ سبحٰن اللہ اے مسلمان یہ پوچھا ہے جائز ہے یا کیا۔ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ اولاً یہ دعوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد نے اپنے مسند اور ابن ماجہ نے سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اون کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام

من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ اہل بیت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا ولفظہ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور ولا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ فتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتیین وکتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاوٰی ہند۔ میں بالفاظ متقاربہ ہے واللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اھ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ تتخذ عند السرور۔ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔ فتاوٰی[9] امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تأسف فلایلیق بھا مایکون للسرور۔ غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں، تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں تبیین[10] الحقائق امام زیلعی میں ہے لاباس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت۔ مصیبت کے لیے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانے۔ امام[11] بزازی وجیز میں فرماتے ہیں یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔ علامہ[12] شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں اطال ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا۔ یعنی معراج[13] الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔ جامع[14] الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے یکرہ الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کما فی خیرۃ الفتاوٰی یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اوس کا کھانا بھی منع۔ جیسا کہ خیرۃ[15] الفتاوٰی میں تصریح کی۔ اور فتاوٰی[16] القروی اور واقعات المفتیین میں ہے یکرہ اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام واکلھا لانھا مشروعۃ للسرور تین دن ضیافت اور اوس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے ضیافت نمودن اہل بیت اہل تعزیت را وپختن طعام برائے آنہا مکروہ ست۔ باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمصیبت استعداد وتہیہ آں دشوار است۔ اسی میں ہے پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور است نہ نزد شرور وھو المشھور عند الجمھور۔ ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ اون سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔ مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قال تعالٰی لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اوسے ہے نہ اوس کے باپ نہ اوس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص اور اگر اون میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں

کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں۔ بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ نیز فتاوی قاضی خاں میں ہے ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیرۃ فلا یتخذ ذلک من الترکۃ۔ ثالثاً یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔ افعال منکرہ کرتی ہے۔ مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔ الی غیر ذلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کیلئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تو اس ناجائز مجمع کیلئے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطا میں ہے۔ ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گران جمع باشند مکروہ است زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ۔ رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنی غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا۔ پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں۔ نہ کہ ایک رسم ممنوع کیلئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا۔ اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے اون کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔ تنبیہ۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں و ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھاسکیں اور باصرار اونہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل بیت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور اون کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے۔ آگے نہیں۔ کشف الغطا میں ہے مستحب است خویشاں و ہمسایہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز و الحاح کنند تا بخورند و در خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است اھ ملخصاً عالمگیری میں ہے حمل الطعام الی صاحب المصیبۃ والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز وبعدہ یکرہ کذا فی التتارخانیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۱: قبور شہدا یا اولیاء اللہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے۔ چاہیے یا نہیں۔ جن شہید یا اولیاء اللہ کے مزار کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس کی ہے۔ مرد اہل اسلام، یہودی یا نصاریٰ یا عورت یہود یا نصاریٰ یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیاء کرام و شہداء رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور اونہیں

ایصال ثواب مندوب و ثواب۔ اور مالیدہ و شیرینی خصوصیات عرفیہ میں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ اور قبر پر لیجانے کی نہ ضرورت نہ اوس میں معصیت۔ ہاں اوسے شرعًا لازم جانے یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے تو یہ اعتقاد فاسد ہے اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصًا قبور اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجائے۔ اوسکو قبر پر نہ رکھے یہ ممنوع ہے۔ جبکہ قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر قال اللہ تعالٰی ولاتقم علی قبرہ وقال تعالٰی وما لھم فی الاخرۃ من خلاق وقال تعالٰی ان اللہ حرمھما علی الکافرین تو جو امر سنت وحرام یا مستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع وحرام ہے۔

مسئلہ ۱۴۲: از جوناگڑھ کاٹھیاوار سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۔ ۱ ذی القعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے۔ اور جو شخص جلانے والے کو فاسق اور بدعتی کہے اوسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفس قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیئے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان من علی القبر والعیاذ باللہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار الحدیث۔ شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے لانہا من التفاؤل القبیح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے انہا سبب للتفاؤل القبیح اور قریب قبر سلگانا اگر وہاں نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعت مال ہے۔ میت صالح اوس غرفہ کے سبب جو اوس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے۔ اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں دنیا کے اگر لوبان سے غنی ہے اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اوسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جبتک سند مقبول سے نفع منقول نہ ثابت ہو سبیل احتراز ہے۔ ولا یقاس علی الورد والریاحین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب کما اوردنا علیہ نصر مجلۃ کثیرۃ فی کتابنا حیات الموات فی بیان سماع الاموات فان العلۃ فیہ کما نصوا علیہ انہا مادامت رطبۃ تسبح اللہ تعالٰی فتونس المیت لطیبہا۔ اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے وقد عھد تعظیم التلاوۃ والذکر ولتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردودہ وہابیت پر مرتاہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۵ قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ط واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ بریق المنار بشموع المزار ۱۳۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۲۳: از لکھنؤ محلہ راڈاک خانہ چوک مرسلہ مولوی محمد احمد صاحب علوی خلف مولوی حبیب علی صاحب مرحوم ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزارات اولیاء اللہ پر روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ روشنی مزارات اولیاء اللہ پر ناجائز ہے کیوں کہ اسمیں تعبد منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ زید کی تحریر بجنسہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ آیا یہ مسلک زید کا نزدیک علمائے دین ومفتیان شرع قابل قبول وعمل ہے یا نہیں۔

نقل تحریر زید یہ ہے

میں بقسم شرعی اس کو باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغان قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں چنانچہ فتاوی عالمگیری کو دیکھا اس میں نکلا کہ اخراج الشموع الی المقابر بدعۃ لا اصل لہ اسی طرح فتاوی بزازیہ میں ہے۔ درمختار میں بھی یہی نکلا۔ پھر میں نے حدیث شریف کو دیکھا۔ مشکوٰۃ میرے پاس تھی اوس میں یہ حدیث تھی۔ لعن رسول اللہ زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج رواہ الترمذی والنسائی۔ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زائرات قبور اور جو بنائیں قبروں پر مسجدیں (یعنی قبروں کی طرف سجدہ کریں) اور قبروں پر چراغ کو روشن کریں۔ اس کے بعد میں نے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز صاحب ختم المحدثین کے فتوے مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۱۱ھ کو دیکھا اوس میں لکھا ہے "پس امداد بدعاء وختم وطعام بدعتے مباح است (یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحائے وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند وخیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد۔ ایں را بدعت مباحہ باید گفت) وجہ قبح ندارد۔ اما ازتکاب محرمات از روشن کردن چراغ ہا۔ وملبوس ساختن قبور وسرود ہا وذواختن معازف بدعات شنیعہ اند وحضور چنیں مجالس ممنوع۔ اگر مقدور باشد محل حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان عمل باید کرد از مقام زجر پراگندہ کردن اسباب بدعت کافی" اس کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مالا بدمنہ میں اور ارشاد الطالبین میں لکھا ہے کہ "چراغان کردن بدعت است۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر شمع افروزان نزد قبر وسجدہ کنندگان لعنت گفتہ" ارشاد الطالبین کا خلاصہ یہ کہ چراغاں جو بغرض خاص تقرب کیا جاتا ہے یا بغرض زینت۔ یہاں تک کہ بعض لوگ منت مانتے ہیں اور اس کا ایفاء کرتے ہیں اور اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں۔ معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے ہیں۔ اس طرح پر جب کتب حدیث وفقہ وتحریرات علماء میں نکلا تو میں نے بلاخوف وخطر اس کو ترک کر دیا اور جس قدر رقم کا تیل آتا تھا۔ وہ میں نے شربت وبرف میں صرف کر دیا۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے کہ یہ کیا سنگین جرم ہے۔ نماز نہ پڑھے جمعہ

جماعت کا پابند نہ ہو۔ ڈاڑھی منڈائے وہ سب قابل عفو ہے۔ لیکن چراغاں نہ کرنا جس کے لیے اس قدر شدید وعید ہے وہ ایسا جرم ہے کہ فوراً وہابیت کا فتوی دیدیا جاوے۔ چونکہ اس کے کہنے والے اکثر جاہل ناخواندہ لوگ تھے۔ میں نے اسکی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ اگر صاحب فتاوی بزازیہ و عالمگیریہ و صاحب مشکوٰۃ و شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ سب وہابی ہیں۔ تو میں الحمدللہ وہابی ہوں۔ یہ امر بھی قابل گزارش ہے کہ میں نے مولوی احمد رضا خانصاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اوس میں استفسار چراغاں کیا اور جواب کے لیے ٹکٹ بھی رکھ دیے۔ لیکن خانصاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث و فقہ کے خلاف ہوتا ہے۔ بہت تلاش سے بعض لوگوں کی تحریرات سے ایک آدھ چراغ کا جواز اس طرح سے نکلتا ہے کہ کسی دوسری مصلحت سے چراغ جلایا جاوے۔ لیکن چراغان کا جواز اگر آج بھی کسی مستند عالم کی کتاب سے نکل آئے تو مجھ کو اس معاملہ میں کد نہ ہوگی۔ صرف دو اُمور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو خلجان ہوتا ہے۔ اول یہ کہ پیرزادے اسکو کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر پیرزادوں کا فعل ناسخ قول رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم نہیں ہے۔ پیرزادگان کچھ معصوم نہیں ہیں۔ صالح ہوں۔ اہل اللہ ہوں۔ لیکن معصوم نہیں جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں وہاں ایک امر ناجائز بھی کسی مصلحت سے اونہوں نے کر لیا۔ خدا تعالے معاف کرنے والا ہے۔ غور سے دیکھا جائے کہ غیر محارم کے سامنے آنا شرعاً جائز ہو جائے گا۔ دوسرا امر باعث خلجان یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں قبر مبارک پر روشنی ہوتی ہے اس خطرے کے جواب حسب ذیل ہیں۔ (۱) تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر کے سند نہیں ہے (۲) قبر شریف حجرۂ حضرت عائشہ میں واقع ہے۔ جس کے چاروں طرف مسجد نبوی ہے اور مسجد میں روشنی کرنے کا ثواب احادیث میں موجود ہے۔ (۳) قبر شریف درحقیقت روپوش ہے۔ آج ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی اوس کو نہیں دیکھ سکتا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے سیڑھی لگا کر دیکھنا چاہا۔ ناکامیاب رہا (۴) مدینہ منورہ میں روشنی منجانب سلطان ٹرکی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی نے عثمانیہ بنیک قائم کرکے سود کا لین دین شروع کر دیا ہے کیا گورنمنٹ کے بھی فعل سے سود جائز ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ (۵) نزدیک اہلسنت والجماعت کے حجت شرعی صرف چار ہیں۔ قرآن و حدیث و اجماع مجتہدین و قیاس مجتہدین مگر تعامل حرمین کوئی سند نہیں (۶) بڑا حصہ حرمین شریفین کا داڑھی کترواتا ہے۔ کیا داڑھی کتروانے کے جواز میں کوئی شخص یہ سند پیش کر سکتا ہے کہ وہاں کے لوگ داڑھی کترواتے ہیں۔ لہذا یہ فعل جائز ہے وہاں کے علماء سے خود فتوے لیا جاوے وہ داڑھی کترانے چراغاں کرنے کو یقیناً ناجائز کہیں گے۔ (۷) اب ایک تاویل ضعیف اور ایجاد ہوئی ہے کہ متقدمین و متاخرین کسی کو بھی نہیں سوجھی۔ یعنی قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے لیکن قبر کے گرد جلانے میں ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لفظ علی بمعنی پر واقع ہے۔ اردو میں کیا قبر پر چڑھاوا صرف اسی کو کہتے ہیں۔ جو خاص اوس جگہ پر کیا جائے جتنے حصہ کو قبر کہتے ہیں۔ بعض قبر کی صورت کوہان شتر کے مانند ہوتی ہے اُس پر چڑھاوا غالباً ممکن بھی نہ ہوگا۔ لیکن قبر پر چڑھاوا تو اتنا وسیع ہے کہ گرد قبر سے بلکہ دروازے کے آس پاس بھی کوئی رکھ دے تو وہ قبر کا چڑھاوا سمجھا جاوے گا۔ اور رسول خدا (صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم) کے فرمانے کی یہ تاویل ضعیف ہے۔ قرآن شریف سورۂ کہف میں لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔ استغفر اللہ۔ ایک صاحب نے یہ کمال کیا کہ ملا علی قاری کی نسبت کہہ دیا کہ انہوں نے گرد قبر کے چراغ جلانے کو جائز کہا ہے۔ حالانکہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۴ میں

حدیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف مذکورہ بالا کی شرح میں اُنہوں نے صرف مسجد کو اطراف قبر میں بنانے کی اجازت اس بنیاد پر دی ہے کہ عادت یہود و نصاریٰ یہ تھی کہ وہ قبر پر مسجد بناتے تھے۔ اور چونکہ مشابہت یہود و نصاریٰ کی وجہ سے ممانعت ہوئی تھی۔ لہذا جب مشابہت نہ رہی تو یہ فعل جائز ہوگیا۔ لیکن چراغ کی ممانعت کے وجوہ ملا علی قاری نے تین لکھے اولاً تضییع مال۔ دوم چراغ کا آثار جہنم سے ہونا بوجہ ناریت۔ سوم تعظیم قبور۔ ہرگز ہرگز ملا علی قاری نے گرد قبر کے چراغ جلانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ یہ اُن پر اتہام ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جو انہوں نے وجوہ ممانعت لکھے ہیں کیا وہ گرد قبر کے چراغ جلانے سے جاتے رہیں گے۔ جو وہ اجازت دیتے ہیں۔ بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ اگر کسی عالم مستند نے چراغان قبر کے لئے جلانے کو جائز کردیا ہو تو میں پہلا شخص اس تاویل پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں گا۔ سچ یہ ہے کہ مجاوروں نے جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں اُنہوں نے ان باتوں کی ایجاد کی ہے۔ یہ سب بحث چراغ جلانے میں ہے نہ کہ چراغاں میں، جو محض تعبداً یعنی ازراہ تقرب کیا جاتا ہے۔ لوگ تیل بتی کی منت مانتے ہیں۔ سال کے سال شب عرس کو کرتے اور اس کو مذہبی فعل سمجھتے ہیں۔ اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں ہوتا تو لوگ چراغان بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں۔ کسی فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ منشاء چراغان محض تقرب یعنی تعبد ہے۔ اگر ایسی تاویل جائز سمجھی جائے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہوجائے کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ استغفر اللہ۔ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ کرنا ہے۔ اگر اس قدر تاکید کے بعد بھی کوئی شخص پھر اس میں خلاف کرے یا کٹ حجتی کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات قبر میں تصفیہ کے قابل ہے۔ موسیٰ بدین خود۔ عیسیٰ بدین خود۔ انتہیٰ تحریر زید۔

اب جو کچھ ازراہ انصاف و تتبع کتب حضرات اہلسنت والجماعت محقق ہووے اوس سے معزز فرمایئے۔ اور کیا یہ اقوال زید کے صحیح اور موافق سلف کے ہیں۔ بہ تشریح و تفصیل تام ارشاد ہو۔ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ سَرْمَدًا۔ صَلِّ عَلٰی سِرَاجِکَ الْمُنِیْرِ وَ اٰلِہٖ اَبَدًا۔ یَا نُوْرُ یَا نُوْرَ النُّوْرِ یَا نُوْرًا قَبْلَ کُلِّ نُوْرٍ یَا نُوْرًا بَعْدَ کُلِّ نُوْرٍ۔ لَکَ النُّوْرُ وَبِکَ النُّوْرُ وَمِنْکَ النُّوْرُ وَاِلَیْکَ النُّوْرُ وَاَنْتَ النُّوْرُ وَنُوْرُ النُّوْرِ صَلِّ عَلٰی نُوْرِکَ الْاَنْوَرِ وَاٰلِہٖ السُّرُجِ الْغُرَرِ وَصَحْبِہٖ الْمَصَابِیْحِ الزُّھْرِ صَلٰوۃً تُنَوِّرُ بِھَا وُجُوْھَنَا وَصُدُوْرَنَا وَقُلُوْبَنَا وَقُبُوْرَنَا اٰمِیْنَ۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں فرماتے ہیں۔ قال الوالد رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علٰی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ واتلاف مال کذا فی البزازیۃ اھ وھذا کلہ اذا خلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالسا او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیما

لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللہ تعالٰی عندہ فیستجاب لہم فہو امر جائز لا منع منہ والاعمال بالنیات اھ مختصرا والد رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ درر وغرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لیجانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں۔ یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے۔ وہاں شمعیں روشن کریں۔ اُن کی روح مبارک کی تعظیم کیلیے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر تاکہ اُس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اوس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ اون کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے اس سے اصلا ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں روی ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ. کما ذکرنا یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث کہ روایت کی گئی ہے۔ اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں۔ ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہ ہی عبارت فتاویٰ بزازیہ ہے۔ ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالٰی نے اُن کے معنی روشن فرما دیے۔ اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کیلئے ہو ہرگز منع نہیں۔ فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں (۱) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی (۲) مقابر بر سر راہ ہوں۔ روشنی کرنے سے راہگیروں کو نفع پہنچیگا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے۔ دعا کریں گے۔ ثواب پہنچائینگے گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔ (۳) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ کیلیے آیا ہے تو اوسے روشنی سے آرام ملے گا۔ قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔ (۴) وہ تینوں منافع مزارات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کو بھی بروجہ اولٰی شامل تھے۔ کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں۔ گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادرا خالی ہوتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرماکر خود مزارات کریمہ کیلیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں۔ کہ اون کی ارواح طیبہ کی تعظیم کیلیے روشنی کیجائے۔

اقول: ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتنا ہے اور اعتنا دلیل تعظیم۔ اور تعظیم اہل اللہ دلیل ایمان و موجب رضائے رحمٰن عز جلالہ۔ قال اللہ عزوجل وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. جو الٰہی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاروں سے ہے۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اوس کے لیے اوس کے رب کے یہاں بہتری ہے (۱) اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلا و مذہب کرنا ہے۔ کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز و مستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔ درمختار میں ہے جاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد۔ یوں ہی مساجد کی آرایش اون کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ صدر اول میں نہ تھے۔ بلکہ حدیث میں تھا لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصارٰی رواہ ابوداؤد عن ابن

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ مگر اب ظاہری تزک واحتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے ۔ لہذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا ۔ تبیین الحقائق میں ہے لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب ردالمحتار میں ہے قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص و ماء الذھب (۳) یونہی مسجدوں کیلیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے اون پر اطلاع کا سبب ہیں ۔ اگرچہ صدر اول میں نہ تھے بلکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا ابنوا المساجد واتخذوھا جما رواہ ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ دوسری حدیث شریف میں ہے ابنوا مساجدکم جما وابنوا مدائنکم مشرفۃ ۔ رواہ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یعنی مسجدیں منڈی بناؤ ۔ اون میں کنگرے نہ رکھو ۔ مگر اب بالجبر مسلمانوں میں رائج ہے وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط منہ کراھیۃ زخرفۃ المسجد لاشتغال قلب المصلی بذلک اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا باس بہ ولو اوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنھم وکافرھم تشیید بیوتھم وتزیینھا ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلناھا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستھانۃ ۔ یعنی حدیث سے مستنبط کیا گیا کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے ۔ کہ نمازی کا خیال بٹے گا اسلیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا ۔ ہاں اگر تعظیم مسجد کے طور پر آرائش واقع ہو اور خرچ بیت المال سے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اوس کے مال سے مسجد کی گچ کاری اور اوس میں سرخ وزرد رنگ کریں تو وصیت نافذ ہوگی کہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں ۔ ویسے ہی اون کے لیے فتوے نئے ہوئے ۔ کہ اب مسلمانوں کافروں سب نے اپنے گھروں کی گچکاری اور آرائش شروع کردی ۔ اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو مسلمین تو مسلمین کافروں کی بھی ہونگی ۔ کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں ۔ تو نگاہوں میں اون کی بے وقعتی ہوگی (۴) اسی قبیل سے ہے مزارات اولیائے کرام وعلماء قدست اسرارہم پر عمارات کی بنا کہ باوصف حدیث صحیح مسلم وابوداؤد ونسائی ومسند احمد عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم ان یقعد علی القبر وان یجصص وان یبنی علیہ ۔ جس میں صراحۃً اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے ۔ سلفاً وخلفاً ائمہ کرام علمائے اعلام نے جائز رکھی ۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث صفحہ ۱۴۶ میں ہے ۔ قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ ۔ بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرمادیا کہ لوگ اون کی زیارت کریں اور اون میں راحت پائیں ۔

جواہر اخلاطی میں ہے ھو وان کان محدثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان ۔ یعنی اگرچہ نو پیدا ہے ۔ پھر بھی بدعت حسنہ ہے ۔ اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں ۔ اور ہیں اچھی بدعت ۔ اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں ۔ یعنی ایسی جگہ احکام سابقہ سے سند لانا حماقت ہے ۔ جو حاجت اب واقع ہوئی اگر زمانہ سلف میں واقع ہوتی تو وہ بھی یہی حکم کرتے ۔ جو اس وقت ہم کرتے ہیں ۔ جیسے

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا لو رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔ یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب نکالی ہیں۔ تو انہیں مسجدوں سے منع فرما دیتے۔ اور آخر ائمہ دین نے عورات کو مسجدوں سے منع فرما ہی دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ اللہ تعالٰی کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مسجدوں سے منع نہ کرو۔ رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ کیا ائمہ دین نے نظر بحال زمانہ جو حکم فرمایا اُسے حدیث کی مخالفت کہا جائے گا۔ حاش للہ۔ ایسا نہ کہے گا مگر احمق۔ کج فہم یوں ہی یہ تازہ تعظیموں کے احکام ہیں۔ سلف صالح کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے۔ ظاہری تزک واحتشام کے محتاج نہ تھے۔ تو ان کے وقت میں یہ باتیں عبث وبے فائدہ تھیں اور ہر عبث مکروہ۔ اور اُس میں مال صرف کرنا ممنوع۔ اب کہ بے ترک واحتشام ظاہری قلوب عوام میں وقعت نہیں آتی ان باتوں کی حاجت ہوئی۔ مصحف شریف پر سونا چڑھانے کی اجازت ہوئی مسجدوں میں سونے کے کلس، سونے چاندی کے نقش ونگار کی اجازت ہوئی۔ مزارات پر قبہ بنانے چادر ڈالنے۔ روشنی کرنے کی اجازت ہوئی۔ ان تمام افعال پر بھی احادیث واحکام سابقہ پیش نہ کرے گا۔ مگر سفیہ ونافہم۔ یہ مختصر شرح ہے اوس ارشاد امام ممدوح قدس سرہٗ کی۔ اور اسکی تفصیل بازغ وتحقیق بالغ ہمارے رسالہ "طوالع النور فی حکم السراج علی القبور" میں ہے وباللہ التوفیق۔

یہی امام جلیل کشف النور میں، پھر علامہ شامی رد المحتار فصل اللبس اور عقود الدریہ مسائل شتی میں مزارات اولیائے کرام پر غلاف ڈالنے کی نسبت بھی اسی تعظیم سے استدلال فرماتے ہیں۔ کما بیّناہ فی فتاوٰنا۔ اس کے علاوہ خاص روشنی مزار کریم کی نسبت اُن سے بھی بہت اقدم امام اجل واعظم کا ارشاد بعونہٖ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ زید نے تو ایک ہی عالم مستند کا قول ملنے پر قبول وسر نہادن کا وعدہ کیا تھا۔ ان تحقیقات ائمہ مستندین واجلہ معتمدین ووعدہ زید کے بعد زیادہ کی حاجت نہیں۔ مگر اجمالاً بعض جملے اور گزارش ہوں کہ عوام بھائی شبہہ میں نہ پڑیں۔ واللہ الموفق

(۱) امام ممدوح قدس سرہٗ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا۔ زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں۔ معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے۔ غلطی ظاہر فرمادی۔ کہ ان پہلے تین فوائد عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزارات اولیاء کرام کی تخصیص فرمائی۔ نیز اس کا جواب ائمہ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا۔ کہ مزارات اولیاء کرام وعلمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے۔ عوام وفساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی۔ **اقول** آدمی اگر آیۂ کریمہ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین کی حکمت جلیلہ سے آگاہ ہو۔ جس سے وجہ استثنا طوالع النور میں مذکور، تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

(۲) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق وفاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمادیا کہ تعظیماً لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ الخ۔ یعنی اون کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک وتوسل کرو کہ تمہاری دعا مستجاب ہو۔ (۳) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم وتعبیہ کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیماً لروحہ معاذ اللہ یہ اُن کی عبادت نہیں اون کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تو نصوص قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ ہم نے اپنے رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ و

رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الی قولہ عزوجل فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی۔ تو جو اوس نبی پر ایمان لائیں۔ اور اوس کی تعظیم کریں اور اوس کے ساتھ جو نور اُترا اُس کے پیرو ہوں۔ وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرض حسن دو۔ تو ضرور میں تمھارے گناہ تم پر سے اُتار دوں گا اور ضرور تمہیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ۔ اور جھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے) کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے

(۴) امام ممدوح قدس سرہ نے شبہہ تعظیم قبر کا بھی جواب فرمادیا۔ کہ تعظیما لروحہ الی قولہ قدس سرہ والاعمال بالنیات۔ یعنی تعظیم خشت وگل نہیں۔ بلکہ روح محبوب کی تعظیم مقصود ہو۔ جو بلاشبہہ محمود ہے۔ اور اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے۔ گویا اپنے نور باطن سے ادراک فرمالیا تھا۔ کہ زید وامثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے۔ سب کا جواب ان دو لفظوں میں فرمادیا کہ تعظیما لروحہ (۵) زید نے کبھی تعبد کو تقرب سے تعبیر کیا کہ "محض تعبداً یعنی از راہ تقرب کیا جاتا ہے" اور کبھی تقرب کو تعبد سے تفسیر کیا کہ "اگر تقرب یعنی تعبد منظور نہیں۔ تقرب یعنی تعبد ہے" گویا اوس کے خیال میں تقرب وتعبد شے واحد یعنی ایک ہی چیز ہے۔ یہ محض باطل ہے۔ بلکہ تقرب تعبد کے اعم سے اعم ہے۔ تعبد سے تعظیم اعم ہے کما علمت۔ اور تعظیم سے تقرب اعم ہے۔ کہ بنائے رباط وارسال ہدایا، تقرب ہے تعظیم نہیں وتفصیل المقام فی تعلیقاتنا علی رد المحتار۔ (۶) اسے تقرب بروجہ تعبد ٹھہرا نا مسلمانوں پر کیسی سخت بدگمانی اور اُس پر جزم کرنا مسلمانوں پر کیسا صریح ظلم وافترا ہے۔ درمختار میں منیۃ الفتاویٰ وذخیرہ وشرح وہبانیہ سے ہے انا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحو۔ رد المحتار میں ہے۔ ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم (۷) طرفہ یہ کہ زید نے کہا "پیرزادے اس کو کرتے چلے آئے ہیں۔ گو پیرزادگان صالح ہوں۔ اہل اللہ ہوں۔ معصوم نہیں۔ جہاں ہزاروں نیک کام مشائخ زمانہ کرتے ہیں۔ ایک یہ ناجائز بھی کسی مصلحت سے کرلیا۔ خدا معاف کرنے والا ہے" سبحٰن اللہ! صالح بھی ہیں۔ اہل اللہ بھی ہیں۔ اور غیر خدا کے عابد بھی ہیں۔ اس سے بڑھ کر محال کیا ہوگا۔ (۸) جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعاً شرک ہوا۔ اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ پھر اس جملہ کا کیا محل رہا۔ کہ "خدا معاف کرنے والا ہے" (۹) جب ہزارہا بندگان صالحین واہل اللہ پر یہاں تک بدگمانی ہے کہ تعبد غیر کا الزام اون کے سر تھوپا جاتا ہے۔ اور نہ صرف ظن بلکہ اوس پر جزم کیا جاتا ہے۔ تو اس کی کیا شکایت کہ فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سبب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور۔ سالہا سال سے اس پر مستقل فتوے مرقوم۔ خاص اس باب میں چھبیس برس سے رسالہ "طوالع النور" مکتوب۔ پھر رعایت وخوف سے سکوت کیا معنی۔ فقیر کے یہاں

علاوہ ردّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتاوے اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکا و افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔ اس میں اگر جواب میں تاخیریں ہوں یا بعض استفتا تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا جائے شکایت ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ ان صاحب کا استفتا باوصف تلاش کاغذات میں نہ نکلا۔ ممکن ہے کہ ہجوم انبار میں نہ ملا ہو یا آیا ہی نہ ہو۔ یا بھیجا ہی نہ ہوا اور جس طرح اہل اللہ پر تعبد غیر کا خیال بندھ گیا اُس کا بھیجنا تخیل ہوا ہو۔ بہرحال رعایت کی صورت یہ نہیں ہوتی۔ ہاں ہاں! کھلی کھلی رعایت و اغماز اور اپنے ساختہ متبوع کی خاطر حق سے صریح اعراض وہ ہے جو حضرات دیوبند کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اپنی ناقص کتاب مسمّی بہ "ایضاح الحق" میں زمان و مکان و جہت سے اللہ عزوجل کو منزّہ ماننا اور اُسکا دیدار بلا کیف و جہت و محاذات حق جاننا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے بتایا جبکہ اس عقیدہ کو کوئی دینی عقیدہ تصور کرے۔ جس سے صاف روشن کہ مذہبی طور پر اللہ عزوجل کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننا اور اوسکا دیدار بلا کیف ماننا ضلالت و گمراہی و فی النار ہے۔ اور اہل سنت کے تمام ائمہ سلف و خلف معاذ اللہ سب بدعتی و گمراہ تھے۔ ایک مسلمان نے دہلوی صاحب کے اس قول کا دیوبندی صاحبوں سے استفتا کیا۔ اور حسب دستور مسائل کہ زید، عمر، و بکر لکھ کر دریافت کرتے ہیں دہلوی صاحب کا نام نہ لکھا۔ اُس پر عالیجناب شیخ الگنا گوہ جناب مولوی گنگوہی صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا الجواب: یہ شخص اہلسنت والجماعت سے جاہل اور بے بہرہ ہے اور یہ اعتقاد اور مقولہ جو درج سوال ہے کفر ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ حضرات سلف صالحین اور ائمہ دین کا یہی مذہب ہے اور یہی احادیث صحیحہ و کلام اللہ شریف کی آیات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ زمان و مکان و جہت سے پاک ہے۔ اور دیدار اوس کا بہشت میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا۔ چنانچہ کتب عقائد اس سے مشحون ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی اور اوس پر حضرات دیوبند مولوی محمود حسن صاحب و عزیز الرحمن صاحب وغیرہما نے مہریں کیں۔ اور جناب اسمٰعیل صاحب دہلوی پر بددین، ملحد، زندیق کی چوٹیں جڑیں۔ علی الخصوص ہمارے ذکر کے قابل عالیجناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے اس حکم کفر دہلوی صاحب پر یوں تصدیق فرمائی الجواب صحیح اشرفعلی عنہ۔ جب حضرات یہ فتویٰ دے چکے۔ اب مسلمانوں نے پندرہ سوال کا استفتا ان حضرات سے کیا۔ اور اسمٰعیل دہلوی صاحب اور اون کی ناقص کتاب "ایضاح الحق" کا نام و کلام کھول کر دکھایا کہ مفتی صاحبو وہ شریعت کا حکم اب بھی مانو گے۔ یا طائفہ کے پیرجی کو خدا کی حکومت سے باہر جانو گے۔ ۲۰ صفر ۱۳۲۹ھ کو یہ استفتا طبع ہو کر شائع ہوا۔ تین برس ہونے آئے ہیں سب صاحب ساکت و خاموش درخواب خرگوش۔ مشکل تو یہ ہے کہ بولیں تو کیا بولیں۔ قسمت کا لکھا کیونکر دھو لیں۔ اپنے منہ تو امام الطائفہ پر حکم کفر کریں۔ تو کیونکر! اب وہ فتویٰ سانپ کے منہ کی چھچھوندر ہو گیا۔ کہ اوگلے تو اندھا۔ نگلے تو کوڑھی۔ چار ناچار سکوت کی اوڑھی۔ اسے حق پوشی کہتے ہیں۔ اسے ناحق کوشی کہتے ہیں۔ اسے پیرجی پرستی کہتے ہیں، اسے بادہ خیانت کی بدمستی کہتے ہیں۔ بلا سے ہو۔ جواب نہ دیتے۔ دل میں پشیمان تو ہوتے کہ جسے خود اپنے فتووں میں کفر بکنے والا۔ بددین۔ ملحد۔ زندیق۔ لکھ چکے۔ اب تو اوسکی غلامی چھوڑیں، اوسے پیشوا ماننے سے منہ موڑیں۔ مگر حاشا۔ چھٹتی کہاں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔ اب تک وہ ویسا ہی چہیں وچناں۔ ویسا ہی امام، یہ اوس کے ویسی ہی چناں چنیں۔ ویسے ہی غلام۔

مسلمانو! انصاف۔ یہ کونسا دین ہے۔ کون سی دیانت ہے اور اوس پر ادعائے ایمان و امانت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

العلی العظیم۔ مسلمانو! اس کا تعجب نہیں کہ اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ سید الابرار جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی سخت سے سخت توہینیں کرنے والے کیوں اپنے باطل پر ایسے اڑے ہیں۔ کیوں چاہ ضلالت میں اوپر تلے یوں اوندھے پڑے ہیں۔ عجب تو یہ ہے کہ دیکھنے والے یہ کچھ اون کے کوتک دیکھیں۔ اور پھر اون کے جبہ و دستار کے دام میں پھنسیں۔ گویا یہ حرکات ایک سہل سی بات: ناقابل التفات کوئی کسی کا دس پانچ روپے کا مال چرالے یا دغا سے دبالے۔ ہمیشہ کو نظروں سے گرجائے۔ چور دغاباز نام قرار پائے۔ اور معاذ اللہ! اگر کسی مشہور بنام علم پر ایسا الزام جائز ہو تو اوس کی تشہیر حد سے زائد ہو۔ دس پانچ روپے کا جرم یوں ناقابل تلافی اور خاص دین و مذہب و عقائد میں ایسی چوری خیانت، سب قابل معافی۔ معافی کیسی خطا ہی نہیں۔ وضوئے تمیز کبھی ٹوٹا ہی نہیں۔ یہ کیا ظلم ہے۔ کیا بے پروائی ہے۔ کیسی آنکھوں پر چربی چھائی ہے۔ مسلمانو! آج آنکھ کھولو۔ ورنہ پیشی فردا کے لیے مستعد ہولو ؎

بروز حشر شود ہمچو صبح معلومت　　　　کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

اس تمام شرمناک واقعہ کی تفصیل اور وہ پندرہ سوال ایک مختصر رسالے "دیوبندی مولویوں کا ایمان" میں ہے۔ اوسے ملاحظہ کیجیے کہ حق واضح ہے اور خیانت وحق پوشی دونوں کی پوری پہچان ہے۔ جن صاحب کو انکار ہو۔ گنتے گنتے بھول گئے۔ پھر گن لو۔ جناب مولوی تھانوی صاحب سے اب ان سوالوں کے جواب دلوالو۔ بہادری تو جب ہے کہ ان کے منہ کی مہر کھلوالو۔ کچھ ایسا بہت سا قضیہ نہیں۔ کچھ علمی مباحث دقیقہ نہیں۔ حق گوئی وحق پوشی کا سیدھا سا امتحان ہے۔ کہ دہلوی صاحب کا جب تک نام معلوم نہ تھا کفر و الحاد کا حکم مرقوم تھا۔ اب کہ قائل معلوم ہوا وہ حکم کس لئے معدوم ہوا۔ کیا کوئی نئی شریعت آگئی۔ تحذیر الناس نئی نبوت کا سکہ جاگئی۔ جس نے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ منسوخ کردی۔ امام جی کی قبراء لکم براءۃ فی الزبر سے بھردی۔ اور اگر یہ نہیں تو کیوں نہیں اپنے ہونٹ کھولتے۔ کیوں نہیں وہ حکم کفر و الحاد بولے بیّنوا توجروا۔ بیّنوا توجروا۔ بیّنوا توجروا۔ اور نہیں تو زید صاحب ہی اتنا ثواب لیں۔ اس فتوے کے ساتھ وہ سوال بھی حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی صاحب سے اب جواب لیں۔ زید صاحب کی تحریر پکار رہی ہے کہ اون کو انصاف وحق جوئی سے دلچسپی ہے۔ وہ ضرور تھانوی صاحب کی خبر لیں گے اور اب جواب نہ ملنے پر انصاف کرلیں گے۔ اے رب توفیق دے۔ ہدایت طریق دے۔ آمین آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۰) اب زید صاحب کے حوالوں پر نظر ڈالیے۔ درمختار کا حوالہ محض غلط ہے (۱۱) عالمگیری کی عبارت میں لا اصل لہ اپنی طرف سے بڑھالیا (۱۲) بزازیہ کی عبارت سے واتلاف مال کم کردیا۔ جس سے علت منع ظاہر ہوتی۔ کہ جہاں بے فائدہ محض ہے وہاں ممانعت ہے (۱۳) پھر اس کی کیا شکایت کہ عالمگیری میں الی رأس القبور تھا اوسے الی المقابر بنالیا تاکہ عموم بڑھ جائے (۱۴) ہاں پوری چالاکی یہ ہے کہ عبارت عالمگیری سے فی اللیالی الاول کا لفظ اڑادیا۔ عالمگیری کی اصل عبارت یہ ہے اخراج الشموع الی رأس القبور فی اللیالی الاول بدعۃ کذا فی السراجیۃ یعنی موت کی پہلی چند راتوں میں شمعیں گھروں سے قبروں کے سرہانے لیجانا بدعت ہے۔ ایسا ہی فتاوی سراجیہ میں ہے۔ فتاوی سراجیہ دیکھیے۔ اوس میں بھی یہ عبارت بعینہ اسی طرح ہے۔ اوس کے بعد اتنا زائد ہے ذکرہ الشیخ الامام الزاھد الصفار البخاری رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاعتقاد یہ مسئلہ شیخ امام زاہد صفار بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ ظاہر ہے کہ یہاں قبور عوام ہی کا ذکر ہے۔ کہ مزارات طیبہ یا مزارات اولیاء کی روشنی فقط پہلی چند راتوں میں نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ ایک عادت خاصہ کا بیان

ہو ورنہ لیالی اول کی تخصیص بے وجہ تھی اسی طرح یہاں جہال میں رواج ہے کہ مردہ کو جہاں کچھ زمین کھود کر نہلاتے ہیں جسے عوام لحد کہتے ہیں، چالیس رات چراغ جلاتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ چالیس شب روح لحد پر آتی ہے۔ اندھیرا دیکھ کر پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی اگر وہاں جہال میں رواج ہو کہ موت سے چند رات تک گھروں سے شمعیں جلا کر قبروں کے سرہانے رکھ آتے ہوں۔ اور یہ خیال کرتے ہوں کہ نئے گھر میں بے روشنی کے گھبرائے گا۔ تو اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہہ ہے۔ اور اس کا پتہ یہاں بھی قبروں کے سرہانے چراغ کے لیے طاق بنانے سے چلتا ہے۔ اور بیشک اس خیال سے جلانا فقط اسراف و تضییع مال ہی نہیں کہ محض بدعت عمل ہو بلکہ بدعت عقیدہ ہوئی۔ کہ قبر کے اندر ان چراغوں سے روشنی و اموات کا اس سے دل بہلنا سمجھا۔ ولہذا امام صفار نے اس مسئلہ کو کتاب الاعتقاد میں ذکر فرمایا۔ اب ملاحظہ ہو کہ اس روایت کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق رہا۔ والاحتمال یقطع الاستدلال۔

(۱۵) اس روایت میں اخراج کا لفظ بھی قابل لحاظ ہے۔ قبور عوام ہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہاں نہ کوئی مکان ہوتا ہے نہ حاضر رہنے والے۔ نہ کوئی سامان روشنی۔ گھر ہی سے چراغ لیجانا پڑتا ہے۔ بخلاف مزارات طیبہ کے کہ وہاں گھر سے لیجانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ تو ذکر قبور عوام ہی کا ہے اور اگر زید نہ مانے اور اسے چراغان مزارات طیبہ کی نسبت جانے تو آٹھ سو برس سے تو اس روشنی کا ثبوت ہو گیا۔ جسے زید نے مشائخ زمانہ کا فعل کہا کہ امام زاہد صفار رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات ۵۳۴ھ میں ہے کما فی الطبقات الکبرٰی و کشف الظنون (۱۶) سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تتخذون علیہم مساجد کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا۔ حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں۔ مثلاً تتخذون مصانع انعمت علیہم و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔ سورۂ کہف میں یوں ہے قال الذین غلبوا علٰی امرھم لنتخذن علیہم مسجدا۔ پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انوکھی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں۔ اون کے صفحے بنا لیتے ہیں۔ اون کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں اور اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اوس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۷) زید کو اقرار ہے کہ یہ فعل مشائخ قدیم سے چلا آتا ہے۔ اگرچہ کہیں تو اونہیں مشائخ زمانہ کہا کہیں پیرزادے اور کہیں مجاور جن کے لئے قبور ذریعۂ معاش ہیں۔ مگر شروع میں تحریر فرما چکے ہیں کہ "میں بقسم شرعی باور کراتا ہوں کہ میں نے کوشش کی کہ چراغاں قبور کا کسی تاویل سے استحسان ثابت ہو جائے تو میں رسم قدیم کی مخالفت نہ کروں" اور اس کا جواب وہ دیا کہ "پیرزادگان صالح ہوں، اہل اللہ ہوں معصوم نہیں" زید صاحب معصوم کے سوا کسی کی نہیں مانتے۔ مگر افسوس جب وہ صالحین ہیں۔ اہل اللہ ہیں تو یہی عالمگیری جس کی سند سے آپ اونہیں بدعتی بنانا چاہتے ہیں۔ اُن کے افعال کو دین میں سند و حجت بتاتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں مشائخ کرام ہی کے ذکر میں ہے یتمسک بافعال اھل الدین کذا فی جواھر الفتاوی (تمسک کیا جائے اہل دین کے افعال سے۔ ایسا ہی جواہر الفتاوی میں ہے۔ (۱۸) سرکار اعظم حضور پر نور مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علی من طیبہا وآلہ وبارک وسلم میں وہ جلیل و جمیل روشنی، وہ جانفزا اور دلکشا روشنی۔ وہ دل افروز وہابی سوز روشنی کہ نہایت تزک و احتشام سے ہوتی ہے اس کے جواب میں زید نے یہ تاویل گھڑی کہ وہ روشنی مسجد کریم کے لیے ہے نہ کہ مزار اقدس کے واسطے صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہ وآلہ وبارک وسلم۔ شاید زید کو زیارت سراپا طہارت نصیب نہ ہوئی۔ اپنے قصبہ کی کسی مسجد پر قیاس کیا۔ جہاں

دمڑی کے چراغ میں دھیلے کا تیل۔ وہاں کے فرشی جھاڑوں اور کثیر التعداد فانوسوں اور ہزارہا روپے کے شیشہ آلات اور اُن کی دل نواز جگمگاہٹ دیکھو تو آپ کی خشن بے ذوق طبیعت کے طور پر یہ مسجد کے لئے کب جائز ہو۔ وہی بزازیہ جس سے یہ سند لائے۔ اُسی کی دربارۂ مسجد بھی سنئے۔ اُس کی کتاب الوصایا فصل اول میں ہے۔ قال ثلث مالی فی سبیل اللہ ففی النوازل لوصرف الی سراج المسجد یجوز لکن الی سراج واحد فی رمضان وغیرہ[1] اگر کوئی اپنے تہائی مال کی وصیت راہ خدا کے لیے کرے تو اس سے مسجد کا چراغ بھی جلا سکتے ہیں۔ مگر صرف ایک چراغ رمضان ہو یا غیر رمضان (۱۹) زید صاحب کو چاہیئے۔ ذرا حج و زیارت سے مشرف ہوں۔ وہاں اُن کو مسجد الحرام شریف میں کچھ ہانڈیاں گرد مطاف نظر آئیں گی کہ ساری مسجد کریم کو پوری روشنی نہیں دیتیں۔ اور سرکار اعظم میں وہ نظر آئے گا۔ جس سے آنکھیں چندھیا جائیں۔ اگر یہ روشنی مسجد کے لیے ہوتی تو مسجد الحرام شریف زیادہ مستحق تھی۔ کہ وہ مسجد مدینہ طیبہ سے افضل بھی ہے اور وسعت میں بھی کئی حصے زیادہ۔ نہیں نہیں۔ بالیقین وہ تجمل روضہ پر انوار حضور سید الابرار صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے لیے ہیں۔ جسے ہر بچہ والا نگاہ اولیں ادراک کرلیتا ہے۔ میرے دل سے اُن لفظوں کا ذوق نہیں جاتا جو ایک مسلمان زائر نے حج کے بعد شان و تجمل روضۂ انور دیکھ کر کہے تھے کہ یہاں شان محبوبیت کھلتی ہے۔ اوس نے کہ گھر سے پاک ہے اپنا گھر یوں سادہ رکھا ہے۔ اور کاشانہ محبوب کے یہ سازوسامان ہیں۔ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ دیکھیے نگاہ ظاہر پر اوس شان و شکوہ کا کیسا اثر پڑا۔ کہ اوس ناظر کے دل میں ایمان جگمگا اٹھا۔ اسی حکمت کے لیے تو علمائے کرام نے تجمل ظاہر پسند فرمایا ہے ورنہ حاشا للہ ع حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را۔ اللّٰھم ارزقنا الایمان الکامل وامتنا علیہ بجاہ حبیبک وعروس مملکتک صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وبارک وسلم اٰمین

۲۰۔ مسجد میں روشنی خشت وگل کی ذات کے لیے نہیں ہوتی۔ بلکہ نمازیوں کے واسطے۔ بلکہ نماز میں بھی اصل نظر صرف فرائض پر مقصود ہے کہ اصالۃً بنائے مسجد انہیں کے لیے ہے۔ ولہٰذا جہاں تہجد وغیرہ نوافل خواں وذاکرین شب بھر مسجد میں رہتے۔ یا رات کے سب حصوں میں اونکی آمد و رفت مسجد میں رہتی ہو۔ اور اس وجہ سے وہاں شب بھر روشنی رکھنے کی عادت ہو۔ یا واقف نے خود اس کی تصریح کردی ہو۔ ایسی جگہ کے علاوہ باقی تمام مساجد میں تہائی رات کے بعد روشنی گل کر دینے کا حکم ہے۔ کہ اب اسراف وتضیع مال ہے۔ فتاویٰ خانیہ وفتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں لاباس بان یترک سراج المسجد فی المسجد الی ثلث اللیل ولایترک اکثر من ذلک الا اذا شرط الواقف ذلک اوکان ذلک معتاداً فی ذلک الموضع[2] سراج وہاج پھر ہندیہ میں ہے۔ لووقف علی دھن السراج للمسجد لایجوز وضعہ جمیع اللیل بل بقدر حاجۃ المصلین ویجوز الی ثلث اللیل اونصفہ اذا احتیج الیہ للصلوۃ فیہ[3] اور مسجد اکرم سرکار اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں نماز عشا کے بعد کوئی رہنے نہیں پاتا۔ لوگوں کو باہر کرکے سحر تک دروازے بند رکھتے ہیں، اور یہ عادت آج سے نہیں صدہا سال سے ہے۔ امام جلیل ابو الحسن سمہودی کتاب وفاء الوفا میں جس کی تصنیف ۸۸۶ھ ہجری میں فرمائی۔ پھر اوس کے خلاصہ خلاصۃ الوفاء میں فرماتے ہیں۔ یطاف لاخراج الناس من المسجد بعد العشاء الاٰخرۃ بفوانیس ستۃ رتبھا شیخ الخدام شبل الدولۃ کافور المظفری الحریری وکان الطواف قبلہ بشعل من السعف نماز عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد کریم سے باہر کرنے کے لیے اب چھ فانوس لے کر دورہ کرتے ہیں اور پہلے کھجور کی شاخیں روشن کرکے اون کے ساتھ دورہ ہوتا تھا۔ نیز اس پر اس سے بہت پہلے کی وہ جلیل القدر معجزہ خسف بدخواہان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

کی عظیم حکایت دال ہے۔ جو اسی کتاب وفاء الوفا تصنیف ۸۸۶ھ ہجری۔ اور اوس سے پہلے کتاب ریاض النضرۃ امام محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ ہجری۔ و کتاب تاریخ المدینۃ للامام الجلیل ابی محمد عبد اللہ المرجانی میں مذکور و ماثور ہے۔ اور ان سب سے پہلے خادم روضۂ مطہرہ نے امام ابو عبد اللہ قرطبی کے سامنے اوسے روایت کیا۔ اوسکی اصل خود امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ثابت۔ بلاذری نے ابو سعید مولیٰ ابی اسید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی قال کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعس فی المسجد بعد العشاء فلا یری احدا الا اخرجہ الا رجلا قائما یصلی۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نماز عشار کے بعد مسجد کریم میں دیکھ بھال کے لئے دورہ فرماتے جسے دیکھتے مسجد سے باہر فرما دیتے مگر جو شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔ باآنیہمہ مسجد کریم میں صبح تک روشنی رہتی ہے۔ اور فقہائے کرام نے اوس کے جواز کی تصریح فرمائی۔ وہی بزازیہ کتاب الوقف فصل رابعہ ملاحظہ کیجئے یجوز ترک سراج المسجد فیہ من المغرب الی العشاء لا کل اللیل الا اذا جرت العادۃ بذالک کمسجد سیدنا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جائز ہے مسجد کے چراغ کا مسجد میں چھوڑنا مغرب سے عشا تک نہ کہ تمام شب۔ مگر جب کہ اسکی عادت ہو جیسے کہ مسجد نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اس سے بھی روشن کہ یہ روشنی نمازیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ روضۂ اقدس کیلیے ہے۔ اور ہم عنقریب کلام ائمہ سے اسکی تصریح نقل کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

۲۱۔ زید صاحب نے یہ روشنی مزار اطہر کیلیے نہ ہونے کی وہ بھاری دلیل گھڑی جس کے بوجھ میں خود ہی دب کر رہے۔ ذرا یہ نئی منطق جہان بھر سے بھی جدا منطق الطیر سے بھی سوا ملاحظہ ہو کہ قبر شریف درحقیقت روپوش ہے بھلا پھر روشنی اوس کے لیے کیسے ہو سکتی ہے۔ گویا جو شے نظر آئے اوس سے اعتنا اوسکی تکریم ہو ہی نہیں سکتی۔ اہل اللہ پر عبادت قبور کا الزام رکھا تھا جس کی تکذیب کو اون کا اہل اللہ ہونا ہی بس تھا۔ مگر کہیں یہ مسئلہ عبّاد صنم کی تائید نہ کرے۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ بے دیکھے تعظیم کیسی؟ (۲۲) حجرۂ مطہرہ کی آرائشیں اور اوس پر وہ ہزار ہا روپے کی طیاری کا غلاف شریف یہ بھی شاید مسجد ہی کیلیے ہو کہ مزار کریم تو مستور ہے (۲۳) غنیمت ہے کہ اس مسئلہ میں تعظیم قبور کا الزام تو قطع ہوا۔ مزارات اولیائے کرام عموماً جہاں جہاں روشنی ہوتی ہے خصوصاً ایام اعراس میں غلافوں سے روپوش ہوتے ہیں۔ تو بطور زید بھی یہ روشنی تعظیم قبور کے لیے نہیں ہو سکتی۔ (۲۴) دوسری بات یہ کہ یہ روشنی منجانب سلطان ہوتی ہے جس نے بنک قائم کیا۔ اس کہنے کا محل جب تھا کہ فعل سلطان سے کسی نے استناد کیا ہوتا کہ یہ روشنی اسلیے جائز ہے کہ سلطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جب ایسا نہیں تو بے محل محض سلطان ترکی کو باتباع لہجہ نصاریٰ مکروہ لفظ ٹرکی سے تعبیر کرکے بلاوجہ سلطان اسلام کی عیب چینی کیا مصلحت ہوتی۔ حدیث میں ہے السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ سلطان زمین میں اللہ تعالےٰ کا سایہ ہے جو اوسکی عزت کرے اللہ تعالےٰ اوسکو عزت دے اور جو اوسکی توہین کرے اللہ تعالےٰ اوسے ذلت دے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لاجرم یہ اپنی طرف سے عدم جواز روشنی پر اقامت دلیل ہے۔ یہ ضرورت اوس کے ذکر کی طرف داعی ہوئی۔ اگرچہ اب بھی شرع مسئلہ کی روش سے دور ہے۔ کہ اوس کی سند کتابت بعض اخبارات ہی ہوگی اور اخباری بیانات جیسے ہوتے ہیں معلوم ہیں۔ امام حجۃ الاسلام نے احیاء العلوم میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ حرام ہے جب تک تواتر سے یقینی الثبوت نہ ہو۔ نہ کہ محض اخباری گپیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو ممکن بلکہ مظنون کہ وہ اس نئی جماعت حریت کی طرف سے ہوگا تو سلطان کے سر اس کبیرہ کا باندھنا محض جزاف ہے۔ پھر یہ بڑا دیکھنا ہے کہ بینک سود دینے

کیلیے ہے یا معاذ اللہ سود لینے کے لیے۔ سلطنت میں اس وقت وہ وسعت کہاں۔ کہ لوگوں کو کثیر المقدار قرض دے۔ وہ خود اپنی ضروریات شدیدہ کے لیے روپے کی حاجتمند ہے اور حاجت شرعیہ کے وقت سود دینے کی اجازت ہے۔ درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔ بہرحال اب حاصل دلیل یہ ہے کہ یہ سلطان کی طرف سے ہے اور سلطان فاسق ہیں۔ اور جو فاسق کیطرف سے ہو سب ناجائز ہے۔ اس دلیل کی خوبی اس کے کبرائے کی کلیت سے ظاہر قرآن کریم پر اعراب لگاتا تو شاید سخت ہی بدتر کام ہوگا کہ حجاج جیسے ظالم اظلم کی طرف سے ہے۔ (۲۵) سلطان اسلام سے فارغ ہوکر حرمین طیبین کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کا بڑا حصہ ڈاڑھی کترواتا ہے۔ الحمد للہ کہ کلیہ نہ کہا۔ ہر جگہ ہمیشہ بڑا حصہ عوام کا ہوتا ہے۔ اگر عام طور پر عوام صدہا سال سے ایک فعل کریں اور وہ بھی مسجد میں۔ اور وہ بھی مسجد اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم میں۔ اور وہ بھی کار خیر و موجب اجر و تعظیم شعائر اللہ و اجلال حرمات اللہ جان کر۔ با اینہمہ جماہیر علماء روزانہ دیکھیں اور منع نہ فرمائیں تو استناد تقریر علماء سے ہوگا نہ کہ فعل عوام سے (۲۶) خود ہی سمجھ کر کہ تعامل ہے نہ مجرد عمل عوام اس کا یہ علاج کیا کہ تعامل حرمین شریفین کا بعد قرون ثلٰثہ کے سند نہیں" قرون ثلٰثہ کی تخصیص کا قضیہ ہمارے رسائل رد وہابیہ میں جابجا رد ہوچکا اور مسئلہ تعامل حرمین شریفین بھی کتاب مستطاب " اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" قاعدہ یازدہم میں واضح فرمادیا گیا۔ یہاں اسی قدر کافی کہ شیخ محقق جذب القلوب شریف میں حدیث صحیح بخاری انہا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضۃ وغیرہ بیان کرکے فرماتے ہیں: "مراد نفی والعیاذ اہل شر و فساد است از ساحت عزت این بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ در دوے در جمیع ازمان و دہور پیدا است" صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا۔ بیشک ایمان مدینہ کی طرف سمٹتا ہے جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔ امام قرطبی اسکی شرح میں فرماتے ہیں فیہ تنبیہ علی صحۃ مذھبھم وسلامتھم من البدع وان عملھم حجۃ فی زماننا۔ اس حدیث شریف میں تنبیہ ہے اس پر کہ ان کا مذہب صحیح ہے اور وہ بدعتوں سے پاک ہیں ان کا عمل ہمارے زمانہ میں حجت ہے (۲۷) آگے ترقی کرکے تعامل حرمین شریفین کو بالکل ساقط و نامعتبر کردیا۔ قرون ثلٰثہ کا استثنا بھی اُڑگیا۔ اور دلیل یہ کہ حجت صرف قرآن و حدیث و اجماع و قیاس مجتہدین ہیں۔ ابھی کہا تھا کہ "چراغاں کا جواز اگر آج بھی کسی عالم مستند کی کتاب سے نکل آئے۔ تو مجھ کو کد نہ ہوگی" اور ممانعت کے لیے شاہ رفیع الدین صاحب کے فتوے اور قاضی صاحب پانی پتی کی مالابد و ارشاد الطالبین سے استناد کیا۔ یہ لوگ اور ان کا کلام بھی نہ قرآن ہے۔ نہ حدیث، نہ اجماع۔ نہ قیاس مجتہدین۔ پھر یہ پانچویں حجت کہاں سے نکل آئی (۲۸) ابھی جواہر الفتاوٰے و فتاوی عالمگیریہ سے گزرا کہ دینداروں کے افعال سند ہوتے ہیں۔ یہ چھٹی حجت ہوئی۔

(۲۹) اب بفضل اللہ عزوجل ہم وہ عبارات جانفزا ذکر کریں جن سے ثابت ہو کہ روضۂ انور میں کیسی روشنی ہوتی ہے اور کئے سو برس سے رائج ہے۔ جب سلطنت عثمانیہ کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی۔ اور یہ کہ وہ خاص روضۂ اطہر ہی کے واسطے ہے نہ کہ بہ نیت مسجد۔ اور یہ کہ وہ منظور ہی علمائے کرام ہے نہ کہ صرف فعل سلاطین۔ اور یہ کہ کیسے امام جلیل نے اوس کے جواز کا روشن فتوٰے دیا۔ نہ فقط فتوٰے بلکہ خاص اس باب میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ وللہ الحمد۔ عالم مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نور الدین بن عبد اللہ سمہودی مدنی قدس سرہ، معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰے نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہوئی۔) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم تصنیف ۸۹۳ھ ہجری کے باب رابع کی شانزدہ گانہ فصلوں میں فصل ۱۱ روضہ اقدس کے تزک و احتشام و شیشہ آلات و سامان روشنی کے

بیان میں وضع فرمائی۔ اور فصل ۱۲ مسجد مقدس کے ستونوں، چراغوں وغیرہ کے بیان میں جدا لکھی۔ اس فصل مسجد میں فرمایا بصحن المسجد اربع مشاعل تشعل فی لیالی الزیارات المشھورۃ وما علمت اول من احدثھا وبالمسجد سلاسل کثیرۃ للقنادیل عملت بعد الحریق والمرتب للوقود منھا یزید وینقص لمالا یخفی۔ مسجد کریم کے صحن میں چار مشعلیں ہیں کہ زیارت کی مشہور راتوں میں روشن کیجاتی ہیں اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ اوّل اوّل یہ مشعلیں کسنے رکھیں۔ اور مسجد میں قندیلوں کی بہت سی زنجیریں ہیں کہ آتش زدگی کے بعد بنیں اور ان کی روشنی کا راتب گھٹتا بڑھتا ہے جس کا سبب ظاہر ہے اور اوس فصل روضۂ انور میں فرمایا اما معالیق الحجرۃ الشریفۃ التی تعلق حولھا من قنادیل الذھب والفضۃ ونحوھما ولم اقف علی ابتداء حدوثھا الا ان ابن النجار قال فی سقف المسجد الذی بین القبلۃ والحجرۃ علی راس الزوار اذا وقفوا معلق نیف واربعون قندیلا کبارا وصغارا من الفضۃ المنقوشۃ والساذجۃ وفیھا اثنان من بلور وواحد من ذھب وقمر من فضۃ مغموس فی الذھب وھذہ تنفذ من البلدان من الملوک وارباب الحشمۃ انتھٰی۔ وعمل من ذکر مستمر بذلک لم تزل ھذہ القنادیل فی زیادۃ ومن احسن ما رأیت من معالیق الحجرۃ قندیل من فولاد کبیر احسن التکوین مخرما ملفتا بذھب یضئ اذا اسرج فیہ وعلیہ مکتوب ان الناصر محمد بن قلاوون علقہ بیدہ ھناک حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور اون کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الدرۃ الثمینیہ فی اخبار المدینہ میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے جب زائرین مواجہ اقدس حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کھڑے ہوں۔ اون کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں۔ بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں۔ ایک سونے کی اور ایک چاندی کا چاند ہے۔ سونے میں مغرق۔ اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و اُمرا حاضر کیا کرتے ہیں انتہٰی۔ اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی۔ اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ اوس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے۔ کہ اوس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اوس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر محمد بن قلاوون نے اوسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔ انتہی۔ ملتقطًا۔

یہاں تو آپ کو یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضہ منورہ کی یہی ہے اور یہ کہ کتنی کثیر و شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ اب مجمع علمائے کرام کا ذکر سنیے۔ علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۳۱ میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان بن سلیمان خان رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چاویش خان کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ دو کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کیجائیں۔ اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔ جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان و اکابر حرم محترم میں حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں وکافۃ العلماء والفقھاء والموالی یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء و فقہاء و سردار

گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے۔ پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف و دیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا۔ ادھر وہ طواف میں ہیں اُدھر رئیس مؤذنان قبہ زمزم پر سلطنت و شریف کے لیے بآواز بلند دعا کررہا ہے۔ اور تمام حاضرین دعا و آمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے۔ اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء و فقہاء و اُمراء و عظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔ علامہ ممدوح فرماتے ہیں وکان یوما تاریخیا مشھودا ووقتا مبارکا میمنا مسعودا وہ دن بزرگ اور تمام اعیان مکہ کی حاضری کا تھا۔ اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔ پھر محمد جاویش باقی قندیلیں لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ واجتمعت لہ اکابر المدینۃ الشریفۃ واعیانھا وعلماؤھا وصلحاؤھا۔ اون کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر و عمائد و علماء و صلحاء سب جمع ہوئے وعمل موکب عظیم فی الحرم الشریف النبوی حرم کریم میں محفل عظیم منعقد کیگئی وفتحت الحجرۃ الشریفۃ النبویۃ علی ساکنھا افضل الصلوۃ والسلام وعلق ذلک القندیل تجاہ وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ سونے کی قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں آویزاں کیگئی وقرئت الفواتح وحصل الدعاء۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں پر فرماتے ہیں۔ وھو اول من علق قنادیل الذھب فی الحرمین الشریفین من سلاطین اٰل عثمان خلد اللہ تعالٰی سلطنتھم وقد سبق بھذہ المنقبۃ الشریفۃ اٰباء ہ السلاطین العظام یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل اون کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے۔ سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی۔ کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔ اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔ ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے۔ سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خاں نے پائی۔ دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے۔ اور اوسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

اب پھر عبارات سابقہ خلاصۃ الوفاء کی طرف رجوع کیجئے اور وہ سنیے جو امام ممدوح سیدی نور الدین سمہودی اس عبارت کے اثناء میں اُس جانفزا روشنی کے بیان میں حکم فرماتے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزیل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ وذھب فیہ الی جوازھا وصحۃ وقفھا وعدم جواز صرف شیئ منھا لعمارۃ المسجد۔ بیشک امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی متوفی ۷۵۶ھ رحمہ اللہ تعالٰی نے خاص اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی۔ جس کا نام تنزل السکینۃ علی قنادیل مدینۃ رکھا۔ اور اس کتاب میں اون کا جائز ہونا اور ان کا وقف صحیح ہونا بیان فرمایا۔ اور یہ کہ اُن کو مسجد کی عمارت میں صرف کرنا جائز نہیں۔ یہ امام اجل وہ ہیں جن کی نسبت امام ابن حجر فرماتے ہیں الامام المجمع علی جلالتہ واجتھادہ وہ امام کہ ان کی جلالت شان و قابلیت اجتہاد پر اجماع ہے۔ صلاح صفدی نے کہا الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ وعندی انھم یظلمونہ وما ھو عندی الا مثل سفین الثوری لوگ کہتے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام کے بعد کوئی امام تقی الدین سبکی کے مثل پیدا نہ ہوا اور میرے نزدیک وہ ان کی شان گھٹاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ امام سفیان ثوری کے ہمسر ہیں۔ جو اجلۂ اکابر تبع تابعین سے تھے۔ وہ اس روشنی کو فقط جائز ہی نہیں بتاتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اوس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اوترتا ہے غالبًا اب تو زید صاحب اپنے تمام وساوس سے باز آکر اپنی قسم پوری کریں گے۔

۱؎ [illegible] ۱۱۱

(۳۰) حدیث مذکور کو زید نے بالجزم رسول خدا کا ارشاد بتایا۔ صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم۔ یہ سخت بیباکی وجرأت ہے۔ وہ حا
صحیح نہیں۔ اوسکی سند کا مدار ابوصالح باذام پر ہے۔ باذام کو ائمہ فن نے ضعیف بتایا۔ تقریب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے باذام
المعجمۃ ویقال اخرہ نون ابوصالح مولی ام ھانی ضعیف مدلس ⁂ (۳۱) یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں کہ ضعیف
ضعیف دربارہ احکام حجت نہیں ہوتی۔ تحسین ترمذی باعتبار ترجمہ باب ہے کہ اوسے باب ماجاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجد
میں ا[illegible] کیا اور قبر پر مسجد بنانے میں بیشک احادیث متعددہ وارد۔ خود جامع ترمذی میں ہے وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ رضی
اللہ تعالی عنھما بخلاف چراغ کہ اس کی ممانعت میں یہی حدیث ضعیف باذام ہے۔ اوس کا یہ ٹکڑا حسن نہیں۔ خود امام ترمذی اپنی اصطلا
بتاتے ہیں ما ذکرناہ فی ھذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسنادہ عندنا کل حدیث یروی لایکون فی اس
من یتھم بالکذب ولایکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذلک فھو عندنا حدیث حسن (۳۲) حدیث مانع
تین جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں اور سب میں اخیر تنزل کا جواب وہ کہ امام نابلسی کے ارشاد سے گزرا اور اوسط جو
ہے کہ حدیث میں لفظ علی ہے۔ اس سے قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔ اسے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علی کے معنی حقیقی یہی ہیں ا
ے بلاضرورت عدول نامقبول وہ عدول ہی تاویل ٹھہرے گا۔ اور اگر وجہ موجہ نہ رکھتا ہو مردود رہے گا۔ تاویل یہ ہے کہ لفظ کو اوس کے
ظاہر سے پھیرا جائے۔ مگر طرفہ یہ کہ زید نے معنی حقیقی مراد لینے کا نام تاویل رکھا۔ اور تاویل بھی کیسی ضعیف۔ اور نہ صرف ضعیف بلکہ معاذ
حدیث کے ساتھ مضحکہ۔ اس ظلم شدید کی کوئی حد ہے اور نہ دیکھا کہ علام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں کیا فر
ہیں۔ المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا۔ دیکھو اوس معنی حقیقی کی تصریح فرمائی جسے زید نے معاذ اللہ مضحکہ بنایا (۳۳) کریمہ لنتخذ
علیھم مسجدا۔ میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے۔ بخلاف حد
کہ اس میں ضمیر جانب قبور ہے اور قبر پر چراغ رکھنا ممکن۔ بلکہ بعض جگہ عوام سے واقع ہے تو اسے آیت پر قیاس کرنا محض سوء فہم ہے۔ ا
کہ کہا تھا کہ کیا اسکے یہ معنی ہیں اصحاب کہف کے سینہ پر سنگ بنیاد مسجد کا رکھیں گے۔" وہ خود اپنے شبہہ کے پاؤں میں تیشہ ہے۔ یہ معنی صحیح نہ
ہی تو حقیقت سے صارف اور مجاز کا قرینہ ہوا۔ یہاں کہ بے تکلف معنی حقیقی بن رہے ہیں۔ اُن سے پھیرنے والا کون اور مجاز کے لئے قرینہ
(۳۴) دوسری مثال قبر پر چڑھاوا چڑھانے کی دی اور نہ سمجھا کہ یہاں مجاز لفظ پر میں نہیں کہ علی بمعنی عند ہو۔ جس طرح تم حدیث
لے رہے ہو۔ قبر کے نزدیک کسی چیز کے چڑھانے کے کیا معنی بلکہ مجاز خود یہاں چڑھاوے کے لفظ میں ہے۔ صدقہ کہ جہال کسی مریض وغیرہ
چوراہے میں رکھتے ہیں اوسے اوتارا کہتے ہیں۔ کہ اوسے ذلیلوں خبیثوں شیطانوں کے لیے کرتے ہیں۔ اور نذور کہ مزارات طیبہ کے حضور ا
ہیں اوسے چڑھاوا کہتے ہیں کہ بقدر مرتبہ معظموں کے حضور پیش کرتے ہیں یہ اوتار چڑھاؤ باعتبار مرتبہ ہے نہ باعتبار جہت تحت وفوق۔ اور نہ سہی
ایک جگہ کوئی لفظ معنی مجازی میں مستعمل ہو تو اوس کے حوالے سے دوسری جگہ بھی خواہی نخواہی اوسے حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالنا کو
منطق ہے۔ (۳۵) ملا علی قاری نے جو اس حدیث میں علی کو معنی حقیقی پر لیا۔ زید صاحب اوس کے توجیہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ وجہ مخالفت یعنی مشا
یہود ونصاری معنی مجازی یعنی قریب قبر میں نہیں رہتی۔ اس بنیاد پر معنی حقیقی لیے۔ یعنی معنی حقیقی ہی لینا محتاج وجہ خارجی ہے اگر خا

سے کوئی وجہ اُس کی نہ ملے تو معنی حقیقی نہ لیں گے۔ اس اُلٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے۔ علی قاری کی عبارت دیکھیے قید علیہا ان یفید ان اتخاذ المساجد بجنبہا لاباس بہ۔ ملاحظہ ہو لفظ "علیٰ" سے یہ ثابت کیا کہ برابر ہو تو حرج نہیں۔ یا برابر میں حرج نہ ہونے سے علیٰ کو اپنے معنی حقیقی پر لیا۔ (۳۶) علی قاری جب یہاں دربارۂ "مسجد علیٰ" کو معنی حقیقی پر لے چکے۔ جو آپ کو بھی مسلم ہے اور یہاں ایک ہی لفظ "علیٰ" ہے جس سے مساجد وسرج کا یکساں علاقہ ہے کہ والمتخذین علیہا المساجد والسرج۔ اب اگر دربارۂ قبور علیٰ کو معنی مجازی پر لیجیے تو کھلا ہوا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور وہ باطل ہے لاجرم دربار قبور بھی علیٰ کو معنی حقیقی ہی پر رکھیں گے۔ تو جس نے ان کی طرف اسے نسبت کیا اون کے لازم کلام سے استدلال کیا یہ اون پر اتہام کدھر سے ہوجائے گا۔ (۳۷) علی قاری نے دربارۂ سرج قبور، جو تین وجہ ممانعت نقل کرکے لکھا کذا قال بعض علمائنا۔ قطع نظر اس کے کہ یہ نقل عن المجہول ہے اور ہمارے فقہا نے اوسی وجہ اول پر اقتصار فرمایا کہ اسراف واتلاف مال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور یہی وجہ خود آپ کی مستند بزازیہ میں مصرح تھی جسے آپ نے حذف کردیا۔ اور اوپر روشن ہولیا کہ یہ وجہ صرف قبور عوام میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہاں نہ مسجد ہو نہ قبر۔ سرِ راہ نہ کوئی تلاوت وغیرہ میں مشغول۔ باقی دو وجہوں میں تعظیم قبور بھی عوام میں متحقق ہوگی۔ خصوصاً قبور فساق میں جن کی نسبت آپ فرق پوچھ رہے ہیں۔ کہ "بزرگوں کی قبر پر کیوں کرتے ہیں۔ فاسق فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے"۔ فاسق فاجر کی قبر پر کریں۔ تو نفس قبر کی تعظیم ٹھہرے کہ مقبور معظم نہیں۔ بخلاف مزارات کرام کہ وہاں قبر یعنی خشت وگِل کی تعظیم نہیں۔ بلکہ اون کی روح کریم کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ امام نابلسی نے فرمایا کہ تعظیما لروحہ المشرفۃ الخ۔ تعظیم قبور معظمین کہ حقیقۃً تعظیم معظمین ہے کس نے منع کی۔ اختیار شرح مختار اور اسی آپ کی مستند عالمگیری میں ہے ثم ینھض فیتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فھو اھیب واعظم للحرمۃ ویقف کما یقف فی الصلوۃ اھ تلک الحاجۃ۔ یعنی پھر کھڑا ہوکر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو۔ اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت وتعظیم حرمت کریمہ ہے۔ اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ منسک متوسط اور اوس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ فیحرص علی ملازمۃ المسجد وادامۃ النظر الی الحجرۃ الشریفۃ ان تیسر والقبۃ المنیفۃ ان تعسر مع المھابۃ والخضوع والخشیۃ والخشوع ظاھرا وباطنا فانہ عبادۃ کالنظر الی الکعبۃ الشریفۃ یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے۔ اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہوسکے تو مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اوس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے۔ جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔ علامہ عبد القادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں فرماتے ہیں ومنھا ان لایستدبر القبر الشریف یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔ سید اقدس سرہ نے خلاصۃ الوفا میں فرمایا فی الصلوۃ ولا فی غیرھا۔ نہ نماز میں اُدھر پیٹھ کرے نہ نماز غیر میں۔ پھر امام عز الدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا اذا اردت صلوۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وراء ظھرک ولا بین یدیک والادب معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والاطراق بین یدیہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ۔ حضور اقدس صلے اللہ
وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا۔ تو جیسا تو اوس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ا
اطہر کے حضور کر۔ یہ سب تعظیم نہیں تو اور کیا ہے۔ اس قسم کے ارشادات ائمہ اگر جمع کیے جائیں تو ایک دفتر ہو۔ اور خود اس سے زیادہ
قبر اطہر ہو گی۔ جو حدیث میں ہے کہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں جمال جہان آرا کی زیارت سے مشرف ہو
تعلیم فرمائی۔ درمنظم امام ابو القاسم محمد لولوی لستی میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صلے علےٰ روح
الارواح وعلیٰ جسدہٖ فی الاجساد وعلیٰ قبرہٖ فی القبور رأنی فی منامہ ومن رأنی فی منامہ رأنی یوم القیامۃ و
یوم القیامۃ شفعت لہ ومن شفعت لہ شرب من حوضی وحرم اللہ جسدہ علی النار جو محمد صلے اللہ تعالے علیہ و
کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں د
قیامت میں دیکھے گا۔ اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا۔ میں اسکی شفاعت فرماؤں گا۔ اور جسکی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوض کریم
اور اللہ عزوجل اوس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا اللّٰھم ارزقنا بجاھہ عندک آمین۔ علماء فرماتے ہیں یعنی یو
پڑھو۔ اللّٰھم صل علیٰ روح سیدنا محمدؐ فی الارواح اللّٰھم صل علیٰ جسد سیدنا محمدؐ فی الاجساد اللّٰھم صل علیٰ ق
محمدؐ فی القبور۔ قبر کریم پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ اور درود وہ تعظیم ہے کہ بالاستقلال انبیاء و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کسی
(۳۸) رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالے۔ اقول اوس کی غایت ایک تفاول ہے۔ وہ اس قابل نہیں ح
نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو۔ تو یہ اوس حدیث کی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ شرع کو ایسی فالوں کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میّت کو گر
نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالے یصب علیہ من فوق رؤسھم الحمیم حالاں کہ وہ شرعاً مطلو
میں ہے یصب علیہ ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص رد المحتار نہر الفائق میں ہے افاد ان الحار افضل
علیہ وسخ اولا اور بفرض تسلیم اوس کا محل وہی ہے کہ خاص قبروں پر چراغ رکھیں کہ فال ہے تو اس میں ہے نہ کہ اوس کے گرد یا من
کی دیواروں پر علماء نے تفاول کے سبب جب پکی اینٹ قبر میں لگانی مکروہ بتائی کہ وہ آگ دیکھے ہوئے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالے۔ ت
یہ اوس صورت میں ہے کہ خاص لحد پر پختہ اینٹیں لگائیں جو قریب میت ہے۔ ورنہ بالائے قبر اوس میں حرج نہیں۔ یہ خود آگ ہے۔ او
قبر بھی حرج ہے۔ مگر حول میں حرج مسلم نہیں۔ درمختار میں ہے یسوی اللبن علیہ والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حو
فلا یکرہ ابن ملک بدائع میں ہے لانہ مماستہ النار فیکرہ ان یجعل علے المیّت تفاولاً۔ حلیہ میر
قال امام التمرتاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقہ لا یکرہ (۳۹) یہ کتنی نادانی کا اعتراض ہے کہ علی معنی حقیقی پر لیں
شخص قبر کے نیچے یا قبر کے بیچ میں چراغ جلائے تو وہ جائز ہو جائے۔ درباره مسجد تو آپ کو بھی مسلم کہ علی معنی حقیقی پر ہے تو کوئی شخص قبر کے نیچے یا
مسجد بنائے یا نماز پڑھے تو وہ جائز ہو جائے۔ کیونکہ حدیث میں قبر پر کی ممانعت ہے۔ اب بھی کہئے کہ استغفر اللہ یہ تو حدیث کے ساتھ مضحکہ
(۴۰) کثرت چراغان کا ذکر روشنی روضہ انور میں گزرا۔ اور اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت اور لکھیں کہ موافق

روشن ہوں اور مخالفین کی آنکھیں چکاچوندھ سے جلیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب النکاح میں فرماتے ہیں۔ حکی ابوعلی الرودباری رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل انہ اتخذ ضیافۃ فاوقد فیہا الف سراج وقال لہ رجل قد اسرفت فقال لہ ادخل فکلما اوقدتہ لغیر اللہ فاطفئہ فدخل الرجل فلم یقدر علی اطفاء واحد منہا فانقطع۔ یعنی امام اجل عارف اکمل، سند الاولیاء حضرت سیدنا امام علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اجلہ اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں، ۳۲۲ سنہ ہجری میں وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ میں اون کی نسبت فرمایا اظرف المشائخ واعلمہم بالطریقۃ) حکایت فرماتے ہیں کہ ایک بندہ صالح نے احباب کی دعوت کی۔ اوسمیں ہزار ہا چراغ روشن کئے کسی نے کہا آپ نے اسراف کیا۔ صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کے لیے روشن کیا ہو۔ وہ گل کر دیجیے۔ معترض اندر گئے۔ ہر چند کوشش کی ایک چراغ بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہوگئے وللہ الحمد۔

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ قبور عامہ ناس پر روشنی جب کہ خارج سے کوئی مصلحت مصالح مذکورہ کے امثال سے نہ ہو ضرور اسراف ہے اور اسراف بیشک ممنوع۔ فقہاء اسی کو منع فرماتے ہیں کہ یہی علت منع بتاتے ہیں اور اگر زینت قبر مطلوب ہو تو قبر محل زینت نہیں۔ اب بھی اسراف ہوا۔ بلکہ کچھ زائد یوں ہی اگر تعظیم قبر مقصود ہو کہ یہاں تعظیم نسبت نہیں۔ رہے مزارات محبوبان الٰہ۔ ان میں اگر زینت قبر یا تعظیم نفس قبر کی نیت ہو۔ یہاں بھی وہی ممانعت رہے گی کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں۔ اور اگر اون کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو۔ اب نہ اسراف ہے کہ نیت صالحہ موجود ہے نہ تعظیم قبر۔ بلکہ تعظیم روح محبوب۔ اور وہ شرعاً بلاشبہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نورالدین سمہودی۔ و امام عبدالغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں۔ اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اوسے تعظیم قبر ہی مقصود ہے نہ تعظیم روح ولی۔ محض جزاف و بدگمانی و حرام بنص قرآنی ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ وقال اللہ تبارک وتعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبہ۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ اور تعظیم روح اور تعظیم قبر میں فرق نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ عارف نابلسی کا ارشاد گزرا۔ اور امام سمہودی فرماتے ہیں لیس المقصد تعظیم بقعۃ القبر لعینہا بل من حل فیہا بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں۔ اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجہہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ۔ ثم قال ھل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم اٰت الحجر انما جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم اٰت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لاتبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اھلہ یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے اون کی گردن مبارک پکڑ کر کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس پر ان صاحب نے اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں میں سنگ و گل کے پاس نہیں آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ دین پر نہ روؤ جب اوسکا اہل اوس کا والی ہو۔ ہاں اوس وقت دین پر روؤ جبکہ نااہل والی ہو۔ یہ صحابی سیدنا ابو ایوب

انصاری تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ تو تعظیم قبر و روح مطہر میں فرق نہ کرنا مردان کی جہالت ہے۔ اور اوسی کے ترکہ سے وہابیہ کو پہونچی۔ اور تعظیم قبر سے جدا ہو کر تعظیم روح کریم کی برکت لینا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔ اور اہلسنت کو اونکی میراث ملی۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: سب سے زائد بات اہم یہ ہے کہ زید صاحب مجیبین تو بہت کچھ حق مانیں۔ ہدایت کے شکر گزار ہوں۔ یہ کہ تحریر زید کا اس کلمہ سخت شنیع ستم فظیع پر ہوا۔ کہ "اس قدر وعید کے بعد بھی کوئی شخص اس میں کٹ حجتی کرے۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بات قبر میں نصوص کے قابل ہے موسٰی بدین خود۔ عیسٰی بدین خود" زید نے دو فریق بنائے۔ ایک کو حق پر بتایا۔ اور دوسرے کو کٹ حجتی کرنے والا وعید الٰہی کے مقابل ہٹ دھرمی سے پیش آنے والا۔ اور اوس پر مثال وہ ڈھال دی۔ کہ موسٰی بدین خود و عیسٰی بدین خود اس تمثیل کی تطبیق کی جائے تو معاذ اللہ! جو حاصل نکلے اوسکی قہر خباثت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایسی جگہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سخت جرأت و گستاخی و بدزبانی و دریدہ دہنی ہے۔ توبہ فرض ہے اور اللہ تعالٰی ہادی وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از بنگال ضلع سلہٹ موضع شوبید پور مرسلہ مولوی انوار الدین صاحب ۔ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رساں کے لیے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز و روزہ وغیرہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم ہے، دوئم بوقت دفن میت کے دعا وغیرہ پڑھ کر چھوٹے چھوٹے ڈھیلا وغیرہ پر دم کرکے قبر کے اندر رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اس کا ثواب میت مسلم کو پہونچانا جائز ہے۔ کفارہ کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے۔ محض باطل و بے سود ہے۔ بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد۔ اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارہ واجبہ کی قدر کو کافی نہ ہو بطریق دور پورا کریں۔ یعنی ایک بار فقیر کو دیدیں اس قدر کا کفارہ ادا ہوا فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کر دے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک کہ اولٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے۔ کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاونا۔ **جواب سوال دوئم**، کوئی حرج نہیں جبکہ قبر میں جگہ نہ گھیرے لعدم المنع ومالم یمنع لا یمنع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب ۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) مردہ کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں۔ کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا اصلی امیر و غریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اوس کے علاوہ میں عورتیں جاتی ہیں۔ پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب میں، حاجت برآری کیلیے۔ اور وہاں ٹھہرتی ہیں اور اون کے ٹھہرنے کے لیے وہی قبرستان ہے

آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اوس بزرگ میں تصرف اور قوت اوس کے روکنے کی ہے یا نہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے اون کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور یہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے۔ اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کرسکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی ہیں۔ ناچتی ہیں۔ بجاتی ہیں، عورتیں غیر محرم رہتی ہیں۔ اون کے نیچے پینتاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا اور اوسکی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں۔ اوس کا کیا جواب (۳) بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے یہ کیسی ہے اور اس سے اس صاحب مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے یا نہیں (۴) بزرگوں کے مزار پر فاتحہ قرآن پڑھنے اور کھڑے ہوکر وسیلہ چاہنے کے لیے عمارت بنادے اور عرس کرے کرائے تو جائز ہے یا نہیں (۵) قبر پر درخت لگانا۔ دیوار کھینچنا۔ یا قبرستان کی حفاظت کیلیے اوس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں (۶) کسی بزرگ کے روضہ کے گرد قبریں ہیں اور وسعت جگہ کے لیے اوس قبہ سے لگا کر اوسی گرد کے قبر پر مثل سائبان کے پایہ زینہ دے کر چھپر ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ (۷) ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ سے ظاہر طریقہ سے ہمکلام ہونے کی کوئی خبر ہے یا نہیں (۸) کوئی شخص اپنی زندگی میں قل کرائے۔ فاتحہ پڑھوائے آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور اسکا ثواب اپنے لیے بعد وفات رکھے۔ یعنی یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اس کا ثواب ملے۔

الجواب

(۱) مُردے کا کھانا صرف فقرا کیلیے ہو عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات (۲) عورتوں کو مقابر اولیا و مزارات عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیائے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بے شک حق ہے اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل ہے۔ اصحاب مزارات دار تکلیف میں نہیں وہ امر بالتت محض اہل تکوینیہ کے تابع ہیں۔ سیکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجد والیں کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے۔ کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں۔ مگر عورتیں ناخوانده مہمان (۳) اگر منجانب اللہ ہے تو ضرور بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اگر بزرگی ثابت ہے تو منجانب اللہ ہے ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان بھی بہت کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ازواج مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں ایک شمع روشن ہوجاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا اوسے بجھادیا اور فرمایا کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے پھر ایک ربانی نور اون کے ساتھ فرمادیا۔ کما فی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار (۴) جائز ہے کما فی مجمع بحار الانوار۔ ہاں منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر سے بچنا لازم ہے (۵) حفاظت کیلیے حصار بنانے میں حرج نہیں۔ اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لیے ہوں تو اچھا ہے مگر قبر سے جدا ہوں (۶) کسی قبر پر کوئی پایہ چننا جائز نہیں (۷) بکثرت ہیں کہ امام جلال الدین کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور (۸) جائز ہے اور قبول ہوا تو ثواب ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۶: از اجمیر شریف کارخانہ کرتیاں علاقہ نمبر ۳ لوہارخانہ مرسلہ جمال محمد ۔ ۴ جمادی الآخر ۳۰ھ

(۱) مُردہ کے ساتھ کھانا لیجانا حلال ہے یا حرام (۲) گلاب قبر میں چھڑکنا جائز ہے یا ناجائز (۳) اور قبر سے چالیس قدم جاکر دعا مانگنا

الجواب

(۱) مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہئیے۔ اور ساتھ لیجانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اوسے بدعت لکھا ہے وھو تعالٰی اعلم (۲)

قبر میں گلاب وقت دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ وھو تعالٰی اعلم (۳) دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ۔ وہو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی۔ ۲۰ ربیع الآخر ۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں۔ عالم اہلسنت، ناصر ملت، اس بارے میں کہ میت کے تابوت کو لے کر دس قدم چلنا پھر جانب بدلنا اسی طرح چاروں جانب چالیس قدم چلنا سنت ہے یا نہیں۔ (۲) اور اگر قبرستان چالیس قدم سے کم ہو تو میت کو لے کر قبر کے چاروں طرف چالیس قدم گھومنا جائز ہے یا نہیں (۳) نماز جنازہ پڑھ کر اور قبور کی زیارت کر کے خیرات لینا جائز ہے یا نہیں (۴) جو شخص اسکو ناجائز سمجھ کر اعلان کر دیا کہ میں اس کو ناجائز سمجھتا ہوں کوئی صاحب اسکی اُجرت ہم کو ہرگز نہ دو۔ پھر اگر کوئی بطور ہدیہ دے تو لینا جائز ہے یا نہیں (۵) میت کی روح پر ثواب رسانی کیلیے قرآن شریف و میلاد شریف پڑھ کر خیرات لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مستحب ہے (۲) جہالت و ممنوع ہے (۳) ناجائز (۴) جائز ہے (۵) ناجائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۸: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۴ ربیع الاول ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں (۱) قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا۔ یا نہیں معلوم ہوتا۔ اور زندہ کو مردہ کے قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں۔ اور وہ کچھ پڑھ کر ثواب بخشے تو مردہ کو علم ہوتا ہے یا نہیں (۲) زید قبر پر کسی عزیز کے روز جاتا تھا۔ پھر جانا بند کر دیا۔ یہ دریافت طلب ہے کہ اوس مردہ کو زید کے آنے اور جانے سے کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی تھی یا نہیں

الجواب

(۱) قبر پر جو کوئی جائے مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہونچتا ہے۔ اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اسکے جانیسے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے۔ جیسے دنیا میں۔ یہ سب مضامین صحاح احادیث میں وارد ہیں۔ وقد فصلنا ھا فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۲) اس کا جواب سوال سابق کے جواب میں آگیا۔ بیشک اعزہ و احباب کے جانیسے اموات کو فرحت ہوتی ہے اور دیر لگانے سے اون کا انتظار رہتا ہے۔ وفیہ حکایۃ نفیسۃ فی شرح الصدور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: ۴ جمادی الاولی ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ زیارت قبور کی نشست و برخاست کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہیئے۔ زیارت قبر میت کے مواجہ میں کھڑے ہو کر ہو۔ اور اوسکی پائنتی کی طرف سے جائے۔ کہ اوسکی نگاہ کے سامنے ہو سرہانے سے نہ آئے کہ اوسے سر اوٹھا کر دیکھنا پڑے، سلام و ایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رو بقبر بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے یا ولی کا مزار ہے تو اوس سے فیض لے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰: از موضع شرشدی، ڈاکخانہ رفیبنی، ضلع نواکھالی، مرسلہ سید حمید الدین صاحب، ۹ شعبان ۱۳۳۸ھ

ما قول علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ: ایک نہایت مشہور و معروف بزرگ کا انتقال ہوا۔ اوسکے وارث نے بایں نیت اسپر گھاس کی چھت بنوادی ہے کہ زائرین اطمینان کے ساتھ صیف و شتا میں قرآن مجید پڑھ کر ثواب رسانی کرسکیں اور اس بزرگ کی قبر کا نشان باقی رہے تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کرسکیں۔ اسمیں نہ چراغ جلایا جاتا ہے نہ چاندنی تانا گیا ہے۔ نہ کسی کو قبر پرستی اور نہ قدمبوسی کی اجازت ہے۔ اصل قبر و متصل زمین خام ہے۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ بلاشبہہ جائز ہے۔ اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے۔ اور اوسمیں زائروں اور تلاوت کرنیوالوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں۔ یہ قبر پر چراغ نہیں۔ مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس ویستریحون فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از شہر محلہ کانکر ٹولہ، مرسلہ عبدالرحیم خاں، مورخہ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بچپن میں حافظ قرآن ہوا اور تمام عمر بدافعالی میں گزاری۔ ایک شوہردار عورت سے جس کا شوہر نامرد تھا برسوں تعلق رہا۔ اور اوس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان حرکات پر ماں باپ نے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسی عورت کے گھر جا رہا۔ پھر بیمار ہوکر واپس آیا اور مرگیا۔ اب زید کے والدین نے کوشش کرکے مسجد میں ایک بزرگ کی قبر پرانی تھی لیکن خام تھی اوس کے برابر دفن کردیا۔ اور دونوں قبروں کو بہت اچھا پختہ بنوادیا۔ اب اس کے والدین نے دنیا والوں کے خیالات بدلنے کی غرض سے اوس قبر پر بہت کثرت سے پھول چڑھانا شروع کردیا۔ اور مسجد میں کوڑہ وغیرہ ہو اون کو کچھ مطلب نہیں۔ لیکن قبر پر دن میں دو ایک مرتبہ جھاڑو دینا اور دلوانا۔ اور لوگوں سے یہ کہنا کہ دیکھو کیسی رونق ہے اور بعض جاہل لوگ سے قبر پر سے مراد مانگنے کی ترغیب دینا شروع کیا۔ چنانچہ اسی قبر کو ابھی میں بچیس دن گزرے ہوں گے کہ چادر بھی اور پھول چڑھانے لگے۔ اور قبر کو تعظیم کیساتھ بوسہ دینا شروع ہوگیا۔ اور آئندہ کو خدا جانے کیا حالت کو اون کے والدین پہنچادیں۔ ایسی حالت میں قبر کو پوجنے والے اور شہرت کرنے والے اور کرانے والے۔ اور مسجد میں جھاڑو کو نہ دینے والے اور قبر پر بلاناغہ چڑھاوا دینا اور مشہور کرنا شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسے پوجنا نہیں کہتے۔ یہ سائل کی بہت زیادتی ہے تکریم قبور کو وہابیہ پوجنا کہتے ہیں۔ اور وہابیہ خود شیطان کو پوجتے ہیں۔ باقی ایسے شخص کی قبر کو ولی کا مزار ٹھہرانا اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے یہ اہتمام کرنا۔ اور لوگوں کو وہاں مراد مانگنے کی ترغیب یہ ضرور مکر و زور ہے۔ حدیث میں فرمایا من غشنا فلیس منا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲: از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنس مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب، ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں ماں باپ کی زیارت کرنا بعد نماز فجر افضل یا بعد نماز عصر یا مغرب۔ اور بعد مغرب زیارت

کرنا کیا حکم رکھتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زیارت ہر وقت جائز ہے مگر شب میں تنہا قبرستان نہ جانا چاہیئے اور زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳: از گوالیار مرسلہ مولوی محمود الحسن صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کو قبروں پر فاتحہ کو جانا درست ہے یا نادرست۔

الجواب

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۴: از نصیر آباد، تعلقہ جل گاؤن، ضلع خاندیس، مرسلہ بسم اللہ منشی ۲ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیارت قبور میں عورتوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ دیگر کسی کے بزرگوں کے پاس سے پشت در پشت کسی اولیاء اللہ کی مجاوری اور خدمت گزاری ملی ہے۔ تو فاتحہ دینا اس قبر پر یا صندل چڑھانا، غلاف چڑھانا، مجاور مرد لوگ موجود ہو کر عورت کو جائز ہے۔ اس مزار پر ہمیشہ مرد مجاور رہا کرتے ہیں۔ وہ عورت مجاوروں کے خاندان سے ہے مگر نہایت بدچلن ہے۔ اس عورت کو کیا اختیار ہے۔

الجواب

عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث میں ہے لعن اللہ زائرات القبور۔ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔ مجاور مردوں کو ہونا چاہیئے۔ عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے، یہ سخت بد ہے۔ عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے۔ نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی۔ اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۵: از پٹنہ، مرسلہ ابو المساکین مولوی ضیاء الدین ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور درست ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ زوارات القبور اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات بھی داخل ہوئیں یا نہیں۔ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں۔ کما فی البحر الرائق۔ مگر جوانیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ **اقول:** قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیائے کرام پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز، تو سبیل اطلاق منع ہے ولہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا۔ البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۳۶: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اوّل مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات محلہ جمال پور۔ ۲۰ صفر ۱۳۳۹ھ

مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جسمیں بحر الرائق وتصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے عورتوں کے لیے زیارت قبور کو جانے کی اجازت پر زور دیا گیا تھا۔ اون کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب

مولانا لکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی دو رجسٹریاں آئیں۔ تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں تھی۔ میری رائے اس مسئلہ میں خلاف پر ہے۔ مدت ہوئی اس بارے میں میرا فتوٰے تحفۂ حنفیہ میں چھپ چکا۔ میں اوس رخصت کو جو بحر الرائق میں لکھی ہے مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضۂ انور کہ واجب یا قریب بواجب ہے مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کو عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم حلبی ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آجکل جہّال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے۔ اسکی شرکت تو میں عوام رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا نہ کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوش پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرما کر اونھیں نازک شیشیاں فرمایا۔ والسلام۔ مولوی صاحب نے دوبارہ رجسٹری بھیجی۔ جس پر یہ جواب ارسال ہوا۔

مسئلہ: از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور۔ مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب۔ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

مخدومی مکرمی معظمی جناب مولانا صاحب دام مجدکم۔ بعد سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے عالی ہو کہ محبت نامہ موصول ہو، فتوٰے کو آپ کے دیکھا۔ حضرت مولانا مجھے آپ اس مسئلہ میں سمجھائیے کہ مسجد نبوی میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔ یہ منافقین آخری صف میں کھڑے ہوئے تھے اور عورتوں کو جھانکتے تھے۔ نماز فجر وعشا میں عورتیں توجہ انوار حقیقت محمدی وحقیقت قرآن کیلیے حاضر ہوتی تھیں تو منافقین کی نالائق حرکت کا انتظام خدائے تعالٰی اور قرآن عظیم نے یہ نہ کیا کہ منافقین اور فیض لینے والی عورتوں کو یہ حکم دیا ہوتا، کہ دونوں مسجد نبوی میں جمع نہ ہوں۔ اور فیض رسانی عورتوں کی اس بہانے سے بند نہ ہوئی۔ بلکہ انتظام فیض رسانی یہ ہوا کہ لقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین وان ربک ھو یحشرھم انہ حکیم علیم اور انتظام حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا خیر الصفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر الصفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی۔ اس کو بندہ مانتا ہے۔ فیض حقیقت محمدی وحقیقت قرآن لینے کو باپردہ پانچ دس عورتیں محلہ کی مل کر مرشد کے مکان پر جاویں۔ اور مرشد طریقت مرتعش اور

شیخ فانی پردہ میں بٹھا کر اون کو توجہ حقیقت محمدی اور حقیقت قرآن کی دیوے اُس پر حکم حرمت لگانا غلط اور فیض محمدی کا مقابلہ اور مورد
یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم بنتا ہے۔ شیخ طریقت توانا عرضنا الامانۃ الآیۃ میں جو امانت ہے اوس کو ذاکرات
کے سینہ میں باپردہ بٹھا کر توجہ دے کر جماتا ہے۔ اور یہ اوس امانت کی جڑ اکھیڑتا ہے۔ یہ فیض جڑ اکھاڑنے والے کو بے وقار کرکے اکھیڑ دیوے گا
محو ہی الشہر سنت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرتا ہے حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو توجہ دی۔ اول مرید کرکے۔ یہ بھی
عورتوں کو مرید کرکے توجہ دیتا ہے۔ طریقہ عالیہ قادریہ کی توجہ کلمہ طیبہ کے ذکر کی ہوگی۔ اب عورتوں کو پردہ میں بٹھا کر ذکر کلمہ طیب کی بتائی جاوے
گی۔ ضرب الا اللہ قلب پر مارنا سکھایا جاوے گا۔ پردہ میں عورت خلیفہ مرشد طریقت کی بیٹھ کر ذکر کلمہ طیب کی سکھاتا ہے اور مرشد طریقت اونچ
نیچ سمجھاتے ہیں۔ پردہ میں ایک عورت نہیں محلہ کی دس پندرہ عورتیں بیٹھی ہیں۔ یہاں خلوت اجنبیہ کا حکم نہیں لگتا۔ یہ جلوت ہے جلوت میں
فیض رسانی طریقہ عالیہ قادریہ کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح اس مجلس میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی توجہ بھی عورتوں کو دیجاتی ہے۔ بریلی میں حاضری
کا کبھی بار موقع ہوا ہے۔ وہاں یہ عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ نہ وہاں سنا کہ کوئی مشائخ یہ کرتے ہیں ہمارے یہاں ڈولی میانہ مشکل سے ملتا ہے۔
غربا و مساکین میں قدرت ان سواریوں میں بیٹھنے کی نہیں اور نہ قرآن عظیم نے ڈولی و میانہ کا حکم دیا ہے یدنین علیہن من جلابیبہن
اور قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و قل للمؤمنت یغضضن من ابصارھن اور ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن
اس پردہ پر احمد آباد کی ذاکرات کا عمل ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۴ صفحہ حاصل الکلام من ھذا کلہ ان زیارۃ القبور مکروھۃ
للنساء بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجھن علی وجہ الفساد والفتنۃ وانما رخصت الزیارۃ لتذکر
امر الاخرۃ وللاعتبار بمن مضی وللتزھد فی الدنیا یہ حکم مصر کی بغایا مغنیہ دلالہ کا ہے اس حکم کو نیک بخت عورتوں پر لگانا غلط ہے۔
لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء کی شرح عمدۃ القاری ج ۳ ص میں ہے بعضھن یغنین باصوات عالیۃ
مطربۃ ومنھن صنف بغایا احمد آباد میں تین کوس درگاہ حضرت گنج احمد رحمۃ اللہ تعالٰی کی ہے۔ مکان بہت پر فضا ہے اور تالاب سنگین ہے
وہاں دھنے کی قوم کی اور لکڑی بیچنے والی قوم کی عورتیں لہنگا ساڑی پہن کر جاتی ہیں اور گربے گاتی ہیں۔ اور اون کی قوم کی ضیافتیں ہوتی ہیں
اوس میں وہ عورتیں گربے گاتی ہیں۔ حلقہ عورتوں کا بن جاتا ہے اور تالی بجاتی ہیں اور پھرتی جاتی ہیں۔ رنڈیوں کی طرح گیت گاتی جاتی ہیں
اون پر بل حرام فی ھذا الزمان لاسیما نساء مصر کا حکم برابر عمدہ طور پر چسپاں ہے۔ اور غنیۃ المستملی کے صفحہ ۵۹۵ میں ذات یکون
فی زماننا للتحریم لما فی خروجھن من الفساد آہ اور جو عورتیں قوالی رنڈیوں کی اور قوالی مردوں کی سننے جاتی ہیں اون کو زیارت
القبور کو جانا حرام ہے۔ اون کے حرام ہونے سے ذاکرات اور فیض لینے جانے والی عورتوں کو کیا نقصان۔ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں
ایک ہو۔ دس ہزار آدمیوں نے کتے اور خنزیر کے گوشت کی بریانی پکائی ہے۔ اور ایک نے بکری کے گوشت کی بریانی پکائی۔ دونوں بریانیوں پر
حکم حرمت اور حکم حلت غلط۔ اور کتے کی بریانی پر حکم حرمت اور بکری کی بریانی پر حکم حلت صحیح دونوں کا حکم جدا مفتی کو بیان کرنا پڑے گا۔
افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لایستون ام نجعل المتقین کالفجار اساف اور نائلہ نے جاہلیت میں زنا کیا اور قدرت الٰہیہ نے دونوں
کو مسخ کردیا ایسے متبرک مکان میں دونوں نے خباثت کی یا کوئی سفر حرمین طیبین میں خبیث عمل سے پیش آوے تو کیا اوس خبیث کی خباثت

کو دیکھ کر اور اوسی سے استناد کرکے عورتوں کے حج و زیارت حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے عدم جواز کا فتوی جاری کردیا جاوے گا۔ ہرگز نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار مقدس میں غربی دیوار میں کلام مجید رکھا ہے۔ اوس دیوار کے پیچھے عورتیں بیٹھ کر توجہ لیتی ہیں۔ ذکر فکر مراقبہ کرتی ہیں۔ برقع اوڑھ کر آتی ہیں۔ اختلاط مردوں اور عورتوں کا یہاں بالکل نہیں۔ اب یہ عورتیں نور اللہ دل میں بھرنے کے لیے حاضر ہوتی ہیں۔ یہ فیض رسانی حقیقت محمدی کی عورتوں کو خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ العزیز کرتے ہیں۔ اور اس فیض میں وہ قوت ہے کہ لاکھوں کوسوں سے فیض لینے والیوں کو آپ بلالیتے ہیں۔ یہ جگہ مقام قوالی سے دور ہے اور نماز فجر سے اشراق تک اور مغرب اور عشاء کے بیچ میں اس پردے والے مکان میں عورتیں جمع ہوکر فیض لیتی ہیں۔ اور اس وقت نقصان قوالی کا بالکل نہیں۔ اور یہ عورتیں نیکبخت پردہ نشین برقع اوڑھ کر آنے والی ہیں۔ آپ نے اسکو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور میں نے اسکو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بندہ اس کو شہادت کے طور پر بیان کرسکتا ہے۔ اور آپ کو آنکھوں سے دکھا کر تسلی کرسکتا ہے اب ان عورتوں پر حکم حرمت لگانا غلط ہے۔ سرخیز قصبہ احمد آباد میں جو عورتیں گریے گانے والیاں فاحشات مغنیات اور رنڈیں اور باپردہ سوا لاکھ کلمہ طیب کا ختم پڑھنے والی۔ ذکر خفی مراقبہ۔ فیض حقیقت محمدی لینے والی ذاکرات پر رنڈیوں کا حکم لگاکر دونوں کو ایک پھانسی میں لٹکا دینا غلط ہے۔ حقوق اولیاء وخیرخواہی اولیاء وخیرخواہی سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نہیں الدین النصیحۃ للہ ولرسولہٖ وللمومنین۔ یہ کہاں ہوئی۔ اولیاء فیض حقیقت محمدی کا دینے کو ذاکرات کو بلاتے ہیں۔ وہ باپردہ اور شریعت کے احکام کو سر پر رکھ کر حاضر ہوتی ہیں۔ اور مفتی اون پر حکم عدم جواز لگادیں۔ اس صورت میں فیض حقیقت محمدی کو روکنا ہے۔ اس کا نام دوستی حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام نہیں۔ ہم آپ سے چھوٹے اور آپ کے اقدام کو اپنے سروں پر رکھنے والے ہیں۔ مگر آپ کا قدم صراط مستقیم سے پھسل گیا تو عرض کرنا چاہیئے ہدہد دو پیسے کی چڑیا حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے احطت بما لم تحط بہ وجئتک من سبأ بنبأ یقین اول تو ایک مدت سے آنکھیں آپ کی رمد میں مبتلا ہیں اور ہاتھ بڑوں بڑوں سے ملایا ہے۔ طبیعت پریشان ہے۔ یہ قلم اس وقت بیرانہ سمجھئے۔ آپ کے ہم غلام ہیں تو دست بستہ عرض کرتے ہیں۔ اس کو آپ بغاوت نہ سمجھیں حضرت عائشہ صدیقہ کو زیارت قبور کے وقت سلام کرنا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا۔ مشکوٰۃ شریف۔ مسلم شریف۔ نسائی جز اصفحہ ۶۳۵ میں ہے۔ این دلالت وارد بر جواز زیارت مر نساء را۔ امام نووی شرح مسلم کی جز صفحہ ۳۱۴ میں فرماتے ہیں فیہ دلیل لمن جوز للنساء زیارۃ القبور الخ فتح الباری پارہ ۵ مطبع انصاری دہلی ص ۶۶۲ میں ہے اختلف فی النساء فقیل دخلن فی عموم الاذن وھو قول الاکثر ومحلہ اذا امنت الفتنۃ اب تطبیق سمجھ لیجئے کہ گریے گانے والی۔ قوالی سننے والی عورتوں کے لیے زیارت قبور اولیاء کو جانا حرام اور فیض الٰہی لینے والی عورتوں کو باپردہ شریعت کے احکام کو بجالاکر جانا جائز۔ میں نے مسئلہ اس طرح مشرح بیان کیا ہے۔ اس کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا میری سمجھ میں کوئی غلطی ہے مجھے سمجھایئے۔ آپ میرے مربی اور قبلہ وکعبہ حاجات ہیں۔ خدائے تعالٰی آپ کو صحت کلیہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ رقیمہ حکیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن جمال پور مسجد کانچ۔ مورخہ ۱۵ ربیع الاول شریف۔ اور مصطفٰی میاں کو پاس بٹھاکر اس کا جواب اون سے لکھوا کر میری تسلی کردیجئے۔ میں غلط سمجھا ہوں تو صحیح سمجھایئے۔ اور وہ فتوٰے جو تحفہ حنفیہ میں عدم جواز زیارت قبور نساء کے بارے میں ہے۔ اوسکی نقل بھی کرواکر روانہ فرمایئے۔ اوسکے دلائل سے بھی واقف ہونا بندہ چاہتا ہے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ　　نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ؕ

مولانا المکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی رجسٹری ۵ ربیع الآخر شریف کو آئی۔ میں ۱۲ ربیع الاوّل شریف کی مجلس پڑھ کر شام ہی سے ایسا علیل ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا۔ آجتک یہ حالت ہے کہ دروازہ سے متصل مسجد ہے چار آدمی کرسی پر بٹھا کر مسجد لیجاتے اور لاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہی دو حرف کہ اول گزارش ہوئے کافی تھے۔ اب قدرے تفصیل کروں۔

(۱) پہلے گزارش کر چکا کہ عبارات رخصت میری نظر میں ہیں۔ مگر نظر بحال زمانہ بہرے نہ میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ منافقین کے باعث عورتوں کو مسجد کریم میں حاضری سے اللہ جل وعلا ورسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ منافقوں کو تہدید و ترہیب اور مردوں کو تقدم عورتوں کو تاخر کی ترغیب فرمائی۔ اور میں اتنا اور زائد کرتا ہوں کہ صرف یہی نہیں بلکہ نساء کو حضور نے عیدین کی سخت تاکید فرمائی۔ یہانتک حکم فرمایا کہ برکت جماعت و دعاء مسلمین لینے کو حیض والیاں بھی نکلیں۔ مصلے سے الگ بیٹھیں۔ پردہ نشین کواریاں بھی جائیں۔ جس کے پاس چادر نہو ساتھ والی اُسے اپنی چادر میں لیلے۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امرأۃ یارسول اللہ احدنا لیس لھا جلباب قال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا اور یہ صرف عیدین میں امر ہی نہیں بلکہ مساجد سے عورتوں کو روکنے سے مطلقاً نہی بھی ارشاد ہوئی کہ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ یہ حدیث[1] صحیح بخاری کتاب الجمعہ میں بھی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر وجوب کیلیے ہے اور نہی تحریم کے لیے۔ اور فیض و برکت لینے کا فائدہ خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ بایں ہمہ آپ ہی لکھتے ہیں کہ مسجد میں عورتوں کی نماز بند ہوئی اسکو بندہ مانتا ہے۔ درمختار کی عبارت آپ سے مخفی نہ ہوگی کہ یکرہ حضورھن الجماعۃ ولجمعۃ وعید و وعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان اسی طرح اور کتب معتمدہ میں ہے۔ ائمہ دین نے جماعت و جمعہ و عیدین درکنار وعظ کی حاضری سے بھی مطلقاً منع فرمادیا اگرچہ بڑھیا ہو۔ اگرچہ رات ہو۔ وعظ سے مقصود تو صرف اخذ فیض و سماع امر بالمعروف و نہی عن المنکر و تصحیح عقائد و اعمال ہے کہ توجہ مشیخت سے ہزار درجہ اہم و اعظم اور اُسکی اصل مقدم ہے اس کا فیض بے توجہ مشیخت بھی عظیم مفید و دافع ہر ضرر شدید ہے۔ اور یہ نہو تو توجہ مشیخت کچھ مفید نہیں بلکہ ضرر سے قریب نفع سے بعید ہے۔ کیا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد و سائر ائمہ ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فیض حقیقت اقدس سے روکنے والا اور معاذ اللہ معاذ اللہ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم میں داخل مانا جائیگا۔ حاشا یہ اطبائے قلوب ہیں۔ مصالح شرع جانتے ہیں (۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ام المومنین

---

[1] غیر انہ لم یصرح فیہ باسم الصحابی فقیل عن عمر کما عند عبدالرزاق واحمد وقیل عن ابن عمر کما عند مسلم واحمد واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ عفی لہ

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ارشاد اپنے زمانہ میں تھا لوادرک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانہ سے ائمہ نے ممانعت شروع فرما دی پہلے جوان عورتوں کو پھر بڑھیوں کو بھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہوگیا۔ کیا اس زمانے کی عورتیں گرب والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں۔ اب صالحات ہیں یا جب فاحشات زائد تھیں اب صالحات زیادہ ہیں یا جب فیوض و برکات نہ تھے۔ اب ہیں۔ یا جب کم تھے اب زائد ہیں۔ حاشا بلکہ قطعًا یقینًا اب معاملہ بالعکس ہے۔ اب اگر ایک صالحہ ہے تو جب ہزار تھیں جب اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں۔ اب اگر ایک حصّہ فیض ہے جب ہزار حصے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یاتی عام الا والذی بعدہ شر منہ بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا۔ وہ اُم المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس شکایت لے گئیں۔ فرمایا اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی۔ حضور عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ حیث قال ولقد نھی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النساء عن الخروج الی المساجد فشکون الی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فقالت لو علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما علم عمر ما اذن لکن فی الخروج۔ پھر فرمایا فاحتج بہ علماؤنا ومنعوا الشواب عن الخروج مطلقا واما العجائز فمنعھن ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الخروج فی الظھر والعصر دون الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی کراھۃ حضورھن فی الصلوات کلھا لظھور الفساد اسی عینی جلد سوم میں آپ کی عبارت منقولہ سے ایک صفحہ پہلے ہے۔ وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ المرأۃ عورۃ واقرب ما تکون الی اللہ فی قعر بیتھا فاذا خرجت استشرفھا الشیطان وکان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یقوم یحصب النساء یوم الجمعۃ یخرجھن من المسجد وکان ابراھیم یمنع نساءہ الجمعۃ والجماعۃ۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے۔ عورت سراپا شرم کی چیز ہے۔ سب سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب اپنے گھر کی تہ میں ہوتی ہے۔ اور جب باہر نکلے شیطان اُس پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما جمعہ کے دن کھڑے ہوکر کنکریاں مارکر عورتوں کو مسجد سے نکالتے۔ اور امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات میں نہ جانے دیتے۔ جب اُن خیر کے زمانوں اُن عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے حضور مساجد و شرکت جماعات سے۔ حالانکہ دین متین میں ان دونوں کی شدید تاکید ہے۔ تو کیا ان ازمنہ شرور میں ان قلیل یا موہوم فیوض کے حیلے سے عورتوں کو اجازت دی جائے گی۔ وہ بھی کاہے کی۔ زیارت قبور کو جانے کی۔ جو شرعًا مؤکد نہیں۔ اور خصوصًا ان میلوں ٹھیلوں میں جو جدانا ترسوں نے مزارات کرام پر نکال رکھے ہیں۔ یہ کس قدر شریعت مطہرہ سے مناقضت ہے۔ شرع مطہر کا قاعدہ ہے کہ جلب مصلحت پر سلب مفسدہ کو مقدم رکھتی ہے درء المفاسد اھم من جلب المصالح جبکہ مفسدہ اس سے بہت کم تھا۔ اُس مصلحت عظیمہ سے ائمہ دین امام اعظم و صاحبین و من بعدہم نے روک دیا۔ اور عورتوں کی نسلیں نہ بنائیں کہ صالحات جائیں۔ فاسقات نہ آئیں۔ بلکہ ایک حکم عام دیا جسے آپ ایک پھانسی میں لٹکانا فرما رہے۔ کیا اُنھوں نے یہ آیتیں نہ سنی تھیں افمن کان

مومنا لکن کان فاسقا۔ ام نجعل المتقین کالفجار۔ تو اب کہ مفسدہ جیب سے بہت اشد ہے۔ اس مصلحت قلیل سے روکنا کیوں نہ لازم ہوگا۔ اور عورتوں کی قسمیں کیونکر چھانٹی جائیں گی (۳) صلاح وفساد قلب امر مضمر ہے اور دعوے کیلیے سب کی زبان کشادہ اور محق و مبطل نامعلوم معہذا اصلاح سے فساد کی طرف انقلاب کچھ دشوار نہیں خصوصاً ہوا لگ کر خصوصاً عورتوں کے دل کو تقلب کیلیے بہت آمادہ ولہذا رویدک یا انجشۃ رفقا بالقواریر۔ ارشاد ہوا۔ مرد کہ اپنے نفس پر اعتماد کرے احمق ہے نہ کہ عورت۔ نفس تمام جہان سے بڑھ کر جھوٹا ہے۔ جب قسم کھائے۔ حلف اٹھائے نہ کہ جیب خالی و نادوں پر اُمید دلائے وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا۔ بالخصوص اب کہ قطعاً فساد غالب اور صلاح نادر ہے۔ اس صورت میں مفتی کو تفصیل کیونکر جائز۔ یہ تفصیل نہ ہوگی بلکہ شیطان کو ڈھیل اور اُس کی رسی کی تطویل۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ الفائق بھذا مع السلامۃ اقل قلیل فلا یبنی الفقہ باعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی الجواز لان شان النفوس الدعوی الکاذبۃ وانہا لاکذب ما یکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت سادات ثلٰثہ علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی فرماتے ہیں وھو وجیہ فینص علی الکراھۃ ویترك التقیید بالتوفیق منتقی شرح ملتقی میں ہے اما من کان بخلافھم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد شرح لباب میں ہے لو کانت الائمۃ فی زماننا لحققت لھم شاننا لصرحوا بالحرمۃ (۴) زیارت قبور پہلے مطلقاً ممنوع تھی۔ پھر اجازت فرمائی۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ عورتیں بھی اس رخصت میں داخل ہوئیں یا نہیں۔ عورتوں کو خاص ممانعت میں حدیث لعن اللہ الزائرات القبور سے قطع نظر کر کے تسلیم کیجئے کہ ہاں عورتوں کو بھی شامل ہوئی۔ مگر جس قدر اول کی عورتوں کو جن میں حضور مساجد جمعہ وعیدین کی اجازت بلکہ حکم تھا۔ جب زمانہ فساد آیا۔ ان ضروری تاکیدی حاضریوں سے عورت کو ممانعت ہوگئی۔ تو اس سے یقیناً بدرجہ اولٰی اسی غنیہ کے اسی صفحہ ۵۹۵ میں اسی آپ کی عبارت منقولہ سے پہلے اس کے متصل ہے ینبغی ان یکون التنزیہ مختصا بزمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث کان یباح لھن الخروج للمساجد والاعیاد وغیر ذلك وان یکون فی زماننا للتحریم الخ اسی عینی جلد چہارم میں آپ کی عبارت منقولہ سے چند سطریں پہلے امام ابوعمر سے ہے۔ ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر وما اظن سقوط فرض الجمعۃ عنھن الا دلیلا علی امساکھن عن الخروج فیما عداھا (۵) حکم کتب میں توفیق بہت واضح ہے۔ جواز نفس مسئلہ کا فی ذاتہ حکم ہے۔ اور ممانعت بوجہ عارض غالب تو فتوٰے نہ ہوگا مگر منع مطلق پر۔ فقہ میں اسکے نظائر بکثرت ہیں کہ برعایت قیود حکم جواز اور اُسکی تصحیح تک کتب میں مصرح اور نظر بحال زمانہ حکم علماء منع مطلقاً جیسے جوار حرم و دخول زناں بحمام ونفقہ طالب علم ولعب شطرنج وغیرہا۔ اول وسوم کی عبارات گزریں۔ درمختار میں دربارہ دوم ہے فی زماننا لا شك فی الکراھۃ کافی وجامع الرموز وردالمحتار میں دربارہ اخیرہ ہے ھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین (۶) اس تقریر سے اس کا جواب واضح ہوگیا کہ اگرچہ ایسی عورت ہزاروں میں ایک ہو۔ جیسی ہزاروں میں ہزار ہوں جب بھی معتبر نہیں کہ حکم فقہ باعتبار غالب کے ہوتا ہے۔ نہ کہ ہزاروں میں ایک۔ یہیں سے بریانیوں کا حال کھل گیا۔ دس ہزار بریانیاں مردار مینڈھے دُنبے بکرے کی ہوں اور اُن میں دس ہزار ان مذبوح جانوروں کی مختلط ہوں۔ بیس ہزار حرام ہیں یہاں تک کہ ان میں تحری کر کے جس کیطرف

حلت کا خیال ہے۔ اُسے کھانا بھی حرام نہ کہ دس ہزار میں ایک۔ درمختار میں ہے تعتبر الغلبۃ فی اوان طاھرۃ ونجسۃ ومیتۃ وذکیۃ فان الاغلب طاھر تحری وبالعکس والسواء لا۔ ہاں ایک حلال جدا ممتاز معلوم ہو تو کثرت حرام سے اُس پر کیا اثر۔ مگر یہاں سن چکے کہ فساد وصلاح قلب مضمر وتمیز متعذر نا میسر ونتنقیح کی عبارت ابھی گزری پھر غلبہ فساد متیقن تو قطعاً مطلقاً حکم ممانعت متعین۔ جیسے وہ مبیولسہ ہزار بریانیاں سب حرام ہوئیں۔ حالانکہ اُن میں یقیناً دس ہزار حلال تھیں۔ یہی مسلک علمائے کرام چلے (۷) عینی شرح بخاری جلد سوم کی عبارت آپ نے نقل کی اُسمیں نہ زنان مصر سے حکم خاص ہے نہ مغنیہ ودلالہ کی تخصیص۔ اُس میں سوال صحت فساد زناں تو بیان کیں جن میں دو یہ ہیں اور فرمایا اور اس کے سوا اور بہت سے اصناف قواعد شریعت کے خلاف اور بتایا کہ اُم المؤمنین اپنے ہی زمانہ کی عورتوں کو فرماتی ہیں کہ اُن میں بعض اُمور حادث ہوئے کاش ان حادثات کو دیکھتیں کہ جب اُن کا ہزارواں حصہ نہ تھے۔ اپنی عبارت منقولہ سے ایک ہی ورق پہلے دیکھیے جہاں اُنھوں نے اپنے ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ حکم مطلق رکھا ہے نہ کہ زنان فتنہ گر سے خاص۔ اور اسکی علت خوف فتنہ بتائی ہے نہ کہ خاص وقوع۔ یہی بعینہٖ نص ہدایہ ہے یکرہ لھن حضور الجماعات یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ ہاں جن سے وقوع ہو رہا ہے۔ جیسے زنان مصر اُن کے لیے حرام بدرجہ اولٰی بتایا ہے کہ جب خوف فتنہ پر ہمارے ائمہ مطلقاً حکم حرمت فرما چکے تو جہاں فتنے پورے ہیں وہاں کا کیا ذکر۔ عبارت عینی یہ ہے قال صاحب الھدایۃ یکرہ لھن حضور الجماعات قال[ہ] شیء اح یعنی الشواب فیھن وقولہ الجماعات یتناول الجمع والاعیاد والکسوف والاستسقاء وعن الشافعی یباح لھن الخروج قال اصحابنا لان فی خروجھن خوف الفتنۃ وھو سبب للحرام وما یفضی الی الحرام حرام فعلی ھذا قولھم یکرہ مرادھم یحرم لاسیما فی ھذا الزمان لشیوع الفساد فی اھلہ پھر اسی صفحہ پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا جمعہ کے دن عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالنا اور امام اجل ابراہیم نخعی تابعی کا اپنے یہاں کی مستورات کو جمعہ وجماعت میں نہ جانے دینا ذکر کیا۔ کما تقدم۔ عنایہ سے گزرا کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم نے عورتوں کو حضور مسجد سے منع فرمایا۔ کیا مدینہ طیبہ کی وہ بیبیاں کہ صحابیات وتابعیات تھیں۔ اور ان امام اجل تابعی کی مستورات معاذ اللہ فتنہ گر واہل فساد تھیں۔ حاشا ہرگز نہیں۔ یاللعجب اگر صحابہ وتابعین کرام کو بھی کہا جائے کہ سب کو ایک لکڑی ہانکا۔ اور متقین وفجار کا فرق نہ کیا۔ حاشا ثم حاشا ہم۔ تو ثابت ہوا کہ منع عام ہے۔ صرف فاسقات سے خاص نہیں اور اُن کا خصوصاً ذکر فرمانا کہ زنان مصر کے خصائل گنانا اسلیے ہے کہ اُن پر بدرجہ اولٰی حرام ہے۔ نہ کہ فقط فتنے اُٹھانے والیوں کو ممانعت ہے۔ یا وہ بھی صرف مغنیہ ودلالہ کو (۸) اسی لئے آپ کی منقولہ عبارت عینی جلد چہارم کا مطلب واضح کر دیا۔ کہ حکم یا بیان فرمایا کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصاً زنان مصر اور اسکی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی تحریم کی وجہ ہے نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص۔ اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیہ کا ہے ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہٰذا کرمانی پھر عسقلانی۔ پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں۔ شروح بخاری میں اس طرف گئے۔ کرمانی نے قول امام نخعی کہ اس حدیث میں فساد بعض زنان کے سبب سب عورتوں کی ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کر کے کہا قلت الذی

[ہ] اقول لا بل ھو نص نص الھدایۃ کما سمعت۔ ۱۲ منہ غفرلہ

یقول علیہ ما قلنا۔ لم یحدث الفساد فی الکل۔ ان کے اس خیال کے دو شافی جواب ابھی گزرے اور تیسرا سب سے اعلٰی باذنہ تعالٰی عنقریب آتا ہے۔ امام عینی نے یہاں اس سے تعرض نہ فرمایا۔ کہ اسی حدیث کے نیچے ڈیڑھ ہی ورق پہلے اپنے مذہب اور اپنے ائمہ کا ارشاد بتا چکے تھے۔ (۹) عبارت غنیہ کہ آپ نے نقل کی اس سے اوپر کی سطر دیکھیے کہ اجازت اس وقت تھی جب اُنھیں مسجدوں میں جانا مباح تھا۔ اب مسجدوں کی ممانعت دیکھیے سب کو ہے یا زنانِ فتنہ گر کو۔ اُس کے سات سطر بعد کی عبارت دیکھیے بعضدہ المعنی الحادث فی اختلاف الزمان الذی بسببہ کرہ لھن حضور الجمع والجماعات الذی اشارت الیہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بقولھا لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ما احدث النساء بعدہ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل واذا قالت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ھذا عن نساء زمانھا فما ظنک بنساء زماننا دیکھیے اُسی منع مساجد سے سند لی جس کا حکم عام ہے تو لما فی خروجھن فی الفساد سے فساد بعض ہی مراد اور اُسی سے منع کل مستفاد نہ کہ صرف فساد والیوں پر قصر ارشاد۔ (۱۰) غنیہ نے ان دونوں عبارتوں کے بیچ میں آپ کے عبارت منقول کردہ متصل بحوالہ تاتارخانیہ نہایہ شعبی سے جو کچھ نقل فرمایا وہ بھی ملاحظہ ہو سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لا یسأل عن الجواز والفساد فی مثل ھذا وانما یسأل عن مقدار ما یلحقھا من اللعن فیھا واعلم انھا کلما قصدت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ وملائکتہ واذا خرجت تحفھا الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنھا روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنۃ اللہ یعنی امام قاضی سے استفتا ہوا کہ عورتوں کا مقابر کو جانا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا ایسی جگہ جواز و عدم جواز نہیں پوچھتے۔ یہ پوچھو کہ اس میں عورت پر کتنی لعنت پڑتی ہے جب گھر سے قبور کی طرف چلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اللہ اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلتی ہے۔ سب طرفوں سے شیطان اُسے گھیر لیتے ہیں۔ جب قبر تک پہونچتی ہے میّت کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے۔ جب واپس آتی ہے۔ اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو استفتا کیا خاص فاسقات کے بارے میں تھا۔ مطلق عورتوں کے قبروں کو جانے سے سوال تھا۔ اُس کا یہ جواب ملا۔ اس جواب میں کہیں فاسقات کی تخصیص ہے۔ غرض یہ تمام عبارات جن سے آپ نے استدلال فرمایا، آپ کی نقیض مدعا میں نص ہیں

۱۱. یہاں ایک نکتہ اور ہے جس سے عورتوں کی قسمیں بنانے۔ اُن کے صلاح و فساد پر نظر کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ اور قطعاً حکم سب کو عام ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ فتنہ وہی نہیں کہ عورت کے دل سے پیدا ہو وہ بھی ہے اور سخت تر ہے جبکا فساق سے عورت پر اندیشہ ہو۔ یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ، تقیہ، نقیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو اسی معنے پر عملی طور سے متنبہ کر کے حاضری مسجد کریم مدینہ طیبہ سے باز رکھا۔ ان پاک بی بی کو مسجد کریم سے عشق تھا۔ پہلے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں آئیں۔ قبل نکاح امیر المؤمنین سے شرط کرالی۔ کہ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اُس زمانۂ خیر میں محض عورتوں کو ممانعت قطعی جزمی نہ تھی۔ جس کے سبب بیبیوں سے حاضری مسجد اور گاہ گاہ زیارت بعض مزارات بھی منقول صحیحین میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع فرمایا گیا۔ مگر قطعی ممانعت نہ تھی۔ اسی پر غنیہ کی اُس عبارت میں فرمایا کہ یہ اُس وقت تھا جب حاضری مسجد

اُنھیں جائز تھی۔ اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے اُن کی شرط قبول فرمائی۔ پھر بھی چاہتے یہی تھے کہ یہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرمادیں میں نہ جاؤنگی۔ امیر المومنین بہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح ہوا۔ منع فرماتے وہ نہ مانتیں۔ ایک روز انھوں نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں اُن کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے۔ جب یہ آئیں۔ اس دروازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انھوں نے نکل کر پیچھے سے اُن کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا انا للہ فسد الناس ہم اللہ کے لیے ہیں۔ لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرماکر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُنھیں یہ تنبیہ فرمائی کہ عورت کیسی ہی صالحہ ہو اُسکی طرف سے اندیشہ نہ سہی فاسق مردوں کی طرف سے اُس پر خوف کا کیا علاج! اب یہ سب کو ایک پھانسی پر لٹکانا ہوا یا مقدس پاک دامنوں کی عزت کو شریروں کے شر سے بچانا۔ ہمارے ائمہ نے دونوں علتیں ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہدایہ لما فیہ من خوف الفتنۃ۔ دونوں کو شامل ہے عورت سے خوف ہو یا عورت پر خوف ہو۔ اور آگے علت دوم کی تصریح فرمائی کہ لاباس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء قال یخرجن فی الصلوات کلھا لانہ لافتنۃ لقلۃ الرغبۃ الیھا وان فرحا الشبق حامل فتقع الفتنۃ غیر ان الفساق انتشارھم فی الظھر والعصر والجمعۃ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالنظر الی التعلیل المذکور منعت غیر المزینۃ ایضا لغلبۃ الفساق ولیلا وان کان النص یبیح۔ لان الفساق فی زماننا اکثر انتشارھم وتعرضھم باللیل وعمم المتاخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلھا لغلبۃ الفساد فی سائر الاوقات۔ اس مضمون کی عبارات جمع کی جائیں تو ایک کتاب ہو۔ خود اسی عمدۃ القاری جلد سوم میں اپنی عبارت منقولہ سوا صفحہ پہلے دیکھیے فیہ (ای فی الحدیث) انہ ینبغی (ای للزوج) ان یاذن لھا ولا یمنعھم مما فیہ منفعتھا وذلک اذا لم یخف الفتنۃ الیھا ولا بھا وقد کان ھو الاغلب فی ذلک الزمان بخلاف زماننا ھذا فان الفساد فیہ فاش والمفسدون کثیرون وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا یدل علی ھذا اُسی کی جلد چہارم کی عبارت کا مطلب واضح کردیا کہ حکم کیا بیان فرمایا یہ کہ اب زیارت قبور عورتوں کو مکروہ ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ ویسی کو حرام ہے۔ ایسی کو حلال ہے۔ ویسی کو تو پہلے بھی حرام تھا۔ اس زمانہ کی کیا تخصیص۔ آگے فرمایا خصوصاً زنان مصر اور اسکی تعلیل کی کہ اُن کا خروج بروجہ فتنہ ہے۔ یہ وہی اولویت تحریم کی وجہ ہے۔ نہ کہ حکم وقوع فتنہ سے خاص اور فتنہ گر عورتوں سے مخصوص۔ ہاں یہ مسلک شافعیوں کا ہے ابھی امام عینی سے سن چکے کہ عن الشافعی یباح لھن الخروج ولہذا کرمانی پھر عسقلانی پھر قسطلانی کہ سب شافعیہ ہیں شروح بخاری میں اسطرف گئے۔ کرمانی نے قول امام تیمی کہ فساد بعض زناں کے سبب سب عورتوں کو ممانعت پر دلیل ہے۔ نقل کرکے کہا قلت الذی یعول علیہ ما قلنا ولم یحدث الفساد فی الکل جلد چہارم میں ابوعمر ابن عبدالبر سے دیکھیے اما الشواب فلا تؤمن من الفتنۃ علیھن وبھن حیث خرجن ولا شیئ للمرأۃ احسن من لزوم قعر بیتھا۔ الحمد للہ اب توضوح حق میں کچھ کمی نہ رہی۔ ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ہمارے علماء کرام نے خروج زن کے چند مواضع گنائے جن کا بیان ہمارے رسالہ مروج النجا لخروج النساء میں ہے[14] اور صاف فرمادیا کہ ان کے سوا میں اجازت نہیں۔ اور اگر شوہر اذن دے گا تو دونوں گنہگار ہوں گے[15]۔ درمختار میں ہے[16]

لاتخرج الالحق لها او عليها او لزيارة ابويها كل جمعة مرة او المحارم كل سنة ولكونها قابلة او غاسلة لافيما عدا ذلك وان اذن كان عاصيين نوازل امام فقیہ ابواللیث وفتاویٰ خلاصہ فتح القدیر وغیرہا میں ہے یجوز للزوج ان یأذن لها بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم فان كانت قابلة او غاسلة اوكان لها على اٰخر حق اوكان لاٰخر عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن والحج على هذا وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لايأذن لها ولو اذن وخرجت كانا عاصيين۔ ملاحظہ ہو ان میں کہیں زیارت قبور کا بھی استثنا کیا۔ کیا یہ استثنا کسی معتمد کتاب میں مل سکتا ہے۔ (۱۳) اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ ان تمام مباحث جلیلہ سے بحمداللہ تعالیٰ ایک جلیل ودقیق توفیق انیق ظاہر ہوئی۔ عامہ مجوزین نفس زیارت قبر لکھتے ہیں کہ اسکی اجازت عورتوں کو بھی ہوئی۔ زیارت قبور کیلئے خروج نسا نہیں کہتے۔ عام کتب میں اسی قدر ہے اور مانعین زیارت قبر کے لیے عورتوں کے جانے کو منع فرماتے ہیں۔ ولہذا خروج الی المسجد کی ممانعت سے سند لاتے ہیں۔ اور اُن کے خروج میں خوف فتنہ سے استدلال فرماتے ہیں۔ تمام نصوص کہ ہم نے ذکر کیے اسی طرف جاتے ہیں۔ تو اگر قبر گھر میں ہو یا عورت مثلاً حج یا کسی سفر جائز کو گئی راہ میں کوئی قبر ملی اسکی زیارت کرلی۔ بشرطیکہ جزع وفزع وتجدید حزن وبکا ونوحہ وافراط وتفریط ادب وغیرہا منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ کشف بزدوی میں جن روایات سے صحت رخصت پر استناد فرمایا اُن کا مفاد اسی قدر ہے حیث قال والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جميعا فقد روى ان عائشة رضى الله تعالى عنها كانت تزور قبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى كل وقت وانها لما خرجت حاجة زارت قبر اخيها عبدالرحمن بحرالرائق وعالمگیری وجامع الرموز ومختار الفتاوٰی وکشف الغطاء وسراجیہ ودرمختار وفتح المنان کی عبارتیں جن سے تصحیح المسائل میں استناد کیا۔ ہمارے خلاف نہیں ہاں مانعہ مسائل پر رد ہیں جنہیں مطلق کہا تھا زنان را زیارت قبور بقول اصح مکروہ تحریمی است لاجرم وہی درمختار جس میں تھا لاباس بزيارة القبور للنساء اُسی میں ہے ویکرہ خروجهن تحريما یا وہی بحرالرائق جس میں تھا الاصح ان الرخصة ثابتة لهما اُسی میں ہے لاینبغی للنساء ان یخرجن فی الجنازۃ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھاھن عن ذلک وقال انصرفن ماذورات غیر ماجورات۔ اتباع جنازہ کہ فرض کفایہ جب اُس کے لیے اون کا خروج ناجائز ہوا تو زیارت قبور کہ صرف مستحب ہے اُس کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ پھر نفس زیارت قبر جس کے لئے عورت کا خروج نہ ہو اُس کا جواز بھی عندالتحقیق فی نفسہ ہے کہ جن شروط مذکورہ سے مشروط اُن کا اجتماع نظر بعادت زنان نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔ تو سبیل اسلم اُنکی بھی روکنا ہے۔ ردالمحتار ومنحۃ الخالق میں ہے ان کان ذلک لتجدید الحزن والبکاء والندب على ماجرت به عادتهن فلايجوز وعليه حمل حديث لعن الله زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلاباس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة فى المسجد اھ زاد فى ردالمحتار وهو توفيق حسن اھ وكتبت عليه **اقول** قد علم ان الفتوى على المنع مطلقا ولو عجوزا ولو ليلا فكذلك فى زيارة القبور بل اولى (۱۴) آپ نے ایک صورت شیخ فانی مرتعش سے پردے کے اندر توجہ لینے کی ذکر کی ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ جبکہ علاج

سے کوئی فتنہ نہ ہو۔ نہ اوسے یہاں سے علاقہ (۱۵) مگر وہ جو عورت کا خلیفہ ہونا لکھا صحیح نہیں۔ ائمہ باطن کا اجماع ہے کہ عورت داعی الی اللہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں تدابیر ارشاد کردہ مرشد بتانے میں سفیر محض ہو تو حرج نہیں۔ امام شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں
قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللّٰہ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت للتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون فذٰلک کمال بالنسبۃ للتقوی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۳۷: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھڑے بدھنے میّت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییع مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہوجائیں تاہم پاک کرلینا ممکن۔ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
ان اللّٰہ کرہ لکم ثلثا۔ اللہ تعالٰے تین باتیں تمہارے لیے ناپسند رکھتا ہے قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت رواہ الشیخان وغیرھما اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آگئی تو یہ خیال اوہام کفار ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: موضع سرنیا۔ ضلع بریلی مرسلہ شیخ امیر علی قادری۔ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) کوئی سنّی اگر ناپاکی کی حالت میں فوت ہوجائے اوسے ایک غسل دیا جائے گا یا دو۔ اور ساری ناک میں پانی اور غرارہ کیونکر کیا جاوے گا۔ (۲) بعد نہلانے کے میت کے پانی یا دوا یا پاخانہ مونھ یا پاخانہ کی جگہ سے نکلے تو غسل دوبارہ دیا جائے گا یا جگہ پاک کیجائیگی
(۳) میت نہلاتے وقت کس طرف سر پیر ہونا بہتر ہے۔

الجواب

(۱) غسل ایک دیا جائے گا۔ اور میت کے ناک اور مونھ میں پانی نہیں ڈالتے (۲) غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست نکلے ہو دھو دی جائے۔ (۳) جدھر ہو اوس کے لئے شرع نے کوئی خاص صورت معین نہیں کی۔ واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از موضع سیونہ ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عنایت اللہ خاں۔ ۱۰ محرم ۱۳۲۹ھ

اکثر دیہات میں میت کو نہلانے کے واسطے جو گھڑا بدھنا صرف میں لیا جاتا ہے اوس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھ آتے ہیں۔ اور بعض جگہ بعد غسل میت وہ گھڑا بدھنا مسجد میں رکھ آتے ہیں۔ اس خیال سے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ کے صرف میں آوے تو اچھا ہے۔ اُمید کہ اس کا جواب جو بہتر اور موافق شرع ہے اوس سے مطلع کیا جاوے۔

الجواب

قبر کے پائنتی سرہانے رکھ آنے کے کوئی معنی نہیں۔ اور مسجد میں دینا ثواب ہے جبکہ ان پر ناپاک پانی کی کوئی چھینٹ نہ پڑی ہو۔ ورنہ پاک کر کے دیے جائیں۔ اور اپنے استعمال میں رکھے جب بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ : ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کی تعزیت بعد دفن ہی چاہیے یا پیش از دفن بھی جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو۔ کما فی الجوہرۃ وغیرھا اور قبل دفن بھی بلا کراہت جائز ہے فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اوذن بجنازۃ فاتی اھلھا فعزاھم کتب اللہ تعالیٰ قیراطا فان تبعھا کتب اللہ لہ قیراطین فان صلی علیھا کتب اللہ لہ ثلثۃ قراریط فان شھد دفنھا کتب اللہ لہ اربعۃ قراریط القیراط مثل احد جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اوس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے۔ پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالیٰ دو قیراط اجر لکھے۔ پھر اُس پر نماز پڑھے تو تین قیراط۔ پھر دفن میں حاضر ہو تو چار۔ اور ہر قیراط کوہ احد کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۱ : ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی ہے تو اس صورت میں ہندہ کو کب تک دوسرے کے یہاں کی میت کا کھانا نہیں چاہیے۔ اور اگر ہندہ کے گھر میں کوئی مرجائے تو اوس کا بھی کھانا جائز ہے یا نہیں اور کتنے یعنی برسی تک یا چالیس دن تک۔ اور اگر ہندہ نے شروع سے جمعرات کی فاتحہ نہ دلائی ہوں تو چالیس دن کے بعد سات جمعرات کی فاتحہ دلانا چاہیے۔ ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور اون کی دعوت کیجاتی ہے اوس کھانے کی تو ہر طرح ممانعت ہے۔ اور بغیر دعوت کے جمعراتوں چالیسویں چھ ماہی برسی میں جو بھاجی کی طرح اغنیار کو بانٹا جاتا ہے وہ بھی اگرچہ بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اسکے مستحق ہیں۔ اور ان سب احکام میں وہ جس نے اپنی موت اپنی حیات میں کردی اور جس نے نہ کی سب برابر ہیں۔ اور اپنی یہاں موت ہوجائے تو اپنا کھانا کھانے کی کسی کو ممانعت نہیں اور چالیس دن کے بعد بھی جمعراتیں ہوسکتی ہیں۔ اللہ کے لیے فقیروں کو جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲ :

لوگوں میں رسم ہے کہ میت کو دفن کر کے اوس کے مکان میں آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں فاتحہ پڑھ لو۔ پھر کچھ پڑھتے ہیں۔ اور ہاتھ اٹھاتے

ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل اس فعل میں کوئی حرج نہیں کہ ایصالِ ثواب سے اموات کی اعانت اور اون کیلئے دعائے مغفرت اور پس ماندوں کو تسکین و تعزیت سب باتیں شرعاً محمود و روا۔ فقد روی الترمذی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجر صاحبہ وایضا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنۃ وابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما من مومن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ تعالٰی من حلل الکرامۃ یوم القیمۃ علامہ ابن الحاج حلبہ میں فرماتے ہیں التعزیۃ مستحب قد ندب الیہ الشارع فی غیر ما حدیث ومن ذلک ما روی ابن ماجۃ والبیہقی باسناد حسن الی ان قال وحسن ان یقرن مع الدعاء لہ بجزیل الثواب علی مصابہ لمیتہ بالرحمۃ والمغفرۃ وقد نبہنا الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ہذا المقصود فی غیر ما حدیث الخ اھ ملخصا اور میاں اسحٰق صاحب دہلوی کو تسلیم ہے کہ ہاتھ اٹھانا مطلقاً دعا کے آداب سے ہے تو اس وقت بھی کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ اربعین میں ہے مسئلہ ۳۲ در تعزیت میت رفتن و ہر دو دست برداشتہ سورۂ فاتحہ خواندن جائز است یا نہ۔ جواب: در رفتن برائے تعزیت میت جائز است و دعائے مغفرت برائے او نمودن مستحب است و ہمچنیں دعائے خیر برائے اہل میت اما دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است۔ زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقا ثابت شدہ پس درین وقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی ملخصا۔ اور تعزیت بعد دفن کے اولٰی ہے فی الجوہرۃ ثم رد المحتار ہی بعد الدفن افضل منہا قبلہ الخ ومثلہ ذکر الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح اور قبر کے پاس مکروہ ہے۔ فی الدر المختار وتکرہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر حلیہ میں ہے لیشہد لما اخرج ابن شاہین عن ابراہیم التعزیۃ عند القبر بدعۃ انتہی۔ مدخل ابن الحاج میں ہے موضع التعزیۃ علی تمام الادب اذا رجع ولی المیت الی بیتہ۔ اور پہلے ہی دن ہونا بہتر و افضل ہے۔ فی الدر المختار اولہا افضلہا الخ یعنی ایام تعزیت اور تعزیت کیلئے اولیائے میت کے مکان پر جانا بھی سنت سے ثابت روی ابوداؤد والنسائی فی حدیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسیدتنا البتول الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا ما اخرجک من بیتک یا فاطمۃ قال اتیت اہل ہذا المیت فترحمت الیہم وعزیتہم بمیتہم وفی السنن الصحاح لابن سکن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اذن بجنازۃ فاتی اہلہا فعزاہم کتب اللہ لہ قیراط الحدیث وللنسائی عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ کان نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس یجلس الیہ نفر من اصحابہ فیہم رجل لہ ابن صغیر ففقدہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ما لی لا اری فلانا قالوا یا رسول اللہ بنیہ الذی رأیتہ ہلک فلقیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسألہ عن بنیہ فاخبرہ انہ ہلک فعزاہ علیہ الحدیث اھ ملخصا اور مولوی اسحٰق کا قول پہلے مذکور ہوا۔ کہ رفتن برائے تعزیت میت جائز ست۔ اور تین روز تک اولیائے میت کو بھی رخصت و اجازت ہے کہ بے ارتکاب منکرات و اتباع رسوم کفار اپنے مکان میں تعزیت کیلئے بیٹھیں تاکہ لوگ اون کے پاس آئیں اھ

اور رسم تعزیت بجالائیں فی الدر المختار لا باس بتعزیۃ اھلہ وترغیبہم فی الصبر وباتخاذ طعام لہم وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا الخ حاشیہ طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے قال فی شرح السید ولا باس بالجلوس لہا الی ثلثۃ ایام من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اھل المیت انتہی نہر الفائق میں تجنیس سے منقول لا باس بالجلوس لہا ثلثۃ ایام وکونہ علی باب الدار مع فرش بسط علی قوارع الطریق من اقبح القبائح انتہی۔ عالمگیریہ میں ظہیریہ سے نقل کیا لاباس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی المسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونہم ویعزونہم الخ بلکہ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی کہ زید وجعفر وابن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خبر شہادت سن کر مغموم ومحزون مسجد میں تشریف رکھی۔ صحابہ حاضر ہوتے اور تعزیت کرتے جاتے کما ذکرہ العلامۃ زین فی البحر الرائق اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اس امر سے منع نہ فرمایا۔ واخرج الشیخان عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لما جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ وجعفر وابن رواحۃ جلس یعرف فیہ الحزن الحدیث شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں جلس نشست آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی در مسجد برائے عزاے ایشان انتہی۔ پس اب فعل مذکور فی السوال میں کوئی امر ایسا نہ رہا۔ جس کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہ ہو۔ صرف آتنی بات باقی ہے کہ بعد دفن کے پلٹ کر سیدھے اوس کے مکان پر جاتے ہیں۔ اور بعد فاتحہ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔ اس کے لیے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں کہ جب تعزیت وایصال ثواب دونوں محمود ٹھہری اور افضل یہ قرار پایا کہ دفن کے بعد ہو اور پہلے ہی دن ہو اور قبر سے پلٹ کر ہو۔ اور اس کے لئے مکان میت پر جانا بھی جائز ہوا۔ تو اوسی وقت جاکر ادائے تعزیت میں کیا مضائقہ ہے۔ ہاں اگر سرے سے اوس کے مکان پر جانا ہی روا نہ ہوتا تو بیشک محل منع ہوتا۔ اور جب ایسا نہیں تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ اپنے اپنے گھر جاکر پھر وہاں جائیں۔ کوئی دلیل شرع اس پر قائم نہیں۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ جب ایک صحابی کو دفن کرکے پلٹے۔ اور صحابہ کرام حاضر رکاب سعادت تھے میت مرحوم کی زوجہ مطہرہ کا بھیجا ہوا آدمی ملا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اون کے مکان پر تشریف لے گئے فقد اخرج الامام احمد بسند صحیح وابوداؤد عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فلما رجع استقبلہ داعی امرأتہ فجاء وجیئ بالطعام الحدیث ملخصا اگر دفن سے پلٹ کر مکان میت پر جانا منع ہوتا تو حضور کیوں قبول فرماتے صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ تو اصل فعل کا حکم تھا۔ مگر ہوا کہ جہال نے اس رسم شرعی میں بہت رسوم جاہلیت واختراعات بیہودہ کو دخل دیا۔ مثلاً گانے باجے شمعین قندیلیں عمدہ عمدہ فرش، طرح طرح کے کھانے ریا ونامودی کے اسباب میت کی تعریف میں حد سے غلو۔ تعزیت کے وقت اولٹی وہ باتیں جو غم دام کو زیادہ کریں اور میت کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں۔ کما یشکو بعد ذلک العلامۃ الشامی حیث یقول یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان۔ اجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذلک مما ھو مشاھد فی ھذا الزمان وما کان کذلک

فلا شك فی حرمتہ مع ھذا خاص اس قصد سے یعنی تعزیت لینے کے لیے بیٹھنا بھی اگرچہ رخصت ہے مگر افضل نہ کرنا ہے۔ کما فی الھندیۃ عن معراج الدرایۃ عن خزانۃ الفتاوی الجلوس للمصیبۃ ثلثۃ ایام رخصۃ وترکہ احسن لہذا بہت علمائے متاخرین نے میت کے گھر اس ہجوم و اجتماع کو پسند نہ فرمایا۔ اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کرکے متفرق ہوجائیں اولیائے میت اپنے کام میں مشغول ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف۔ کما فی مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمہم اللہ تعالٰی یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبۃ حتی یاتی الیہ من یعزی بل اذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا ویشتغلوا بامورھم وصاحب البیت بامرہ **بالجملہ** قول فصل جس سے اختلاف زائل، اور توفیق حاصل ہوتی ہے کہ نفس تعزیت و دعاء و ایصال ثواب بیشک محمود و مندوب اور وقت دعا ہاتھ اُٹھانا بھی جائز اور اگر کوئی شخص اولیائے میت کے مکان پر جاکر تعزیت کر آئے تو بھی قطعاً روا۔ مگر اولیاء کا خاص اس قصد سے بیٹھنا اور لوگوں کا ان کے پاس ہجوم و مجمع کرنا خواہ قبل دفن ہو یا بعد اوسی وقت اگر ہو یا کبھی مکان میت پر ہو یا کہیں اور بہر طور جائز و مباح ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ مگر اوس کا نہ کرنا افضل ہے۔ نہ یہ کہ مطلقاً حرام و گناہ۔ اور فاعل مبتدع و گمراہ ٹھہرے۔ سبحانك ھذا بھتان عظیم **قلت** وبھذا اتفق الکلمات من قول قوم لاباس بہ وقوم اٰخرین انہ یکرہ ویکون ما ثبت بالحدیث المذکور بیانا للجواز فاتقن ھذا التحریر الفرید فانہ ان شاء اللہ التحقیق والوسیط وان خالف زعم الفریقین من اھل الافراط والتفریط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب۔

مسئلہ ۱۴۳: از شہر بھڑوچ۔ لال بازار جیار واڑ۔ مرسلہ مولوی عباس میاں ولد مولوی علی میاں۔ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت مکان میں موجود ہے اسکو دفن نہیں کیا۔ اس کے پہلے اہل میت کے لوگوں کو کھانا درست ہے یا نہیں۔ احمد سعید کا کہنا کہ درست ہے اور کوئی بُرا نہیں۔ فقہ کی کتاب منافع میں تو لکھا ہے کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے۔ بلکہ ہمسایہ کے چالیس مکان تک حرام ہے۔ اب حق کون ہے وہ بیان کریں۔

الجواب

کھانا حرام نہیں غفلت حرام ہے۔ اور چالیس گھر تک حرام ہونا بے اصل محض۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از موضع بکہ جیجیی والا علاقہ جاگل تھانہ بری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد خان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوسہ قبر کا کیا حکم ہے۔ (۲) قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ (۳) قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے؟

الجواب

۱۔ بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ دادن قبر والدین رانقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس است وشیخ اجل ہم در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را کشف الغطاء میں ہے کذا فی عامۃ الکتب۔ مدارج النبوۃ میں ہے در بوسۂ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است واللہ تعالٰی اعلم (۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے ویمکن ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل وغلط اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے (۳) ایک بالشت یا کچھ زائد فی الدر المختار یسنم قدر شبر فی رد المحتار او اکثر شیئاً قلیلاً بدائع زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے تحمل الکراھۃ علی الزیادۃ الفاحشۃ وعدمھا علی القلیلۃ المبلغۃ لہ مقدار اوما فوقہ قلیلاً۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از احمد آباد گجرات محلہ جمال پور مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں جنازہ کے ہمراہ کلمہ طیبہ کا ذکر احباب اہلسنت درمیانی آوازے کرتے ہیں۔ اسے بعض مکروہ تحریمیہ وتنزیہی کہتے ہیں۔ ان کی تردید میں علمائے اہلسنت نے چار رسالے تصنیف کرکے شائع کئے ہیں۔ اور وہ اہل حق کے پاس موجود ہیں الحمد للہ علی ذلک۔ اب ضرورت اس مسئلہ کی اہلسنت کو ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے اپنے جنازہ میں فارسی کے اشعار اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ میں عربی کے اشعار پڑھنے کی اپنے مریدوں کو وصیت کی۔ مقامات مظہریہ ص۱۵ میں ہے میفرمودند کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمودند کہ فاتحہ خواندن پیش جنازہ ما وکلمہ طیب وآیت شریفہ بے ادبی ست این دو بیت بخوانید ؎ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ؛ شیئاً للہ از جمال روئے تو ؛ دست بکشا جانب زنبیل ما ؛ آفرین بردست وبر بہلوئے تو۔ من ہم میگویم پیش جنازہ من ہمیں اشعار بخوانید۔ وفدت علی الکریم بغیر زاد ؛ من الحسنات والقلب السلیم ؛ فحمل الزاد اقبح کل شیئ ؛ اذا کان الوفود علی الکریم ؏ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز، مولانا خالد کردی کے مرشد برحق ہیں۔ ضمیمہ مقامات مظہریہ کے ص۲۹ میں مولنا خالد کردی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎ فانال النی اعلی المارب والمنی ؛ اعنی لقاء المرشد المفضال ؛ من نور الآفاق بعد ظلامھا ؛ وھدی جمیع الخلق بعد ضلال ؛ اعنی غلام علی القوم الذی ؛ من لحظہ یحیی الرمیم البالی ؛ اور یہ مولنا خالد کردی علامہ شامی کے مرشد ہیں۔ اسکا ثبوت رد المحتار ج۲ ص۲۱۴ کی اس عبارت سے ہے۔ وقد بسطنا الکلام فی رسالتنا سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی۔ علامہ شامی کے دادا مرشد کے جنازہ میں عربی اشعار اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالٰی کے جنازہ میں فارسی اشعار پڑھے گئے۔ ان اشعار کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جائز ہے تو دلائل کیا ہیں۔ جو مکروہ تحریمی کہتے ہیں وہ علامہ شامی کی رد المحتار ج۱ ص۹۳۲ کے اس قول کو پیش کرتے ہیں۔ (قولہ کما کرہ الخ) قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالٰی انہ لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ اذ یقول الرجل وھو یمشی معہ استغفروا لہ غفر اللہ لکم اھ قلت واذا کان

ھذا فی الدعاء والذکر فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان۔ اس عبارت سے حضرت شاہ غلام علی و حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہما نے جو فارسی و عربی کے اشعار اپنے جنازوں میں پڑھوائے اون کی کراہت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور عدم کراہت و جواز اون اشعار کی کیا وجہ ہے۔ اور غناء حادث کی کراہت کی کیا وجہ ہے۔ دونوں کا حکم بیان فرمائیں۔ اور یہاں جنازہ کے ہمراہ یہ اشعار اُردو کے بھی ایک حضرت خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ ان اشعار کو پڑھیں یا نہیں ؎ پنجتن بجا نا جب جان تن سے نکلے ؛ نکلے تو یا محمد کہہ کر بدن سے نکلے ؛ آوے امیر اپیارا باجے گی دھن کی مُرلی ؛ جب وہ مرا سنوریا جوبن کے بن سے نکلے ؛ میرے مریض دل کی اُمید ہے تو یہ ہے ؛ زانو پہ اُس کے سر ہو اور جان تن سے نکلے ؛ نکلے جنازہ میرا اُس یار کی گلی سے ؛ تو کلمۂ شہادت سب کے دہن سے نکلے ؛ کیا لایا تھا سکندر دنیا سے لے گیا کیا ؛ تھے دونوں ہاتھ خالی باہر کفن سے نکلے ؛

الجواب

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادات ہے اقم الصلوٰۃ لذکری وہ ہر حال میں مطلوب یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم اھ۔ کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ بلا تقیید اوس کی تکثیر کا حکم واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون ذکر کیلیے انحاء کثیرہ ہیں قلبی ولسانی وخفی وجلی وتلاوت وثناء ودرود ودعا وعبادات وطاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین ولہذا یہاں اوسے ذکر لسانی پر ترجیح دیگئی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی۔ و ذکر اللہ اکبر اس نحو ذکر کیلئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ ولہذا فقہا نے ینبغی ان یطیل الصمت فرمایا۔ صدر اول میں غالبًا یہی معمول تھا۔ یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون۔ ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا۔ اور پھر اوس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہوتا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا بلاشبہہ اوس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمت مطلق کہ سانس کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدر اول کا ساخوف عام مسلمانوں میں نہ رہا صمت محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا۔ اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا۔ کہ ان ارادان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ **اقول** اسمیں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قول خیر عدم قول مطلق سے قطعًا افضل ہے۔ ولہذا ارشاد ہوا ان لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔ اگر شرائع نے اوسے صوم میں رکھا تھا۔ ہماری شریعت عزا نے اوسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ و لازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ لبعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا۔ اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لیے مخل مقصود ہونے لگا۔ تحصیل اصل مقصود کیلئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں۔ جہر سے اہل تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۂ ناس غالبًا اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے النادر مستثنی ولا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔ اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی۔ کہ وہ اوقع فی النفوس واوقع للوساوس وانفع للناس ہے ذاکرین

زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرع و قوت قرع و تکرر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل و سوئے ظن ہے تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و نقیض مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی عہود محمدیہ میں فرماتے ہیں: ینبغی لعالم الحارۃ او شیخ الفقراء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ اداب المشی معہا من عدم اللغو فیہا او ذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر اورجع من التجارۃ ونحو ذٰلک فان ذکر الدنیا فی ذٰلک الامر مما لایحل وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انھم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرھم بقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاؤا او باللہ اعجب من عمی قلب من ینکر مثل ھذا او ربما نھٰی عنہ الحکام الفلوس حتی یبطل قول المؤمنین کلمۃ طیبۃ فی طریق الجنازۃ وھو یری الحشیش یباع فلا یکلف خاطرہ ان یقول للحشاش حرام علیک بل رأیت فقیھا منھم یاخذ معلوم امامتہ من فلوس بائع الحشیش والبرش فنسأل اللہ العافیۃ واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم کتاب عہود المشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے: ولا نمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جھۃ القربۃ الی اللہ تعالٰی وراوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی ھذہ العہود لاسیما ما کان متعلقا باللہ تعالٰی ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقول الناس امام الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ او قراءۃ احد القرآن امامھا ونحو ذٰلک فمن حرم ذٰلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ لانہ ما کل ما لم یکن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون مذموما وقد رجح النووی رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلام خلاف الاولٰی۔ فقط واعلم ان فتح ھذا الباب لورد اقوال المجتھدین فی جمیع ما استخرجوا من المحاسن والاذکار ونحوہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلماء امتہ ھذا الباب واباح لھم ان یسنوا کل شیئ استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من یعمل بھا وکلمۃ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا وتامل احوال غالب الخلق الاٰن فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذٰلک وکون ذٰلک لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغو اولی من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازۃ لا الٰہ الا اللہ فلا اعتراض ولا ابلغنا فی ذٰلک شیئ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ منھیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القراٰن فی الرکوع فافھم وشیئ سکت عنہ الشارع اوائل الاسلام لا یمنع منہ اواخر الزمان بالجملہ بجائے صمت آفت جہر بالذکر تحصیل مقصود کیلئے تبدیل ذریعہ مصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود جاہل وہ جو خموشی کو مقصود اصلی جانے مطلوب ذکر ہے جب خموشی

میں اور اب جہر بالذکر میں۔ خادم فقہ جانتا ہے تحصیل مقصود کیلئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہوجاتی ہے۔ جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولٰی کما فی الدر المختار کرہ تغمیض عینیہ للنھی الا لکمال الخشوع وفی رد المحتار بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الاولٰی ولیس ببعید حلیہ وبحراہ اقول ولعل التحقیق ان بخشیۃ فوات الخشوع نزول الکراھۃ وبتحققہ یحصل الاستحباب واللہ تعالٰی اعلم تو یہاں کہ ذکر اعظم مطلوبات سے ہے اور شعر ایک وجہ بعید کیلئے کہ ذریعہ مقصود میں مخل نہو۔ اور اب وہ ذریعہ بھی نہ رہا۔ بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر تقاہت سے دور بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کیلئے عرض عریض ہے۔ ذکر موت، ذکر قبر، ذکر آخرت، ذکر انبیاء، ذکر اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سب ذکر الٰہی ہیں۔ ہم نے اپنی تعلیقات کتاب سنطاب ازاقۃ الاثام میں اس پر ادلہ دلائل قائم کئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سیدنا حسان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اون شعروں کو پڑھنا اور حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سننا ثابت ہے۔ اگر یہ اشعار ذکر الٰہی نہ ہوتے مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصلٰوۃ اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کیلئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے۔ لاجرم اشعار حمد و نعت، ثناء و دعا و وعظ و پند ذکر الٰہی ہیں۔ اور غنا وہ کہ ان سے جدا ہو کہ غنا کو آیۂ کریمہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد و نعت و دعا و وعظ ہرگز لہو الحدیث نہیں۔ ولہذا جوہرہ و درمنتقی و ردالمحتار میں ہے ما نقل انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع الشعر لم یدل علی اباحۃ الغناء ویجوز حملہ علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمۃ والوعظ تو ثابت ہوا کہ قول علامہ شامی فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان خود بشہادت علامہ شامی اون اشعار کے بارے میں ہے جو حکمت و وعظ پر مشتمل نہوں۔ جیسے میت کا مرثیہ یا اوس کی تعریف۔ مدح بافراط یا اشعار مہیجہ حزن و مزیلہ صبر و داعی نوحہ گری و گریباں دری کہ یہ بلاشبہہ حکمت و وعظ سے خالی۔ بلکہ اوس کے خلاف اور اپنے اختلاف احوال پر حرام و مکروہ و گزاف ہیں۔ بخلاف اون اشعار فارسی و عربی مذکورۂ سوال کا کہ ذکر الٰہی سے جدا نہیں۔ البتہ اشعار اُردو میں حاجت ترمیم و تبدیل ہے۔ شعر اول میں نام پاک لیکر ندا ہے اور صحیح یہ کہ یہ جائز نہیں بلکہ اوصاف کریمہ کے ساتھ ہو مثلاً یا رسول یا حبیب اللہ۔ دوسرا شعر مہمل ہو بے معنی اور حیثیت شعری سے بھی مختل ہے اور بعض جہال سنو ریا سے ذات اقدس مراد رکھتے ہیں اس وقت قریب بکلمۂ کفر ہوجائیگا تیسرا شعر بھی کچھ مفید نہیں۔ ہاں چوتھے اور پانچویں میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶: از سنجان۔ مرسلہ علی محمد عیسٰی برادرس۔ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

۱۔ قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) قبر پر سبزی یا پھول یا اگربتی رکھنا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) قبر کے پاس تلاوت یا پرخواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو اور قبر پر نہ بیٹھے نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہونچنا ہو۔ اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کیلئے جانا حرام ہے۔ بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے، تلاوت کرے۔ درمختار میں ہے یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ لایکرہ الدفن لیلا ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) قبر پر سبزی پھول ڈالنا اچھا ہے۔ عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن۔ ردالمحتار میں ہے یوخذ من ذلک (ای من انہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ) ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ اگربتی قبر کے اوپر رکھ کر نہ جلائی جائے کہ اس میں سوء ادب اور بدفالی ہے۔ عالمگیری میں ہے ان سقف القبر حق المیت ہاں قریب قبر زمین خالی پر رکھ کر سلگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۷: از شاہجہاں پور محلہ زنگی چوپال مسئولہ سلامت اللہ رضوی۔ ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ پرانی قبر ہو یا جدید (جدید سے مراد جسے بنے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا ہو مگر اس یوم عاشورہ سے پہلے کی ہو) اس خاصکر عاشورہ کے دن پانی چھڑکنا بہتر ہے۔ یہ قول زید کیسا ہے۔ اور عمر کا سوال ہے کہ یوم عاشورہ کے علاوہ دنوں میں قبروں پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ اور بعد دفن میت کے قبر پر پانی چھڑکنا کیا حکم رکھتا ہے۔ مفصل مدلل بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اور اگر مرور زمان سے اسکی خاک منتشر ہوگئی ہو۔ اور نئی ڈالی گئی یا منتشر ہوجانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ علل فی الدر وغیرہ ان لا یذھب الاثر فیمتھن۔ اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہو سکتا ہے جب حاجت ہو۔ اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ

۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۴۸: سوم و دہم و چہلم و ششماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج ست و بعض علماء بدعت شنیعہ مکروہ گویند

واقوال چند بر درستی اوست وطعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند وہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار وحرام دانستہ گویند این طریقہ در زمانۂ نبوی واصحاب کبار مصطفوی وتابعین واتباع تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار پس درین مسئلہ ہرچہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا

الجواب

قول فیصل وسخن مجمل درین باب آنست کہ ایصال ثواب وہدیۂ اجر باموات مسلمین باجماع کافہ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب ودر شرع مندوب۔ احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من ملک الجبار در ترغیب وتصویب ایں کار وارد شد۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر وامام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ۔ وامام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور وفاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مضل مبتدعان زمانہ را کہ خون نہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت وتخفیض وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند وپیش خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند باز بشہادت احادیث کثیرہ وجزم وتصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ وبدنیہ ہر دو را عام ہمین ست مذہب ائمہ حنفیہ ودرین اند بسیارے از محققین شافعیہ دعایۃ الجمہور وھو الصحیح الرجیح المعضود باز اجماع این ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند وثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے با دیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلاۃ تا شرع بانکار این جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود پس اورا محذور گفتن از دائرۂ عقل بیرون رفتن ست امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء العلوم فرمایا اذا المحرم الاتحاد فمن این یحرم المجموع وشہرانست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلك المجموع مباحا تمام تحصیل ایں اصل انیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ارشاد فرمودہ اند واین معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ وخود معلم اول طائفہ انعین مولوی اسمٰعیل دہلوی راخوبی این اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است در صراط مستقیم چناں راہ اعتراف تسلیم پوید" ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہاست اھ وشک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب ست جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید" ہر عبادتیکہ از مسلمان اداشود وثواب آں بروح کسے از گزشتگان برساند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی ست پس این خود البتہ بہتر ومستحسن است الخ" ودست برداشتن از آداب مطلق دعاست در حصن حصین فرماید[1] آداب الدعا منہا بسط الیدین ت مس ودفعہا یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از آداب دعاست واز ائمہ وعلمائے ماچہ گوئی خود معلم ثانی طوائف منکرین در مسائل اربعین گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ حدیث شریف

رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ" ببینید باآنکہ خصوصیت راغیر ماثور گفت امابدلیل اطلاق استظہار جواز کرد۔ ودر فعل اوہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد ومجرد عدم ورود خصوصیات رامطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح وجہلے فاضح فقیر بعون القدیر این مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ روشن تر گفتہ ام وعلمائے سنت بارہا این مدعیان را تاخانہ رسانیدہ وبرخاک ذلت نشاندہ اند۔ حاجت تفصیل وتطویل نیست اما آنچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوع رسالہ زبدۃ النصائح می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثالہ ودعا واستغفار واضحیہ بدعت است۔ گوبدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ" ارباب طائفہ امام خودشاں پرسند کہ باآنکہ این طریقہ ہا راعموماً وفاتحہ خوانی راخصوصاً بدعت ومحدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی وخلاف طائفہ راہ می پوئی۔ باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد وسخت آمد آرے تلون ایں امام قبعافش راکار بجان وکار باستخواں رسانیدہ است ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وکلام معلم ثانی حالا گزشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ ندانست۔

اکنوں آمدیم برنقل چند اقوال دیگر از کبراء وعمائد واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تابیباک رواں دانند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ زبان کشودن وطعام فاتحہ وشیرینی نیاز بزرگاں قدست اسرارہم راحرام ومردار گفتن چہ کیفرہا کہ نمی چشانند وکدام بدروزی نشانند۔ شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خودشاں شاہ عبدالرحیم[1] نقل کنند" می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آنحضرت طعام پختہ شود۔ قدرے نخود بریاں وقند سیاہ نیاز کردم الخ" ودر در الثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن راچناں آوردہ الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالٰی وسلم وبین یدیہ ھذ الحمص مبتھجا بشاشا۔ شاہ صاحب[2] مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند" برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالٰی سوال نمایند۔ ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشند اھ" لفظ شیرینی وفاتحہ ہر روز ازیاد مرواد شاہ صاحب[3] سطو۔ درہمعات گویند" ازینجاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں"۔ شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند" اگر ملیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست جائزست وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راہم خوردن دراں جائزست"۔ شاہ صاحب[5] مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند" حضرت[6] ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند و

[1] یعنی والد ومرشد ایشاں شاہ عبدالرحیم ۱۲

و شب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت این طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشند تا تناول کند۔ مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند "حضرت امیر و ذریہ طاہرہ او را تمام اُمت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردید۔ و چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است"۔ ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش برسر مخالف برقے ست خاطف یار تیجے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع اُمت را صراحۃً گمراہ و مشرک گفتند یا نہ و خود اینچنیں اُمور را تجویز و تحسین نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ۔ بر تقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلامان غلام و مرید مرید ایشان ست در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زبان "جناب ہدایت مآب قدوۃ ارباب صدق و صفا زبدۂ اصحاب فنا و بقا سید العلماء و سند الاولیاء حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل و عزیز مولانا و مرشدنا الشیخ عبدالعزیز معاذ اللہ کافرے مشرکے را چنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ و حجت خدا و نائب انبیاء و کذا و کذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شما یاں کہ ایں کافر و مرتد را امام و پیشوا و سرور و مقتدا و مرجع و ماوا گرفتہ و در ہر مسئلہ و عقیدہ سر برخط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں رو ہمہ کافر بے دین و مرتد و لعین شدید یا چہ۔ بینوا توجروا۔

باز مطلب عناں تابیم مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ در نصیحۃ المسلمین گوید "حاضری حضرت عباس کی۔ صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارھویں عبدالقادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بو علی قلندر کی۔ توشہ شاہ عبدالحق کا۔ اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ ملخصاً" خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید "اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود۔ او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست"۔ ایں لفظ 'خواندہ بخوراند' نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناط انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام و قرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواند نہ کہ خواندہ خوراند کہ عبث و باطل ست جواب کامل ازیں شبہہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہمچناں ایں لفظ غوث الاعظم بردل نگاشتنے کہ برایان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است۔ طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذر اولیاء ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح مبوئے میّت نباشد و سیدی گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام قبیح ہم کنند۔ تاہم در حلت جانورے سخنے نیست فکیف کہ نذر اولیا بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور داراقت دم اثرے نبود۔ ہمیں قرأت قرآنے و تصدق طعامے بمیان آید نگہ در تقریر مذکور چساں می نگارد۔ "اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر کنم و ایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است

وہمچنین ست حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد برآمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است و اگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید نیز درست است و اگر بہمین قصد گاؤ را نذر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت ست ۔ و ہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند رواست و گوشت آں حلال است "۔ ہمدرو الست اگر ہمین طور نذر برائے اولیائے گزشتگان قدس اللہ اسرارہم کنند رواست ۔ این قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالٰی بارواح مطہرۂ ایشان میرسانند پس احوال ایشاں در حالت حیات و بعد ممات برابر است "۔ باز می گوید "اگر نذر کند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دوسالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد ۔ پس حکم این مثل حکم طعام ست ۔ اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ و اگر قبیح ست فعلش حرام است وحیوان حلال "۔ این یازدہ قول ست بعدد ایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ وسہ از امام الطائفہ بالا گزشت و دو از شاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید وباللہ التوفیق والھدایۃ الی سواء الطریق ۔

سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم وچہلم وسرسال وششماہ ۔ اقول وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بردوگونہ است شرعی وعادی ۔ شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقتے تعیین فرمودہ است کہ در غیر او اصلاً صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آن عمل شرعی نہ کردہ باشند ۔ چون ایام نحر مراضحیہ را یا آنکہ تقدیم وتاخیرش ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر حرم مراحرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ درین ست در غیر او نیابند چون ثلث لیل مر نماز عشار ا وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند ۔ اما حدث را از زمان ناگزیر ست و وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود وتعین مساوق ہمدگر است ۔ پس از تعیین چارہ نیست ۔ این ہم تعینات بربنا اطلاق علٰی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از نیہا یکے را بربنا مصلحتے اختیار کنند بے آن کہ وقت معین را مبنائے صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیداست کہ باین تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید و حکمے کہ مطلق را ست در جمیع افرادش ساری باشد مالم یرد منع عن خصوص خصوصاً پس ہیچ جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع این خاص از شرع برآرند ۔ عبارت معلم ثانی طائفہ دربارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی و اینک معلم اول وامام معول طائفہ ورسالہ بدعت چنان نغمہ سرا "طریق ثانی آنکہ مطلق بالنظر الٰی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد ۔ پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماحکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بجسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الٰی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بدلیلے نہ دارد ۔ دلیل او ہماں حکم مطلق ست وبس الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد این اصل منیف وقاعدۂ شریف را تحقیق بالغ وتنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ وارشاد فرمودہ اند آنجا باید جست من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر درین وقت معین مرجحے حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسند ست چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ راہے مشاہدہ کنی ۔ علی الاول مصلحت عیان ست وعلی الثانی کم نہ ازاں کہ این تعیین باعث تذکیر وتنبیہ ومانع تسویف وتفویت باشد

ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آں وقت یاد ش دہد ورنہ بسا باشد کہ از دست رود۔ از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین وشاغلین وعابدین مر ذکر وشغل وعبادات را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشا صد بار درود واگر این توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ وصراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہا کتب این فن کہ اکابر وعمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیزہا ازین تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از تاقیت شرعی نشانے نہ دارد۔ مہمات خود از تعیین ایام واوقات چہ گوئی آنجا تو دہاست از اعمال واشغال وطرق وہیات محدثہ ومخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے وخبرے پیدا نبود وایشاں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گوید صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقۃ متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الادب ولا تلك الاشغال۔ مولوی خرم علی در ترجمہ این عبارت گفت "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک۔ اگرچہ تعیین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصا" ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ "حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ" برادر ان از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد "مولنا حاشیے میں فرماتے ہیں۔ اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں۔ مناسبات مخفیہ کے سبب سے" الخ باز خود می گوید "یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہئیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں"۔ امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید۔ محققان از اکابر مر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید ووقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعیین کردہ وتجدید اشغال نمودہ شود اھ ملخصا۔ ودر حال پیر خود گوید۔ "در تلقین وتعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند وتجدید اشغالے کہ این کتاب مستطاب بداں مشحون گردیدہ فرمودند"۔ سبحان اللہ اینان کہ بر اصل شما صراحۃ احداث فی الدین کردند وقطعا چیزہا بر آوردند کہ قرون سابقہ از انہا خبرے نہ داشتند ضال ومبتدع نباشند۔ بلکہ ہمچنان امام ومقتدا وعرفا وعلماء مانند دیگراں بر ہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع را بجمع نمودند وفعل آنہا را از جملہ اوقات جائزۃ فی الشرع وقتے معین گرفتند۔ معاذ اللہ گمراہ وبدعتی شوند۔ للہ انصاف این تحکم بیجا را چہ گفتہ آید۔ گر شریعت کارے خانگی شماست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں دہاں ایطالب حق ایناں را در طغیان وعدوان ایناں بگذار۔ وروے بآثار واحادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم ازین قبیل ہست آنچہ در حدیث آمد۔ کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد را سر سال مقرر فرمودند کما سیاتی وآمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وروزہ شکر رسالت را روز دوشنبہ کما فی صحیح مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وبا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ مشاورہ دینی را صبح وشام کما فی صحیح البخاری عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وطلب علم را دوشنبہ کما عند ابی الشیخ ابن حبان والدیلمی بسند صالح عن ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل وعلما بدایت درس را روز چہارشنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاد خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ھکذا کان یفعل ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اہل العلم این ہمہ ہا از باب توقیت عادی ست حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ من الملک الجواد آں باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ ایں روز بر بندہ نوازی وامت پروری وتشریف مزارات شہدائے کرام بتراب اقدام برکت نظام نصیب آں شاہ عالم پناہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنند روز دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نبود کہ وعظ جز بروز پنجشنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود۔ حاش للہ۔ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد وتعیین یوم طالبان خیر را بآسانی جمع وفراہم سازد۔ ہمبریں قیاس در امور باقیہ آرے در بعضے از انہا مرجح جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصول علم نبوت در روز دوشنبہ وعظم برکت در بکور پنجشنبہ در جائے اہتمام در بدایت چہارشنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الاتم ودر بعض دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت در روے کم از تذکیر وتیسیر نیست۔ ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم وچہلم وششماہ وسرسال کہ بعضے از انہا مصلحتے خاص دارد وبعض آخر بقصد آسانی ویاد دہانی معتاد ومعہود گردید ولامشاحۃ فی الاصطلاح۔

اینجا کلام مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ زاعم نسب وپدر علم وجد طریقت بود نیز شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود۔ وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ از انتظار فریاد رسی می برد۔ وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند اھ ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران وپدران خود شاں باہتمام تمام بجامی آوردند وپیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم وفاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشیرینی بتجویز وتقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری وساری ست۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبان مطاعن ومثالب کشود۔ ورقم نمود کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستند ی۔ عرس بزرگاں خود برخود شل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام وشیرینی در انجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا لعبد می کنند اھ ملخصًا۔ شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ مجموعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ "عرس بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں باہدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد۔ از دار العمل بدار الثواب

والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را باین نوع بر و احسان نماید. باز تعیین سر سال والتزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علٰی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت، چون بر درہ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد و می فرمود سلام بادشما بہ شکیبائی شما، پس چہ نیکوست سرائے آخرت. و امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم روایت نمود وقال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتی قبور الشھداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمٰن یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سر ہر سال برخاک شہدا قدم رنجہ می فرمود و می گفت سلام علیکم الآیہ بعدہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین نیز ہمچناں میکردند رضی اللہ تعالٰی عنہم. و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھٰکذا یفعلون. یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال بمزار شہدا می شد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچناں حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان تعالٰی علیہم اجمعین بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعیینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن ملامت نیست. اینقدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح و خطائے قبیح. شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند: "سوال. تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک و ہمچناں تخصیص خورندگان چہ حکم دارد. جواب: فاتحہ و طعام بلاشبہہ از مستحبات ست و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد این تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بمصالح خاصہ و مناسبت خفیہ ابتداء بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ" ثم اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار این کار شود ورنہ مباح کجا رود. امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا راوی است حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود صیام السبت لا لك ولا علیك روزہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند لا لك فیہ مزید ثواب ولا علیك فیہ ملام ولا عتاب نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے و عتابے. روشن شد کہ تخصیص بے مخصص اگر نافع نباید مضر ہم نباشد. وھو المراد. آرے ہر جاہلی کہ این تعیین عادی را توقیت شرعی داند و گمان برد کہ ایصال ثواب در غیر این ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب این ایام از ایام دیگر اتم ست و افر بلاشبہہ غلط کار و جاہل و درین خاطی و مبطل ست. اما این قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی و وعید حتمی گردد. چنانکہ امام الطائفہ در تقویۃ الایمان اعتقاد دارد و این جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدر جہا بتر ست آں از جہلے و جزافے بیش نیست. و این ضلال بعید و اعتزال شدید و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید. اینجا نیز حصہ امام الطائفہ در سفہ

وسخافت وحمق وجزافت پیداست یقال لہم لیس من یعلم کمن لا یعلم ہمچناں انچہ عوام حیلہ درباب ایصال ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا وسمعہ وتفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در سوم جماعتے یکجا نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند وفریضہ استماع از دست دہند این ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ ومحذور ست۔ علما را باید کہ برمفاسد زوائد سرزنش کنند نہ آں کہ باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خوگردہ اند۔ این معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد۔ وبراداے نماز تحریص وترغیب این ست سخن مجمل وقول فیصل کہ خواص آنسو وبعض عوام این سو ہر دو راگراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق این ست وازحق نشاید گزشت واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد وآلہ وصحبہ الامجاد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ ۱۴۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید وکلمۂ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے سوم یا تیجا کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہونچتا ہے۔ اور یہ بھی حدیثوں میں آیا ہے کہ وہ ثواب پاکر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بنا پر ہے۔ اسمیں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے صیام السبت لا لک ولا علیک اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اسمیں سے نہ لیں۔ باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں۔ مثلاً اسمیں شادی کے سے تکلف کرنا عمدہ عمدہ فرش بچھانا، یہ باتیں بیجا ہیں۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچیگا اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اُسکا غلط ہے۔ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ بہیئت مروجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دیدیتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھانا محتاج کو دینے سے پہلے ثواب میت کو نہیں پہنچا سکتے لہذا پہلے کھانا دے اُسکے بعد ثواب پہنچائے اور کہتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کرنا جائز وناروا ہے۔ آیا قول اُسکا صحیح ہے یا غلط بینوا توجروا

الجواب

فاتحہ بہیئت مروجہ جس طرح سوال میں مذکور بلا ریب جائز ومستحسن ہے۔ اہلسنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وارد۔ باقی رہا طعام اور قراءت کا جمع خود اُن کے امام الطائفہ معلم ثانی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع کو بہتر کہا۔ کما حیث قال۔ ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد

اگر میسر باشد بہتر ست والا صرف ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہاست"۔ اور قبل اس کے کہ صدقہ محتاج کے ہاتھ میں پہنچے ثواب اسکا میت کو پہنچانا ناجائز اور حدیث سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں مروی ثابت۔

انہ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔

یعنی اُنھوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی۔ اُنھوں نے کنواں کھود کر کہا یہ مادر سعد کے لئے ہے۔ اس سے صاف متبادر یہ کہ کنواں تیار ہوجانے پر یہ الفاظ کہے اور ایک دو دن یا دس بیس برس ہی سہی تو کیا صرف اُس قدر پانی کا ثواب پہنچانا منظور تھا۔ جو اُس وقت تک آدمیوں جانوروں کے صرف میں آیا۔ حاشا بلکہ جب تک کنواں باقی رہے بحکم ھذہ لام سعد سب کا ثواب مادر سعد کو پہنچے گا۔ اور سب کا ایصال منظور تھا۔ تو قبل تصرف ایصال ثواب ہر طرح حاصل اور خود احادیث مرفوعہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ثواب عمل قبل عمل ایصال فرمایا۔ اور فقیر نے انھیں حدیثوں سے کھانا سامنے رکھنے کی اصل استنباط کی جس کی تفصیل رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد وھو والعسکری فی الامثال عن النواس بن سمعان والدیلمی عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنھم وزاد ان اللہ عزوجل لیعطی العبد علٰی نیتہ مالا یعطیہ بیشک اللہ عزوجل بندہ کو اسکی نیت پر وہ ثواب دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔ وذلک ان النیۃ لاریاء فیھا والعمل یخالطہ الریاء ھذا حدیث الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زید کہ اسے ناجائز کہتا ہے حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ طرفہ تر یہ کہ خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی تقریر ذبیحہ میں اس تقریر وہابیہ کو ذبح کرگئے۔ لکھتے ہیں "اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست"۔ ان حضرت سے پوچھا ہوتا کہ یہ "فاتحہ خواندہ بخوراند" کیسی "خوراندہ فاتحہ بخواند" کہا ہوتا۔ اقول بات یہ ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے۔ اور مومن کو عمل نیک کا ایک ثواب اُس کی نیت کرتے ہی حاصل۔ اور عمل کیے پر دس ہوجاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا۔ بلکہ متعدد حدیثوں میں فرمایا گیا کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے۔ فاتحہ میں دو عمل نیک ہوتے ہیں قرأت قرآن و اطعام طعام۔ طریقہ مروجہ میں ثواب پہونچانے کی دعا اُس وقت کرتے ہیں جب کہ کھانا دینے کی نیت کرلی۔ اور کچھ قرآن عظیم پڑھ لیا۔ تو کم سے کم گیارہ ثواب تو اس وقت مل چکے۔ دس ثواب قرأت کے اور ایک نیت اطعام کا کیا انھیں میت کو نہیں پہونچا سکتے۔ رہا کھانا دینے کا ثواب۔ وہ اگرچہ اس وقت موجود نہیں تو کیا ثواب پہنچانا شاید ڈاک یا پارسل میں کسی چیز کا بھیجنا سمجھا ہوگا کہ جب تک وہ شے موجود نہ ہو کیا بھیجی جائے۔ حالانکہ اس کا طریقہ صرف جناب باری میں دعا کرنا ہے کہ وہ ثواب میت کو پہنچائے۔ خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے "طریق رسانیدن آں دعا بجناب الٰہی ست" کیا دعا کرنے کے لئے بھی اُس شے کا موجود فی الحال ہونا ضروری ہے۔ مگر ہے یہ کہ جہالت سب کچھ کراتی ہے۔ اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اُس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اُس کا دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بےحکم خدا و رسول کسی چیز کو

ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اُس کا محض غلط ہے۔ لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرج نہیں آتا۔

ومن ادعی فعلیہ البیان واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۱: از بجنور۔ مرسلہ شیخ معین الدین صاحب ماسٹر ٹھواری اسکول ضلع بجنور۔ ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلحاظ نرمی زمین وحفظ نعش اپنے پیر طریقت کی قبر کو پختہ بنوایا اور سالیانہ تاریخ وفات شیخ پر قرآن شریف اور درود وکلمہ پڑھوا کر شیخ مذکور کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتا ہے۔ اور بامید فیضان وحل مشکلات شیخ کی قبر پر جاکر بیٹھتا ہے۔ اور بوساطتہ اس سے استمداد کرتا ہے۔ تو یہ ایصال ثواب اور استمداد عن الاموات زید کا جائز ہے یا نہیں۔ اور تا ارتکاب عمل ہذا زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معین مثلاً روز وفات جبکہ اُسکا التزام بنظر تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو۔ نہ اس خیال جاہلانہ سے کہ یہ تعیین شرعاً ضرور یا وصول ثواب اسی میں محصور یونہی عرس مشائخ کہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ اسی طرح اولیائے کرام وسائل بارگاہ ونُوّاب حضرت احیائے معنی واموات صورت قدست اسرارہم سے استعانت واستمداد جبکہ بطور توسل وتوسط وطلب شفاعت ہو۔ نہ معاذ اللہ بظن خبیث استقلال وقدرت ذاتیہ جس کا توہم نہ کسی مسلم سے معقول نہ مسلمان ہونے پر سوئے ظن مقبول۔ یہ سب اُمور شرعاً جائز وروا ومباح ہیں جنکے منع پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ فقیر غفرا اللہ تعالٰی لہ نے متعدد مسائل ورسائل مندرجۂ فتاوائے فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ان سب مسئلوں کی تحقیق انیق بروجہ کافی ذکر کی۔ اور در بارۂ استعانت خاص ایک رسالہ مسمّٰی بہ برکات الامداد لاہل الاستمداد تالیف کیا۔ اون کے بعد تفصیل تازہ کی حاجت نہیں۔ اور قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میت کے متصل یعنی اوس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اوسی کا نام ہے بلکہ کرا اکچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں۔ یہانتک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہد نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا۔ جبکہ نیچے کچے چوکے کی تہ ہو۔ اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میت ممنوع ومکروہ مگر جبکہ بضرورت نرمی وتری زمین ہو۔ تو اسمیں بھی حرج نہیں۔ درمختار میں ہے۔ یسوی اللبن علیہ والقصب لا الاٰجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلا یکرہ ابن ملک وجاز ذلک حولہ بارض رخوۃ کالتابوت حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کرھوا الاٰجر والواح الخشب وقال الامام التمرتاشی ھذا ان کان حول المیت وان کان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخارا لایکرہ الاٰجر فی بلدتنا لمساس الحاجۃ لضعف الاراضی خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے یکرہ الاٰجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلک لاباس بہ ویستحب اللبن والقصب حامی پھر امداد الفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے وقد نص اسمٰعیل الزاھد بالاٰجر خلف اللبن علی اللحد واوصی بہ نافع ومبسوط پھر غنیہ میں ہے اختار المش

فی دیارنا لرخاوۃ الاراضی فیتعذر اللحد فیہا حتی اجازوا الاجر ورفوف الخشب والتابوت ولوکان من حدید بحرالرائق میں ہے قیدہ الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النزوالرخاوۃ فان کان فلاباس بہما کاتخاذ تابوت من حدید لہذا نیز بحر وحاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے وقیدہ فی شرح المجمع بان یکون حولہ اما لوکان فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع کافی بحر غرر ودرر میں ہے یسوی اللبن والقصب لاالخشب والاجر وجوز فی ارض رخوۃ شرح نقایہ برجندی میں ہے انمایکرہ الاجر فی اللحد ان کان یلی المیت امافی ماوراء ذلک فلاباس بہ کذا فی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ مجمع الانہر میں ہے یکرہ الاجر والخشب انماکرہ ستر اللحد بہما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ما ذکر کشف الغطاء میں ہے ۔ الان در دیارنا نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ دراشال این دیار باین علت خشب پختہ وچوب وگرفتن تابوت راکہ از آہن باشد ۔ اوسی میں ہے ۔ در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است ۔ امام اسمٰعیل زاہد کہ گردانیدہ شوند خشتہائے پختہ خلف خشتہائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند در زمین باخشت پختہ اگر بنہند مکروہ نباشد از برائے نرمی زمین پس ہر جا کہ زمین نرم باشد باک نیست بنہادن خشت پختہ ومانند آن از چوب ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعل زید بفرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں و انا اقول بالفرض کراہت ہی مانیے تو مسئلہ خصوصًا ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زنہار حد تفسیق تک بھی نہیں پہونچ سکتا ۔ کہ اوسکی اقتدار کو مکروہ ہی کہا جائے ۔ نہ کہ عدم جواز یہ محض جہل بعید وتعصب شدید ہے ۔ معہذا نصوص سابقہ سے واضح ہوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے ۔ اصل سنت کچی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے ۔ لکڑی کے تختے اڑانے عام طور پر ان بلاد میں حضرات معترضین بھی استعمال کررہے ہیں ۔ اپنے اور اپنے مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۵۲ : از عثمان پور ڈاکخانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی ۔ مرسلہ محمد حسن یار خانصاحب ۔ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافر یا مشرک یا رافضی کو قرآن خوانی یا اور کسی ذریعہ سے ایصال ثواب کرے تو اوس کافر یا مشرک یا رافضی کو ثواب پہونچے گا یا نہیں ۔ اور ایصال ثواب کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آجکل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں ۔ اوسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب نہیں پہونچ سکتا ۔ قال اللہ تعالٰی وما لہم فی الاخرۃ من خلاق اونھیں ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کیطرف جانا ہے ۔ کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے ۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے ۔ ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلیے اونھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں ۔ جبکہ اون سے دینی محبت یا اونکی بدعت کو سہل وآسان سمجھنے کی بناپر نہ ہو ۔ ورنہ انکم اذا مثلہم یہ بھی اونھیں میں شمار ہوگا ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خانصاحب سررشتہ دار۔ بتاریخ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ وغیرہ میں اکثر لوگ گھی کے چراغ کپڑے جوتی وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ اشیاء رکھنا کیسا ہے؟ فقط

الجواب

کپڑا جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کو دینے کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے۔ مگر فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے اور بعض وقت داخل اسراف ہوگا اس سے احتراز چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از رامپور لوہر گول بازار مالک متوسطہ۔ مرسلہ محمد سلیم خان کتب فروش۔ ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ
ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ فاتحہ میں ثواب رسانی کے سلسلہ میں ایسا لفظ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ارواح متبرکہ کو اسکا ثواب پہونچے۔ ایسا لفظ حضرت کی شان میں ارواح کا لفظ لانا بے ادبی میں داخل ہے۔ ارواح کا لفظ مت شامل کرو۔ ایسا مت کہو کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ارواح کو ثواب پہونچے۔ آپ حیات النبی ہیں۔ فقط

الجواب

روح زندہ کیلئے بھی ہے۔ بلکہ روح ہی سے زندگی ہے۔ اور درود شریف کے صیغوں میں ہے اللھم صل علی روح سیدنا محمد فی الارواح تو اصل میں اس لفظ کے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں عوام اوس سے یہ معنی سمجھتے ہوں جیسے اس نیک نیت پاکیزہ خیال نے سمجھے تو ضرور اس کہنے سے ان کو روکا جائے یا یہ وہم اُن کے دلوں سے نکال دیا جائے کہ ارواح کا اطلاق اموات ہی کے حق میں ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی۔ اون کی موت ایک آن کیلئے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت کیواسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ مجالس خیر میں تشریف لیجاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلایش کے جاری ہیں۔ کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث واللہ سبحانہ وتعالٰے اعلم

مسئلہ ۱۵۵: از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز بساطی۔ دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ
اہل ہنود اگر فاتحہ دلوانا چاہیں تو دینی چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ ایصال ثواب ہے کافر کیطرف سے یا کافر کے مال کا ثواب پہونچانا کیا معنی؟ کافر اصلا اہل ثواب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج۔ ضلع بریلی۔ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ
مٹی کے چراغ میں گھی ڈال کر جلانا چاہیئے یا نہیں آٹے کے چراغ میں گھی ڈالکر جلاکر کھانا۔ یا علیحدہ کے اوپر رکھ کر فاتحہ دینا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاضرورت گھی جلانا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اور فاتحہ و قرآن خوانی اور درود خوانی کیلئے اگر چراغ قرب کی حاجت ہو اور اس خیال سے کہ تیل میں کبھی بدبو آتی ہے۔ گھی سے چراغ روشن کرے اور اس لحاظ سے کہ استعمالی چراغ صاف نہیں ہوتا۔ اور کورے میں جلائیں تو وہ گھی پیے گا اور بیکار جائے گا۔ لہذا آٹے کا چراغ بنائیں کہ آٹا پیے بھی تو اوسکی روٹی پک سکتی ہے تو اوسمیں حرج نہیں۔ مگر یہ عادت کر لینی کہ بلاضرورت بھی فاتحہ کیلئے گھی جلائیں۔ وہی اسراف و حرام ہے اور وہ صورت جواز ہم نے لکھی اوسمیں بھی وہ چراغ کھانے کے اوپر نہ رکھا جائے۔ بلکہ کھانے سے الگ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۷: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ۔ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ابوالحسینی۔ ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

اگر مردہ کو اوس کا خویش و اقارب خواب میں دیکھے تھا۔ یا اوسکو کسی قسم کی چیز طلب کرتے ہوئے دیکھے تو ایسی حالت میں مردہ کا فاتحہ کھانے پر دلانا جائز ہے یا نہیں۔ یا وہ چیز جو اوسنے خواب میں طلب کی ہے وہ اوس کے نام پر فاتحہ دلا کر خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں اور فاتحہ کے وقت ہمراہ کھانے کے پانی کا رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بہتر ہے کہ جو چیز طلب کی محتاج کو اوسکی طرف سے دیجائے۔ اور کھانے پر فاتحہ اس کے سبب سے منع نہ ہوگی۔ وہ بھی اور پانی رکھنے میں حرج نہیں۔ محتاج کو وہ کھانا کھلائیں اور پانی پلائیں سب کا ثواب پہنچیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸: مرزا باقی بیگ رام پوری۔ ۱۶ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے وہ اون پر تقسیم ہوگا یا سبکو اس پورے فعل کا ثواب ملے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل کے کرم عمیم و فضل عظیم سے اُمید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے۔ اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیا و اموات کیلئے ہدیہ کرے۔ علمائے اہلسنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتوٰے دیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں۔ وسعت فضل الٰہی کے لائق یہی ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل اھ۔ اور ہر شخص کو افضل یہی کہ جو عمل صالح کرے اوسکا ثواب اولین و آخرین احیاء و اموات تمام مومنین و مومنات کیلئے ہدیہ بھیجے سب کو ثواب پہنچے گا۔ اور اُسے اون سب کے برابر اجر ملے گا۔ فی ردالمحتار عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانھا تصل الیھم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ دار قطنی و طبرانی و دیلمی و سلفی امیرالمومنین مولٰے علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے

ہیں من مر علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات جو مقابر پر گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اوسکا ثواب اموات کو بخشے۔ بعدد تمام اموات کے ثواب پائے۔ رہا ابن قیم ظاہری المذہب کا کتاب الروح میں تقسیم ثواب کو اختیار کرنا یعنی ایک ہی ثواب اُن پر ٹکڑے ہو کر بٹ جائیگا۔ حیث قال لو اھدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منھم ربعہ اھ۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ فتوائے علماء کہ سب کو ثواب کامل ملے گا اس قول ابن قیم پر بچند وجہ مرجح ہے **اولاً**۔ ابن قیم بدمذہب ہے۔ تو اوسکا قول علمائے اہلسنت کے مقابل معتبر نہیں **ثانیاً** وہ اسی کا قول ہے اور یہ ایک جماعت کا فتوےٰ والعمل بما علیہ الاکثر **ثالثاً** وھو الطراز المعلم ثواب واحد کا سب پر منقسم ہونا ایک ظاہری بات ہے۔ جسے آدمی بنظر ظاہر اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے۔ عالم شہود میں یونہی دیکھتے ہیں۔ ایک چیز دس کو دیجئے تو سب کو پوری نہ ملے گی۔ ہر ایک کو ٹکڑا ٹکڑا پہنچے گا۔ غالباً اوسی ظاہری نے اسی ظاہری بات پر نظر اور معقول پر محسوس کو قیاس کر کے تقسیم کا حکم دیدیا۔ نہ کہ حدیث سے اس پر دلیل پائی ہو۔ بخلاف اوس حکم کمال کے کہ اگر کروروں کو بخشو تو ہر ایک کو پورا ثواب ملے۔ ایسی بات بے سند شرعی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے تو ظاہر کہ جماعت اہل فتوےٰ نے جبتک شرع مطہر سے دلیل نہ پائی۔ ہرگز اس پر جزم نہ فرمایا بلکہ تصریح علماء سے ثابت کہ جو بات رائے سے نہ کہہ سکیں وہ اگرچہ بعض علماء کا ارشاد ہو حدیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ آخر جب عالم متدین ہے اور بات میں رائے کو دخل نہیں تو لاجرم حدیث سے ثبوت ہوگا۔ امام علامہ قاضی عیاض نے سریج بن یونس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالےٰ کے کچھ سیاح فرشتے ہیں جن کے متعلق یہی خدمت ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص ہو اوس گھر کی زیارت کیا کریں۔ علامہ خفاجی مصری اوسکی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ ھو وان کان لسریج فھو فی حکم المرفوع لان مثلہ لایقال بالرأی اھ ملخصا۔ یہ سریج نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع تابعین میں سے۔ بلکہ علمائے مابعد سے ہیں۔ باینہمہ علامہ خفاجی نے اون کے قول مذکور کو حدیث مرفوع کے حکم میں ٹھہرایا۔ کہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاتی۔ اسی طرح مانحن فیہ میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ علماء کا وہ فتوےٰ بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہونا چاہیئے۔ ثم اقول وباللہ التوفیق۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ نے خاص اس باب میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تین حدیثیں پائیں **حدیث اوّل** امام ابو القاسم اصبہانی کتاب الترغیب اور امام احمد بن الحسین بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب اللہ لہ عتقا من النار وکان للمحجوج عنھما اجر حجۃ تامۃ من غیران ینقص من اجورھما شیئ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے اون کی وفات کے بعد حج کرے اللہ تعالےٰ اوس کیلئے دوزخ سے آزادی لکھے۔ اور ان دونوں کیلئے پورے حج کا اجر ہو۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ اگر ثواب نصف نصف ملتا تو اس آدھے میں سے کمی ہو جانے کا کیا احتمال تھا جس کی نفی فرمائی گئی۔ ہاں وہی اجر یہاں اجور ہو جائے ہر ایک پورا پورا بے کمی پائے۔ یہ خلاف عقل ظاہر تھا۔ تو اسی کا افادہ ضرور و مفید و اہم ہے۔ **حدیث دوم**: طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی۔ حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق للہ صدقۃ تطوعا ان یجعلھا عن والدیہ

اذا کانا مسلمین فیکون لوالدیہ اجرھا ولہ مثل اجرھما بعدان لاینقص من اجورھما شیئ یعنی جب تم میں کوئی شخص کسی صدقہ نافلہ کا ارادہ کرے تو اوس کا کیا حرج ہے کہ وہ صدقہ اپنے ماں باپ کی نیت سے دے کہ انھیں اس کا ثواب پہونچے گا۔ اور اسے اون دونوں کے اجروں کے برابر ملے گا۔ بغیر اس کے کہ اون کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔ ان دونوں حدیثوں میں اگر کچھ تشکیک کی جائے تو حدیث سوم گویا نص صریح جس نے بحمدہ تعالٰی اس اُمید کمال کو قوی کردیا۔ اور فتوائے علماء کی تاکید اکید فرمادی کہ ہر ایک کو کامل ثواب ملے گا۔ امام دارقطنی اور ابوعبداللہ ثقفی فوائد ثقفیات میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما واستبشرت ارواحھما وکتب عند اللہ براً جب آدمی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ حج اس حج کرنے والے اور ماں باپ تینوں کی طرف سے قبول کیا جائے۔ اور اون کی روحیں خوش ہوں اور یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا نیکوکار لکھا جائے۔ یہ لفظ دارقطنی کے ہیں اور ثقفیات میں ان لفظوں سے ہے۔ من حج عن ابویہ ولم یحجا اجزاء عنھما وبشرت ارواحھما فی السماء وکتب عند اللہ براً جس کے ماں باپ بے حج کیے مرگئے ہوں یہ اون کی طرف سے حج کرے وہ ان دونوں کا حج ہوجائے اور اونکی روحوں کو آسمان میں خوشخبری دیجائے اور یہ شخص اللہ تعالٰی کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ حج ایک عبادت واحدہ ہے جس کا بعض کافی نہیں۔ نہ وہ کل سے مغنی ہو۔ بلکہ قابل اعتبار ہی نہیں۔ جیسے فجر کی دو رکعتوں سے ایک رکعت۔ یا صبح سے دوپہر تک کا روزہ۔ تو یہ حج کہ اون دونوں کی طرف سے کافی ہو ضرور ہے کہ ہر ایک کی جانب سے پورا حج واقع ہو۔ گر فقہ میں مبین و مبرہن ہولیا۔ کہ یہ اجزا بمعنی اسقاط فرض نہیں۔ تو لاجرم یہی معنی مقصود کہ دونوں کو کامل حج کا ثواب ملے۔ محدث جلیل امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اس حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں۔ لا اعلم احدا قال بظاھرہ من الاجزاء عنھما بحج واحد وھو محمول علی وقوعہ للاصل فرضا وللفرع نفلا اھ نقلہ فی التیسیر مع التقریر والحمد للہ رب العٰلمین ھذا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۹: از بندر کراچی محلہ جمعدار گل محمد کرانی۔ مرسلہ مولوی عبدالرحیم کرانی ۔ ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام ومفتیان عظام رحمکم ربکم۔ اندریں مسئلہ کہ اگر گروہ صبیان قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ وثواب آن بموتی ببخشند۔ بشر غامیرسد یانہ۔ بینوا الجواب بسند الکتاب وتوجروا عند اللہ بحسن المآب بصاحبا حسبۃ للہ تعالٰی۔ جواب این مسئلہ بعبارت شافی ودلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ وحدیث شریفہ مع حوالۂ کتب فقہ نوشتہ ومواہیر علمائے علام آنجائے ثبت نمودہ لفرستند کہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور خواہند شد۔ چراکہ در باب این مسئلہ درمیان علمائے بندر کراچی مباحثہ واختلاف اُفتادہ است آخرالامر طرفین بریں قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ از علمائے کرام بریلی دہند۔ باید کہ جانبین تسلیم نمایند۔

الجواب

اللھم لک الحمد صل علی المصطفٰی وآلہ العمد ہر قربتے کہ صبی اہل آنست (نہ ہمچو اعتاق وصدقہ وہبہ مال کہ اصلا از وصورت نہ بندد) چو از صبی عاقل ادا شود بر قول جمہور و مذہب صحیح ومنصور ثوابش ہم آزان او باشد علامہ استروشنی در جامع صغار فرماید حسنات

الصبی قبل ان یجری علیہ القلم للصبی لا لابویہ لقولہ تعالٰی وان لیس للانسان الا ما سعٰی ہذا قول عامۃ مشائخنا علامہ زین العابدین وابن نجیم مصری در احکام الصبیان از کتاب الاشباہ فرماید تصح عباداتہ وان لم تجب علیہ واختلفوا فی ثوابہا والمعتمد انہ لہ وللمعلم ثواب التعلیم وکذا جمیع حسناتہ باز علمائے ما اصولًا وفروعًا تصریحات جلیہ دارند کہ انسان رامیرسد کہ ثواب اعمال خودش از آں غیرے کند کما نص علیہ فی الہدایۃ وشی وجہا والملتقی والدر وخزانۃ المفتیین والہندیۃ وغیرہا من کتب المذہب علمائے کرام این سخن راہمچنان مرسل ومطلق گزاشتہ اند وہیچ بوئے از تخصیص وتقیید نداده۔ پس آنچنانکہ باطلاق اعمال بر شمول فرائض وتناول عملیکہ ابتداءً برائے خود بے نیت غیر کردہ باشد۔ وبہ ارسال غیر بر دخول حضور پرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء استدلال کردہ اند۔ ہمچنان اطلاق انسان بر دخول صبیان دلیلے کافی است تا آنکہ برہانے صحیح بر استثنائے آناں قائم شود وخود آں برہان کجا وکدام فی رد المحتار فی البحر بحثًا ان اطلاقہم شامل للفریضۃ اھ وفیہ عند ان الظاہر انہ لا فرق بین ان ینوی بہ عند الفعل للغیر اولنفسہ ثم یجعل ثوابہ لغیرہ لاطلاق کلامہم اھ وفیہ قلت وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ ویدخل فیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذلک حیث انقذنا من الضلالۃ اھ۔ نہایت آنچہ اینجا بخاطر خطور تواں کرد آن ست کہ نزد اصحاب معشر حنیفہ رحمہم اللہ بالطائفۃ الحنفیۃ۔ این کار ہبۂ ثواب واہدائے آنست وصبی از اہل تبرع نیست **اقول** وباللہ التوفیق۔ صبی عاقل از ہر گونہ تبرع محجور نیست۔ منشائے حجر ہمیں ضرر ست ولو فی الحال کما فی القرض ولو بالاحتمال کما فی البیع آنجا کہ ہیچ ضرر نیست در حجر نظر نیست بلکہ خلاف نظر وعین اضرار ست کہ بمثابۂ الحاق او بجماد واحجار است۔ آخر نہ بینی کہ صبی بالاجماع از اہل ابتدء السلام است بلکہ مودبش را باید کہ اگر خود بایں کار خوگر نباشد تعلیمش نماید۔ حالانکہ این نیز از باب تبرع است تا آنکہ در حدیث اورا صدقہ نامیدہ اند ابوداؤد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تسلیمہ علی من لقی صدقۃ ہمچناں با برادر خود بکشادہ روی سخن فرمودن وباظہار بشاشت دندان سپید نمودن البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان فی صحیحہا عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ ہمچناں راہ گم کردہ را بذکر معالم طریق دلالت کردن احمد والشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل الطریقۃ صدقۃ وفی حدیث ابی ذر المذکور ارشادک الرجل فی ارض الضلال صدقۃ ہمچنان کر را سخن شنوانیدن الخطیب فی جامع عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسماع الاصم صدقۃ ہمچناں کہ با کسیکہ جماعت نیافت اقتدا نمودن احمد وابوداؤد وابن حبان والحاکم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا رجل یتصدق علی ہذا فیصلی معہ۔ ہمچناں انواع بر کثیر ودافر است ودر آنہا بر روئے صبیان مسلمین خواز نیست تازیانے یا اندیشۂ او نباشد از ین ہمہ بگذر۔ وبالاتر شنو تا میرسد کہ پسر خود یا پسران ماذون ہر کرا خواہی بے حاجت بہ اذن کسے

و محجور را از ولی پرسیدہ در خصومات خویش وکیل کنی۔ یا متاع خود ت فروختن یا کالائے برائے تو خریدن فرمائی بے آنکہ نام اجرے
درمیان باشد ایں خود خبر تبرع چیست۔ اما روا داشتند کہ زیانے نہ پنداشتند بلکہ تصحیح عبارات را سود انگاشتند۔ در جامع الصغار است
فی وکالۃ الذخیرۃ اذا وکل صبیا ببیع عبدہ او وکلہ بان یشتری لہ فباع واشتری جاز اذا کان یعقل ذلک ولا
عھدۃ علی الصبی وانما العھدۃ علی الاٰمر وکذلک لو وکل صبیا بالخصومۃ انما یجوز اذا کان الصبی بحیث یعقل ما
یقول وما یقال وھذہ المسئلۃ فی الحاصل علٰی وجھین اما ان یکون صبیہ او صبی غیرہ فان وکل صبیہ جاز ولا
یستأمر احدا وان وکل صبی غیرہ فان کان ماذونا لہ فی التجارۃ لایستامر لہ وان کان محجورا علیہ یستامر ولیہ فان اذن ولیہ جاز لہ ان یوکلہ وھذا لان استعمال صبی الغیر
بغیر اذن الولی لایجوز وباذنہ یجوز قالوا وھذہ المسألۃ روایۃ ان للاب ان یعیر ولدہ وقد اتفق علیہ المشائخ
وھل للاب ان یعیر مال ولدہ بعض المتأخرین قالوا لہ ذلک وعامتھم علی انہ لیس لہ ذلک ثم ان محمدا رحمہ اللہ تعالٰی
جوز بیع الصبی المحجور علیہ وشراءہ لغیرہ ولم یجوز بیعہ وشراءہ لنفسہ لان بیعہ وشراءہ لنفسہ مترددان بین
النفع والضرر واما بیعہ وشراءہ لغیرہ علی وجہ لایلزمہ العھدۃ نفع محض لان فیہ تصحیح عبارتہ والصبی العاقل
من اھل التصرفات النافعۃ المحضۃ کقبول الھبۃ وغیر ذلک وانما لایلزمہ العھدۃ لان فیہ ضرر للصغیر اھ ہمچناں
در فصل سی وچہارم از جامع الفصولین در احکام الصبیان ست والعبارۃ الاولٰی اتم فائدۃ واعظم عائدۃ پس بوضوح
پیوست کہ صبی اگرچہ محجور است از تبرع بے ضرر محجور نیست ھذہ کبرٰی وللبین الصغرٰی چوں بتوفیقہ تعالٰی برہنمائی فقہ وحدیث
در ما نحن فیہ نظرے کنیم ہبہ ثواب واہدائے او مسلمانے را بحمد اللہ تعالٰی نفع بے ضرر می یابیم ایں نہ ہمچو ہبہ مال ست کہ چوں بکسے دہی از خود گم
کنی تا نزد دست بدیگرے نہ رسد چوں بدیگرے رسد پیش تو نماند ایں جا بسعت فضل وکمال کرم رب العزۃ جل جلالہ ہم ثواب تو نزد
تو ماند۔ وہم بموہوب لہ برسد بلکہ بایں کار خود ثواب تو دہ بالا شود۔ پس ایں نفع بیقصور وتجارۃ لن تبور است در حدیث (۱) است
کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود من حج عن میت فللذی حج عنہ مثل اجرہ ہر کہ از جانب مردہ حج کند مر اورا مثل
ثواب آں میت باشد رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۲ کہ حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ
علیہ فرمود اذا تصدق احدکم بصدقۃ تطوعا فلیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھا فلا ینقص من اجرہ شیئ چوں کسے
از شما صدقہ نافلہ کردن خواہد باید کہ او را از مادر وپدر خود گرداند کہ ایشاں را ثواب او باشد واز ثواب ایں کس چیزے نکاہد رواہ الطبرانی
فی الاوسط وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث ۳ روی نحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن
معاویۃ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۴ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ
قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات ہر کہ بگورستان گزرد وسورۂ
اخلاص یازدہ بار خواندہ بمردگان بخشد بشمار مردگان ثوابش دادہ شود۔ رواہ الدارقطنی والطبرانی والدیلمی والسلفی عن امیر المؤمنین
علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیث ۵ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما الحدیث۔

چوں کسے از والدین خودش حج کند ہم از و قبول کردہ شود وہم ایشان رواہ الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست
کہ معنی قبول ہمیں عطائے ثواب ست۔ کما نص علیہ العلماء ولذا قال فی التیسیر ای اثابہ واثابہما علیہ فکتب لہ حجۃ مستقلۃ
ولہما کذالک حدیث ۶ کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حج عن ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل
عشر حجج ہر کہ از پدر و مادر خود حج کرد پس بدرستے کہ حج از و ادا کرد و خودش فضیلت دہ حج یافت رواہ الدارقطنی عن جابر بن
عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما در رد المحتار است الثواب لاینعدم کما علمت اھ ای اذا اھدی ثواب عملہ لغیرہ وصل
الیہ ولم ینعدم من عندہ وفیہ عن العلامۃ نوح آفندی عن مناسک القاضی حج الانسان عن غیرہ افضل من
حجہ عن نفسہ الخ وفیہ عن التاتارخانیۃ عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات
لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ اھ قال وھو مذہب اھل السنۃ والجماعۃ الخ بالجملہ اہدائے ثواب ہمچو روشن
کردن چراغ از چراغ ست کہ ازیں چراغ چیزے نکاہد۔ وچراغ دیگر روشنائی یابد۔ و شک نیست از صبی از ہمچو تبرع زنہار محجور نیست بلکہ
چراغ افروختن نیز نظیر او نتواں شد کہ اینجا اگر از چراغ چیزے کم نشود فزوں ہم نشود و ایں جا ثواب واہب یکے دہ می شود واللہ یضعف
لمن یشاء واللہ واسع علیم بمثل فرض کن اگر در محسوس نیز صورتے ہمچناں یافتہ شدے کہ صبی درہمے دہد و آں درہم ہم بموہوب لہ رسد
وہم بدست صبی برقرار ماند و یکے دہ گردد آیا معقول بود کہ شرع مطہر صبی را از ہمچو تصرف باز داشتے۔ حاش للہ۔ حجر برائے نظر و دفع ضرر
است نہ بہر دفع نفع و الحاق بحجر ایں است دریں مسئلہ طریق نظر ثم اقول وباللہ التوفیق۔ ہانا از کلمات علما نص جزئیہ برآریم علمائے
ما در عامہ کتب تصریح فرمودہ اند کہ مسئلہ حج عن الغیر بر ہماں اصل کلی مبنی ست کہ انسان را میرسد کہ ثواب عملش از آں دیگرے کند۔
فی الہدایہ باب الحج عن الغیر۔ الاصل فی ھذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ
او غیرہا عند اھل السنۃ والجماعۃ اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین برمزہ لہا وفی الدرر باب الحج عن الغیر الاصل ان
کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابہا لغیرہ اھ وفی الہندیۃ عن الغایۃ کالہدایۃ مع زیادۃ مفیدۃ وفی ملتقی
الابحر اخر الباب الانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ فی جمیع العبادات اھ قال فی شرحہ مجمع الانہر ھذا وقع فی معرض
العلۃ لما قبلہ اھ پس ثابت شد کہ حج از دیگرے کردن از باب اہدائے ثواب است۔ ورنہ ایں تفریع را چہ محل بودے۔ حالا
باید دید کہ صبی نیز حج عن الغیر تواں کرد۔ یا نہ در کتب مذہب تصریحات جلیہ است کہ می تواں کرد در تنویر الابصار است یشترط
اھلیۃ المامور لصحۃ الافعال و در حاشیہ علامہ طحطاوی است عبر بالصحۃ دون الوجوب لیعم المراھق فانہ اھل للصحۃ
دون الوجوب در درمختار است فجاز حج الصرورۃ والمرأۃ والعبد والمراھق وغیرہم اولی لعدم الخلاف اھ ملخصا
و در رد المحتار است الشرط ھو الاھلیۃ دون الذکورۃ والحریۃ والبلوغ اھ ملخصا وہم دراں از لباب در تعداد شرائط
آورد والتاسع عشر تمییز المامور فلا یصح احجاج صبی غیر ممیز ولا یصح احجاج المراھق ہم دراں ست ھذہ الشرائط
کلہا فی الحج الفرض واما النفل فلا یشترط فیہ شیئ منہا الا الاسلام والعقل والتمییز ہمچناں در مناسک علامہ سندی ست

ودر ہندیہ از غایۃ السروجی شرح ہدایہ از علامہ کرمانی آورد الافضل ان یکون عالما بطریق الحج وافعالہ ویکون حرا عاقلا بالغا اھ **اقول** المراد بالعاقل ما یقابل المعتوہ الذی حکمہ حکم الصبی العاقل دون ما یقابل المجنون لان اصل العقل شرط صحۃ جمیع العبادات والکلام ھٰھنا فی الافضلیۃ وکان الحاصل ان الافضل ان لایکون عبدا ولا معتوھا ولا صبیا ممیزا وانما اکثرنا من النقول فی المسئلۃ لما وقع فی بعض نسخ اللباب من تصحیف اوقع الشارح فی بحث مضطرب وقد اجبنا بحول اللہ تعالٰی فیما علقنا علی طرفہ بما لامزید علیہ ولاحاجۃ بنا الی الاطالۃ بایرادہ ھنا باز برظاہر الروایۃ موئید منصوص صراح احادیث صحاح کہ نفس عمل از جانب آمر واقع شود۔ ایں معنی درایں کار مارا موئد تراست کہ چوں صبی ممیز اصل عمل بہر دیگرے وازاں اوئے تواں کرد وہبہ ثواب یکے از توابع اوست وذلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما دونیا عند نقبل منہ ومنہما کما اسلفنا پس از جراہ اجرائے ثواب مانع کیست وحاجز چیست۔ سخن اینجا دراز است ودر فیض الٰہی باز اما برہمیں قدر بسندہ کنیم حامدین لربنا علی جودہ ونوالہ ومصلین علی سیدنا محمد وآلہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۰: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع شوبیہ پور۔ مرسلہ مولوی نور الدین صاحب۔ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے ثواب رسانی کیلئے قرآن شریف کو ہدیہ کرنا یا چند نماز وروزہ کے کفارہ کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو تو کون کون صورتوں میں۔ یعنی بعض میت کے ثلث مال قدر کفارہ کے ہے اور بعض کے کم اور بعض کے بالکلیہ نہیں۔ اور ان سب صورتوں میں مع وصیت کے کیا حکم اور عدم وصیت کے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کسی مسلمان کو دے کر اُسکا ثواب میت مسلم کو پہنچانا جائز ہے۔ کفارے کے عوض میں قرآن مجید جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل وبیہودہ ہے بلکہ بحال وصیت ثلث مال یا باجازت ورثہ بالغین اوس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے اگر کفارۂ واجبہ کی قدر کو کافی نہو بطریق دور پورا کریں یعنی ایک بار فقیر کو دے دیں۔ اس قدر کا کفارہ ادا ہوا۔ فقیر بعد قبضہ پھر اوسے اپنی طرف سے ہبہ کردے۔ وارث پھر فقیر کو کفارے میں دے۔ یہاں تک اُلٹ پھیر میں قدر کفارہ تک پہونچ جائے کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وقد حققناہ فی فتاوانا۔

مسئلہ ۱۶۱: از موضع گہکھالی۔ تھانہ منگنڈوا بازار ھاچوراہ ضلع ارکان عرف اکیاب۔ مسئولہ مولوی ابو الحسن صاحب ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم صالح کا انتقال بروز جمعہ بوقت صبح ہوا۔ اب زید کے واسطے قبل نماز جمعہ تسبیح وتہلیل وختم قرآن مجید پڑھ کر ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں۔ بر تقدیر اول جب زید قبر کے عذاب سے محفوظ ہے پھر ایصال ثواب کی کیا ضرورت۔ بنا برآں بعض علماء ان امور مذکورہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔ اب قول فیصل کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔ جبکہ میت کی تجہیز و تکفین میں اسکے باعث تاخیر نہو۔ اوسکا اہتمام اور لوگ کرتے ہوں نہ اس کے سبب ان پڑھنے والوں کو جمعہ میں تاخیر ہو جائے۔ اُسکے اہتمام کا وقت آنے سے پہلے فارغ ہو جاویں۔ اب یہ نفع بلا ضرر اور اوس حدیث صحیح کے عموم میں داخل ہے کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما یہ خیال کہ جب وہ بحکم حدیث انشاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مامون ہے کہ اوس مسلم کی موت روز جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصال ثواب کی کیا حاجت محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصال ثواب جس طرح منع عذاب یا رفع عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفع درجات و زیادت حسنات میں اور حق سبحانہ وتعالٰی کا فضل اور اوسکی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی و زیادۃ سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو مولٰی جل وعلا نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے۔ ایک روز نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیڑیاں برسیں۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے رب عزوجل نے ندا فرمائی یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری اے ایوب جو تمھارے پیش نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہ کیا تھا۔ عرض کی بلٰی وعزتک ولٰکن لاغنی لی عن برکتک ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم۔ مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔ رواہ البخاری واحمد والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب حق جل وعلا کی دنیوی برکت سے بندہ کو غنا نہیں۔ تو اسکی دینی برکت سے کون بے نیاز ہو سکتا ہے۔ صلحاء تو صلحا خود اعاظم اولیاء بلکہ حضرات انبیاء بلکہ خود حضور پر نور نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایصال ثواب زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک معمول ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہ الصّلوٰۃ والسلام قطعًا معصوم ہیں۔ تو موت جمعہ یا صلاح کیا مانع ہو سکتی ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ عن ابن عمر کان یعتمر عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق رحمہ اللہ تعالٰی وھو فی طبقتہ الجنید قدس سرہ عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر من عشرۃ اٰلاف ختمۃ وضحی عنہ مثل ذٰلک فنقلہ عن الامام ابن حجر المکی عن الامام الاجل تقی الملۃ والدین السبکی رحمہما اللہ تعالٰی ثم قال اعنی الشامی ورأیت نحو ذٰلک بخط مفتی الحنفیۃ الشھاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر عن شرح الطیبۃ النویری رحمہم اللہ تعالٰی ثم قال وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ یدخل فیہ النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ احق بذٰلک حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذٰلک نوع شکر واسداء جمیل لہ والکامل قابل لزیادۃ الکمال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲ : از کانپور محلہ بوچڑخانہ۔ مسجد رنگیان۔ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن حبشانی۔ طالب علم مدرسۂ فیض عام ۲۳ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۲ھ۔

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ مردہ کا نام لے کر فاتحہ بخشدینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

الخ۔ وقد حققناہ فی البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وعنہ نقل فی رد المحتار یقرء ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان او الیھم اھ ملخصا وفی الشامیۃ ایضا صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوصدقۃ او غیرھا کذا فی الھدایۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از شہر کہنہ محلہ کوٹ، مرسلہ محمود علی صاحب بنگالی، ۲ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین ان مسئلوں میں۔ اول یہ کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کرکے ختم کیا۔ اور اسکا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا۔ اون روحوں میں تقسیم ہوجاوے گا یعنی فی ارواح دو پارے پہنچیگی۔ یا فی ارواح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبٰی میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے۔ تیسرے یہ کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وسلم کو ثواب پہنچائے تو اسکی شمول میں اور ارواح بھی شامل کرسکتا ہے یا نہیں۔ اور پچھلے اولیاء اور انبیاء کا نام بھی لیا جاوے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ دنیا میں کیا فائدہ اور عقبٰی میں کیا بدل حاصل ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے اُمید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچیگا۔ ردالمحتار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے۔ نتیجہ لنا اللہ سبحانہ وتعالٰی کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے۔ اور اوسکی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی یہ جو میں نے پڑھا اسکا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا۔ اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے۔ مسلک متقسط میں ہے یقرء ماتیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلثا ثم یقول اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان او الیھم محیط وتتارخانیہ وشامی میں ہے الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانھا تصل الیھم ولاینقص من اجرہ شیئ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل میں تمام انبیاء و اولیاء و مومنین ومومنات جو گزر گئے اور جو موجود ہیں اور جو قیامت تک آنیوالے ہیں سب کو شامل کرسکتا ہے۔ اور یہی افضل ہے۔ صحیحین میں ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والاخر عن امتہ وزاد ابن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد لہ بالتوحید وشھد لہ بالبلاغ وذبح الاخر عن محمد وآل محمد ولاحمد وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لک ومنک عن محمد وامتہ بحرالرائق میں ہے لافرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیا

جو کچھ اللہ چاہے قال اللہ تعالٰی ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اوسے اسمیں سے دینگے اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اوسے اوسمیں سے عطا فرمائیں گے۔ اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔ اور فرماتا ہے عزوجل من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جہنم یصلیہا مذموما مدحورا ومن اراد الاخرۃ وسعی لہا سعیہا وھو مومن فاولئک کان سعیہم مشکورا۔ جو دنیا چاہے ہم اوسمیں سے جتنا چاہیں جس کے لئے چاہیں یہاں دیدیں۔ پھر اوسکے لئے جہنم رکھیں۔ اوس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا دھکے دیا جاتا اور جو آخرت چاہے اوسکی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان۔ تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے

مسئلہ ۱۶۴ : از جالندھر محلہ راستہ دروازہ بھگواڑہ۔ مرسلہ محمد احمد خانصاحب ۔ ۶ رمضان المبارک ۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، پنجاب کے اکثر شہروں میں دستور ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر بعد سلام کے اوسی جگہ پر جہاں نماز جنازہ ادا کی گئی ہے۔ میت کے لیے دعا مغفرت کی جاتی ہے۔ اور بعض لوگ پیشتر دعا کے سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار یا گیارہ دفعہ پڑھ کر میت کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا۔ اب فرقہ غیر مقلدین اس دستور کے ہٹانے میں کوشش کررہے ہیں اس کے عدم جواز میں غیر مقلدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس کا ثبوت کسی حدیث سے نہیں بلکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں سناتے ہیں۔ منجملہ ان کے مستندات کے ایک یہ ہے اذا فرغ من الصّلٰوۃ لایقوم بالدعاء سراجیہ قدوری کے حاشیہ پر ہے الدعا بعد صلاۃ الجنازۃ مکروہ کذا فی الغنیہ برجندی لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعاء مرۃ لان اکثرھا دعاء بزازیہ جلد اول بر حاشیہ عالمگیری۔ جواب مدلل بدلائل قویہ بحوالہ کتب معتبرہ اور تحریر عبارات معتبرہ تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرماویں۔ بینوا بالدلیل والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

گیارہ سال ہوئے کہ یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکۃ الآرا رہا۔ بمبئی وکانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے۔ فقیر نے جواب میں کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تنقیح فقہ سے کام لیا۔ اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز وکافی رسالہ مسمّٰی بہ "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز" لکھا۔ جسمیں تحقیق حکم فقہی وتوضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہیہ کو بعون عزوجل ذروۂ علیا تک پہونچایا۔ اور بفضلہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر کردکھایا۔ کہ میت کیلئے دعا قبل نماز جنازہ، وبعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب ومندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے قبل وبعد نماز دونوں وقت میت کیلیے دعا فرمانا اور اُسکا حکم دینا ثابت ہے۔ فقہاء کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کیلیے ہے۔ اور وہی عبارات مذکورہ وغیر مذکورہ فقہیہ میں علی التنوع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا۔ مثلاً نماز ہوچکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی۔ صرف دعا کیلئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ وتطویل کریں۔ یہ ممنوع ہے۔ اکثر عبارات اوسیطرف ناظر ہیں

دوسرے یہ کہ بعد نماز اوسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے، امام ومقتدی وہیں کھڑے دعا کریں۔ یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہہ زیادت نہو۔ بعض عبارات اوسی طرف ناظر ہیں۔ ان کے سوا تمام صور دعا جن میں نہ خاص دعا کی غرض سے درنگ وتعوین کریں۔ نہ بعد نماز ایسے انداز میں ہو۔ بلکہ صفیں توڑ کر دعا قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعا طویل اصلا مضائقہ نہیں رکھتے۔ نہ کلمات علماء میں اس کا انکار۔ بلکہ وہ عام ماموربہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہوچکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تام اوسی رسالہ اور اوس کے پہلے کے فتوی میں ملیگی کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا "فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۶۵:

(۱) قبور شہداء یا اولیاء رحمۃ اللہ تعالی علیہم پر جاکر اور قبر شریف ہی پر مالیدہ یا شیرینی مع پھول وغیرہ نیاز کرنا کیسا ہے چاہیے یانہیں (۲) جس شہید یا اولیاء اللہ کے مزار شریف کا حال ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آیا کسی کی مزار ہے یانہیں۔ اور اگر ہے تو کسکی ہے۔ مرد اہل اسلام۔ یہودی۔ یا نصاری یا عورت یہود یا نصاری یا مسلمان کی تو اوس مزار پر فاتحہ پڑھنا۔ یا بطریق مذکور نیاز وغیرہ کرنا کیسا ہے؛ چاہیے یانہیں۔

الجواب

(۱) قبور مسلمین کی زیارت سنت اور مزارات اولیاء کرام وشہداء رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین کی حاضری سعادت بر سعادت اور انھیں ایصال ثواب مندوب وثواب اور مالیدہ وشیرینی خصوصیات عرفیہ ہیں ان میں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ اور قبر پہ لیجانے کی ضرورت نہ اوسمیں معصیت۔ ہاں اوسے شرعا لازم جانے۔ یا بغیر اوسکے فاتحہ کا قبول نہ سمجھے۔ تو یہ اعتقاد فاسد ہے۔ اس اعتقاد سے احتراز لازم ہے۔ قبور مسلمین خصوصا اولیاء پر پھول چڑھانا حسن ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اسکی تصریح فرمائی۔ مگر شیرینی وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لیجائے اُسکو قبر پر نہ رکھے۔ یہ ممنوع ہے۔ (۲) جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی۔ اوسکی زیارت کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔ کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبر کافر کی زیارت حرام ہے اور اوسے ایصال ثواب کا قصد کفر قال اللہ تعالی ولاتقم علی قبرہ وقال تعالی ومالھم فی الاخرۃ من خلاق وقال تعالی ان اللہ حرمھما علی الکفرین۔ تو جو امر سنت وحرام یا مستحب وکفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع وحرام ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از شہر محلہ گلاب نگر ۱۹ رجب ۱۳۲۷ھ

تبارک جو کیا جاتا ہے اوسکی اصل کیا ہے۔ اور کس شے پر ادا کیا جانا افضل ہے۔ جس شے پر پڑھا جاوے وہ شے اگر کھانے کی ہے تو کس کو کھلانا بہتر زیادہ ہے۔ اوس کا جو رواج ہے اوس سے جناب خوب واقف ہیں اوسکی تشریح کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تبارک کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا حکم احادیث کثیرہ میں آیا ہے۔ اور خاص سورۂ تبارک الذی شریف کی تخصیص۔ اسلئے کہ صحیح حدیث

اوسے عذاب قبر سے بچانیوالی، نجات دینے والی فرمایا۔ جس شے پر کرتے ہیں۔ محتاج کی حاجت روائی زیادہ ہو۔ اوسمیں زیادہ ثواب ہے۔ ایام قحط میں کھانے پر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ فقیر کے یہاں کھانے پر ہوتی ہے۔ کپڑے کے جوڑوں کبھی روپوں پر موافق حالت برادران مساکین مسلمین کے جو مناسب سمجھا گیا، کیا جاتا ہے۔ کھانا ہو یا کپڑے یا دام دینا سب سے پہلے اپنے عزیزوں، قریبوں کا حق ہے جو حاجتمند ہوں پھر ہمسایوں، پھر یتیم بیوہ مسکین مسلمانان اہل شہر کا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۷ : از کارا ڈاک خانہ اونیرا ضلع گیا مرسلہ مولوی علی احمد صاحب۔ ۵ رشعبان ۱۳۳۱ھ

زید کہتا ہے اگر دو چار شخصوں کو اجمالاً ایصال ثواب کیا جائے۔ تو ہر ایک کو پورا پورا پہنچیگا۔ اور بکر تقسیم کا قائل ہے۔ زید اپنے ثبوت میں شامی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الرحمۃ اور بکر کہتا ہے کہ سوال میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ایک تو ایصال ثواب قرأت اور اوس کے ساتھ تقسیم ثواب مفرداً اور دوسرے وصول مثل ثواب۔ چونکہ عند الشافعیہ عبارات بدنیہ کا ثواب ہی نہیں پہونچتا۔ اسلئے علامہ ابن حجر نے اول جواب سے تو بالکل سکوت فرمایا۔ اور فقط شق ثانی کا بموجب مذہب مختار متاخرین شافعیہ جواب دیا جسکی تشریح علامہ شامی اس عبارت سے کچھ اوپر ان الفاظ فرماتے ہیں۔ والذی حررہ المتاخرون من الشافعیۃ وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی اللہ عقبھا اذ الدعاء عقبھا ارجی للقبول ومقتضاہ ان المراد انتفاع المیت بالقرأۃ لا حصول ثوابھا لہ ولھذا اختاروا فی الدعاء اللھم اوصل مثل ثواب ما قرأتہ الی فلان واما عندنا فالواصل الیہ نفس الثواب۔ غرض بموجب مذہب حنفیہ کہ وہ وصول ثواب مفرد کے قائل ہیں۔ تقسیم لابدی ہے کیونکہ ہر عمل کا ثواب خواہ بتضاعیف ہی سہی عند اللہ ایک امر معدود ہے۔ جس کا وصول دو چار شخصوں کو بلا تقسیم کے عقلاً ممتنع ہے۔ اور ابن حجر کا قول ثانی کو لائق بسعۃ الرحمہ فرمانا بھی اسی کو مقتضی ہے۔ کہ قائلین وصول ثواب قرأت کے نزدیک تقسیم ضروری ہے۔ اگر اول صورت بھی وصول کامل ہو تو ثانی لائق بسعۃ الرحمہ فرمانا بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ لعدم الفرق بینھما۔ اب علمائے کرام فرمائیں کہ حق بجانب کون شخص ہے۔ زید یا بکر۔ اور بموجب مذہب حنفیہ تقسیم ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عبارت فتاوٰی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی کا مطلب بہت صاف ہے جسے بکر نے بالکل تحویل کردیا۔ امام ابن حجر مکی سے ایک سوال ہے۔ جسمیں سائل دریافت کرتا ہے کہ متعدد مسلمانوں کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب اون پر تقسیم ہوگا یا ہر میّت کو کامل ثواب ملے گا۔ مثل کا لفظ کہ شق ثانی میں سائل شافعی المذہب نے اپنے مذہب کی رعایت سے بڑھایا۔ شق اول میں بھی اون کے طور پر ملحوظ ہے ولہذا ثوابھا نہ کہا بلکہ الثواب بلام عہد یعنی وہی ثواب کہ ہم شافعیہ کے نزدیک معروف ومعہود ہے۔ کہ مثل ثواب قاری ہے۔ آیا اموات پر تقسیم ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا ملے گا۔ روشن ہے کہ یہ ایک ہی سوال ہے اور اوسمیں مقصود بالاستفادہ تقسیم وتکمیل کی دو شقوں سے ایک متعین جسکا جواب امام نے دیا کہ ایک جماعت نے شق دوم پر فتوٰی دیا یعنی ہر ایک کو پورا ثواب پہنچیگا اور یہی وسعت رحمت الٰہیہ کے لائق ہے

نہ یہ کہ دو سوال تھے۔ پہلا مذہب حنفیہ اور دوسرا مذہب شافعیہ ہے۔ امام نے پہلے جواب سے سکوت کیا اور دوسرے کا جواب دیا یوں ہوتا تو تقسیم اور نکل منہم فضول تھا۔ کہ حنفیہ وشافعیہ کا یہ اختلاف ایک جماعت اموات کیلئے قرات سے خاص نہیں ایک میت کیلئے قراءت میں بھی یہی ہے۔ کہ ہمارے نزدیک نفس ثواب پہنچتا ہے اور اون کے نزدیک اوسکا مثل۔ ایسا ہوتا تو امام اس غلطی پر متنبہ فرماتے۔ پھر جواب یوں نہ ہوتا۔ کہ ایک جماعت نے ثانی پر فتویٰ دیا۔ بلکہ یوں ہوتا کہ ہمارا مذہب شق ثانی ہے۔ پھر نفس و مثل میں بمعنہ رحمت کا کیا فرق ہے جسے امام ھوا اللائق بسعۃ الرحمۃ فرمارہے ہیں۔ بکر کا استدلال کہ ابن حجر کے قول ثانی کو الخ عجیب ہے۔ شق اول میں لفظ تقسیم خود مصرح ہے۔ سائل پوچھتا ہی یہ ہے کہ ثواب جو کچھ بھی پہنچے کہ وہ اون کے نزدیک مثل ثواب قاری ہے نہ نفس) تقسیم ہوگا۔ یا ہر ایک کو پورا پہنچیگا۔ امام نے جواب دیا کہ ہر ایک کو پورا پہنچنا الیق ہے۔ تو قائلین وصول ثواب سے یہ بھی ہوئے۔ شق اول میں نفس ثواب القاری کہاں تھا۔ **ثم اقول** وباللہ التوفیق۔ یہاں تحقیق امر اور ہے جو شبہ کو راساً ختم کردے۔ جب نظر عامۂ اہل ظاہر پر شیئ واحد کا دو شخصوں کو بلا تقسیم وصول عقلاً ممتنع ہے۔ یعنی عرض واحد دو محل سے قائم نہیں ہوسکے (ورنہ اس تعبیر میں توصریح منع ہے) تو واجب کہ حنفیہ کے نزدیک جب نفس ثواب قاری میت کو پہونچے قاری کے پاس نہ رہے۔ ورنہ یہ بھی عرض واحد کا دو محل سے قیام ہوگا۔ حالانکہ احادیث وحنفیہ وسائر علمائے کرام خلاف پر تصریح فرماتے ہیں۔ محیط پھر تاتارخانیہ، پھر رد المحتار میں ہے الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شیئ تو جب وہی ثواب اوس کے پاس بھی رہا اور دوسرے کو بھی پہنچا اور تقسیم نہ ہوا کہ لا ینقص من اجرہ شیئ۔ اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوا تقسیم ہوتا تو قطعاً کم ہوتا تو اگر دو سو یا لاکھ یا سب اولین وآخرین مومنین ومومنات کو وہی ثواب پورا پورا پہنچے اور تقسیم نہ ہو کیا استحالہ ہے جیسے دو ویسے کروڑہا کروڑ۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرماتے ہیں ان للروح شانا اٰخر فیکون فی الرفیق الاعلٰی وھو متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبہ رد علیہ السلام وھی فی مکانہا ھناک وھذا جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام رٰاہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ستمائۃ جناح منہا جناحان سدا الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوات وھذا بحمل ما نزلہ تعالٰی الی سماء الدنیا ودنوہ عشیۃ عرفۃ ونحوہ فہو منزہ عن الحرکۃ والانتقال وانما یاتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاہد فیعتقد ان الروح من جنس مایعہد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان یکون فی غیرہ وھذا غلط محض فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین والجنۃ والسماء وان لہا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرء وانما یستغرب ھذا الکون الشاہد الدنیوی لیس فیہ مایشاھد بھذہ اوامور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا اھ مختصراً حضرت جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں۔ شیخ مفرح رحمۃ اللہ تعالٰی از اہل ولات مصر ست بسیار جلیل القدر و کبیر الشان بودہ یکے از اصحاب وے را در روز عرفہ

در عرفات دید و یکے دیگر در ہماں روز در خانہ خویش دیدہ تمام روز باوے بود چوں آن دو شخص بہم رسیدند و ہر یک آنچہ دیدہ بودند باہم گفتند میان ایشان نزاع شد یکے گفت وے در روز عرفہ در عرفات بود۔ بر صدق آں سوگند بطلاق خورد۔ و دیگرے گفت تمام آں روز در خانہ خود بود۔ وے نیز سوگند بطلاق خورد۔ پس خصومت کناں پیش مفرح آمدند۔ شیخ گفت ہر دو راست می گویند۔ زن ہیچکدام طلاق نشدہ است۔ یکے از اکابر گوید من از شیخ مفرح پرسیدم کہ صدق ہر یک موجب حنث دیگرے است، چون سوگند ہیچکس حانث نہ شدہ باشد و دراں مجلس کہ من آن پرسیدم جماعتے از علماء حاضر بودند۔ شیخ اشارت بمہ کرد۔ درین مسئلہ سخن گویند۔ ہر کسے چیزے گفت اما ہیچکس جواب شافی و کافی نہ گفت۔ دراں اثنا جواب بر من ظاہر شد کہ شیخ اشارت بمن کرد جواب آں بگو۔ من گفتم چوں ولی بولایت متحقق گردد دراں معنی کہ روحانیت وے مصور بصورتے تواند شد۔ ممکن بود کہ در وقت واحد در جہات مختلفہ خود را بصورتہائے متعددہ بنماید چنانکہ خواہد۔ پس آنکس کہ وے را در بعضے ازاں صور در عرفات دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد و آنکہ در بعضے دیگر ازاں صورت در خانۂ خودش دیدہ باشد ہم راست دیدہ باشد و سوگند ہیچ کس حانث نہ شود۔ و شیخ مفرح فرمود کہ جواب صحیح این ست کہ تو گفتی رضی اللہ تعالٰی عنہ ونفعنا بہ۔ حضرت میر سید عبدالواحد قدس سرہ الماجد سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔ مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری را قدس اللہ تعالٰی روحہ درماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند ہر دہ استدعا را قبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم ہر دہ استدعا را قبول فرمودہ اید ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد۔ فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔ بعد از نماز پیشیں از ہر دہ جا چوڈول رسید مخدوم ہر یارے از حجرہ بیرون می آمد و سوار می شد و میرفت و نیز در حجرہ حاضر می ماند۔ خردمند اتو این را بر تمثیل محل ممکن یعنی مپندار کہ تمثیلہائے شیخ بچندین جاہا حاضر شدہ است۔ لا واللہ بلکہ عین ذات شیخ بہر حاضر شدہ بود۔ ایں خود در شہر و یک مقام واقع شد۔ و ذات این موحد خود در اقصائے عالم حاضر است۔ خواہ علویات خواہ سفلیات۔ جس کا دل ان حقائق کی وسعت نہ رکھے اور امور برزخ و آخرت کو اپنے مشہودات دنیا ہی پر قیاس کرے اوس پر یہ ماننا لازم ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی میت کو مثل قاری ثواب پہنچتا ہے۔ کہ قاری کا ثواب تو اوسکے پاس سے نہیں جاتا اور فرق مذہبین اتنا رہے گا کہ حنفیہ کے نزدیک وہ ثواب اثر ہبۂ قاری ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک اجابت دعائے قاری۔ بہر حال وہ استبعاد جس کی بنا پر تقسیم ثواب لازم سمجھے تھے باطل ہو گیا۔ لاکھوں ہوں تو لاکھوں کو اتنا ہی ثواب پہنچے گا اور قاری کا ثواب کم نہ ہوگا۔ بلکہ بعدد اموات ترقی کرے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرأ الاخلاص احدی عشر ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات رواہ الطبرانی والدار قطنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اُس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔ باقی اصل مسئلہ کی تحقیق اور ہر ایک کو پورا ثواب پہنچنے کی توضیح ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از بہیڑی ضلع بریلی۔ جناب ریاض الدین صاحب خلف حکیم مقیم الدین صاحب مصنف اسلام کہنہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید قبرستان میں جاکر اس طرح پر فاتحہ پڑھتا ہے کہ اول قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر تمام اہل قبر کی روح کو ثواب بخشتا ہے۔ پھر اپنے کسی عزیز خاص یا کسی اہل اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر ایک ایک کو جدا جدا ثواب بخشتا ہے۔ تو کیا جدا جدا قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے سے اوس کے عزیز جیسے والدین و بھائی بہن وغیرہ کو کچھ ثواب یا فرحت بہ نسبت دیگر اہل قبور کے زیادہ ہوگا یا نہیں۔ اور اس جدا جدا قبر پر جانے سے والدین کا حق اور ولی کا مرتبہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۲) دوسرے یہ کہ قرآن مجید پڑھ کر بخشنے والے کو بھی کچھ ثواب ملے گا یا نہیں۔ کیونکہ زید کہتا ہے کہ جب پڑھ کر بخش چکے تو پھر ہمارے پاس کیا رہ گیا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هل جزاء الاحسان الا الاحسان تو کیا احسان کا بدلہ احسان بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) بلاشبہ اس صورت میں جس جس کے لئے جدا فاتحہ پڑھے گا اوسے ثواب زائد پہنچے گا اور فرحت زیادہ ہوگی۔ اور والدین واعزہ کی قبر پر جدا جدا جانے سے انس حاصل ہوگا۔ جیسے حیات میں۔ اور ولی کے مزار پر جدا حاضر ہونے میں اسکی خاص تعظیم ہے۔ جو ایک عام بات میں شامل کرنے سے نہیں ہوسکتی۔ زید کا یہ فعل بہت حسن ہے۔ مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ جس قبر کے پاس بالخصوص جانا چاہتا ہے اوس تک قدیم راستہ ہو۔ اگر قبروں پر ہو کر جانا پڑے تو اجازت نہیں۔ سرراہ دور کھڑے ہو کر ایک قبر کی طرف متوجہ ہو کر ایصال ثواب کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زید غلط کہتا ہے وہ دنیا کی حالت پر قیاس کرتا ہے۔ کہ ایک چیز دوسرے کو دیدیں۔ تو اپنے پاس ہی نہ رہے۔ وہاں کی باتیں یہاں کے قیاس پر نہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے اونکی روحیں شاد ہوں۔ اور یہ اون کے ساتھ نیکوکار لکھا جائے۔ اور دونوں کو پورے حج کا ثواب ملے۔ اور اوس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو۔ اسکی نظیر دنیا میں علم ہے کہ جتنا تقسیم کیجئے اوروں کو ملتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں گھٹتا۔ بلکہ بڑھ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶: از بنارس تھانہ بھیلو پورہ محلہ احاطہ روہیلہ۔ مرسلہ حافظ عبدالرحمن رفوگر۔ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون چیزیں پڑھا کریں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط حافظ صاحب کرم سلکم۔ مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو۔ اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے السلام علیك یاسیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درود غوثیہ تین بار۔ الحمد شریف ایکبار۔ آیۃ الکرسی ایک بار۔ سورۂ اخلاص سات بار۔ پھر درود غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔ نہ اوتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اوسے میری طرف سے اس بندہ

مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اوس کیلئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر اوسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از موضع سرنیا ضلع بریلی تحصیل بریلی۔ مسئولہ عبدالکریم صاحب۔ ۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ کفن میں تہبند و رومال سرمہ کنگھی وغیرہ کم کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ہو تو بہتر ہے۔ اور ہر روز خوراک پہ میت کے فاتحہ دلانا اور ہر جمعرات کو چند مسکین کو دعوت کرکے کھلانا۔ اور چالیس یوم تک ہر روز فاتحہ دلانا اور جمعرات کو فقیروں کو کھلانا اور چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اوس پر چادر رکھتے ہیں۔ کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں۔ اور اُس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں۔ اور جربس یعنی چانول میں شکر ڈال کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور حلوا روٹی یہ جربس برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شب برات و عرفہ تک اس میت کی فاتحہ علیحدہ ہوتی ہے۔ بعد عرفے شب برات کے یعنی شب برات کو شامل ہوتی ہے۔ اور برادری کو دعوت فاتحہ میت میں شامل نہ کریں۔ تو بہت برا مانتے ہیں۔ یہ رسمیں جو ناجائز ہوں وہ علیحدہ تحریر فرمائی جائیں۔

الجواب

مرد کیلئے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لئے پانچ۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں۔ اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔ ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا۔ اور ہر پنجشنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا۔ چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہوسکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں۔ اور اوس طرح روح نکالنا، محض جہالت و حماقت و بدعت ہے۔ ہاں فاتحہ دلانا اچھا ہے۔ شکر چاول مساکین کو تقسیم کرنا خوب ہے۔ مگر برادری میں موت کیلئے نہ بانٹا جائے۔ عرفہ تک یا بعد تک اگر الگ ہمیشہ فاتحہ دیں تو حرج نہیں۔ شامل نہیں تو حرج نہیں۔ یہ سمجھنا کہ عرفہ تک الگ کا حکم ہے پھر شامل کا یہ غلط و جہالت ہے میت کی دعوت برادری کیلئے منع ہے۔ اون کا برا ماننا حماقت ہے۔ ہاں برادری میں جو فقیر ہوں اوسے دینا اور فقیر کے دینے سے افضل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از کرتپور ضلع بجنور۔ مرسلہ طفیل احمد صاحب بجرابونی۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو طعام بہ نیت ایصال ثواب بروح مُرگان تقسیم کیا جاتا ہے اوسکو اغنیاء بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں۔ عام اموات مومنین کیلئے جو کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے۔ اوسمیں اور اس طعام میں جو انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے ارواح کیلئے ہدیہ کیا جائے کچھ ذاتی فرق ہے یا نہیں۔ برکت و عدم برکت کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصرف ایک ہوگا یعنی صرف فقراء کو دینا یا اغنیاء کیلئے بھی کھانا جائز ہوگا۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب

طعام تین قسم ہے۔ ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں۔ یہ ناجائز وممنوع ہے لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لافی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔ اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کیلئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے۔ فقراء اس کیلئے احق ہیں۔ اغنیاء کو نہ چاہیئے۔ تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثناء کیا جاتا ہے۔ اور فقراء و اغنیاء سبکو بطور تبرک دیا جاتا ہے۔ یہ سب کو بلاتکلف روا ہے۔ اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔ برکت والوں کیطرف جو چیز نسبت کیجاتی ہے اوسمیں برکت آجاتی ہے۔ مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں بصیب ہیں۔ ائمہ دین نے بسند صحیح روایت فرمایا کہ ایک مجلس سماع صوفیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نذر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بدرۂ زر رکھا ہوا تھا۔ حالت وجد میں ایک صاحب کا پاؤں اوس سے لگ گیا۔ فوراً رب العزت جل وعلا نے اون کا حال و لایت سلب فرمالیا۔ نسئال اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از الہ آباد۔ مسئولہ محمود ستری صاحب ۱۳۳۲ھ

اپنے بزرگوں کے نام پر کھانا پکوا کر اوسکو آگے رکھ کر، پانی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا جائز یا ناجائز۔ موافق حدیث شریف نیت گیارھویں شریف کرکے فاتحہ پیران پیر صاحب کی جائز ہے یا نہیں۔ کس کا طریقہ ہے یا سنت ہے۔ فقط۔

الجواب

اموات مسلمین کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کیلئے تصدق کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ اور اوس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے۔ اور دو چیزوں کا جمع کرنا زیادت خیر ہے اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے افضل الصدقۃ الماء۔ سب سے بہتر صدقہ پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا۔ ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے۔ اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے۔ اوکما قال صلے اللہ علیہ وسلم یوہیں گیارھویں شریف جائز ہے۔ اور باعث برکات اور وسیلۂ مجربۂ قضاء حاجات ہے۔ اور یہ جو گیارھویں کی تاریخ کی تخصیص تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے۔ جبکہ اوسے شرعاً واجب نہ جانے کما بیناہ فی فتاوٰنا وقد قال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوم السبت لا لک ولا علیک واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳: از شہر علی گڑھ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

مردہ کو جو پڑھ کر کلام مجید یا درود شریف یا کھانا مساکین کو کھلاویں۔ یا کپڑا خیرات کریں۔ تو اوسکا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور وہ کس صورت میں مردہ کو پہنچتا ہے۔ اور مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوس کے فلاں شخص یا عزیز نے بھیجا ہے یا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اگر معلوم ہوتا ہے تو کس طریقہ سے۔ فقط

الجواب

مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اوسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے حیات میں۔ تحفہ بھیجنے سے اوسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں عزیز یا دوست یا مسلمان نے بھیجا ہے۔ یہ سب مضامین احادیث میں وارد ہیں۔ جبینھا الامام الجلیل الجلال السیوطی فی شرح الصدور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۴: از شہر علی گڑھ۔ محلہ مدار دروازہ۔ مسئولہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارسی۔ ۴ ربیع الاول ۳۲ھ

زید تین مرتبہ یٰسین شریف اور ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ۔ تین مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک سو مرتبہ درود شریف اور اس کے علاوہ جو کچھ ہو سکتا ہے۔ پڑھ کر بخشتا ہے۔ اور دعا اسکے واسطے مغفرت کے کرتا ہے۔ وہ اسکو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور یہ دعا اور اسکا پڑھنا اسکی مغفرت کو کافی ہے یا نہیں۔ اگر کافی نہیں ہے تو موافق شرع شریف کے کوئی عمل یا دعا تحریر فرمائیے۔ تاکہ اسکے پڑھنے سے ہندہ کے مغفرت کو کافی ہو۔ فقط۔

الجواب

ثواب پہنچتا ہے۔ اور مغفرت باختیار خدا ہے۔ قل ھو اللہ شریف گیارہ بار کردے اور سورۂ ملک شامل کرے کہ وہ بالخصوص عذاب قبر سے بچانے کو اکسیر اعظم ہے۔ اس کا نام واقعہ مانعہ منجیہ ہے۔ حفاظت کرنے والی۔ عذاب دفع کرنے والی۔ نجات دینے والی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۵: از منڈی ہلدوانی۔ ضلع نینی تال۔ مرسلہ حفیظ احمد مستری۔ ۲۵ ربیع الآخر ۳۶ھ

ہندو میّت کے ثواب کیلئے میلاد شریف کے واسطے کچھ روپیہ دیوے تو اوس ہندو کے روپے سے میلاد شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

الجواب

ہندو سے روپیہ اس واسطے نہ لیا جائے۔ حدیث میں ہے انی نھیت عن زبد المشرکین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۶: از مراد آباد۔ مدرسہ اہلسنت بازار دیوان۔ مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی۔ بنگالی طالب علم مدرسہ مذکور۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ

(۱) گھر میں بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر ثواب رسانی کرنے سے زیادہ ثواب ہے یا قبرستان پر۔ اور فاتحہ پڑھنے کے وقت قبر پر پانی ڈالنا

(۲) اکثر مساجد بنگال میں دستور ہے کہ محلہ والے جمعہ کے دن چانول روٹی کھانے کی چیزیں پکا کر فاتحہ کے واسطے اور نمازیوں کو تقسیم کرنے کے لئے مسجدوں میں بھیجا کرتے ہیں۔ ان اشیاء موصوفہ کو کھانا نمازیوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان چیزوں کو مسجد کے اندر تقسیم کرنا چاہئے یا باہر۔ یا بالکل ممانعت کردیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ مسجدوں میں نہ بھیجا کرو۔

الجواب

(۱) قبرستان میں جاکے پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے کہ زیارت قبور بھی سنّت ہے اور وہاں پڑھنے میں اموات کا دل بھی بہلتا ہے اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے، رحمت الٰہی اترتی ہے۔ قبر اگر پختہ ہے اوس پر پانی ڈالنا فضول و بے معنی ہے۔ یونہی اگر کچی ہے

اور اوسکی مٹی جمی ہوئی ہے۔ ہاں اگر کچی ہے اور مٹی منتشر ہے۔ تو اوس کے جم جانے کو پانی ڈالنے میں حرج نہیں، جیسا کہ ابتدائے دفن میں خود سنت ہے (۲) بھیجنا جائز ہے اور جب کہ بھیجنے والے عام نمازیوں کے لئے بھیجیں تو سب کو کھانا جائز ہے اور اگر خاص مساکین کے لئے بھیجیں تو اغنیار کو ناجائز ہے۔ اور مسجد کے اندر کسی چیز کے کھانے کی غیر معتکف کو اجازت نہیں۔ بلکہ مسجد سے باہر کھائیں اسی کی تاکید کیجائے۔ اور بھیجنے سے ممانعت نہ کیجائے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۷۷ : از باگ ضلع اجھرہ۔ ریاست گوالیار۔ بمکان منشی اوصاف علی صاحب۔ مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ۔ ۱۲ر جمادی الاولٰے ۱۳۳۶ھ۔

(۱) کھانا و پانی سامنے رکھ کر اور اوس پر ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ دینا یہ طریقہ سنت سے ہے یا کیا (۲) جو کھانا بہ نیت خاص برائے ایصال ثواب خواہ بزرگان دین سے ہوں یا عام مسلمان پکوایا جائے تو اوس کھانے کو اغنیار کھا سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) کھانا یا پانی سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے (۲) اغنیار بھی کھا سکتے ہیں۔ سوا اس کھانے کے جو موت میں بطور دعوت کیا جائے وہ ممنوع و بدعت ہے اور عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم، برسی، ششماہی کا کھانا بھی اغنیار کو مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ : از ترپول سولول۔ ڈاکخانہ ہرول۔ ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ۔ مرسلہ عبدالحکیم صاحب۔ ۱۰ر جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کوئی آدمی کسی قبرستان میں ایک مسلمان قبر پر بزرگ سمجھ کر اوسکی قبر پر درگاہ بنا کر کوئی تاریخ مقرر کر کے ہر سال میلہ لگاتا ہے ہر پیر و جوان عورت واسطے عرض اپنے وہاں جمع ہوتی ہیں۔ بلکہ عورت مرد کا مجمع کثیر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے عہدہ دار مسلمان یا ہندو کو دعوت دیکر بلاتے ہیں۔ جس میں ڈھول باجے اور فونوگرام وغیرہ بھی بجتا ہے۔ اور عورت لوگ اس بزرگ کی قبر پر پھول، خفی، مرغ مرغی وغیرہ چڑھاتے ہیں۔ اور اوس قبرستان پر پیشاب پاخانہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا ہے۔ اوس درگاہ کی شرکت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اور شرکت کرنے والے کو برا سمجھیں یا اچھا۔ اور اس درگاہ کا متولی چھوٹی قوم ہے۔ مونچھ ڈاڑھی سے زیادہ رکھتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا مالا پہنتا ہے۔ اور ہاتھ میں لوہے کا چھڑا رکھتا ہے۔ اور لوگوں کو گالی فحش دیتا ہے اور لوگ جو شرکت کرتے ہیں اوسے بزرگ اور پیر سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ کی نماز پڑھنا جائز یا ناجائز۔ اسلئے دور رہنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

اولیائے کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اوس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہئے نہ کہ مجمع میں۔ بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا۔ اور فونو وغیرہ بجوانا۔ یہ سب گناہ و ناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اوسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ : از چمن سرائے سنبھل۔ مرسلہ احمد خانصاحب۔ ۸ر جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کہ عشرۂ محرم الحرام میں کھانے یا شیرینی یا مالیدہ یا شربت جس قدر میسر ہو، روبرو رکھ کر ہاتھ اُٹھا کر الحمد شریف۔ قل ھو اللہ شریف۔ درود شریف پڑھ کر یہ کہنا کہ نذر اللہ و نذر رسول میں اس کھانے اور جو کلام پڑھا ہے اوسکا ثواب بروح پاک جناب امامین و جمیع شہدائے دشت کربلا پہنچا تا بخشتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں اور یہ کھانا یا جو کچھ فاتحہ کا ہے یہ حق محتاجین ہے یا غنی بھی کھا سکتے ہیں۔ اور شریعت میں شرائط اور صفات محتاج کیا ہیں؟ اور جو شخص مسلمان ہو کر نذر و نیاز بزرگان دین کو حرام بتائے بلکہ یہ کہے کہ شربت سبیل جناب امام حسین علیہ السلام کا نعوذ باللہ مثل پے شاب ہے۔ ایسا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور سلام یا مصافحہ ایسے شخص سے کرے یا نہیں (۲) تیجہ دسواں۔ چہلم۔ ششماہی۔ برسی۔ جائز ہے یا نہیں۔ اور روحین ان ایام میں آتی ہیں یا نہیں۔ اور اپنے عزیزوں کا اُن کو علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور کھانا اون کی فاتحہ کا کس کس کا حق ہے؟ اور اگر فاتحہ دلانے والا خود محتاج ہے تو فاتحہ دلا کر خود کھالے اور بچوں کو کھلائے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور الفاظ ثواب رسانی کیا ادا کرے۔ اور اگر غنی فاتحہ دے اور ثواب پہنچائے بروح اموات تو ثواب کھانے اور فاتحہ کا فوراً اس میت کو پہنچے گا یا ایک عبادت کا۔ اگر محتاجین کو کھانا فاتحہ نہ دے تو نیت پر ثواب پہنچا یا نہیں۔ اگر محتاج ایسے نہ ملیں۔ جن پر شرائط محتاج ثابت ہوں تو پھر کھانا کسے دے۔ اور کہاں صرف کرے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضور کے صحابہ نے فاتحہ دی ہیں یا نہیں۔ اور تیجہ صحابہ میں ہوتا رہا یا نہیں (۳) قبر اہل اللہ پر شامیانہ چڑھانا یا شیرینی نزد قبر رکھ کر ایصال ثواب کرنا۔ یا چراغ نزد قبر جلانا یا عرس کرنا جائز ہے یا حرام ہے؛

الجواب

(۱) شیرینی وغیرہ پر حضرات شہدائے کرام کی نیاز دینا بیشک باعث اجر و برکات ہے۔ اور عشرۂ محرم شریف اوسکے لئے زیادہ مناسب۔ اور جبکہ وہ منت مانی ہوئی نہ ہو تو اغنیاء کو بھی اوسکا کھانا جائز ہے۔ وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں۔ مگر اوسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اسکے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم لے گا۔ غلط و باطل خیال ہے۔ فاتحہ پڑھ کر جب ایصال ثواب کا وقت جس میں دعا کیجاتی ہے کہ الٰہی یہ ثواب فلاں کو پہنچا۔ اُسوقت ہاتھ اُٹھانا چاہیئے کہ دعا کی سنت ہے۔ جس وقت تک قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ ہاتھ اوٹھانے کی حاجت نہیں۔ ہاں سورۂ فاتحہ شریف خود دعا ہے۔ یونہیں درود شریف۔ حدیث میں فرمایا افضل الدعاء الحمد للہ۔ اور قل ھو اللہ شریف ذکر حمد الٰہی ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں کل دعا ذکر۔ اور کل ذکر دعاء۔ تو وہ بھی دعا ہے۔ اس نیت سے اون کے پڑھتے وقت ابتدا ہی سے ہاتھ اوٹھائے۔ تو ضرور بجا ہے۔ اور اکابر کو ثواب رسانی میں بخشنے کا لفظ کہنا بیجا ہے۔ بخشنا بڑے سے چھوٹے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ایصال ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیئے۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اوسے نذر کیا جائے۔ ہاں نذر رسول اللہ کہنا صحیح ہے۔ معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اوسے عرف میں نذر کہتے ہیں۔ جیسے بادشاہوں کو نذر دیجاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں۔ اور تازہ ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب انسان العین فی مشائخ الحرمین حال سید عبد الرحمٰن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں۔ "از اطراف دیار اسلام نذورہا برائے وے

می آور دند جو مالک نصاب نہ ہو شرعاً اوسے محتاج کہتے ہیں۔ جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربت نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہوگا مگر وہابی۔ اور وہابیہ اصلا مسلمان نہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ۔ (۲) تیجہ۔ دسواں۔ چہلم وغیرہ جائز ہیں۔ جبکہ اللہ کے لئے کریں۔ اور مساکین کو دیں۔ اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں۔ فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔ حدیث میں ہے ما اطعمك ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة۔ ثواب رسانی میں کہے کہ الٰہی جو ثواب تو نے مجھ کو عطا فرمایا وہ میری طرف سے فلاں شخص کو پہنچا دے غنی ہو یا فقیر ہو۔ اگر صرف فاتحہ دے گا تو اوسی کا ثواب پہنچے گا اور صرف کھانا دے گا تو اوسی کا۔ اور دونوں تو دونوں کا۔ اور ثواب پہنچانا صرف نیت ہی سے نہ ہو بلکہ اوسکی دعا بھی ہو۔ یہ سوال کہ (اگر محتاج ایسے نہ ملیں جن پر شرائط محتاج شرعیت ثابت ہوں) خلاف واقع ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں محتاج نہیں۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایصال ثواب کیلئے حکم بھی دیا۔ اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا۔ اور آجتک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ تخصیصات عرفیہ جبکہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔ حدیث میں ہے صوم یوم السبت لا لك ولا علیك (۳) مزار اولیاء اللہ پر نفع رسانی زائرین۔ حاضرین کیلئے شامیانہ کھڑا کرنا۔ یونہی ان کے نفع کو چراغ جلانا۔ اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو۔ اور شیرینی پر ایصال ثواب۔ یہ سب جائز ہیں۔ اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اوسمیں حرج جبکہ لازم نہ جانے۔ چراغ کی تفصیل ہمارے رسالہ بریق المنار بشموع المزار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از پوسٹ فراش گنج۔ ضلع نواکھالی۔ ملک بنگالہ۔ ۱۰ ر جمادی الاولٰی ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ثواب رسانی کی نیت سے قرآن مجید پڑھ کر اوس پر اُجرت دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور ایک قرآن مجید پڑھ کے چالیس درم سے کم اُجرت لینا اور پڑھانیوالے کیلئے چالیس درہم سے کم اُجرت دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ثواب رسانی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ اور چالیس درہم اُجرت محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۸۱: از رائے بریلی۔ مدرسہ رحمانیہ۔ مرسلہ حافظ نیاز حسین صاحب۔ ۱۷ ر شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بوقت ایصال ثواب فلاں ابن فلاں کہنے کی ضرورت ہوگی یا محض اوس کا نام لے لینا کافی ہوگا۔ اگر ولدیت کے اظہار کی ضرورت ہوگی اور اوس سے لاعلمی ہے تو ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار کیا جائیگا (۲) بروز وفات جو کھانا اہل میت کے یہاں بطریق بھاجی بھیجا جاتا ہے اوسکو اہل میت کے اعزا، قریب یا اعزا، پڑوسی خواہ مرد ہوں یا عورت جو بعض مصروف تجہیز و تکفین رہتے ہیں۔ اور بعض اگرچہ اپنے یہاں کھانا پکا کر کھا سکتے ہیں۔ مگر عرفاً معیوب سمجھ کر محض بخیال ہمدردی اہل میت اوسکے شریک حال رہتے ہیں۔ اوس کھانے کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورت عدم جواز کھانا مکروہ ہوگا یا حرام۔ (۳) بروز سوم۔ دہم۔ چہلم۔ ششماہی وغیرہ جو کھانا بغرض ایصال ثواب پکا کر مساکین کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوسمیں بقدر ضرورت اضافہ کرکے علاوہ

مساکین کے دیگر اعزہ واحباب کو کھلایا اور اہل برادری میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یانہیں۔ بصورت جواز کتب فقہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا التقریب للسرور لا للحزن بصورت عدم جواز کھانا اوس کا مکروہ ہوگا یا حرام۔

الجواب

(۱) ایصال ثواب بذریعہ دعا ہے۔ اور دعا رب عزوجل سے۔ اور رب عزوجل بکل شیئ علیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ فلاں سے اسکی مراد وہ شخص ہے۔ ولدیت وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔ (۲) پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو بھیجنا سنت ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔ نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ اور اوسیں کھائیں۔ وبیان ذلک فی فتاوانا (۳) ایصال ثواب سنت ہے۔ اور موت میں ضیافت ممنوع۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔ روی الامام احمد و ابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ۔ جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعت قبیحہ کہا تو اوسکا کھانا بھی غیر مشروع و بدعت قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیت پر اعانت گناہ۔ قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲: ازجب والا ضلع بجنور۔ تحصیل دھامپور۔ مرسلہ منظور صاحب۔ ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کا تیجہ۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں متعین کرکے کرنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ایک اشتہار میں جو آپ کی جانب سے تھا۔ اور مشتہر اُس کے لعل خاں تھے دیکھا تھا کہ دسواں بیسواں متعین کرکے کرنا اور رسماً مروجہ بہتر نہیں۔ الفاظ اس کے بعینہ مجھے یاد نہیں۔

الجواب

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ اور یہ تعینات عرفیہ ہیں۔ ان میں اصلاً حرج نہیں۔ جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے۔ یہ نہ سمجھے کہ انھیں دنوں ثواب پہنچیگا آگے پیچھے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوم یوم السبت لا لک ولا علیک میرے فتاوی و رسائل مجلس مبارک کے استحباب اور ان اشیاء کے جواز سے مالامال ہیں۔ حامی سنت حاجی لعل خاں نے کوئی اشتہار اس مضمون کا نہ دیا۔ وہابیہ کا کوئی افترا آپ کی نظر پڑا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳: ازالہ آباد۔ مدرسہ سبحانیہ۔ دارالطلباء۔ مرسلہ محمد سعید الحسن صاحب۔ ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے یہ دستور مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ششماہی یا سالانہ یوم معین و تاریخ مقررہ پر اپنے پیر کا عرس ہوا کرے۔ لوگوں کو یہ کہتا ہے کہ جو شخص یہ عرس کرے اور عرس کی نیاز کردہ شیرینی کو کھائے گا۔ اوس پر بلاشبہ جنت مقام دوزخ حرام ہے۔ یہ کہنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام۔ اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسہ پر یہ حکم لگا سکیں۔ تو یہ تقول علی اللہ ہوا۔ اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عہدا۔ قال تعالٰی اتقولون علی اللہ مالا تعلمون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴: از اودے پور میواڑ۔ محلہ جھاوت دوڑی۔ مرسلہ فتح محمد رحیم بخش نعلبند۔ ۱۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

میرے آقا میرے ہادی۔ حضرت مولٰنا دام اقبالہ۔

(۱) متوفی کے نام پر دونوں وقت مساکین کو کھانا کھلانے اور خیر خیرات کرنیسے مرحومہ کو ثواب ملے گا یا نہیں۔ (۲) مرحومہ کے نام پر ایک پانی کا برتن پرندوں کے پانی پینے کے لئے رکھا ہے۔ اور انہیں اناج بھی ڈالا۔ اور مرحومہ کے نام پر کتے کو بھی روٹی ڈالنا اس کا بھی ثواب پہنچے گا یا نہیں۔ (۳) بیس ۲۰ روپے کے ہدیہ میں تیس پارے علیحدہ علیحدہ منگا کر مرحومہ کے نام پر مسجد میں نمازیوں کے پڑھنے کے لئے رکھا ہے اور فقیر و مساکین کو جوڑا کپڑا بھی دیا جائے تو ان کا بھی مرحومہ کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں (۴) مرحومہ کی قبر پر دونوں وقت پھول چڑھانا اور اگربتی جلانا اور فاتحہ پڑھنا اس سے بھی اسکو ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ اور میرے قبر پر جانے کا حال مرحومہ کو معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ (۵) اور میلاد شریف مرحومہ کے نام سے کرنا اس کا بھی ثواب ملے گا (۶) ربیع الآخر کے ماہ ختم ہونے کی پنجشنبہ چاند رات کی صبح کو انتقال ہوا۔ اور دو بجے دفن ہوئی۔ اور بعد مغرب تک قرآن پڑھنے والے کو جمعہ کو سپرد کرنے کے لئے بٹھا رکھا۔ اور یہ جمعہ میں شریک ہوئے یا نہیں (۷) مرحومہ کو شروع نو ماہ کا حمل تھا۔ خون جاری ہو کر انتقال ہوا۔ اور کفن پر بھی خون کا داغ تھا۔ گو میت کو غسل دیدیا تھا۔ مگر وقت دفن بھی خون کا داغ نظر آیا۔ اسکی نسبت کیا حکم ہے۔ (۸) مرحومہ میرے خواب میں آئیں۔ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے ہوئے نظر آئیں اور کسی روز خواب میں بنگلے بغیچے ہیں۔ بیٹھے ہوئے خوش و خرم دیکھنا اور مجھے صبر کے لئے کہنا اور مجھ سے اپنا حال ظاہر کرنا۔ یہ معاملہ کیا ہے؟ کوئی دن خواب میں نہیں ملتا۔

الجواب

اللہ تعالٰی مرحومہ کو جنت عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے۔ لاحول شریف ۶۰ بار پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پر دم کرکے پی لیا کیجئے مساکین کو کھانا کھلانا اور نیک نیت سے خیرات کرنا جسمیں نہ محتاج پر احسان رکھا جاوے نہ اوسکو تکلیف دیجائے۔ پرندوں کیلئے پانی رکھنا دانہ ڈالنا حتی کہ کتے کو روٹی دینا۔ مسکین کو کپڑا دینا۔ میلاد شریف پڑھوانا۔ یہ سب اجر و ثواب کی باتیں ہیں۔ ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے دنیا میں دوستوں کے تحفے ہدیے سے۔ ملئکہ ان ثوابوں کو نور کے طبق پر رکھ کر میت کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور اوس سے کہتے ہیں کہ اے گہری گور والے۔ یہ ثواب تیرے فلاں عزیز یا دوست نے تجھے بھیجا ہے۔ قرآن مجید کے پارے پڑھنے کیلئے مسجد میں رکھنے کا صدقہ جاریہ ہے۔ جبتک وہ رہیں گے اور پڑھے جائیں گے اس رکھنے والے اور میت کو ثواب پہنچیگا۔ اور کیسا ثواب پہنچیگا ہر حرف پر دس نیکیاں۔ اور صحیح حدیث میں فرمایا۔ میں نہیں فرماتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک الگ حرف ہے۔ لام الگ حرف ہے۔ میم الگ حرف ہے۔ میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے۔ وہ جبتک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے۔ اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اگر کی بتی

جلانا۔ اگر تلاوت قرآن کے وقت تعظیم قرآن عظیم کے لئے ہو۔ یا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں۔ اون کی ترویح کے لئے ہو تو مستحسن ہے ورنہ فضول و تضییع مال۔ میت کو اوس سے کچھ فائدہ نہیں۔ قبر مسلم پر جو زیارت کیلئے جاتا ہے میت اوسے دیکھتا ہے اور اسکی بات سنتا ہے۔ اگر دنیا میں اوسے پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا ہے۔ کہ میرا فلاں عزیز یا دوست میرے پاس آیا۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا جانتا ہے کہ ایک مسلمان آیا اور ثواب رسانی کرتا ہے۔ جمعہ کو سپرد کرنا کوئی چیز نہیں۔ نہ غیر جمعہ میں مرنے والے کو اوس سے جمعہ مل سکے حمل میں انتقال شہادت ہے۔ صحیح حدیث میں فرمایا المرأة تموت بجمع شھید۔ خواب بہت اچھا ہے۔ ان شاء اللہ اون کے لئے دلیل مغفرت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ : از بنارس کچی باغ۔ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

دستور ہے کہ اغنیاء قرآن خوانی کے واسطے بلائے جاتے ہیں۔ اور اون کی دعوت دیجاتی ہے۔ کیا ان اغنیاء کو بعد قرآن خوانی دعوت طعام جہلم جائز ہے۔ اور یہ فعل شرعًا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

موت میں دعوت بے معنی ہے۔ فتح القدیر میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لافی الشرور۔ اغنیا کا اسمیں کچھ حق نہیں اور اگر نبظر المعھود عرفا کالمشروط لفظا وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ کھلانے والا جانتا ہو اون کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے۔ تو آپ ہی حرام ہے۔ کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لاتشتروا بایتی ثمنا قلیلا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶ : از مراد آباد۔ محلہ اصالت پورہ۔ مسئولہ کار د علی صاحب۔ ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا قرآن شریف کا قبر پر بیٹھ کر جائز ہے یا نہیں۔ و نیز قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

قبر کے سامنے بیٹھ کر تلاوت کیجائے۔ حفظ خواہ قرآن مجید دیکھ کر۔ اوسکی رحمت اترتی ہے۔ اور مردہ کا دل بہلتا ہے۔ مگر قبر پر بیٹھنا جائز نہیں کہ میت کی توہین و ایذا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ : از لکھنؤ۔ محلہ فرنگی محل۔ احاطہ حیدر جان طوائف۔ بر دوکان ہیرم سوختنی۔ مسئولہ زین العابدین۔ ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع اعظم گڈھ کے قرب و جوار میں یہ رسم قدیم میت کے ایصال ثواب کے واسطے جاری تھی۔ کہ ورثاء میت جہلم تک قرآن خوانی کراتے تھے اور بعد اختتام میعاد قرآن خوانی کی اُجرت بصورت نقد و پارچہ اور اثنائے قرآن خوانی میں کھانا دیا کرتے تھے۔ اب چند لوگ دیوبندے تعلیم پاکر اسی ضلع میں آئے ہیں اور ہم لوگوں کے طریقہ مستمر ایصال ثواب کو ممنوع و ناجائز کہتے اور فعل عبث قرار دیتے ہیں۔ پس علمائے اہلسنت و جماعت سے استدعا ہے کہ طریقہ مروجہ ایصال ثواب عند الشرع جائز

جائز و درست ہے یا ممنوع۔ اور میت کو ثواب قرآن خوانی و کھانا وغیرہ کا ملتا ہے یا نہیں۔ بینوا۔ توجروا۔

الجواب

دیوبندی عقیدہ والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں۔ اور فرمایا ہے من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان کی کوئی بات نہ سنی جائے نہ ان کی کسی بات پر عمل کیا جائے۔ جبتک اپنے علماء سے تحقیق نہ کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالدیں اور ان کا بتایا ہوا کوئی مسئلہ اگر صحیح بھی نکلے تو اوس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ عالم ہیں۔ یا ان کے اور مسائل بھی صحیح ہونگے۔ دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جسکی کوئی نہ کوئی بات صحیح نہ ہو۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کی یہ بات صحیح ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں۔ کیا اس سے یہود کیا اور نصرانی سچے ہو سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الکذوب قد یصدق۔ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔

دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے ہی سے جلتے ہیں۔ فاتحہ، سوم، دہم، چہلم سب کو حرام کہتے ہیں۔ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ میت کو قرآن خوانی و طعام خورانی دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔ تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے۔ جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔ ہاں قرآن خوانی پر اُجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لئے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اوس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اُجرت بلاشبہہ جائز ہے کہ اوس کے وقت کے مقابل ہے۔ نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ واللہ تعالے اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ : از شہر محلہ بہاری پور۔ مسئولہ عبدالجبار صاحب۔ ۲۳ محرم ۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف پڑھ کر یا زیارت قبور و ختم تہلیل کر کے جس میں ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے۔ اُجرت لینا جو حرام ہے وہ قطعی حرام ہے یا نہ (۲) بلا تعین اُسی وقت اگر قاری کو کچھ دیدیا جائے وہ بھی حرام ہے یا نہ۔ اور اُجرت یا شبہہ اُجرت میں داخل ہے لہٰذا المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے یا نہ۔ بینوا۔ توجروا۔

الجواب

(۱) تلاوت و تہلیل میں اُجرت لینا ضرور حرام ہے۔ اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اوسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔ (۲) جبکہ عادات و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اوسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اُجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے۔ مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کردے تو مشروط نہیں رہے گا۔ مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔ یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اوسکے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دیدیں اُجرت میں داخل نہ ہوگا۔ لان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ : از ایرایاں۔ محلہ سادات۔ ضلع فتحپور۔ مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب۔ ۲۲ محرم ۳۹ھ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سوم ودہم و چہلم میت کے کھانا جو پکتا ہے اسکو برادری کو کھلائے اور خود جاکر کھائے تو جائز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین روز کے اندر میت کے گھر کا نہ کھائے۔ بعد کو جائز ہے۔ یہ تفریق صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو وجہ ما بہ الفرق ارشاد ہو (۲) مقولہ طعام المیت یمیت القلب مستند قول ہے۔ اگر مستند ہیں تو اسکے کیا معنی ہیں؟

الجواب

(۱) سوم۔ دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے۔ کما فی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے انہا بدعۃ مستقبحۃ لانہا شرعت فی السرور لا فی الشرور تین دن تک اوسکا محمول ہے۔ لہذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے (۲) یہ تجربہ کی بات ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں اون کا دل مرجاتا ہے۔ ذکر و طاعت الٰہی کے لئے حیات و چستی اوسمیں نہیں رہتی۔ کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے لئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں۔ اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل۔ اور اوسکی لذت میں شاغل واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ : از پیلی بھیت۔ محلہ پکریا۔ متصل ستی ڈاکخانہ۔ مسئولہ ملا لطیف احمد سوداگر لکڑی۔ ۲۷ صفر ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آٹا جو روزمرہ پکانے کو نکالا جاتا ہے۔ اوسمیں سے ایک چٹکی نکال کر جمع کیجائے جب تیس دن مہینے کے پورے ہوجائیں اور گیارھویں شریف کا دن آئے تو اس آٹے جمع کئے ہوئے پر گیارھویں شریف کی فاتحہ درست ہے یا نہیں۔ اور روزمرہ ایک چٹکی آٹا برائے فاتحہ گیارھویں شریف جائز ہے یا نہیں۔ اگر روزمرہ چٹکی نکالنا ناجائز ہے تو دوسرا طریقہ کون سا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ طریقہ بہت برکت کا باعث ہے۔ اور اسمیں آسانی رہتی ہے۔ روز کے آٹے میں سے ایک چٹکی نکالنا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ مہینہ بھر بعد ایک مقدار معتد بہ ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ : از شہر بانار بانس منڈی۔ بمعرفت عبدالحکیم طالب علم۔ مدرسہ منظر الاسلام۔ ۲۷ محرم الحرام ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گیارھویں شریف کو منع کرے اوسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور گیارھویں شریف کا کرنا سنت ہے یا مستحب۔ اگر سنت ہے تو زائد ہے یا موکدہ۔ اور سنت سے کون سی سنت مراد ہوگا۔ آیا سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سنت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور جیسے گیارھویں شریف کو ہم لوگ گیارہ تاریخ میں ضروری سمجھتے ہیں یہ سمجھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر گیارہ تاریخ کے بجائے بارہ یا تیرہ کو کرے تو ہوگی یا نہیں۔ اور ایسے ہی تیجے کو یا چہلم کو ایک دن یا دو دن آگے پیچھے کرنا۔ تو کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو جیسے ہم لوگ کرتے ہیں کہ تیسری کو تیجا اور گیارہ تاریخ کو گیارھویں اور چہلم کو چہلم کرنا ضروری ہے یا نہیں اور بتاسے اور ریوڑی وغیرہ سامنے لانے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور بغیر لانے کے نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں اور چند سورہ جو مروجہ ہیں اون کے علاوہ اور کوئی سورہ شریفہ پڑھ کر فاتحہ و نیاز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل بالجزیل

الجواب

یہاں گیارھویں شریف کو منع کرنے والے نہیں۔ مگر وہابی یا رافضی اور دونوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ گیارھویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے۔ اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب ہے سنت ہے اور سنت سے مراد سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے۔ یہ۔ ہم لوگ۔ کہنا اپنی تہ میں وہابیت کا فریب رکھتا ہے۔ سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارھویں تاریخ ہونا شرعاً واجب نہیں جانتا۔ اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے۔ اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام جبکہ اوسے شرعاً واجب نہ جانے۔ مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر پیر کو نفل روزہ رکھتے کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا۔ یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذ اللہ حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا یہی حال تیجے اور چہلم کا ہے۔ روٹی کھاتے وقت روٹی کو سامنے لانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پیٹھ کے پیچھے بھی رکھ کر کھا سکتے ہیں۔ اور سر پر رکھ کر بھی توڑ سکتے ہیں۔ مگر وہابیہ بھی التزاماً سامنے ہی رکھ کر کھاتے ہیں۔ کیا یہ شرعاً فرض واجب ہے۔ وہابیہ کے نزدیک جو واجب نہ ہو اوسکے التزام سے شیطان کا حصہ آجاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ وہابیہ شیطان کا حصہ کھاتے ہیں۔ ایصال ثواب میں کوئی سورہ شرعاً معین نہیں۔ اور بلا اعتقاد وجوب معین کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۲: از شہر کوٹہ راجپوتانہ۔ محلہ لارڈپورہ۔ معرفت گانس بہرو۔ مسئولہ الٰہی بخش صاحب۔
۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ۔

حضور مولانا صاحب واقعات کو بغور ملاحظہ فرماویں۔ مسجد کے پیش امام کو محلہ میں ایک جگہ پر فاتحہ و ایصال ثواب کو بلائے گئے۔ چند عورتیں تھیں۔ گھر کا دروازہ بند کر کے کہا بیوی صاحبہ کی فاتحہ پڑھ دو۔ ملاں جی نے کہا کہ پردہ کر کے یا کپڑے سے بند کر کے دلانا، یہ عورتوں کا مسئلہ ہے شریعت میں ایسا نہیں ہے۔ خیر کپڑا ڈال دو۔ مگر کھانا تو سامنے رکھو۔ خیر بند کر کے بھی کھانا سامنے نہیں رکھا گیا۔ تھوڑا سا دروازہ کھولا گیا۔ پردہ کر دیا گیا۔ ملاں جی نے فاتحہ پڑھ دی۔ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تھی۔ اب بیوی کی پڑھو۔ اور اسی طرح سے علی کی پڑھ دینا۔ ملاں جی ناراض ہو کر بولے کہ تم خلاف قاعدہ اور خلاف اصول شرع فاتحہ دلاتی ہو اس طرح سے میں نہیں دے سکتا۔ میرے عقیدے میں خلل ہوتا ہے۔ میں اپنا اسلام نہیں بیچ سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر مکان پر چلے آئے۔ بعد میں ایک عورت نے ملاں جی کو بہت سخت ا ت کہا اور لعن طعن کی۔ انہوں نے صبر کیا۔ دلی مطلب ملاں جی کا یہ تھا کہ سلف سے جو طریقہ فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کا چلا آتا ہے اور تمام بزرگان دین ایصال ثواب کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ بات ہونا چاہئے۔ نئے نئے طریقے کیوں نکالتی ہو۔ جس پر اس عورت کے بعض عزیز بھی ملاں جی پر ناراض ہوئے۔ یہ واقعات ہیں۔

(۲) یہ عورتیں حضرت بی بی فاطمہ خاتون جنت کی فاتحہ پردہ ڈال کر یا کپڑا ڈال کر امہات المومنین حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور جملہ پیغمبروں کی بیویوں علیحدہ دلاتی ہیں۔ اور چند قیدیں لگاتی ہیں۔ کہ سوائے شوہر والی کے بیوہ یا عقد ثانی والی یا مرد یہ کھانا نہ کھاویں۔ آیا اس کا ثبوت کہیں شریعت سے ملتا ہے یا کیا۔ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

۳۔ حضور کی نیاز یا صحابہ کی نیاز بھی پردہ کرکے یا کپڑا اڈال کر دلانے کا کہیں حکم ہے۔ یا ویسے ہی لغو ہے۔ اور جو لوگ امام مسجد یا کوئی دوسرا شخص کسی کے کہنے سے اس کام کو نہ کرے تو کیا وہ مستحق لعن ہے۔ جیسا ہو ویسا بحوالہ کتاب تحریر فرمائیں۔

۴۔ یہاں پر اکثر شب برات یا عید بقرہ یا عید الفطر یا شادی بیاہ دیگر خوشی کے وقت دودھ روٹی یا تھوڑا تھوڑا کھانا الگ الگ رکھ کر فاتحہ دلاتی ہیں۔ اور کہتی ہیں اس پر میرے دادا کی یا باپ کی یا فلاں کی دیدو۔ شرع شریف میں یہ بات جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

۱۔ فاتحہ و ایصال ثواب کیلئے کھانے کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں۔ یہ اوس پیش امام کی غلطی تھی۔ اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں۔ اونھیں اس سے باز رکھا جائے۔ پیش امام اور عورتیں دونوں اپنی اپنی غلطی سے توبہ کریں۔ اور جس عورت نے پیش امام کو سخت وسست کہا وہ اس سے معافی مانگے (۲) یہ محض بے ثبوت اور نری اختراعی باتیں ہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ ان غلط خیالوں کو مٹائیں (۳) کسی نیاز پر پردہ ڈالنے کا کہیں حکم نہیں اور جو امام ایسا نہ کرے اوس نے اچھا کیا۔ اس وجہ سے اوس پر لعن سخت حرام ہے۔ ایسی لعنت خود لعنت کرنے والے پر پلٹتی ہے۔ (۴) ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز۔ اور جدا جدا دلائیں تو جائز۔ جیسے حیات دنیا میں لاجناح علیکم ان تاکلوا جمیعا واشتاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر محلہ ذخیرہ۔ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۔ ۱۷ رجمادی الآخر

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے ان کے کھانے کو بعض شخص مکروہ جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے تو اون کو کیا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے کہتے ہیں۔ ایک موضع میں ان سوم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دیدیتے ہیں۔ وہاں یہی رواج ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ لہذا ان کلمہ طیبہ کے پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا چاہیئے یا نہیں۔ کیا یہ گناہ ہے بینوا توجروا

الجواب

یہ چیز غنی نہ لے۔ فقیر لے۔ اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اوسکا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو اسکا دینا گناہ گناہ گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور لیلئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے۔ فقیر وغنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴: از بھیرہ ضلع شاہ پور۔ ملک پنجاب۔ ملتانی دروازہ۔ مسئولہ فضل حق صاحب چشتی۔ ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء المتصدرین کنز الہدایہ والیقین۔ شیخ الاسلام والمسلمین مولنا المفتی العلامۃ الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب مظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گیارھویں شریف کس چیز پر دینی افضل ہے۔ چاول یا حلوا وغیرہ۔ اور کن کن لوگوں میں بانٹنی چاہیئے۔ آپ بھی تبرک چکھنا چاہیئے یا نہیں۔ اور کسی پیر صاحب یا سید صاحب کو اسمیں سے حصّہ دینا چاہیئے یا نہیں۔ ایک مسجد میں چند ایک اصحاب مل کر گیارھویں پکاتے ہیں تو کیا وہ گیارھویں شریف پکی ہوئی مسجد کے نمازیوں میں بانٹنی چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصّہ پھینکا نہ جائے۔ جیسے زردہ۔ یا حلوہ یا خشکہ۔ یا وہ پلاؤ جسمیں سے ہڈیاں علیحدہ کرلیگئی ہوں بانٹنے کا اختیار ہے جس سنی مسلمان کو چاہے دے اگرچہ غنی ہو اگرچہ سید ہو۔ اور خود بھی تبرکًا کھائے تو حرج نہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے فتاوی میں لکھا ہے۔ نیاز کا کھانا تبرک ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر شرعی منت مانی ہو تو اوسمیں سے نہ خود کھا سکتا ہے نہ کسی غنی یا سید کو دیسکتا ہے وہ غیر ہاشمی فقرائے مسلمین کا حق ہے۔ اور بدمذہبوں خصوصًا وہابیوں رافضیوں کو دینا جائز نہیں۔ چندے والے جس نیت سے پکائیں اوسمیں صرف کریں۔ اگر خاص نمازیوں کیلئے پکائی ہے تو صرف اُنھیں کو دیں۔ اور سب کے لئے۔ تو سب کو۔ ہاں کافر کو دینا جائز نہیں۔ جیسے بھنگی۔ چمار۔ وہابی۔ رافضی۔ قادیانی۔ ہاں جسکی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہونچے جیسے تفضیلیہ اوسے دینے میں حرج نہیں۔ اور سنی کو دینا افضل۔ حدیث میں ہے لایاکل طعامك الاتقی۔ تیرا کھانا نہ کھائے۔ مگر پرہیزگار۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵: از بغداد شریف۔ آمرڈ کارٹینک کور۔ مسئولہ علی رضا خان فٹرمستری۔ ۷ رمضان ۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فاتحہ دلانا شرع سے جائز ہے یا نہیں۔ کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے یہ ثابت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ما لہ جعل ثوابھا لغیرہ وان نواھا عند الفعل لنفسہ لظاھر الادلۃ رد المحتار میں ہے سواء کانت صلاۃ اوصوما اوصدقۃ اوقراءۃ اور جس طرح مدارس، اور خانقاہیں اور مسافرخانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان اون کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے۔ یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دیجاتی ہے۔ جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا۔ دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گڑھے گا۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶: از شفاخانہ فریدپور۔ ڈاک خانہ خاص۔ اسٹیشن بھتبرپور۔ ضلع بریلی۔ مسئولہ عظیم اللہ کمپاؤنڈر ۷ رمضان ۳۹ھ۔

(۱) زید کو گیارھویں شریف کس طریقے سے کرنی چاہیے۔ آیا اُسکو دل میں یہ نیت یا خیال کرنا چاہیے یا سمجھنا چاہیے کہ یہ کھانا اللہ تعالٰی کے لیے کرتا ہوں۔ اور جو کچھ ثواب مجھ کو ملے وہ ثواب گیارھویں والے میاں صاحب کو پہنچے یا اس خیال اور نیت سے کرے کہ یہ کھانا میں گیارھویں شریف والے میاں صاحب کو کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے خوش اور راضی ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے یا مجھ کو اس کا اچھا بدلہ دیں گے۔ اس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز (۲) فاتحہ دینا کس طریقہ سے جائز ہے۔ کھانے کے اوپر فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز۔ جس کھانے پر زید کو فاتحہ دینا ہے اُس کو تناول کرنے کے بعد یعنی کھانا کھا چکنے کے بعد فاتحہ دینا جائز ہے یا ناجائز (۳) زید کے پاس ایک شخص تین جگہ تباسے لایا۔ کہ ایک پر اللہ رسول کے نام کی فاتحہ دیدو۔ دوسری جگہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی۔ تیسری جگہ محلہ میاں صاحب کی۔ بعد فاتحہ کے ان تباسوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں (۴) امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا شربت کرنا اور پینا جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو کس طریقہ سے کرنا اور پینا چاہیے۔ اور کیا نیت ہونا چاہیئے۔

الجواب

(۱) یہ دو طریقے نہیں بلکہ ایک ہی طریقہ ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کیلئے ہونے کے یہ معنی نہیں کہ خود یہ کھانا حضور کے واسطے ہے۔ بلکہ قطعًا ثواب ہی مراد اور اُن کی رضاجوئی اور اون سے حسن جزا اور نیک دعا کی طلب۔ ان میں سے کوئی بات شرعًا ممنوع نہیں (۲) کھانے پر فاتحہ جائز ہے۔ قبل کھانے کے بھی اور بعد بھی۔ اور قبل دینے میں ایصال ثواب میں تعجیل ہے اور تعجیل خیر خیر ہے۔ (۳) فاتحہ بمعنی ایصال ثواب ہے۔ اور اللہ عزوجل کے نام کی فاتحہ ہونا بےمعنی ہے۔ وہ ثواب سے پاک ومنزہ ہے۔ باقی یہ تین متفرق فاتحہ ہونے نے تباسوں کو کیوں ناجائز کردیا (۴) نیت ایصال ثواب کی ہو اور ریا وغیرہ کو دخل نہ ہو۔ اوس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں۔ شربت کریں اور عرض کریں کہ الٰہی یہ شربت ترویح روح پاک حضرت امام کیلئے کیا ہے۔ اس کا ثواب انھیں پہنچا۔ اور ساتھ فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو اور افضل پھر مسلمانوں کو پلائیں۔ اور من واذی سے بچیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷

از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی۔ مسئولہ حکیم محمد حسن۔ ۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سوم کے چنوں کا کھانا علاوہ چھوٹوں کے بڑوں کو بھی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ چنے فقراء ہی کھائیں۔ غنی کو نہ چاہیئے۔ بچہ ہو یا بڑا۔ غنی بچوں کو اُن کے والدین منع کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸

از سہسوان ضلع بدایوں۔ مسئولہ سید پرورش علی صاحب۔ یکم ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابر میں ایک شخص سورۂ اخلاص وفاتحہ ومعوذتین وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتا ہے۔ یا اللہ ان آیات کا ثواب روح مقدس حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین اور اولیائے اُمت اور آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے اس وقت تک جو مسلمان مرے ہیں۔ اور جو یہاں مدفون ہیں سب کی ارواح کو پہونچے یا پہنچا دے۔ اسکی اصلاح فرمائی جائے۔

الجواب

اس میں اتنا اور اضافہ کرنا انسب ہے کہ جتنے مسلمان مرد و عورت اب موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں اُن سب کی روح کو پہنچادے۔ اوسے تمام مومنین و مومنات اولین و آخرین سب کی گنتی کے برابر ثواب ملے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزاپور۔ مرسلہ منشی آدم۔ غرّہ ربیع الاوّل شریف ۱۳۴۰ھ

ما تقولون یا علماء الفحول فی ھذہ المسئلۃ کافر مات واراد وارثہ ان یطعم اطعاما للمسلمین ھل یجوز الاکل للمسلمین ام لا۔

الجواب

لا ینبغی لھم ان یجیبوا لانھا ان کانت ضیافۃ فالضیافۃ فی الموت من النیاحۃ روی الامام احمد و ابن ماجۃ بسند صحیح عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ وان کانت بزعمہ صدقۃ مع انہ لا صدقۃ من کافر ولا لکافر ففیہ ازدراء بالمسلمین لانہ یعد نفسہ الخبیثۃ متفضلۃ علیھم بالتصدق وایاھم اکلی صدقتہ والید العلیا خیر من الید السفلی ولا ینبغی لید کافر ان تکون علیا بل الاسلام یعلو ولا یعلی ھذا ما ظھر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۰: از کلی ناگر۔ پرگنہ پورن پور۔ ضلع پیلی بھیت۔ مکان علن خاں نمبردار۔ مرسلہ اکبر علی شاہ۔ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرے اور اس کے گھر والے چہلم کا کھانا پکائیں۔ اور جو برادر یا غیر ہوں۔ اون سے کہیں کہ تمھاری دعوت ہے تو وہ دعوت قبول کیجائے یا نہیں۔ اور کھانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ عرف عام پر نظر شاہد کہ چہلم وغیرہ کے کھانے پکانے سے لوگوں کا اصل مقصود میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ اسی غرض سے یہ فعل کرتے ہیں۔ ولہذا اوسے فاتحہ کا کھانا۔ چہلم کی فاتحہ وغیرہ کہتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں "وارد ست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی می برد وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید۔ ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند" اور شک نہیں کہ اس نیت سے جو کھانا پکایا جائے مستحسن ہے۔ اور عند التحقیق صرف فقرا ہی پر تصدق میں ثواب نہیں بلکہ اغنیا پر بھی مورث ثواب ہے۔

حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی کل ذات کبد حرّی اجر ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی جس زندہ کو کھانا

کھلائے گا۔ پانی پلائے گا ثواب پائے گا۔ اخرجہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ واحمد عن عبداللہ بن عمرو وابن ماجۃ عن سراقۃ بن مالک رضی اللہ عنہم۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا فیما یاکل ابن اٰدم اجر وفیما یاکل السبع اجر والطیر اجر جو کچھ آدمی کھا جائے اوسمیں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اوسمیں ثواب ہے۔ جو پرند کو پہونچے اوسمیں ثواب ہے۔ رواہ الحاکم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما وصحح سندہ بلکہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما اطعمت زوجک فھو لک صدقۃ وما اطعمت ولدک فھو لک صدقۃ وما اطعمت خادمک فھو لک صدقۃ وما اطعمت نفسک فھو لک صدقۃ جو کچھ تو اپنی عورت کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے بچوں کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ اور جو کچھ تو خود کھائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔ یعنی جب کہ نیت محمود اور ثواب مقصود ہو۔ اخرجہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالٰی عنہ

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے صرح فی الذخیرۃ بان التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر۔ درمختار میں ہے۔ الصدقۃ لارجوع فیھا ولو علی غنی لان المقصود فیھا الثواب اسی طرح ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ مجمع بحار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داؤد سے ہے۔ الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعھا کذلک فانھا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلاخلاف اور مدار کار نیت پر ہے انما الاعمال بالنیات تو جو کھانا فاتحہ کیلئے پکایا گیا۔ بلاتے وقت اُسے بلفظ دعوت تعبیر کرنا اس نیت کو باطل نہ کرے گا۔ جیسے کسی نے اپنے محتاج بھائی بھتیجوں کو عید کے دن کچھ روپیہ دل میں زکوٰۃ کی نیت اور زبان سے عیدی کا نام کرکے دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ عیدی کہنے سے وہ نیت باطل نہ ہوگی کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب۔ معہذا اپنے قریبوں عزیزوں کے مواسات بھی صلہ رحم وموجب ثواب ہے۔ اگرچہ وہ اغنیاء ہوں وقد عرف ذلک فی الشرع بحیث لایخفی الا علی جاھل۔ اور آدمی جس امر پر خود ثواب پائے وہ کوئی فعل ہو اُس کا ثواب میت کو پہنچا سکتا ہے۔ کچھ خاص تصدق ہی کی تخصیص نہیں کما تبین ذلک فی کتب اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی۔

امام عینی بنایہ میں فرماتے ہیں الاصل ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما اوصدقۃ او غیرھا ش کالحج وقراءۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتٰی وجمیع انواع البر والعبادۃ کالزکوٰۃ والصدقۃ والعشور والکفارات ونحوھا اوبدنیۃ کالصوم والصلوٰۃ والاعتکاف وقراءۃ القراٰن والذکر والدعاء اومرکبۃ منھما کالحج والجھاد وفی البدائع جعل الجھاد من البدنیات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولھذا لایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ما عملہ من ذلک الی اٰخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا اھ ونقلنا عبارۃ الشرح بطولھا لما فیھا من الفوائد۔ یوں بھی اوس نیت محمودہ میں کچھ خلل نہیں۔ اگرچہ افضل وہی تھا کہ

صرف فقرا پر تصدق کرتے کہ جب مقصود ایصال ثواب تو وہی کام مناسب تر جس میں ثواب اکثر و وافر۔ پھر بھی اصل مقصود مفقود نہیں۔ جبکہ نیت ثواب پہنچانا ہے۔ ہاں جسے یہ مقصود ہی نہ ہو بلکہ دعوت و مہمانداری کی نیت سے پکائے جیسے شادیوں کا کھانا پکاتے ہیں، تو اوسے بیشک ثواب سے کچھ علاقہ نہیں۔ نہ ایسی دعوت شرع میں پسند نہ اُس کا قبول کرنا چاہئے۔ کہ ایسی دعوتوں کا محل شادیاں ہیں نہ غمی۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ جس طرح میت کے یہاں روز موت سے عورتیں جمع ہوتی ہیں اور اُن کے کھانے دانے پان چھالیا کا اہتمام میت والوں کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ کھانا فاتحہ و ایصال ثواب کا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی دعوت و مہمانداری ہے کہ غمی میں جس کی اجازت نہیں۔ کما بیناہ ذلک فی فتاوٰنا۔

یوہیں چہلم یا برسی یا ششماہی پر جو کھانا بے نیت ایصال ثواب محض ایک رسمی طور پر پکاتے اور شادیوں کی بھاجی کی طرح برادری میں بانٹتے ہیں۔ وہ بھی بے اصل ہے۔ جس سے احتراز چاہئے۔ ایسے ہی کھانے کو شیخ محقق مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔ آنچہ بعد از سالے یا ششماہی یا چہل روز در دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند اھ ھکذا نقل عنہ شیخ الاسلام فی کشف الغطاء۔ خصوصاً جب اُس کے ساتھ ریا و تفاخر مقصود ہو۔ کہ جب تو اس فعل کی حرمت میں اصلا کلام نہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن طعام المتباریین ان یوکل قال المناوی ای المتعارضین بالضیا فتہ فخرا وریاء لانہ للریاء لا للہ۔ یعنی جو کھانے تفاخر و ریا کیلئے پکائے جاتے ہیں۔ اون کے کھانے سے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اخرجہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما باسناد صحیح۔ مگر بے دلیل واضح کسی مسلمان کا یہ سمجھ لینا کہ یہ کام اس نے تفاخر و ناموری کے لیے کیا ہے جائز نہیں کہ قلب کا حال اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ اور مسلمان پر بدگمانی حرام ھذا ھو بحمد اللہ القول الوسط لا وکس فیہ ولا شطط وان خالف من فرط فی الباب ومن افرط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: از کرہ ڈگسائی ضلع شملہ بمعرفت کمال الدین مرچنٹ۔ مرسلہ حبیب اللہ۔ ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ کھانے کے اوپر کلام الٰہی یعنی الحمد اور قل ھو اللہ پڑھنا منع ہے۔ اور پڑھنے سے طعام حرام ہوجاتا ہے لہذا اُمیدوار ہوں کہ کلام الٰہی سے کھانا کیوں حرام ہوگیا۔ اور کلام الٰہی کیا ایسا خراب ہے جس کے پڑھنے سے حلال چیز حرام ہوجائے۔

الجواب

فاتحہ بیشک جائز ہے۔ وہ مسلمان میت کو نفع پہونچاتا ہے۔ اور فرض کے بعد کوئی چیز مولےٰ تعالےٰ کو اس سے زیادہ پسند نہیں کہ مسلمان کو نفع پہنچایا جائے۔ حدیث میں ہے من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفع دوسری حدیث میں ہے احب الاعمال الی المولٰی تعالٰی ادخال السرور فی قلب المسلم جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے۔ وہ کذاب ہیں شرع مطہر پر افترا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ایسے لوگ فلاح نہ پائیں گے اون کے لیے سخت عذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے

اون پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ اتیان الارواح لدیارھم بعد الرواح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۰۲: ۱۳ شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے۔ بعد اُس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں۔ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے۔ اور اگر آتی ہے تو منکر اُس کا گنہ گار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں: "مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میت نفع می کند اورا بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است دراں احادیث صحیحہ خصوصاً آب وبعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ ودعا۔ ودر بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ۔ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یانہ۔" واللہ تعالٰی اعلم۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتٰی علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں: "درغرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ وروز عید وروز عاشورہ وشب برات پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندا می کند ہر یکے بآواز بلند اندوہ گین اے اہل واولاد من ونزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ۔" اسی میں ہے: "شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعفے نیست۔" اکثرے کا لفظ صریح دلالت کررہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں۔ تو صاحب ماتہ مسائل کا مطلقاً اسکی طرف نسبت کرنا کہ "این روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند" کذب وافترا ہے یا جہل واجترا۔ اور استناد کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا مرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب ماتہ مسائل سے یہاں واقع ہوا۔ جہل شدید وسفہ بعید ہے۔ حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے۔ غیر عقائد و احکام حلال وحرام میں، حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ وجمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل

الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے۔ کہ یہ سب مسائل ادنٰی طلبہ علم پر بھی روشن ہیں۔ اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بین و مبرہن ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگان خاندان دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ رابعہ اور اُن سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے۔ جیسا کہ ان کتب کے ادنی مطالعہ سے واضح و مبین ہے۔ ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر و سجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض و یتفسح فیھا۔ بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا۔ تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذامات المؤمن یخلی بہ یسرح حیث شاء۔ جب مسلمان مرتا ہے اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔ ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما باہم ملے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں کہا نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔ ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ اُنھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد و ابوبکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت و نفس الکافر فی سجین بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی، قال بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔ رجح ابن البران ارواح الشھداء فی الجنۃ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا۔ راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر۔ جہاں چاہے آتی جاتی ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تحول الی حیث شاءت بیشک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتے میں لکھتے ہیں۔

"ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین وآسمان وبہشت ہر جاکہ خواہند می روند"۔ خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر وافجاؤا الی مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم بعض علمائے محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتیں اور پھیلتی ہیں، پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولاتنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز وشب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ سے مہر کرو۔ ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ۔ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برات ہوتی ہے۔ اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں، ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔ اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال وحرام کا۔ ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں۔ نہ کہ اس قدر کثیر ووافر۔

امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء زیر دعائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذالک سندًا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اُسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے۔ کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں۔

باقی رہا ضلال حال کے شیخ الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔ یعنی اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بھی صحیح وصریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں۔ تو وہ حدیثیں بھی اُن کے دھرم میں مردود ہونگی کہ ان روایات میں عمل نہیں بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد یہی اعجوبہ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے۔ سخت جہالت فاحشہ ہے۔ اقول۔ اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اُسے نفیاً و

اثباتًا کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہونا فی یا مثبت کسی پر اس نفی واثبات کے سبب حکم ضلالت وگمراہی محتمل نہ ہو، ب باب عقائد میں داخل ٹھہرے۔ جسمیں احادیث بخاری ومسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں۔ تو اولًا سیر ومغازی ومناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤخورد و دریا بُرد ہوجائیں۔ حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے۔ لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا اس بحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ملاحظہ ہو۔ یہیں دیکھیے رثائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے۔ جسمیں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی۔

ثانیًا: علم رجال بھی مردود ہوجائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل وفضل۔ عمل تو غیر قطعیات سب باطل ومہمل۔ ثالثًا۔ دو تہائی سے زائد بخاری ومسلم کی حدیثیں محض باطل ومردود قرار پائیں۔

رابعًا عقائد واعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے۔ کہ احکام حلال وحرام میں کیا اعتقاد حلت وحرمت نہیں لگا ہوا ہے۔ اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لئے بخاری ومسلم کی حدیثیں مردود۔ اور جب حلال وحرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں۔

خامسًا: بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم۔ حالانکہ ان میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سفیہ خود مقبول مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب یہ جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادسًا۔ اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انھوں نے بخاری ومسلم بھی مردود کردیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے۔ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔

سابعًا: ختم الہٰی کا ثمرہ دیکھیے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں۔ اور وہیں وہیں اوسی موقع میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل وبے سند حکایت بے سند لایا۔ کہ شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حالانکہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضًا ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "این سخن اصلے ندارد۔ وروایت بداں صحیح نشدہ است"۔

غرض محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو۔ بخاری ومسلم بھی مردود۔ اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل وبے سند وبے سروپا حکایت مقبول ومحمود۔ اور پھر دعوی ایمان وامانت ودین ودیانت بدستور موجود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال وحرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیئے اُس کے لیے اتنی سندین کافی و وافی۔ منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اُس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور عامہ مسائل سیر ومغازی واخبار وفضائل ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے۔ اور اگر دعوائے نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم وثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے۔ بالفرض اگر اُن روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم وستم۔ آنے کے بارے میں تو اتنی کتب وعلماء کی عبارات اتنی روایات ہیں بھی نفی وانکار کے لیے کون سی روایت ہے۔ کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل وغلط ہے۔ تو ادعائے بے دلیل محض باطل وذلیل۔

کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا آنا اگر باب عقائد سے ہے تو نفیاً واثباتاً ہر طرح اسی باب سے ہوگا۔ اور دعویٰ نفی کے لیے بھی دلیل قطعی درکار ہوگی۔ یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجت دلیل مفقود۔ ولکن الوھابیۃ لا یعقلون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط

رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان ٭ علمہ البیان ٭ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما فزان ٭ وجعلہ مظھر الصفات الرحمٰن ٭ ولم یجعلہ معدا وما بفناء الابدان ٭ والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان ٭ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان ٭ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ٭ سیدنا ومولٰنا محمد الناقذ حکمہ فی عوالم الامکان ٭ وعلٰی آلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان ٭ الحی المنعم فی القبر المکرم بفضل المنان ٭ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شھادۃ یجتبی بھا وجہ الدیان ٭ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ شھادۃ نوردنا موارد الرضوان ٭ فصلی اللہ وسلم وبارک وانعم علی ھذا الحبیب القریب المنتھی البعید المرتقی الرفیع المکان ٭ وعلٰی آلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان ٭ وعلینا معھم وبھم ولھم یا جلیل الاحسان ٭ وجمیل الامتنان آمین آمین الٰہ الحق آمین ۱

امابعد! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں۔ تنقیح مسئلہ علم و سماع موتی۔ وطلب دعا بمشاہد اولیاء میں جنھیں افقر الفقراء احقر الوریٰ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری برکاتی بریلوی اصلح اللہ عملہ وحقق املہ نے اوائل ماہ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگ تحریر دیا۔ اور بلحاظ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات سے مسمّی کیا۔ اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہ نے چند کلمے مسمّی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال[۱۳۰۰] جمع کیے تھے۔ اون کے اکثر مطالب ومضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع وفصول میں مندرج ہوئے۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم وسماع موتیٰ کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف وکرامات پائندہ اور اُن کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبّوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری۔ والحمد للہ القدیر الباری۔

یہ رسالہ حق سے متصل باطل سے منفصل مقدمہ وسہ مقصد وخاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل ط

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الاخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق واظہار ادعائے طلب تحقیق فقیر کے پاس آیا۔ صورت سوال یہ تھی (مسئلہ ۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا۔ اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدہ درگاہ کبریائی آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیل رسول[۱] مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ ودرود شریف پڑھا۔ اور پیشتر میں پڑھا۔ یوں مزارگاہ میں جانا اور دعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں زیادہ والسلام۔ فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلۂ مخادیم کا جواب مزین بمہر ودستخط جناب تھا۔ جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی درجہ شائبہ شرک قرار دیا۔ اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحاب قبور کے انکار سماع بلکہ استحالہ وامتناع سے کام لیا۔ تحریر شریف یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اسمیں شک نہیں کہ زیارت قبور مومنین خاصہ بزرگان دین اور پڑھنا درود شریف اور سورہ فاتحہ وغیرہ کا اور ثواب خیرات اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے۔ جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔ نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگان اہل قبور کو خطاب طلب دعائے حاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہۂ شرک نہیں۔ کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات

---

[۱] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اور بصارت صور محال۔ اگرچہ بعض اموات کو بوجہ[1] قطع تعلق از مادہ زیادت[2] ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں۔ کہ بلا توجہ خاص جس کا انکشاف حال خارج از علم زائر اور بحیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ بروقت دعا زائر کے وہ بزرگ اسکی دعا کو سن لیں جب زائر بلا حصول علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے۔ اور نہیں ہے یہ اعتقاد مگر شرک۔ اور ادنی درجہ شائبہ و شبہہ شرک تو ضرور رہا۔ جس سے احتراز و اجتناب لازم وواجب۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے۔ سورۂ یوسف میں وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اور حدیث شریف میں ہے من حلف بغیر اللہ فقد اشرک اور اس حرمت کا سبب سوائے اسکے نہیں کہ حالف کی اس قسم غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ جو معنًا شرک ہے واللہ تعالٰی اعلم

مہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ تر حیرت یہ ہوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافات محدثہ میں آج تک نظر سے نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں۔ بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائق انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اون رسم ملا نویوں کہ طرز ارشاد فریقین کے مضاد پھر سراپا ناتمامی تقریب وناکامی مدعا۔ واجنبیت دلیل و بے تعلق دعوے اگرچہ حضرات نجدیہ کا قدیمی دستور۔ مگر فضیلت سے نہایت دور فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور ولہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور مگر اظہار حق بنص قرآن ضرور اور حدیث صحیح میں الدین النصح لکل مسلم ماثور۔ میرا قصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ و تنقیح بازغ سے کام لوں۔ اور تفصیل جامع و تحریر لامع سے اختتام دوں کہ

---

[1] عجیب لطیفہ غیبی اقول وباللہ التوفیق۔ ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخن حق اون کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ بوجہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہب حق کی وجہ موجہ ظاہر کردی میں عرض کروں۔ جب زیادت ادراک کی وجہ علائق مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل کہ موت خود اسی قطع تعلق مادی کا نام ہے۔ تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ تمام اموات کو حاصل ہونا چاہیئے اور بیشک ایسا ہے اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے بعد کا ادراک بہ نسبت ادراک حیات کے صاف تر اور روشن تر ہے۔ مقصد ۲ آخیر میں اسکی بعض تصریحیں آئیں گی۔ زیادہ نہیں تو نوع دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہوجائے۔ منہ

[2] مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲ مقصد ۲ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۵ میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اوس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللہ تعالٰی بعض اولیائے کرام کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے۔ مولوی صاحب کے لفظ بیان ایسے واقع ہوئے جو اقرار و انکار دونوں کا پہلو دیں خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساغت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم ہمیں مضر نہیں۔ نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے۔ کما ستری ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ

براہین اثبات کا حصر وافی ہو۔ ازاحت شبہات کا احاطہ کافی ہو۔ مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے متزلزل دوٗ اور اکثر اوہام جو اودھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور تو مجھے بہت کفایت مؤنت وکمی مشقت ہوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریر خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں۔ گزارش کرکے چند آثار واحادیث، واقوال علمائے قدیم وحدیث وبندے بحث اصل مدعا یعنی ارواح طیبہ سے طلب دعا اور بعد وصال اون کا فیض ونوال لکھ کر ختم کلام کروں اور بقیہ تحقیقات باہرہ وتدقیقات قاہرہ جو بحمد اللہ حاضر خاطر بندۂ قاصر ہیں۔ انھیں بشرط جواب مولوی صاحب دور آئندہ پر محول رکھوں۔ باانیہمہ یہ مختصر رسالہ انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اوس پر مع اون کے اصل مذہب[1] کے چار سو وجہ سے دار وگیر۔ واللہ المعین وبہ استعین

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

اور اس میں دوٗ نوع ہیں۔ **نوع اوّل**۔ اعتراضات مقصودہ میں۔ شاید مولوی صاحب نام اعتراضات سے ناراض ہوں لہذا مناسب کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض　ہوں **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دکھینی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محال عقلی یا شرعی یا عادی برتقدیر اوّل۔ کاش کوئی برہان قاطع اُس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالٰے قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو۔ اگر کہیے نہ تو ان اللہ علی کل شیئ قدیر کا کیا جواب۔ اور فرمائیے ہاں تو استحالہ کہاں۔ برتقدیر ثانی آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار وسماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظ شریفہ ملحوظ خاطر رہیں۔ برتقدیر ثالث، عادت اہل دنیا مراد یا عادت اہل برزخ۔ درصورت اول کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عائق برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے۔ اہل دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرق عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں۔ حتی کہ کفار بھی، احادیث نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورت دوم جناب نے یہ عادت اہل برزخ کیونکر جانی اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہوا تو ارشاد ہو۔ آور ماموں کہ دعوے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اول راد کہ محال عقلی صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محال شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ برشق ثالث اوسکا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محال عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالات عقلیہ کا اعتقاد تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محال عقلی بین الفساد ولعبارۃ اخری

---

[1] اصل مذہب سے کبراے مذہب مولویصاحب کی نصرتیں مراد ہے۔ کہ بشت جماد ہے۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اوضح واجلی. جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادت ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں، تو باذن اللہ دعائے زائرسُن سکتے ہیں. میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اقادر ہے یانہیں کہ یہ قوت اونھیں ہر وقت کے لیے بخشے[1] برتقدیر انکار سخت مشکل. افعیینا بالخلق الاوّل. درصورت اقرار، میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں. میں جانتا ہوں ہاں نہ کہیے گا اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی. اوس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا. اور جس کی حقیقت شرک نہیں اوسکا گویا شائبہ کیونکر ہوا۔

سوال (۳) کیا آدمی اوسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو. باقی کو حرام سمجھے یا صرف اُمید کافی اگرچہ علم نہ ہو. درصورت اولٰے واجب کہ نماز وروزہ اور تمام اعمال حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اوسکے اعمال قطعًا مقبول. درصورت ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ دعائے زائرسُن لیں تو وہاں کرم الٰہی سے ہر وقت اُمید وتوقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سننے پر بھی جزم نہیں. پھر کلام کیوں کر ناروا ہوسکتا ہے. جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظ خاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں. وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے. اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حال خانہ پر اطلاع ووقوف ہے یانہیں. اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیا، کو سمیع وبصیر علی الاطلاق مانا، یوہیں آپ نے[2] ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں. سادووں کو علیم وخبیر علی الاطلاق جانا والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی. اور اگر فرمائیے نہ تو جبکہ سائل بلا حصول علم مرتکب سوال ہوتے ہیں. آپ کے طور پر گویا اہل بیوت کو معطی وقدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں. یا نہیں. برتقدیر اول واجب ہوا کہ سوال شرک ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ وشبہہ شرک ضرور ہو. حالانکہ بہت اکابر علما، واولیا نے وقت حاجت اوس پر اقدام فرمایا ہے. حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمت عرفان وجلالت شان آفتاب نیمروز سے اظہر ہنگام فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئًا للہ فرماتے. یوہیں سید الطائفہ جنید بغدادی کے اُستاد حضرت ابوحفص حداد وحضرت ابراہیم ادہم. وامام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقت ضرورت شرعیہ سوال منقول. نقل کل ذٰلک العلامۃ المناوی فی التیسیر[3] کتب فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے. معاذ اللہ. یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا. برتقدیر ثانی

---

[1] اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز وتقدیر ہے. تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اوس کلام کی کیا گنجائش ہے. یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیئے. ۱۲ منہ

[2] تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقض اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم وخبر مطلق نہ فقط اوتنا سمع وبصر مطلق. ۱۲ منہ

[3] تحت قولہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ

زائر بیچارہ بلاحصول علم سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کہ وہاں جاکر جس وقت بات کیجیے سن لے۔ اسقدر سے اوسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جاکر جب کسی نے بات کی ہے، آپ کے کان تک پہونچی ہے اور فرمایئے تو مزار پر جاکر کلام کرنے سے سمیع علی الاطلاق جاننا کیونکر سمجھا گیا۔

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ یا وصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود و امکنہ دنیا بدرجہ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اوس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار و ابن عساکر و ابو القاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سنا ان للہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زاد الی یوم القیامۃ) فما من احد یصلی علی صلاۃ الا ابلغنیھا۔ بیشک اللہ تعالٰے کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں ای قوۃ یقتدر بھا علی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی فی ای موضع کان۔ یعنی اللہ تعالٰے نے اوس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اوسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں کی آواز ہو۔ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی۔ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثروا الصلاۃ علی فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذلک الملک یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰے نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے۔ جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے۔ اللھم صل و بارک علی ھذا الحبیب المجتبی و الشفیع المرتجی وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلاۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ آمین آمین الٰہ الحق آمین ؎

جاں میدہم درآرزو اے قاصد آخر باز گو   در مجلس آں نازنیں حرفے کز ما میرود

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضران مزار کی بات سننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا کہ بارگاہ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دنیا کی آوازیں سنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں

نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے۔ نہ اُسکی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذراسی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے، ماقدروا اللہ حق قدرہ۔

سوال (۷) کیا بات سننے کے لئے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں۔ اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد۔ ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا۔ عموم واطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار جو رُویت مخاطب سے حاصل۔ یا بصر مطلق علی الاوّل ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوق الٰہی بہری اور کسی بات کا سننا کسی غیر خدا کے لئے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں یا ہر ذی سمع بصیر علی الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹) اون اولیا کی زیادت ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سن لیں تو اوسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم تو دونوں صورت میں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے۔

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآن عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام وخطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہوا ہو، جو ایسا کرتا ہے گویا اصحاب قبور کو سمیع یا بصیر علی الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحت استدلال انھیں اُمور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ میں مقامات متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور فرلور ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال (۱۱) سورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اوسکا ترجمہ ومطلب میں کیوں عرض کروں۔ مولوی اسمٰعیل سے سنیے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔ "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں۔ یعنی اکثر لوگ جو دعوٰے ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں"۔ انتہی۔ خدارا اس میں مزارات اولیاء پر جانے یا اون سے کلام وخطاب کرنے کا کونسا حرف ہے۔ استغفر اللہ! نام کو بو بھی نہیں۔ تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اوس آیت نے جناب کا کونسا دعوٰے ثابت کیا یا حضار مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے توسیط عقول حق ہے۔ ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اوس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزوجل پر افترا۔ فان الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اور اللہ تعالٰی پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ از انجملہ ہے۔ سورۂ انعام میں ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون۔ یا نصرانی کہے انکار تثلیث گناہ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت اور آیت الٰہیہ کی تکذیب موجب عذاب شدید۔ فرقان حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے۔ سورۂ عنکبوت میں وما یجحد بایٰتنا الا الظّٰلمون ارشاد فرمایئے۔ کیا ان

تقریروں سے اون کی استدلال تام ہوگئی ۔ اور اون کے جھوٹے دعوے معاذ اللہ قرآن عظیم نے ثابت کردیے حاش للہ ، واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔ میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلان وبہمان کی طرح آیات الٰہیہ کو اون کے موقع ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے ورنہ حضرات منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور بہت اچھی طرح پیش ہوسکتی ہے ۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل و موقع سے تعلق رکھتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اہل قبور سے کافر لوگ نااُمید ہو بیٹھے ۔ اب غور کرلیا جائے کہ کون لوگ اہل قبور سے اُمید رکھتے ہیں ۔ اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

صنف آخر من ہذا النوع

یہاں اون اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصول علم ارتکاب سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا ہارے درجے شائبہ شرک میں گرفتار ہوئے ۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہیں ۔ بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود و ازانجا انجذاب دریوزہ کند اقول اولاً ۔ جناب کے نزدیک مزارات اولیا سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے ۔ افسوس وہاں تو اون سے دعا منگوانا شرک ہوا جاتا تھا ۔ یہاں خود اون سے بھیک مانگی جاتی ہے ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہیں معقول کہ وہ اسکی غرض سنے اور اُسکی طرف توجہ کرے ۔ ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا ۔ مگر آپ فرماچکے کہ توجہ خاص کا انکشاف حال خارج از علم زائر و بجیز اختیار پروردگار عالم ہے ۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے ، بے حصول علم مرتکب سوال کا ہے اوس نے گویا اہل قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ۔ یا نہیں ۔ اور شاہ صاحب یہ شرک خالص یا شائبہ شرک تعلیم کیا یا نہیں ۔ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہوا یا نہیں ۔ بینوا توجروا ثالثاً : اونہوں نے مزار پر جاکر گدائی تو پیچھے بتائی ۔ پہلے گھر ہی بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرائی ہے ۔ اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہوگیا ۔

سوال (۱۳) اونھیں شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی ؎

آنانکہ زاد ناس بہیمی جستند ۔۔۔ بالجۂ انوار قدم بپیوستند!
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ۔۔۔ دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اسکی شرح یوں کی ۔ یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلیغ دارد ۔ اقول کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلاحصول علم اُن کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہوگئے ۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں ۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں ۔ اس سے یہی بہتر کہ

کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنف نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد و کبرائے منکرین سے ہیں۔ شفاء العلیل میں کہتے ہیں۔ مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے۔ گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح اور یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے۔ یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اوس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو۔ اسکی دل پر آہ ملخصاً۔ اقول اولاً اس ندائے یا روح کا حکم ارشاد ہو۔ ثانیاً یہ سائلان فیض جو بتقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب چاہا بلاحصول علم قبور کے سامنے یا روح یا روح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم تباً جتا کر مشرک ہوئے یا نہیں۔

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادت ادراک ملنی لکھی ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اولیان تحصیل مطالب کمالات باطنی از انہا مینمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند۔ کہیے زیادت ادراک مسلم۔ مگر توجہ خاص کا انکشاف حال تو خارج از علم طالب و بحیز اختیار پروردگار عالم ہے۔ پھر اوسی لوگ جو بلاحصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اون لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذاللہ بذریعہ شرک ملتی ہے۔ کیوں کر صحیح و مقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے روحی فیض ہے اوران کو بایزید بسطامی کی روحانیت سے، اوراون کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے۔ اھ نقلہ البلهوری فی شفاء العلیل۔ ثانیاً۔ ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اون سے مانگتے اور پاتے ہیں، ملحوظ خاطر رہیں۔ کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ۔ کہا سچ اگرچہ برا مانیں ناواقف

ع۔ الناس اعداء لما جهلوا

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

سوال (۱۶) اوسی تفسیر عزیزی میں دفن کو نعمت الٰہی ٹھہرا کر اوسکے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں۔ از اولیائے مدفونین انتفاع و استفادہ جاریست۔ اقول۔ انتفاع تک خیر تھی کہ بے قصد منتفع بھی ممکن استفادہ نے غضب کر دیا۔ کہ وہ نہیں۔ مگر طلب فائدہ۔ پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا۔ کہ بندگان خدا بے حصول علم مرتکب سوال ہو کر معاذاللہ مشرک ہوتے ہیں۔ ثانیاً۔ لفظ جاریست پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں۔ مگر مسلمانوں میں جاری ہونا۔ اور جو مسلمانوں میں جاری ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اون کی نسبت منقول ہند و عرب و ولایت میں ایسا متبع کتاب

سنت نہیں۔ بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے۔ اھ ملخصا مترجما۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔ نسبت بآنجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد۔ وفقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد۔

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں۔ یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
ز انگشت یداللّٰہی امیر المومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند۔ اھ۔ اقول اولاً۔ جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہ مشکلکشائی کی طرف توجہ کرتے تھے۔ اونھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا کرم اللہ وجہہ الاسنے اس وقت میری طرف متوجہ ہیں۔ یا میری طرف توجہ سے التفات فرمائینگے ثانیاً۔ یونہیں جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مرتکب عرض و توجہ ہو کر اُنھوں نے جناب اسد اللّٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا۔ اور حضرت کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔ ثالثاً۔ مزار پر جا کر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضور مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سناتے ہیں اون کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔ رابعاً۔ اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اون جہال کے وہم کا جو نیاز کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے اور اسی بنا پر فاتحہ فاتحہ حضرات اولیاء کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔ خامساً۔ یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کیلیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباع شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق سرے سے متبع سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راساً مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے۔ وہ بھی اس شرک عالم گیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں وایضا تادب شیخنا عبدالرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد شفاء العلیل اس کا ترجمہ یوں کیا "اور ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے۔ اپنے نانا شیخ رفیع الدین کی روح سے"۔ اور حاشا یہ فیض یوں نہ تھا کہ اودھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل: می فرمودند مرا در مبدء حال بمزار شیخ رفیع الدین اتفقے پیدا شد۔ آنجا میر فستم و بقبر شان متوجہ میشدم الخ۔ یارب جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ و مشائخ سب گرفتار شرک ہوئے یہ کہ اونھیں کے خوشہ چین اونھیں کے نام لیوا اون کے مداح اون کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے۔ ع وحسن نبات الارض من کرم البذر

صنف آخر من ھذا النوع

اس میں وہ سوالات مذکور ہونگے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی۔ ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کر کے ارشاد ہو جائے کہ کلمات علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنون احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیش نظر رہیں کہ اس حرمت کا سبب سوا اسکے نہیں الخ

سوال ۲۱۔ اعتقاد نفع وضر پر کس قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت آیا لغۃ اوسکے معنے سے یہ امر مفہوم یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم۔ کہ آدمی اوسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضر کی اُمید رکھے۔

صدر اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے کما رواہ النسائی وغیرہ[1] اُس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ بینوا توجروا۔

سوال (۲۲) غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اوس صورت میں کہ اوسے نفع وضر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید۔ پکے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے اٰباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے اون میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔ اور فرماتا ہے وما ھم بضارین بہ من احدٍ الا باذن اللہ وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہونچا سکینگے بے حکم خدا کے۔ صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔ امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں من ضارّ ضار اللہ بہ ومن شاقّ شق اللہ علیہ جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالٰے اوسے نقصان پہونچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا۔ اللہ تعالٰے اوسے مشقت میں ڈالے گا۔ حاکم کی حدیث میں ہے مولٰے علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا بلٰی یا امیر المؤمنین یضر وینفع۔ کیوں نہیں اے امیر المؤمنین یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہونچائے گا۔ الحدیث۔ بر تقدیر ثانی۔ واقع ونفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں۔ اور ہرگز اون کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع وضر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغۂ جعدی رضی اللہ عنہ

---

[1] ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ

کے اس قول کے کیا معنی ہیں ؎ لعمری وما عمری علی بھین ؛ لقد نطقت بطلا علی الاقارع اور جناب کے نزدیک اوس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وغیرہما پیشوایان دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھائی مروی۔ کہ خادم حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) غیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر یہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع وضرر رسان جانتا ہے۔ بگمان جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی۔ حالانکہ اوسکے دل کا حال خدا جانے۔ اب اون کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع وضرر رسان بلکہ مالک نفع وضرر بتائیں۔ اور وہ بھی کسے اوس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسوں خران بے عقل نے اوسے پوجا ہو۔ وہ کون فرعون بے عون۔ نسئال اللہ عن حال الصون۔ شاہ عبد العزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ تعظیم بادشاہ صاحب اقتدار کہ مالک نفع وضرر باشد فی الجملہ وجہ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت وحمق ضرب المثل است ﷺ وجہ شایان تعظیم نیست۔

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلب دعا کو اعتقاد نفع وضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اوسے یوہیں فرض کر کے گزارش کرلوں کہ دعا منگوانے میں تو وہ اعتقاد نفع وضرر نکالا۔ جو معنّی شرک۔ حالانکہ وہ خود اون سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر (۱) اون کے مزارات عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اون سے بھیک مانگنا (۲) یاروح یاروح پکار کر اون کے فیض کا منتظر رہنا (۳) اپنی مشکلوں کا اون سے حل چاہنا (۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اون کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنف سابق میں منقول ہوئے اون میں کتنا اعتقاد نفع وضرر ثابت ہوتا ہے اور (۵) لفظ انتفاع واستمداد تو خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقاد نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں انصاف کیجیے تو دعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے اگر سبب ظاہری ومظہر عون باری جانا تو خالص حق اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلب دعا کہ وہاں نفس کلام مطلوب منہ کی غلامی وبندگی اور حضرت غنی جل جلالہ کیطرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہم استقلال سے اوس کا اجتماع محال کما لا یخفی علی اولی النہی۔ باانیہمہ اگر یہ شرک ہے تو اوس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ع ضاق عن وصفکم نطاق البیان۔

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہوئی تو اوس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دعا کے لیے کہنے میں بھی اوسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معنًا شرک ہے (۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دعا چاہی۔ جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے ارشاد فرمایا لاتنسنا یا اخی من دعائك اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھول جانا۔ رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

احمد و ابن ماجہ کی روایت میں ہے فرمایا اشرکنا یا اخی فی صالح دعائك ولا تنسانا. بھائی اپنی نیک دعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا. اور بھول نہ جانا۔ (۲) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی. جب دفن میّت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسئل اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اُس کے ثابت رہنے کی دعا مانگو کہ اب اوس سے سوال ہوگا۔ رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ (۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی. سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ. جب تو حاجی سے ملے سلام و مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دعا اُس سے منگوا کہ وہ بخشا ہوا ہے (۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا فمن لقیہ منکم فلیامرہ فلیستغفر لہ تم میں جو اسے پائے اپنے لیے اوس سے دعائے بخشش کرائے اخرجہ مسلم والبیہقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ. ایک روایت میں ہے. حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہوا اون سے دعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والا ہے. اخرجہ الخطیب وابن عساکر (۵) حسب الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اون سے دعا چاہی. اخرجہ ابن سعد والحاکم وابو عوانۃ والرویانی والبیہقی فی الدلائل وابو نعیم فی الحلیۃ کلھم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ (۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلب دعا کا حکم تھا. دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دعا کرائی اخرجہ ابن عساکر (۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسند صحیح[1] بطریق ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالك الدار رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں. قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[2] الی قبر النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق اللہ لامتك فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرھم انھم سیسقون الحدیث. یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا. ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزار اقدس حضور بیکسان صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ اپنی اُمت کے لئے اللہ تعالٰی سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں. رحمت عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اون صحابی کے خواب میں تشریف لائے. اور

---

[1] نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواہب ۱۲ منہ

[2] ہو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواہب۔

ارشاد فرمایا. عمر کے پاس جاکر اوسے سلام پہونچا. اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا چاہتا ہے. شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کر کے کہتے ہیں۔ رواہ ابو عمر فی الاستیعاب۔

تنبیہ نبیہ: یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلب دعا میں۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مقصود بیان ہے. ان شاء اللہ تعالیٰ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو بات شرک ہے اس میں کچھ احیا واموات وانس وجن وملائک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں۔ کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امور شرک میں حیات وموت سے تفرقہ۔ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوۂ قدیمہ ہے۔ دائرۂ عقل وشرع دونوں سے خروج کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں۔ صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر ہی کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مردے زندے کسیکی حلال نہیں۔ یوہیں اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا۔ بلکہ یقینًا احیاء سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی۔ کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مردے سب ایک سے۔ ولہٰذا شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا اگر این معنی کہ در امداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا در حالت حیات نیز واین ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین عزیز یہ نکتہ بہت بکار آمد ہے۔ اور اکثر اوہام وشبہات کا رد۔ فاحفظ تحفظ وتحظی من الرشد بادنی حظ۔

نوع دوم۔ مخالفات مولوی صاحب وہم مذہبان مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہب منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہ عدیدہ واصول وفروع طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہل حق سے بعض باتوں میں گو نہ موافقت فرمائی ہے۔ پھر بھی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب اون مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں۔ نہیں۔ بلکہ بہت وہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں۔ کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھیے تو یہیں کتنے مسائل نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ زیارت قبور مومنین خاصۃً بزرگان دین مندوب ومسنون ہے یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق۔ مگر صاحب مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ اونھوں نے جو قسم زیارت شرعًا بلا کراہت جائز مانی اوس میں مزارات عالیہ حضرات اولیاء اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال۔ دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است۔ پھر اوس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اولٹی ترقی معکوس کر کے فرمایا۔ بلکہ از زیارت قبور اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل میگردد

مطلب یہ کہ جس[1] فائدہ کے لیے شرع نے زیارت قبور جائز کی ہے، وہ مزارات اولیا میں ہرگز ایسا نہیں جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے، تو آدمی کو چاہیئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقت زیارت قبور، درود وفاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب ومسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن وحدیث سے درود وفاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں۔ یا قرون ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں۔ ورنہ مذہب واستنان درکنار اُصول طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود وفاتحہ دونوں کا معًا پڑھنا مذکور تھا۔ اور اوسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فردًا فردًا ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں۔ تو اصول طائفہ پر ہیأت اجتماعیہ محل کلام رہے گی۔ اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا۔ یا تسلیم فرمایئے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں۔ جبتک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں۔ نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزارات متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع ومشہور۔ تو اُصول طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں۔ اذان دادن بعد از دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنت نیست وانچہ معہود از سنت نیست بموجب روایات کتب فقہ مکروہ می باشد۔ وعبارۃ الکتب ھذا ویکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر و

---

[1] اقول وباللہ التوفیق۔ ان مردِ عاقل محرر مائۃ مسائل سے پوچھا چاہیے کہ اگر تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اگر قبور احد وبقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لیگئے ہوتے۔ تاکہ اُمت کو اختیار النفع والافضل کی طرف ارشاد فرمائے یا نہ سہی بار ہی سہی کم ہی سہی۔ کبھی ہی سہی ایک ہی بار ثابت کردو کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبر غنی کی وجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کیلئے حضور نے زیارت قبور جائز فرمائی اور سکا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیا اتم وادفر اوسیکو دائمًا ترک فرمائیں نہ وہ صحابۂ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن وطبقہ کے اہل اسلام ہمیشہ زیارت مزارات صلحا کا اہتمام واعتبار کریں۔ نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزارات عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امر عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیت زیارت کی غرض اسمیں منحصر ہونا قطعًا باطل ومدفوع خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کر دینگی کہ صاحب مائۃ مسائل نسی ماقدمت یداہ اللہ سبحانہ وتعالٰے اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰے

والبحر الرائق والنہر الفائق والفتاوی العالمگیری۔ اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحب مأتہ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرماکر وقت زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناع رویت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا۔ یہ اتنا با علی ندا منادی کہ اموات کو فی انفسہم قوت سمع وابصار حاصل ہے۔ مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر خود انہیں راسا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہوجائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسا منکر۔ معلم ثانی منکرین ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا۔ سماعت موتی سوائے سلام جائز است، جواب دیا ثابت نیست کیا آدمی اسی وقت میت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دیدیں۔

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو۔ جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہل مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے، بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں۔ اور ان کے لئے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لئے حکم شرعی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یوں پکارے اور اموات سے دعا کرنے کو کہے۔ تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں۔ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے۔ آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمدللہ کہ جناب کا طرز کلام اول سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں نہ ہرگز اوس سے یہ معنی مفہوم۔ ورنہ کلام جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔ اولاً آیہ کریمہ یقیناً عام ہیں، اگر اوس سے نفی سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کلی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشاد ربانی کے خلاف بعض اموات کے لئے ایجاب کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔ ثانیاً۔ اس تقدیر پر مفاد آیت یہ ہوگا۔ کہ نفس موت منافی سماع ہے۔ نہ یہ کہ موتیٰ کو اصل قوت حاصل، اور عدم ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلاف قرآن حیلولت حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔ لاجرم واضح ہوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہن سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اوس میں نفی سماع کا اصلاً ذکر نہیں۔ کما ھو الحق الناصع اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا۔ ورنہ اسکے ہوتے ہوئے ان باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اوسکی طرف رجعت فرمائیں جواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں۔ فاقول وباللہ استعین

جواب اول۔ آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے، نہ نفی سماع۔ پھر اوسے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اوسکی آیہ کریمہ انک لا تھدی من احببت ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ یعنی لوگوں کا ہدایت

یا نبی کی طرف سے نہیں۔ خدا کی طرف سے ہے۔ یوں ہی یہاں بھی ارشاد ہوا ان اللّٰہ یسمع من یشاء وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمھاری طرف سے نہیں، اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ الاٰیۃ من قبیل انک لاتھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء۔

جواب دوم۔ نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعًا بمعنی سمع قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اسکے یہ معنی نہیں کہ حقیقتًا کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اوسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے۔ نہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتی۔ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل ان تسمع الا من یومن باٰیٰتنا فھم مسلمون ط تم نہیں سناتے مگر اونھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرماں بردار ہیں۔ اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے۔ پھر اوس سے کیا کام الاٰن وقد عصیت قبل تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا السماع المنفی فی الاٰیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎ سماع موتی کلام الخلق حق قد ؛ جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب ؛ واٰیۃ النفی معناھا سماع ھدی ؛ لایقبلون ولایصغون للادب۔ امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۂ فاطر فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم۔ مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع ؛ جواب سوم۔ مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے۔ موتی سے۔ موتی کون ہیں؟ ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلسنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔ جسکی تصریحات بعونہ تعالٰی تمہید و فصل اول و دوم نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز و اکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواح کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔ امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں لانسلم ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت للحی وھو الروح۔ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور۔ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اوسکی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے۔ اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعۂ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے۔ پھر اون کی تصریحیں کلمات علماء میں دیکھیں۔ کما سمعت وللّٰہ الحمد اور ابھی ائمہ علماء کے جواب

اور بھی ہیں۔ وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید

مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا۔ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جوابِ ارسال و اطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل۔ کما لایخفی۔ اور آپ نے بھی یونہیں برسبیل اطلاق زیارت قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور المحق سے تو بیشک موافق۔ مگر مشرب طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلاسفر کے قید لگادیتے۔ ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارت مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاق فتوے کے ذمہ رہے گا۔ فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے۔ مگر نگاہ انصاف مبذول ہو تو چودہ[۱۴] سطروں پر پینتیس[۳۵] کیا کم ہیں۔ واللہ الہادی۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

اگرچہ حیات و ادراک و سماع و ابصار ارواح میں احادیث و آثار اس درجہ کثرت و وفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم و دفتر ضخیم درکار اور خود اون کے احاطہ و استقصا کی طرف راہ کہاں۔ مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اوس میں بھی دو نوع پر انقسام گفتار۔

نوع اوّل: بعد موت بقائے روح وصفات و افعال روح میں۔ یہاں وہ حدیثیں مذکور ہونگی جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی۔ اور اوسکے افعال و ادراکات جیسے دیکھنا۔ بولنا۔ سننا۔ سمجھنا۔ آنا جانا۔ چلنا۔ پھرنا۔ سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اوسکی قوتیں بعد مرگ اور صاف و تیز ہو جاتی ہیں۔ حالت حیات میں جو کام ان آلات خاکی۔ یعنی آنکھ۔ کان ہاتھ۔ پاؤں زبان سے لیتے تھے۔ اب بغیر اون کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاد آوری بھی۔ ہرچند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بیشمار احادیث و آثار سب حجت کافیہ ودلائل شافیہ جن میں (۱) بعد انتقال عقل و ہوش بدستور رہنا (۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا (۳)، اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا (۴)، فرشتوں کو دیکھنا (۵) اون کی باتیں سننا (۶)، اون سے باتیں کرنا (۷)، اپنے منازل جنّت کا پیش نظر رہنا (۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا (۹)، بدہمسایوں سے ایذا اوٹھانا (۱۰) ملائکہ کا اون کے پاس تحفے لانا (۱۱) اون کی مزاج پرسی کو آنا (۱۲)، اون کا منتظر صدقات رہنا (۱۳) قبر کا اون سے بزبان فصیح باتیں کرنا (۱۴)، اون کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا (۱۵)، زندوں کے اعمال اونہیں سنائے جانا (۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا۔ برائیوں پر غم کرنا (۱۷) پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔ (۱۸) اون کے ملنے کا شتاق رہنا (۱۹) روحوں کا باہم ملنا جلنا (۲۰) ہرگونہ کلام کے دفتر کھلنا (۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا (۲۲) اگلے اموات کا مردۂ نو کے استقبال کو آنا۔ (۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا اون سے مل کر شاد ہونا (۲۴)، ان کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا

(۲۵) آپس میں خوبیٔ کفن سے مفاخرت کرنا (۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا (۲۷) اپنے اعمال حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا (۲۸) اون کی صحبت سے اُنس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا (۲۹) عالم دین کا علم شریعت (۳۰) اہلسنّت کا مذہب سنّت (۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اوس سرور و فرحت (۳۲) تالی قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دلکشا رکھنا (۳۳) دشمنان عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال پر ایمان لانا۔ (۳۴) نیک بندوں کا خدمت اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و عباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا (۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا (۳۶) حج کرنا لبیک کہنا (۳۷) تلاوت قرآن میں مشغول رہنا (۳۸) بلکہ ملائکہ کا اونھیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا (۳۹) اپنے رب جل جلالہ سے باتیں کرنا (۴۰) رب تبارک و تعالٰے کا اون سے کلام جانفزا فرمانا (۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اون کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا (۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا (۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآن عظیم کا ہر وقت اون کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح و شام اون کے اہل و عیال کی خبریں اونھیں پہونچانا (۴۴) دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا جنت کی دائیاں مقرر ہونا مدت رضاعت تمام فرمانا (۴۵) نیکوں کا شوق قیامت میں جلدی کرنا (۴۶) بدوں کا نام قیامت سے گھبرانا (۴۷) مقتولان راہ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا (۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اوڑتے پھرنا (۴۹) جنت کے پھل پانی کھانا پینا (۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا اللّٰھم ارزقنا۔

اور ان کے سوا بہت سے اُمور وارد ہوئے۔ جو ان کے علم و ادراک و سمع و بصر و کلام سیر وغیرہا صفات و احوال حیات پر برہان ساطع۔ بلکہ تمام آیات و احادیث عذاب قبر و نعیم قبر اس مدعا پر حجت قاطع۔ جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیف ائمہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتٰی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں وہ صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال، اہل دنیا کو دیکھنا۔ اون سے باتیں کرنا۔ اون کی باتیں سننا اور اسی قسم کے اُمور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں۔ اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لاعموم لہا۔ اگرچہ دقیق النظر کو اون سے دلیل کی ترتیب اور اتمام تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر اون میں وہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت۔ لہذا صرف اونھیں بعض اُمور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں۔ جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیث نوع اول میں دو غرضیں ہیں۔ اولاً جب بعد فراق بدن اون کا علم و ادراک و سمع و بصر ثابت ہوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے۔ کہ اوسی وقت سے نام میّت اون پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اسمیں دخل نہیں۔ تو عام منکرین پر حجت ہوں گے۔ ثانیاً جب اون سے ثابت ہوگا کہ روح بعد موت اپنے صفات و افعال پر باقی۔ اور اون آلات جسمانیہ سے مستغنی تو اوس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ جس پر حجاب مٹی وغیرہ کے حائل دحجاب

دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ روح پاک اور سمع و بصر و علم و خبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ یہ تودہ خاک۔
حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو بن عاص[1] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعا راوی والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انہ فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے۔ اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اوس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اوس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔ ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر فاذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے جب مسلمان مرتا ہے اوسکی راہ کھول دیجاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ماشبھت خروج المومن من الدنیا الامثل خروج الصبی من بطن امہ من ذلک الغم والظلمۃ الی روح الدنیا یعنی دنیا سے مسلمان کا جانا[2] ایسا ہے جیسے بچے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اوس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اوس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔ اسی لیے علماء فرماتے ہیں دنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے، جو رحم مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجیے۔ وہی نسبت چاہیے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے واقعی روح طائر ہے اور بدن قفس اور علم پرواز پنجرے میں پرندکی پرفشانی کتنی۔ ہاں جب کھڑکی سے باہر آیا اوس وقت اوسکی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت یا ویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمعہ صعق۔ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اوسے اپنی گردنوں پر اوٹھاتے ہیں۔ اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اوسکی

---

[1] صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ
[2] فائدہ: اسکے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر و عمرو بن دینار سے اخرجھما ابن ابی الدنیا۔ ۱۲ منہ

کہاں لیے جاتے ہو ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے۔ مگر آدمی کہ وہ سنے تو بیہوش ہو جائے۔ اقول اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہونگے، جب تک کہ اوس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمد اللہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرما دیا کہ ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل و تشکیک باقی نہ رہا۔ وللہ الحمد۔

حدیث (۴) ابوداؤد طیالسی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا اذا وضع المیت علی سریرہ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حدیث (۵) امام احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی و مروزی و ابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ بیشک مردہ پہچانتا ہے اوسے جو اوسکو غسل دے اور جو اوٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اوتارے۔

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسند خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بشر بروح وریحان وجنۃ النعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ ہر مردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اوٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اوسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لیے چل۔ اور اگر آب گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھ۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطا الا تکلم بکلام یسمعہ ما شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا تلعبن بکم کما لعبت بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القیمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی۔ جب مردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں۔ ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو اے نعش اوٹھانے والو، تمھیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا۔ اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی۔ اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لئے چھوڑ چلا۔ اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا۔ اور حساب لے گا۔ تم میرے ساتھ چل رہے ہو اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی عبادؓ بن ابی حیلہ نے فرمایا بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ تابعی ثقہ ہیں رجال بخاری سے۔ کتاب الادب المفرد میں۔ ۱۲ منہ

قال ان الشہید اذا استشہد انزل اللہ تعالٰی جسدا کاحسن جسد ثم یقال لروحہ ادخلی فیہ فینظر الی جسدہ الاول ما یفعل بہ ویتکلم فیظن انھم یسمعون کلامہ وینظر الیھم فیظن انھم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہ۔ مجھے حدیث پہونچی کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا شہید کیلیے ایک جسم نہایت خوبصورت یعنی اجسام مثالیہ سے اترتا ہے اور اوسکی روح کو کہتے ہیں اوسمیں داخل ہو۔ بس وہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اوس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اوسکی باتیں سن رہے ہیں۔ اور آپ جو اونھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اوسے دیکھ رہے ہیں۔ یہانتک کہ حور عین سے اوسکی بیبیاں آکر اوسے لیجاتی ہیں۔

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی ان سلمان الفارسی وعبد اللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی ماذا لقیت فقال او تلقی الاحیاء الاموات قال نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت سلمان فارسی وعبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰے عنہما[۱] ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دوسرے صاحب نے پوچھا کہ کیا زندے اور مردے بھی آپس ملتے ہیں۔ فرمایا ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں۔ اور اونھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔ مغیرہ بن عبد الرحمن کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان[۲] فارسی تھے۔ رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اون سے راوی قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلک اخبرتک الحدیث یعنی سلمان فارسی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دوں گا۔

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ اُستاذ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہریرہ[۳] رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی۔ کہ اونھوں نے فرمایا لا یقبض المومن حتی یری البشری فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ الا وھی تسمع صوتہ الا الثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع الی سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون الحدیث۔ مسلمان کی روح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس وجن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے ندا کرتی ہے، مجھے لیچلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے۔ کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء[۴] رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی کہ فرماتیں ان المیت اذا وضع علی

---

[۱] صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جنکی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ [۲] صحابی جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جنکی عام شہرت انکی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ

[۳] یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیبیاں ہیں پہلی کبرٰی کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام دوسری صغرٰی تابعیہ ثقہ فقیہ مجتہدہ روات صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ۱۲ منہ

سریرہ فانہ ینادی یا اھلاہ ویا جیراناہ ویا حملۃ سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی الحدیث ۔ بیشک مردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے۔ پکارتا ہے اے گھروالو اے ہمسایو۔ اے جنازہ اوٹھانے والو دیکھو دنیا تمھیں دھوکہ نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ اذا مات المیت فملک قابض نفسہ فما من شیئ الا وھو یراہ عند غسلہ وعند حملہ حتی یوصلہ الی قبرہ۔ جب مردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اوسکی روح ہاتھ میں لیے رہتا ہے۔ نہلاتے اوٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فرشتہ اوسے قبر تک پہونچادیتا ہے۔

حدیث (۱۳) وہی عمرو[2] بن دینار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی ما من میت یموت الا وھو یعلم ما یکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم۔ ہر مردہ جانتا ہے کہ اوس کے بعد اوس کے گھر والوں میں کیا ہورہا ہے لوگ اوسے نہلاتے ہیں۔ کفناتے ہیں اور وہ اونھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم اونھیں سے راوی ما من میت یموت الا روحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک۔ ہر مردے کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے، کیونکر غسل دیتے ہیں۔ کس طرح کفن پہناتے ہیں۔ کیسے لیکر چلتے ہیں اور وہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں بھلا یا برا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابن ماجہ صاحب سنن کے استاذ ہیں۔ امام اجل بکر[3] بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی۔ کہ اونھوں نے فرمایا بلغنی انہ ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملک الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یری ما یصنع اھلہ فلم یقدر علی الکلام لینھاھم عن الرنۃ والعویل مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اوسکی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اوسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ اوس کے گھر والے کیا کرتے ہیں۔ وہ اون سے بول نہیں سکتا کہ اونھیں شور وفریاد سے منع کرے اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیر حدیث ۳۵ مذکور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[4] علیہ الرحمۃ المنان سے راوی۔ ان المیت لیعرف کل شیئ حتی انہ لیناشد باللہ غاسلہ الاخففت علی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک بیشک مردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اوس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیرے

---

[1] تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ واجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ [2] یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں۔ علمائے مکہ معظمہ ورجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ [3] تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں۔ رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔ [4] تبع تابعین ومجتہد ان کوفہ ورجال صحاح ستہ سے ہیں۔ امام ثقہ حجت محدث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ۔

تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی امام عبدالرحمن بن ابی لیلی علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالٰی سے راوی الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع مایقال لك الحدیث۔ روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، کہ اوسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اوس سے کہتا ہے سن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی نجیح سے راوی مامن میت یموت الاوروحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ۔ الحدیث: جو مردہ مرتا ہے اوسکی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کراپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے۔ کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابوعبداللہ بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیلہ الی المقابر۔ مجھے حدیث بیان کی گئی کہ دفن میں جلدی کرنے سے مردہ خوش ہوتا ہے۔ جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمۃ المسرحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ آمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم۔

نوع دوم۔ احادیث سمع وادراک اہل قبور میں اور اسمیں چند فصلیں ہیں۔

فصل اول اصحاب قبور سے حیا کرنے میں۔ **حدیث (۲۰)** ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما، کا ارشاد جو مشکوۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اوسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرط بخاری ومسلم صحیح کہا کہ فرماتیں کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر میں اوس مکان جنت آشیان میں جہاں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مزار پاک ہے۔ یونہی بے لحاظ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلے اللہ تعالٰی علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہما وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی۔ عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فرمائیے اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا۔ تو اس شرم کے کیا معنی تھے۔ اور دفن فاروق سے پہلے اوس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے۔

لہ یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں۔ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ ٥ تبع تابعین وعلمائے مکہ ورواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ ٥ تابعی جلیل القدر رکما مر۔ ۱۲ منہ

اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوع دوم میں مذکور ہوئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲ منہ

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظہرانیہ والناس ینظرون۔ یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔ مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہوگا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے اُنکے پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بہلنے میں۔ ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے سمجھتے نہیں تو ان اُمور سے جی بہلنا کیسا؟ **حدیث (۲۲)** شفاء السقام امام سبکی وارشاد طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے، سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی۔ انس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا۔ قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اُس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، حضور پر نور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اوس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اوٹھے، مردہ اوس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا حتی استأنس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔ جب مجھے دفن کرچکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اوس کا گوشت تقسیم ہو۔ یہاں تک کہ میں تم سے اُنس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

فصل سوم۔ احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں۔ ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیاء پر اونھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔ **حدیث (۲۵)** امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا فرمایا لا توذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے یا فرمایا لا تؤذہ اسے تکلیف نہ پہنچا۔ حاکم وطبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک (او قبر والے قبر سے اوتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے۔ نہ وہ تجھے۔) مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔ **روایت مناسبہ** ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[۱] بصری سے راوی۔ میں ملک

---

[۱] تابعی، ثقہ، فاضل رجال صحاح ستہ سے۔ ۱۲ منہ

شام سے بصرہ کو جاتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا۔ وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا۔ جب جاگا تو صاحبِ قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے لقد اذیتنی منذ اللیلۃ۔ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔ **روایت دوم**۔ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمٰن نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی۔ میں مقبرے میں گیا دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے قم فقد اذیتنی اوٹھ کہ تو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے۔ خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا، مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

روایت سوم: حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی۔ اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میری قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک واحمد وابو داؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا واللفظ لاحمد کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا مُردے کی ہڈی توڑنی اور اوسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔ بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الالم اور زائد یعنی درد پہونچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی المقاصد الحسنۃ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابو عمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی وابن مندہ اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا تاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلّا کر رونے یا اوسکی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہونچاؤ اور اوسکا قرض جلد ادا کرو۔ اور بُرے ہمسایہ سے الگ رکھو) یعنی قبور کفار و اہل بدعت وفسق کے پاس دفن نہ کرو۔

حدیث (۲۸) امام احمد ابوالربیع[2] سے راوی کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبدالرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا۔ کسی کے چلّانے کی آواز سنی۔ آدمی بھیج کر اوسے خاموش کرادیا۔ میں نے عرض کی اے ابو عبدالرحمٰن آپ نے اوسے کیوں چُپایا۔ فرمایا اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات یعنی انھوں نے ایک جنازے

---

[1] اجلۂ اکابر تابعین سے ہیں، زمانۂ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عابد ائمہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[2] تابعی ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے غیر انہ عندنا فی التعلیقات ۱۲ منہ

میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ۔ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی۔ اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔ تنبیہ۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا المیت یعذب ببکاء الحی علیہ زندوں کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے۔ جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ اور ابویعلٰی نے ابوبکر صدیق وابوہریرہ اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اوسکے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردے کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیث مرفوع سے موئد کرکے فرمایا۔ امام ابن جریر کا یہی قول ہے۔ اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا۔ پھر اوسکی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں۔ ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشاد اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر ازانجا کہ علماء کو اوسکے معنٰی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر واستیعاب۔ لہذا اونھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں اوسے تکلیف پہنچانی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سنن میں راوی۔ کسی نے اوس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے۔ یونہیں مردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علاء بن لجلاج سے اون کے والد علاء[1] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اون سے فرمایا یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ثم سن علی التراب سنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ وخاتمتھا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ذلک۔ اے میرے بیٹے جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا۔ پھر میرے سرہانے سورۂ بقر کا شروع یعنی "مفلحون" تک اور خاتمہ یعنی "اٰمن الرسول" سے پڑھنا کہ میں نے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا۔ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں۔ چوں دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بیندازید برمن خاک را یعنی اندک اندک اندازید و این اشارت است بآں کہ میت احساس می کند و دردناک می شود بانچہ دردناک می شود باں زندہ۔

فصل چہارم میں وہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اون کا سلام سنتے اور اونھیں جواب دیتے ہیں۔ **حدیث (۳۳)** امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار والتمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمٰن تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ

راوی حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے اگر وہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔ امام ابو محمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں۔ اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب۔ اسی طرح امام ابو عمر و سید علامہ سمہودی نے اوسکی تصحیح فرمائی۔ ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب۔ امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرۃ ایضًا انتہی۔ قلت و ستسمع ذلک۔

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا و بیہقی وصابونی وابن عساکر وخطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لایعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام۔ جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اوسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اوسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اوسے جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین و المومنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا۔ یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا راستہ مقابر پر ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اون پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا۔ یوں کہہ سلام تمہارے اے قبر والو۔ اہل اسلام اور اہل ایمان سے۔ تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا مردے سنتے ہیں۔ فرمایا سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ ای جوابًا یسمعہ الحی والا فھم یردون حیث لا یسمع۔ یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں۔ جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔ اقول یہ معنی خود اسی فصل کی دو حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحًا فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں اور اسکی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا۔ کہ روح سب کچھ دیکھتی ہے۔ مگر بول نہیں سکتی۔ کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ اپنی بات احیا کو سنا نہیں سکتے۔ ورنہ

---

[1] سمہودی گوید کہ احادیث در ہمیں معنی بسیار است وایں معنی در احادیث و عموم مومنین متحقق۔ ۱۲ منہ

صحیح حدیثوں میں اوس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۲ وغیرہ میں گزرا۔ **تنبیہ دوم** فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سننا بھی دائمی نہیں صدہا بندگان خدا نے اموات کا کلام وسلام سنا ہے جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں **تنبیہ سوم** بس نافع وہم۔ **اقول** وباللہ التوفیق ما طرفہ یہ کہ جواب سوال نوزدہم میں صاحب مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا۔ اور اموات کے لیے سلام احیاء کا سننا مسلم رکھا۔ اسی قدر سے اپنی وہ سب جولانیاں جو زیر سوال ۶ ہ کے ہیں باطل مان لیں۔ کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ بفرض غلط نافی سماع ہو ہو تو وہاں بھی سلام وکلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں تو صاف منافات موت وافہام مذکور کیا بعض جگہ تمنا فیہین بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ اور عبارت پنجم میں صریحًا لفظ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایکسا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماع سلام کی تسلیم میں اون سب استنادوں کو دفعتًا سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق آپنے یہاں حدیث عقیلی سے استناد اور کلمات قاری وسیوطی پر اعتماد کیا۔ قاری وسیوطی کی سنیے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا اون کی تحقیقات قاہرہ وتصریحات باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی مقصد ثالث میں جگر شگاف مکابرہ واعتسافہ ہوتے ہیں۔ اودھر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواح گزشتگان کو جماد وسنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماع سلام تو تسلیم کیا۔ بخاری ومسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جوتوں کی پھپل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواع کلام بھی سننا اور اون پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا۔ اُن کا جواب سلام دینا اون سے اُنس حاصل کرنا اور اُن کے سوا صدہا اُمور جو ثابت ومذکور وہ کس جی سے مانیے گا۔ یا وہاں پھر افالف بعض الحدیث وکاف ببعض کی ٹھہرے گی۔ علاوہ برین خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیص سلام کے رد کو کیا تھوڑی ہے یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم نہ کہا گیا۔ ذرا آنکھیں مل کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام وخطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف۔ ہم تمھارے خلف ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ سنتے ہیں۔ فرمایا ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے۔ ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں کلام بھی سنیں جواب بھی دیں۔ اور پھر پتھر کے پتھر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے ؎

ماسمیعیم وبصیریم وخوشیم ۔۔۔ باشما نامحرماں ماخامشیم

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور اون کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیہم احد الا ردوا الی یوم القیمۃ۔ قسم اوس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا۔ جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷) بعینہ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔ **حدیث (۳۸)** حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلٰی بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی اللّٰھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھؤلاء شھداء وانہ من زارھم وسلم علیھم الی یوم القیٰمۃ ردوا علیہ الٰہی تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دینگے **تتمہ حدیث**: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہدا کو گئی۔ میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ سوار ہوئی اور واپس آئی۔

روایت دوم مناسب او۔ امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی۔ مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارت قبور احد کو لے گئے۔ جمعہ کا روز تھا۔ صبح ہوچکی تھی۔ آفتاب نہ نکلا تھا۔ میں اپنے باپ کے پیچھے تھا۔ جب مقابر کے پاس پہونچے اُنھوں نے بآواز کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار جواب آیا وعلیک السلام یا ابا عبداللہ باپ نے میری طرف پھر کر دیکھا اور کہا کر اے میرے بیٹے تو نے جواب دیا۔ میں نے کہا نہ۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا۔ اور کلام مذکور کا اعادہ کیا۔ دوبارہ ویسا ہی جواب ملا۔ سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے۔

روایت سوم۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں اونہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی۔ ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اُس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا جواب آیا اور اسکے ساتھ یہ فرمایا۔ من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنھار جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اوسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[1] سے راوی۔ قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اوس سے پہلے اور ایک دن اوس سے بعد۔ **تنبیہ۔** اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دنوں میں اون کے علم وادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں جو معرفت وشناسائی اونھیں ان روزوں میں ہوتی ہے۔ اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم وادراک کے ہوں۔ ابھی سن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلاتخصیص ایام اون کا علم

---

[1] یہ تابعی ہیں۔ ثقہ عابد عارف باللہ کثیر المناقب رجال صحاح ستہ سے الا الطرفین ۱۲ منہ

وادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہوگی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماع اہل قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام واصوات بھی سنتے ہیں

حدیث (۴۰) بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ حضور پرنور سید العالمین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں (واللفظ لمسلم) ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ **حدیث (۴۱)** احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان المیت لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین۔ بیشک مردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اوسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی وطبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المیت اذا دفن لیسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین بیشک جب مردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ اون کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا باسناد حسن اور سند طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا رجالہ ثقات۔

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردویہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا والذی نفسی بیدہ ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ قسم اوس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اوسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا فانہ یسمع خفق نعالھم ونفض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین۔ بیشک وہ یقیناً تمھارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اوسکی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی وابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم الحدیث ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اوسکے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا اب وہ تمھاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیسویں سے ۴۵ تک جو چھ حدیثیں مذکور ہوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آجتک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اون کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول وضع فی القبر سے تخصیص کریں۔ یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میت کو ایسی قوت سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوال منکر نکیر ہونے والا ہے اوس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہو جاتے ہیں۔ پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عند الانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولا طائل ہے اولاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ میت کی قوت سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اوسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے **ثانیاً** مقدمۂ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فوراً وقت سوال نہ مل سکتی تھی۔ یا عطائے الٰہی میں معاذ اللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہوا۔ یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے حیث قال ایں تخصیص خلاف ظاہر است و دلیلی نیست بر آں، ظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصلست میت را در قبر و زندہ گردانیدن میت در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔

وثالثاً کما اقول سلمنا کہ پہلے ہی سے ہوش و حواس مل جانا ضروری تھا۔ مگر حاجت اوسی قدر تھی جسمیں وہ نکیرین کی بات سن سمجھ لیتا اس قدر قوت عظیمہ کی کیا ضرورت تھی۔ کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب کی یہی توجیہ کرتے ہیں، کہ ہمارے مارے سے مردے کو تکلیف یا ایذا[1] نہیں ہوتی۔ اوسکا ادراک عذاب الٰہی کے واسطے ہے۔ یوہیں چاہیے تھا کہ اوس کا سماع سوال نکیرین کے لیے ہو نہ اصوات خارجہ کے واسطے۔

ورابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدم سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی بشوکت احادیث قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس وقت میت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وہ مبنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی۔ حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا حالت حیات سے متقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنٰی ہے اور اب انکار سماع موتٰی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا۔ کما لایخفی۔ اسی طرح حضرات نجدیہ سے کہا جائیگا۔ اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماع میت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر اس وقت خاص ہی میں سہی تو اب حکم ارشاد ہو۔ اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اوس سے استمداد و طلب دعا کرے تو ابھی وہ بربنائے انکار یعنی عدم سماع مستحق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کر کے اس وقت خاص ہی میں اجازت دیدیجیے۔

وخامساً کما اقول ایضاً موت کو تمام حواس و ادراکات و دیگر اوصاف حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ

---

[1] تنبیہ۔ یہ بات بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم۔ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

اگر پتھر ہونا ٹھہرا۔ تو سننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا، سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافی فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے۔ اون حدیثوں سے جو فصل اول و دوم و سوم میں گزریں۔ جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی۔ اور اون سے انس حاصل کرتی اور اون کے سلام کا جواب دیتی اور اون کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں۔ الی غیر ذالک من الامور المذکورۃ۔ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص ممکن تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئیگی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقۃً اون حضرات منکرین سے ہے جو عبارات علماء کے یہ معنی سمجھے۔ ورنہ فقیر کے نزدیک اون کے ارشاد کا وہ محل ممکن جو عقیدۂ اہل حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جواب فقیر میں اون عبارات کو یاد کریں گے اوسوقت ان شاء اللہ تعالٰی وہ تحقیق و تدقیق انیق حاضر کروں گا۔ اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اوسکی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ اتدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم ولکن لایجیبون ۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہ بدر پر تشریف لے گئے جسمیں کفار کی لاشیں پڑی تھیں، پھر فرمایا تم نے پایا، جو تمھارے رب نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا۔ یعنی عذاب کسی نے عرض کی حضور مردوں کو پکارتے ہیں۔ ارشاد فرمایا تم کچھ اون سے زیادہ سننے والے نہیں۔ پر وہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یارسول اللہ کیف تکلم اجسادا لاروح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لایستطیعون ان یردوا علی شیئا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیں کفار بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اون کی لاشیں گریں، پھر بحکم حضور وہ جیفے ایک کوئیں میں بھر دیے گئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ اور نام بنام اون کفار لئام کو اون کا اور اون کے باپ کا نام لے کر پکارا۔ اور فرمایا تم نے بھی پایا جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پا لیا جو حق وعدہ اللہ تعالٰی نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ۔ حضور اون جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں، جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں اوسے کچھ تم اون سے زیادہ نہیں سنتے مگر اونہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یوہیں صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور اوس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم تین دن بعد اوس کوئیں پر تشریف لے گئے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں فرمایا والذی نفسہ بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم ولکنہم لایقدرون ان یجیبوا قسم اوس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں جو فرمارہا ہوں اوسکے سننے میں تم اور وہ برابر ہو۔ مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حدیث (۴۹) یوں ہی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اما البخاری فساقہ بطولہ و اما مسلم فاحالہ علی حدیث انس رضی اللہ تعالی عنہ

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسند صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یسمعون کما تسمعون ولکن لایجیبون، جیسا تم سنتے ہو۔ ویسا ہی وہ بھی سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیلان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ۔ ان چھ حدیثوں نے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا۔ یا یہ امر صرف اون کفار کے لیے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہوا۔ حالانکہ اون کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجایش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہوسکے۔ اور اون سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا۔ حالانکہ نفس حدیث اوسکے رد پر حجت کافیہ۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اون کا سننا ارشاد فرمایا۔ نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع۔ اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند۔ باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری و ارشاد الساری و عمدۃ القاری، شروح صحیح بخاری۔ و مرقاۃ و لمعات۔ و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ۔ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہو چکی ہیں۔ جنکی تفصیل موجب تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں۔ تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کر کے تقریر وہ فرمائی جائے۔ جس میں اون کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برائی سمجھ لیں۔ اوسکے بعد ان شاء اللہ تعالٰی فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہیں۔ اور شاید اون میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطراداً مذکور ہوں۔ و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بہا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فمر علی قبرھا فقال ما ھذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیہا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ تسمع قال ما انتم باسمع منہا فذکرانہا اجابۃ انہا قم المسجد۔ یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اون کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔ حضور اون کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی۔ فرمایا وہی جو

مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کی ہاں حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی۔ پھر اون بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ تونے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ سنتی ہے۔ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے۔ پھر فرمایا اوس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علیہ فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ ولا یجیب ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکن لا تشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقراٰن اماما فان منکرا ونکیرا یاخذ کل واحد منہما بید صاحبہ ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من لقن حجتہ الحدیث جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کر چکو۔ تم میں کوئی اسکے سرہانے کھڑا ہو اور فلان بن فلانہ[1] کہکر پکارے کہ بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یوہیں ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اوسکے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اوس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا۔ گواہی اسکی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوسکے بندے اور اوس کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر و نکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اوسکے پاس جسے لوگ اوسکی حجت سکھا چکے۔

فائدہ۔ امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اعتضد لشواہد وعمل اہل الشام قدیما۔ یعنی اس دو وجہ سے قوت ہے۔ ایک تو احادیث اوسکے مؤید دوسرے زمانہ سلف سے علمائے شام اُسپر عمل کرتے آئے۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔ اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی و امام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اوسکی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اوسکی تقریر فرمائی۔ اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا۔ اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور

---

[1] یعنی اوسے اوسکی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔ خود اسی حدیث میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ

بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ و تابعین سے ہے۔ حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی۔ کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور قلت بل والطبرانی ایضاً علی ماساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اون کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اون سے پہلے ہوئے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے اعتضد بشواھد یرتقی بھا الٰی درجۃ الحسن (یہ حدیث بوجہ شواہد درجۂ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اُسنے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۵۴ تا ۵۶ ۔ امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و اُستاذ امام احمد اپنے سنن میں راشد[1] بن سعد و ضمرۃ[2] بن حبیب و حکیم[3] بن عمیر سے راوی۔ ان سب نے فرمایا اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کرچکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مردے سے اوسکی قبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا جائے اے فلاں کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام۔ اور میرے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من ھذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماع موتٰی کی تصریح فرمائی۔ یونہی اون میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا اہل قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جماد محض سے مخاطبہ وگفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جنہیں اجلہ صحابہ کا اہل قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالٰی تصمیم عزم کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسند حسن صحیح عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال جاء اعرابی الی النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرک فبشرہ بالنار قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعبا ما

---

[1] تابعی ثقہ رجال سنن اربعہ سے ۱۲ منہ۔ [2] تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ

[3] تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ

[4] فائدہ۔ یہ حدیثیں طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ

مررت بقبر کافر فالابشرہ بالنار۔ یعنی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا۔ جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا۔ وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا۔ کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اوسے آگ کا مژدہ دیا۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع وفہم محال۔ اور صحابی مخاطب نے ارشاد اقدس کو معنی حقیقی پر حمل کیا۔ ولہذا عمر بھر اوسپر عمل فرمایا۔ قبصی۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے راوی انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن و دیارکم قد سکنت و اموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ۔
یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کرکے فرمایا۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں، کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔ اُس پر کسی نے جواب دیا اے عمر بن الخطاب، ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کیے تھے۔ یہاں پائے۔ اور جو راہ خدا میں دیا تھا اوس کا نفع اوٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی قال دخلنا مقابر المدینۃ مع علی ابن ابی طالب فنادی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم ترید ون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین خبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فی زمرۃ الیتامٰی والبناء الذی شید تم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجاب میت فقد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخیر بالقیح والصدید وما قدمناہ ربحناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال۔ یعنی ہم مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مولا نے اہل قبر پر سلام کرکے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤگے یا یہ چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہیں خبر دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ میں نے آواز سنی۔ کسی نے حضرت مولٰی کو جواب سلام دے کر عرض کی یا امیر المومنین آپ بتائیے، ہمارے بعد کیا گزری امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا۔ تمہاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے۔ اور تمہارے مال سو وہ بٹ گئے۔ اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اوٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا۔ اوس میں تمہارے دشمن بسے۔ ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ ایک مردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے۔ بال جھڑ پڑے۔ کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے۔ آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے۔ نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے۔ اور جو آگے بھیجا تھا اوسکا نفع ملا۔ اور جو پیچھے چھوڑا اوسکا خسارہ ہوا۔ اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبحٰن من تفرد بالبقاء وقہر عبادہ بالموت سبحان الحی الذی لایموت ابدًا وھو الغفور الرحیم ۔

تنبیہ۔ جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ وتنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا کما نقلہ فی مائۃ مسائل غالبًا اونھوں نے پوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی۔ ورنہ اوس کے لفظ اول سے آخر تک صاف پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر دیکھیے کہ جناب مولانے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کیے۔ بلکہ اول اون سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤگے یا ہم شروع کریں۔ کیسے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنی تھے۔ پھر اون کی درخواست پر حضرت نے اخبار دنیا ارشاد فرماکر اونھیں حکم دیا۔ اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اونھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے؟ واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد عدالت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المومنین اوس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا۔ بعد عشا باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ اوس پر عاشق ہوگئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی۔ جوان نظر نہ فرماتا۔ ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہولیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیۂ کریمہ زبان سے نکلی۔ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ ڈروالوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے۔ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اوسیوقت اونکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ آیت پڑھتے ہی غش کھاکر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اوٹھاکر اوسکے دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھروالوں کو بلاکر اندر اُٹھوایا۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے حال پوچھا۔ کہا خیر ہے۔ کہا بتادے ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر، وہ آیت کونسی ہے۔ جوان نے پھر پڑھی پڑھتے ہی غش آیا۔ جنبش دی، مردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کردیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔

آگے لفظ حدیث یوں ہیں فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیھما ربی فی الجنۃ مرتین۔ یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلان جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اوس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دی اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دوبار عطا فرمائی۔

نسئال اللہ الجنۃ لہ الفضل والمنۃ وصلی اللہ تعالٰی علی نبی الانس والجنۃ وآلہ وصحبہ واصحاب السنۃ اٰمین اٰمین اٰمین۔

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

قال الفقیر محرر السطور غفرلہ المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنصیص و تلمیح و تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں حضرات عالیہ صحابہ کرام و تابعین فخام و اتباع اعلام و مجتہدین اسلام و سلف و خلف علمائے عظام سے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین آمین۔ فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی اگر بقدر قدرت اُن کے حصر و استقصار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حدِ مجلدے گزرے لہٰذا اولاً صرف ستو ائمہ دین و علماء کاملین کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر وفضل اللہ سبحانہ اوسع واکثر۔ پھر دس نام اون عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا لدیھم ادھی وامر والحمد للہ العلی الاکبر۔

فمن الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم (۲) امیر المومنین علی مرتضٰی (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود (۴) حضرت سلمان فارسی (۵) عمرو بن عاص (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) ابوہریرہ (۹) عقبہ بن عامر (۱۰) ابوامامہ باہلی (۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث حینئا مررت وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ہیں اون کے سوا اون صحابہ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع و ادراک ہوتے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ یا حضور کی زبان پاک سے سنا مثل عبداللہ بن عباس و انس بن مالک و ابو رزین و براء بن عازب و ابوطلحہ و عمارہ بن حزم و ابوسعید خدری و عبداللہ بن سیلان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشاد والا حضور اعلٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کر اون کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں۔ نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو۔ تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو اونہیں پر اقتصار جن کے خود اقوال و افعال دلیل مسئلہ ہیں۔ وباللہ تعالٰی التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلٰی (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن اللجلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) ام الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بہم یوم الدین (۲۴) عالم قریش سیدنا ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالم کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدھم (۲۷) عالم اہلبیت رسالت حضرت امام

علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیلی (۳۰) امام فقیہ عابد و زاہد احمد بن عصمہ ابو القاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی (۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحب کافی (۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام شمس الائمہ حلوائی حنفی (۳۸) امام عارف باللہ اسمٰعیل فقیہ زاہد (۳۹) امام محدث محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام ربانی سیدنا علاء الدولہ سمنانی (۴۱) امام ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر مرغینانی حنفی استاذ امام قاضی خاں و صاحب خلاصہ (۴۲) بعض اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام امام فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی حنفی (۴۴) امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام فخر الدین محمد رازی شافعی (۴۶) امام سعد الدین تفتازانی مصنف وشارح مقاصد (۴۷) امام ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی صاحب فتاوٰی خبازیہ (۵۰) صاحب عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ محمود بن محمد لولوی بخاری حنفی صاحب حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی یوسف بن عمر صوفی حنفی صاحب مضمرات (۵۳) امام عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی (۵۵) امام ملک العلماء عزالدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) امام محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام ابوعبداللہ ابن النعمان صاحب سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) امام عارف باللہ عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحب روض الریاحین (۶۱) امام علامہ سید الحفاظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی صاحب کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحب شفاء السقام (۶۴) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحب ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد (۶۵) امام خاتم الحفاظ مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحب شرح الصدور وبدور سافرہ وانیس الغریب وزہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحب مواہب لدنیہ وارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی ولی اللہ احمد زروق (۶۹) سیدی عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) امام احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوٰۃ (۷۱) محقق علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحب حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام محمد عبدری مکی مالکی (۷۳) امام صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحب فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزازی حنفی صاحب بزازیہ (۷۵) علامہ نور الدین سمہودی شافعی صاحب خلاصۃ الوفا

فی اخبار دار المصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم (۷۶) علامہ رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحب مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبرٰی (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی صاحب مواہب (۸۱) علامہ عبد الرؤف محمد مناوی شافعی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابو بکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاوٰی خیریہ استاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابو السعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فی الہند مولنا عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات و جذب القلوب و مدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولنا محمد طاہر فتنی احمد آبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاوٰی عالمگیری حنفیان (۹۶) بحر العلوم ملک العلما مولنا ابو العیاش محمد بن عبد العلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم بردا اللہ تعالٰے مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان ائمہ سلف و علمائے خلف سے صرف اونہیں اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع و ادراک و علم و شعور اہل قبور کے نصوص قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر و استیعاب کا قصد نہ کیا کہ اسکی راہ میں بلاد شاسعہ و براری واسعہ و جبال شاہقہ و بحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام[1] ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال

---

[1] قولہ۔ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے۔ اقول۔ اس دعوی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے ناظر اول تا آخر اسکے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء و مشائخ کے اسماء دیکھے گا۔ میں اتمام کلام کو ان کے نام بھی شمار کرتا۔ اور عدد کو پونے دو سو نام تک پہنچاتا ہوں۔ متن میں سو ائمہ سلف و خلف اور دس معتمدین مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایکسو دس ہوئے۔ آگے چلئے۔ من الصحابۃ والتابعین واتباعہم۔ (۱۱۱) حضرت عبد اللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکلکشا صلے اللہ تعالٰے علی سیدہم و علیہم و بارک وسلم دائما ابدا (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابو قلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن جبیر (۱۲۰) عبد اللہ بن ابی نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن (بقیہ صفحہ آئندہ)

اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما و تیسیر حالت حاضرہ ہیں تلک مائۃ کاملۃ فیہم وفاء لقلوب عاقلۃ ؎ اولئک ساداتی فجئنی بمثلہم ؛ اذا جمعتنا یا جریر المجامع ۔ والحمد للہ اولاً و آخرا و باطنا و ظاہرا ، تمام الکلام بمسلک الالزام۔
اب اونھیں لیجیے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور (۱) ، شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ، اون کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) ،

(بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ ، (۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبدالحق صاحب احکام کبری و احکام صغری (۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث (۱۲۴) امام قاضی مجد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی صاحب تصانیف مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمٰن بن علی زیلعی صاحب تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحب فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابن حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نور الدین ابو الحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحب مختار و اختیار (۱۳۵) صاحب مطالب المومنین (۱۳۶) صاحب خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحب کنز العباد ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ (۱۳۸) علامہ جہوری صاحب تصانیف کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داودی شارح منہج (۱۴۱) علامہ حلبی محشی صاحب درمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی ہر سہ محدثان مشائخ حدیث شاہ ولی اللہ (۱۴۵) مولٰنا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولٰنا ابو طاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولٰنا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی (۱۴۸) مولٰنا حسین بن ابراہیم المکی مکی۔ (۱۴۹) حضرت مولٰنا شیخ الحرم احمد زین دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ در رد وہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ (۱۵۰) مولٰنا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولٰنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اون کے والد ماجد محمد عمری مدنی (۱۵۵) حضرت سیدی ابو یزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیدی ابو الحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیدی ابو علی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیدی ابو سعید خراز (۱۵۹) حضرت استاذ امام ابو القاسم قشیری (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابو یعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابو العلی اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولانا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیر سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابو الرضا محمد جد شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراط المستقیم جنکی ملفوظات قرار دیگئی یہ مجموعہ پونے دو سو ہوا من بعضہم صریح البیان ومن بعضہم افادۃ البرہان ومن بعضہم التقریر والاذعان وبعضہم لیس الخبر کالبیان والحمد للہ فی کل حین وآن اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر استیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصاء تام قدرت نامہ و وسعت کاغذ سے ورا آخر نوع اول مقصد سوم میں ارشاد ان علماء کا مذکور ہوگا کہ علم وسیع وبعہ موقی پر تمام اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے تو جتنے علماء ائمہ اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کے لاکھ ہے والحمد للہ رب العٰلمین اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے بھی ہیں جنکے دو ایک ظاہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پس پشت ڈال کر مقام تحقیق و مرام توضیح و نظام تطبیق اور موافق و مباین جمہور کی تفریق سے[ع]

[ع] محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزر گئے ہیں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

اون کے فرزند ارجمند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴)، اون کے برادر نامور مولنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) اون کے ممدوح ومدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں صاحب (۶) اون کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸)، اون کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشھادتین (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نومی میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی الی المنھج الاسوی وھو المستعان علی کل غوی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الغالب العلی۔

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین مقصد احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث اصطلاح محدثین[1] میں انھیں بھی شامل۔ معہذا امور قبور واحوال ارواح مفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں موقوف بھی مرفوع میں داخل[2]۔ ہاں بعض اقوال تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہوئے۔ اور اوسکی وجہ اقوال باب سے مناسبت جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول ایسے ہی تناسب کے سبب اقوال تابعین کے ساتھ منقول ہوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلمات طیبات واقوال وتصریحات اگر بوجہ استیعاب لکھیے، پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہذا صرف تین سو قول پر اقتصار کرتا ہوں۔ علمائے صنف اول کے دوسو اور اہل صنف دوم کے سو کہ دیدہ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ع درخانہ اگر کس است یک حرف بس است۔

تنبیہ۔ عدت قول جدت مقول یا تعدد مقول سے ہے۔ ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورت اخیر ہر عالم کی عبارت جدا جدا لکھنا باعث طول۔ لہذا او نہیں ایک ہی سرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادر پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم

نوع اول اقوال علماء وسلف وخلف میں۔ ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔ تمہید اسمیں کہ روحیں موت سے نہیں مرتیں (۱) ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی۔ امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا معاذاللہ ھذا من قول اھل البدع۔ خدا کی پناہ یہ بدمذہبوں کا قول ہے۔ (۲) امام ابن امیر الحاج خاتمہ حلیہ میں دربارہ فوائد غسل میت فرماتے ہیں۔ اذا اعتنی المولی بتطھیر جسد یلقی فی التراب تنبہ العبد الی تطھیر ما ھو باق

---

[1] علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں۔ الحدیث اعم من ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی ارجوزہ مسمی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں کہ ام السوال للانام ؛ فی ما رووا فی سبعۃ ایام ؛ کذا رواہ احمد بن حنبل ؛ فی الزھد عن طاؤس الحبر العلی ؛ وحکمہ الرفع کما قد قالوا ؛ اولیس للرای فیہ مجال ؛ ولیس للقیاس فی ذا الباب ؛ من مدخل عند ذوی الالباب ؛ وانما التسلیم فیہ اللائق ؛ والانقیاد حیث انبأ الصادق۔ ۱۲ منہ

وھو النفس فانہ لا یفنی عند اھل السنۃ والجماعۃ یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولٰے تبارک وتعالٰی نے ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائے گا۔ تو متنبہ ہوگا کہ اوسکی تطہیر اور بھی ضرور ہے۔ جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔ (۳) امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ روحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھا لیجاتی ہیں (۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع روحیں پیدائیش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔ (۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہدا کی زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ روح وبدن دونوں سے ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں لوکان المراد حیاۃ الروح فقد لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکتہ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المومنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یتبین لقولہ تعالٰی ولٰکن لا تشعرون معنی یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگی روح مراد ہوتی۔ تو انہیں اُس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے۔ اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی روحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں۔ حالانکہ حیات شہدا کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں۔ یہاں سے اجماع صحابہ ثابت ہوا

فصل اول۔ موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے۔ نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔ **قول (۱)** امام ابونعیم حلیہ میں بلال بن سعد رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے یا اھل الخلود ویا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولٰکنکم تنتقلون من دار الی دار اے ہمیشگی والو۔ اے بقا والو تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام وہمیشگی کے لیے بنے ہو۔ ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔ **قول (۲)** شرح الصدور میں ہے قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار علما نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست ونابود ہو جائے۔ بلکہ وہ تو یہی روح وبدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب وجدائی ہو جانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے تنبیہ: تعلق چھوٹنے کے یہ معنی کہ وہ علاقہ معہودہ جو عالم حیات میں تھا۔ جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب وجدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں۔ ورنہ مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے جیسا کہ فصول آئندہ کے اقوال کثیرہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالٰی۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا۔ موت بعدم محض نیست چنانکہ دہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے واز دارے بدارے۔ **قول (۴)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و

۱؎ نقلہ فی شرح الصدور عن الیافعی ۱۲ منہ

۲؎ تابعی جلیل عابد فاضل ثقہ رجال نسائی وغیرہ ۱۲ منہ سلمہ

زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست۔ **قول (۵)** مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرمایا لافرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لایموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار اولیاء کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلا فرق نہیں اسی لئے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لیجاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابو سعید خراز قدس اللہ سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا جب میں نے اسکی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ اور کہا یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینتقلون من دار الی دار اے ابو سعید کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابو علی قدس سرہ سے راوی۔ میں نے ایک فقیر کو قبر میں اُتارا۔ جب کفن کھولا اور اون کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اون کی غربت پر رحم کرے فقیر نے آنکھیں کھولدیں اور مجھ سے فرمایا یا ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی اے ابو علی تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اُٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی اے سردار میرے کیا موت کے بعد زندگی فرمایا بلی انا حی وکل محب لانصرنک بجاھی غدا میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملیگی اوس سے میں تیری مدد کروں گا۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہ سے راوی۔ میرا ایک مرید جوان مرگیا مجھے سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی میں نے کہا جان پدر تو سچا ہے مجھی سے غلطی ہوئی۔ **روایت چہارم۔** وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہ سے راوی۔ میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اُس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں۔ یہ تو صرف مکان بدلنا ہے لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔ **روایت پنجم۔** جناب ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی۔ کہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیر و مرشد میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ حضرت یہ اشرفیاں لیں۔ آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا۔ پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اوتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا موت کے بعد زندگی کہا انا حی وکل محب اللہ حی میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے اس قسم کے صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور

ھذہ والاربعۃ بعدہا کل ذلک فی شرح الصدور ۱۲ منہ۔

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا۔ اور اس کے علوم و افعال[1] بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ ہوجاتے ہیں بھر بمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔ **قول (۶)** امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفۃ وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لایعتد بہ اھ ملتقطا یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم و ادراک رکھتی ہے بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں۔ اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں ہیں۔

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے فیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغائرۃ لما یحس بہ من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ وعلیہ جمہور الصحابۃ والتابعین وبہ نطقت الاٰیات والسنن۔ یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں۔ موت کے بعد اپنے اوسی جوش اور ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے۔ اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔ **قول (۸)** امام غزالی احیاء میں فرماتے ہیں۔ لاتظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضا حتی تظن انك اذا عدمت عدمت صفتك یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہوجائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی۔ نہ وہ نیست و نابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔ **قول (۹۔۱۰)** امام نسفی عمدۃ الاعتقاد پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ الروح لاتتغیر بالموت مرنے سے روح میں کچھ تغیر نہیں آتا (**قول (۱۱)** علامہ تورپشتی فرماتے ہیں الروح الانسانیۃ متمیزۃ مخصوصۃ بالادراکات بعد مفارقۃ البدن فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز و مخصوص بہ ادراکات ہے نقلا عنہ [illegible]۔

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن۔ موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔ **قول (۱۳)** اوسی میں ہے ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت۔ بیشک روح جب اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔ **قول (۱۴)** شرح الصدور میں منقول کہ دلائل قرآن و حدیث لکھ کر کہا فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ ان سے ثابت ہوا کہ روحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت و ناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذات خود ادراک و تمیز رکھتی ہیں: بیان وہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیر حدیث دوم گزری۔ **قول (۱۵)** مقاصد و شرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے۔ عند المعتزلۃ وغیرھم البنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک

[1] امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ ان الروح ذات قائمۃ بنفسھا تصعد و تنزل و تتصل و تنفصل و تذھب و تجیء و تتحرك و تسکن وعلی ذلك اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سَو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں ۱۲ منہ۔

فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی وھو الظاھر من قواعد الاسلام معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنّت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعد دین اسلام سے **قول (۱۶)** لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے سببیۃ الحواس للاحساس والادراک عادیۃ کما تقرر فی المذھب اما العلم فبالروح وھو باق اھ ملتقطاً حواس کا سبب احساس وادراک ہونا امر عادی ہے جیسا کہ مذہب اہلسنت میں ثابت ہوچکا اور علم تو روح سے ہے وہ باقی ہے۔ **قول (۱۷)** امام سیوطی فرماتے ہیں ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح یبقی بعد موت البدن وخالف فیہ الفلاسفۃ دلیلنا ما تقدم من الاٰیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا الخ تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض اعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے **قول (۱۸)** ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلۃ والروافض محتجین بان المیت جماد لاحیاۃ لہ ولا ادراک الخ بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوگئے یہ حجت لاکر کہ مردہ جماد ہے نہ اُس کے لیے حیات ہے نہ ادراک **قول (۱۹)** کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است **قول (۲۰)** اُسی میں ہے فرقی نیست در ارواح کاملان در حین حیات وبعد ازممات مگر بترقی کمال

فصل سوم ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم وادراک دُنیا واہل دُنیا کو بھی شامل **قول (۲۱)** امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں ؎

یعرف من یغسلہ ویحمل ؛ ویلبس الاکفان ومن ینزل۔

مردہ اپنے نہلانے والے اُٹھانے والے کفن پہنانے والے قبر میں اُتارنے والے سب کو پہچانتا ہے **قول (۲۲)** تا (۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور[۲۳] امام قسطلانی مواہب اور[۲۴] علامہ زرقانی شرح میں تقریراً فرماتے ہیں۔ واللفظ للاخیر من اتصل الی عالم البرزخ من المومنین یعلم احوال الاحیاء غالبا وقد وقع کثیر من ذٰلک کما ھو مسطور فی مظنۃ ذٰلک من الکتب جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیا پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے **قول (۲۵)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراک موتی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت می کند بر وجود علم موتی بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکر دین

فصل چہارم اموات سے حیا کرنے میں **قول (۲۶)** ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی وہ ایک مقبرہ پر گزرے پیشاب کی حاجت سخت تھی کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کرلیجیے فرمایا سبحان اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء سبحان اللہ خدا کی قسم میں مردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی زندوں سے **قول (۲۷)** جب سیدنا امام شافعی مزار فائض الانوار حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما نماز صبح میں قنوت نہ پڑھی لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کیف اقنت بحضرۃ الامام وھو لا یقول بہ میں

امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں۔ حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں ذکرہٗ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان
ونحوہ العلامۃ ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان فی اوّلھا واعادہٗ
فی اٰخرھا عن بعض شراح منھاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ
شیوخہ الامام الزاھد الولی شھاب الدین شارح المنھاج بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی
نقلہ الفاضل الشامی فی ردالمحتار عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بعض میں ہے تکبیرات
انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا سبب دریافت ہوا جواب دیا ادبا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ
اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ اُن کے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں ذکرہ علی القاری فی المرقاۃ شرح
لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا استحیی ان اخالف مذھب الامام فی حضورہ مجھے شرم
آتی ہے کہ امام کے سامنے اُن کے مذہب کے خلاف کروں ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل المقام بالمدینۃ
المنورۃ سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سنتے نہیں تو جہر واخفا یا رفع وترک یا مکث قنوت وتعجیل سجود میں کیا فارق تھا۔ للہ
الصاف اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب ولحاظ کا کیا باعث تھا (**قول ۲۸ تا ۳۱**)
علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعت علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی
اللہ عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے اسی طرح اُس بقعۂ پاک میں جو مزار
پہلے آتا جائے اُس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت وعظمت رکھتا ہے اُس کے سامنے سے بے سلام چلا جانا مروّت وادب سے
بعید ہے مولانا[۲۹] علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرماکر مسلّم رکھا شیخ[۳۰] محقق نے جذب القلوب میں بعض[۳۱] دیگر علماء سے اُس کی
تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل واشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں مسلک متقسط میں ہے
ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما
اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ
وسلم علٰی من یمربہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا الخ تاریخ

مدینہ میں ہے متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتدا بزیارت کہ کنند طائفہ برانند کہ ابتدا بہ زیارت حضرت عباس کنند وہرکہ باوے
دریک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل واقرب است وازپیش ایشان درگزشتن وبزیارت
دیگران متوجہ شدن نوعے از جفا وسوءِ ادب باشد الخ اسمٰی میں ہے محصل کلام بعضے از علماء آنست کہ ابتدا از قبہ عباس کنند رضی اللہ
تعالٰی عنہ وعمن معہ وبعد ازاں بہرکہ پیش آید زیرا کہ ہرکہ باوی جلالت شان بود بے سلام از پیش وی گزشتن وجائے دیگر رفتن از عالم
مروت وحفظ طریقہ ادب بغایت دوراست قال بعضھم وھو مقصد صالح لایضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف
الخ

فصل پنجم

افعال احیاء سے تاذی اموات میں **قول ۳۲ تا ۳۴** مراقی الفلاح میں فرمایا اخبرنی شیخی العلامۃ محمد

بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی باھم یتاذون بخفق النعال مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبر دی کہ جوتی کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے علامہ طحطاوی[۳۴] نے اس پر تقریر فرمائی **قول** (۳۵) حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اُسے ایذائے ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وی از جہت تضمن وی اہانت و استخفاف را بوی واللہ اعلم **قول** (۳۶ و ۳۷) عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی[۳۷] حدیقہ میں فرماتے ہیں معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستھانة فتتاذی بذلك اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔ **قول** (۳۸ و ۳۹) حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہما میں ہے مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے لان المیت یتاذی بما یتاذی به الحی اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں **اقول** بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا المیت یوذیه فی قبره مایوذیه فی بیته میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اُس سے اذیت پاتا ہے **قول** (۴۰ و ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابو عمر عبدالبر سے نقل کیا از ینجا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد بتمام انچہ متالم می گردد بدان حی و لازم این ست کہ متلذذ گردد بتمام انچہ متلذذ می شود بدان زندہ۔

تذئیل مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ نہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے نہ کوچیں کاٹیں کہ اس میں جانور کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلا دیں تاکہ وہ اُن کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں درمختار میں ہے جرم عقر دابة شق نقلها الی دارنا فتذبح وتحرق بعده اذ لا یعذب بالنار الا ربھا اس پر علامہ حلبی محشی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اُسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وہ اپنی قبور میں ثواب و عذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک و احساس ہوتا ہے جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ اُن کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا ردالمحتار میں ہے اورد المحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انه یقتضی ان المیت لا یتالم مع انه ورد انه یتالم بکسر عظمه قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی اٰدم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والا لزم ان لا ینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ انتھی **اقول** تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعد موت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی فی القول ۱۹۔ اور خود عذاب و ثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم

ملاقات احیاء و ذکر خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے **قول** (۴۲) امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا ؏ ویانسون ان اتی المقابر یوماً جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں **قول** (۴۳) امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسام زیارۃ

میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی **قول (۴۴)** جذب القلوب میں فرمایا زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور باشد درحدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت را بود در وقتیست کہ یکے از آشنایان او زیارت قبر او کند واحادیث دریں باب بسیار ست **قول (۴۵ و ۴۶)** فتاوٰی قاضی خان پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے ان قرأ القراٰن عند القبور نوی بذٰلک ان یونسہ صوت القراٰن فانہ یقرء مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے **قول (۴۷ تا ۴۹)** ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں تلقین میت کے مفید ہونے میں فرمایا ان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الاٰثار بیشک اللہ تعالٰی کے ذکر سے مردے کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے **قول (۵۰ تا ۵۸)** امام قاضی خاں فتاوائے خانیہ شرنبلالی[۵۱] نورالایضاح و مراقی الفلاح وامداد الفتاح پھر علامہ ابوالسعود[۵۲] و فاضل طحطاوی[۵۳] حاشیہ مراقی میں استناداً وتقریراً اور شامی[۵۴] حاشیہ در میں استناداً اور خزانۃ الروایات[۵۵] میں فتاوٰی[۵۶] کبرٰی سے اور امام بزازی[۵۷] فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام[۵۸] کشف الغطا میں اور ان کے سوا اور علما فرماتے ہیں واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیونس المیت چوب وگیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے علامہ شامی نے اُسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا اس بنا پر مطلقا کراہت ہے اگرچہ خودرو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے **تنبیہ** فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ علما کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات گزشتہ سے دو جلیل فائدے حاصل اوّلا نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اُس کی بقا تک ہر شجر و حجر زبان قال سے اُس رب اکبر جل جلالہ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلمات تسبیح الٰہی کہتا ہے کہ اُن میں صرف زبان حال ہے جیسا کہ ظاہر بینی کا مقال ہے کہ اس تقدیر پر تر وخشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لایخفی اور آیہ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہ خود اس پر برہان قاطع کہ اس میں فرمایا ولٰکن لاتفقہون تسبیحہم تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعرا بھی کہہ گئے ؎ ہر گیا ہے کہ از زمیں روید ؛ وحدہ لاشریک لہ گوید۔ اور خود مذہب[۵۹] اہلسنت مقرر ہوچکا کہ تمام ذرات عالم کے لیے ایک نوع علم وادراک وسمع وبصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا اور اس پہ قرآن و احادیث کے صدہا نصوص ناطق جنھیں جمع کروں تو ان شاء اللہ تعالٰی پانسو سے کم نہ ہوں گے ان سب کو بلا وجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانون عقل و نقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص[۶۰] جو صریح مفسر ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے

[۵۹] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وہذا مذہب اہل سنت وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار تشہد لہ مکاشفۃ اہل المشاہدۃ والاسرار التی ہی کالانوار والمعتمد فی المعتقد ان شہادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارع یحمل علی ظاہرہ الم یصرف عنہ صارف ولاصارف ہہنا کما لایخفی ملتقطاً ۱۲ [۶۰] فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق

بقیہ ص ۲۸۵

مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اس مسئلہ کا قدرے ایضاح کرتا **ثانیاً** اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصۂ ثبوت پر جلوہ گر ہوا کہ اہل قبور کی قوت سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیا نہیں سنتے وہ بلا تکلف سنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی **قول (۵۹ تا ۶۲)** مجمع البرکات[1] میں مطالب المومنین[2] سے اور کنز العباد[3] وفتاوٰی غرائب[4] وغیرہا میں ہے وضع الورود والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر **ڈالنا** خوب ہے کہ وہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیح الٰہی کریں گے تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا **فائدہ** مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا **فصل مفہم ہا** وہ اپنے زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں **قول (۶۳ و ۶۴)** مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسلک متوسط پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں من اداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لامن قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ زیارت قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علما نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ سرہانے سے کہ اُس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا) تو اُس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا **قول (۶۵)** مدخل میں فرمایا کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلاۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتہی ونور اللہ لایحجبہ شیئ ھذا فی حق الاحیاء من المومنین فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیا پر علم وشعور ہے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں **قول (۶۶)** شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی نقل فرماتے ہیں درمیان قبور سائر مومنین وارواح ایشان نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران رامی شناسند وسلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت در جمیع اوقات شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا **قول (۶۷)** انیس الغریب میں فرمایا ع

ویعرفون من اتاھم زائرًا

جو زیارت کو آتا ہے مُردے اُسے پہچانتے ہیں **قول (۶۸)** تیسیر میں ہے الشعور باق حتی

---

[1] متاوہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیح الٰہی میں غفلت نہ کرے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما صید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضیع التسبیح رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابو الشیخ نے روایت کی ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضیع التسبیح اسحاق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے دیکھ کر فرمایا میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ما صید صید ولا عضبت عضباہ ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح نہ کوئی جانور شکار ہوا نہ کوئی ببول کٹی نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے ۱۲ منہ

بعد الدفن حتی انه یعرف زائره شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہانتک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے **قول (۶۹)** لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے واللفظ للوسطٰی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا کہ خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواح مومنان بقبور خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال روحانی نظیر و مشابہ اتصالی کہ ببدن دارد و زائران را کہ نزدیک قبر می آیند می شناسد و خود ہمیشہ می شناسد ولیکن دریں روز شناختن زیادت بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر و قوی تر باشد از شناخت دور و در بعض روایات آمد کہ این شناخت در اول روز بیشتر است از آخر آن و لہذا زیارت قبور درین وقت مستحب تر است و عادت در حرمین شریفین ہمین است **اقول** ولا عطر بعد العروس **قول (۷۰ و ۷۱)** شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا واللفظ للشیخ فی جامع البرکات تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائران و احوال ایشان ثابت است و این امر لیست مقرر در دین **قول (۷۲)** تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ نقل فرمایا ھذا نص فی ان المیت یشعر من یزورہ والا لما صح تسمیتہ زائرا اذا لم یعلم المزور بزیارۃ من زارہ لم یصح ان یقال زارہ ھذا ھو المعقول عند جمیع الامم یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی تمام عالم اس لفظ سے یہی معنی سمجھتا ہے **قول (۷۳ و ۷۴)** اشعۃ اللمعات آخر باب الجنائز میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا درین حدیث دلیلی واضح ست بر حیات میت و علم وی و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانکہ در حالت حیات ایشان پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے ھل ھذا الا اثبات العلم والادراک[1] یہ اگر میت کے لیے علم و ادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے

فصل ہشتم وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے اور اُن کے سلام و کلام کا جواب دیتے ہیں **قول (۷۵ تا ۷۸)** امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب الدین طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھا فقال لی یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ (انھوں نے فرمایا اے محب الدین آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مردے کلام کرتے ہیں، میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں) **تنبیہ** اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے

---

[1] تنبیہ جواب سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ

کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محل استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیاء سے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔ **تذییل** امام یافعی امام سیوطی امام اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابرِ یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے کسی نے سبب پوچھا فرمایا میں نے اس مقبرہ والوں کو عذاب قبر میں دیکھا رویا اور جناب الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی حکم ہوا قد شفعناك فیھم ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل میں بھی انھیں میں ہوں میں فلانی گائن ہوں میں نے کہا وانت معھم تو بھی ان کے ساتھ ہے اس پر مجھے ہنسی آئی اللھم اجعلنا ممن رحمتہ بالولیائك آمین **قول (۷۹)** زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا ان للروح شانا اٰخر فتکون فی الرفیق الاعلٰی وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی صاحبھا رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناك الی ان قال انما یاتی الغلط ھٰھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس ما یعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض روح کی شان جدا ہے باآنکہ ملاء اعلٰی میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اسی وقت دوسرے میں نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ محض غلط ہے **قول (۸۰)** علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں رد السلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملتہ ومن غیر الانبیاء والشھداء برد اتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن من الرد مع کون ارواحھم لیست فی اجسادھم وسواء الجمعۃ وغیرھا علی الاصح لکن لامانع من ان الاتصال فی الجمعۃ والیومین المکتنفین بہ اقوی من الاتصال فی غیرھا من الایام اھ ملخصا انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ ان کی روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ و جمعہ و شنبہ میں اور دونوں کی نسبت اتصال قوی ہے **قول (۸۱ و ۸۲)** شرح الصدور و طحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا الاحادیث والاٰثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لا توقیت فی ذلك احادیث و آثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے اس کا سلام سنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء و غیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت[۱] کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں **قول (۸۳)**

[۱] انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا وسلموا واعلی الملئۃ فی ای یوم قالہ ابن القیم مردے سلام کے جواب میں سلام کہتے میں کوئی دن موجب اکہ ابن قیم تصریح کیا

بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارۂ حدیث تلقین موتی فرمایا عند اھل السنۃ ھذا علی الحقیقۃ لانہ یجیب علی ماجاءت بہ الاٰثار اہل سنت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ مُردہ تلقین کا جواب دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا

فصل نہم اولیا کی کرامتیں اولیا کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں **قول (۸۴)** امام نووی نے اقسام زیارت میں فرمایا ایک زیارت بغرض حصول برکت ہوتی ہے یہ مزارات[۲] اولیا کے لیے سنت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بیشمار ہیں وستقف علی ذلک ان شاء اللہ تعالٰی **قول (۸۵ و ۸۶)** اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا الاٰیہ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت و سیاحت میکنند دران پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف و قوت از مدبرات **قول (۸۷)** علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضًا ومن زعم خلاف ذلک فھو جاھل متعصب ولنا رسالۃ فی خصوص اثبات الکرامۃ بعد موت الولی اھ ملخصًا اولیا کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اُس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے **قول (۸۸ و ۸۹)** شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محققی الحنفیۃ اذا کان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم الی ان قال قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃ علی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحصر لان منھا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً وامواتًا الٰی یوم القیامۃ علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف ہے تو اولیا کی حیات و وفات میں کچھ فرق نہیں تمام علمائے اسلام یک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیائے زندہ و مُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا **قول (۹۰)** اُس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی منقول معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لا تنقطع بموتھم انبیا کے معجزے اور اولیا کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں **قول (۹۱ و ۹۲)** امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجا لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم اہل بصیرت و اعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت و عبرت

[۲] ف زیارت گاہی از جہت انتفاع اہل قبور بود چنانچہ در زیارت قبور صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب

محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں **قول (۹۳)** جامع البرکات میں ارشاد فرمایا

اولیاء را کرامات وتصرفات در اکوان حاصل است وآن نیست مگر ارواح ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد **قول (۹۴)** کشف الغطا میں ہے ارواح کمل کہ در حین حیات ایشان بہ سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزۃ کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں ہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازان **قول (۹۵ و ۹۶)** شرح مشکوٰۃ میں فرمایا یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شان در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف وعبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما ودوکس[2] دیگر را از اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است **فصل دہم** الحمدللہ برزخ میں بھی اُن کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد ویاری ہے **قول (۹۷)** امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتی یجاوزوا الصراط تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا وبرزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہوجائیں اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں فرمایا قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصر الدین اللقانی راٰہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک قال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسألانی اتاھم الامام مالک فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم اوتاد الارض وارکان الدین وامناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ہم نے کتاب الاجوبۃ عن الائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے جب نامہ اعمال کھلتے ہیں جب حساب لیا جاتا ہے جب عمل تُلتے ہیں جب صراط پر چلتا ہے غرض ہر حال میں اس کی نگاہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انہیں خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ کہا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کے لیے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہوگئے اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہر ہول وسختی کے وقت

---

[1] یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما رواہ عنہ الامام نورالدین ابوالحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسند ۱۲۵ منہ

[2] یعنی شیخ عقیل سبحی وحضرت شیخ ابن قیس حرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہا فی البہجۃ ۱۲ منہ

دُنیا و آخرت میں اپنے پیرووں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں، تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمّت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ؎ حسبی من الخیرات ما اعددتہ ؛ یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن ؛ دین النبی محمد خیر الورٰی ؛ ثم اعتقادی مذھب النعمٰن ؛ وارادتی وعقیدتی ومحبتی ؛ للشیخ عبدالقادر الجیلانی ؛ ؎ وی بخاک رضا شدم گفتم ؛ کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم ؛ ہمہ روز از غمت بفکر فضول ؛ ہمہ شب در خیال بیہدہ ایم ؛ خبری گو بما زتلخی مرگ ؛ گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم ؛ قادریت بکام ما کردند ؛ سنیت را گدائے میکدہ ایم ؛ شیر بودیم وشہد افزودند ؛ ما سراپا حلاوت آمدہ ایم ؛ تنبیہ نبیہ ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی وشادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو تو بہ کہاں، وہ اور کہاں اتباع یوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں بہت مجسّمہ موجہ حنبلی کہے جاتے پھر کیا ارواح طیبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن سے خوش ہوں گے کلّا واللہ ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہی جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین یوہیں نجد کے حنبلی ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعان قرن طرید ہوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ خبلی[1] و جنفی[2] ہیں۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم ۱۳۰۲ کی شرح مجیر معظم ۱۳۰۳ میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم امیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی اما ہوس کار اینکہ نزد ایشان اتباع ہوائے نفس کمال تصوف و در احکام شرع تغافے تعرف مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت این راہ روزہا دارند لہا برگردن و نمازہا گزارند بمعنی ترک کردن و نہ آنکہ ازینہا باکی دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زید و حسابی ندارند و خود ازینہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشان ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند من و خدا اے من کہ ایناں نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ؎ سایہ ما دور باد از ما دور الخ اھ ملخصا **معہذا بالفرض** اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواح گزشتگان مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواح ائمہ اُن پر نظر فرمائیں سنت الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں اللہ تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواہ البخاری جب ان کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا ع گر بر تو حرام است حرامت بادا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث متواتر میں فرماتے ہیں شفاعتی یوم القیمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اھلہا میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اُس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے

---

[1] خبل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ [2] جنف بفتحتین میل و جور ۱۲ منہ

اہل سے نہ ہوگا رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں ان کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰھم آمین **قول (۹۸ تا ۱۰۰)** امام[98] غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق[99] پھر شیخ الاسلام[100] فرماتے ہیں واللفظ لشرح المشکوٰۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ می شود بوی در حیات استمداد کردہ میشود بوی بعد از وفات **قول (۱۰۱ و ۱۰۲)** امام ابن حجر مکی پھر شیخ[102] نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا صالحان را مدد بلیغ است زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشان **قول (۱۰۳)** امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کرکے فرمایا و لھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے **قول (۱۰۴ و ۱۰۵)** ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم واسرارھم ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے **قول (۱۰۶)** امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں ان کان المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ یبدؤ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ ھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشرع لہ. ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الاٰخرۃ اکثر فمن ارادحاجتہ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللہ تعالٰی وخلقہ وقد تقرر فی الشرع وعلم ماللہ تعالٰی بھم من الاعتناء وذلک کثیر مشہور ومازال الناس من العلماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورھم ویجدون برکۃ ذلک حسًا ومعنی اھ ملخصًا یعنی اگر صاحب مزار اُن لوگوں میں ہے جن سے اُمید برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے پہلے حضور اقدس سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل ور اس کی تکرار وکثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چنا اور فضیلت وکرامت بخشی تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچا یونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائے گا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو ان کے مزارات[1] پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اُس کی مخلوق میں اور بیشک شرع میں مقرر ومعلوم ہو چکا کہ اللہ تعالٰی کو اُن پر کیسی عنایت ہے

---

[1] قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آں جناب واستفاضۂ خیرات وبرکات از ایشان نماید موجب مزید خیر وزیادت ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ　　جذب القلوب

اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں **قول (۱۰۷ تا ۱۰۹)** اشعہ میں فرمایا شیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت روزی شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امداد حی قویست یا امداد میت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساط حق است و در حضرت اوست (قال) و نقل درین معنی ازین طائفہ بیشتر ازان است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف این باشد و رد کند این را الخ **قول (۱۱۰)** اُسی میں ہے بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشان اویسی خوانند **قول (۱۱۱ و ۱۱۲)** شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل چون می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقی خاص بقبر چنانچہ نفس صاحب قبر را و بسبب این دو تعلق حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض میشود و اگر بر عکس بود بر عکس شود **قول (۱۱۳ و ۱۱۴)** مولٰنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل درویشی از شیخ سوال کرد کہ چون بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگی ہمان باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکی آنکہ چون بزیارت کسی می رود چندانکہ میرود توجہ او زیادہ می شود چون بسر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او میشود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر دہد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکے است اما بآن موضع تعلق بیشتر بود اھ ملخصا **قول (۱۱۵ و ۱۱۶)** سیدی جمال مکی کے فتاوی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم انبیا و رسل و اولیا و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی فرماتے ہیں

فصل یازدہم

تصریحات علماء میں کہ سلام قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے **قول (۱۱۷)** امام عزالدین بن عبدالسلام اپنے امالی میں فرماتے ہیں انا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرک لما کان فیہ فائدۃ حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر روحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بے شک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ **قول (۱۱۸)** امام ابو عمر ابن عبدالبر نے فرمایا احادیث زیارۃ القبور والسلام علیھا وخطابھم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلک اھ ملخصا زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں **قول (۱۱۹)** شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول لقد شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ ممن یسمع ویعقل بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اہل قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سننے سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں **قول (۱۲۰)** امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول دربارہ سماع موتی نقل کرکے فرماتے ہیں ھو الظاھر المختار الذی تقتضیہ احادیث

سلام القبور یہی ظاہر ومختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضا کرتی ہیں **قول (۱۲۱)** علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یوں نقل فرمائی ہے فان السلام علی من لایشعر محال کہ جو نہ سمجھے اُس پر سلام اصلاً معقول نہیں **قول (۱۲۲)** شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں خطاب باکسیکہ نہ شنود ونہ فہمد معقول نیست ونزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت **قول (۱۲۳)** مولانا علی قاری شرح اللباب میں دربارہ سلام زیارت فرماتے ہیں من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنّت ہے فوت ہوجائے **فصل دوازدہم** اہل قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں **قول (۱۲۴ تا ۱۲۷)** منسک متوسط[۱۲۵] ومسلک متقسط[۱۲۶] واختیار[۱۲۷] شرح مختار و فتاوی عالمگیری میں ہے واللفظ للاخیرین فانہ ابسط کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل ماجزی اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفتہ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنھاجہ خیر مسلك وقاتلت اھل الردۃ والبدع ومھدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصر الاھلہ حتی اتاك الیقین آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزا وعوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اُس کے نبی کی امّت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے آپ نے اہل ارتداد وبدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو آراستگی دی آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے جزاك اللہ عنا افضل الجزاء ورضی عمن استخلفك فقد نظرت للاسلام والمسلمین حیاً ومیتاً فکفلت الایتام ووصلت الارحام وقوی بك الاسلام کنت للمسلمین اماما مرضیا وھادیا مھدیا جمعت شملھم واغنیت فقیرھم وجبرت کسیرھم اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام ومسلمین کی رعایت فرمائی آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے، آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور اُن کے محتاجوں کو غنی کردیا اور اُن کی شکستہ دلی دُور فرمائی اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی **قول (۱۲۸ تا ۱۳۰)** امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایالا باس بہ اذلیس فیہ الا ذکر اللہ تعالٰی وعرض الاعتقاد علی المیت (الی قولہ) وکل ذلك حسن اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد اور یہ سب خوب ہیں نقلہ[۱۲۹] القاری فی المرقاۃ بعینہ اسی طرح ذیل مجمع[۱۳۰] البحار میں مذکور وحسبنا اللہ العزیز الغفور وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الی یوم النشور

فصل سیزدہم بعد دفن میت کو تلقین اور اُسے عقائد اسلام یاد دلانے میں یہ فصل فصل دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میّت سے سوائے اسلام اور قسم کا خطاب و کلام ہے کما لایخفٰی، میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائل تلقین ہیں الّا من شاء اللہ **قول** (۱۳۱ تا ۱۳۳) امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقین موتی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں۔ امام[132] حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا ان ھذا (ای منع التلقین) علی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ محمول علٰی حقیقتہ لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ماجاءت بہ الاٰثار وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ ذکرہ فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ **قول** (۱۳۴ و ۱۳۵) درمختار میں جوہرہ سے ہے انہ مشروع عند اھل السنۃ بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے **قول** (۱۳۶) نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کیف لا یفعل وقد روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہل سنّت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے **قول** (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا لایؤمر بہ ولا ینھی عنہ تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں نقلہ فی النھایۃ وغیرھا حلیہ[138] میں اسے نقل کرکے فرمایا ظاھرہ انہ یباح اس قول سے ظاہر اباحت ہے **قول** (۱۳۹) امام فقیہ النفس قاضی خان نے فرمایا ان کان التلقین لا ینفع لایضر ایضا فیجوز تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں پس جائز ہوگی ا ثرہ المذکور ان اور ظاہر ہے کہ نفی نفع برسبیل تنزل ہے **قول** (۱۴۰ تا ۱۴۳) صاحب عباب فرماتے ہیں انی سمعت استاذی قاضی خان یحکی عن[141] الامام ظھیر الدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز میں نے اپنے استاذ قاضی خان کو سُنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے لبعض[142] ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی کہ میں نے اُنھیں تلقین کی پس جواز ثابت ہوا نقلہ فی شرح النقایۃ اسی طرح صاحب[143] حقائق نے بتصریح[1] اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی صاحب عباب سے نقل کیا کما فی الحلیۃ امام ابن امیر الحاج عبارت حقائق لکھ کر فرماتے ہیں یبین فعلہ راجح علی ترکہ یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے) پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد وعمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما اسلفناہ فی المقصد الثانی **قول** (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقت نزع

---

[1] یعنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اُس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ بعد ما دفن ۱۲ منہ

بھی اور وقت دفن بھی) نقلہ فی الھندیۃ[145] **قول** (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے اتفق کثیر علی التلقین بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے **قول** (۱۴۷) نور الایضاح میں ہے تلقینہ فی القبر مشروع مُردے کو تلقین کرنا مشروع ہے **قول** (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[149] والمزید سے ناقل التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے **قول** (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز جواہر[151] سے منقول سئل القاضی مجد[152] الکرمانی عنہ قال ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی ذلک حدیثان قاضی مجد کرمانی سے دربارہ تلقین سوال ہوا فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں **قول** (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول کیف لا یفعل مع انہ لا ضرر فیہ بل فیہ نفع للمیت تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میت کا فائدہ ہے **قول** (۱۵۴) کشف الغطا میں ہے بالجملہ بمقتضائے مذہب اہلسنت وجماعت تلقین مناسب پھر امام صفار کا ارشاد کہ سزاوار آنست کہ تلقین کردہ شود میت بہ مذہب امام اعظم وہرکہ تلقین نمی کند ونمی گوید بآن پس او بر مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است وروح در قبر معاد نمی شود نقل کرکے فرمایا واٰنچہ در کافی گفتہ کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوئے وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانچہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وی تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ می شود از وے الی آخرہ **قول** (۱۵۵ و ۱۵۶) علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارہ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل دلیل اختیار وتعویل ہے علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا۔ ھو المرجح اذھو المحلی بالتعلیل وہذا علامہ شامی افندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں ظاہر استدلالہ للاول اختیارہ یعنی قول استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے کہ امام زیلعی اسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیار جواز واستحباب پر دلیل ہے کہ معراج الدرایہ سے عدم تلقین کا ظاہر الروایہ ہونا نقل کرکے پھر اسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ انھوں نے حدیث تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی بہت تائید فرمائی پھر غنیہ سے لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے پھر زیلعی کے کلام سے یوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیت تلقین کو قول اہلسنت کہا اُسے مقرر ومسلم رکھا واللہ تعالٰی اعلم **نکتہ جلیلہ تتمیم کلام وازالہ اوہام میں اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس ومغالطہ منع تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے ہم یہاں نفس مسئلہ تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین

نے ادراک وسمع موتی مانا اور یہ امر اقوال مذکورہ سے یقیناً ثابت۔ ذرا آنکھیں مل کر دیکھیں کہ ان ائمہ نے کیا چیز جائز مانی تلقین میت پھر یہ سیکھیں کہ تلقین کے معنی کیا ہیں تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی پھر کسی ذی عقل سے پوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو۔ حاشا وکلا ہر سمجھ وال بچہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخالف نہ عقل وفہم رکھتا ہے نہ میرا کہا سُنے پھر اُس کے آگے بقصد تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون و دیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب کہ جو ائمہ وعلما استحباب خواہ جواز تلقین کے قائل ہوئے اُنھوں نے بلا شبہہ اموات کو بعد دفن بھی کلام احیاء سننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوال منع کہ وہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر کہ ترک تلقین کی علت کچھ انکار فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں مانتا وہ میت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدم ثبوت ہو جیسا کہ حلیہ میں ہے نص الشیخ عزالدین بن عبد السلام علی انه بدعۃ دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائل تلقین نہ ہوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۷۰ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلام قبور محض لغو تھا یوہیں کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ ان کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مُردہ با ایمان گیا تو خود رحمت الٰہی اُسے بس ہے وہ بتوفیق ربانی آپ ہی صحیح جواب دیگا قال اللہ تعالٰی یثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ اور جو عیاذاً باللہ نوع دیگر ہے اُسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکار تلقین اسی پر مبنی کیا حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ والمراد بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجری علی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام ای بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ الا انا نقول لافائدۃ فی التلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلاحاجۃ الیہ وان مات کافرا فلایفید التلقین اھ ببعض تلخیص اگرچہ علما نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شق اول یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میت کا قوی ہوگا ڈھارس بندھے گی وحشت گھٹے گی قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل) اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے ثبات مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا کمامر فی المقصد الاول شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵۴ میں سُن چکے۔ علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں نفی صاحب الکافی فائدتہ مطلقا ممنوع (بان فیہ فائدۃ التثبیت للجنان) نعم الفائدۃ الاصلیۃ (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیۃ ویحتاج الیہ لتثبیت الجنان للسوال فی القبر اھ موضحاً

بحاشیۃ الطحطاوی علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میت کا فائدہ ہے کہ ذکر خدا سے اُس کا جی بہلے گا **فقیر** کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی اگر عدم فائدہ میں ایسی ہی تقریر کریں تو دعا و دوا تمام کارخانہ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیر الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل۔ غرض جب واضح و بیّن کہ تلقین بے فہم و سماع میت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوال جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوال ترک و منع اصلاً مضر نہیں پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجئے اور وہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے یہ نہیں دیکھتے کہ محل نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے کہا تو یہ تھا کہ یہ امر ثابت ہے ولہذا فلان فلان ائمہ نے اس پر فلاں بات مبنی کی اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلان فلان نے وہ بنا نہ مانی گیا انکار بنا انکار مبنی کو مستلزم ہوتا ہے واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کھلتا ہے واللہ الہادی **فائدہ جمیلہ تنقیح مسئلہ تلقین میں اقول** وباللہ تعالٰی استعین نفس مبحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلیق یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت و عدم جواز کے لیے متعین نہیں آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدہ شکر مشروع نہیں اور علماء نے اس کے معنی عدم وجوب لیے اشباہ میں ہے سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لاواجبۃ وھو معنی ما روی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبا اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر فتاوٰی حجہ میں فرمایا عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب وقول محمد علی الجواز والاستحباب فیعمل بھما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکر کما قال ابو حنیفۃ ولکن لایجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سرنعمۃ او ذکر نعمۃ فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد الاستحباب اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی وقبلہ الحلبی فی الغنیۃ اسی ذخیرہ میں فرمایا لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استادہ درمختار میں اسے نقل کرکے کہا ای لایسن نہر میں کہا لیس ما فی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ یونہی ہمارے ائمہ سے دربارہ عقیقہ لایعق منقول علمائے کرام فرماتے ہیں اُس کے معنی نفی وجوب و استنان ہیں اور اباحت ثابت فتاوی خلاصہ میں ہے لایعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولاسنۃ لکنہ مباح اسی طرح عامہ کتب میں مثل ہدایہ و وقایہ و نقایہ و بدائع و منیہ و ملتقی و تنویر و جوہرہ وغیرہا فاتحہ و

وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی ولا یسمی ذکر کیا پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفی سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں رہی کراہت وممانعت وہ کسی کا مذہب نہیں کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ[1] ومجتبٰی[2] وبحر[3] ونہر[4] وحاشیہ[5] درر للعلامہ الشرنبلالی وشرح[6] علائی وحواشی[7] شامی وطحطاوی[8] وغیرہا سے واضح علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا لابین الفاتحۃ والسورۃ محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا پھر فرمایا ولاتکرہ اتفاقا طحطاوی نے فرمایا بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا نھر بحر الرائق میں ہے الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبٰی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفہ الخ پھر امام صفار کا ارشاد سُن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے یہ امام علام صرف دو واسطہ سے شاگرد صاحبین ہیں امام نصیر بن یحیٰی سے اخذ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ پھر اُس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشرب معتزلہ ہے اور واقعی متاخر مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال وتخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہوجاتی ہے وباللہ العصمۃ جیسے بشر مریسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا سے اگر سورت رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی صاحب ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یوں نقل کردیا گویا یہی مذہب ہے حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق رد المحتار میں کہا ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی ایسا ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن لہ مع ظھورہ من القنیۃ اس کا مبنی اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہوا باآنکہ صاحب قنیہ کا معتزلی ہونا کھلا ہوا ہے بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر وابن امیر الحاج وصاحب مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا پھر سیدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اس میں مروی پھر او رصحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں باایں ہمہ قول صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہو تقلید[1] صحابی ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول قلت للامام ابی حنیفۃ

---

[1] مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شیئ من السنۃ انتھی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوی منہ ۱۲ منہ

رضی اللہ تعالٰی عنہ ارأیت لورأیت رایا ورأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رأیك لرایہ فقال نعم فقلت له ارأیت لورأیت رایا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرایہ فقال نعم وکذٰلك کنت ادع رأی لرأی عثمٰن وعلی وسائر الصحابۃ ماعدا اباھریرۃ وانس بن مالك وسمرۃ بن جندب میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کی بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے اُن کی رائے کے آگے چھوڑدیں گے فرمایا ہاں میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا فرمایا ہاں اور یوہیں میں اپنی رائے عثمان غنی وعلی مرتضی وباقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ وانس ابن مالک وسمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ بلکہ علامہ ابن امیر الحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہو اور دیگر صحابہ سے اُس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا حیث قال الصحیح قولنا لما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال فی مسافر جنب یتلوم الی اٰخر الوقت ولم یروعن غیرہ من الصحابۃ خلافہ فیکون اجماعًا بہر حال انکار اگر عدم ثبوت پر مبنی تو ثبوت حاضر اور نفی نفع پر مبنی تو نفع ظاہر ہاں یہ رہ گیا کہ فہم وسماع موتی کا انکار کیجئے یہ بے شک اصول معتزلہ ہی پر درست ہوگا ولہذا بحر العلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مردہ نہیں سنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سیاتی نقلہ انشاء اللہ تعالٰی لاجرم عمائد حنفیہ سے یہ علمائے دین وائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید وشمس الائمہ وظہیر کبیر وفقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحباب تلقین کے قائل ہوئے اور بالیقین وہ ہم سے زیادہ روایات ودرایات مذہب پر آگاہ تھے اور قطعًا اُس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اُس میں احیاء واموات مسلمین کا نفع ہے ذکر خدا ہے رغم اعدا ہے پھر وجہ انکار کیا ہے تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لایؤمر بہ ولاینھی عنہ باقی عدم جواز یا ممانعت حاشا للہ محض بے حجت ومن ادعی فعلیہ البیان ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

فصل چہاردہم اصل مسئلہ

مسئولہ سائل میں یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل وطلب دعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جداگانہ قرار پائی وباللہ التوفیق

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب[159] پھر شیخ محقق جذب القلوب[159] میں ناقل قیل للرضا رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام مطلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مؤمن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرؤ الی اللہ تعالٰی من عدو محمد واٰل محمد من الجن والانس یعنی امام ابن الامام الٰی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعًا سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں فرمایا قبر سے نزدیک ہوکر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت میں آپ سے

شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد آل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علی محمد وآل محمد و بارک وسلم آمین **قول** (۱۶۰ و ۱۶۱) سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰے میں ہے سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ او یاعلی او یاشیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء وندائھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر او معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام وسئل شیخ الاسلام الشھاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یاشیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصہ الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم الخ اھ ملخصاً مجھ سے سوال ہوا اُس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ ۔ یا علی یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے جواب دیا ہاں اولیا سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیا و اولیا سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے امام ممدوح نے فتوی دیا کہ انبیا و مرسلین و اولیا وعلمائے صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے **قول** (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحبِ درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰے خیریہ میں فرماتے ہیں قولھم یاشیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ اھ ملخصاً لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے **قول** (۱۶۳) سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علما و اولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں ؎ انا لمریدی جامع لشتاتہ ؛ اذا ماسطا جور الزمان بنکبتہ ؛ وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ ؛ فناد بیازروق آت بسرعتہ میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یازروق میں فوراً آموجود ہوں گا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں شیخ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در حق او بشارت دادہ کہ او از ابدال سبعہ است و با وصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیر افتادہ پھر شمار تصانیف کے بعد لکھا بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است و او از محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند وشاگردی او اجلہ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ و شمس الدین لقانی الخ پھر کہا واورا قصیدہ ایست بر طور

قصیدۂ جیلانیہ کے بعض ابیات اور یہی سنت اور وہی دو بیت مذکور نقل کیں **قول** (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج امام ابن النعمان کی سفینۃ النجات سے ناقل الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے **قول** (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[166] وشرح لباب[167] واختیار[168] وفتاویٰ ہندیہ[169] میں ہے والفظ للاولین فانہ اتم بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہوکر بعد اعادۂ سلام وذکر مآثر اسلام عرض کرے جزاکما اللہ، من ذلک مرافقتہ فی جنتہ وایانا معکما برحمتہ انہ ارحم الراحمین وجزاکما اللہ عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیشفع لنا الی ربنا (اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام واہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلا کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یارو ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں) اسی طرح مدخل[170] میں ہے یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقدمھما بین یدیہ شفیعین فی حوائجہ یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بناکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کرے) **قول** (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ این فرقہ منکر آنند آنچہ ما می فہمیم ازاں این ست کہ داعی دعا کند خدا را و توسل کند بروحانیت این بندۂ مقرب یا ندا کند این بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا وولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا اگر این معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات نیز و این مستحب و مستحسن است باتفاق وشائع است در دین و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور ست میان ایشاں حاجت نیست کہ آنہا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب این زمان فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام می دانند و می گویند آنچہ می گویند اھ ملتقطا اور شرح عربی میں اس مضمون اخیر کو یوں ادا فرمایا انما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد

من الاولیاء ویقولون ما یقولون وما لھم علی ذالک من علم ان ھم الا یخرصون (ہم نے اس مقام کلام طویل
کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیا سے
مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یوہیں اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں)
اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل واستمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا وورود نص قطعی در روے
حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آن کافی ست **قول** (۱۷۲) شیخ الاسلام حنفیہ مائۃ مسائل میں علمائے محدثین
سے شمار اور اُن کی کتاب کشف الغطا پر جابجا اعتماد واعتبار کیا اسی کشف الغطا میں فرماتے ہیں انکار استمداد در او ہیچ صحیح
نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق روح وبدن را بالکلیہ و آن خلاف منصوص است وبرین تقدیر زیارت ورفتن
بقبور ہمہ لغو وبیمعنی گردد وایں امری دیگر است کہ تمامہ اخبار وآثار دال برخلاف آنست وبیت صورت استمداد مگر ہمین کہ
محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آن بندہ را کہ اے بندۂ
خدا وولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا ودر روے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم
کردہ اھ بالالتقاط **قول** (۱۷۳) سیدی محمد عبدری مدخل میں دربارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ
والتسلیم فرماتے ہیں یاتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیھم فلیتصف
بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع ویستغیث بھم ویطلب
حوائجہ منھم ویجزم بالاجابۃ ببرکتھم فانھم باب اللہ المفتوح وجرت سنتہ سبحانہ وتعالیٰ
فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم زائر اُن کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے
اُن کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت
وبیچارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے
کہ اُن کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے درکشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ اُن کے ہاتھ پر اور
اُن کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للہ رب العالمین **فصل پانزدہم** بقیہ تصریحات سماع اموات
میں **قول** (۱۷۴ تا ۱۷۸) امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے باب
تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل اورد فی حیاۃ الانبیاء دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام
اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ صریحہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع
موتی ثابت کرکے فرمایا وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللہ تعالیٰ وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ
فیجب التصدیق بھا بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک اُن کے ثبوت یہ صحیح حدیثیں وارد ہوئیں
تو اُن کی تصدیق واجب ہے) فصل دوم میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات بتحقیق تحقیق کرکے آخر میں فرمایا اما الادراکات

کالعلم والسماع بلاشک ان ذلک ثابت لسائر الموتی فکیف بالانبیاء رہے ادراکات جیسے علم وسماع یہ تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیا تو انبیا ہیں علیہم الصلوۃ والسلام، امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اُس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی امام زین الدین مراغی تحفیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اُس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل کرکے فرماتے ہیں انہ مما یعز وجودہ وفی مثلہ فلیتنافس المتنافسون یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہیے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر وتائید میں حدیثیں نقل کیں **قول (۱۷۹)** امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا کان المقصود بھذا کلہ تحقیق السماع ونحوہ من الاعراض بعد الموت فانہ قد یقال ان ھذہ الاعراض مشروطۃ بالحیاۃ فکیف تحصل بعد الموت وھذا خیال ضعیف لانا لاندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع وانما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وھو اما الروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا او متصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الیہ اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لیے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ پوچ خیال ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سنتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اُس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح یا تو تنہا وہی جب بدن مردہ ہو یا جسم سے متصل ہوکر جب حیات بدن کی طرف عود کرے **قول (۱۸۰)** علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ اُنھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا جمیع این احادیث دلالت دارد بر آنکہ اموات را ادراک وسماع حاصل ست وشک نیست کہ سمع از اعراضی است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند ولیکن حیات ایشان درمرتبہ کمتر از حیات شہداست وحیات انبیا صلوات اللہ تعالٰی علیہم کامل تر از حیات شہداست **قول (۱۸۱ و ۱۸۲)** امام قرطبی پھر امام سیوطی[1] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالٰی واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولا یبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القرأۃ والاستماع معاً بے تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سُنا اور اسی لیے اُس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دور نہیں کہ مُردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچائے **اقول** ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا

---

[1] یوہیں شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ

باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا مگر جمہور اہل سنت قائل اختلاف وعموم ہیں اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اُس کی ترجیح وتصحیح کی منھم السیوطی فی انیس الغریب تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب ہے (**قول ۱۸۳**) مرقات میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں پھر فرمایا یہ سب مسائل احادیث صحیحہ وآثار صریحہ سے ثابت ہیں **قول (۱۸۴)** علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابو الفضل خاتم الحفاظ سے ناقل سماع موتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب اموات کا کلام مخلوق کو سننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں **قول (۱۸۵)** ملک العلماء بحر العلوم مولٰنا عبد العلی لکھنوی مرحوم ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں انکار التلقین بناء علی ما قیل ان المیت لا یسمع مذہب باطل اس بنا پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا تلقین سے انکار مذہب باطل ہے (**قول ۱۸۶**) زہر الربٰی شرح سنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا فثبت بھذا انہ لامنافاۃ بین کون الروح فی علیین او الجنۃ او السماء وان لہا بالبدن اتصالا بحیث تدرک وتسمع وتصلی وتقرؤ وانما یستغرب ھذا لکون الشاہد الدنیوی لیس فیہ ما یشابہ ھذا وامور البرزخ والاٰخرۃ علی نمط غیر المالوف فی الدنیا تو ثابت ہوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ رُوح علیین یا جنت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے سنے نماز پڑھے قرآن مجید کی تلاوت کرے اس سے تعجب یوں ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتی حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے (**قول ۱۸۷ تا ۱۸۹**) علامہ عبد الرؤف تیسیر میں فائل اور مولانا علی قاری مرقاۃ میں قاضی سے ناقل واللفظ للمناوی النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور اُن کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے **قول (۱۹۰)** مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیئ الا شھد لہ یوم القیامۃ محدث علامہ ابن ملک سے منقول تنکیرھما فی سیاق النفی لتعمیم الاحیاء والاموات یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اُس کی اذان سنتے ہیں سب روز قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے یہاں تصریح ہوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لیے بھی حاصل ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص **قول (۱۹۱ تا ۱۹۸)** امام[۱۹۱] اسمٰعیل پھر امام[۱۹۲] بیہقی پھر امام[۱۹۳] سہیلی پھر امام[۱۹۴] قسطلانی پھر امام[۱۹۵] علامہ شامی پھر علامہ زرقانی

نے سماع موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دیے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد والمواھب وشروحھا وغیرذلک من اسفار العلماء مواہب میں امام ابن جابر سے بھی اثبات سماع نقل کیا امام کرمانی امام عسقلانی امام عینی امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی امام سیوطی علامہ حلبی علی قاری شیخ محقق وغیرہم علماء نے اُس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجاکہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دور آیندہ پر محوّل رکھا ہے لہذا اُن کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق (**قول ۱۹۹**) جذب القلوب شریف میں ہے تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم سماع مرسائر اموات را (**قول ۲۰۰**) جامع البرکات میں فرمایا سمہودی می گوید کہ تمام اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات را از آحاد بشر انتہی والحمد للہ رب العالمین **فقیر غفراللہ تعالی لہ** نے جن **سو ائمہ وعلما** کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمد اللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوال عالیہ **دوسو** شمار کردیئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہوا۔

تنبیہ ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر پھر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پرنور سیّد عالم حی باقی روح مجسم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات عالی وعلم عظیم وسمع جلیل وبصر کریم میں وارد اُنھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا ارباب طائفہ کہ ارواح موتی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے اُنھیں بھی احتراز ہو اور معاذ اللہ جیسے نہ ہو تو استغفر اللہ ایسا شقی لئیم قابل کلام وخطاب نہیں بلکہ اُس کا جواب اللہ کا عذاب والعیاذ باللہ رب العالمین ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث لاونعم میں بطور خود شامل کرے ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے ثالثاً وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے العظمۃ للہ اُس کا پوچھنا ہی کیا ہے آخر اُنھیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے اسی سرکار ابد قرار نے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولای الغوث الاعظم والحمد للہ رب العالمین **نوع دوم**

اقوال کبرائے وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور ہوں گے ناظر ان کے مطالب کو فصول نوع اول پر تفصیل کرلے سردست **سو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق **وصل اول**۔ **مقال (۱)** شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جدا نہیں ہوتے **مقال**

(۲) اُسی میں ہے اذا مات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذلک بحالہ جب یہ بندۂ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گمتا ہے نہ اُس کا کمال بلکہ سب بدستور اُسی حال پر رہتے ہیں **مقال** (۳) اُسی میں ہے کل من مات من الکمل یتخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ ما فقد بل تجوھر وقوی جب کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ عالم سے گم گیا حالانکہ خدا کی قسم وہ گما نہیں بلکہ اور جوہر دار و قوی ہوگیا **مقال** (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں چون آدمی میرد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حالش قوی بود حالا ہم ست و شعور و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر اھ ملخصاً۔ **مقال** (۵) تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں چون روح از بدن جدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوای نفسانی وحیوانی و اگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی ومزاج لازم آید کہ ملائکہ را شعور و ادراک و حسے و حرکتی و غضبے و دفع منافر نباشد پس حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلی و بدنی کار می کنند و مصدر افعال حیوانی و نفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند **مقال** (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیر و مرشد ممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵۷ میں انھیں فضیلت وولایت مآب مروج شریعت و منور طریقت و نور مجسم و عزیز ترین موجودات و مصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقی وقت کہتے رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشان کار اجساد می کند و گاہی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواح ایشان از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم میماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجساد ایشان را قوت ارواح می دہد در قبور نماز می خوانند و ذکر می کنند و قرآن می خوانند اھ ملخصاً **مقال** (۷) تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء و اولیاء دعامۃ لحا علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان و زمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں لکھتے ہیں تعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس می شوند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمی شود و مثال آن در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہا ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید یہ پچھلا جملہ زیادہ قابل لحاظ ہے **مقال** (۸) مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ میں ہے پانچویں قسم مہربانی اور انس کے لیے ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے وعزاہ للامام النووی **مقال** (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارت قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں اذا اتت

القبر یلعنہا روح المیت اور جب قبر پر آتی ہے میّت کی روح اُسے لعنت کرتی ہے اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیت موتی کا خاتمہ کر دیا کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میّت حضور زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت اور اُس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زائرہ پر لعنت کرتا ہے **مقال (۱۰)** مرزا مظہر جانجاں صاحب اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں یکبار قصیدہ در مدح ایشان گفتہ بودم عنایت بسیار بحال فقیر نمودہ از روئے تواضع فرمودند مالائق اینہمہ ستائش نیستم **مقال (۱۱)** اُسی میں حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا یکبار قصیدہ بجناب ایشان عرض نمودم **مقال (۱۲)** شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح الالٰھی فیما قوۃ فیما بقی من الحس المشترک تکفی کفایۃ السمع والبصر والکلام الخ جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک دوراُٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اُس کے بقیہ حس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے **مقال (۱۳)** مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا ہے

وصل دوم

بقائے تصرفات وکرامات اولیاء بعد الوصال میں **مقال (۱۴)** شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں درا ولیائے امت واصحاب طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل این نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہٰذا گفتہ اند کہ ایشان در قبور خود مثل احیا تصرف می کنند **مقال (۱۵)** حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کرکے لکھا اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملٰئکۃ وصار منہم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھٰؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن اٰدم جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہوکر ملٰئکہ سے ملتے اور انھیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اُس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار وامداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک وقریب ہوتے ہیں کہ اُن پر افاضۂ خیر فرمائیں **مقال (۱۶)** تفسیر عزیزی میں ہے بعض خواص اولیاء اللہ کہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خودگر دانیدہ درین حالت (یعنی بحالت عالم برزخ) تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد۔ یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادت ادراک گوارا کی تھی **مقال (۱۷)** مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعض ارواح کاملان بعد ترک تعلق اجساد آنہا درین نشاۃ تصرفی باقی است الخ **مقال (۱۸)** میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت

جناب مولٰی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یوں ایمان لاتے ہیں درسلطنت سلاطین وامارت مراہمت ایشان را دخلے ہست کہ بریاحان عالم ملکوت مخفی نیست **مقال (۱۹)** اُسی میں شوکت وعظمت جناب مرتضوی لکھ کر کہا شان جناب شیخین بس بلند بہ نسبت ابہت وجلال مذکورست تمثیلش بظاہر مرتبہ امیر کبیر ست کہ فارغ از امور ریاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات ومشغول بکار پردازی است اگرچہ شوکت ظاہریہ وکثرت اتباع درحق این مصاحب بہ نسبت آن امیر اعظم قائم بخدمات اقل قلیل است لیکن درعزت ووجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ آن امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا از اتباع آن مصاحب است زیراکہ مشورت وتدبیرش درہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است اھ ملخصا **مقال (۲۰)** مظاہر الحق میں ہے تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لیے کہ اُن کے لیے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں وتمامہ للامام النووی

وصل سوم بعد وصال اولیا کے فیض وامداد میں **مقال (۲۱ تا ۳۱)** شاہ ولی اللہ[۲۲] ومولوی خرم علی[۲۳] نے کہا منتظر رہے اُس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو عزیزی میں فرمایا ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا می طلبند دونوں شاہ صاحبوں[۲۵ و ۲۶] پھر مولوی خرم علی[۲۷] نے کہا اویسیت قوی وصحیح ہے روحی فیض ہے۔ روحانیت سے تربیت ہے عزیزی[۲۸] میں لکھا ہے از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است مرزا مظہر صاحب[۲۹] مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت منظر قصیدہ عرض نمودم نوازشہا فرمودند شاہ ولی اللہ[۳۰] ومولوی خرم علی[۳۱] نے کہا شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے کہ یہ سب اقوال مقصد اول کی نوع اول میں گزرے **مقال (۳۲)** مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا از فرط محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ثابت است وسرمنشا نسبت علیہ نقشبندیہ ایشان اند بمقتضائے بشریت غشاوہ برنسبت باطنی عارض می شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشان رفع کدورت می شود **مقال (۳۳ تا ۳۶)** اُسی میں[۳۳] ہے التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشان بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل این طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست پھر[۳۴] کہا عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان درصحرا ہا وقت خواب اسباب واسپان خود بحمایت حضرت می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشان می شود درین باب حکایات بسیار است تحریر آن باطالت میرساند پھر[۳۵] کہا سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند پھر[۳۶] کہا ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا می نمایند **مقال (۳۷)** قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگارے می فرمایند ودشمنان را ہلاک می نمایند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی می رسد **مقال (۳۸ تا ۴۵)** یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کرکے کہ فیوض وبرکات کارخانہ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل می شود اول بریک شخص نازل می شود واز ان شخص قسمت شدہ بہریکے از اولیائے

عصر موافق مرتبہ وحسب استعداد می رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد وکسی از مردان خدا بے وسیلہ او درجہ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی واوتاد وابدال ونجباو نقبا وجمیع اقسام اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی را امام وقطب الارشاد بالاصالہ نیز خوانند واین منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ مقرر بود پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں بعد وفات[۳۸] عسکری علیہ السلام تا وقت ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی این منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود پھر کہا[۳۹] چون حضرت غوث الثقلین پیدا شد این منصب مبارک بوی متعلق شد وتا ظہور محمد مہدی این منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد پھر کہا[۴۰] چون امام محمد مہدی ظاہر شود این منصب عالی تا انقراض زمان بوی مفوض باشد اخیر میں کہا استنباط این مدعا از کتاب اللہ واز حدیث می توانیم کرد اھ ملخصا اصل ان سب اقوال ثلثہ کی جناب شیخ مجدد[۴۱] الف ثانی سے ہے جیسا کہ جلد[۴۲] سوم مکتوب [۴۳] ۱۲۳ میں مفصلا مذکور، اُن کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ بعد از ایشان (یعنی حضرت مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی) بہر یکی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصار این بزرگواران وہمچنیں بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض وہدایت می رسد بتوسط این بزرگواران بودہ ملاذ وملجائے ہمہ ایشان بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رسید قدس سرہ الخ آہ ملخصا اور الخوف[۴۵] نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب عالی کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا جلد ثالث میں یوں جواب دیا کہ مجدد الف درین مقام نائب مناب حضرت شیخ است وبنیابت حضرت شیخ این معاملہ باو مربوط است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس فلا محذور **مقال** (۴۶ تا ۵۸) شاہ ولی اللہ انتباہ میں اور اُن کے بارہ اساتذہ ومشائخ کہ عرب وہند وغیرہما بلاد کے علما رواد لیا ہیں۔ حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقت مصیبت مددگار مانتے اور ع نجد کا عونا لک فی النوائب کو حق جانتے وسیاتی نقلہ فی الوصل الآتی ان شاء اللہ تعالٰی **مقال** (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ است خواہ این مناسبت بہ نسبت ارواح انبیا باشد یا اولیائے امت یا ملائکہ و بساست کہ مناسبت بروحی حاصل شدہ بجہت آنکہ فضائل وی استماع کردہ محبتے خاص بہم رسانید وآن محبت سبب کشادہ شدن راہی گرد میان روح واین کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وی یا جد وے باشد در وے ہمت ارشاد منتسبان خود متمکن شدہ الخ انتہی ملتقطا **مقال** (۶۰) اُسی میں ہے از ثمرات این نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آن جماعت است در منام وفائدہ از ایشان یافتن و در مہالک ومضائق صورت آن جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وی بآن صورت منسوب شدن۔ **مقال** (۶۱) اُسی میں ہے امروز اگر کسی را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز انجا فیض بردارد غالبا بیرون نیست از آنکہ این معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یا بہ نسبت حضرت

غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ و آنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آن اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد و بر قبر وے بسیار می رود و این معنی سلسلہ جنبان ازجہت قابل گشتہ است و آں بزرگ را ہمت قویہ بودہ است در تربیت منتسبان خود و آن ہمت ہنوز در روح باقی است و این معنی سلسلہ جنبان ازجہت فاعل است **مقال (۶۲)** حجۃ البالغہ میں ہے قد استفاض من الشرع ان للہ تعالٰی عبادا ھم افاضل الملئکۃ وانھم یکونون سفراء بین اللہ وبین عبادہ وانھم یلھمون فی قلوب بنی اٰدم خیرا وان لھم اجتماعات کیف یشاء اللہ وحیث شاء اللہ یعبر عنھم باعتبار ذٰلک بالملاء الاعلٰی وان للارواح افاضل الاٰدمیین دخولا فیھم ولحوقا بھم کما قال اللہ تعالٰی یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی والملاء الاعلٰی ثلثۃ اقسام قسم ھم نفوس انسانیۃ مازالت تعمل اعمالا منجیۃ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم اھ ملخصا یعنی بیشک شرع سے بدرجہ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اُس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القا کرتے ہیں اور اُن کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے اسی لحاظ سے اُنھیں ملاءِ اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگان دین کی روحیں بھی اُن میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے اطمینان والی جان پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں اور ملاءِ اعلٰی کی ایک قسم وہ ارواح انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کیے گئے **مقال (۶۳)** عزیزی میں فرمایا در دفن کردن چون اجزائے بدن بتمامہ یکجا می باشند علاقہ روح بابدن از راہ نظر عنایت بحال می ماند و توجہ روح بزائرین و متانسین و مستفیدین بسہولت می شود **مقال (۶۴)** میاں اسمٰعیل صراط المستقیم میں لکھ گئے حضرت مرتضوی را یک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت است و آن تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشان و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است **مقال (۶۵)** اُسی میں ہے حق جل وعلا بذات پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواح مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود **مقال (۶۶)** مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے **سوال** شخصیکہ منکر باشد فیض روح مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را در عالم برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلٰوۃ والسلام وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواح اولیاء اللہ در عالم برزخ حکم او چیست **جواب** ہر فیض شرعی کہ ثبوت

باخبار متواترہ باشد منکر آن کافراست وہر فیضیکہ ثبوت آن باخبار مشہورہ باشد منکر آن ضال باشد وہر فیضے کہ ثبوت آن بخبر واحد باشد منکر آن بسبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصا ہر چند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیض برزخ سے تھا واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا اُن کی دیانت وللھیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے **مقال (۶۷)** جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں بعد از رحلت ارشاد دینا ہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بہ بلدہ محروسہ دہلی اتفاق عبور اُفتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشان رفتہ بودو دراثنائے توجہ بہ مزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسہ ایشان ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند تنبیہ لفظ بتقریب زیارت مزار شریف الخ ملحوظ رہے اور یوہیں غریب نواز بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہے سے متعصبان طائفہ چڑھتے ہیں **مقال (۶۸)** شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث براہیم کردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں دو سال کمابیش در بغداد ساکن بود برقبر سیدی عبدالقادر قدس سرہ متوجہ میشد ذوقِ این راہ ازآنجا پیدا کرد **مقال (۶۹)** اسی میں حضرت میر ابوالعلٰی قدس سرہ کے ذکر مبارک میں لکھا بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ متوجہ بودند وازآنجناب دل رُبا بہا یافتند وفیضہا گرفتند **مقال (۷۰ و ۷۱)** اُسی میں اپنے نانا ابوالرضا محمد سے نقل کیا می فرمودند یکبار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را دریقظہ دیدم اسرار عظیم دران محل تعلیم فرمودند **مقال (۷۲)** اُسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشان تپ ولرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبی نوشیدن آب [illegible] پوشیدن لحاف محتاج شد وطاقت آن نداشت وکسے حاضر نبود ایشان متمثل شدند وآب دادند ولحاف پوشانیدند آن گاہ غائب شدند **مقال (۷۳ تا ۷۵)** قول الجمیل میں ہے تادب شیخنا عبدالرحیم من روح الائمۃ لشیخ عبدالقادر الجیلانی والخواجہ بہاء الدین محمد نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الچشتی وانہ رآھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم اجمعین یعنی ہمارے مرشد شیخ عبدالرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم وخواجہ نقشبند وخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ارواح طیبہ سے آداب طریقت سیکھے اور اُن سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائض ہوئی جدا جدا پہچانی اور ہم سے اُس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی اُن سب حضرات اور ان سے راضی ہو) مولوی خرم علی صاحب نے اگر رآھم کے ترجمہ میں لفظ خواب میں دیکھا اپنی طرف بڑھا دیا جس پر کلام شاہ ولی اللہ میں اصلاً دلیل نہیں مگر ارواح عالیہ کا فیض بخشنا اجازتیں دینا نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلم رکھا **مقال (۷۶ و ۷۷)** مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دو کس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد و دیگرے طریقہ نقشبندیہ

احتیار نمود ایشان فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندان خود را ہمراہ بردند وحضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را باخود بردند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم **مقال (۷۸)** اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشان گردیدہ وتا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعی در ما بین روحین مقدسین در حق حضرت ایشان ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشان بتمامہ بسوئے خود می فرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشان جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشان توجہ قوی و تاثیر زور می فرمودند تا اینکہ در ہمان یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشان گردید **مقال (۷۹)** اُسی میں ہے روزے حضرت ایشان بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشان مراقب نشستند دریں اثنا بر روح پر فتوح ایشان علامات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشان توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد **وصل چہارم**

اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد والتجا اور اپنے مطالب میں طلب دعا اور حاجت کے وقت اُن کی ندائیں **مقال (۸۰ تا ۸۸)** شاہ[80] ولی اللہ نے ہمعات میں کہا بزیارت قبر ایشان رود و از آنجا انجذاب دریوزہ کند[81] اُسی میں کہا ع فیض قدس از ہمت ایشان میجو[82] وہ[83] پھر مولوی خرم علی کہتے ہیں میت سے قریب ہو پھر کہے یا روح[84] عزیزی میں فرمایا اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند اور[85] فرمایا ارباب حاجات حل مشکلات خود از آنہا می طلبند اُسی[86] میں ہے از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است مرزا صاحب[87] نے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی نسبت کہا در عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود کہ یہ سب اقوال مقصد اول میں گزرے شاہ عبدالعزیز[88] صاحب نے سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا مردے جلیل القدر یست کہ مرتبہ کمال او فوق الذکر است پھر اُن سے نقل کیا مصیبت میں **یا زروق** کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا یہ اسی مقصد میں گزرا **مقال (۸۹)** مرزا صاحب کے وصایا میں ہے بزیارت مزارات اولیا دریوزہ فیض جمعیت کن الخ **مقال (۹۰ تا ۱۰۲)** شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں این فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ و ایشان بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند پھر کہا وایضاً فقیر در سفر حج چون بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشان اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ یہ شیخ[91] ابوطاہر کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کیے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحاق کو پہنچی اور[96] آن شیخ محمد سعید کی نسبت انتباہ میں لکھا یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ اُسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[97] کردی والد شیخ

ابوطاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد شناوی[95] اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد نخلی[96] کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظھر من المسلسلات وغیرھا اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد اشرف[97] لاہوری اور ان کے شیخ مولٰنا عبدالملک[98] اور ان کے مرشد شیخ بایزید[99] ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ[100] بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین[101] علوی ان سب علما و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں اور جناب شاہ محمد غوث[102] گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے **نادعلی** ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخوانند وآن این است نادعلیا مظھر العجائب تجدہ عونالک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی۔ اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگام غم و تکلیف اس جناب کو ندا کرنا **یا علی یا علی** کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں اور سب سے بڑھ کر تمھاری مشرک کٹر کافر عیاذ باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سندیں ان سے لیتے مدتوں ان کی خدمت گاری و کفش برداری کی داد دیتے انھیں شیخ ثقہ عادل بتاتے ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں محدثی کا تمغا حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل اور ان کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شاہی کیسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل انا للہ وانا الیہ راجعون پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ ان کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں مشرکوں کی نسل مشرکوں کی اولاد مشرک ہی پیر مشرک ہی استاد آنکھ کھلتے ہی مشرک نظر پڑے ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے مشرکوں کی گود مشرکوں کی بغل مشرکوں کا دودھ مشرکوں کا عمل مشرکوں میں پلے مشرکوں میں بڑھے مشرکوں سے سیکھے مشرکوں سے پڑھے مشرک دادا مشرک نانا عمر بھر مشرکوں کو نانا مانا العیاذ باللہ رب العالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الحق المبین مسلمان دیکھیں کہ **یا علی یا علی** کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے اس سے یہی بہتر کہ راہ راست پر آئیں سچے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں آور نہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کمر دکہ نیافت کو بھول نہ جائیں سہ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین **مقال** (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کے لیے ایک ختم یوں نقل کیا اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ بار شیئا

للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ **مقال (۱۰۴)** شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کاش اگر قتلہ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر دادند و سکوت کردہ می نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران وخراسان یا علی یا علی می گفتند الخ **مقال (۱۰۵)** رسالہ فیض عام مزارات اولیا سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد بطریق استمداد ایشان آنست کہ بزبان گوید ای حضرت من برائے کار فلاں در جناب الٰہی التجا می کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید لکن استمداد از مشہورین باید کرد یہ خاص صورت مسئولہ کا جواب ہے واللہ الہادی الی سبیل الصواب **الحمدللہ** کہ یہ نوع بھی اپنے منتہیٰ کو پہنچی سو مقال کا وعدہ تھا ایک سو پانچ گئے اس کی وجہ یہ کہ مقصد اول میں ۱۳۵ **سوال** تھے مقصد دوم میں ساٹھ حدیثیں ادھر نوع اول میں دو سو قول اب یہ ایک سو پانچ **مقال مل کر چار سو کا عدد کامل** اور فقیر کا وہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اصل مذہب اور اُس چند سطری تحریر پر چار سو وجہ سے اعتراض ہے والحمدللہ رب العالمین

خاتمہ رسالہ میں دربارہ سماع موتی علمائے عرب کا فتوی

اس رسالہ کے زمانہ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں **اقول** تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے طالبان تحقیق کو اظہار حق سے کیوں باک آئے رسالہ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریر جواب میں استمداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے اور اگر اوروں ہی پر رکھنا اصلاح وقت ہے تو اہل ہند میں جسے دیکھئے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے بھوپالیوں کو مثلاً مصطفےٰ آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے۔ لہٰذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائے گا اور وہاں کے جمہور علماء پر انشاء اللہ تعالیٰ شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مہری دستخطی فتوی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود جس میں اکثر مسائل وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال مضل مبتدع مبطل ٹھہرایا فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح دستخط علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے واللہ الہادی **اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدم علم و عدم سماع موتی کا ادعا واعتقاد رکھتے ہیں فرمایا** ھذہ الادعاء افتراء قبیح وھذا الاعتقاد اعتداء صریح فان العلماء المحققین من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم قد اثبتوا اطلاع الانسان فی البرزخ وسماعہ لسلام الزائر وکلامہ ومعرفتہ والانس بہ بالاحادیث الصحیحۃ والاٰثار الصریحۃ وتلک المسئلۃ مع دلائلھا مصرحۃ فی المرقاۃ شرح المشکوۃ

لعلی القاری الحنفی وشرح الصدور للحافظ السیوطی وشفاء السقام للامام السبکی وغیرھا من الکتب المشھورۃ لجمھور المحققین حتی اشار والیہ فی کتب العقائد المشھورۃ فقد صرح فی المقاصد و شرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقدان الاٰلات وعندنا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام وھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار الخ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لھا الادراکات ولھا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا والاحادیث والاٰثار شاھدۃ لذلک لاینکرھا بعد العلم بھا الامکابر معاند الخ یعنی وہابیہ کا یہ ادعا افتراء قبیح اور یہ اعتقاد ظلم صریح ہے حنفیہ وشافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام وکلام سنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتب مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اُس کی طرف اشارہ کیا مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرط ادراک ہے تو ان کے مذہب میں جب آلات بدنی نہ رہے ادراک جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہل سنت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے قواعد اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قبور ابرار کی زیارت اور ارواح اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض روح انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں احادیث وآثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بوجھ کر انکار نہ کرے گا مگر باطل کوش دشمن حق۔ اس کے بعد شبہات منکرین کا خصوص علماء سے رد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مہر ودستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

ثانی لی ذمۃ منہ بتسمیتی محمد ابو ھو ر وفم الخلق بالذمم

لاکلام فیہ ولا نناقش بعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی

خلش امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ

عفی عنہ بمنہ امین

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

عبیدہ جمال ابن شیخ عمر

لایلتفت المفید الا الیہ ولا یعول المستفید الا علیہ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام بالمسجد المکی

الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبد اللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالٰی بہما

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکۂ مبارکہ

لاریب فیہ ولا شک یعتریہ (عبدہ حسین) کتبہ الفقیر حسین بن ابراہیم مفتی المالکیۃ بمکۃ المشرفۃ المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق الموٴیدین وابطل عقائد اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اُسے پایا کہ اہل حق دار باب تایید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد (احمد دحلان) بن زین دحلان

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن محمد عزب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالٰی محمد بن محمد (مہر صاف نخواندہ شد) العزب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضال لایطعن فیھا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الاحوال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اُسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ براں پایا نہ طعنہ کرے گا اس میں مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوتی ہر زمانہ میں

(المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم) من خدام طلبۃ العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علی ھذا المجموع فالفیتہ ھندا اسل علی من شق عصا الجماعۃ معزلا عن السنۃ میں اس تالیف

واقف ہوا تو اُسے ایک تیغ ہندی پایا کھینچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنت سے کنارہ کش ہوا اشارہ برقمہ
الی الشیخ الاجل لورع الفقیہ الزاهد مولنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ
المسلمین ببقائہ امین عبدالجبار

شرح دستخط حضرت مولنا السید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد ما اطلعت ردود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فما رأیت مثل ھذہ الرسالۃ
میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ و گمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا قال
بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی ابراہیم بن محمد خیار ابراہیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی

الحمدللہ علی حصول المسئول وبلوغ الکلام غایۃ المامول فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی
قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض واہتمام دیگر اغراض
مثل تحریر مسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اُس کی تبییض نے تاخیر پائی اب بحمداللہ بعنایت الٰہی
واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوۃ والسلام وعلٰی آلہ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقت عصر یہ
مسودہ مبیضہ ہوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہوا والحمدللہ اولا وآخرا وباطنا وظاھرا
وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارک وسلم تسلیما
کثیرا نسئل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفر لنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا
مومنین ویحشرنا فی زمرۃ الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین
انہ سمیع قریب قدیر مجیب والحمدللہ رب العلمین

تمت وبالخیر عمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکمیل جمیل وتسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاددہانی میں

حامدا ومصلیا ومسلما

ہرچند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی
متفرق مواقع پر واقع ہوئے لہٰذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کردیا جائے افادۂ اولٰی

اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں دیکھو (قول ۱/۱۵) کہ ادراکات موتی کا انکار مذہب معتزلہ ہے قول ۲/۱۸ کہ بعض معتزلی رافضی جمادیت موتی سے سند لائے (قول ۳/۱۹) کہ میت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۴/۲۵) کہ علم موتی کا منکر نہ ہوگا مگر جو حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر (قول ۵/۱۹۹ و ۶/۲۰۰) کہ علم وسمع وبصر موتی پر تمام اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے۔ بر ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بد مذہب گمراہ (فائدہ ثانیہ) اہل قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے اُن کا کلام سنتے سلام لیتے جواب دیتے ہیں یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں نہ کسی وقت کی خصوصیت ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے دیکھو (قول ۱/۶۶ و ۲/۶۹ و ۳/۸۰ و ۴/۸۱ و ۵/۸۲ وحاشیہ قول ۶/۸۱) اور خود وہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم وسوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیہ فی الکتاب (فائدہ ثالثہ) ارواح مومنین کو اختیار ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جہاں چاہیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۲/۹ و قول ۳/۳۳ و مقال ۴/۴) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷ و ۶/۱۷) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے کپڑا اوڑھاتے ہیں (مقال ۷/۲۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۸/۱۵) دوستوں کی مدد دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۳۳) یہاں تک کہ شرح سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال جسم کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں کثیر جگہ تشریف فرما تھے پھر بعد وصال کہ روح اپنی آزادی وترقی کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کر سکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام جب خدمت حضور اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہی سے جدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اُسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی[۱] العبارۃ علی الحاشیۃ پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پر نور روح الفسطار روح القدس روح الارواح صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت قبر اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہئے کہ اس وقت روضہ انور خالی رہ جائے محض حماقت ہے اولاً یہی روح کا جسم پر طفلانہ قیاس اور زندان وہم میں سلطان عقل کا احتباس ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ روحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں بھی محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہے جیسے علمائے کرام

---

[۱] ہذا جبریل علیہ السلام راٰہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح منہا جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ الی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تنفتح للایمان بانہ من الممکن انہ کان ہذا الدنو وہو فی مستقرہ من السماوات و فی الحدیث فی رؤیۃ جبریل رفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک ۱۲۔

یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی میں مفصلاً ذکر کیا ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ اُن احادیث کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل وتعصب جو نہ کرا دیں وہی غنیمت ہے چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا تھا کہ یہ کہنا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر واختیار کو شہدا وغیر شہدا عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلمات علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کیے یہ فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں منسلک والحمد للہ رب العالمین (فائدہ رابعہ بغایت نافعہ) ارواح طیبہ کے نزدیک دیکھنے سننے میں دُور ونزدیک سب یکساں ہے یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیائے احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اور نورِ خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۹) کہ قبر سے نزدیکی توجہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول ۳/۸۲ و ۴/۸۶) کہ روح جنت یا آسمان یا علیین[1] میں رفیق اعلٰی میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سُنتی ہے جواب دیتی ادراک کرتی اپنے بدن سے کام لیتی ہے پھر کون بتا سکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کے لاکھ کے کرور منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلی اللہ تعالٰی علی مالکہا وآلہٖ وبارک وسلم (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) کہ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۱۲) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ روح کو قرب وبعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کوئیں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے یہی معنی ہیں ارشاد عالی دو امام اہلبیت طہارت دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہید کرب وبلا وحضرت امام حسن مثنٰی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰی صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائران مزار اقدس سے فرمایا انتم ومن فی الاندلس سواء تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ سوال ۶ میں حدیث گذری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے معلوم ہوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل

---

[1] مقام علیین بالائے ہفت آسمان است وپائین آن متصل بہ سدرۃ المنتہی وبالائے آن متصل بپایۂ عرش مجید وارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند ومقربان یعنی انبیاء واولیاء در آن مستقر می مانند وعوام صلحا را بعد نوشانیدن ورسیدن نامہائے اعمال برحسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان وزمین یا در چاہ زمزم قرار می دہند وتعلقے بقبر نیز این ارواح را می باشد آخر عبارت تک کہ مقال میں گذری ۱۲ از تفسیر عزیزی۔

پھر کسی کے لیے اُس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تحقیق تام اپنے رسالہ **سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی** میں ذکر کی وباللہ التوفیق (فائدہ خامسہ) وہذا اُن کی امداد ہر جگہ جاری کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں اور اسی لیے اُن سے استمداد اور ان کی ندا میں کبھی حضورِ مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح و درست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم و زائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمۂ مجتہدین کے پیرو تمام ملک خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکر ہر شخص کی ہر مشکل و آفت میں مدد فرماتے اور دائما خبر گیراں رہتے ہیں اسی طرح حضرات اولیائے کرام اپنے مریدان سلاسل کے ساتھ دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی مصیبت آئے **یا زروق**[1] کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۴۳) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواح طیبہ کی طرف توجہ کرو دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی دیکھو (سوال ۷/۱ و مقال ۸/۳۲) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواح عالیہ سے نوازشیں پاتے دیکھو (سوال ۹/۸ و مقال ۱۰/۱) حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کیا جنگل میں یا سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۳۴) ہر شہر میں بندگان خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر اُن سب کو وہ فیض حضرات ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہم عطا فرماتے ہیں دیکھو (مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۲۱/۴۶) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک و شہر میں نہیں ہوتیں پھر اُن سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے دیکھو (مقال ۲۳/۳۷ و ۲۴/۱۷) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اوڑھا کر غائب ہو گئے دیکھو (مقال ۲۵/۳۷) حضور غوث اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مریدان سلسلہ کی تربیت فرمائی دیکھو

---

[1] فائدہ جلیلہ علامہ زیادی[1] پھر علامہ اجہوری[2] پھر علامہ داؤدی[3] پھر علامہ شامی[4] فرماتے ہیں جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اُس کے بعد یوں عرض رسا ہو کہ سیدی احمد یا ابن علوان میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ رد المحتار حاشیہ در مختار کے منہیہ میں ہے قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یرد اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرء الفاتحۃ ویہدی ثوابہا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یہدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتک من دیوان الاولیا فان اللہ تعالیٰ یرد علی من قال ذلک ضالتہ ببرکتہ اجہوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنہج للداودی رحمۃ اللہ تعالیٰ اھ[12]

(مقال ۲۵/۷۷ و ۲۶/۷۷) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواح طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی دیکھو (مقال ۲۸/۷۷) وہذا یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیص مکان و قید زمان جائز ہوا اور شاہ ولی اللہ اور ان کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا دیکھو ۲۹/۱۶۰ و ۳۰/۱۶۱ و ۳۱/۱۶۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع واللہ الہادی الٰی صراط مستقیم **تنبیہ** یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پر نور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ اُن چھیالیس مصرحوں تیرہ ۱۳ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ ورابعہ میں ایما ہوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین وکبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیش نظر جلوہ کررہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہوکر خاص اسباب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوال ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا افاضات تازہ کا اضافہ کرے وﷲ الموفق وبہ نستعین والحمد ﷲ رب العالمین

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں، میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا کرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل واعظم ہے آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہونچنے والا جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک تو فریادرس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا اب کھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غوث الثقلین لکھا دیکھو (مقال ۳۸ و ۸۷) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضا اُن کے جدامجد اور مرزا جان جاناں اُن کے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوث اعظم کہا دیکھو (مقال ۶۱ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۶ و ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا برخی از اولیاء مسجود خلائق ومحبوب نہاگشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالٰی سرہ **تنبیہ** ذرا یہ مسجود خلائق کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا طالبان نافہم دانند کہ ما نیز ہم پایہ حضرت غوث الاعظم ندیم انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق

والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا دیکھو (مقال ۹، ۷) اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا ولایت و کرامات حضرت غوث اعظم قدس سرہ غرض مذہب طائفہ عجب مذہب ہے جس کی بنا پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سو سو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمدللہ کلام نے ذروہ منتہیٰ پایا اور بیان نے مسئلے کو اس کا حق دیا ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون اب حضرات وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہئے کہ اس مختصر رسالے کے مقصد سوم نے علما کے تین سو پانچ (۳۰۵) قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو اونچاس (۱۴۹) علم و سمع و بصر موتیٰ کے متعلق خاص اور پانچ (۵) میں یہ کہ اولیا کی کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں ان ایک سو چون (۱۵۴) پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکم بدعت و ضلالت ہو اگرچہ وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخل اصل ایمان ہے باقی کتنے رہے ایک سو اکاون (۱۵۱) اور تین قول ابھی ابھی اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے یہ پھر ایک سو چون (۱۵۴) ہوگئے جن کے مفاد و مقاصد کی تفصیل اس جدول سے ظاہر

اسباب میں کہ	اقوال ائمہ و علمائے سلف	مقالات خاندان عزیزی	کل	مجموعہ
اولیا بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	۱۵۴
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک و دور دیکھتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	
وقت حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک و دور ہر جگہ سے روا	۱۶	۲۶	۴۲	
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دور و نزدیک یکساں	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ ایک سو چون (۱۵۴) بدعت تھے یہ ایک سو اکاون (۱۵۱) آپ کے مذہب میں خالص شرک اور ان کے قائل ائمہ و افاضل عیاذاً باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی کہو) تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر و شرک کی تیز و تند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی رب قدیر کو ہدایت فرماتے کیا دیر لگتی ہے آخر کلمہ پڑھتے ہو شاید پاس اسلام کچھ جھلک دکھا جائے اور محبوبان خدا و ائمہ ہدیٰ کو معاذاللہ کافر و مشرک کہتے جگر ٹھہرائے ان ذٰلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر اور اگر شاید اصرار مذہب و تعصب مشرب آڑے آئے

اور بے دھڑک آپ کے منھ سے ہاں نکل جائے تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات جنھیں آپ نے مشرک
کہہ دیا ذرا نگاہ روبرو اُن میں شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحبان اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک
کہ خود بانی مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں اب ان کی نسبت تصریحاً استفسار اگر یہاں جھجکے تو کہوں گا
کیوں صاحب اُسی بات پر ائمۂ ہدیٰ تو پناہم بخدا چنیں وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان کیا اُن کے لیے کوئی
وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ وہیں یا انھوں نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امامت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک
کے بول کہیں مالکم کیف تحکمون ۝ اللہ آذن لکم ھٰذا ام علی اللہ تفترون ام لکم کتٰب فیہ تدرسون ۝
ان لکم فیہ لما تخیرون ۝ اور اگر شاید بات کی پیچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کھل کر شرک کی جڑی سے شادم کہ
از رقیباں دامن کشاں گزشتی ؎ گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد۔ غرض ۱۲ تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا
جز این کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین ۝ ہاں عوام اہل سنت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو اب بھی وضوح حق میں کچھ
باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رو سے صحابہ و تابعین و ائمۂ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین
قرون ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم
ظاہر ہے کہ وہ طائفہ تالفہ کیا ہوگا اور اُسے سنت و جماعت سے کتنا علاقہ سبحان اللہ سنت جماعت کو شرک بتائیں
جماعت سنت کو مشرک ٹھہرائیں پھر سنی ہونے کا دعویٰ بجا کلا و رب العرش الاعلیٰ قل جاء الحق وزھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک والحمد للہ رب العٰلمین

تذییل اہم اجل و اعظم

رسالہ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین

۱۳ھ ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد وبک استعین صل وسلم وبارک علی الامان الامین المبارک الیمین
حبیبک وآلہ وصحبہ اجمعین مآبربار وحنث حانث فی یمین عائدہ جز بلبر تحقیق مسئلہ یمین
میں حضرات منکرین کی غایت سعی و تمام مایۂ ناز اس باب میں جو کچھ ہے وہ یہی مسئلہ یمین ہے جسے دکھا کر عوام بلکہ
کم علموں کو متزلزل کر دیتے ہیں یا کیا چاہتے ہیں مائۃ مسائل میں کافی شرح وافی و فتح القدیر و کفایہ حواشی ہدایہ و مستخلص

وعینی شروح کنز سے طوالی عبارتیں کچھ قطع برید کچھ بیگانہ مزید پر مشتمل نقل کیں کہ عوام بڑی بڑی عبارات عربیہ دیکھ کر ڈر جائیں اور اگر سماع موتی سے منکر نہ ہوں تو لااقل تردد تو کر جائیں مگر بحمد اللہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ سب نری ملمع کاری ہے ورنہ وہ عبارات اور ان جیسی سو یا ہزار جتنی اور ہوں نہ ہمیں مضر نہ منکرین کو مفید نہ اہلسنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ جو نصوص صریحہ احادیث صحیحہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کسی متشکک کی تشکیکات بے معنی سے متزلزل ہوسکے۔ فقیر غفرلہ اللہ المولی القدیر اُس کی تحقیق وتنقیح میں بھی کلمات چند نافع وسود مند گزارش کرے کہ باذنہ تعالٰی موافق کو ثبات واستقامت مخالف منصف کو رشاد وندامت مکابر متعسف کو وبال وغرامت دین وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے زید سے نہ بولوں گا تو یہ قسم زید کی حالت حیات پر مقصود رہتی ہے اگر بعد انتقال زید سے کلام کرے حانث نہ ہوگا **اصل مسئلہ** ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے صرف اس قدر ہے اور اس کی وجہ یہ کہ ہمارے نزدیک بنائے یمین عرف پر ہے لفظ سے جو معنی عرفًا مراد ومفہوم ہوتے ہیں ان پر قسم وارد ہوتی ہے نہ معنی لغوی یا شرعی پر تمام کتب مذہب اور خود ان کتب مذکورہ میں (جن کی عبارات کو منکرین براہ جہل یا تجاہل اپنی سند سمجھے) اس امر کی تصریحات جلیلہ ہیں مثلًا قسم کھائی بچھونے پر نہ بیٹھے گا یا چراغ سے روشنی نہ لے گا یا چھت کے نیچے نہ آئے گا تو زمین پر یا دھوپ میں یا زیر آسمان بیٹھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن عظیم میں زمین کو فرش اور آفتاب کو سراج اور آسمان کو سقف فرمایا قال اللہ تعالٰی جعل لکم الارض فراشا وقال اللہ تعالٰی وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا وقال اللہ تعالٰی وجعلنا السماء سقفا محفوظا یوں ہی قسم کھائی کسی گھر میں نہ جائے گا تو مسجد وغیرہ معابد میں جانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ لغۃً ان پر بھی گھر کا لفظ صادق وجہ وہی ہے کہ اگرچہ شرعًا یا لغۃً یہ اشیاء اُن الفاظ میں داخل مگر ایمان میں عرفًا شمول درکار ہے وہ یہاں غیر حاصل بعینہٖ اسی وجہ سے مسئلہ مذکورہ میں بعد موت بولنے سے حنث زائل کہ کسی سے نہ بولنا عرفًا اُس کی موت کے بعد سلام وکلام کو غیر شامل اس سے یہ تراش لینا کہ ہمارے اصل ائمہ مذہب کے نزدیک میت سے کلام حقیقۃً یا شرعًا کلام نہیں محض باطل اور ایسا گمان کرنے والا اصل مبنائے مسئلہ سے جاہل یا ذاہل ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم نے جس طرح یہ تصریح فرمائی یونہیں یہ بھی کہ صورت مذکورہ میں اگر یہ قسم کھانے والا اور زید دونوں نماز میں تھے اور زید نے سلام پھیرنے میں ہمراہیوں پر سلام کی نیت کی حانث نہ ہوگا اور بیرون نماز اگر زید کسی مجمع میں ہو اور قسم کھانے والا السلام علیکم کہے حانث ہوجائے گا یونہیں اگر زید امام تھا اور یہ مقتدی زید نماز میں کچھ بھولا اس نے بتایا قسم نہ ٹوٹے گی اور نماز سے باہر بتایا ٹوٹ جائے گی بحرالرائق وردالمحتار وغیرہما کتب کثیرہ میں ہے لوسلم علی قوم ھو فیھم حنث الا ان لایقصدہ فیدین ولو سلم من الصلاۃ وان کان المحلوف علیہ عن یسارہ ھو الصحیح لان السلام فی الصلاۃ من وجہ ولو سبح للسہو او فتح علیہ القراءۃ وھو مقتد لم یحنث وخارج الصلاۃ یحنث اب اس سے یہ قرار دے لینا کہ نمازی پتھر ہیں نمازی کچھ نہیں سنتے نمازیوں سے کلام حقیقۃً کلام ہی نہیں اس جہالت کی

کچھ بھی حد ہے خود انھیں کتب مستندہ کی عبارتیں سنئے کافی میں ہے الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا (الی ان قال) قلنا ان غرض الحالف ماھو المتعارف فیتقید بماھو غرضہ الاترٰی ان من حلف ان لایستضیئ بالسراج اولایجلس علی البساط فاستضاء بالشمس اوجلس علی الارض لایحنث وان سمی فی القراٰن الشمس سراجا والارض بساطا ۔ حلف ان لایدخل بیتا لایحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ والکنیسۃ الخ اسی فتح القدیر میں ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا لاعلی الحقیقۃ اللغویۃ کمانقل عن الشافعی ولاعلی الاستعمال القراٰنی کما عند مالک ولاعلی النیۃ مطلقا کما عند احمد اسی کفایہ میں ہے الاصل ان الالفاظ المستعملۃ فی الایمان مبنیۃ علی العرف عندنا وعند الشافعی علی الحقیقۃ لان الحقیقۃ حقیق بان یراد وعند مالک علی معانی کلم القراٰن لانہ علی اصح اللغات وافصحہا ولنا ان غرض الحالف ماھو المتعارف فیتقید بغرضہ اسی میں ہے رجحنا العرف علی الحقیقۃ لان مبنی الایمان علی العرف اسی مستخلص شرح کنز میں کفایہ کا پہلا کلام بعینہ نقل کرکے لکھا کذا فی الکفایۃ وقد ذکر فخر الاسلام فی اصولہ ان جملۃ ماترک بہ الحقیقۃ خمسۃ انواع وعد من جملتہا استعمال العرف الغالب اسی عینی شرح کنز میں ہے الایمان عندنا مبنیۃ علی العرف وعند الشافعی واحمد علی الحقیقۃ وعند مالک علی معانی کلم القراٰن بلکہ اسی فتح القدیر میں خاص ہمارے مسئلہ دائرہ کے مبنی علی العرف ہونے کی تصریح کی فرماتے ہیں یمینہ لاینعقد الا علی الحی لان المتعارف ھو الکلام معہ یعنی یہ قسم خاص حالت زندگی ہی پر منعقد ہوگی کہ عرف میں کسی سے بولنا اُس کی زندگی ہی میں بات کرنے کو کہتے ہیں علامہ علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں اسی مسئلہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں ھذا منھم مبنی علی ان مبنی الایمان علی العرف فلایلزم نفی حقیقۃ السماع کما قالوا فیمن حلف لایاکل اللحم فاکل السمک مع انہ تعالٰی سماہ لحما طریا یعنی ہمارے علماء کا یہ ارشاد کہ بعد موت کلام سے قسم نہ ٹوٹے گی اس پر مبنی ہے کہ قسم کی بنا عرف پر ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مُردے حقیقۃً نہیں سنتے۔ جس طرح ہمارے علماء نے فرمایا کہ جو گوشت کھانے کی قسم کھائے مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا حالانکہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اُسے تر و تازہ گوشت فرمایا۔ اسی طرح شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث حنفی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں بعد ذکر مسئلہ کہ اگر یکی سوگند خورد کہ کلام نہ کنم پس کلام کرد اورا بعد مردن او حانث نمی گردد واس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں بنائے ایمان برعرف و عادت است نہ برحقیقت اصل بات تو اتنی ہے جسے انکار سماع موتی سے نام کو مس بھی نہیں مگر بعض شروح مثل کتب خمسہ مذکورہ وغیرہا میں اس مسئلہ کی توجیہ و تاویل و وجہ و دلیل کچھ ایسے طور پر واقع ہوئی جس سے بنظر ظاہر بے فکر غائر کچھ وہم خلاف پیدا ہو حضرات منکرین اور ایک یہ منکرین کیا اہل سنّت کے تمام مخالفین ہمیشہ الغریق یتشبث بکل حشیش کے مصداق ہوتے ہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اپنے صریح مضر سے بھی تو استدلال کرلاتے ہیں پھر جب

بظاہر کچھ نفع کا وہم نکلتا ہو اُس کا کہنا ہی کیا ہے اب احادیث صحیحہ صریحہ جلیلہ جزیلہ کے تمام قاہر باہر زاہر ظاہر تصریحات سب اٹھا کر طاقِ نسیان پر رکھ دیں صحابہ و تابعین وائمہ دین سلف صالحین و خلف کاملین سب کے ارشادات جلیہ علیہ سے آنکھیں بند کرلیں احادیث اور وہ ارشادات ائمہ کیوں دیکھے جاتے وہاں تو انکار کی قلعی کھلتی ہے نبی مطلع علی الغیب کے ارشاد سے اس برزخی حال پنہاں کی خبر اپنی خواہش کے خلاف ملتی ہے اقوال علماء میں اجماع اہل سنت کے بادل گرج رہے ہیں جنھیں سُن کر اختراع انکار کی چھاتی دہلتی ہے چار ناچار انھیں چند عبارات موہمہ کے معانی موہومہ پر ایمان لانا فرض ٹھہرا خدارا انصاف اگر معاذ اللہ صورت برعکس ہوتی ہے کہ حضرات کی طرف وہ دلائل قاہرہ احادیث متواترہ ونقول اجماع اہل سنت ہوتیں اور دوسرا ان کے خلاف ایسی چند عبارات سے استناد کرتا کیا کچھ نہ بکھرتے پھرتے طعن تشنیع کے رنگ نکھرتے مگر اپنے لیے سب کچھ حلال ہے کیا کریں اس میں گنجائش نہیں تاب مجال ہے ذٰلک مبلغہم من العلم طرہ یہ کہ ان یں مدعیان حنفیت درکنار حضرات غیر مقلدین بھی انکار سماع موتی پر مرتے جان دیتے ہیں اور نصوص صریحہ احادیث صحیحہ چھوڑ کر ایسے ہی بعض عبارات موہمہ کی آڑ لیتے ہیں اب نہ عمل بالحدیث کی آن نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم پر ایمان۔ بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے یہاں دین وشریعت اپنی ہوا وہوس کا نام ہے جہاں جیسا موقع دیکھا اُسی سے کام ہے ان حضرات کی عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ ومنھم من یلمزك فی الصدقٰت فان اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا منھا اذا ھم یسخطون ارشادات حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں ورنہ خفا حدیث کی طرف سے رودر قفا اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول کون سنتا ہے کیسے قبول خوبی یہ کہ سب کچھ چھوڑ کر جن کا دامن پکڑا اُن کے کلمات میں بھی دع ما کدر پر عمل رہا طرفہ تر یہ کہ اُن کی خود عبارتوں میں عقل و دانش و انصاف کو غور و نظر کی رخصت نہ دی نہ احتمال و استدلال میں تمیز کی ہاں طالب تحقیق و صاحب توفیق براہ انصاف و ترک اعتساف ادھر آئے کہ بعونہ تعالٰی رفع حجاب و دفع اضطراب و تنقیح جواب وتوضیح صواب کے دریا لہراتے پائے **فاقول** بحول اللہ اصول تقریر جوابات سے پہلے چند مقدمات مفیدہ لائق تمہید والتوفیق من اللہ العزیز الحمید **مقدمہ اولٰی** فصول سابقہ میں ثابت ہولیا کہ اہلسنت کے نزدیک روح کے لیے فنا نہیں موت سے روحوں کا مرجانا بدمذہبوں کا قول ہے کتب عقائد مثل مقاصد و مواقف و طوالع اور ان کی شروح وغیرہا اُس کی تصریحات سے مالامال ہیں یہ مسئلہ بلکہ خود روح جسم کے علاوہ ایک شئی ہونا ہی اگرچہ بنظر بعض الناس منجملہ نظریات تھا جس کے سبب امام اجل فخر الدین رازی کو تفسیر کبیر میں زیر کریمہ یسئلونك عن الروح اس پر ستر حجج قاہرہ[1] کا قائم کرنا پڑا مگر

---

[1] ان میں بعض دلائل کا خلاصہ عنقریب آتا ہے جن سے بعد موت بدن حیات روح بھی ثابت ۱۲ منہ

قرآن وحدیث ان پر اتنے نصوص واضحہ قاطعہ عطا نہیں فرماتے جن کا حصر وشمار ہوسکے اور اب تو بحمد اللہ تعالٰی یہ باتیں اہل اسلام میں بدیہیات سے ہیں جان کا جانا ہر ایک کی جان نہیں مگر انجان سا انجان جان کا جانا جسم سے نکلنا ضرور جانتا ہے اور ساتھ ہی فاتحہ وخیرات وایصال ثواب حسنات وصدقات سے بتا دیتا ہے کہ وہ روح کو باقی وبرقرار مانتا ہے تو موت حقیقتاً صفت بدن ہے نہ وصف روح ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابو السعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر قولہ تعالٰی بل احیاء عند ربھم فرمایا فیہ دلالۃ علی ان روح الانسان جسم لطیف لایفنی بخراب البدن ولایتوقف علیہ ادراکہ وتألمہ والتذاذہ پھر بھی مجازاً روح مفارق عن البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے حدیث میں ہے اللھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ الحدیث ولفظہ عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الجبانۃ یقول السلام علیکم ایتھا الارواح الفانیۃ والابدان البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی باللہ المؤمنۃ اللھم ادخل علیھم روحا منک وسلاما منا علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں (الارواح الفانیۃ) ای الفانی اجسادھا علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں یعنی الارواح التی اجسادھا فانیۃ والا فالارواح لاتفنی علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذ الارواح لاتفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلک اعنی والابدان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو جن کے بدن فنا ہوگئے تم پر سلام ہو ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہدا اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے فیہ ان الاموات یسمعون اذ لایخاطب الا من یسمع یعنی اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ مُردے سنتے ہیں کہ خطاب اسی سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہو۔ احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کررہی ہیں کہ بدن وروح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک ومبرا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مُردے کو نہلاتا کفناتا اُٹھاتا دفناتا ہے مُردہ اُسے پہچانتا ہے پر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ روح پر اور پہچاننا کام روح کا ہے اور جب اپنے علم وادراک پر باقی ہے تو اُسے موت کہاں، موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں موت میں کیونکر رہتی یونہی حدیث ۶ و ۷ واحادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہا سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معائودی ہیں کما لایخفی لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا موت بمعنی عدم حس وحرکت وعدم ادراک وشعور جسد را روی دہد وروح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست وشعورے وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر وروشن تر پس ارواح را مطلقاً خواہ روح

شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر و فاسق باین معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفت بدن است کہ شعور و ادراک و حرکات و تصرفات کہ سبب تعلق روح با وی از وی ظاہر می شدند حالا نمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن از ترقی باز می ماند دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست او می روند لہذا او را نیز در شرع حکم موت می فرمایند امّا درین امور فقط اما شہیدان راہ خدا را درحقیقت این دو معنی ہم نیست بلکہ ایشان زندگانند دائما در ترقی و تمتعات جسمانیہ نیز از ایشان موقوف نشدہ الخ اھ مختصراً اسی میں ہے بان آدمی ہرچند درشدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الٰہی محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیرفتن آن از محالات است و لہذا در حدیث شریف وارد است انما خلقتم للابد یعنی جان کہ آدمی کہ درحقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است ہرگز فنا پذیر نیست و آنچہ در عرف مشہور است کہ موت ہلاک جان می کند محض مجاز است نہایت کار موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بدن بسبب آیافت مربی و محافظ از ہم پاشد والا جان را فنا متصور نیست و اثبات عالم برزخ و امکان حشر و نشر مبنی بر ہمین مسئلہ است الخ بالجملہ موت بہ معنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی رہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل و معرض فساد و ملحق بالجماد کردے موت مجازی کہ روح کے لیے ہے ان سب آفات سے پاک و مبرا ہے و للہ الحمد والحجۃ السامیہ مقدمہ ثانیہ ہر عاقل جانتا ہے کہ علم و ادراک صفت جان پاک ہے نہ وصف مشت خاک قال اللہ عزوجل ما کذب الفؤاد ما رأی علی القول المختار ان المراد الرؤیۃ بحاسۃ البصر تفسیر کبیر میں ہے ان الانسان شیئ واحد وذلک الشیئ ھو المبتلی بالتکالیف الالٰھیۃ والامور الربانیۃ ھو الموصوف بالسمع والبصر ومجموع البدن لیس کذلک ولیس عضو من اعضاء البدن کذلک فالنفس شیئ مغائر لجملۃ البدن مغائر لاجزاء البدن وھو موصوف بکل ھذہ الصفات اُسی میں بعد اقامت حجج کے لکھتے ہیں فثبت بما ذکرنا ان النفس الانسانیہ شیئ واحد وثبت ان ذلک الشیئ ھو المبصر والسامع والذائق واللامس والمتخیل والمتفکر والمتذکر والمشتھی والغاضب وھو الموصوف بجمیع الادراکات بجمیع وھو موصوف بجمیع الافعال الاختیاریۃ والحرکات الارادیۃ پھر فرمایا لما کانت النفس شیئا واحدا امتنع کون النفس عبارۃ عن البدن وکذا القوۃ السامعۃ وسائر القوی فانا نعلم بالضرورۃ انہ لیس فی البدن جزء واحد ھو بعینہ موصوف بالابصار والسماع والفکر فثبت ان النفس الانسانیۃ شیئ واحد موصوف بجملۃ ھذہ الادراکات وثبت بالبداھۃ ان البدن وشیئا من اجزاء البدن لیس کذلک ولنقرر ھذا البرھان بعبارۃ اخری فنقول نعلم بالضرورۃ انا اذا ابصرنا شیئا عرفناہ واذا عرفناہ اشتھیناہ واذا اشتھیناہ حرکنا ابداننا الی القرب منہ فوجب القطع بان الذی ابصر ھو الذی عرف ھو الذی اشتھی ھو الذی حرک الی اٰخر ما اطال و اطاب ھذا المختصر ملتقطا تفسیر عزیزی میں ہے جزو اعظم جان است و شعور و ادراک و تلذذ و تالم خاصہ اوست آھ ملخصا **اقول** اس معنی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم قرآن عظیم و اجماع عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے

قال اللہ تعالٰی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا اور عقلاً ونقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضا کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے الھم ارجل یمشون بھا امھم اید یبطشون بھا امھم اعین یبصرون بھا امھم اذان یسمعون بھا افعال وسمع و بصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ اسی طرح تمام نصوص احوال برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا سب ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبت ادراکات ہوتی ہے قال اللہ تعالٰی وتعیھا اذن واعیۃ معالم میں ہے قال قتادۃ اذن سمعت وعقلت ما سمعت مدارک میں ہے قال قتادۃ اذن عقلت من اللہ تعالٰی وانتفعت بما سمعت یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی روح پر اطلاق اذن کما فی قولہ تعالٰی قل اذن خیر لکم نعمائے جنت کی حدیث میں ہے مالا عین رأت ولا اذن سمعت صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم جب تاکید توثیق روایت چاہتے فرماتے ابصر عینای وسمع اذنای ووعاہ قلبی تفسیر کبیر میں ہے التحقیق ان الانسان ھو جوھر وھو الفعال وھو الدراك وھو المؤمن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء اٰلات وادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الی الاٰلۃ فی الظاھر وفی الحقیقۃ یضاف الی ذلك الجوھر مقدمہ ثالثہ جب باجماع اہل حق روح کے لیے موت نہیں اور تمام کتب عقائد میں تصریح اور شرح مقاصد کی عبارت فصل دوم نوع اول مقصد سوم میں گزری کہ اہل سنت کے نزدیک جسم شرط حیات نہیں معتزلہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ادراکات تابع حیات ہیں کما نص علیہ فی شرح طوالع الانوار للعلامۃ التفتازانی وللاصفہانی وشرح المواقف السید الجرجانی ولہذا ہمارے نزدیک روح موت سے متغیر نہیں ہوتی اُس کے علوم و ادراکات بدستور رہتے ہیں جس کا بیان شافی بروجہ کافی فصل مذکور میں مسطور تو روح بعد دفن فتنہ و سوال یا نعیم و نکال کسی امر میں ہرگز اعادۂ حیات کی محتاج نہیں کہ حیات وادراکات اس سے جُدا ہی کب ہوئے تھے ہاں بدن ضرور محتاج ہے وجہ یہ کہ اہل سنت کے نزدیک قبر کی تنعیم یا معاذ اللہ عذاب جو کچھ ہے روح و جسم دونوں پر ہے امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں عذاب القبر محلہ الروح والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ وکذا القول فی التنعیم اور اس پر شرع مطہر سے نصوص کثیرہ شہیرہ متواترہ دال ہیں جن کے استقصا کی طرف راہ نہیں اسی کتاب کی احادیث مذکورہ میں بکثرت اس کے دلائل ہیں کما لایخفی اسی طرح سوال نکیرین بھی روح و بدن دونوں سے ہے فقہ اکبر میں ہے لیس السوال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منہ قول من قال انہ للبدن بلا روح والاحادیث الصحیحۃ ترد القولین اور جماد من حیث ہو جماد سے سوال یا اُسے لذت

خواہ الم کا یا ایصال بداہۃً محال لاجرم وقت سوال وغیرہ بدن کو ایک نوع حیات کی عود سے چارہ نہیں اگرچہ ہم اس کی کیفیت جزمًا نہ جانیں امام اجل ابوالبرکات نسفی عمدۃ الکلام میں فرماتے ہیں عذاب القبر للکفار ولبعض العصاۃ من المومنین والانعام لاھل الطاعۃ باعادۃ الحیاۃ فی الجسد وان توقفنا فی اعادۃ الروح حق امام الائمہ مالک الازمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں سوال منکر ونکیر فی القبر حق واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق اُس کی شرح منح الروض میں ہے (اعادۃ الروح) ای ردھا وتعلقھا (الی العبد) ای جسدہ بجمیع اجزائہ او بعضھا مجتمعۃ او متفرقۃ (فی قبرہ حق) ولو اولمجرد الجمعیۃ فلا ینافی ان السوال بعد اعادۃ الروح وکمال الحال اُسی میں ہے اعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالٰی یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ ولکن اختلفوا فی انہ ھل یعاد الروح الیہ والمنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ التوقف الا ان کلامہ ھنا یدل علی اعادۃ الروح اذ جواب الملکین فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح وقیل قد یتصور الخ امام ابن الہمام اُسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں الحق ان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یحس بالالم والبنیۃ لیست بشرط عند اھل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذھا البصر وان اللہ علی ذٰلک لقدیر والخلاف فیہ ان کان بناء علی انکار عذاب القبر امکن والا فلا یتصور من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس پھر روح کی نسبت تو اوپر واضح ہوچکا کہ اُس کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے مگر بدن کے لیے بعد عود بھی استمرار ضرور نہیں کہ وہ ایک تعلق خاص بمقصد خاص ہوتا ہے جس کے انصرام پر اُس کا انقطاع بجا ہے امام بدر عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بجواب معتزلہ دلائل اثبات عذاب قبر میں فرماتے ہیں لنا اٰیات احدھا قولہ تعالٰی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا فھو صریح فی التعذیب بعد الموت الثانیۃ قولہ تعالٰی ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فان اللہ تعالٰی ذکر الموتۃ مرتین وھما لاتتحققان الا ان یکون فی القبر حیاۃ وموت حتی تکون احدی الموتتین مایحصل عقیب الحیاۃ فی الدنیا والاخری مایحصل عقیب الحیاۃ التی فی القبر شرح الصدور میں بدائع سے ہے نقلت عن خط القاضی ابی یعلی فی تعالیقہ لابد من انقطاع عذاب القبر لانہ من عذاب الدنیا والدنیا ومافیھا منقطع فلابد ان یلحقھم الفنا والبلا ولا یعرف مقدار مدۃ ذٰلک پھر فرمایا قلت ودلیل ھذا ما اخرجہ ھناد بن السری فی الزھد عن مجاھد قال للکفار ھجعۃ یجدون فیھا طعم النوم حتی یوم القیامۃ فاذا صیح باھل القبور یقول الکافر یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا فیقول المؤمن الی جنبہ ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون **مقدمہ (العبد)** سمع وبصر لغۃً وعرفًا ادراک الوان واضواء واصوات بجارحہ چشم وگوش کا نام ہے قاموس میں ہے السمع حس الاذن

اُس میں ہے البصر محرکۃ حس العین اسی طرح تاج العروس میں محکم سے ہے۔ صحاح جوہری ومختار رازی میں ہے البصر حاسۃ الرؤیۃ مصباح المنیر میں ہے البصر نور الذی تدرک بہ الجارحۃ اُسی میں ہے رویت الشیئ رویۃ ابصرتہ بحاسۃ البصر اسی معنی پر مواقف وشرح مواقف میں فرمایا انما یحصل الادراک السمعی بوصول الھواء الی الصماخ اور شارح نے مباحث نظر میں ذکر کیا الادراک بالبصر یتوقف علی امور ثلثۃ مواجھۃ[1] المبصر وتقلیب الحدقۃ نحوہ طلبا لرؤیتہ[2] وازالۃ الغشاوۃ المانعۃ من الابصار اور اس کا اطلاق بے واسطہ جوارح وآلات ادراک تام جزئیات مذکورہ خواہ غیر مذکورہ بروجہ جزئی مخصوص پر بھی کیا جاتا ہے یہاں نہ مدرَک بالفتح میں صوت ولون وضو کی تخصیص ہے نہ مدرِک بالکسر میں آلات جسمانیہ کی قید۔ روز قیامت مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھیں گے اور اس کا کلام سنیں گے اور وہ اور اُس کی صفات اعراض سے پاک ہیں اور مولٰی عزوجل سمیع وبصیر علی الاطلاق ہے اور آلات وجوارح سے منزہ مصباح میں ہے سمع اللہ قولک علمہ مجمع البحار میں ہے البصیر تعالٰی یشاھد الاشیاء ظاھرھا وخافیھا من غیر جارحۃ والبصر فی حقہ تعالٰی عبارۃ عن صفۃ ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات منح الروض میں ہے: سمع صفۃ تتعلق بالمسموعات والبصر صفۃ تتعلق بالمبصرات فیدرک ادراکا تاما لاعلی التخیل والتوھم ولا علی طریق تاثیر حاسۃ ووصول ھواء اسی اطلاق پر مواقف وشرح میں فرمایا الثانیۃ شبھۃ المقابلۃ وھی ان شرط الرویۃ کما علم بالضرورۃ من التجربۃ المقابلۃ اوما فی حکمھا نحو المرئی فی المرآۃ وانھا مستحیلۃ فی حق اللہ تعالٰی لتنزھہ عن المکان والجھۃ والجواب منع الاشتراط امام نسفی مصنف کافی مذکور نے عمدۃ الکلام میں فرمایا ما قالوا من اشتراط المقابلۃ وغیرہ یبطل برویۃ اللہ تعالٰی ایانا روح ملاصق بالبدن کا سمع وبصر بروجہ اول ہے اور مفارق کا از قبیل دوم کل ذلک علی الاغلب والاکثر بما یحس الملاصق بنورہ کما فی کشوف الاولیاء والمفارق بالاٰلات الباقیۃ الدائمۃ کما فی الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ومعنی المفارقۃ فیھم طریان نفراق اٰنی تحقیقا للوعد الربانی اور اس معنی سے انکار کی منکران سماع موتی کو بھی گنجائش نہیں کہ آخر رویت جنت ونار ونعیم وعذاب وسماع وکلام ملائکہ ماننے سے چارہ کہاں اور جب جسم معطل اور آلات مختل تو یہی معنی ظاہر وعیاں وسیاتی تفصیلہ عنقریب ان شاء

---

[1] ای للمبصر نفسہ او شبحہ المنطبع فی نحو مرآۃ علی القول بالانطباع اما علی القول بخروج الشعاع فمقابلۃ المبصر حاصلۃ فی الوجھین لاجل الانعکاس
اقول ومیل ائمتنا الفقھاء الی القول بالانطباع ھوان یقولوا کون الابصار بہ وذلک بانھم صرحوا ان الرجل اذا رای فرج امراۃ وھی فی الماء تثبت حرمۃ المصاھرۃ ولو رای فرجھا فی المرآۃ وھی خارجۃ لم تثبت لانہ علی الاول رای فرجھا وعلی الثانی انما رای شبحہ لانفسہ کما فی الخانیۃ وغیرھا فلو قالوا بالانعکاس لکان رای نفس الفرج فی الصورتین فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علیہ ثم رایت المحقق نبہ علیہ فی فتح القدیر وللہ الحمد ۱۲ منہ

[2] اقول قید الطلب خرج وفاقا فلیس من شرط الرویۃ طلبھا والمراد بالازالۃ العدم اصلیا او طاریا بفعل الرائی او غیرہ ۱۲ منہ

القریب اور یہاں ایک تیسرے معنی مجازی اور ہیں یعنی رائی مرئی وسامع ومسموع میں بروجہ آلیت واسطہ ہونا اور صور جزئیہ کا مدرک تک پہونچانا یہ اُس وقت مراد ہوتے ہیں جب سمع وبصر بدن کی طرف مضاف ہوں کما بیناہ فی المقدمۃ الثانیۃ خواہ بروجہ اثبات اور یہ ظاہر ہے خواہ بہ ضمن سلب جہاں سلب مقصر نامستمر ہے لتضمنہ الاثبات کما لایخفی مقدمہ خامسہ قرآن واحادیث نصوص شرعیہ ومحاورات عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں قال اللہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین o ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین الٰی قولہ سبحانہ فتبارک اللہ احسن الخالقین o وقال عزوجل واذ قال ربک للملٰئکۃ انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون o فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین o وقال تبارک اسمہ انا خلقنٰھم من طین لازب وقال جل جلالہ یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الٰی اجل مسمی الاٰیۃ ہر ظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی پھر پانی کے قطرے پھر خون کی بوند پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدت معین تک ٹھہرنا ٹھیک ہونے کے بعد اُس میں روح کا پھونکا جانا یہ سب احوال[1] واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی وقال عزمجدہ وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا وقال تعالٰی شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلٰی قادرین علٰی ان نسوی بنانہ بل یرید الانسان لیفجر امامہ یسئل ایان یوم القیٰمۃ الٰی قولہ جل ذکرہ یقول الانسان یومئذ این المفر الٰی قولہ جلت عظمتہ ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علٰی نفسہ بصیرۃ o ولو القٰی معاذیرہ o واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال روح سے ہیں یونہی فجور بھی قال عزجدہ ونفس وما سوٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اُس کے لیے مذکور قال عزشانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا مرد وزن کے ملے ہوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش روح کی ہے اور وہی شنوا وبینا وقال تعالٰی ذکرہ اولم یر الانسان انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین o وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ الاٰیۃ o رویت وعلم شان روح ہے اور نطفے سے پیدائش بدن کی پھر خصومت ومثل زنی ونسیان احوال روح اور ضمیر اخیر نے پھر تخلیق نطفہ سے جانب بدن مراجعت کی یہی سب محاورات عرف عام میں شائع۔ اب چار حال سے خالی نہیں یا تو انسان محض بدن ہے یا مجرد روح یا ہر ایک یا مجموع۔ احتمال ثالث تو بداہۃً مدفوع ہر عاقل جانتا ہے کہ اس کے ہی نوع کا ہر فرد اور وہ خود ایک ہی انسان ہے نہ یہ کہ ہر شخص میں دو انسان ہوں ایک روح ایک بدن ولہذا اُس کی طرف کسی کا ذہاب معلوم نہیں تلثہ باقیہ مذاہب معروفہ ہیں اول اکثر متکلمین کا خیال ہے اور ثانی امام رازی وغیرہ کا مفاد

[1] خصوصاً اخیر کہ غیر بدن کے لیے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ

مقالی اور ثالث خود انھیں امام جلیل و دیگر اجلۂ اکابر کا ارشاد جمیل تفسیر کبیر میں ہے اما القائلون بان الانسان عبارۃ عن هذه البنية المخصوصة وعن هذا الجسم المحسوس فهم جمهور المتكلمين وهذا القول عندنا باطل (و ذكر عليه حججا الى ان قال) الحجة الخامسة ان الانسان قد يكون حيا حال ما يكون البدن ميتا والدليل قوله تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء فهذا النص صريح في ان اولئك المقتولين احياء والحس يدل على ان هذا الجسد ميت الحجة السادسة قوله تعالى النار يعرضون عليها وقوله اغرقوا فادخلوا نارا وقوله عليه الصلوة والسلام القبر روضة من رياض الجنة اوحفرة من حفر النار كل هذه النصوص يدل على ان الانسان يبقى بعد موت الجسد الحجة السابعة قوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حمل الميت على نعشه رفرف روحه فوق النعش ويقول يا اهلي ويا ولدي (الحديث) النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صرح بان حال ما يكون الجسد على النعش بقي هناك شيئ ينادي ويقول جمعت المال من حله وغير حله ومعلوم ان الذي كان الاهل اهلا له وكان جامع المال وبقي في رقبته الوبال ليس الا ذلك الانسان فهذا تصريح بان في الوقت الذي كان الجسد ميتا كان الانسان حيا باقيا فاهما الحجة الثامنة قوله تعالى يايتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية والخطاب انما هو حال الموت فدل ان الذي يرجع الى الله بعد موت الجسد يكون حيا راضيا وليس الا الانسان فدل ان الانسان بقي حيا بعد موت الجسد الحجة العاشرة جميع فرق الدنيا من الهند والروم والعرب والعجم وجميع ارباب الملل والنحل من اليهود والنصارى والمجوس والمسلمين يتصدقون عن موتاهم ويدعون لهم بالخير ويذهبون الى زيارتهم ولولا انهم بعد موت الجسد بقوا احياء لكان التصدق والدعاء والزيارة عبثا فيدل ان فطرتهم الاصلية شاهدة بان الانسان لا يموت بل يموت الجسد والحجة السابعة عشرة ان الانسان يجب ان يكون عالما والعلم لايحصل الا في القلب فيلزم ان يكون الانسان عبارة عن الشيئ الموجود في القلب اوشيئ له تعلق بالقلب اھ ملتقطا مختصرا امام الطریقہ بحر الحقیقہ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ شریف میں فرماتے ہیں لیس فی العلوم اصعب تصورا من هذه المسألة فان الارواح طاهرة بحكم الاصل والاجسام وقواها كذلك طاهرة بما فطرت عليه من تسبيح خالقها وتوحيده ثم باجتماع الجسم والروح حدث اسم الانسان وتعلق به التكاليف وظهر منه الطاعات والمخالفات الخ امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام ابوطاہر رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں الانسان عند اهل البصائر هذا المجموع من الجسد والروح بما فيه من المعاني امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفة فاذا هو خصيم مبين فرماتے ہیں اعلم ان الانسان مركب من بدن ونفس فقوله تعالى خلق الانسان من نطفة اشارة الى الاستدلال ببدنه على

وجود الصانع الحکیم وقولہ تعالٰی فاذا ھو خصیم مبین اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم الخ **اقول** وباللہ التوفیق آیات کریمہ قرآن عظیم ومحاورات عامہ شائعہ تمام عالم کے ملاحظہ سے بہ نگاہ اولیں ذہن میں منتقش ہوتا ہے کہ جسے انسان کہتے اور زید وعمرو اعلام یا من وتو ضمائر یا ایں وآں اسمائے اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں اُس میں روح وبدن دونوں ملحوظ ہیں ایک یکسر معزول ہو ایسا ہرگز نہیں اب خواہ یوں ہو کہ ہر ایک نسخ حقیقت انسانی میں داخل وجزو حقیقی ہو یا یوں کہ ایک سے تجوہر حقیقت اور دوسرے کو معیت وشرطیت مگر ساتھ ہی عقل ونقل کی طرف نظر کیجئے تو اُن کا اجماع واطباق دیکھتے ہیں کہ انسان ایک شی مدرک عاقل فاہم مرید مکلف مخاطب من اللہ تعالٰی ہے اور یہ صفات اس کے لیے حقیقۃً ثابت ہیں نہ کہ موصوف بالذات کوئی شے غیر ہو اور اُس کی طرف بالتبع بالعرض نسبت کیے جاتے ہوں اس بیّن واضح امر کی طرف التفات کرتے ہی منجلی ہوگیا کہ جس طرح قولین اولین میں تجرد وتمحض بہ معنی بشرط لاشی مراد لینا کسی عاقل سے معقول نہیں اگرچہ ہے تو لابشرط اور یہ بھی مقبول نہیں کہ روح وبدن میں کوئی لحاظ سے بالکل معزول نہیں اور قول اول تو اصلاً قابل قبول نہیں کہ انسان عاقل ہے اور ابدان ذوی العقول نہیں انسان مالک ومتصرف ہے بدن کی طرح آلہ ومعمول نہیں یوں ہی یہ بھی روشن ہوگیا کہ قول اخیر میں مجموع سے مراد مرتبہ بشرط شے ہے نہ ترکب نفس حقیقت ورنہ انسان عاقل ومدرک نہ رہے کہ مجموع مدرک ہے اور لازم آئے کہ آیات ومحاورات عامہ خواہ بدنیات ہوں جن میں موصوف بصفات جسم کو انسان کہا گیا یا روحیات جن میں صفات نفس سے انسان کو متصف کیا خواہ جامعات جن میں دونوں کو اجتماع دیا سب یکسر حقیقت سے معزول اور مجاز پر محمول ہوں کہ اب انسان نہ روح ہے نہ بدن بلکہ شے ثالث ہے لاجرم مجموع کا محمل اول مراد نہیں ہوسکتا ومن الدلیل علیہ قول الامام ابی طاہر بما فیہ من المعانی فما کان لعاقل ان یتوھم دخول الاعراض فی قوام جوھر وانما المراد الدخول فی اللحاظ وکذا التنصیص الامام الرازی علی الترکیب مع اعطائہ مرارا کثیرۃ ان الانسان ھو الروح رہا محمل دوم اس میں بھی دو احتمال ہیں قوام روح سے ہو اور بدن شرط یعنی انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہو یا بالعکس یعنی بدن متعلق بالروح کا ثانی بھی اُس مقدمہ مذکورہ واضحہ سے مدفوع کہ انسان عاقل مخاطب بالاصالۃ ہے نہ بالتبع تو بفضل اللہ تعالٰی عرش تحقیق مستقر ہوگیا کہ مختار ومنصور وہی قول اخیر بایں معنی وتفسیر ہے اور قول ثانی بھی اُس سے بعید نہیں کہ جب قوام جوہر میں صرف روح ہے تو انسان روح ہی کا نام ہوا ملحوظ بلحاظ تعلق ہونا اُسے روح ہونے سے خارج نہیں کرتا نہ اُن عبارات میں لحاظ تعلق سے قطع نظر مذکور تو اُس کا اسی قول منصور کی طرف ارجاع میسور ولہٰذا امام اجل فخر الدین رازی نے باآنکہ بارہا روح ہی کی انسان ہونے پر تجمیل وتنقیح فرمائی خود ہی انسان کے روح وبدن سے مرکب ہونے کی تصریح فرمائی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں جہاں وہ عبارت لکھی کہ جان آدمی کہ درحقیقت آدمی عبارت ازاں است وہیں اس کی شرح یوں ارشاد کی تفصیل ایں اجمال آنکہ آدمی مرکب از دو چیز است جان وبدن جزو اعظم جان است کہ تبدل وتغیر در ان راہ نمی یابد وبدن بمنزلہ لباس است کہ اختلاف بسیار دروی راہ می یابد اھ مختصراً پھر روح کا بدن سے تعلق چار قسم ہے ایک تعلق دنیوی بحال بیداری دوسرا بحال خواب

کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق تیسرا برزخی چوتھا اُخروی وجعلها فی شرح الصدور عن ابن القیم خمسة۔ حیث قال للروح
بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاوّل فی بطن الام الثانی بعد الولادة الثالث فی حال النوم فلها
به تعلق من وجه ومفارقة من وجه الرابع فی البرزخ فانها وان کانت قد فارقته بالموت فانها لم تفارق
فراقا کلیا بحیث لم یبق لها الیه التفات الخامس تعلقها به یوم البعث وهو اکمل انواع التعلقات ولا نسبة
لما قبله الیه اذ لا یقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا اھ وتبعه القاری فی منح الروض **اقول** الکلام
فی الانواع المتغائرة ولا یظهر للتعلق الرحمی تغایر مع الذی بعد الولادة فان کلیهما تعلق الاتصال
المحض والتدبیر والتصرف فالناقص بخلاف النومی فلا یتمحض للاتصال والبرزخی فلیس مع ذلک تعلق التدبیر
والاخروی فلا نقص فیه اصلا فیتحصل التقسیم هکذا التعلق اما متمحض الاتصال اولا الاوّل ان کمل
بحیث لا یقبل الفراق فاخروی والا فدنیوی یقظی والثانی ان کان تعلق تدبیر فنومی اولا فبرزخی فان
قیل لیس یستعمل الجنین اٰلاته وجوارحه فی الاعمال والادراک مثل المولود قلت ولا یستعملها المولود
من ساعته کالفطیم ولا الفطیم کالیافع ولا الیافع کمن بلغ اشده ولا کمثله الشیخ الهرم ثم التفاوت
فلیجعل عامة ذلک تعلقات متغائرة فافهم ان میں جس طرح اعلٰی واکمل تعلق اخروی ہے جس کے بعد فراق کا
احتمال ہی نہیں یوہیں ادون واقل تعلق برزخی ہے کہ باوصف فراق ایک اتصال معنوی ہے مگر قرآن عظیم وحدیث کریم
کے نصوص قاطعہ شاہد عدل ہیں کہ اس قدر تعلق بھی بقائے انسانیت کے لیے بس ہے بداہۃً معلوم کہ قبر میں تنعیم یا معاذ اللہ
تعذیب جو کچھ ہے اُسی انسان ہی کے واسطے ہے جو اپنی حیات دنیوی میں مؤمن ومطیع یا معاذ اللہ کافر وعاصی تھا نہ یہ کہ طاعت
وایمان تو انسان نے کیے اور نعمت مل رہی ہے کسی غیر انسان کو یا کفر وعصیان انسان سے ہوئے اور عذاب ہوتا ہو کسی غیر
انسان پر اسی طرح وہ تمام حجج واضحہ جو ابھی تفسیر کبیر سے بعد موت بقاء حیات انسان پر گزریں مع اپنے نظائر کثیرہ کی اس مدعا
کی کفیل ہیں تو ثابت ہوا کہ حقیقت انسانیہ میں جو تعلق ملحوظ ہے مطلق ومرسل ہے کسی طرح کا ہو اما ما قال الامام ابو طاهر
بعد ما اسلفنا نقله من انه اذا بطلت صورة جسده بالموت وزالت عنه المعانی لقبض روحه لایسمی انسانا
فاذا جمعت هذه الاشیاء الیه بالاعادة ثانیا کان هو ذلک الانسان بعینه الا تری ان الجسد الفارغ من
الروح والمعانی یسمی شبحا وجثة ولا یسمّی انسانا وکذلک الروح المجرد لا یسمی انسانا الخ **فاقول** لیس یرید
رحمه الله تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الی حین البعث لیس
بانسان ومعاذ الله ان یریده وهو قول اهل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لا یکون الروح
البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا ومعلوم قطعا ان الانسان هو الذی کان اٰمن وکفر واحسن
وفجر وبدیهی ان غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص والله تعالٰی یقول

عنهم یویلنا من بعثنا من مرقدنا فافاد ان المبعوثین فی الحشر هم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبٰی هم الکائنون فی الدنیا فالانسان هو هو فی الدور الثلث لم یزل عن انسانیة ولم ینسلخ عن حقیقته وقال تعالٰی النار یعرضون علیها وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فهم المعروضون علی النار لاغیرهم و قال تعالٰی قتل الانسان ما اکفره الی قوله عزوجل ثم اماته فاقبره فالاقبار بعد الاماتة وقد ارجع الکنایة فیه الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس لا انسانا وبالجملة ففی الدلائل علی هذا کثرة لا مطمع فی احاطتها وانما اراد التنبیه علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورته بالموت وزالت عنه المعانی لخروج الروح عنه لایسمی ذلك الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبله عرفا لمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث هو مجرد لایسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام واللّٰه سبحانه ولی الانعام یہ تحقیق حقیقت ومصداق انسان میں کلام تھا اب آیات ومحاورات مذکورہ کی طرف چلیے جب انسان وروح ہر ایک کا انسان جداگانہ ہونا بداہۃً باطل ہوچکا تو اب اقوال ثلاثہ سے کوئی قول لیجئے آیات ومحاورات بدنیہ وروحیہ سے ایک میں تجوز اور جامعہ میں استخدام ماننے سے گریز نہ ہوگی کما لایخفی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ مفسرین ان میں کہیں استخدام[1] مانتے ہیں نہ اہل عرف ان میں کسی کلام کو حقیقت سے جُدا جانتے ہیں تو وجہ یہ کہ بوجہ شدت اختلاط گویا روح وبدن شے واحد ہیں بلکہ روح خفی ونظری ہے اور بدن محسوس ومرئی اور اشراق شمس روح نے بدن پر حیات کی شعاعیں ڈال کر اُسے اپنے رنگ میں رنگ لیا جس طرح دہکتے کوئلے کو اُس کے ہر ذرّے میں آگ کی سرایت نے انا النار کہنے کا مستحق کردیا اب اُسے آگ ہی کہا جاتا ہے یوہیں جسم کو انا الانسان کا دعوٰی پہنچتا ہے ہم سنتا دیکھتا بولتا چلتا پھرتا کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک وفاعل روح ہے اور بدن آلہ لہذا بدن پر اطلاق انسان پر حقیقت[2] عرفیہ قرار پایا اور وہی تمام صفات وافعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآن عظیم کی

[1] بل قال بعض العلماء ان الاستخدام بهذا المعنی لم یقع فی القرآن العظیم اصلا نقله الامام السیوطی فی الاتقان قال وقد استخرجت بفکری آیات وذکر ثلث الاولی اتی امر اللّٰه فلاتستعجلوه امر اللّٰه محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کما اخرج ابن مردویه من طریق الضحاك عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما و الضمیر له مرادا به قیام الساعة او العذاب والثانیة ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین المراد به آدم ثم اعاد الضمیر علیه مرادا به ولده فقال ثم جعلناه نطفة قال وهی اظهرها والثالثة لاتسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم ثم قال قد سألها قوم من قبلکم ای اشیاء آخر اھ ملخص کلام السیوطی اقول وقد استخرجت مثالین آخرین الاول قوله عزوجل احصنت فرجها فنفخنا فیه الفرج فرج المرأة والضمیر للفرج بمعنی فرج الجیب علی ما علیه المحققون والآخر ذکرته فی رسالتی الدلائل الانقی من بحر سبقة الاتقی التی ذکرت فیها تفسیر قوله عزوجل وسیجنبها الاتقی ۱۲ منه

[2] عرف تو عرف اس شدت اختلاط وعدم تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں وہ بھی کہاں خاص مقام تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوان ناطق حالانکہ حیوانیت بدن کے لیے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق ومدرک روح بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں بھی غلطی ہے جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس ومرید روح ۱۲ منہ

مطابقت عرف پر اُترا قال تعالٰی انہ الحق مثل ما انکم تنطقون اب نہ تجوز ہے نہ استخدام نظیر اُس کی رأیت زیدا ہے۔ زید را دیدم۔ زید کو دیکھا حالانکہ زید اگرچہ اُس سے بدن ہی مراد لیجئے ہرگز ہمیں مرئی نہیں، مرئی صرف رنگ وسطح بالائی ہے اور وہ قطعاً نہ روح زید ہے نہ بدن مگر شدت اتصال کے باعث اُسے رویت زید کہتے ہیں اور ہرگز اس میں تجوز ومخالفت حقیقت کا توہم بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اگر کوئی زید کے رنگ وسطح کو یوہیں دیکھے اور قسم کھائے میں نے زید کو نہ دیکھا قطعاً کاذب سمجھا جائے گا لاجرم تفسیر کبیر میں روح کے غیر جسم ہونے پر کلام واسع ومشبع لکھ کر فرماتے ہیں اعلمان اکثر العارفین المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاهدات مصرون علی هذا القول جازمون بهذا المذهب واحتج المنکرون بقوله تعالٰی من ای شیئ خلقه من نطفة هذا التصریح بان الانسان مخلوق عن النطفة وانه یموت ویدخل القبر ولو لم یکن عبارة عن الجثة لم تکن الاحوال المذکورة صحیحة والجواب انه لما کان الانسان فی العرف والظاهر عبارة عن هذه الجثة اطلق علیه اسم الانسان فی العرف اھ مختصرا **اقول** وهذا الجواب احسن مما قدم قبله حیث قال فان قالوا هذه الاٰیة حجة علیکم لانه تعالٰی قال ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین وکلمة من للتبعیض وهذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین قلنا کلمة من اصلها لابتداء الغایة کقولك خرجت من البصرة الی الکوفة فقوله تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللة من طین ہ یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من هذه السلالة ونحن نقول بموجبه لانه تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیه الروح فیکون ابتداء تخلیقه من السلالة اھ **قلت** وقد یستانس له بقوله تعالٰی وبدأ خلق الانسان من طین ہ فافهم بالجملہ خلاصہ مبحث یہ ہوا کہ اطلاق انسان کے لیے دو حقیقتیں ہیں ایک حقیقت اصلیہ دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ بتعلق برزخی دوم حقیقت مشہورہ عرفیہ یعنی بدن اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے اور اگر غرابت فن سے قطع نظر کرکے اُن کا کلام انسان عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہوسکتا ہے وباللہ التوفیق مقدمہ سادسہ **اقول** صفات بدن دو قسم ہیں اصلیہ کہ خود بدن کے لیے حاصل اور تبعیہ کہ حقیقۃً صفات روح ہیں اور بوجہ اتحاد مذکور بدن کی طرف منسوب جیسے علم وسمع وبصر وارادہ وفاعلیت افعال اختیاریہ وغیرہا عرف میں اگرچہ انسان نام بدن ٹھہرا مگر صفات تبعیہ کی اُس کی طرف اضافت مشروط بشرط حیات ہے بعد موت بے عود حیات بدن خالی کو شرعاً عرفاً لغۃً کسی طرح سمیع وبصیر مرید فاعل عاقل نہیں کہتے کہ یہ نسبتیں اسی اتصال سریانی پر مبنی تھیں جس نے روح وبدن کو عرفاً امر وحدانی کردیا تھا جب وہ مسلوب ہوا کشف محجوب ہوا صفات تبعیہ حق بہ حقدار رسید ہو کر اپنے مرکز کو گئیں اور اس تودہ خاک کو اپنی اصلی حالتیں ظاہر ہوئیں نظیر اُس کی وہی صحبت آتش وانگشت ہے کوئلا کالا ٹھنڈا تاریک تھا اور نار دخانی گرم وسرخ وروشن جب تک آگ کی سرایت سے دہک رہا تھا اُس کے نیچے اپنے عیوب چھپے ہوئے تھے آگ ہی کے اوصاف سے موصوف ہوتا جب آگ جدا وبرکران ہوئی وہی اصل حقیقت عیاں ہوئی تو ایمان اگرچہ عرف پر مبنی ہیں اور عرفا

انسان خواہ بلفظ انسان و بشر و آدمی تعبیر کیا جائے یا اعلام و ضمائر و اسمائے اشارہ سے اُس کا معبر عنہ یہی بدن ہوتا ہے مگر بنظر تقسیم مذکور امور محلوف علیہا کی طرف نظر ضرور اگر صفات اصلیہ پر مقصور ہو جیسے اُٹھانا بٹھانا نہلانا وغیرہا تو کچھ حالت حیات کی تخصیص نہ ہوگی کہ نفس بدن اُن کا صالح ہے اور اگر صفات تبعیہ پر موقوف ہو جیسے خطاب و اعلام و افہام و کلام تو ضرورۃً متقید بحال حیات رہے گا کہ بغیر اُن کے بدن اُن کا صالح نہیں بالجملہ انسان کا عرفاً بدن میں حقیقت ہونا اور معنی حقیقی عرفی میں استعمال کیا جانا زنہار اسے مقتضی نہیں کہ وہ کلام بدن کی ہر حالت کو مشتمل رہے یا بعض احوال پر اقتصار کے باعث حقیقت عرفیہ سے منسلخ ہو کر کسی اور معنی پر محمول بنے بلکہ وہی مراد ہو کر بات جس حال کے قابل ہوگی اُسی قدر کو شامل ہوگی مثلاً اگر کہیے زید نے کولے سے بدن جلالیا تو قطعاً اس سے دہکتا ہوا کوئلا مُراد ہوگا کہ جلانے کی صلاحیت اُسی میں ہے اس سے نہ یہ لازم کہ مطلق کوئلا اس سے مفہوم ہو نہ یہ کہ کوئلا اپنی معنی حقیقی سے محروم ہو وھذا کلہ ظاھر جدًا بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں اُس ضابطے کے جو علماء نے یہاں ارشاد فرمایا اور تنویر الابصار و درمختار و شروح کنز وغیرہا میں مذکور ہوا کہ ماشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین و ما اختص بحالۃ الحیاۃ تقید بھا مقدمۂ سابعہ **اقول** مناظرات میں وقت واطالت کو راہ پاتی ہے بیشتر اصل مقصد و مورد نزاع سے غفلت کے باعث منہ دکھاتی ہے فریقین اُس کے پابند رہیں یہ تو معلوم کہ اہل باطل کو اکثر اصل مطلب سے فرار ہی میں مفر مگر اہل حق پر اس کا خیال لازم ہر وقت پیش نظر رکھیں کہ بحث کیا تھی اور چلے کدھر اس میں باذن اللہ تعالٰی تخفیف مؤنت اور مخالف کے عجز و سکوت جلد ظاہر ہونے پر معونت ہوتی ہے اس مسئلہ دائرۂ سماع موتی میں مقصود اہلسنت کچھ اس پر موقوف نہیں کہ تمام اموات کے بدن ہی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں زائروں کے سلام کلام وہ انھیں کانوں کے ذریعہ سے سُنیں ہوائے متموج متکیف بالصوت انھیں کے پٹھوں کو قرع کرے اسی طریقے پر سماع ہو یوہیں رویت عامۂ اموات میں ہماری اس سے کوئی غرض متعلق نہیں کہ وہ انھیں آنکھوں سے دیکھیں انھیں سے خروج شعاع یا انھیں کے لوح میں صورت کا انطباع ہو یہ نہ واقع ہے نہ ہمارا دعوٰی کو اس پر توقف۔ آخر اہلسنت کے نزدیک جس طرح ابھی کا مردہ دیکھتا سُنتا ہے یوہیں برسوں کا جبکہ کان آنکھ جسم کا کوئی ذرّہ سلامت نہ رہا سب خاک و غبار ہو کر مٹی میں مل گیا جس طرح مسلمان قبر میں سنتا ہے یوہیں ہندو کافر مرگھٹ میں جس وقت اُس کے کان آنکھ کو آگ دیتے ہیں وہ اُن آگ دینے والوں کو دیکھتا اُن کی باتیں سنتا اُس آگ کی اذیت کا احساس کرتا ہے آنکھ کان اعضا کو جلتا دیکھتا اُن پر آگ بھڑکنے کی آواز سنتا ہے اور جب جل بجھ کر راکھ ہو جاتے ہیں جب بھی دیکھتا سنتا ہے جو سلام و کلام مدفون امروزہ کے لیے شرع مطہر میں ہے وہی مدفون ہزار سالہ کے واسطے دونوں سے وہی کہا جائے گا کہ سلام تم پر اے ایمان والو اللہ تعالٰی تمھیں اور ہمیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پچھلے خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب یہ حکم دیا ہے کہ جہاں کسی کافر کی قبر پر گزرو اُسے دوزخ جانے کا مژدہ دو تو ارشاد اقدس میں کوئی تخصیص تازہ مرے ہوئے کی نہ تھی بلکہ صاف تعمیم تھی اور تعمیم ہی پر اُن صحابی نے کاربندی کی غرض دلائل مطلق ہیں اور عقیدہ مطلق اور آلات جسمانیہ کی تخصیص ناحق ہمیں اتنی بات سے کام ہے کہ مُردے زندوں کی طرح صورت

وہ جو ان کا ادراک کرتے ہیں اور اوپر روشن ہوچکا کہ ادراک کار روح ہے اور روح نہ موت سے مرتی ہے نہ متغیر ہوتی ہے مگر اس پر بھی لفظ میت کا اطلاق آتا ہے ہم انھیں ارواح موتی کے سماع وابصار کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو اموات کا دیکھنا سننا کہتے ہیں اس سے کچھ غرض نہیں کہ وہاں بھی ذرائع وآلات یہی ہوں یا غیر فصل پانزدہم میں امام شیخ الاسلام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی قدس سرہ الملکی کا ارشاد گزرا کہ ہم نہیں کہتے کہ مردہ بدن سنتا ہے بلکہ روح سنتی ہے خواہ تنہا جبکہ بدن مردہ رہے یا جسم سے مل کر جبکہ حیات جانب جسم عود کرے آخر اس قدر سے حضرات منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت ونار وملائکہ وثواب وعذاب کو دیکھتے اُن کی بات سنتے سمجھتے قیامت کے آنے نہ آنے کی دعائیں کرتے ہیں تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلات جسمانیہ غیر مقصور قال المولی تبارک وتعالی النار یعرضون علیھا غدوًّا وعشیا ویوم القیامۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ان ارواح اٰل فرعون فی اجواف طیر سود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو وتروح الی النار فیقال یا اٰل فرعون ھذہ مأوٰکم حتی تقوم الساعۃ فرعون اور فرعونیوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے ہر روز صبح شام دو وقت آگ پر لے جائی جاتی ہیں جہنم جھنکا کر اُن سے کہا جاتا ہے یہ تمھارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے اور ایک انھیں پر کیا موقوف ہر مومن وکافر کو یونہی صبح وشام جنت ونار دکھاتے اور یہی کلام سناتے ہیں صحیح بخاری وصحیح مسلم وموطائے امام مالک وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات احدکم عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار یقال لہ ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ الیہ یوم القیامۃ یونہی اموات کی باہم ملاقات آپس کی گفتگو قبر کا اُن سے باتیں کرنا اُن کی حد نگاہ تک کشادہ ہونا احیا کے اعمال انھیں سنائے جانا اپنے حسنات وسیئات اور گاؤ ماہی کا تماشا دیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صدہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں جس طریقے سے وہ ان چیزوں آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں قبروں کے سامنے گذرنے والوں اور اُن کے کلام کو طرفہ یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب وسوال ۱۹ میں تسلیم کیا کہ مُردے زندوں کا سلام سنتے ہیں حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انھیں سے کلام یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا اب جانب منکرین نظر کیجئے اُن کا انکار بھی قطعًا عام ہے صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں کاش وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن تو جھگڑا ہی کیا ہے ابھی اتفاق ہوگیا اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں گوش وگوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں مگر حاشا وہ کب اس راہ آتے ہیں انھیں تو اولیائے مدفونین کی ندا احترام کرنی ہے اُن محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے وہ کس دل سے سُننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش دیکھنا تسلیم کرلیں گو بے واسطہ چشم۔ انھیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر ومقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور ابصار صور محال یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال الحمد للہ المھیمن المتعال وصلی

تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل بحمد اللہ تقریر مقدمات سے فراغ پایا تحریر جوابات کا وقت آیا جو امر جس مقدمے میں ثابت کیا گیا جواب میں اس پر علامت مق لکھ کر شمار مقدمہ کا ہندسہ بغرض یاد دہانی ثبت ہوگا کہ ہر جگہ بحکم مقدمہ فلاں یا دیکھو مقدمہ فلاں لکھنے کی حاجت نہ ہو **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق **جواب اول** ائمہ اہل سنت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماعی عقیدہ کہ مردے سنتے ہیں قطعاً حق ہے اور کیوں نہ حق ہو کہ وہ اہل سنت ہیں حق انھیں میں منحصر ہے اور اس کے معنی[مق۱] یہ کہ ارواح مردگان (کہ اُن پر بھی اطلاق[مق۱] مردہ ومیت کیا جاتا ہے اور خود وہ اور اُن کے ادراکات باقی ومستمر وبحال ونامتغیر ہیں) بعد فراق بھی بدستور ادراک اصوات وکلام کرتے ہیں اور ان مشائخ وشراح اہلسنت فلاح رحمہم اللہ تعالٰی کا بیان کہ مردے نہیں سنتے بیشک صحیح ہے اور کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اہل فقاہت ہیں اُن کا فضل وکمال ظاہر وباہر ہے اور اس کے معنی یہ کہ جو چیز مرگئی یعنی بدن کہ حقیقتہً[مق۱] وہی مردہ ہے سمع سے معزول ہے آلیت[مق۲] وتوسط وتادیہ صوت کے لائق نہیں دونوں کلام صراحۃً صحیح ہیں اور آپس میں اصلاً متخالف نہ کوئی حرف مفید مخالف۔ بحمد اللہ تعالٰی اس معنی نفیس کا بروجہ احتمال ہی بیان کرنا ہمیں بس تھا مخالف عبارات علماء سے متدل اور ان کے منکر سماع ہونے کا مدعی ہے اور احتمال قاطع استدلال پھر سند کے لئے نظر انصاف میں متعدد دلیلیں[۱] موجود مثلاً **دلیل اول** جب ائمہ دین وعلمائے معتمدین سے ہزار در ہزار قاہر تصریحین سماع موتی کے باب میں موجود اور بتصریح علماء حتی الامکان کلمات ائمہ میں توفیق وتطبیق محمود ومقصود اور بے ضرورت داعیہ ابقائے خلاف ونزاع جس کے باعث خواہی نخواہی ایک گروہ ائمہ کا کلام غلط وباطل ٹھہرے مطرود ومردود اور یہ توفیق کہ بتوفیق الٰہی ہم نے ذکر کی واضح وصریح اور تخالف مفقود تو لاجرم اسی کی طرف مصیر لازم اور راہ خلاف بند ومسدود **دلیل ۲** خلاف وتطبیق درکنار ثقات علماء اثبات سماع موتی پر اجماع اہلسنت نقل فرماچکے کیا معاذ اللہ انھیں جزاف وکذب کی طرف نسبت کرسکتے ہیں یا اکثر مشائخ حنفیہ عیاذاً باللہ ایسے بے مقدار وناقابل شمار کہ اُن کے خلاف کو لاشے ٹھہرا کر علماء ادعائے اجماع رکھتے ہیں لاجرم سبیل یہی ہے کہ باہم خلاف ہی نہیں اجماع نسبت ارواح ہے اور قول مشائخ نسبت اشباح **دلیل ۳** جب احادیث کثیرہ وافرہ صریحہ متواترہ سماع موتی پر بے تخصیص وتقیید وقت السنی ناطق جن میں ذی انصاف ودین کو مجال تاویل وتبدیل نہیں تو کیا مقتضائے حق شناسی حضرات مشائخ ہے کہ اپنی بات بنانے کے لیے خواہ مخواہ اُن کا کلام مخالف احادیث سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلاۃ والسلام ٹھہرائے اور وہ بھی کس سخت جرأت کے ساتھ کہ خاص اخبار متعلقہ بغیب وبرزخ کا مقام اور خود ارشادات صریحہ نبی لاریب امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف کلام وان ھذا الا ابلاء لا یحتمل وعناء لا یزم رہا شہابی قنوج رفو خواہ مائۃ مسائل صاحب تفہیم المسائل کا تعصب کہ آنچہ از ملا علی قاری وشیخ عبد الحق آوردہ ہمہ ہا از شرح صدور نقل می کنند ومایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی کتب احادیث طبقہ رابعہ است واین احادیث قابل اعتماد نیستند **اقول اولاً** شدت تعصب نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث جلیلہ کو شاید دیکھنے نہ دیا اُن پر بھی طبقہ رابعہ کا حکم ہوگیا۔ کیا علی قاری وشیخ محقق نے اُن سے استناد نہ کیا یا آپ نے اُن کے کلاموں کا جواب دے لیا شرم شرم شرم۔ ہاں مجھی کو سہو ہوا جواب کیوں نہ دیا وہ دیا کہ عقل وحیا دیانت سب کو جواب دیا آخر کلام میں اُسے بھی سُن لیجئے **ثانیاً** یہاں اُن کے علاوہ اور حدیثیں بھی تھیں کہ ائمہ فن نے جن کی

[۱] کہ بتائید نظائر وشواہد نقض تفصیلی ہیں ۱۲ منہ

تصحیحیں کیں زیادہ علم نہ تھا تو اپنے خصم ہی کا کلام دیکھا ہوتا مولانا علی قاری کی عبارت نقل کی تھی ھذہ المسائل کلھا ذکرھا السیوطی فی کتابہ شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والاٰثار الصریحۃ یعنی یہ سب مسائل امام سیوطی نے شرح الصدور میں صحیح حدیثوں صریح روایتوں سے بیان کیے شیخ محقق کی عبارت منقول تھی بالجملہ کتاب و سنت مملو ومشحون اند باخبار و احادیث کہ دلالت می کند بر وجود علم مر موتی را بدنیا و اہل آں پس منکر نہ شود آں را جاہل باخبار و منکر دین **ثالثاً** کیا مولانا قاری و شیخ محقق نے احادیث سلام و حدیث ترمذی عن ام المؤمنین دربارۂ خطاب بہ میت وغیرہا سے استدلال نہ کیا تھا یا یہ سب بھی طبقۂ رابعہ میں داخل اور ان پر اعتماد مردود و باطل **رابعاً** کتب سیوطی میں جو کچھ ہے کیا سب طبقۂ رابعہ سے ہوتا ہے یا یہاں خاص ایسا ہے اور جب دونوں باتیں بداہۃً باطل تو طبقۂ رابعہ کا ذکر مہمل و لاطائل **خامساً** احادیث طبقۂ رابعہ جس طرح تصنیفات امام ممدوح میں مذکور ہوئی ہیں یونہی عامہ ائمہ کی تالیفات میں اور خود یہ بلکہ ان سے نازل تر کی احادیث و روایات حجۃ اللہ البالغہ و قرۃ العینین و ازالۃ الخفاء و تفسیر عزیزی و تحفۂ اثنا عشریہ وغیرہا تصانیف ہر دو شاہ صاحب میں کہ یہی اس تقسیم طبقات کے موجد و قائل ہیں تو وہ تو وہ بھرے ہیں **سادساً** لطف یہ کہ خود انہیں شاہ عبدالعزیز صاحب نے خود اسی مسئلہ سماع موتی میں خود انہیں احادیث سے استناد کیا اسی طرح شرح الصدور شریف کا حوالہ دیا کہ تفصیل آں دفتر طویل میخواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید **سابعاً** یہ سب تمہارے فہم کے لائق کلام تھا اگر طبقات کے بارے میں تحقیق حق ناصع درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مدارج طبقات الحدیث دیکھیے کہ بعونہ تعالٰی آنکھیں کھلیں اور حق کے دریا لہرا تے ملیں مکابرۂ قنوجی اب وہ جواب سنئے جو ملا تفہیمی صاحب نے صحیح حدیثوں اور ائمہ علماء کی تمام تحقیقوں کا دو حرف میں دے دیا یہی شگوفہ طبقۂ رابعہ چھوڑ کر فرماتے ہیں علاوہ بریں از تفسیر ابن عباس کہ شیخ جلال الدین سیوطی ذکر آں در در منثور کردہ صریح عدم سماع موتی مستفاد است پھر وہ تفسیر بحوالہ ابوسہل سدی بن سہل الجنید النیشاپوری[1] بطریق عبدالقدوس عن ابی صالح عن ابن عباس یہ نقل کی کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قلیب بدر پر اُن کافروں کی لاشوں سے کلام کیا اور فرمایا تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سنتے فانزل اللہ تعالٰی انک لاتسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیتیں اُتاریں پھر خود اس روایت کے نسبت کہا نص است بر آنکہ موتی را سماع نیست **اقول اوّلاً** صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نواد رمجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی اور ایک کتاب میں رطب و یابس مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو ان میں فرق کی تمیز بنائی **ثانیاً** محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کہہ کے والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم قسم ہے اُس کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اسے تم اُن سے کچھ زیادہ نہیں سنتے اور تو ان آیتوں کو اُس کے

[1] درنسخہ مطبوعہ تفہیم المسائل ہمچنین است و صحیح الجنید نیشاپوری است فلیتنبہ ۱۲ منہ

خلاف پر اُترنا ماننے کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی قسم کی تکذیب کے لیے اُترا ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین نے جب حدیث کو مخالف آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم و سہو نسبت فرمایا تونے تو اُسے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا **ثالثاً** لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں نمل، ملائکہ، روم تینوں مکیّہ ہیں کہ قبل ہجرت نازل ہوئیں اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں **رابعاً** دیکھئے سباق و سیاق آیات صراحۃً کلام کفار احیا میں ہے کہ سخن حق نہیں سنتے نہیں مانتے نہ کافروں کی لاشوں میں سورۂ روم میں فرماتا ہے ولئن ارسلنا ریحا فراٰوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون فانک لاتسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ۵ وما انت بھادی العمی عن ضلٰلتھم ان تسمع الا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون بعینہٖ اسی طرح انک لاتسمع سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے سورۂ فاطر میں فرمایا انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر وما یستوی الاعمٰی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پر کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سُنیں گے **خامساً** قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعے میں اس افادے کے لیے یہ کلام پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی انک لاتسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اترنے کی کیا حاجت تھی نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادت فا کا فرق ہے اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لیے ایک بار انک لاتسمع آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانک لاتسمع آخر تک سناتے لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جُدا نہیں ہوسکتی اور جب مکہ معظمہ میں پیش ہجرت اُتر چکا تھا تو اب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا **سادساً** ظاہر حس و عقل بالبداہۃ جسم میت کے معطل و بےحس ہونے پر شاہد ہے اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں یا تو اولاً عیاذًا باللہ حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجماً بالغیب کلام فرمادیا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگا دیا تھا یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی پھر اس کا رد اُترا تمہارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے **سابعاً** اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاطیہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکورہ آیت کریمہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی قسم پر رد و انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مُردہ تمہارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے اُنھیں نہ سُنایا بلکہ خدا نے سُنایا ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور یہ اُسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی

گئے ہوئے ہوش وحواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے اور تفہیمی ملا کے فہم خوار ذلیل، والحمد للہ الھادی الی سواء السبیل خیرات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لہٰذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دربارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد وا سانید میں یہ تین امور بالائی کافی ووافی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انھیں علمائے کرام کے کلام و دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد واحکام و نقض و ابرام یکے بان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب، و رعدول مخذول مثلاً **دلیل ۴**۔ بحث دیکھئے کلاہ کی [ایمان] کی اور باجماع حنفیہ و تصریحات علمائے مذکورین وغیرہم ان کا مبنی عرف اور عرف [مقدمہ] میں انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اُسی پر صادق اور یہ تمام داوری و چالشگری اُسی سے متعلق **دلیل ۵**۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر اُن کا کلام موت میں ہے اور میت [مقام ۱] نہیں مگر بدن خود اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا الروح لایموت لکنہ زال عن قالب فلان واللہ تعالٰی قادر علی اعادتہ یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اُسے دوبارہ بدن میں لے آئے **دلیل ۶**۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میت میں اُن کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں جسے فہم نہیں جسے درد نہیں پہونچتا جو بےحس ہے کتب خمسہ مستندہ مائۃ مسائل میں ہے واللفظ للدرر الکلام للافھام فلا یتحقق فی المیت فتح القدیر میں ہے والموت ینافیہ اسی متخلص الحقائق میں بہ تبعیت ہدایہ ہے من قال ان ضربتك فعبدی حر فھو علی الضرب فی الحیاۃ فلومات ثم ضرب لایحنث لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن والایلام لایتحقق فی المیت اسی فتح القدیر میں ہے لایتحقق فی المیّت لانہ لایحس اسی مائۃ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے الضرب ایقاع الالم وبعد الموت لایتصور، تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں کلام کر رہے ہیں کہ وہی [مقام ۱] ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا ہے نہ ادراک بخلاف روح کہ اُس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے الروح لایتغیر بالموت **دلیل ۷**۔ پھر جب اس تقریر پر شبہہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں ادراک نہیں تألم نہیں تو عذاب قبر کیا تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذاللہ جس پر عذاب قبر کرنا ہوتا ہے اُسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہونچنے کے قابل ہوجاتا ہے اسی مائۃ مسائل میں عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے ومن یعذب فی القبر یوضع فیہ الحیاۃ علی الصحیح اُسی میں کافی سے [۱] ہے عند العامۃ یوضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیات المطلقۃ وقیل یوضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ

---

[۱] لطیفہ مائۃ مسائل میں یہ کافی کی عبارت اسی طرح نقل کی جس سے وہم ہو کہ جمہور علماء کے نزدیک قبر میں بدن کی طرف عود حیات صرف ایک خفیف طور پر ہوتا ہے حیات کاملہ قول بعض و مرجوح ہے کہ اُسے عامہ کی طرف نسبت کرکے اُسے بلفظ قیل نقل کیا حالانکہ فقیر کے نسخہ کافی میں جمہور کے نزدیک عادۃً حیات اور اُس کی دلیل لکھ کر انھیں سے وہ دونوں قول حیات خفیفہ وحیات کاملہ کے یکساں طور پر نقل کیے کہ ثم اختلفوا فقیل توضع فیہ الحیاۃ بقدر ما یتألم لا الحیاۃ المطلقۃ وقیل توضع فیہ الحیاۃ من کل وجہ اھ بعینہ اسی طرح علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا فلیتنبہ ۱۲ منہ

وعذاب القبر بوضع حیاۃ جدیدۃ فیہ وعلی ھذا عامۃ العلماء خلافا لابی الحسن الصالحی لان عندہ لایعذب المیّت من غیر حیاۃ، اور بالیقین یہ شان[2] بدن ہی کی ہے کہ اُسے موت عارض ہوتی اور اُس کا حس وادراک باطل کرتی پھر معاذ اللہ تعذیب کے لیے ایک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کہ اُس کی حیات مستمرہ ہے امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرما دیا بعد عبارت مذکورہ لکھتے ہیں لانہ لایحس ولذا کان الحق لان المیت المعذب فی قبرہ توضع فیہ الحیاۃ بقدر مایحس الالم حتی لوکان متفرق الاجزاء بحیث لاتتمیز الاجزاء بل ھی مختلطۃ بالتراب فعذب جعلت الحیاۃ فی تلک الاجزاء التی لایاخذھا البصر وان اللہ علی ذلک لقدیر الخ وقد تقدم تاما فی المقدمۃ الثالثۃ اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے وہ کسے میت کہہ رہے تھے کس کی طرف اعادۂ حیات بقدر احساس الم مانا کس کے اجزا متفرق ہوگئے کس کے اجزا اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں کرتی ہاں وہ کیا ہے جس کے اجزا مٹی میں مل گئے کیا نہ روح پاک ہے حاشا یہی بدن تو وہ خاک ہے تو آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ اسی مردۂ حقیقی میں علماء کا کلام ہے اسی کی نسبت انکار سماع وافہام ہے وللہ الحجۃ السامیۃ **دلیل ۸** انھیں کتب میں کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور بہ ظاہر کہ من فی القبر نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہ بدقسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال مایکون قلت ان کان سعیدا فروحہ فی الجنۃ وان کان شقیا ففی سجین علی صخرۃ فی الارض السابعۃ یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔ تو قبر میں نہیں مگر بدن اُسی سے آیت نفی اسماع فرماتی ہے اور اسی سے یہ علما نفی سماع **دلیل ۹**۔ نیز یہ سب علماء قول ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے دلیل لائے اور ان شاء اللہ القریب المجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ اُم المومنین صرف سماع جسمانی کی منکر ہیں اور ادراک روحانی کی مثبت ومقر **دلیل ۱۰**۔ انھیں کتب میں اسی مبحث میں مسائل دو قسم کے ذکر فرمائے ایک متقید بحیات دوسرے شامل حیات وممات فرماتے ہیں اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے ماروں یا تجھ سے بولوں یا عورت سے کہا اگر تجھ سے صحبت کروں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ قسمیں اس مخاطب مرد وزن کی زندگی پر مقتصر رہیں گی اور اگر قسم کھائی کہ اگر تجھے نہلاؤں یا اُٹھاؤں یا چھوؤں یا بٹھاؤں تو موت وحیات دونوں کو شامل ہوں گی یہاں تک کہ اگر وہ شخص مرگیا اور اس نے اُسے غسل میت دیا اُس کا جنازہ اُٹھایا اُسے ہاتھ لگایا کفن پہنایا تو حانث ہوگا کافی میں عبارت منقولہ مائۃ مسائل کے چند سطر بعد ہے بخلاف ان غسلتک او حملتک او مسستک والبستک فانھا لاتتقید بالحیاۃ لان الغسل یراد بہ التنظیف والتطہیر وذا یتحقق فی المیت الاتری انہ یجب غسل المیت تطہیرا لہ فکیف ینافیہ ولو صلی علی المیت قبل الغسل لم یجز وبعدہ یجوز ومن صلی حامل میت لم یغسل لم یجز ولو کان غسیلا جاز والحمل یتحقق بعد الموت قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من حمل میتا فلیتوضأ والمس للتعظیم او للشفقۃ فیتحقق بعد الموت والالباس للتعظیم والمیت محل لھا ــــــ دیکھئے وہی کان سے وہی خطاب ہے اگر اس سے بدن مراد نہ ہوتا تو ان

---

[1] رجل من المعتزلۃ الیہ تنسب الفرقۃ الصالحۃ ۱۲ منہ

حلفوں میں واجب تھا کہ کبھی حانث نہ ہو کہ مسائل قسم ثانی مطلقاً وہی ہوں گے جنھیں محض بدن سے تعلق ہے جب بدن مقصود نہیں تو اُسے نہلانا اُٹھانا چھونا پہنانا کیوں موجب حنث ہونے لگا اور ایک اسی قسم پر کیا ہے قسم اول میں ضرب وجماع وبوسہ کیا غیر بدن سے متعلق ہیں لسق واحد کے ذکر کیے ہوئے تمام مسائل میں بدن مراد لینا اور صرف ایک کو اُس سے الگ کردینا کس قدر دور از کار ہے کاف خطاب سے جو ان سب میں مراد ہے وہی کلمتک میں تو لاجرم یقیناً قطعاً یہ سب خطاب محاورۂ عرف حلف سب متعلق بدن ہی ہیں اور فارق وہی جلیل وجمیل ہے جو بتوفیق اللہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ ضرب میں درد کلام میں فہم بوسے میں لذت جماع میں قضائے شہوت درکار ہے اور یہ امور بدن کے اُن صفات پر مقصور کہ بہ تبعیت روح اُسے حاصل ہوتی ہیں لہذا بعد موت جسم خالی اُنھیں کافی نہیں بخلاف غسل وحمل ومس والباس کہ صرف صفات اصلیۂ بدن کے طالب ہیں تو اُن میں حیات وموت یکساں **دلیل ۱۱** ان ائمہ کرام وعلمائے اعلام کا یہ کلام ارواح موتی پر حمل کرنا صراحۃً باطل وتوجیہ القول بمالا یرضی بہ القائل ہے اُن کے کلمات عالیات بہزار زبان اس سے تحاشی فرمارہے ہیں شواہد سنیے **شاہد ۱** امام اجل ابوالبرکات نسفی قدس سرہ کا ارشاد اسی کافی شرح وافی سے ابھی گزرا کہ روحیں نہیں مرتیں (۲) خود عقائد کی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ روح میں مرگ سے کچھ تغیر نہیں آتا کیا وہ اسی روح کو کہیں گے کہ مرگئی فہم وادراک کے قابل نہ رہی یہ کچھ ہوا اور تغیر نہ آیا وائے جہالت **شاہد (۳)** یہی امام ابن الہمام اور ایک یہی کیا تمام علمائے اعلام زیارت قبور میں اموات پر سلام اور اُن سے خطاب وکلام تسلیم فرماتے اور اُسے سنت بتاتے ہیں فتح القدیر میں ہے یکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ بل اولی وکل مالم یعہد من السنۃ والمعھود منہا لیس الا زیارتھا والدعاء عندھا قائما کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع ویقول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسئل اللہ لی ولکم العافیۃ فصل یازدہم میں گزرا کہ یہ سلام وکلام ضرور دلیل سماع وافہام ہیں مگر یہ اکابر اعلام معاذ اللہ اتنی تمیز نہ رکھتے تھے کہ اینٹوں پتھروں سے سلام وکلام کیا معنی **شاہد (۴)** یوہیں جس نے زیارت حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما ذکر کی بالاتفاق اُن سے علاوہ سلام خطاب وکلام تعلیم بھی کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ مواجہۂ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتنا ہٹے کہ صدیق کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں عرض کرے پھر اُن کے مواجہہ سے اتنا ہٹے کہ فاروق کے مواجہے میں آجائے اُس وقت اُن سے یوں گزارش کرے اگر معاذ اللہ یہ سلام وکلام محض از قبیل اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست تھا تو ہٹ ہٹ کر مواجہوں میں آنے کی کیا حاجت تھی۔ ہٹ دھرم بے انصاف کی کہتے نہیں مگر ذی عقل منصف تو قطعاً ان تعلیمات سے یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلام وکلام ضرور حقیقی ہے اور مواجہے سے مقصود پیش نظر آنا اسی فتح القدیر میں ہے ثم یتاخر عن یمینہ قدر ذراع فیسلم علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فان راسہ حیال منکب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول السلام علیک یاخلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وثانیہ فی الغار ابابکر الصدیق جزاک اللہ عن امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا۔ ثم یتاخر کذلک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لان راسہ من الصدیق

کراس الصدیق من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول السلام علیک یا امیر المومنین عمر الفاروق الذی اعز اللہ بہ الاسلام جزاک اللہ من امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا شاہد (۵) چلے کہاں کو انھیں امام ابن الہمام کا وہ ارشاد ہدایت بنیاد جگر شگاف تو ہبۃ الحادسینے کہ سارے انکاری مذہب پر مُردنی چھا جائے اموات کو پتھر سمجھنے پر حجارۃ من سجیل کا پتھراؤ آئے اسی فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں یاتی القبر الشریف ویستقبل جدارہ ویستدبر القبلۃ وما عن ابی اللیث یقف مستقبل القبلۃ مردود بمارَوی ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی مسندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قبل القبلۃ وتجعل ظہرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الا ان یحمل علی نوع ما من الاستقبال وذلک انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی القبر الشریف المکرم علی شقہ الایمن مستقبل القبلۃ وقالوا فی زیارۃ القبور مطلقا الاولی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ فانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ ناظرا الی جہۃ قدمیہ اذا کان علی جنبیہ فعلی ھذا تکون القبلۃ عن یسار الواقف من جہۃ قدمیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخلاف ما اذا کان من جہۃ وجہہ الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاکل الاستقبال یکون استدبارہ القبلۃ اکثر من اخذہ الی جہتہا فیصدق الاستدبار ونوع من الاستقبال الخ یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضہ اقدس کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے اُس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلے کو پیٹھ اور قبر انور کی طرف موکھ کرے پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبر منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں اور علمائے کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہئے میت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اُس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا زیادہ رُخ جانب قبر ہوگا اور یک گونہ جانب قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جہد کا ہوا بھی صادق آیا اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایمان سے کہنا یہی وہ علما ہیں جو میت کو پتھر بے حس بے ادراک بتا رہے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون پھر امام ممدوح یہ صرف اپنا ارشاد نہیں فرماتے بلکہ ہمارے علمائے کرام سے نقل فرما رہے ہیں خدا کی شان یہی وہ مشائخ حنفیہ ہیں کہ سماع روح کا انکار جن کے سر باندھئے اللہ تعالٰی توفیق انصاف بخشے آمین شاہد (۶) یہی امام علّی

شارح کنز عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں الروح جوھر لطیف نورانی مدرك للجزئیات والکلیات غنی عن الاغتذاء بریئ عن التحلل والنماء ولھذا یبقی بعد فناء البدن اذ لیست لہ حاجۃ الی البدن ومثل ھذا الجوھر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانہ ان لا یضرہ خلل البدن وتلتذ بما یلائمہ ویتألم بما ینافیہ والدلیل علی ذلك قولہ تعالٰی ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم الاٰیۃ وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وضع المیت علی نعشہ رفرف روحہ فوق نعشہ ویقول یااھلی ویاولدی۔ روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے کھانے پینے سے بے نیاز گھلنے بڑھنے سے بری ہے اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلًا احتیاج نہیں ایسا جوہر عالم آب وگِل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے تو اُس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے جو بات موافق ہو اُس سے لذت پائے جو مخالف ہو اُس سے درد پہنچے اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ جانیو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پرافشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والے میرے بچو۔ للہ انصاف اگر روح بعد موت معطل اور اُس کا فہم و ادراک مختل ہو تو یہ کیونکر صحیح ہوتا کہ اُسے بدن کی حاجت نہیں خلل بدن سے کچھ مضرت نہیں بھلا روح تو بیکار وجماد ہوئی یہ رب کے پاس زندہ کون ہے یہ نعش پر جلوہ افگن ونوازن کون ہے (۷) یہی امام محمود اسی عمدہ میں اس حدیث کے نیچے کہ میّت کو اپنے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل فرماتے ہیں حکی عن طائفۃ ان معناہ انہ یعذب بسماع بکاء اھلہ علیہ ویرق لھم قال والی ھذا ذھب محمد بن جریر الطبری وغیرہ قال القاضی عیاض وھو اولی الاقوال واحتجوا بحدیث فیہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زجر امرأۃ من البکاء علی ابنھا وقال ان احدکم اذا بکی استعبر لہ صویحبہ فیا عباد اللہ لاتعذبوا اخوانکم یعنی امام ممدوح نے ایک جماعت علماء سے نقل فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ لوگ مُردے پر جو روتے ہیں مردے کو اُن کا رونا سُن کر صدمہ ہوتا ہے اور اُن کے لیے اُس کا دل کڑھتا ہے امام محمد نے فرمایا محمد بن جریر طبری وغیرہا اسی طرف گئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ سب قولوں سے بہتر ہے اور اس پر ایک حدیث سے دلیل لائے کہ ایک بی بی اپنے بیٹے پر رو رہی تھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں منع کیا اور فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اُس کے رونے پر مُردے کے بھی آنسو نکل آتے ہیں تو اے خدا کے بندو اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔ یہ تو ان ائمہ سے نقل تھی اور اس سے پہلے خود امام عینی فرماچکے ہیں اما تصور البکاء من المیت فقد ورد فی حدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان احدکم اذا بکی استعبر لہ صویحبہ والمراد بصویحبہ المیت یعنی میت کا رونا متصور ہے کہ ایک حدیث میں آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی روتا ہے تو اس کا ساتھی وہ مردہ بھی رونے لگتا ہے للہ انصاف' یہی علماء ہیں جو ارواح موتٰی کے سماع وفہم سے انکار رکھتے ہیں فائدہ یہ بی بی حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ہیں اور یہ حدیث ابوبکر بن ابی شیبہ وطبرانی نے اُن سے روایت کی وہ خدمت اقدس حضور

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھیں اپنے ایک بیٹے کو یاد کرکے روئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے اچھا سلوک کرو اور مرے پیچھے ایذا دو فوالذی نفس محمد بیدہ ان احدکم لیبکی فیستعبر لہ صویحبہ فیاعباد اللہ لاتعذبوا موتاکم قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے کہ تمھارے رونے پر تمھارا مردہ رونے لگتا ہے تو اے خدا کے بندو اپنی اموات کو عذاب نہ کرو **شاہد (۸)**۔ **علامہ شرنبلالی** نے غنیہ ذوی الاحکام میں قول دُرر الایلام لایتحقق فی المیت وکذا الکلام لان المقصود بھذا الافھام والموت ینافیہ پر تقریر کی اور خود فرمایا الاصل فیہ ان کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر یقع علی الحیاۃ دون الممات اور قول ۳۲ میں ان کا ارشاد بحوالہ حضرت استاذ سُن چکے کہ مردوں کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے **(۹)** قول ۵۱ دیکھو کہ گھاس (ہرے پیڑ) کی تسبیح سے مردہ کا جی بہلتا ہے **تنبیہ** فتاوائے قاضی خاں و امداد الفتاح و مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی وغیرہا میں مقبروں سے درخت وگیاہ سبز کاٹنے کی کراہت پر دلیل مذکور قائم فرمائی اور جس غافل غیر ماوف الدماغ کے سامنے ان الفاظ کو بیان کیجئے کہ فلاں کی تسبیح سے فلاں کا جی بہلا اس کا ذہن قطعًا اسی طرف جائے گا کہ اُس نے اس کی تسبیح سنی اور اس سے انس ملا بداہت عقل شاہد ہے کہ کسی شے سے انس پانے کو اُس پر اطلاع ضرور اور تسبیح جنس کلام سے ہے جس پر اطلاع بطور سماع تو یہ کلام علما صراحۃً سماع موتی کی دلیل صاف ہے بلکہ اس درجہ قوت قویہ سمع کی جو عامہ احیا کو حاصل نہیں کما نبھنا علیہ سالفا تو صاحب تفہیم المسائل کا خبط کہ اس کلام کو ہرگز مطلب سے آشنائی نہیں پھر کہا باید دید کہ این عبارت را از سماعت موتی چہ مناسبت محض نافہمی وجہالت ہے ہاں بحمد اللہ تعالٰی اس تذئیل جلیل نے شمس وامس کی طرح روشن کردیا کہ اُس کے مقتدا اصحاب مائۃ مسائل کا اُن عبارات خمس سے استدلال کرنا اور اس کی تائید میں اس وہابی جدید کا اُسی طرح کی اور عبارات نقل کرکے اوراق بھرنا سب مطلب سے ناآشنا اور مورد نزاع سے محض بیگانہ تھا وللہ الحمد **شاہد ۱۰ تا ۱۲** یہ ہیں سید **علامہ ابوالسعود** ازہری صاحب فتح اللہ المعین و سید **علامہ طحطاوی** و سید **علامہ شامی** محشیان دُر نے دربارہ یمین وہی تقریرات ذکر کیں اور سب حضرات نے تسبیح گیاہ سے میت کو انس ملنا ذکر فرمایا کما تقدم (۱۳ و ۱۴) سیدین اخیرین نے تصریح فرمائی کہ انسان جو قبر کے پاس ذکر الٰہی کرے اُس سے میت کا جی بہلتا ہے دیکھو قول ۴۷ و ۴۹ (۱۵ و ۱۶) یوہیں دونوں حضرات نے فرمایا کہ مقابر میں پیشاب کرنے سے زندوں کی طرح مُردے کو بھی ایذا ہوتی ہے دیکھو قول ۳۸ و ۳۹ (۱۷) علامہ طحطاوی نے تقریر فرمائی کہ اموات کو جوتوں کی پہچل سے اذیت ہوتی ہے دیکھو قول ۴۳ (۱۸ تا ۲۰) **علامہ حلبی** محشی دُر بھی اس تقریر یمین میں شریک ہیں اور احراق حیوانات بعد ذبح پر وہ شبہہ فرمایا کہ میّت کو ایذائے خارج سے درد پہنچنا ثابت ہے سیدین اخیرین نے جواب دیا کہ یہ بنی آدم میں ہے دیکھو تذییل زیر قول ۴۰ (۲۱) قول ۷۲ میں علامہ شامی کا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ نقل فرمانا دیکھو کہ قبر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے نہ پڑھی (۲۲) قول ۴۴ میت کے سرہانے سے نہ آئے کہ اُس کی نگاہ کو تکلیف ہوگی پائینتی سے آئے کہ میت کے پیش نظر ہوگا (۲۳) تکمیل جمیل میں علامہ زیادی و داؤدی و اجہوری سے علامہ شامی کا وہ نقل کرنا دیکھو کہ کسی چیز کے ملنے کے لیے بلندی پر جاکر حضرت سیدی احمد بن علوان کو ندا کرے (۲۴) علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قبور پر سلام ذکر کرکے فرمایا حدیث

صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شناسا قبر پر گزرتا اور سلام کرتا ہے مردہ اُسے پہچانتا اور جواب دیتا ہے حیث قال واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمہید بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مامن احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ و رد علیہ السلام (۲۵) انھیں کا قول ۸۲ دیکھو کہ اموات زائروں کا سلام سنتے جواب دیتے اُن سے انس پاتے ہیں پھر فرمایا اس میں نہ شہیدوں کی خصوصیت نہ کسی وقت کی قید۔ خدارا انصاف، یہ علماء سماع روح کے منکر ہوں گے حاش للہ حاش للہ ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون پچیس شاہد ہیں اور پچیس سو ممکن۔ مگر علماء اپنا لکھا خود نہ سمجھتے تھے لاجرم قطعاً یقیناً وہ ارواح موتٰی کے لیے سمع و بصر و علم و فہم مانتے اور بدن مردہ کو جب تک مردہ رہے ان صفات سے معزول جانتے ہیں یہی بعینہٖ ہمارا مذہب اور یہی عبارات علماء کا مطلب والحمد للہ رب العالمین **دلیل ۱۲** اگر یہ کلام مشائخ کرام روح پر محمول ہو تو وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہوں جن سے رہائی ناممکن الحصول ہو مثلاً **اولاً** حدیث ۲۰ سے ۸۲ تک انھیں بارہ احادیث عظیمہ صحیحہ خفق نعال و قلیب بدر سے ایراد جلیل اور ادعائے تخصیص وقت سوال قبر یا خصوصیت کفار مقتولین بدر باطل و بے دلیل کما سمعت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا یردہ ان الاختصاص لا یصح الا بدلیل وھو مفقود ھھنا بل السوال والجواب ینافیانہ **ثانیاً** یہاں خصوصیت سہی اور جو احادیث کثیرہ عموماً و مطلقاً اموات کے علم و سمع و بصر و ادراک و معرفت میں وارد ہیں اُن سے کیا جواب ہوگا مرقاۃ میں ہے مع ان ما ورد من السلام علی الموتٰی یرد علی التخصیص باول احوال الدفن **ثالثاً** جب ابتدائے دفن میں تم خود سماع کے قائل یہاں تک کہ کلام لایعقل متکلم لایعقل اعنی تفہیم المسائل بھی معترف و قائل حیث قال در وقت سوال و جواب ہمہ قائل سماع اند اُس وقت کلام کرنے سے کیوں حنث نہیں ہوتا کہ اب تو سمع و فہم سب کچھ حاصل جس طرح انھیں امام ابن الہمام نے دربارۂ تلقین منکرین پر اعتراض کیا کہ الا انہ علی ھذا ینبغی التلقین بعد الموت لانہ یکون حین ارجاع الروح یہ اعتراضات اس تقدیر باطل یعنی انکار سماع ارواح پر اصل سے اس کلام مشائخ کو باطل و از بیخ کندہ کرنے ہیں بخلاف اُس تقدیر حق کے کہ صرف سماع جسم سے انکار مراد ہے اب ان میں اصلاً کچھ وارد نہیں ہوتا **فاقول** و باللہ التوفیق تقریر کلام مشائخ اعلام یہ ہے کہ مبنائے ایمان عرف پر ہے اور خطابات عرفیہ متعلق بدن مگر کلام بے سمع و فہم نامقصود لاجرم[مقدمہ ۱] یہ قسم حالت حیات پر مقصور اور جسم خالی معزول ہجو کہ بعد فراق روح بدن مردہ ہے اور اُس کے حواس و مشاعر باطل و افسردہ عذاب[مقدمہ ۳] قبر اگرچہ روح و بدن دونوں پر ہے مگر اُس کے لیے بدن کو ایک نوع حیات تازہ بقدر ادراک الم دی جاتی ہے ورنہ موت تو اس قدر احساس و ادراک کے منافی ہے پھر اُس حیات کا استمرار بھی ضرور نہیں احادیث کثیرہ کہ سمع و بصر و فہم و ادراک و معرفت اموات پر ناطق ہے ضرور صادق ہیں اُن میں مراد ارواح موتٰی ہیں کہ ادراک حقیقت[مقدمہ ۲] روح ہی کا کام ہے اور اُسے[مقدمہ ۱] موت نہیں نہ موت بدن سے اُس میں تغیر آئے البتہ احادیث خفق نعال ضرور سمع جسمانی بتاتی ہیں قطع نظر اس سے کہ لفظ میت بدن میں حقیقت اُن میں صراحۃً اذا وضع فی قبرہ ارشاد ہوا اور قبر میں رکھا جانا بدن ہی کی شان ہے مگر یہ بھی بوجہ مذکور ہم پر وارد نہیں کہ اس وقت بغرض[مقدمہ ۳] سوال بدن کی طرف اعادۂ حیات ہوتا ہے تو سماع حی کے لیے ثابت ہوا نہ کہ میت کے اور احادیث قلیب اگرچہ

حیات معادہ للسوال سے جدا ہیں کہ اول تو کافر مجاہر سے سوال ہونے میں کلام ہے امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا سوال یا مومن سے ہوگا یا منافق سے کہ بظاہر مسلمان بنتا تھا بخلاف کافر ظاہر کہ اُس سے سوال نہیں امام جلیل جلال سیوطی نے فرمایا ھو الارجح ولا اقول سواہ اھ نقلہ فی ردالمحتار شرح الصدور میں اس کی تائید کرکے فرماتے ہیں وفی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عند الطبرانی من قول حماد وابی عمران ما یصرح بذٰلک اور اگر سوال مانیے بھی تو اُس کا وقت ابتدائے وضع و دفن ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن ناپاک لاشوں سے وہ گندہ کوآں پٹ جانے کے تین دن بعد وہاں تشریف لے جاکر مخاطب ہوئے تھے صحیح مسلم کی روایت حدیث ۴۲ میں گزری اور صحیح بخاری شریف میں ہے عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشی واتبعہ اصحٰبہ وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء اٰبائھم یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما اھ اور حدیث مذکور نص صریح ہے کہ اُن کافروں نے گوش بدن ہی سے سُنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی حضور کیا کلام فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم تم اُن سے زیادہ نہیں سنتے تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا اگر جبکہ روح کا جسم سے فراق یقینا معلوم اور بے عود حیات سماع جسم خالی قطعا معدوم تو اُن کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عود زندگی ماننے سے چارہ نہیں اور پر ظاہر کہ یہ امر عموما نہیں ہوتا ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیادت حسرت وندامت و عذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہوا کہ روح و بدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے لہذا قتادہ نے کہا اللہ تعالٰی نے اُن کی حسرت و توبیخ و تذلیل کے لیے اعادہ حیات فرماکر سنوایا۔ بالجملہ جو احادیث سماع جسمانی میں نص ہیں اُن میں تخصیص وقت یا بعض اموات خود سبیل واضح ہے اور جو ایسی نہیں وہ راسا غیر وارد کہ سماع روح تو آپ ہی خود ثابت ولائح ہے۔ بحمد اللہ یہاں سے روشن ہوا کہ صاحب تفہیم المسائل کا خبط بے ربط کہ ہر چند مبنی ایمان برعرف است مگر مقصود فقہاء از نفی سماع دریں مقام نفی سماع عرفی وحقیقی ہر دو است زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ تقیید بعرف واگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب دادن از مسئلہ عذاب قبر و توجیہ کردن دیگر وقائع کہ بر سماع موتی دال ست نبود فھل ھذا الا توجیہ بما لایرضی بہ قائلہ محض نافہمی و جہل [illegible] ہے فاقول اوّلاً یہاں عرفی و حقیقی متغایر نہیں ہے اوپر مقدمہ ۴ میں واضح ہوچکا کہ یہی ادراک اصوات بآلات جسمانیہ ہی حقیقت سمع ہے اور یہی متعارف ہے اور وہ معنی جو وقت اضافت سمع بروح مجرد یا بحضرت عزت مراد ہوتے ہیں محل یمین میں اُن کا احتمال ہی کب تھا کہ اطلاق

نفی انھیں بھی شامل ہو۔ **ثانیاً** مشائخ کرام نے جن وقائع کی توجیہ فرمائی وہ سماع جسمانی پر دال تھے اُن کی توجیہ کی ضرور حاجت تھی اس سے سماع روح کا انکار سمجھ لینا تمھاری خوش فہمی ہے **ثالثاً** توجیہ عذاب قبر کی بھی ایک ہی کہی۔ ذی ہوش کو نافع ومضر میں تمیز تک کی لیاقت نہیں مگر تفہیم المسائل کے مقابل آنا ضروری ہے ماذا اخاضك یا مغرور فی الخطر حتی هلکت فلیت الجمل لہ نظر۔ عقلمند یہ بھی دیکھا کہ وہ توجیہ کیا کی ہے اور اُس سے روح میں کلام نکلتا ہے یا صاف بدن میں گفتگو ہونا منجلی ہے دلیل ہفتم کو گزرے ابھی دیر نہ ہوئی اُسے ملاحظہ کیجئے اور صاحب تفہیم کی فہم سقیم کی داد دیجئے **رابعاً** کاش اس بطور خویش جماد شوندہ نابینا و ناشنوندہ یعنی اس تحریر سے پہلے مرجانے والے تفہیم نگارندہ کو زمانہ مہلت دیتا کہ ہمارے کلام میں دلیل یازدہم اور اُس کے پچیس شواہد کو آنکھوں دیکھتا کانوں سنتا اُس وقت کھلتا کہ توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا ارتکاب کس نے کیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب رہا یہ کہ جب ابتدائے دفن میں سماع مسلم تو اس وقت حنث کیوں نہیں **اقول** ہاں یوں نہیں کہ یہ یمین مقتضی حیات مخاطب ہے اور نفس روح سے متعلق نہ تھی اگر اس سے تعلق ہوتا تو اس کی حیات ادراکات تو مستمرہ ہیں ضرور حنث ہوتا فان العرض وان کان لایبقی زمانین لکنہ مادام مستمرا یتجدد الامثال بعد شیئا واحدا باطباق اللغۃ والعرف والشرع بخلاف بدن کہ اُس کی حیات زائل ہو کر اب حیات جدیدہ اس وقت ملی ہے اور وہ حیات اولٰی کی غیر ہے تو جس حیات سے یمین متعلق تھی منقطع ہو چکی اور حنث کی گنجائش نہ رہی یہی امام ابن الہمام اسی فتح القدیر میں فرماتے ہیں الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلك عرض تلاشی لایمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیر الروح لانہ امر لازم للروح فیما لہ روح **تنبیہ جلیل** الحمدللہ جس طرح اس تقریر سے یہ واضح ہوا کہ ہمارے مشائخ کرام باتباع احادیث صحیحہ اُن عامیانہ اوہام حجاب وحائل خشت وگل قبر کو مہمل وناقابل التفات جانتے ہیں کہ میت مدفون کے لیے وقت اعادۂ روح اخفٰی آوازہائے بیرونی کا سماع ثابت مانتے ہیں یوہیں یہ بھی لائح ہوا کہ یہاں سماع جسمانی سے مانع یہی موت تھی ولہذا جس وقت جسم کو ایک نوع حیات ملی سماع اصوات کی راہ کھلی تو ظاہر کہ روح کہ بالاجماع ہمیشہ زندہ ومستمر بحال نامتغیر ہے اُس کا سماع عادۃً دائم رہے کہ مصحح موجود اور مانع مفقود اب کھلا کہ مشائخ کرام کی یہ بحث وکلام فقط مذہب منکرین سے بیگانہ ہی نہ تھی بلکہ بحمد اللہ تعالٰی صراحۃً اُن کا رد ہیں اس تحقیق انیق کے بعد صاحب تفہیم المسائل کا مزاج پوچھئے کہ آپ کی اس خوش فہمی نہ قوت وہمی نے کہ در فتح القدیر نوشتہ کہ بنائے منع تلقین نزد اکثر مشائخ نا بر عدم سماع موتی است ودر آخر گفتہ کہ طائفہ مشائخ در حدیث تلقین قائل بحقیقت بدین وجہ شدہ اند کہ وقت تلقین مقام ارجاع روح است برائے سوال وجواب این وقت موتی را بجہت عود روح سماع حاصل است پس این طائفہ ہم منکر سماع موتی است ودر وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند درین صورت از عبارت فتح القدیر معلوم می شود کہ مذہب ہمہ فقہا انکار سماع موتی است کیسا حکم تیر بازگشت پیدا کیا یہ تو اسی عقلمند کے کلام سے واضح ہوا کہ وہ میت جس کے لیے فقہا سماع نہیں مانتے بدن ہی ہے ذرا ہوش میں آکر بتانا کہ عود روح کس میں ہوتا ہے پھر یہ پوچھئے کہ اے ذی ہوش

وہ روح جس کے ادنیٰ عود سے یہ مشت خاک اتنے حجابوں حائلوں میں بالاتفاق سمیع ہوجاتا ہے وہ خود کہ حجاب و حائل سے منزہ اور ہمیشہ زندہ ہے کیوں نہ بالاتفاق دائماً شنوا و بینا ہوگی اب یاد کیجئے کہ امام ابن الحاج کا ارشاد مذکور قول ۶ کہ اولیائے احیاء نور خدا سے دیکھتے ہیں اور نور خدا کو کچھ حاجب نہیں پھر اموات کا کیا کہنا اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقال ۷ کہ روح کے آگے مکان دور و نزدیک یکساں ہے جس طرح نظر کنوئیں میں آسمان بریں کے ستارے دیکھتی ہے وغیر ذلک اقوال کثیرہ مذکورہ۔ دیکھ ظالم حجت الٰہی یوں قائم ہوتی ہے ہاں یہ باقی رہا کہ ادراک روح کے لیے جسم شرط مانیے یہ اوپر واضح ہوچکا کہ اُس کے کون قائل ہیں معتزلہ وغیرہم لیام آگے تم جانو اور تمہارا کام یہی بحمداللہ تقریر و تفسیر و تحریر و تنویر اُس کلام حضرات مشائخ کی جسے مخالف اپنا کمال موافق جان کر اہل حق سے اُلجھتے اور موافق بگمان تخالف مشکل و معضل سمجھتے۔ اہل بدعت اپنی سپر و پناہ ٹھہرا کر آسمان ناز پر اپنی ٹوپیاں اُچھالتے اور اصحاب سنت بظاہر مخالف عقیدۂ صادقہ پاکر سلاح معارضہ و مناقضہ سنبھالتے اب بعون عزیز مقتدر عز جلالہ روشن ہوگیا کہ امر بالکل بالعکس ہے وہ کلام ہدایت نظام سراپا عقیدہ اہلسنّت کے مطابق اور مذہب مخالف کا رد و عکس ہے بحمداللہ تعالیٰ اب مخالف دیکھے کہ اُس کے گوشے سے قعر عدم کے کس گوشے میں گئے موافق نہ صرف موافق ہر ذی عقل منصف دیکھے کہ بفضلہ تعالیٰ اس تقریر منیر سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے **فائدہ (۱)** کلام مشائخ بحمداللہ تعالیٰ ہرگز عقیدۂ اہلسنت کے مخالف نہیں **فائدہ (۲)** نہ عیاذاً باللہ کسی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف **فائدہ (۳)** نہ تصریحات ائمہ میں اصلاً تعارض **فائدہ (۴)** نہ خود ان علماء کے کلام میں کہیں بوئے تناقض **فائدہ (۵)** نہ وہ اس مسئلہ یمین اپنے ہی اصل مقرر یعنی بنا علی العرف سے جُدا چلے بلکہ اُسی جڑ سے یہ پودے کھلے **فائدہ (۶)** نہ وہ ہرگز کسی تخصیص بے دلیل کے مرتکب ہوئے نہ ان کی اس دلیل پر تنہا کوئی نقض وارد نہ تفریع و تاصیل پر کچھ الزام عائد غرض یہ سب اور دیگر مقامات میں اُن کے کلمات اور باقی ائمہ کے نصوص و تصریحات اور احادیث و آثار کے عالی ارشادات بحمداللہ تعالیٰ سب متفق و منتظم ہیں اور ایک دوسرے سے متناسب و ملتئم۔ اور اس تقریر معقول مستنیر و مصقول واجب القبول کو نہ مانیے تو یہ تمام فوائد منقلب ہوکر ان کے مقابل اتنی ہی ضرر حاصل اور نتیجہ کچھ نہیں کہ انجام یہ ٹھہرے گا کہ کلام مشائخ طرح طرح سے منقوض و باطل اور انواع انواع زلزلوں سے متزلزل اور آپ ہی اپنی تلوار سے گھائل پھر کیا کسی استناد کے قابل وھذا مما لا یرضاہ عاقل اب بحمداللہ تعالیٰ مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ سے زیادہ رخشان و درخشان ہوا کہ بعض کبرائے متاخرین شراح محدثین نے اس باب میں جو تقریریں فرمائیں اصل مرام مشائخ کرام پر وارد نہیں وہ گویا برسبیل ارخائے عنان رائحہ مخالفت مان کر جواب مخالف کی تعلیمیں تھیں اور واقعی ہمارے ائمہ کرام و مشائخ اعلام کے انظار غامضہ دقیقہ ایسے ہی عالیہ واقع ہوئیں کہ بعض اوقات انظار ناظرین متاخرین ماہرین اُس کے مرقاۃ مدارج و معالی معارج تک وصول میں متساہل رہیں جیسا کہ خادم ابواب و فصول فقہ و اصول پر آشکار و مبین یہ بحمداللہ تعالیٰ احق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے حق حقیق بقبول و تصدیق یک سر مو متجاوز نہیں ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق الحمدللہ اگر اس تمام کتاب میں اُن مقدمات سبعہ کی تمہید و تزئین اور اس جواب عین الصواب کی تحریر و تبیین کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو بفضل عظیم حضرت کریم عم نوالہ اسی قدر بشافی و کافی و مغنی و وافی تھا ذلک فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۵ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیَّ و علیٰ

والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین والحمد للہ رب العالمین
الحمدللہ اس جواب جلیل وجمیل کے بعد اصلاً حاجت نہیں کہ اور جوابوں کی طرف توجہ کروں دلائل نے بفضلہ تعالٰی الیقین قطعی دے دیا ہے کہ بلاشبہ مراد مشائخ کرام یہی ہے تو اب کیا ضرورت ہے کہ تنزلات کیجئے ارخائے عنان سے مہلتیں دیجئے مگر مخالف کو شکایت وحسرت نہ رہے لہذا چالشگری کو کچھ اور بھی امتداد سہی اسی جواب کے متعلق بعض تنبیہات مفیدہ لکھ کر دیگر اجوبہ کی طرف عطف عنان کروں وباللہ التوفیق

تنبیہ اول اقول بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور اُن کے مآخذ حسب اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا ماخذ ملوم وہی شرک موہوم اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یارسول اللہ یاحبیب اللہ یاخلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہئے یوہیں مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ اُن سنگ ساروں کے نزدیک اموات کی روح وبدن سب اینٹ پتھر ہیں ولہذا وہ سفہا عذاب قبر وسوال نکیرین کے منکر ہیں اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں قول ۱۳۱ میں امام زاہد صفار کا ارشاد سُن چکے کہ منع تلقین مذہب معتزلہ پر ہے قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جوہرہ نیرہ ودرمختار سے گذرا کہ تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے قول ۱۵۴ ہر کہ تلقین نمی کند ومیگوید آن او برمذہب اعتزال است کہ گوید میت جماد محض است ولہذا امام ابن الہمام نے اپنا عندیہ بیان فرمایا کہ میرے گمان میں منع تلقین انکار سماع پر مبنی ہے یہ اُن جمہور مانعین کے لحاظ سے ضرور صحیح ہے مگر بعض علمائے اہلسنت کہ منع میں شریک ہوئے اُن کا ماخذ یہ ہرگز نہیں بلکہ بعض کے نزدیک بدعت ہونا کما مرعن سلطان العلماء یا اُن کے خیال میں بے فائدہ ٹھہرنا کہ ایمان پر گیا تو کیا حاجت ورنہ کیا منفعت ولہذا امام نسفی نے مسئلہ یمین میں وہ تصریحات فرمائیں مگر انکار تلقین میں ہرگز اس کا نام نہ لیا بلکہ اُسے عدم فائدہ سے استناد کیا جیسا کہ قول ۱۵۴ ونکتہ جلیلہ میں گذرا ولہذا ملک العلماء بحر العلوم عبدالعلی محمد نے جب انکار تلقین اختیار کیا اُس پر اسی انعدام نفع سے استظہار اور ساتھ ہی برنبائے انکار سماع انکار ماننے پر صریح انکار کیا ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں المیت لافائدۃ فی تلقینہ اصلا لانہ ان مات مسلما فھو ثابت علی الشھادۃ بالتوحید والرسالۃ فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفید التلقین لانہ لاینفعہ الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لایسمع فھذا باطل **فائدہ** امام علام شیخ الاسلام نسفی نے جس طرح کافی میں منع تلقین پر صرف نفی نفع بروجہ مذکور سے استدلال کیا جس سے صاف مترشح کہ وہ اصل سماع کے منکر نہیں ورنہ سرے سے یہی فرمانا تھا کہ تلقین کسے کی جائے اینٹوں پتھروں کو یوہیں آیات کریمہ کی تفسیر میں نفی انتفاع ونفی قبول ذکر فرمائی زیر کریمہ ملائکہ فرمایا شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم زیر کریمہ نمل لما کانوا لایعون مایسمعون ولا بہ ینتفعون شبھوا بالموتی زیر کریمہ روم وھؤلاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک مگر صاحب تفہیم المسائل تو اختراع وافترا کے ماہر کامل صاف لکھ دیا

در تفسیر مدارک تحت آیہ کریمہ والذین کذبوا باٰیٰتنا صم وبکم فی الظلمٰت المعنی انھم فی حال کفرھم وتکذیبھم کمن لا یسمع ولا یتکلم فاھذا شبہ الکفار بالموتی لان المیت لا یسمع ولا یتکلم کذا قال ابن الخازن العراقی الشافعی فی تفسیرہ لباب التاویل فی معنی التنزیل انتھی اھ مدارک شریف میں اس عبارت کا نشان نہیں لطف یہ کہ اُس میں تفسیر لباب التاویل کا حوالہ نقل کرکے انتہی کردی یعنی یہاں تک عبارت مدارک تھی حالانکہ صاحب مدارک کی وفات ۷۰۱ھ یا ۷۱۰ھ میں علی اختلاف القولین ہے اور لباب التاویل کی تالیف ۷۲۵ھ میں ختم ہوئی نہ امام اجل نسفی ایسے حوالے کے عادی اور وہ بھی اپنے کسی ایسے معاصر بلکہ مدارک العصر سے مگر نابینائی جو چاہے کرائے **تنبیہ دوم** اقول بحمد اللہ تعالٰی واضح ہوچکا کہ ہمیں بقائے حیات بدن وسماع جسمانی سے کچھ کام نہ وہ عام لوگوں میں ہمارا دعوٰی نہ ہمارا کوئی مسئلہ اُس پر موقوف تو اگر بالفرض بدن کے لیے موت مطلق دائم رہتی ہمارا کچھ حرج نہ تھا ورود نصوص کے سبب ہم نے تنعیم وتعذیب قبر روح وبدن دونوں کے لیے مانی اور شہادت عقل ونقل بدن کے واسطے بھی ایک نوع حیات ہے اس تلذذ وتنعم وتألم کے لیے لازم جانی ہاں یہ ضرور ہمارا مدعا ہے اور بحمد اللہ دلائل قاہرہ اس پر قائم ہوچکے کہ روح باقی ہے مستقر بحال وناتغیر سمیع وبصیر اور بدن کے ساتھ اس کا ایک تعلق ہمیشہ مستمر تو جو کچھ بعد فراق بھی بدن کے ساتھ کیا جائے ضرور دیکھے گی مطلع ہوگی اگر وہ فعل تعظیم ہے پسند کرے گی یا اہانت ہے ناخوش ہوگی اذیت پائے گی فصول سابقہ اس بیان کی متکفل ہوچکیں تو خارج سے بھی جو ضرب یا صدمہ بدن میت پر واقع ہو اگر بطور استہانت وتحقیر ہے قطعاً روح کو ایذائے روحانی ہوگی رہا یہ کہ اس سے اُسے اذیت ودرد جسمانی بھی لاحق ہوگا یا نہیں یعنی جس طرح عالم حیات میں بدن پر جو صدمہ آتا بدن اُسے روح تک پہنچانے کا آلہ وواسطہ بنتا کہ اُس کے تفرق اتصال سے روح کو درد پہنچتا آیا بعد فراق بھی مثل عذاب الٰہی والعیاذ باللہ تعالٰی تعذیب بشری سے بھی الم ہوتا ہے یا اُس میں درد منتفی اور صرف وہی توہین کے باعث ناخوشی باقی ظاہر کلام مشائخ کرام جانب دوم ہے وہذا[1] کافی میں فرمایا المیت لایتألم بضرب بنی اٰدم وانما ذٰلک مما یتفرد بہ اللہ تعالٰی اور یہی مقتضائے[2] اثر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے اخرج ابن سعد عن خالد بن معدان قال لما انھزمت الروم یوم اجنادین انتھوا الی موضع لا یعبرہ الا انسان انسان فجعلت الروم تقاتل علیہ فتقدم ھشام بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ فقاتلھم حتی قتل ووقع علی تلک الثلمۃ فسدھا فلما انتھی المسلمون الیھا ھابوا ان یوطؤھا الخیل فقال عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ قد استشھدہ ورفع روحہ وانما ھو جثتہ فاوطؤہ الخیل ثم اوطأھو وتبعہ الناس حتی قطعوہ امام[3] جلیل جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ھذہ الاٰثار لاتدل علی ان الارواح لاتتصل بالابدان بعد الموت انما تدل علی ان الاجسام لاتتضرر بما ینالھا من عذاب الناس لھا ومن اکل التراب لھا فان عذاب القبر لیس من جنس عذاب الدنیا وانما ھو نوع اٰخر یصل الیھا بمشیئۃ اللہ تعالٰی وقدرتہ اور ظواہر حدیث ودیگر آثار واخبار واقوال اخیار جانب اول ہیں حدیث[1] ۲۶ میں روایت دار قطنی سے زیادت لفظ فی الالم گزری یعنی مردہ وزندہ کی ہڈی توڑنی درد میں برابر ہے، علامہ[2] طیبی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں جمّ غفیر ذھبوا الی ان المراد ان کسر عظمہ حیا فی التألم والتاذی جماعت عظیم علماء اس طرف گئی کہ مراد

حدیث یہ ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنی درد وایذا میں ایسی ہی ہے جیسے زندہ کی امام ابوعمر ابن عبدالبر[3] شیخ محقق کا اس باب میں ارشاد قول ۴۰ و ۴۱ میں گزرا اور تینوں سید علامہ[5] ابراہیم حلبی و احمد[6] مصری و محمد[7] شامی محشیان دُر کے اقوال اُسی کے بعد مذکور ہوئے حدیث[8] ۴۲ میں بروایت صحیح مسلم شریف انہیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے گزرا اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا جب مجھے دفن کرو تو مٹی مجھ پر آہستہ آہستہ نرم نرم ڈالنا۔ یہی وصیت[9] حدیث ۳۲ میں علاء بن لجلاج تابعی سے گزری اور وہیں[10] اس پر شیخ محقق کا قول کہ این قول اشارت است بآنکہ میت احساس می کند و دردناک می شود بانچہ دردناک می شود بآن زندہ حدیث[11] ۱۶ میں امام سفیان کا ارشاد گزرا کہ انہ لیناشد باللہ غاسلہ الاخففت علی مردہ اپنے نہلانے والے کو قسم دیتا ہے کہ مجھ پر آسانی کرنا ام المومنین[12] صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کی میت کو دیکھا کہ اُس کے سر میں زور زور سے کنگھی کی جاتی ہے فرمایا علام تنصون میتکم کس جرم پر اپنے مردے کی پیشانی کے بال کھینچتے ہو الامام محمد فی الآثار اخبرنا ابوحنیفۃ ح وعبدالرزاق فی مصنفہ واللفظ لہ قال اخبرنا سفین عن الثوری کلاھما عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا رأت امرأۃ یکدون رأسہا بمشط فقالت علام تنصون میتکم ورواہ کمحمد ابو عبید القاسم بن سلام وابراھیم الحربی فی کتابیہما فی غریب الحدیث عن ابراھیم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت علام تنصون میتکم بالجملہ رجحان اسی جانب ہے اور بہرحال اگر الم مانئے تو مسئلہ یمین فی الضرب پر کچھ نقض نہیں کہ یہ الم پہنچے گا حیات معادہ سے اور حلف تھا حیات موجودہ عند الحلف پر کما قدمنا تحقیقہ عن الفتح اور نہ مانئے تو مسئلہ سماع میں کچھ نقض نہیں کہ ہمارا کلام روح سے ہے آلیت بدن ہونا نہ ہونا یکساں ولہذا امام اجل سیوطی نے باآں کہ اثبات سماع موتی میں تحقیقات باہرہ وقاہرہ رکھتے ہیں اس تقریر پر تقریر فرمائی ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام واللہ سبحٰنہ ولی الانعام وافضل الصلوۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد اکرم الکرام والہ وصحبہ الٰی یوم القیام۔

جواب دوم مانا کہ روح ہی میں کلام ہے مگر کہاں سے کہ سمع منفی بمعنی ادراک بتوسط آلات جسمانیہ نہیں یوں بھی مطلب حاصل اور تنافی زائل کہ منفی یہ ہے اور مثبت بمعنی انکشاف تام اصوات بروجہ جزئی اس جواب کے قریب قریب کلام تنزلی حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے مرور فرمایا شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں دریں جا سخن دیگر است کہ فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاسہ سمع می باشد و سمع بجرالی بدن خراب شد بگوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید وعلم بروح بود کہ باقی است پس علم بہ مبصرات ومسموعات حاصل باشد نہ بروجہ ابصار وسمع چنانچہ بعض متکلمان سمع وبصر الٰہی تعالٰی را بعلم مسموعات ومبصرات تاویل کردہ اند الخ[1]

اقول وباللہ التوفیق تحصیل ارشاد مبارک شیخ شیوخ علماء الہند قدس سرہ یہ ہے کہ سمع حقیقۃً بمعنی مطلق ادراک مخصوص اصوات ہے عام ازیں کہ آلات جسمانیہ کا توسط ہو یا نہیں ولہذا اللہ عزوجل کو سمیع ماننے میں کہ عقیدہ ایمانیہ ہے محققین کے نزدیک کوئی تاویل وتجوز نہیں اس لیے ہم قائل سماع حقیقی ارواح مفارقہ ہیں اگرچہ موت تعطیل آلات کردے اور اگر سمع کے لیے یہ معنی نہ بھی مانیے بلکہ توسط آلات ہی سے مخصوص جانیے تو ہم علی سبیل التنزل کہیں گے کہ سمع نہ سہی ادراک تام بروجہ جزئی تو ہے اسی قدر سے ہمارا مدعا حاصل اگرچہ بنام سمع تعبیر نہ کریں جیسے بعض متکلمین نے

سمع و بصر الٰہی جل و علا کو یوہیں تاویل کیا اور مقدمہ رابعہ میں تقریر فقیر غفرلہ المولی القدیر یاد کیجئے تو اس کا مسلک یہ ہے کہ بحمد اللہ تعالٰی نہ ہمیں دعوی سمع سے تنزل کی حاجت نہ روح مفارق یا معاذ اللہ حضرت عزت میں ارتکاب تاویل کی ضرورت سمع کے دونوں معنی مقرر و مسلم ہیں اور ایک دوسرے کا نافی نہیں معنی آلیت نہ کبھی مراد تھی کہ اب تنزل کریں نہ اس معنی میں اطلاق سمع محصور ہو سکے کہ ناچار تاویل و تمحل کریں خیر یہ طرز بحث کا تنوع تھا اصل سخن کی طرف چلئے **فاقول** جبکہ سمع کے جسمانی و روحانی دونوں معنی اور جسمانی کی نفی میں نہ ہمیں ضرر نہ مخالف کو نفع تو احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب جسمانی ہی کا ارادہ راجح و واضح ہو پر ظاہر کہ ادراک اصوات کا یہی طریقہ معلومہ معہودہ ہے تو باہمی محاورات عرفیہ میں ذہن اسی طرف تبادر کرے گا آخر نہ دیکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد ذکر فضائل جمعہ ارشاد فرمایا اکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلٰتکم معروضۃ علی اس دن مجھ پر درود بہت بھیجو کہ تمہارے درود مجھ پر عرض کی جائے گی صحابہ نے گزارش کی یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت یارسول اللہ یہ کیونکر ہوگا حالانکہ بعد وصال جسم باقی نہیں رہنے فرمایا ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے رواہ الامام احمد والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والدار قطنی والحاکم والبیہقی فی الدعوات الکبیر وابونعیم وصححہ الاربعۃ السابقون علی الاخیرین وابن دحیۃ وغیرھم وحسنہ عبد الغنی والمنذری اسی طرح دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود تشھدہ الملٰئکۃ وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو کہ وہ دن حضور ملائک کا ہے رحمت کے فرشتے اُس دن حاضر ہوتے ہیں اور جو مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک بھیجتا رہے اُس کی درود مجھ پر پیش کی جاتی ہے ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں قلت وبعد الموت میں نے عرض کی اور بعد انتقال اقدس کے فرمایا ان اللہ تعالٰی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ تتمہ حدیث[1] ہے فنبی اللہ حی یرزق تو اللہ کے نبی زندہ ہیں رُوزی دیئے جاتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ظاہر کہ پیش ہونے کے معنی نہ تھے مگر اطلاع دی جاتی اُس سے صحابہ کرام کے ذہن ادراک[2] و اطلاع بذریعہ آلات جسمانی ہی کی طرف گئے لہذا وہ سوال عرض کیے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیات بدن ہی سے جواب دے صاحب تفہیم المسائل کی جہالت کہ یہ حدیثیں ذکر کرکے لکھا دریں ہر دو حدیث دلیل ست برآنکہ موتی را سماع نیست و برآنکہ این امر مستقر بود نزد صحابہ زیرا کہ ایشان بر عرض و سماع درود بعد موت استعجاب کردہ استفسار نمودند آنحضرت[3] جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دُنیاوی حاصل و جسد ایشان نیز باقی ست لہذا محل استبعاد سماع و عرض نیست **اقول اولاً** اگر یہ مراد کہ اُن سے عام لوگوں کے لیے

---

[1] اور وہ ہکذا الان ہذہ القطعۃ محتملۃ الادراج فاثبتہا علی وجہ یحتمل الوجہین و ہذا من دقائق حسن التعبیر فلیتنبہ وللہ الحمد [2] اقول [3] صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

بعد موت ادراک جسمانی نہ رہنا استفادتو ہمیں مسلم اور تمھیں کیا مفاد اور ادراک روح کا انکار ماننا اور اسی کو اذہان صحابہ میں مستقر جاننا معاذ اللہ انھیں بدمذہب ٹھہرانا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس پر سکوت تقریر وتسلیم بتانا ہے ذی ہوش نے اتنا نہ دیکھا کہ صحابہ کرام نے فنائے جسد وبقائے ادراک میں تنافی ظاہر کی اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی تنافی سے جواب دیا بلکہ نفی منافی سے کہ انبیاء کے اجسام بھی زندہ ہیں اب یہاں ادراک روح میں کلام ہو تو وہی صورتیں ہیں یا تو صحابہ موت جسد سے روح کو بھی مُردہ مانتے یا ادراک روح کے لیے بقائے بدن شرط جانتے فصول سابقہ ونیز مباحث قریبہ میں بار بار بہ تکرار واضح ہوچکا کہ یہ دونوں قول اہل بدعت وضالین معتزلہ وغیرہم مخذولین کے ہیں قول ۱۵ میں مقاصد وشرح مقاصد سے گزرا کہ بدن کو شرط ادراک جاننا اہلسنت کے خلاف معتزلہ کا اعتساف ہے اسی طرح عامہ کتب عقائد وتفسیر کبیر وغیرہا میں تصریح منیر۔ افسوس کہ اپنی بدمذہبی بنالنے کے لیے معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو عقائد فاسدہ کا معتقد ومظہر اور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُن پر ساکت ومقر بتاؤ اور دل میں خوف خدا نہ لاؤ **ثانیًا** کیا خوب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صرف سکوت بتانا کہہ رہا ہوں وہ صراحۃً کلام اقدس کے معنے بتاچکا کہ از آنجا کہ انبیا کے اجسام باقی ہیں لہذا سننے میں استبعاد نہیں کیا ظلم ہے کہ صاف صاف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ادراک روح کے لیے بقائے جسم کا شرط ماننے والا بتاؤ خدا بدمذہبی کی بلا سے بچائے **ثالثًا** طرفہ یہ کہ یہاں پیشی درود بذریعہ ملائکہ مقصود حدیث دوم میں شہود ملائک کی تصریح موجود اور خود اس کے ترجمے میں لکھا گفت ابو درداء گفتم بطریق استفہام واستبعاد کہ پس از موت نیز عرض میکنند راس می کنند کا مرجع تو بولیے مگر اذہان صحابہ میں فنا وخرابی بدن کے بعد روح کی بے ادراکی تمھاری مقررہ بے ادراکی سے بھی فزوں تر تھی کہ ملائکہ کی بات سننے سمجھنے پر بھی تعجب واستبعاد فرماتے مگر امثال آیہ کریمہ النار یعرضون علیہا سے کہ مکیہ ہے اور اظہار فضل جمعہ وتنزیل فرضیت درود سے بہت پہلے نازل ہوئی اُن کے کان بے خبر تھے ہاں بدن کی یہ حالت ضرور ہے کہ اُسی کو وہ مقفّٰی موت عارض ہوتی ہے جو مسلمًا منافی شعور ہے تن مردہ جب تک مردہ ہے نہ ملک کی بات سُن سکتا ہے نہ بشر کی اور وقت سوال وغیرہ عود سماع بعود حیات ہے اس کا بھی استمرار ضرور نہیں تو برقیاس عامہ ناس کہ اس وقت تک خاصہ اجسام طیبہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء کا علم نہ تھا بحال فنائے بدن بقائے ادراک جسمانی میں اشکال ہوا جس پر وہ سوال در اس کا وہ جواب کاشف حقیقۃ الحال ہوا الحمدللہ اتنی حقیقت تھی آپکے اُس نئے ناز کی جس پر بڑی دھوم سے دکان فخر باز کی کہ چون از جواب مغالطات معترض فراغت دست داد لہذا تحقیق این مسئلہ بطور دیگر ضرور افتاد ماشاء اللہ اس شرط وجزا کے ربط کو تو دیکھئے یہی بتا رہا ہے کہ سخت گھبرائے ہوئے اور اعتراضات علامہ معترض قدس سرہ کو لاحل سمجھ رہے ہو اگر واقعی اعتراض اُٹھ جاتے تو اگلی ہی تحقیق کی جان بچ جاتی آپکے اس فراغت دست کے بعد پچھلی ضرورت پر ضرور افتاد کی افتاد کیوں آتی ع نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو۔ **فائدہ جلیلہ** جب محاورات باہمی میں مطلق سمع سے یہ تبادر تو حدیث قلیب کا ذکر ہی کیا ہے کہ اُس کا تو سماع جسمانی میں نص صریح ہونا اوپر مبین ہوچکا اور اُمّ المومنین محبوبۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلیہا اجمعین حاضر واقعہ نہ تھیں اور یہ ظاہر کیا کہ آیات کریمہ متعلق باجسام ہیں خصوصًا وما انت

بمسمع من فی القبور اگرچہ نفی سماع نہیں فرماتے مگر نفی اسماع ظاہر ہے اور اس واقعہ سے صراحۃً اسماع اجسام مفہوم لہذا ام المومنین نے اُسے منافی آیات خیال فرماکر وہم وسہو کا حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یعلمون فرمایا یعنی اُن کی روحیں جانتی ہیں راوی کو یسمعون یاد رہا کہ اُن کے جسم سنتے ہیں پر ظاہر کہ علم صفت خاصہ روح ہے جس میں وہ بدن کی محتاج نہیں بخلاف سمع متعارف بذریعۂ آلات بدنیہ کہ بے حیات بدن ناممکن اور یہ وقت اُن کافروں کی حیات جسمانی کا نہ تھا تو اس وقت اثبات اسماع اجسام منافی آیات ہے ہاں علم حاصل ہے کہ وہ روح سے ہے اور روح باقی ہے یہ حاصل ارشاد اُم المومنین صلی اللہ تعالٰی علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم ہے اور اسی بنا پر مشائخ کرام نے کہ قطعاً درباره ابدان کلام فرمارہے تھے اُس سے استناد کیا کما قدمنا اور یہ اصلاً ان منکرین ومخالفین کو مفید نہیں کہ سمع جسمانی نفیٌ نہ ہمارے دعوے میں مقصود ومنظور نہ انکار منکرین اُس پر مقصور۔ رہا ادراک روح کا انکار حاشا نہ وہ کلام ام المومنین سے مستفاد نہ ہرگز کسی دلیل سے ظاہر کہ یہ اُن کی مراد تو منکرین کا اُس سے استناد محض رجماً بالغیب وخرط القتاد بلکہ اس کے ضلالت وبطلان اور ان کے بطالت وضلالت پر خود ارشادات صحیحہ صریحہ ام المومنین احسن الاشہاد الاول تو اسی حدیث میں جب علم مان رہی ہیں تو ادراک روح کی خود قائل ہوئیں پھر انکار سمع روح کے کیا معنے اور حدیث علامتضمون میتکم ابھی گذری کہ میت کے سر میں زور سے کنگھی کرتے دیکھا تو فرمایا کاہے پر اُس کے بال کھینچتے ہو اس سے قطع نظر کیجیے تو حدیث جلیل صحیح بسم کہ ابتدائے نوع دوم مقصد دوم میں مذکور ہوئی جس میں ام المومنین قسم کھاکر فرماتی ہیں واللہ جب سے امیر المومنین عمر دفن ہوئے میں اُن کی شرم سے بے تمام کپڑے پہنے مزارات طیبہ پر حاضر نہ ہوئی قطعاً لاجواب ہے جب اُم المومنین بعد دفن ابصار مانتی ہیں تو روح کو قطعاً مدرک اور اس کے ادراکات کو شامل امور دنیویہ بھی جانتی ہیں پھر انکار سماع ظاہر الامتناع بلکہ محل قرب میں حال سماع حال ابصار سے بداہۃً اخف ہے کہ اس کے شرائط اوس کے شرائط سے ازید ہیں شاہد میں معہود ومشہود تو یہ ہے کہ باوصف حائل وحجاب ابصار زائل اور سماع حاصل جب اُم المومنین ایسے کثیف وکثیر پردوں سے دیکھنا مانتی ہیں تو سننا کیونکر نہ مانیں گی معہذا کوئی قائل بالفصل نہیں جو ابصار مانتا ہے سماع بھی مانے گا اور جو سماع نہیں جانتا ابصار بھی نہ جانے گا تیسری حدیث جلیل ام المومنین منقول بنقل ائمہ اجلۂ ثقات وعدول رجال بخاری ومسلم مروی جامع ترمذی شریف یہ ہے حدثنا الحسین بن حریث (ثقۃ من رجال الشیخین) نا عیسی بن یونس (ثقۃ مامون من رجال لسنۃ کسائر السنن) عن ابن جریج عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما بالحبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیہا فلما قدمت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا اتت قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر فقالت ؎ وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ ؛ من الدھر حتی قیل لن یتصدعا ؛ فلما تفرقنا کانی ومالکا ؛ لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ؛ ثم قالت واللہ لوحضرتک ما دفنت الاحیث مت ولوشھدتک ما زرتک یعنی حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما برادر حقیقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مکہ معظمہ کے قریب موضع حبشی میں انتقال فرمایا اُن کی نعش مبارک مکہ معظمہ لائے جنت المعلٰی میں دفن ہوئے جب اُم المومنین مکہ معظمہ آئیں تو اُن کے مزار مبارک گئیں دو شعر (کہ تمیم بن نویرہ نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھے کہ ایک مدت دراز تک جذیمہ (بادشاہ عرب

وعراق وجزیرہ مقتول ملک جزیرہ زبا) کے دونوں مصاحبوں کی طرح دکہ چالیس سال تک صحبت بادشاہ میں یک جا رہے تھے ______ ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ ہرگز جُدا نہ ہوں گے اب کہ جُدا ہوئے گویا اس قدر طول یکجائی پر کسی شب ایک جگہ نہ رہے تھے۔ پھر اپنے برادر مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مخاطب ہوکر یہ باتیں کہیں خدا کی قسم اگر میں آپ کے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو آپ وہیں دفن ہوتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر میں اس وقت آپ کے پاس ہوتی تو اب آپ کی زیارت کو نہ آتی وہیں دفن ہونا اسی لیے کہ یہی سنت ہے نعش کو دُور لے جانا نہ چاہیے اور زیارت کو نہ آنا یوں کہ زیارت قبور میں عورات کا حصہ کم ہے۔ ام المومنین اگر معاذ اللہ ادراک وسماع ارواح کی منکر ہوتیں تو اس کلام وخطاب کے کیا معنی تھے کیا کوئی عاقل اینٹوں پتھروں سے باتیں کرتا ہے اور کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ دیکھتی سنتی جاتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اموات سے سلام وکلام وخطاب فرمایا کرتے تھے خود روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون رواہ مسلم و لفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی موجلون وانا وایاکم متواعدون غدا و مواکلون ولابن ماجۃ من وجہ اٰخر و اشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری میعاد کل کے دن ہے ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسا کیے ہیں تم ہم سے پہلے پہنچ لیے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔ کیونکر منکر ہوتیں حالانکہ خود دریافت کرچکی تھیں کہ یارسول اللہ جب میں مدفونان بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو اُن سے کیا کہوں حکم ہوا تھا سلام کرکے یوں کہو کہ انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں مسلم والنسائی وغیرہما عنہا فی حدیث طویل قالت قلت کیف اقول لھم یارسول اللہ قال قولی السلام علیکم اھل الدیار من المومنین المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ بالجملہ ام المومنین صرف سماع جسمانی کا انکار فرماتی ہیں مگر از انجا کہ احادیث ثقات عدول شاہد ہیں ان واقعہ کے رد کی طرف سبیل نہیں جمہور علماء نے اس مسئلہ میں اُن کا انکار قبول نہ کیا اور یہی مانا کہ اگرچہ تین دن گزر گئے اُن خبیثوں کے ناپاک جسم پھول پھٹ گئے تھے اور شک نہیں کہ جسم مردہ ہرگز سننے کے قابل نہیں مگر پھر بھی انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی گوش سر سے سُنا کہ اللہ عزوجل نے اُن کی زیادت حسرت کے لیے اُن خالی جسموں کو اُس وقت پھر زندہ فرمایا تھا اور اس میں آیات کی کچھ مخالفت نہ ہوئی کہ سُنانا اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہوا نہ وہ جلاتا نہ یہ ان کانوں سے سنتے وصف موتی آیت میں ملحوظ ہے یعنی میت جب تک میت ہے اُسے سُنا نہیں سکتے اور بعد اعادۂ روح اب وہ میت ہی نہیں تو آیات کا اصلاً محل ورود نہ رہا

اقول یہ تقریر کلام جانبین بحمد اللہ تعالٰی سب تکلفات سے مجانب منزہ ہے اور اب ام المومنین پر وہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب علم مانتی ہیں سماع کیوں نہیں مانتیں علم روح کے لیے ہے سمع جسمانی بحالت موت جسم کیونکر ہوا اور اب خود ام المومنین رضی اللہ تعالٰی

عنہا کی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن اُن سے اسی قصۂ بدر میں یہی لفظ روایت کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا
ما انتم باسمع لما اقول منھم تم میرا فرمایا کچھ اُن سے زیادہ نہیں سنتے جسے علمائے بشرط محفوظی رجوع ام المومنین پر محمول کیا تھا کہ
جب متعدد صحابہ کرام حاضران واقعہ سے روایت سنی انکار سے رجوع فرمائی، ممکن کہ اثبات سماع روح پر محمول ہو کر نفی و اثبات
میں تنافی نہ رہے کہ شاذ و محفوظ کا قصہ چلے یعنی اُم المومنین اُن لفظوں پر انکار نہیں کرتیں اُنھیں تو خود حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم سے روایت فرماتی ہیں بلکہ انکار اُس معنی پر ہے جو اوروں نے سمجھے یعنی جسمانی نہ مانو کہ خلاف آیت ہے بلکہ مراد حضور سمع روح
ہے میں بحمد اللہ تعالٰی بعد اتضاح مراد اس کی حاجت نہیں رکھتا کہ قول اُم المومنین کے جواب میں امام اسمٰعیلی و امام بیہقی و امام سہیلی و امام
سبکی و امام عسقلانی و امام سیوطی و امام قسطلانی و مولانا قاری و شیخ محقق و علامہ زرقانی وغیرہم اکابر کے کلام نقل کروں اگرچہ یہ
سب اس وقت میرے پیش نظر ہیں مگر ہاں امام عینی کی بعض عبارات نقل کروں گا کہ یہ وہی عینی شارح کنز ہیں جن سے اس مسئلہ میں
مخالف نے جہلاً استناد کیا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر میں فرماتے ہیں فان قلت ماوجه
ذکر حدیث ابن عمر وحدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وھما متعارضان فی ترجمۃ عذاب القبر قلت لما ثبت من
سماع اھل القلیب کلامہ وتوبیخہ لھم دل ادراکھم کلامہ بحاسۃ السمع علی جواز ادراکھم الم العذاب ببقیۃ
الحواس بخس ذکرھما فی ھذہ الترجمۃ ثم التوفیق بین الخبرین ان حدیث ابن عمر محمول علی ان مخاطبۃ اھل
القلیب کانت وقت المسألۃ ووقتھا وقت اعادۃ الروح الی الجسد وان حدیث عائشۃ محمول علی غیر وقت المسألۃ
فبھذا یتفق الخبران یعنی بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن
لاشوں سے خطاب کیا اور فرمایا سنتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جانتے ہیں دونوں اس عذاب قبر میں اس لیے ذکر کیں کہ جب اُنھوں نے حس گوش سے کلام سُن لیا تو باقی حواس سے عذاب کا الم بھی ادراک
کرلیں گے اور ان حدیثوں میں موافقت یوں ہے کہ ابن عمر کی حدیث خطاب وقت سوال نکیرین پر محمول ہے اُس وقت بدن میں روح آجاتی
ہے اور ام المومنین کی حدیث اور وقت پر محمول ہے جب بدن خالی رہ جاتا ہے یوں دونوں حدیثیں متفق ہوجائیں گی۔ دیکھو کیسی تصریح
ہے کہ سارا کلام و نقض و ابرام سماع جسمانی کے بارہ میں ہے۔ اُسی میں ہے قلت ھذا من عائشۃ یدل علی انھا ردت روایۃ
ابن عمر المذکورۃ ولکن الجمھور خالفوھا فی ذلک وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقۃ من رواہ غیرہ یعنی میں کہتا ہوں
یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اُم المومنین نے روایت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو رد فرمایا مگر جمہور علماء نے اس بات میں ام المومنین کا

۱؎ امام عینی کا بھی ایک کلام اس مسئلہ کی طرف ناظر فان ام المومنین لما وھمت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم فی حدیث تعذیب
المیت ببکاء اھلہ وشبھت وھمہ فیہ بوھمہ فی حدیث القلیب قال الطیبی وجہ المشابھۃ بینھما حمل ابن عمر علی الظاھر والمراد منھما
ای من الحدیثین غیر الظاھر کما یبدلہ الاظھر من کلامھا رضی اللہ تعالٰی عنھا ھو المسلک الاول واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

خلاف کیا اور حدیث ابن عمر مقبول رکھی کہ اور صحابہ نے بھی اُس کے موافق روایت کی اُسی میں ہے سامعین بآذان رؤسہم کما ھو قول الجمھور یعنی اُن لاشوں نے وہ ارشاد اقدس اپنے جسمانی کان سے سُنا جمہور کا قول یہی ہے

جواب سوم جامع الجوابین **اقول** قول مشائخ کہ میت یا زید بعد موت نہیں سنتا چار معنی کو محتمل کہ میت حقیقی بدن ہے اور روح بھی مقابلہ طلاق کرتے اور زید عرفی بدن ہے اور روح متعلق بالبدن بھی اُس کے معنی بہر حال موضوع میں بدن و روح دو احتمال ہوئے یونہیں سماع عرفی سمع آلات بدن ہے اور اُس کے دوسرے معنی ادراک تام اصوات بروجہ جزئی اگرچہ بے ذریعۂ آلات تو محمول میں بھی دو احتمال ہوئے اور حاصل ضرب چار ۱؎ بدن مردہ کو سمع آلات نہیں ۲؎ بدن مردہ کو ادراک اصوات نہیں ۳؎ روح مردہ کو سمع آلات نہیں ۴؎ روح مردہ کو ادراک اصوات نہیں پہلے تینوں معنی حق ہیں اور ہمارے کچھ مخالف نہیں نہ مخالف کو اصلاً مفید۔ کلام کے اگر دو ہی معنی ہوتے ایک موافق ایک مخالف تو مخالف کو اس سے سند لانے کا کوئی محل نہ تھا نہ احتمالی بات پر مشائخ کرام کو منکر سماع متنازع فیہ کہنا صحیح ہو سکتا نہ کہ تین احتمالات صحیحہ چھوڑ کر از پیش خویش چوتھا احتمال جمالینا اور کلام کو بزور زبان خواہی نخواہی اپنی سند بتا دینا کیسی جہالت واضحہ ہے **جواب چہارم** مذہب حنفیہ میں معتزلہ بکثرت پیرے ہوئے ہیں یہ مشائخ کہ برخلاف عقیدۂ اہلسنت منکر سماع ہیں وہی معتزلہ ہیں یہ جواب سیف اللہ المسلول مولٰنا المحقق معین الحق **فضل الرسول** قدس سرہ نے تصحیح المسائل میں افادہ فرمایا **اقول** کلام مشائخ سے استناد مخالف دو مقدموں پر مبنی تھا صغری یہ کہ امتناع سماع متنازع فیہ قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے جس کے ثبوت میں دہ عبارات خمسہ پیش کیں اور کبری مطویہ مستورہ یہ کہ جو قول اکثر مشائخ حنفیہ ہے فی نفسہ حق ہے یا ہم پر اُس کی تسلیم واجب ہے تقدیر اول پر دلیل تحقیقی ہوگی اور دوسرے پر الزامی بہر حال اس کا ثبوت کچھ نہیں اگلے تین جواب ان کے صغری کی ناز برداری میں تھے یعنی کلام مشائخ میں سماع متنازع فیہ کا انکار ہرگز نہیں اب یہ جواب اور باقی اجوبہ کبرے مستورہ کی خدمت گزاری کو ہیں کہ اگر مکابرہ و اصرار و عناد و استکبار سے کسی طرح باز نہ آؤ اور خواہی نخواہی معانی صادقہ صحیحہ موافقہ احادیث صحیحہ و عقیدۂ اہلسنت و کلمات ائمہ کرام و خود اقوال مشائخ اعلام کو چھوڑ کر بے دلیل بلکہ خلاف دلائل واضحہ معنی کلام مشائخ یہی گڑھو کہ ارواح موتی کو کسی طرح ادراک کلام نہیں ہوتا تو اب ہم ہرگز نہیں مانتے کہ اس قول کے قائل مشائخ اہل سنت ہوں جن کے ارشاد ہم پر حجت ہوں کیا مشائخ مذہب میں معتزلہ نہیں، درمختار کتاب النکاح فصل محرمات میں ایک مسئلہ کشاف زمخشری معتزلی سے نقل کیا اُس پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا نقل ذلک عنہ لان الزمخشری من مشائخ المذھب وھو حجۃ فی النقل یہ مسئلہ اُس سے اس لیے نقل کیا کہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور اُس کی نقل پر اعتماد ہے پھر یہ منع بے شاہد نہیں بلکہ اس کی صاف سند واضح موجود خود یہی امام ابن الہمام جن کے کلام سے اکثر مشائخ کی طرف انکار سماع کی نسبت نقل کرتے ہو اسی کلام میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اکثر مشائخ کا تلقین موتی سے انکار کرنا اس پر مبنی ہے کہ وہ سماع موتی سے منکر ہیں اور خود اسی کلام میں تلقین مذکور کو فرمایا نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ وخلافہ الی المعتزلۃ اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف اور کلام امام صفار سے صاف صریح تصریح گزری کہ منع تلقین مذہب معتزلہ ہے کشف الغطا کا قول گزرا کہ جو تلقین نہیں مانتا معتزلی ہے جوہرہ و درمختار کی

عبارت گزری کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین امر شرعی ہے تو صاف ظاہر ہوا کہ یہ اکثر مشائخ منکران سماع وہی منکران تلقین معتزلی ہیں۔ یہ سند
واضح بہ تفصیل تام تصحیح المسائل میں مذکور تھی باانیہمہ صاحب تفہیم المسائل نے مونھ زوری سے کہا از اکثر مشائخنا کہ ابن ہمام مشائخ را نسبت
بخود کردہ معتزلہ مراد گرفتن از بس مستبعدست و در کلام کدامی اہلسنت چنین واقع نہ شدہ و ابن ہمام را معتزلی قرار دادن کار معترض است و آن
مسئلہ کہ خلاف عقیدۂ حنفیہ اہلسنت باشد دران ہرگز علی الاطلاق نخواہند گفت کہ این قول علمائے حنفیہ است کما لایخفی علی من لہ ادنی رجوع
الی الکتب پس مادامیکہ وقوع لفظ اکثر مشائخنا در کلام اہل سنت و مراد بودن ازاں معتزلہ ثابت نہ کنند چگونہ این توضیح بمعرض
تسلیم درآید **اقول** اس ساری تطویل لاطائل کا صرف اس قدر حاصل بے حاصل کہ کلام اہلسنت میں اکثر مشائخنا سے معتزلہ کا ارادہ مستبعد
وخلاف ظاہر ہے یہ کہنا اُس وقت اچھا معلوم ہوتا کہ یہ تو علامہ معترض نے یونہیں بے سند فرمادیا ہوتا کہ یہاں معتزلہ مُراد ہیں یا آپ جواب سند سے
عہدہ برآ ہولیتے اور جب کچھ نہیں تو منع مؤید بسند واضح صرف استبعاد و مخالفت ظاہر سے مندفع نہیں ہوسکتا۔ ہر ادنٰی خادم علم جانتا ہے کہ ظاہر صالح
دفع ہے نہ حجت استحقاق تو اُس سے مقدمہ ممنوعہ پر اقامت دلیل چاہنا جہالت کہ وہ محل استحقاق ہے اور مقام دفع میں اگر منع سند مقصود ہو تو
اور سخت تر جہالت کما لایخفی علی اہل العلم ہاں جواب سند کی طرف بھی ایک عجیب نزاکت سے توجہ کی فرماتے ہیں وانکار تلقین را نسبت
بہ معتزلہ بعض علمائے شافعیہ کردہ اند نہ حنفیہ چنانچہ در برجندی نوشتہ ولایلقن بعد الدفن عندنا وعند الشافعی یلقن وزعم
بعض اصحابہ انہ مذہب اہل السنۃ والاول مذہب المعتزلۃ وایشاں انکار تلقین را مطلقا نسبت بمعتزلہ کردہ اند نہ انکار بخصوصیت
این وجہ کہ سماع موتی را نیست کما زعم المعترض **اقول اوّلا** اس نابینائی کی کچھ حد ہے بھلا جوہرہ و درمختار و کشف الغطاء وغیرہا
تصانیف حنفیہ کو ملاجی کہہ سکتے ہیں کہ میرے پیش نظر نہ تھیں تلخیص الادلہ کی عبارت تو خود ہی اپنے خصم کے کلام سے نقل کی کہ امام
زاہد صفار کہ در طبقۂ ثانیہ از مجتہدین فی المذہب ست در کتاب تلخیص الادلہ نوشتہ وینبغی ان یلقن المیت علی مذہب الامام
الاعظم والمقتدی المکرم ومن لم یلقن فہو علی مذہب الاعتزال یعنی امام اعظم و پیشوائے مکرم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر
میت کو تلقین کرنا چاہئے جو تلقین نہ مانے معتزلی ہے اور آنکھیں بند کرکے کہہ دیا کہ بعض شافعیہ زعم کردہ اند نہ حنفیہ مگر امام اجل مجتہد فی
المذہب زاہد صفار کہ صرف دو واسطے سے امام ابویوسف و امام محمد کے تلمیذ رشید ہیں سرکار کے نزدیک علمائے حنفیہ سے نہیں **ثانیاً**
شافعیہ کا نسبت کرنا حنفیہ کے نسبت کرنے کا کیا نافی ومنافی ہے کہ عبارت برجندی سے نہ حنفیہ بھی نکال لیا خود سرکار اسی تفہیم
کے ص۱۲ پر فرماتے ہیں از تخصیص شئی بذکر نفی عماعدا لازم نیاید در توضیح نوشتہ تخصیص الشیئ باسمہ لایدل علی نفی الحکم
عماعداہ الا انھوں نے کلام شافعیہ میں دیکھ کر اُن کی طرف نسبت کیا اُس سے کب لازم کہ حنفیہ نے نسبت نہ کیا اور بالفرض ان کا لازم
سخن یہ ہو بھی تو جب صراحۃً آنکھوں کے سامنے اجلہ حنفیہ کی تصریحات موجود تو کیا بعض علماء کے کلام سے نفی مفہوم ہونا محسوسات کو مٹا دیگا
قاعدۂ اجماعیہ عقل ونقل ہیں تو مثبت کو نافی پر مقدم رکھتے ہیں دو علمائے معتمدین سے ایک فرماتا حنفیہ نے ایسا نہ لکھا دوسرا فرماتا لکھا
تو لکھنا ہی ثابت ہوتا کہ اُس نے نہ دیکھا لہذا انکار کیا اور نہ دیکھنا کوئی حجت نہیں ومن علم حجۃ علی من لم یعلم نہ کہ ثبوت عیانی
کو نفی بیانی سے دیدہ نادیدہ کردیں یعنی اگرچہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اکابر علمائے حنفیہ نے لکھا مگر فاضل برجندی جو لکھ چکے ہیں کہ

شافعیہ نے کہا لہٰذا بمجبوری ہے اب حس ومشاہدہ کی تکذیب ضروری ہے سچ ہے آدمی وہابی ہو کر جماد لاسمیع ولایفہم ہو جاتا ہے ثالثاً طرفہ جہالت یہ کہ مطلق انکار جانب معتزلہ منسوب ہے نہ اس خصوصیت سے تصحیح المسائل میں کب فرمایا تھا کہ انکار باین خصوص منسوب معتزلہ ہے اے ذی ہوش حاصل کلام تو یہی تھا کہ انکار تلقین مذہب معتزلہ ہے اور امام ابن ہمام اُس کا مبنی بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منکر سماع تھے لہٰذا تلقین سے منکر ہوئے تو ظاہر ہوا کہ منکرین سماع معتزلہ ہیں اگر سرے سے بخصوص انکار سماع جانب معتزلہ نسبت ہوتی تو اس توسیط کی کیا حاجت تھی ویسے ہی نہ کہدیا جاتا کہ دیکھو انکار سماع قول معتزلہ بتایا گیا۔ ہاں اس پر ایک شبہہ ہوتا تھا کہ بعض اہلسنت[1] بھی تو منع تلقین کی طرف گئے اور جب اُس کا مبنی وہ ہے تو یہ بھی اُس کے قائل ٹھہریں گے تصحیح میں اس وہم کے دفع کو توجیہ فرمادی کہ ان کا انکار انکار سماع پر مبنی نہیں بلکہ اُن کے نزدیک تلقین کا بیکار ہونا ثابت ہونا ذی ہوش نے اسے نسبت باین خصوص کا دعوی سمجھ لیا یہ فہم سقیم اور ادعائے تفہیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہذا **وانا اقول** وباللہ التوفیق سب اُس سے درگزرے تو اب دلائل ساطعہ قاطعہ حاکم ہیں کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ ہے مثلاً **حجت اولٰی** کلام کا ہے میں مفروض ہوا روح میں سماع سے کیا مراد لیا ادراک مطلق اگرچہ بے ذریعہ آلات۔ اور یہ مشائخ دلیل کیا لارہے ہیں کہ وہ مردہ ہے بے حس ہے فہم وادراک کے قابل نہیں یہ کے ہزار بار سُن چکے ہو کہ روح کی نسبت ان اعتقادات سے اہلسنت پاک ومنزہ ہیں یہ معتزلہ وغیرہم ضالین ہی کے خیالات بدمزہ ہیں خود آپ ہی اسی تفہیم میں فرماتے ہیں مذہب بعض معتزلہ آن است کہ اگرچہ میت جماد ست از ان حیات وادراک نیست اور اس میں فرمایا بعض معتزلہ کہ از آیہ کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور در انکار تعذیب استدلال می کردند علینی درہمیں شرح بہ جواب ایشان نوشتہ کہ عدم استماع مستلزم عدم ادراک نیست افسوس صاحب تفہیم المسائل کی بیہوشی ص٦٣ پر یہ انکی بھی بلوا گئی ہرچند بعضے گویند کہ شہدا راہم حیات مثل انبیا بجسد است مگر این قول مختار اہل تحقیق نیست آنچہ تحقیق است این ست کہ حیات انبیا بسلامت جسد وروح ہر دو ست وحیات شہدا صرف بقائے روح است بلکہ تخصیص شہدا نیز باین معنی لغو ست زیرا کہ ارواح مطلقاً خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر وفاسق باین معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور وادراک وحرکات وتصرفات بسبب تعلق روح با وے از وے ظاہر می شدند وحالا نمی شوند کذا فی تفسیر العزیزی وبعضی گویند کہ تحقیق ہمیں است کہ شہدا راہم حیات مثل انبیا بجسد است چنانچہ در تفسیر روض الجنان تحت آیہ کریمہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء می نویسد علما در تفسیر آیت واحوال شہدا خلاف کردند عبداللہ ابن عباس وحسن بصری گفتند ایشان زندہ اند بارواحہم واجسادہم بامداد وشبانگاہ روزی بایشان می رسد وایشان خرم اند بانچہ خدا بایشان می دہد چنانچہ در دیگر آیت فرمود من قولہ تعالٰی یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من

[1] اقول سابقاً مذکور ہوا کہ ظاہر الروایہ سے منع ثابت نہیں اور امام صفار خود مذہب امام اعظم پر تلقین مانتے اور منکر کو معتزلی جانتے ہیں اور شک نہیں کہ معتزلہ قدیم سے شامل اہل مذہب ہیں اور انھیں بربنائے جمادیت موتی انکار تلقین لازم ابتداءً وہی لوگ اپنے مذہب فاسد کی بنا پر منکر تھے لہٰذا امام صفار اس حصر پر حاکم بعد کو یوں زمان بعض متاخرین اہلسنت نے کلمات مشائخ مذکورین میں انکار اور ظاہر الروایہ میں عدم ثبوت دیکھ کر انکار کیا اور عدم فائدہ یا عدم ثبوت کے رنگ سے توجیہ دیا لہٰذا اب انکار دو طرف منقسم ہو گیا بوجہ جمادیت خاص بمعتزلہ اور بعض اہلسنت کا بوجوہ دیگر جیسا کہ کلام امام نسفی وغیرہ سے گزرا فاعلمہ فعسی ان لا یتجاوز الواقع عنہ ١٢ منہ

فضلہ وبعضے دیگر گفتہ اند ارواح ایشان زندہ باشد وروزی برایشان عرض می کنند بامداد وشبانگاہ چنانکہ بر ارواح آل فرعون آتش
عرضہ می کنند فی قولہ تعالٰی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا وعلمائے محققان بیشتر بر قول اول اند انتہی کیوں ملاجی اب سنبت کی خبر لیجئے
کہیئے جب اہلسنت کے نزدیک ہر فاسق وکافر کی روح زندہ ہے موت صرف بدن کے لیے ہے اُسی کے ادراکات زائل ہوتے ہیں تو اب سماع
موتٰی میں کیا مجال مقال رہی جوابات سابقہ کی تقریر کیسی روشن طور پر ثابت ہوگئی تفہیم المسائل کی ساری عرق ریزی کیسی خاک ملی اب
یہ کلام مشائخ جس میں موت وبے فہمی وبے حسی کی تصریحیں ہیں روح پر محمول ہوکر مشائخ اہلسنت کا کلام نہ ہوتا کیسا واضح ومنجلی والحمدللہ العظیم
العلی اور عجیب لطیفہ یہ کہ ساتھ ہی خوش وقتی میں آکر تفسیر روض الجنان کی عبارت بھی نقل فرماگئے جس نے رہی سہی ڈھول سے کھال بھی
کھوئی اس میں صاف تصریح ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس وحضرت امام حسن بصری واکثر علمائے محققین شہدا کے اجسام بھی زندہ مانتے
ہیں اور اسی کو ظاہر آیہ کریمہ سے مؤید کیا اور بعض کی طرف سے اس کا جو جواب نقل کیا پر ظاہر کہ نری تاویل ہی تاویل ہے کہاں ارشاد الٰہی میں
یرزقون روزی دیئے جاتے ہیں اور کہاں یہ معنی کہ روزی انھیں دیتے نہیں دکھا دیتے ہیں ع شربت بنمایند وچشیدن نہ گزارند
اب خدارا اپنے انکاری دھرم کی ایک ٹانگ تو توڑیئے شہدا ہی کے لیے سماع ثابت مانیئے اُنھیں سے استمداد جائز جانئے کہ یہاں تو
جسم وروح سب کچھ زندہ ہے کسی جھوٹے حیلے کی بھی گنجائش نہیں جس طرح کہ تم خود اسی تفہیم کے ص۸۸ پر لکھ چکے ہو در سماع انبیاء علیہم السلام
کلامی نیست کہ ایشان را حیات حاصل است نیز ص۸۹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جواب دادند کہ چون انبیاء را حیات دنیاوی حاصل وجسد
ایشان نیز باقی است لہٰذا محل استبعاد سماع وعرض نیست طرفہ کیف چراغی دیکھئے عبارت تو یہ نقل کی اور دعوٰی وہ نقل کیا کہ بعضی گویند
تحقیق ہمین است خیر وہ بعض ہی سہی اب اُس اجماع کی خیر نہ رہی جو بکمال وقاحت ص۹۳ پر فرمایا بالجملہ از کتاب وسنت واجماع اُمت ثابت
کہ موتی را سماع حاصل نیست مگر تم کیا شرماؤ ہر رنگ کی کہہ دینے کے قدیم دھنی ہو ص۸۲ پر یہی جو لکھ گئے وآنکہ از عبارت مرقات سماع سائر
اموات سلام وکلام را در عرض اعمال اقارب برآنہا وبعض ایام آرند جوابش آنکہ مراد از سلام وکلام سلام کلام زائران است نہ دیگران سچ ہے
بوکھلائے ہوؤں کا کیا کہنا ع وہ شرمائی ہوئی نظریں وہ گھبرائی ہوئی باتیں :: نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا امیدواروں میں۔ **حجت ثانیہ**
پھر مشائخ نے جب وقت سوال سماع مانا تو اُس کی وجہ یہ بتائی کہ اب روح جسم میں دوبارہ آئی جب کلام روح کی طرف آئل تو اس جواب
کا صاف یہ حاصل کہ روح جب تک بدن سے جدا تھی بے حس وبے ادراک تھی جسم میں آنے کے باعث اس وقت پھر مدرک ہوگئی یہ صراحۃً
بدن کو شرط ادراک ماننا ہے کہ تم بار سُن چکے کہ یہ مذہب نا مہذب معتزلہ ہے اب یا تو اکثر مشائخنا کی طرف نسبت غلط ملنیے تو اپنی ہی سند
بگاڑیئے اپنے ہی پاؤں میں تیشہ ماریئے ورنہ یقیناً قطعاً اُن سے وہی معتزلہ مراد ہیں بعد قیام حجج قاطعہ کے حیلوں حوالوں ٹلے بالوں
کی کیا گنجائش ہے نہ اب اس سوال کا موقع کہ پھر یہ شراح اُسے کیوں بے اظہار خلاف نقل کر لائے **اقول** ویسے ہی نقل کر لائے جس
طرح امام عبدالرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی وامام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی اصل
مذہب ہے جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہامہ مدقق علاؤ الدین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کیا گویا یہی
مذہب مشائخ ہے جس کا بیان فائدہ جلیلہ فصل سیزدہم میں گزرا خود انھیں امام ابن الہمام نے فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں ایک مسئلہ محیط سے

نقل کیا پھر فرمایا ھکذا تواردھا الشارحون شارحین یکے بعد دیگرے یونہیں لکھتے چلے آئے پھر فرمایا یہاں مقتضائے نظر اس کے خلاف ہے پھر اُسے بیان کرکے فرمایا فھذا ھو الوجہ وکثیرا ما یقلد الساھون الساھین سخن موجہ یہی ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں۔ علامہ بحر نے بحرالرائق آخر کتاب البیوع باب المتفرقات میں ایک مسئلہ پر اعتراض کیا کہ اس میں مصنفین نے خطا کی اور یہاں خطا زیادہ قبیح واقع ہوئی پھر فرمایا وانا متعجب لکونھم تداولوا ھذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی ولم یتنبھوا لما اشتملت علیہ من الخطاء بتغیر الاحکام واللّٰہ الموفق للصواب۔ قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابہ فیاتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون لھا واصلھا لواحد مخطئ کما وقع فی ھذا الموضع ولا عیب بھذا علی المذھب لان مولٰنا محمد بن الحسن ضابط المذھب لم یذکر علی ھذا الوجہ وقد نبھنا علی مثل ذلک فی الفوائد الفقھیۃ فی قول قاضی خان وغیرہ ثم نبھت علی ان اصل ھذہ العبارۃ للناطفی اخطأ فیہ ثم تداولوھا یعنی مجھے تعجب ہے کیوں کر ان عبارتوں کو متون وشروح وفتاوی سب میں ایک دوسرے سے لیتے نقل کرتے چلے آئے اور اس میں خطا پر متنبہ نہ ہوئے کہ احکام بدلے جاتے ہیں اور اللہ ہی صواب کی توفیق دینے والا ہے اور کبھی بکثرت واقع ہوتا ہے کہ ایک مصنف براہ خطا ایک بات اپنی کتاب میں ذکر فرماتا ہے پھر بعد کے آنے والے مشائخ اُسے ویسے ہی بلاتنبیہ نقل کرتے چلے جاتے ہیں تو اُس کے ناقل بکثرت ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی تھی جیسا یہاں واقع ہوا اور اس سے مذہب پر کوئی طعن نہیں آتا کہ ہمارے سردار امام محمد محرر مذہب نے اس طور پر ذکر نہ کیا اور اسی طرح کے ایک واقعہ پر ہم نے فوائد فقہیہ میں تنبیہ کی کہ امام قاضی خان وغیرہ یعنی صاحب خلاصہ وصاحب ولوالجیہ وغیرہم نے ایک حصر فرمایا اور وہ غلط تھا پھر میں نے آگاہ کردیا کہ یہ اصل خطا ناطفی سے واقع ہوئی اُن کے بعد مشائخ اُسے یونہیں لیتے نقل کرتے رہے

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اس قسم کا ایک واقعہ عظیمہ امام اجل ابوجعفر طحاوی کی طرف ایک ترجیح وافتا کی نسبت میں واقع ہوا جس میں تداول وتوارد نقول آج تک چلا آیا اور ہمارے زمانے تک کسی نے اس پر متنبہ نہ فرمایا یہاں تک کہ سب میں متاخر محقق مبصر علامہ شامی کو بھی وہی راستہ بھایا مگر فقیر غفر لہ المولی القدیر نے بدلائل ساطعہ قاطعہ امام طحاوی کا فتوٰی نہ اُس پر بلکہ قطعاً اُس کے برعکس ہونا خود کلام امام ممدوح کے اٹھارہ نصوص ودلائل سے ثابت کر دکھایا اور اس بارے میں محض بغرض اظہار حق وحفظ مذہب ودفع تشنیع مخالفین ایک خاص رسالہ الزھر الباسم (۱۳۰۷ھ) فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ھاشم معرض تصنیف میں لایا وللہ الحمد حمدا کثیرا علی ماوھب من جزیل العطایا۔ مانحن فیہ میں اگر کلام مشائخ کے یہی معنی ہوں جس سے موت وبے ادراکی روح ثابت ہو تو یہاں تو امر آسان تر ہے کہ اصل مسئلہ میں کوئی دقت نہیں صرف بیان دلیل میں محض بے حاجت یہ تخلیط واقع ہوئی۔ اس تقدیر پر یہاں بھی قطعاً جزماً یہی ہوا کہ مشائخ مذہب سے معتزلہ نے یہ دلیل ذکر کی پھر بعض مشائخ اہلسنت نے سہواً نقل کردی پھر نقول درنقول ہوتی چلی گئیں تنقیح وتنبیہ کی طرف توجہ رہ گئی اب متاخرین اکثر مشائخنا کہا ہی چاہیں یہی وجہ ہے کہ خود اُن علمائے اعلام اہلسنت کے کلام جابجا اس کے خلاف واقع ہوئے جس کے پچیس شواہد دلیل ۱۱ میں سُن چکے یہاں سہواً معتزلہ کا قول لکھ گئے اور خود یہیں اور دیگر مواقع میں جابجا اپنا عقیدہ حقہ متعدد

وجوہ سے ظاہر ہوا وللہ الحمد۔ کیوں ملا تفہیمی صاحب اب اپنے اعذار باردہ واستبعادات کاسدہ دیکھئے کدھر گئے وباللہ التوفیق اور حقیقۃً یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں نہ تم معانی حقہ صحیحہ صادقہ چھوڑ کر بزور زبان وزور وبہتان یہ معنی باطل گڑھو نہ اس جواب کی حاجت ہو انصافاً اپنے استبعادوں کو آپ ہی بیٹھ کر روؤ۔ ہمارے نزدیک نہ مشائخ کرام نے خطا کی نہ اُن کا کلام حاشا کسی عقیدۂ اہلسنت نہ اپنے کسی کلام دیگر کے معارض، نہ یہاں باہم متعارض ومتناقض جس کی تحقیق قاہر اوپر سُن چکے وللہ الحمد جلیلہ عظیمہ یہی ملاجی کی پچھلی نزاکت کہ انکار سماع

موتی بطوریکہ ما میکنیم مذہب معتزلہ فہمیدن محض غلط است زیراکہ مذہب بعض معتزلہ آنست کہ میت جماد است دراں حیات وادراک نیست پس تعذیب آن محال است واہلسنت گویند کہ ہرچند کہ در میت حیات نیست مگر جائز است کہ خدائے تعالٰی دراں نوعی از حیات بقدر ادراک الم عذاب ولذت تنعم عند الایلام والتعذیب پیدا کند وآں مستلزم سماع نیست۔

ہمارے کلمات سابقہ کے ناظر پر اس عذر بدتر از گناہ کی حقیقت خوب منکشف ہے پھر بھی ملاجی کی خاطر کیجئے کلام کو چند عوائد جلیلہ سے ترصیف تازہ دیجئے اور باذنہ تعالٰی ازالۂ ہرگونہ اوہام کا ذمہ لیجئے **فاقول** وبحول اللہ اصول

عائدہ اولٰی نجدی صاحبو ناحق اہلسنت کا دامن پکڑتے اور اپنے مذہب کی جان زار کے پیچھے پڑتے ہو اہل سنت کے یہاں تمہاری گزر نہیں وہ کہ وقت مقرر تنعیم وتعذیب اعادۂ حیات کاملہ خواہ ناقصہ بدن کے لیے مانتے ہیں نہ روح کے لیے کہ وہ تو اُن کے نزدیک مرتی ہی نہیں اگر تم لوگ صرف سماع جسم بالسماع جسمانی بذریعۂ آلات جسم کے منکر اور سماع روح بے توسط بدن کے معترف ومقر ہوتے تو ضرور اہلسنت سے موافق اور اُن کے اس مسئلہ سے انتفاع کے مستحق ہوتے مگر یوں خلاف ہی کب باقی رہتا یہ تو خاص ہمارا مذہب وعین مراد چشم ما روشن دل ما شاد تھا مگر حاشا تم ہرگز اس کے قائل نہیں اس میں تمہارا مطلب کہ اولیائے مدفونین سے طلب دعا پتھر کو ندا ہے کب بر آتا۔ کیوں ملاجی ذرا نگاہ رُوبرو کیا آپ وہی نہیں ہیں جو اسی تفہیم کی اسی بحث میں بکمال وقاحت وشوخ چشمی اپنا مذہب نامہذب بزور زبان بنانے کے لیے ایک گڑھی ہوئی **فرضی کتاب خیالی تصنیف** غرائب فی تحقیق المذاہب سے سند لائے اور اس کی وساطت سے سیدنا امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جیتی افترا اٹھائے۔ آپ اگرچہ خیالی[1] علماء گڑھ لیتے فرضی[2] کتابوں کی ساختہ عبارتیں پیش کردینے کے پختہ ماہر کار ہیں جن کے حال صواعق وتفہیم وغایۃ الکلام کے مطالعہ سے آشکار ہیں بعض احباب فقیر نے خاص آپ حضرات کی ایسی ہی دیانتوں کے بیان میں رسالہ **سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا** لکھا اور اس میں اکیسو ساٹھ دیانات کبرائے طائفہ کو جلوہ دیا مگر اس گرمعت کی ابتدا شاید سرکار سے نہ ہو تفہیم سے پہلے ایک سہسوانی وہابی صاحب رسالہ سراج الایمان میں اس کے بادی ہوئے ہیں بہرحال یہ گندی بو کا عطر فتنہ سہسوان کی گھانی سے ہو یا قنوج کی ذرا ایمان ایمان سے بتائیے کہ آپ حضرات کی اس خانگی ساخت پر دُنیا میں کوئی اور بھی مطلع ہے کہیں اس کتاب کا نام ونشان بھی ہے کسی اور نے بھی اس سے استناد کیا یا کہیں اس کا نام لیا ہے اللہ اللہ صدہا سال سے

---

[1] مثل ناصر فاکہانی جس کے مطالبہ پر بکمال حیا داری صاف کہہ دیا گو ناصر فاکہانی نباشد کلام در کلام است ۱۲ منہ

[2] مثل القول المعتمد فی الکلام مع عمل المولد جس میں تک بھی ٹھیک ملانی نہ آئی معتمد بفتح میم اور مولد بکسر لام اور پھر عمل مولد پر یا اس میں کلام کی جگہ عمل مولد کے ساتھ گفتگو وکلام ع باحیا باش ہرچہ خواہی کن۔ ۱۲ منہ

مسئلہ سماع و مسئلہ استمداد زیر بحث ہے صدہا کتابوں میں ان کے بیان آئے آج تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ خود امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان میں نص صریح موجود ہے اب گیارہ سو برس بعد ان حضرات کو امام کا ارشاد معلوم ہوا اور وہ بھی کس کتاب میں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے اُس کا نام سُنا غراب تو یہ باحیا متدین حضرات کب کے مر کر جماد لایفہم ولایتکلم ہو گئے اہلسنت نے ان کی حیات ہی میں مطالبہ کیا تھا کہ حضرات یہ ساختہ عبارت فتاوٰی غرائب میں تو ہے نہیں۔ جواب دیا کہ یہ اور رسالہ غرائب فی اختلاف المذاہب ہے اور کبھی کہا فی تحقیق المذاہب ہے عرض کی گئی آپ کے پاس ہے یا کہیں اور دیکھا کہا مفتی سعد اللہ صاحب کے یہاں ہے مفتی صاحب مرحوم سے پوچھا گیا اُنھوں نے فرمایا میں اصلا اس کتاب سے واقف نہیں۔ اللہ اللہ حیا کا پایا یہاں تک پہنچا اور پھر ع عیب بھی کرنے کو ہنر چاہئے، مقدس متدینوں کو عبارت بھی گڑھنی نہ آئی سہل سہل محاورہ و قواعد کی مطابقت نہ پائی اُس کے الفاظ و بندش کی رکاکت خود ہی کافی شہادت ہے کہ بے علم ہندیوں کی اوندھی گڑھت ہے عبارت[1] حاشیہ پر ہے۔ ہر صاحب ذوقِ سلیم دیکھے اور داد انصاف دے بعض اصحاب فقیر سلمہم اللہ تعالٰی نے ایک لحیم شحیم وہابی ہیڈ مولوی کے رد میں مبسوط رسالہ نشاط المسکین علٰی حلق البقر السمین لکھا اُس میں اُس عبارت غرائب کی دھجیاں بروجہ احسن اڑائیں آخر میں ملا قنوجی کے اُسے نقل کرکے انتہی لکھ دینے پر عجیب لطیفہ لکھا ہے جس کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا، قال سلمہ اللہ تعالٰی ابھی سے انتہا لکھ دی اس کے بعد تو فرضی صاحب غرائب نے اس قول کی محدثانہ سند گڑھی ہے حیث قال بعد ما نقلتم حدثنا بذلک المعدوم بن مسلوب العدمی ثنا ابو المفقود ان الخیالی ثنا موھوم بن مفروض اللیسی ح بنا الکذاب بن المفتری نا الوضاع النھوری انا من[2] لایثق بہ الانجدی کلاھما عن ابی التلبیس الضلالی من بنی ضلال قبیلۃ من بنی المختلق قال سمعت ھاتفا من الھواء یھتف بذلک فلا ادری احقظت ام نسیت لکن اشھد وان الذی یجد تکلم بھذا اکذاب مبین ہم کہتے ہیں الکذوب قد یصدق بیشک یہ پچھلا فقرہ اُس نے سچ کہا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم آہ کلامہ سلمہ ربہ، اچھا یہ سب جانے دو اگر سچے ہو تو لکھ دو کہ ہاں مردے احیا کا کلام ضرور سنتے ہیں مگر نہ گوش بدن بلکہ قوت روح سے۔ کیا اُسے تم کہہ سکتے ہو ہرگز نہ کہو گے، اب پردہ کھل گیا اوصاف ادراک روح کا انکار ظاہر ہوا اور اپنے اسی دعوی پر کلام مشائخ ڈھالا اور وہ موت و بے ادراکی وہ بے حسی کا سارا نزلہ روح پر لا ڈالا۔ تو اب کیا محل انکار ہے کہ یہ قطعاً مذہب معتزلہ فجار ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکر عذاب ہیں تم قائل عذاب اس تفرقے سے تمھارا اُن کا وہ اتفاق زائل نہیں ہوتا مثلاً[3] کوئی پُورا وہابی اپنی نیچریت کے زور میں

---

[1] در غرائب فی تحقیق المذاہب رای الامام ابوحنیفۃ من یاتی القبور باھل الصلاح یسلم ویخاطب ویتکلم ویقول یا اھل القبور ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر انی اتیتکم ونادیتکم من شھور ولیس سوالی منکم الا الدعا فھل دریتم ام غفلتم فسمع ابوحنیفۃ یقول مخاطبۃ لھم فقال ھل اجابوا لک فقال لا فقال لہ سحقا لک تربت یداک کیف تکلم اجسادا لایستطیعون جوابا ولایملکون شیئا ولایسمعون صوتا وقرأ وما انت بمسمع من فی القبور انتہی ۱۲ تفہیم المسائل ص۹ جو لفظ سرخی سے لکھے ہیں تفہیم میں یو ہیں ہیں انھیں کوئی غلطی ناسخ نہ سمجھے نہ وہ ناسخ تفہیم کی خطا ہیں بلکہ خود مصنف تفہیم وضاع اول کی۔ اس لیے کہ غلطنامہ تفہیم میں بھی اُن کی تصحیح نہ کی اور تفہیم ص۶۸ میں یہ احتمال غلطی کاتب ہم مرتفعہ در صحیح نامہ غلطنامہ کتاب مطبوعہ ہم بغلطی این لفظ تعرض نہ کردہ آمد بھلے مانس کو ینطق ویتفوہ ویذکر ویحدث ویشافہ ویجادر وغیرہا یاد نہ تھے ورنہ انھیں بھی یخاطب ویتکلم ویقول کے ساتھ منضم کردیتا ۱۲ منہ۔ [2] ھذا وان کان مبھما لکن لایضرلانہ فی المتابعات فقد رواہ عن الضلالی موھوم بن مفروض کما سمعت منفی من المفقود وآخرون غوائب فی شرح الغرائب ۱۲ منہ۔ [3] وہابیت کا کمال وہی نیچریت ہے ۱۲ منہ

دعوی کر بیٹھے کہ سیدنا عیسٰی نبی اللہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ضرور سولی دیئے گئے یہود عنود نے انھیں قتل کیا تو اُس سے یہی کہا جائیگا کہ تیرا یہ قول مذہب نصارٰی ہے کیا وہ اُس کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ سولی دیا جانا جس طرح وہ مانتا ہے مذہب نصارٰی سمجھنا محض غلط ہے اس لیے کہ مذہب نصارٰی یہ ہے کہ وہ کفارہ ہونے کے لیے سولی دیئے گئے معاذاللہ تین دن جہنم میں رہ کر خدا کے ہاتھ پر جا بیٹھے اور وہ شخص کہتا ہے کہ ہرچند سولی دیئے گئے مگر کفارہ وغیرہ خرافات ہیں کیا اس فرق کے سبب اُس کا وہ قول مذہب نصارٰی ہونے سے خارج ہو جائے گا

عائدہ ثانیہ: وکاھا الاولی بعبارۃ اخصر میت میں حیات نہیں اس سے مراد روح ہے یا بدن اگر بدن تو بحث سے محض بیگانہ اور اگر روح تو تم یہی مان کر اہل سنت سے خارج وبری اور اُن کی طرف اُن کی نسبت کرکے کذاب ومفتری ہوئے اہلسنت ہرگز روح کو بے حیات نہیں مانتے اگر کہیے موت مجازی تو مانتے ہیں **اقول** ہاں مگر اس کا اثر ادراکات روح پر اصلاً نہیں کما مر مراراً خود ملاجی کی عبارت بیہوشی مظہر حوالہ تفسیر عزیزی ابھی گزری اور تم صراحۃً وہ موت مان رہے ہو جو منافی ومنافی ادراک ہو اسی کو کلام مشائخ سے نقل کرتے اور اسی پر انکار سماع کی بنا رکھتے ہو تو قطعاً موت حقیقی مراد لیتے ہو اور اسے روح کے لیے ماننا یہی اعتزال ہے اگر کہئے معتزلہ تو روح کے لیے موت منافی مطلق ادراک مانتے ہیں۔ ولہذا عذاب قبر محال جانتے ہیں اور یہاں مراد وہ موت ہے جسے صرف ادراک صور واصوات دنیاوی سے منافی ہو نہ برزخیہ سے **اقول** **اولاً** یہ تخصیص محض بے دلیل وباطل ہے موت بھی مانو منافی ادراک بھی جانو جیسا کہ کلام مشائخ میں مصرح ہے پھر اُسے ادراک بعض دون بعض سے خاص کرو یہ جہل قبیح ہے موت کہ منافی ادراک ہے ہر ادراک کے منافی ہے اور نہیں تو کسی کی نہیں خود اسی تفہیم المسائل میں براہ جہالت اپنی سند سمجھ کر نقل کیا درمدارک نوشتہ توفیھا اماتتھا وھو ان یسلب ما ھی بہ حیۃ حساسۃ دراکۃ[1] پھر لکھا امام راغب درمفردات گفتہ کہ الموت زوال القوۃ الحساسۃ کیوں حضرت جب اسا حس وادراک کی قوت زائل ہوگئی مدرکہ ہی چل دی تو اب ادراک بعض کا ہے سے ہوگا یارب یہ موت کون سی کہ آدھی کی شنوا آدھی سے بہری آدھی کی بینا آدھی سے اندھی ایک فرد ادراک بھی باقی ہے تو حیات ثابت ہے اور موت منتفی کہ حیات باجماع[2] عقلا شرط ادراک ہے اور موت منافی مشروط نہ بے شرط متحقق ہوگا نہ منافی منافی سے ملتصق **ثانیاً** یوں بھی اعتزال سے مفر کہاں جب باوصف موت ادراکات امور برزخ علم وسمع وبصر باقی ملنے تو اور معتزلہ کا مذہب نہ سہی طوائف معتزلہ سے فرقہ صالحیہ کا مشرب سہی جس کا ذکر آپ نے اسی تفہیم المسائل میں بہ شدت سفاہت مقابل اہلسنت کیا تھا کہ در شرح مواقف نوشتہ کہ تجویز قیام علم وقدرت وارادہ وسمع وبصر میت مذہب فرقہ صالحیہ از معتزلہ است ذی ہوش کو اتنی سوجھی کہ اہل سنت نے کس دن موصوف بالموت کو بحال موصوفی بالموت موصوف بالادراک مانا تھا وہ تو جس کے لیے ادراکات مانتے ہیں اُسے ہرگز میت نہیں کہتے ہمیشہ زندہ جانتے ہیں مگر ہاں اب آپ نے روح کو میت بھی مانا اور عذاب قبر ٹھیک کرنے کے لیے ادراکات برزخیہ بھی

---

[1] صحیح ہم چنان است ودر تفہیم المسائل این را ماہی حیثہ ساختہ ودر غلط نامہ ہم بہ تصحیحش نہ پرداختہ پر غلط است ۱۲ منہ

[2] اے ومن خالف فقد خرج من المعقول فکان ندمیق من اھل العقول وھم شرذمۃ الذلیلۃ الصالحیۃ ۱۲ منہ۔

ثابت کیے یہ عین مذہب صالحیہ ہے وہ بھی اسی طور پر قائل عذاب قبر ہوئے ہیں اُسی مستخلص الحقائق مستند مائۃ مسائل کی عبارت جواب اول کی دلیل مقتم میں گذری کہ صالحی کے نزدیک میّت باوصف موت معذب ہوتا ہے نیز اُسی کفایہ کی اسی بحث میں ہے عن ابی الحسن الصالحی یعذب المیت من غیر حیاۃ اذ الحیاۃ عندہ لیست بشرط للثبوت العلم نیز وہی امام عینی عمدۃ القاری میں بعد ذکر مذہب صالحی فرماتے ہیں وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لاحس لہ فکیف یتصور تعذیبہ اگر کہیے ہم یہ ادراکات بعود حیات مانتے ہیں بخلاف صالحی **اقول** ذرا ہوش میں آکر۔ بھلا اس عود حیات سے پہلے بھی روح کو ادراک امور برزخیہ تھا یا نہیں اگر نہیں تو حجاب منکشف اور عذر منکسف ثابت ہوا۔ کہ تم نے روح کو وہی موت مانی جو منافی مطلق ادراک ہے اب عام معتزلہ میں جاملے اور اگر ہاں تو عود حیات کا حیلہ اُٹھ گیا روح میت بحال ممات بعود حیات صاحب ادراکات تھی اب معتزلہ صالحیہ میں جاملے۔ مفر کدھر کیا یاد کروگے کہ کسی سے پالا پڑا تھا۔ ہاں مفر اس میں ہے کہ ان سب اقوال والجاث کو دربارۂ بدن مانیے اور روح کو ان تمام بردوات سے پاک وصاف جانیے، بدن ہی کو مشائخ مُردہ و بے فہم کہتے اور اُسی کے سماع بحال موت سے انکار رکھتے ہیں اب ٹھکانے سے آگئے، مگر ہیہات کہاں تم اور کہاں حق کا قبول واللہ المستعان علی کل متکبر جہول **ثالثاً** صریح جھوٹے ہو کلام مشائخ میں نشان تخصیص مفقود بلکہ اُس کے بطلان پر تنصیص موجود کیا اُنھوں نے موت کو منافی ادراک بتا کر شبہہ عذاب قبر وارد نہ کیا کیا عود حیات سے اُس کا جواب نہ دیا

کیا خود ملا تفہیمی نے اپنے پاؤں میں تیشہ زنی کو نہ کہا کہ مقصود فقہا نفی سماع عرفی وحقیقی ہر دوست زیرا کہ فقہا نفی سماع مطلق کردہ اند نہ تقیید

عرف اگر نفی صرف سماع عرفی نہ حقیقی مقصود می بود حاجت جواب ازاں دن ازمسئلہ عذاب قبر نبود فھذا ھذا الا توجیہ بمالا یرضی بہ قائلہ تو قطعاً ثابت کہ وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک مانتے اور اس کے ہوتے امور برزخ کا ادراک بھی منتفی جانتے ہیں تو جب کلام روح پر محمول ہوا قطعاً آفت اعتزال سے نامعزول ہوا **عائدہ ثالثہ** بحمداللہ تعالٰی یہاں سے واضح ہوا کہ عدم ادراک امور دنیویہ میں عذر باطل حجاب حائل خشت وگل ورملا تفہیمی صاحب کا عذر طمطراق اشتغال واستغراق کہ ص ۱۳۹۶۲ میں لکھا ارواح طیبہ مجردہ از ابدان بہ جہت اشتغال عبادت رب حقیقی واستغراق بہ کیفیت آن التفات باکوان وحوادث این عالم ندارند محض مہمل وناروا و پادر ہوا ہے **اقول** جب تم لوگ کلام مشائخ سے مستدل اور اُس کے اُس معنی محال پر حامل ہو تو تمھیں ان اعذار باردہ کی کیا گنجائش **اوّلاً** مشائخ تو نفس موت کو منافی ادراک اور اُس کی وجہ انتفائے اصل قوت حاسہ وادراک مان رہے ہیں اور ان اعذار کا یہ حاصل کہ قوت مدرکہ تو موجود و کامل مگر حجاب حائل یا التفات زائل **ثانیاً** وہ اس موت کو منافی مطلق ادراک بے تخصیص امور دنیویہ جان رہے ہیں اور تمھارے اعذار انھیں امور خارجہ سے خاص **ثالثاً** حائل دیجئے بدن پر ہے اور کلام روح میں **رابعاً** پردۂ وحیلولت صرف مدفون کے لیے ہے صرف بعد دفن صرف تا عدم انکشاف اور کلام عام بلاخلاف **خامساً** تمھارے حاجب حائل کا پردہ تو اُسی دن چاک ہوچکا جس دن مشائخ نے وقت سوال سماع آواز نعال تسلیم کیا اور ملا تفہیمی نے در وقت سوال وجواب ہمہ قائل سماع اند کا مژدہ دیا **سادساً** عبادت سے اشتغال اور اُس کی کیفیت میں استغراق تو سب اموات کو عام نہ مانیے گا یوں کہیے کہ منعم ہے تو لذت نعمت یا معاذاللہ معذب ہے تو عذاب کی شدت میں مستغرق ہونا مانع سماع ہے میں کہتا ہوں اس لذت یا الم کی حالت میں

تنبیہ **اقول** بقائے روح وادراکات روح بعد فراق میں اگر استصحاب کافی سمجھ کر ہمیں مدعی بھی مانیے تو یہ دعوے ایسے نصوص قواطع واجماع ساطع سے ثابت

سماع محال ہے یا ممکن بر تقدیر اوّل دلیل استحالہ ارشاد ہو اور زیادہ تفصیل چاہئے تو مقصد اوّل نوع اول سوال اول کی تقریر یاد ہو بر تقدیر ثانی ممکن کی جانبین وجود و عدم یکساں در برزخ غیب او رغیب پر رجمًا بالغیب حکم لگانا ضلالت وعیب امام الحرمین ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں لا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الا بسمع شرح عقائد نسفی میں ہے القضایا منها ماهی ممکنات فلا طریق الی الجزم باحد جانبیها فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسل لبیان ذلك تفسیر کبیر میں ہے کل ماجاز وجوده وعدمه عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات اوالی النفی الا بدلیل سمعی لاجرم اشتغال کے سبب عدم سماع کا شگوفہ مہمل وبیکار ہو کر رہ گیا اور شرع مطہر سے جداگانہ دلیل کی حاجت رہی کہ یہ تلذذ و تالم مانع سماع ہیں اگر دلیل نہیں اور بیشک نہیں تو آپ کا خذلان وخسران ظاہر وعیاں ورنہ وہ دلیل ہی نہ دکھلائیے عبث ونا تمام باتوں میں کیوں وقت گنوائیے سابعًا اگر یہ اشتغال مانع سماع ہوتا خواہ تمہاری ہوسات عاطلہ خواہ جہال فلاسفہ کے مقدمہ باطلہ سے جس کی دھجیاں امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء اڑا چکے کہ نفس آن واحد میں دو چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرسکتا تو واجب کہ اہل برزخ کو کلام ملائکہ کا بھی سماع نہ ہوتا کہ استغراق مانع کے آگے سماع سماع سب ایک سے حالانکہ تالی قطعًا باطل ہے تو یونہی مقدم۔ غرض استغراق کو امور برزخیہ و دنیویہ میں فارق بنانا چاہا تھا وہ خود محتاج فارق ہے ثامنًا العظمة لله والضراعة الی الله وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنٰی جھٹکا[۱] سو ضرب شمشیر کے برابر جس کا صدمہ[۲] ہزار ضرب تیغ سے سخت تر بلکہ ملک الموت[۳] کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمہ سے بڑھ کر وہ نئی جگہ وہ نری تنہائی وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی اُس پر وہ نکیرین کا اچانک آمادہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھاناکہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں کالا رنگ[۴] نیلی آنکھیں[۵] دیگوں[۶] کے برابر بڑی ابرق کی طرح[۷] شعلہ زن سانس[۸] جیسے آگ کی لپیٹ۔ بیل[۹] کی سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے زمین[۱۰] پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ[۱۱] بال، قد وقامت جسم وجسامت بلا قیامت کہ ایک[۱۲] شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ ہاتھوں[۱۳] میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن[۱۴] وانس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں وہ گرج[۱۵] کڑک کی ہولناک آوازیں وہ دانتوں[۱۶] سے زمین چیرتے ظاہر ہونا پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا آتے ہی جھنجھوڑ[۱۷] ڈالنا مہلت نہ دینا کڑکتی[۱۸] جھڑکتی آوازوں میں امتحان لینا وحسبنا الله ونعم الوکیل ارحم ضعفنا یاکریم یاجمیل صل وسلم علی نبی الرحمة وآله الکرام وسائر الامة اٰمین اٰمین یاارحم الرّاحمین ایسے عظیم وقت میں شاید آپ کا استغراقی خیال تو یہی حکم لگائے کہ کھلے میدان میں توپ کی آواز بھی سننے میں نہ آئے مگر مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں ارشاد فرمارہی ہیں کہ ایسی حالت میں اتنے پردوں میں مردہ ایسی خفی آواز جوتوں کی پہچل سنتا ہے جس کا تمہیں خود اعتراف ہے اور وہی امام عینی مستند مائة مسائل شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں فیه ذهول عما ورد فی بعض الاحادیث ان صاحب القبر کان یسئال فلما سمع صریر

جس میں موافق مخالف کسی کو مجال تامل نہیں آخر مخالفین بھی تنعیم وتعذیب وادراکات امور برزخیہ مانتے ہیں اس کے بعد مسئلہ نزاعیہ میں بداہۃً ظاہر ہمارے ساتھ ہے کہ جب مدرک باقی ادراک باقی پھر جو نفی بعض مانے مدعی تخصیص وہ ہے دلیل پیش کرے اور اگر بالفرض نظر ظاہر الفاظ عکس ہی مانیے تو ہمارا دعوی سماع ہے۔ اور دلیل سمع جس کا وجوب تسلیم واجب التسلیم اور ورود مقصد دوم وسوم میں روشن ہوگیا تو کسی مقدمہ پر منع کی گنجائش نہیں اور دعوی پر تو منع کے معنٰی ہی نہیں خصوصًا بعد اقامت دلیل لاجرم یہ اعذار الغصب منصب استدلال ہیں اور اب بہ قانون مناظرہ وظائف منعکس فاحفظ تحفظ ۱۲ منہ

[۱] ۔۔۔ [۲] عن الضحاک بن حمزہ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ [۳] الخطیب فی التاریخ عن انس ابن مالک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحارث
(بقیہ برصفحہ ۔۔۔)

السبتیتین اصغی الیہ فکاد یھلک لعدم جواب الملکین فقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القھما لئلا تؤذی صاحب القبر ذکرہ ابو عبداللہ الترمذی یعنی اس قائل کو یاد نہ رہا وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر والے سے سوال ہو رہا تھا اتنے میں جوتوں کی پھپل اُس نے سنی او دھر کان لگائے جواب میں دیر ہوئی قریب تھا کہ ہلاک ہو جائے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس جوتا پہن کر چلنے والے سے فرمایا اُنھیں اتار ڈال کہ مُردے کو ایذا نہ پہونچے یہ حدیث امام ابوعبداللہ محمد ترمذی نے ذکر فرمائی۔ اور پھر وہ سننا بھی کاہے سے گوش سر جس کا ادراک بہ نسبت ادراک روح بہت قاصر و مقصور تو بداہۃً ثابت کہ احوال برزخ آپ کے اوہام عادیہ سے منزلوں دُور اور عادات معہودۂ دار دنیا پر ان کا قیاس باطل و مہجور عائدۂ رابعہ ادراکات، روح مشروط بجسم ہیں یا نہیں علی الاول صریح اعتزال وعلی الثانی تعلقات بدنیہ کی کمی بیشی سے اُس کے ادراکات میں تفاوت کس لیے توضیح مقام یہ کہ وہ جو ملا تفہیمی نے اہلسنت سے نقل کیا کہ ادراک الم و لذت کے لیے وقت تنعیم و تعذیب (جسے وقت ایلام و تعذیب کہا اور ان کے تفضیلوں لذت کے حصے کا بھی الم ہی رہا) ایک نوع حیات میت آجاتی ہے اور اس سے سماع لازم نہیں (قطع نظر اس کے فقرہ اُن ستلزم سماع نیست عبارات مستندہ میں نہیں) یہ قول اہلسنت بھی قطعاً بدن ہی کے حق میں ہے کہ قبر میں عود حیات متصل اسی کے لیے ہوتا ہے اور اگر حدوث زیادت تعلق بالبدن وقت انعام و ایلام وسوال کو روح کے لیے عود حیات سے تعبیر بھی کیجئے تو اس سے اگر فرق پڑے گا تو ادراکات جسمانیہ میں جس کا حاصل تفاوت کیت بدن کی طرف آئل مگر اہل سنت کے نزدیک ادراکات روح بدن پر موقوف نہیں تو وہ ان تعلقات حادثہ سے پہلے بھی ویسے ہی مدرکہ عالمہ مبصرہ سامعہ تھی جیسی ان کے بعد یہ تفاوت کہ ایک نوع حیات ملتی ہے جس سے ادراک لذت والم تو ہو اور سماع نہ ہو وہاں ماشی نہیں آخر یہاں گھٹا بڑھا کیا یہی بدن سے تعلق پھر اس سے ادراکات روح کو کیا علاقہ تھا کہ اُس کے تفاوت سے وہ متفاوت ہوں بخلاف بدن کہ اُس کے ادراکات بنفسہٖ نہیں بلکہ تعلق روح ہی کے باعث ہیں اور تعلقات متفاوت تو وقت مفارقت سلب کلی ادراک ہوگا اور جتنا تعلق بڑھتا جائے گا ادراک بڑھے گا لہٰذا ممکن کہ تعذیب و تنعیم کے لیے تعلق کے مدارج متوسطہ سے وہ درجہ دیا جائے کہ بدن صرف ادراک لذت والم کا

ابن ابی اسامہ بسند جید عن عطاء بن یسار مرسلا ۱۲ ۱ک ابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ ۱ک حدیث عن الترمذی دحتہ وابن ابی الدنیا والآجری فی الشریعۃ وابن ابی عاصم فی السنۃ والبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۲) البیہقی فی عذاب القبر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ حدیث اول (۳) ابن المبارک فی الزہد وابن ابی شیبہ والآجری والبیہقی عن ابی الدرداء من قولہ ۱۲ ۵ک (حدیث) (۴) الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ (۸) (حدیث ۲ دوم) ابویعلی وابن ابی الدنیا عن النبی (۶) وابوداود فی البعث والحاکم فی التاریخ والبیہقی فی عذاب القبر عن امیر المومنین عمر (۷) وابن ابی الدنیا عن ابی ہریرہ (۸) وہو وابوالنعیم والآجری والبیہقی عن عطاء ابن الیسار مرسلا کلہم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ۹ک حدیث پنجم ۱۰ک حدیث چہارم و پنجم ۱۲ ۱۱ک دوم و ششم و ہفتم ۱۲ ۱۲ک حدیث سوم ۱۲ ۱۳ک حدیث پنجم ۱۲ ۱۴ک حدیث ششم و ہفتم ۱۲ ۱۵ک حدیث پنجم ۱۲ ۱۶ک حدیث دوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم ۱۲ ۱۷ک حدیث دوم ششم ہفتم ۱۲ ۱۸ک حدیث دوم و ششم (حدیث ۹) احمد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابن ابی الدنیا عن جابر (۱۰) وابن ابی عاصم وابن مردویہ والبیہقی بوجہ آخر عنہ (۱۱) والآجری فی الشریعۃ عن ابن مسعود کلاہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲ منہ

آلہ کار قرار پائے اُس کے ذریعہ سے سماع و ابصار رہا تھا نہ آئے اور سوال و کلام کے لیے اس سے اعلٰی درجہ ملے جس کے باعث سمع بدن کا بھی رستہ کھُلے اور جہ وہی کہ یہ سب[2] امور روح و جسم دونوں سے متعلق ہیں تنعیم و تعذیب میں مشارکت بدن کو صرف اُسی قدر درکار اور سوال میں شرکت کو سمع بھی مطلوب غرض کلام اہلسنّت بدن پر محمول کیجئے اور یقیناً یہی ہے تو آپ کا مطلب فوت محنت رائگاں اور خواہ مخواہ روح کے گلے باندھیے توضلال اعتزال نقد وقت ہے مفر کہاں۔ **بالجملہ** بحمد اللہ تعالٰی توفیق الٰہی رفیق اہلسنّت اور خذلان و حرمان نصیب اہل بدعت ہے جو تیر اُن کی کمان سے وصل پاتے ہیں فصل سے پہلے اُنھیں کے مونھ پر پلٹا کھاتے ہیں علمائے اعلام کے جتنے کلام ہزار جانکاہی اپنی دلیل بناکر لاتے ہیں وہ اُنھیں کے دشمن قاتل اور اہلسنّت کے سچے دلائل بن جاتے ہیں۔ الحمد للہ اب ملاجی کا ہاتھ یکسر خالی ہوگیا اس ساری بحث میں ان کی تمام چہ می گوئیوں کا حرف بحرف قلع قمع ہولیا۔ ملاجی اب تو ہمیں اجازت دیجئے کہ آپ ہی کے صفحہ عکس[1] حلق کے نشکم زاد بول آپ ہی کے مونھ پر پلٹ دیں کہ بیچارہ دقنوجی عیارہ پختہ جنوں خام کارہ کہ از روی کیش خویش کور و کر بل خشت و حجر بلکہ از انہم بتر شدہ است تصور انیکہ من ہرچہ خواہم بنگاشت عامۂ مومنین بران اعتماد خواہند ساخت ہرچہ در شکم داشت از دہان برآورد افسوس کہ نامردمان رعایت این بیچارہ کہ تنہا در باب محنت کشیدہ نہ کردہ تغلیط وی ظاہر کردیم پس این معاملہ طشت از بام شد والحمد للہ رب العالمین وقیل بعد اللقوم الظالمین۔

جواب پنجم فرض کیا کہ وہ معتزلہ نہیں مشائخ اہلسنّت ہی ہیں مگر یہ مسئلہ کچھ فقہیہ نہیں صاحب مائۃ مسائل کو اقرار ہے کہ فقہ سے جدا متعلق بہ اخبار ہے سائل نے سوال کیا تھا سماعت موتی کلام احیاء در شرع جائز است یا گناہ کدام گناہ آپ اس کے جواب میں اظہار علم فرماتے ہیں کہ عادت تکیہ کلام سائل آنست کہ در ہر جامی پرسد جائز است یا گناہ کدام گناہ درین مقام پرسیدن باین عبارت نمی سزد زیراکہ جواز و گناہ در افعال و اعمال می شود و این متعلق باخبار است کہ این امر ثابت است یا نہ اور جب مسئلہ علم فقہ سے ہے ہی نہیں تو حنفیت و شافعیت کی تخصیص یا تقلید بعض یا اکثر مشائخ سے اُسے تعلق یعنی چہ متعلق باخبار ہے اخبار و احادیث کے خلاف غیر ماخذ سے اخذ کیا معنے غرض تمہید یہ اُٹھا کر برخلاف نصوص صریحہ احادیث صحیحہ جواب یوں دینا پس جواب این است کہ نزد اکثر حنفیہ سماعت موتی ثابت نیست اور پھر اُس میں بھی تصریحات جلیلۂ اصل ماخذ کے مقابل یہ توسع کہ چنانکہ از کافی و فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ صراحۃ و اشارۃً کہ قریب بتصریح است معلوم می شود محض بیجا و بے محل واقع ہوا اس جواب کی طرف بھی تصحیح المسائل میں اشارہ فرمایا حیث قال و در حقیقت این مسئلہ از علم فقہ ہم نیست چنانچہ مجیب نیز درین جا اقرار نمودہ

اقول صدر کلام میں واضح ہوچکا کہ یہ کلام ہمارے ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منقول نہیں استدلال مسئلۂ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ علینا اتباع ما صححوہ و صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم مگر ع ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مکانے دارد۔ موافق مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اُسی کی حد تک محدود و مقبول تحقیق حلال و حرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگی اور صحت و ضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے نہ نحوی طب علما فرماتے ہیں شرح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں مستند نہیں بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو

---

[1] ارقام نجومیہ میں ۱۳۰۸ کو قلع لکھتے ہیں جس کا عکس حلق ۱۲ منہ

مسئلہ خلاف کتبِ فروع ہو معتمد نہیں بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتبِ فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے وقد بینا کل ذٰلک فی رسالتنا المبارکۃ ان شاء اللہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء تو جو فرقِ مراتب نہ کرکر خلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں اُن کا پتہ تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے نہ مشائخ کی رائے سے بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول بھی ہے یا نہیں۔ اللہ کو ایک، رسول کو سچّا، جنت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جانتے ہیں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے محض اُن کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ امت وسوادِ اعظم اہلسنت کا اتباع ہے اس لیے کہ خدا ورسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔ اب کتاب مجید دیکھیے تو بلاشبہہ ثابت فرمارہی ہے کہ روحِ میت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے برخلاف ان عباراتِ مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر حمل کرکے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنیے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماعِ موتٰی ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر بھی موم ہوجائے۔ اجماع مانگیے تو اس کی نقول او پر منقول۔ سوادِ اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکارا۔ یا رب پھر خلاف کی طرف راہ کدھر! بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کتبِ فقہ میں نہ پایئے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جُدا ہیں کسی قول یا فعل کا موجبِ کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے اُس کے بیان کو کتبِ فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انھیں مشائخ کے بیشمار فتوائے کفر مسطور مگر محققین محتاطین تارکین افراط وتفریط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں زنہار اُن پر فتوٰی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے وہی درمختار جس میں امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ الخ تھا اُسی میں ہے الفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیئ منھا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیئ قال فی البحر وقد الزمت فی نفسی ان لا افتی بشیئ منھا یعنی الفاظ کفر کتب فتاوی میں معروف ہیں بلکہ اُن کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اُس کے ساتھ ہی یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی بنا پر فتوٰی کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں سب مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے بحرالرائق میں فرمایا میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ اُن میں سے کسی پر فتوٰی نہ دوں تنویرالابصار میں ہے لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن اوکان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ کسی مسلمان کے کفر پر فتوٰی نہ دیا جائے جبکہ اُس کا کلام اچھے پہلو پر اُتار سکیں یا کفر میں خلاف ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت سے ردالمحتار میں ہے قال الخیر الرملی اقول ولوکانت الروایۃ لغیر اھل مذھبنا ویدل علی ذٰلک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعًا علیہ یعنی علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی ومدقق علائی دربارۂ تقلید جیسا تصلّب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں اُن کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاوی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح مگر یہاں اُن کے

کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوائے مشائخ میں عمل نہ کریں گے ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ توحیثیت حلال وحرام تک منتہی ہوگیا آگے کفر واسلام اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام وہاں تحقیق ہوچکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شیئ کا انکار نہ ہو کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ اُن میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا لہذا تمام فتاوے ونقول سے قطع نظر کرکے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمایا۔ جب یہاں یہ حال ہے تو ہمارا مسئلہ جس میں نہ فعل مکلّف نہ حلت وحرمت بلکہ ایک امر برزخ کے ثبوت وعدم ثبوت کی بحث ہے کیوں کتاب وسنّت واجماع اُمت وسواد اعظم سادات ملت سے منقطع ہوکر مرہون نقول بعض کتب فقہیہ ہونے لگا ھذا ھوحق التحقیق والحق احق بالتصدیق **جواب ششم اقول** سب جانے دو یہ بھی مانا کہ یہ قول مشائخ یہاں حجت اور فی نفسہ قابل قبول ومتابعت ہے اب اس سے زیادہ تو تنزل کا کوئی درجہ نہیں تاہم ہم پر اُس سے احتجاج اصلاً موجہ نہیں کسی دلیل کا فی نفسہ کافی وصالح تعویل ہونا اور بات اور اس سے ثبوت اور اتمام حجت ہوجانا اور مثلاً قیاس دلیل شرعی ہے مگر نص کے آگے نامقبول حدیث صحیح آحاد حجت شرعیہ ہے مگر اجماع کے سامنے غیر معمول وعلی ہذا القیاس ولہذا حدیث کی صحت حدیثی وصحت فقہی میں زمین وآسمان کا فرق ہے جس کی تحقیق اَنیق فقیر کے رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی**[1] میں ہے ان مشائخ کے اگر یہ قول ہیں توصدہا اکابر اعلام کے ارشادات جلیلہ ہماری طرف ہیں جن کا ایک نمونہ مقصد سوم نے ظاہر کیا اور ان میں اجلہ ائمہ ومشائخ علمائے حنفیہ بھی ہیں تم نے **پانچ** متاخرین کے قول ذکر کیے ہم نے **پچاس** سے زائد ائمہ۔ وعلمائے حنفیہ مجتہدین فی المذہب فقہاء النفس عمائد محققین سلف وخلف کے ارشادات دکھائے جن میں خود اُن پانچ سے بھی امام نسفی وامام عینی وامام ابن الہمام شامل، ادھر اگر ایک کتاب میں اکثر مشائخنا کا لفظ لکھا ہے تو ادھر متعدد کتب میں اجماع اہلسنت مذکور ہوا ہے اب دو راہیں ہیں تطبیق وترجیح ان میں **تطبیق** ہی اولٰی واول وبتصریح علماء حتی الوسع اُسی پر معوّل اسے اختیار کیجئے تو بحمد اللہ سہل وواضح ہے کہ اثبات سماع روح کے لیے ہے اور انکار سماع بدن پر محمول اس کی تقریر اور اس کے منافع وفوائد کی تذکیر جواب اول میں مفصلاً تحریر، اور اگر توفیق تو فیق نہ ملے تو بہت خوب باب **ترجیح** کھُلے۔ یوں بھی باذنہ تعالٰی میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا **اوّلاً** ہماری طرف احادیث کثیرہ ہیں تمہاری طرف ایک بھی نہیں کتنی حدیثوں میں سُن چکے کہ ان المیت لیسمع بیشک مردہ سُنتا ہے یہ بھی کسی حدیث میں آیا کہ المیّت لایسمع مردہ نہیں سُنتا اور یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ لایعدل عن درایۃ ماوافقتھا روایۃ کما فی الغنیۃ ورد المحتار۔ **ثانیاً** روح کی موت وبے ادراکی اور اس کے ادراکات کا جسم پر توقف کہ تمہارے طور پر مفاد کلام مشائخ ہے کتاب اللہ کے خلاف ومعارض ہے **ثالثاً** اجماع اہلسنّت کے مناقض ہے **رابعاً** خود ان کا کلام مضطرب ومتناقض ہے **خامساً**

---

[1] اس کا سوال شہر ارکاٹ سے آیا تھا لہذا تاریخی لقب اعز النکات بجواب سوال ارکاٹ ہے یہ رسالہ غیر مقلدوں کے اُس مشہور مغالطہ کے رد بلیغ میں ہے کہ امام اعظم نے خود فرمادیا ہے جب حدیث صحیح ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے ایک غیر مقلّد نے یہ اعتراض بہت طمطراق سے چھاپا اور حنفیہ سے طلب جواب ہوا یہاں بھی وہ پرچہ بھیجا جس کے جواب میں بفضلہ تعالٰی یہ مختصر ونافع رسالہ تحریر ہوا ۱۲ منہ

بوجوہ قاہرہ مجروح در مجروح ہے سادسًا حمل علی البدن نہ مانو محتمل تو ہے اور محتمل صالح معارضہ نہیں سابعًا اگر کوئی حدیث اثبات سماع میں نہ ہوتی تو سلام خود منصوص و مجمع علیہ ہے اور کلام کا ظاہر سے صرف عدول باجماع علماء مردود و مخذول ثامنًا تم خود مان چکے کہ مردے زائروں کا سلام سنتے ہیں دیکھئے مسائل جواب سوال ۱۹) پھر ثبوت سماع موتی میں کیا محل کلام رہا جب قوت سماع حاصل اور خود خارج کی آواز سننا بھی ثابت تو آواز آواز سب ایک سی اور فرق تحکم باطل وعلی التنزل یہ ایجاب جزئی اُس سلب کلی مشائخ کا ضرور نقیض و مبطل تو جس کلام کو خود باطل مان چکے اُس سے استناد ہوس عاطل تاسعًا بحث ایک امر کے وجود و عدم نفس الامری میں ہے وہ مشائخ نافی اور یہ ائمہ مثبت ہیں مثبت مقدم عاشرًا اگر بالفرض دونوں پلے ہر طرح برابر ہوں تو امر مستوی رہا اور سماع ماننے میں نفع بے ضرر ہے کہ جب مُردوں کو مدرک جانیں گے قبور کے پاس کلام بیجا سے باز رہیں گے افعال منکرہ سے حیا کریں گے اور پتھر جانا تو بیباک ہوں گے یوں بھی انکار سماع میں ضرر و اندیشہ ضیر ہے اور اثبات سماع محض نفع و خیر ہے ختم اللہ تعالٰی لنا علی محض نفع وخیر وحفظنا من کل ضر وضیر والحمد رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین وہ تین جواب اُن کے صغرٰی پر عائد تھے یہ تین اُن کے کبرٰی پر وارد اور اوپر گزارش ہوچکا کہ یہ ارخائے عنان ہے حق تحقیق و حقیقت حق جواب اول سے عیاں ہے والحمد للہ رب العٰلمین **فقیر** نے اس مسئلہ میں و کلام اُم المومنین کے متعلق بحث کو زیر حدیث ۴۹ و حدیث ۵۱ بشرط جواب مولوی مجیب صاحب دور آئندہ پر محول رکھا تھا مگر اللہ عزوجل دارین میں جزائے خیر وافی و وافر عطا فرمائے مولٰنا المکرم ذی الفضل والکرم ناصر سنن کاسر فتن محب دین متین صدیقنا **مولوی محمد عمر الدین** سنی حنفی قادری مجیدی نزیل بمبئی سلمہ اللہ تعالٰی کو کہ اس بحث نفیس و جلیل و مہم کی تحریر و تحبیر پر مصر ہوئے جس کے باعث ہنگام طبع کتاب دونوں مقام مذکور میں ان مباحث کی طرف عود کے وعدے بڑھائے گئے خیال تھا کہ ایک دو جز لکھ دیا جائے گا جو مقصد سوم کی کسی فصل میں بطور فائدہ اندراج پائے گا طبیعت علیل ذہن کلیل مدت معالجات طویل جس کے سبب قوت ضعف معاذ اللہ تا حد التعطیل با ایں ہمہ نام فرصت معدوم و قلیل روزانہ امصار و اقطار سے ورود فتاوائے کثیر و جزیل مگر جب لکھنا آغاز ہوا بارگاہ واہب الفیض عز جلالہ سے در فیوض باز ہوا بحمد اللہ تعالٰی وہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ عطا فرمائے کہ فقیر حقیر کی حیثیت و لیاقت سے بدرجہا وراء تھے لہٰذا اس تذییل جلیل کو رسالہ مستقلہ کیا اور بہ لحاظ تاریخ **الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین** (۱۳۱۶ھ) لقب دیا جو بانصاف بے اعتساف اسے دیکھے گا ان شاء اللہ تعالٰی بدل صاف شہادت دے گا کہ مسئلہ یمین آج حل ہوا جسے مخالف موافق موافق مخالف سمجھا کرتے تھے اُس کا عقدہ اب منحل ہوا جن کلمات کو مخالفین اپنی دلیل بنایا کرتے اب وہ کلمے خود اُنھیں کو ذلیل بنائیں گے جن اقوال کو موافقین محتاج جواب سمجھے اب اُنھیں کو اپنی دلیل بنائیں گے اور اس کے ساتھ بفضلہ تعالٰی **تفہیم المسائل** کی ساری بالاخوانیاں بھی نیچی پڑیں صبح سنت شرق حق سے چمکی باطل کی ظلمتیں ہوا بن کر اڑیں، یہ سب بحمد اللہ تعالٰی ادنٰی تصدق کفش برداری اعلٰحضرت سید العلماء المحققین سند الفضلاء المدققین حامی السنن ماحی الفتن حجۃ الخلف بقیۃ السلف اعلم علماء العالم سیدنا الوالد الماجد المکرم **حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب** حنفی قادری برکاتی و کمترین برکات خاک بوسی آستان فیض نشان اقدس حضرت امام العرفاء الکاملین سنام الاولیاء الواصلین بدر الطریقۃ بحر الحقیقۃ حبر الشریعۃ اقوی الذریعہ سیدی و مولائی و مرشدی و کنزی و ذخری لیومی وغدی حضور **سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی** مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہما وتم

نورھما ونور قبورھما وقدس سرھما واعاد علینا فی الدارین برکاتھما ورزقنا بمنبرھما امین الہ الحق امین ہے و الحمد للہ رب العالمین ہم اہلسنت ان حروف سے نفع پائیں ماتول کہ دونوں حضرات عالیہ کو ایصال ثواب فاتحہ فاتحہ سے شاد فرمائیں اور اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی **محمد عمر الدین صاحب** موصوف کو کہ اس تفنیہ جلیلہ کے محرک تالیف اور الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتان زمن محبان دین وسنن **حاجی اسحٰق آدم صاحب** صباغ پلبندری و**حاجی ابوحاجی حبیب صاحب** پلبندری میمن امین حفظہما اللہ تعالٰی عن الفتن والمحن کو جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رذائل مولٰنا **مولوی محمد اسمٰعیل صاحب** قادری نقشبندی شاذلی سلمہ اللہ العلی الولی کو جن کی سعی جمیل سے یہ اجزائے تذییل جلیل منطبع اور اہلسنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے دعائے عفو وعافیت وخیر وبرکات دنیا وآخرت سے یاد فرمائیں۔ صحیح حدیث میں ہے پس پشت اپنے بھائی مسلمان کے لیے دعا پر ملائکہ کہتے ہیں آمین ولك بمثل تیری یہ دعا قبول اور اس کے مثل تجھے بھی حصول والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اجمعین **الحمدللہ** آج اس رسالہ سے **تصانیف فقیر** کا عدد **ایک سو اسی** ہوا اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر واہلسنت کے لیے دارین میں حجت نجات بنائے آمین حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک سمیع ہے اُس کے عدد بھی یہی نسئل السمیع ان یسمع دعواتنا ویستر عوراتنا ویومن روعاتنا ویقضی حاجاتنا ویغفر سیاٰتنا ویصلی ویسلم ویبارك علٰی سیدنا الکریم النبی الملکین محمد والہ وصحبہ اجمعین کان ذلك لیوم ھو اول نصف الاٰخر من اٰخر النصف الاول من اول النصف الاٰخر من العشر الثانیۃ من المائۃ الرابعۃ من الالف الثانی من ھجرۃ سیّد المرسلین مولی الاٰمال ومولی الامانی صلی اللہ تعالٰی وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وذریتہ وحزبہ وعیالہ قدر حسنہ وجمالہ وجودہ ونوالہ اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العالمین سبحانك اللّٰھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الّا انت استغفرك واتوب الیك سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین ۝ والحمد للہ رب العالمین ۝

تمّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ ۱

ازبکا جبی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی بشیر محمد خاں ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

جناب عالی فیض بخش فیض رساں امیدگاہ جاویداں بندہ سے ایک مولوی امرتسر سے آئے ہیں وہ کسی بات کا جھگڑا کیا تھا تو بندہ نے کہا کہ نماز کا اللہ نے بہت بار قرآن شریف میں ذکر کیا ہے اور زکوٰۃ بھی بہت بار ذکر کیا ہے مگر روزہ کا ایک بار ذکر کیا ہے جناب عالی یہ صحیح ہے یا نہیں اور عشر کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع نماز وزکوٰۃ کی فرضیت وفضیلت ومسائل تینوں قسم کا ذکر قرآن مجید میں بہت جگہ ہے یہانتک کہ مناقب بزازی وبحر الرائق ونہر الفائق ومنح الغفار ودرمختار وفتح المعین وغیرہا میں واقع ہوا کہ علاوہ اُن مواقع کے جن میں نماز وزکوٰۃ کا ذکر جدا جدا ہے دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن عظیم میں بیاسی ۸۲ جگہ آیا ہے مگر علامہ حلبی وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی سادات کرام محشیان درمختار فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ اُن کا ذکر ساتھ ساتھ بتیس جگہ فرمایا ہے علامہ حلبی کے اُستاد نے وہ سب مواضع گنائے درمختار میں ہے قرنہا بالصلوٰۃ فی اثنین وثمانین موضعا شرح مسکین وحاشیہ سید ازہری میں ہے قرن الزکوٰۃ فی ای من القران اثنین وثمانین موضعا اھ ملخصا طحطاوی وردالمحتار میں ہے واللفظ لہ قولہ فی اثنین وثمانین موضعا تبع فیہ صاحب النہر والمنح وتبعا صاحب البحر معزیا الی المناقب البزازیۃ وصوابہ اثنین وثلٰثین کماعدھا شیخنا السید اھ حلبی بزیادۃ اور فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے ہاں عبارۃً واشارۃً اس کی فضیلت ومواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے کقولہ تعالٰی فی سورۃ الاحزاب ان المسلمین والمسلمٰت (الٰی قولہ تعالٰی) والصّٰئمین والصّٰئمٰت (الٰی ان قال تعالٰی) اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ٥ وقولہ تعالٰی فی سورۃ التوبۃ التائبون العٰبدون الحامدون السائحون الاٰیۃ وقولہ تعالٰی فی سورۃ التحریم تائبٰت عٰبدٰت سٰئحٰت السائح ھو الصائم عشر کا ذکر بھی قرآن عظیم میں ہے قال تعالٰی فی سورۃ الانعام واٰتوا حقہ یوم حصادہ کھیتی کٹنے کے دن اُس کا حق ادا کرو اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے قالہ ابن

ابن عباس وطاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنھم کما فی المعالم وغیرھا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ ع

مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۱۰ ذی قعدہ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند مسلمانوں نے ایک صاحب کا کچھ ماہوار نقد بطور چندہ مد زکوٰۃ میں سے اور طعام شبانہ روز مقرر کر دیا اور کوئی کام خدمت یا بدل وغیرہ اُن کے ذمہ نہیں کیا غرض ان لوگوں کی ایک مسلمان بزرگ ومسکین کے ساتھ سلوک کرنا تھا اور ایسے شخص کا اپنے محلہ ومسجد میں رہنا موجب خیر وبرکت سمجھا اسی طور پر عرصہ قریب چار سال کے گذرا کہ یہ لوگ موافق اپنے وعدے اور نیت کے خواہ وہ بزرگ اپنے وطن کو گئے یا یہاں رہے دیتے اور ادا کرتے رہے مگر بعض نے اُن میں عذر کیا اور کہا ہم ایام غیر حاضری کا نہ دیں گے تو اس صورت میں زکوٰۃ ان لوگوں کی ادا ہوئی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے بے اُس کے ادا نہیں ہوتی فی الاشباہ اما الزکوٰۃ فلا یصح اداءھا الا بالنیۃ اور نیت میں خلاص شرط ہے بغیر اُس کے نیت مہمل فی مجمع الانھر الزکوٰۃ عبادۃ فلابدّ فیھا من الاخلاص اور اخلاص کے یہ معنی کہ زکوٰۃ صرف بہ نیت زکوٰۃ وادائے فرض وبجا آوری حکم الٰہی دی جائے اس کے ساتھ اور کوئی امر منافی زکوٰۃ مقصود نہ ہو تنویر الابصار میں ہے الزکوٰۃ تملیک جزء مال عیّنہ الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالٰی درمختار میں ہے للہ تعالٰی بیان لاشتراط النیّۃ ردالمحتار میں ہے متعلق بتملیک ای لاجل امتثال امرہ تعالٰی پھر اس میں اعتبار صرف نیت کا ہے اگرچہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے مثلاً دل میں زکوٰۃ کا ارادہ کیا اور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ کر دیا صحیح مذہب پر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی شامی میں ہے لااعتبار للتسمیۃ فلو سماھا ھبۃ او قرضا تجزیہ فی الاصح پھر نیت بھی صرف دینے والے کی ہے لینے والا کچھ سمجھ کر لے اُس کا علم اصلاً معتبر نہیں فی غمز العیون العبرۃ لنیۃ الدافع لا لعلم المدفوع الیہ ولہٰذا اگر عید کے دن اپنے رشتہ داروں کو بخفیہ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کچھ روپیہ عیدی کا نام کرکے دیا اور انھوں نے عیدی ہی سمجھ کر لیا اور اس کے دل میں یہ نیت تھی کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں بلاشبہ ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی ڈالی لایا یا رمضان مبارک میں سحری کو جگانے والا عید کا انعام لینے آیا یا کسی شخص نے دوست کے آنے یا اور کسی خوشی کا مژدہ سنایا اُس نے دل میں زکوٰۃ کا قصد کرکے ان لوگوں کو کچھ دیا یہ دینا بھی زکوٰۃ ہی ٹھہرے گا اگرچہ اُن کے ظاہر میں ڈالی لانے یا سحری کو جگانے یا خوشخبری سنانے کا انعام تھا اور انھوں نے اپنی دانست میں یہی جان کر لیا خلاصۃ الفتاوی وخزانۃ المفتین وغیرہا معتبرات میں ہے لو دفع الی صبیان اقاربہم دراھم فی ایام العید یعنی عیدی بنیۃ الزکوٰۃ او دفع الی من یبشرہ بقدوم صدیق او یخبر بخبر یسرہ او یھدی الیہ الباکورۃ او الطبال یعنی سحر خواں بنیّۃ

الزکوۃ جائز پھر زکوۃ صدقہ ہے اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہوجاتی ہے مثلاً زکوۃ دی اور یہ شرط کرلی کہ یہاں رہے گا تو دوں گا ورنہ دوں گا یا اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو یہ روپیہ فلاں کام میں صرف کرے اس کی مسجد بناوے یا کفن اموات میں اُٹھاوے تو قطعاً زکوۃ ادا ہوجائے گی اور یہ شرطیں سب باطل ومہمل ٹھہریں گی فی مصارف الزکوۃ من الدر المختار لا الی بناء مسجد او کفن میت والحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم اھ ملخصا

قولہ (والظاھر نعم) البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیك قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشروط الفاسدۃ اھ رد المحتار (پھر جب صریح شرط باوجود خلوص نیت اداے زکوۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو بظاہر معنی شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے بدرجہ اولٰی باعث خلل نہ ہوگا **اقول** وقد ظھر ھذا من مسائل البشیر والطبال ومھدی الباکورۃ فانہ انما یحمل الناس علی الدفع الیھم افعالھم ھذہ ولو لم یفعلوا فلربما لم یدفع الیھم شیئ ومن ذلك مسئلۃ دفع العیدی بنیۃ الزکوۃ الی خدامہ من الرجال والنساء حیث یقع عن الزکوۃ کما فی المعراج وغیرہ مع العلم بانہ لو لم یخدموہ لما اعطاھم وبالجملۃ فھذہ العلائق تکون بواعث للناس علی تخصیصھم بصرف الزکوۃ فدوران العطاء معھا وجودا وعدما لایعین معنی التعویض وانما المرجع النیۃ فاذا خلصت اجزأت جب یہ امور ذہن نشین ہولیے تو جواب مسئلہ بحمدہ تعالٰی واضح ہوگیا اگر وہ دینے والے خاص بقصد معاوضہ وبطور اجرت دیتے یا نیت زکوۃ کے ساتھ یہ نیت بھی ملالیتے تو بیشك زکوۃ ادا نہ ہوتی اما علی الاول فلعدم النیۃ واما علی الثانی فلعدم الاخلاص ولایکون کنیۃ الحمیۃ مع نیۃ الصوم حیث تجزی لانھا نیۃ لازم لانیۃ مناف کما افادہ المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ولا کذلك ماھنا فان التعویض یبائن التصدق اور جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ اُنہوں نے محض بہ نیت زکوۃ دیا اور اُسے زکوۃ ہی خیال کیا معاوضہ واجرت کا اصلاً لحاظ نہ تھا تو بیشك زکوۃ ادا ہوگئی اگرچہ وہ شخص جسے زکوۃ دی گئی اپنے علم میں کچھ جانتا ہو اگرچہ انہوں نے اُس سے صاف کہہ بھی دیا ہو کہ یہاں رہوگے تو دیں گے ورنہ نہ دیں گے اگرچہ وہ عمل بھی اس کے مطابق کریں یعنی ایام حاضری میں دیں غیر حاضری میں نہ دیں کہ جب نیت میں صرف زکوۃ کا خالص قصد ہے تو ان میں کوئی امر اُس کا نافی ومنافی نہیں کما حققنا فالافتاء ھھنا بعدم الاجزاء بناء علی مخالفۃ علم المدفوع الیہ کما وقع عن بعض المدعین علوا الکعب فی العلوم الدینیۃ (وھو الگنگوہی ۱۲) ناش عن قلۃ التدبر او سوء الفھم واللہ المستعان علی ازالۃ الوھم والحمد للہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳

مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دنوں قحط میں بعضے آدمی مد زکوۃ میں بھوکوں کو غلہ مکا وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ میں روپے وغیرہ کے عوض بازار کے بھاؤ سے اُس قیمت کا غلہ محتاج کو دے کر بہ نیت زکوۃ مالک کر دینا جائز وکافی ہے زکوۃ ادا ہوجائے گی مگر جس قدر چیز محتاج کی ملك میں گئی بازار کے بھاؤ سے جو قیمت اُس کی ہے وہی مجرا ہوگی بالائی خرچ محسوب نہ ہوں گے مثلاً آج کل مکا

کا نرخ نو سیر ہے تو من کا مول لے کر محتاجوں کو بانٹی تو صرف چالیس روپیہ زکوۃ میں ہوں گے اُس پر جو پلّہ داری یا باربرداری دی ہے حساب میں نہ لگائی جائے گی یا گاؤں سے منگاکر تقسیم کی تو کرایہ گھاٹ چونگی وضع نہ کریں گے یا غلہ پکاکر دیا تو پکوائی کی اُجرت لکڑیوں کی قیمت مجرا نہ دیں گے اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو وہی محسوب ہوگی لان رکنھا التملیك من فقیر مسلم لوجه الله تعالٰی من دون عوض درمختار میں ہے اطعمنا ویا الزکوۃ یجزیه اذا دفع الیه المطعوم کما لوکساہ عالمگیری میں ہے سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اُسی میں ہے الخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ اگر کسی شخص نے عوض اُس زرزکوۃ کے جو اُس کے ذمّہ واجب ہے محتاجوں کو کھانا کھلادیا یا کپڑے دیئے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عوض زرزکوۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنادینا اُنھیں کھانا دیدینا جائز ہے اور اس سے زکوۃ ادا ہوجائے گی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوۃ کے معنی یہ ہیں کہ اُس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کردیا جائے اسی واسطے اگر فقرا ومساکین کو مثلاً اپنے گھر بلاکر کھانا پکاکر بطریق دعوت کھلادیا تو ہرگز زکوۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ تملیک یعنی مدعو اُس طعام کو مالک اسی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہوجاتا اسی واسطے مہمانوں کو روا نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں یا ایک خوان والے دوسرے خوان والوں کو اپنے پاس سے کچھ اُٹھادیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں فی الدرالمختار لو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لایجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لوکساہ انتھی **قولہ** کما لوکساہ ای کما یجزیه اھ طحطاوی عن الحلبی وفی الحاشیة الطحطاویة ایضا فی باب الصدقۃ لایکفی فیھا الاطعام الا بطریق التملیك ولو اطعمه عندہ ناویا الزکوۃ لایکفی انتھی ہاں اگر صاحب زکوۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوادیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر تصریح پہلے مالک کردیا تو زکوۃ ادا ہوجائے گی فان العبرۃ للتملیك ولا مدخل فیه لاکله فی بیت المزکی او ارساله الی بیوت المستحقین وما ذکرہ الطحطاوی محمول علی الدعوۃ المعروفۃ فانھا المتبادر منه وانھا لاتکون الا علی سبیل الاباحۃ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵

مرسلہ مولوی عبدالواحد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زکوۃ کا روپیہ نکالا اور اُس روپیہ سے غلہ خریدا اور تمام محتاجوں کو جمع کرکے اور کھانا پکواکر کھلوادیا تو آیا زکوۃ ادا ہوجاوے گی کہ نہیں کیا ضروری ہے کہ جو روپیہ نکالا وہی بعینہ دیوے۔

الجواب

کھانا جمع کرکے کھلادینے سے زکوۃ ادا نہ ہوئی لانہ اباحۃ ورکنھا التملیك نہ بعینہ روپیہ دینا ضرور بلکہ اگر اُس کا اناج یا کپڑا خرید کر محتاجوں کو

دیدیتا یا کھانا پکاکر اُن کے گھر بھیجدیتا یا سے اُنھیں تقسیم کردیتا تو بازار کے بھاؤ سے جو اُس کی قیمت ہوتی اُس قدر زکوۃ ادا ہوجاتی پکوائی وغیرہ اجرت میں جو صرف ہوا وہ محسوب نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از دھوراجی ملک کاٹھیاواڑ مسئولہ حاجی عیسٰی خاں محمد صاحب ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قحط سالی میں مسلمان لوگ چندہ کرکے روپیہ جمع کرکے گندم چھ روپیہ کے بھاؤ سے ایک من خرید کرکے چار روپیہ کے بھاؤ سے مسلمان غریب لوگوں کو دینا اور جو دو روپیہ کا نقصان ہوتا ہے وہ مال زکوۃ سے ادا ہوجائے گا یا نہیں اگر نہ ہوتا ہو تو کس صورت سے ادا ہوئے مہربانی فرماکر جلدی عنایت فرمادیں بہت ضروری ہے یہاں پر بالکل بارش نہیں ہوا ہے اور غریب مسلمان لوگوں کو بہت ضرورت ہے اس مسئلہ کا سوال بناکر جواب لکھ روانہ کردینا۔

الجواب

زکوۃ اس طرح ادا نہیں ہوسکتی فان البیع یباین الصدقۃ والمحاباۃ لیست فی القدر الزائد المتروک من التملیك فی شیئ فانك لم تملکہ حتی تملکہ بلکہ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ چھ ہی روپے من اُن کے ہاتھ بیچیں اور فی من دو روپے اُن کو زکوۃ میں اپنے پاس سے دیں او قیمت میں چھ روپے اُن سے وصول کریں اُن کے دو روپے زکوۃ میں محسوب ہوں گے اور اُن کو من بھر گیہوں پر چار ہی روپے اپنے پاس سے دینے پڑے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ

پانچ چار آدمی بزاز کے یہاں کپڑا خریدنے گئے اُس میں سے ایک نے کوئی کپڑا چرا لیا بعد معلوم ہونے کے دوکاندار نے اُس کو معاف کردیا اور نیت صدقہ یا زکوۃ کی کی تو یہ نیت اُس کی صحیح ہوگی یا نہیں اور یہ کپڑا صدقہ یا زکوۃ میں محسوب ہوگا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ کپڑا ہنوز موجود ہے تو نہ وہ صدقہ میں محسوب ہوگا نہ زکوۃ میں نہ اُس کی معافی ہوگی فان الابراء عن الاعیان باطل ہاں اگر اُسے ہبہ کردیا تو ہبہ ہوجائے گا اور اگر ہبہ کرنے سے زکوۃ یا صدقہ کی نیت کی اور وہ شخص اُس کا مصرف ہو تو زکوۃ وصدقہ ادا ہوجائیں گے اور اگر وہ کپڑا اُس نے تلف کردیا یہانتک کہ اُس کا اُس پر تاوان لازم آیا اور اُس نے وہ تاوان معاف کردیا تو معافی صحیح ہے اور نیت محمود ہو تو اجر پائے گا اور یہ خود ایک صدقہ نفل ہے مگر اُس میں زکوۃ کی نیت صحیح نہیں ہاں اس سے اُتنے کی زکوۃ ادا ہوجائے گی جتنا تاوان اُس پر واجب تھا مگر یہ اُس کے دیگر اموال کی زکوۃ ہوسکے یہ نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید نے اپنے برادر حقیقی یا بہنوئی یا بہن یا کسی دوست کو اپنی ضمانت سے مبلغ پچاس روپیہ سودی

قرض دلادئے اب وہ روپیہ اصل وسود مل کر سو روپیہ ہوگئے زید نے وہ روپیہ اپنی زکوۃ کے روپے سے ادا کردئے مگر شخص مذکور سے یہ نہیں کہا کہ روپیہ زکوۃ کا ہم نے تمھارے قرضہ میں دیا کیونکہ اگر اُس سے کہا جائے گا تو وہ شخص بوجہ برادری کے زکوۃ لینا پسند نہیں کرتا ہے اس صورت میں زید زکوۃ سے ادا ہوگیا یا نہیں۔ (۲) زید نے مبلغ ہزار روپیہ کا رس خریدا اور روپیہ بموجب رواج کھنڈسالیوں کے بائعوں کو دیدیا وقت وصول رس کے پانچ سو روپیہ کا رس وصول ہوا اور باقی روپیہ کے سال آئندہ پر وصول ہونے کی اُمید رہی اب زید پر زکوۃ پانچ سو روپیہ کی چاہئے یا ہزار کی اور اس بقیہ روپے کا یہ انتظام کیا کہ کچھ روپیہ اور دے کر دستاویز تحریر کرالی اور اس دستاویز کا روپیہ بشرط پیداوار اس تحریر دستاویز سے دس ماہ بعد وصول ہوگا ورنہ سال آئندہ پر، کیا قرضہ دستاویز پر زکوۃ چاہئے یا نہیں (۳) کچھ قرضہ زید کا اس طور ہے کہ زید نے دستاویز تحریر کرا کے روپیہ قرض دیا منجملہ اُس کے کچھ روپیہ وصول ہوا اور کچھ باقی رہا اس بقیہ کی نہ دستاویز ہے اور نہ کوئی شی ایسی اُس شخص کے پاس ہے کہ جس سے وہ قرضہ اپنا ادا کرے اور اگر ہے تو بغرض بدنیتی اُس شے کو دوسرے کے نام کردیا اب زید کو صرف اُمید ہی اُمید وصول کی ہے لہذا اُس روپے پر زکوۃ دی جائے یا نہیں (۴) زید نے پانچ سو روپیہ اپنے اور ہزار قرض لے کر دکان کی منجملہ پندرہ سو روپیہ کے ہزار روپیہ کا مال دوکان میں ہے اور پانچ سو روپیہ قرضہ میں ہیں اس صورت میں زکوۃ دی جاوے یا نہیں اور دی جائے تو کس قدر کی

الجواب

اگر زید نے وہ روپیہ اپنے اُس عزیز کو دل میں نیت زکوۃ کرکے دیا تو زکوۃ ادا ہوگئی خواہ کسی خرچ میں صرف کرے اور اگر بطور خود بلا اجازت اس کے قرضہ میں دیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم (۲) زکوۃ کُل روپیہ کی واجب ہوگی مگر مقدار قرضہ کے ابھی ادا کرنا لازم نہیں بعد وصول ادا کرسکتا ہے (۳) جبکہ اس کے پاس ثبوت نہیں اور نہ وہ اداپر آمادہ اور نہ اُس کے پاس جائداد تو اُس قرضہ کی زکوۃ لازم نہیں (۴) منجملہ پندرہ سو کے کسی قدر کے زکوۃ فی الحال واجب الادا نہیں جبکہ وہ وہی مال رکھتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تجلّی المشکوۃ لانارۃ اسئلۃ الزّکوۃ

۱۳۰۷ھ

مسئلہ

از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی. مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم

۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین۔ ان مسائل میں

مسئلہ اولٰی زکوۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زکوۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ وجوب ادا ہوجاتا خواہ یوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج کا مالک ہوئے

سال تمام نہ ہوا یا یوں کہ سال گزشتہ کی دے چکا ہے اور سال رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک انتہائے سال نہ ہو بلا شبہہ تفریق وتدریج کا اختیار کامل رکھتا ہے جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولان حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الادا نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ تو ابھی شرع اُس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا یہ پیشگی دینا تبرع ہے ولا جبر علی المتبرع وھذا ظاھر جدا۔ اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی تو اب تفریق وتدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام وکمال زر واجب الادا ادا کرے کہ مذہب صحیح ومعتمد ومفتٰی پر ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعث گناہ۔ ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کی تصریح ثابت رواہ الفقیہ ابوجعفر عن الامام الاعظم وذکرہ ابویوسف فی الامالی کما فی الخلاصۃ وفی منتقی الامام ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم الشہید رحمہ اللہ تعالٰی علی ما نقل القہستانی عن المحیط انہ علی الفور عندھما وعن محمد لاتقبل شہادۃ من اخرہ فھذا ظاھر فی انہ ھو المذھب المروی عن الشیخین فی ظاھر الروایۃ۔ فتح القدیر میں ہے یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشہید فی المنتقی وھو عین ما ذکرہ الفقیہ ابوجعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یکرہ ان یؤخرھا من غیر عذر فان کراھۃ التحریم ھی المحمل عند اطلاق اسمھا عندھم وکذا عن ابی یوسف وعن محمد ترد شہادتہ بتاخیر الزکوٰۃ لان الزکوٰۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلٰثۃ وجوب فوریۃ الزکوٰۃ اھ ملخصاً فتاوی امام قاضی خاں میں ہے ھل یأثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یاثم وھکذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکوٰۃ من غیر عذر لاتقبل شہادتہ وروی ھشام عن ابی یوسف لایاثم اھ ملخصاً **قلت** فقد قدم التاثیم وما یقدمہ فھو الراجح الاظھر الاشھر عندہ کما نص علیہ بنفسہ ویکون ھو المعتمد کما صرح بہ الطحطاوی والشامی وغیرھما وکذا قدمہ فی الھدایۃ والکافی۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے یجب علی الفور عند تمام الحول حتی یاثم بتاخیرھا من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یاثم عند الموت والاول اصح کذا فی التھذیب جواہر اخلاطی میں ہے یجب الزکوٰۃ علی الفور حتی یاثم بتاخیرہ بلاعذر وقیل علی التراخی والاول اصح اھ ملخصاً مجمع الانہر میں ہے قال محمد لاتقبل شہادۃ من لم یؤد زکٰوتہ وھذا یدل علی الفور کما قال الکرخی وعلیہ الفتوی۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے (وقیل فوری) ای واجب علی الفور (وعلیہ الفتوی) کما فی شرح الوھبانیۃ (فیاثم بتاخیرھا) بلاعذر (وترد شہادتہ) لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح اھ **اقول** فاذا کان ھذا ھو قضیۃ الدلیل والالصق بمقصد الشرع الجلیل وھو الاحوط فی الدین والادفع لکید الشیاطین والانفع لفقراء المسلمین وقد جزم بہ المولی فقیہ النفس قاضی الامۃ وصححہ من مر ویاتی من کبار الائمۃ وقد ثبت عن ساداتنا الثلٰثۃ سالکی الازمۃ وقد نص کثیرون ان علیہ الفتوی ومعلوم ان ھذا اللفظ اکد واقوی فعلیہ فلیکن التعویل والاعتماد وان حکی التراخی ایضاً عن الثلٰثۃ الامجاد وصححہ الباقانی والتاتارخانی **بل** قال المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ما ذکر ابن شجاع من اصحابنا ان الزکوٰۃ علی التراخی یجب حملہ علی ان المراد

بالنظر الی دلیل الافتراض ای دلیل الافتراض لایوجبھا وھو لاینفی وجود دلیل الایجاب اھ قال العلامۃ السید احمد المصری فی حاشیۃ الدر المختار اختار الکمال ان الزکوۃ فریضۃ وفوریتھا واجبۃ ویصلح ھذا توفیقا بین القولین اھ **قلت** وکان ظھر لی التوفیق بان من قال بالتراخی فمرادہ ان وقتہ العمر فتکون اداء متی ادی وان اثم بالتاخیر ومن قال بالفور اراد انہ یاثم بالتاخیر وان لم یصر بہ قضاء ولابدع فی ذلک فان الحج فوری علی الراجح مع الاجماع علی انہ لو تراخی کان اداء ونظیرہ سجدۃ التلاوۃ وجوبھا فوری عند ابی یوسف ومتراخ عند محمد وھو المختار کما فی النھر والامداد والدر المختار واذا اداھا بعد مدۃ کان مؤدیا اتفاقا لاقاضیا کما فی النھر الفائق وغیرہ **اقول** لکن یخدش التوفیقین ما قدمنا عن الخانیۃ حیث فرض المسألۃ فی التاثیم ونص روایۃ ھشام عن ابی یوسف لایاثم فلابد من ابقاء الخلاف وترجیح الراجح او یقال ان ھشاما انما سمع التراخی فنقل ھو او من روی عنہ بالمعنی علی ما فھم ولعل فیہ بعد العرف وینکر فلیتدبر واللہ تعالٰی اعلم۔ بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصریح فرمائی کہ اُس کی ادا میں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے یہی منقول ہے محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے کما عن الفتح والخانیۃ ومجمع الانھر ومثلہ فی خزانۃ المفتین وفی شرح النقایۃ عن المحیط وفی جواھر الاخلاطی وبہ جزم فی التنویر والدر کما سمعت ونقل الامام الخاصی وصاحب المضمرات شرح القدوری والطحطاوی والشامی وغیرھم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** وقول من قال ترد شھادتہ یؤیدنا کما لایخفی ومن قال لا فقولہ لایخالفنا اذ لیس کل ما یترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ مما ترد بہ الشہادۃ کما لیس یخاف علی من طالع کتاب الشہادۃ اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کل کی تاخیر نہ ہوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے لان الایجاب الفوری انما ھو للکل لا البعض وھذا ظاھر جدا **ثم** فی معنی الفور ھھنا بحث للعلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قولہ فیأثم بتاخیرھا الخ ظاھرہ الاثم بالتاخیر ولو قل کیوم او یومین لانھم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لایؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم اھ فتامل اھ **اقول** لایخفی ان ھذا القول المعتمد منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور وعدم التاخیر وانما معناہ کما نصوا علیہ وافد تمامنتم ھو الاتیان فی اول اوقات الامکان فالتقیید بعدم التاخیر عاما تغییر لاتفسیر ویظھر لی ان قضیۃ الدلیل ایضا تخالفہ فان العلماء کالامام فقیہ النفس والامام المحقق علی الاطلاق والامام حسین بن محمد السمعانی صاحب خزانۃ المفتین والعلامۃ برھان الدین ابی بکر بن ابراھیم الحسینی صاحب جواھر الاخلاطی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی ذکروا تعلیل تفرقۃ محمد بایجاب الزکوۃ علی الفور والحج متراخیا بان الزکوۃ حق الفقراء فیأثم بتاخیر حقھم بخلاف الحج فانہ خالص حق المولٰی سبحانہ وتعالٰی وانت تعلم ان حق العبد بعد وجوب الاداء والتمکن منہ لایتاخر اصلا الا تری ان الاجل اذا حل فمطل الغنی ظلم وان قل وکذا ما حقق المولی المحقق حیث اطلق من ان مع النص قرینۃ الفور وھو انہ الشرع لدفع حاجۃ الفقراء وھی معجلۃ

یدل علی الفور الحقیقی ولا یتفاوت التسویف بعام واعوام فی عدم حصول المقصود علی وجہ التمام لاجرم ان قال فی مجمع الانہر بعد ذکرہ الفتوی علی فوریۃ الزکوۃ معنی یجب علی الفور انہ یجب تعجیل الفعل فی اول اوقات الامکان اھ وقد سمعت نص الخانیۃ اذ قال ھل یاثم بتاخیر الزکوۃ بعد التمکن الخ وقال فی خزانۃ المفتین یاثم بتاخیر الزکوۃ بعد التمکن ومن اخر من غیر عذر لا تقبل شھادتہ لان الزکوۃ حق الفقراء فیاثم بتاخیر حقھم اھ ملخصا فھذہ نصوص صرائح وما فی المنتقی مفھوم مع انہ ھو الذی یقضی بہ الدلیل فحق ان یکون علیہ التعویل نعم لاغرو فی تقیید رد الشھادۃ بمرور المدۃ فان دلیل الفور ظنی والثابت بہ الوجوب فترکہ صغیرۃ لا ترد بہ الشھادۃ الا بعد الاصرار ولا بد لذلک من مرور مدۃ کما افادہ البحر فی مسئلۃ تاخیر الحج واللہ تعالی اعلم۔ پھر بعد وجوب ادا تدریج کی صورت اظہر من الشمس کہ مذہب صحیح پر ترک فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں وقال تعالی سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وقال تعالی فاستبقوا الخیرات ظاہر ہے کہ وقت موت معلوم نہیں ممکن کہ پیش از ادا آجائے تو بالاجماع گنہگار ہوگا فان کل موسع یتضیق عند الموت کما نصوا علیہ ولذا اصرح القائلون بتراخی الوجوب انہ یاثم عند الموت کما قدمنا۔ اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل کما لایخفی علی خادم الفقہ۔ اور مالی وجانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کسے ہے فان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ممکن کہ بہکا دے اور آج جو قصد ادا ہے کل یہ بھی نہ رہے سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک قبائے نفیس بنوائی طہارت خانے میں تشریف لے گئے وہاں خیال آیا کہ اسے راہ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی قریب دیوار حاضر ہوا حضور نے قبائے معلی اُتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی فرمایا کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ یہ اُن کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالی علی ابیھم الکریم الاکرم وعلیھم اجمعین وبارک وسلم۔ پھر ہم کہ سخرۂ دست شیطان ہیں کس امید پر بے خوف ومطلق العنان ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج پر حامل ہوتی ہیں کبھی یہ خیال کہ اہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجتمند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں۔ کبھی یہ کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مال زکوۃ اُن کے لیے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا ذرا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا۔ جنھیں یہ خیال ہوں اُن کے لیے راہ یہی ہے کہ زکوۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہ مبارک رمضان میں اُن پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان سنہ کے لیے شوال سنہ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسب رائے ومصلحت دیتے رہیں کہ اس میں اُن کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم وممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ثانیہ

زید کے پاس زیور ہے وہ اُس کی زکوۃ دیتا ہے آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زر زکوۃ زیادہ کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ نے سونے چاندی کی نصاب پر کہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وہ روپیہ اشرفی ہو یا گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شے حولانِ حول قمری کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں مقرر فرمایا ہے۔ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کی ساڑھے باون تولے پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصاب مذکور کے پانچویں حصہ تک نہ پہونچے معاف ہے اُس پر کچھ واجب نہیں ھذا ھو مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو الصحیح کما فی التحفۃ ثم مجمع الانھر جب خمس کامل ہوجائے اُس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حصہ فرض ہوگا یونہی ایک خمس سے دوسرے تک عفو اور ہر خمس کامل پر اُس کا ربع عشر مثلاً ایک شخص کے پاس ۷. تولہ سونا ہے اُس پر ۲ ماشہ سونا زکوٰۃ میں دینا ہے اور اگر ۱۰ تولہ سے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولہ ہے جب بھی وہی ۲ ماشہ ۲ سرخ واجب ہے یہ رتی کم ۱۰ تولہ معاف ہے ہاں اگر پورا ۱۰ ماشہ ۱ تولہ ہے کہ خمس نصاب ہے اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر یعنی ۳ ۳/۵ سرخ اور واجب ہوگا کل ۹ تولہ پر ۲ ماشہ ۵ ۳/۵ سرخ ہے پھر ۱۰ تولہ پورے ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا۔ جب ۱۰ تولہ ۶ ماشہ کامل ہو وہی ۲ ۳/۵ سرخ اور بڑھ کر ۳ ماشہ ۳ ۱/۵ سرخ واجب الادا ہوگا وعلٰی ہذا القیاس اسی طرح جس کے پاس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے اس پر ۱ تولہ ۳ ماشہ چاندی واجب ہے اور جب تک ۱۰ تولہ ۶ ماشہ چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے یہی واجب رہے گا جب ۶۳ تولہ کامل ہوجائے تو اس ۱۰ تولہ کا ۱/۴۰ یعنی ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ اور زائد ہو کر ۱ تولہ ۶ ماشہ ۴ ۱/۵ سرخ دینے ہوں گے پھر ۷۳ تولہ ۶ ماشہ کے قریب تک یہی دینا ہے جب ۷۳ تولہ پورے ہوں تو وہی ۱/۴۰ کا ۱/۴۰ اضافہ ہو کر ۱ تولہ ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ کا وجوب ہوگا وعلیہ قس درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل والمعتبر وزنھما اداءً ووجوبًا لا قیمتھما واللازم فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیًا مطلقا مباح الاستعمال اولا ربع عشر وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درھما درھم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان وما بین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وھی مسئلۃ الکسور اھ ملخصًا

پھر جو شخص مالک نصاب ہے اور ہنوز حولانِ حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعہ ہبہ یا میراث یا شرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گزرنا اُس سب پر حولانِ حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ اُن کی کوئی چیز ہو اور مالِ تجارت بھی اُنھیں کی جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکوٰۃ یوہیں آتی ہے کہ اُس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انھیں کی نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر وسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دو بار زکوٰۃ نہ لازم آئے پھر ملانے کے بعد عفو وایجاب کے وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے۔ مثلاً ایک شخص یکم محرم ۳۰ھ کو ۳۰ تولے سونے کا مالک ہوا اور اُس کے سوا جنس زر وسیم سے اور کوئی چیز اُس کی ملک نہیں تو اُس پر ۹ ماشہ سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۳۰ھ کو واجب الادا ہوگا ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ۱ تولہ اور یکم ذی الحجہ کو ۲ تولہ سونا اُسے اور ملا کہ اب کل ۳۳ تولے ہوگیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموع کی زکوٰۃ ۹ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ سونا واجب الادا ہوگا گویا اس سب پر سال گزر گیا اگرچہ واقع میں اُس ایک تولے کو ہنوز چھ مہینے اور اُن دو تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے اور اگر اُس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولہ تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے اسی طرح اگر تین تولہ سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۲۰ ذی الحجہ کو اس نے اپنی

زمین یا غلے یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مال تجارت خریدا جس کی قیمت ۳ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے ابھی دس ہی دن گزرے مگر مجموع ۳۳ تولے کی زکوۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوۃ ادا کردی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں ان نئی بکریوں کے لیے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں سے ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل ہیں جس کی زکوۃ اس سال کی بابت ادا ہوچکی اب اگر انھیں نصاب شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دوبار زکوۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویرالابصار و درمختار میں ہے المستفاد ولو بھبة (او شراء او میراث او وصیة اھ ش) وسط الحول یضم الی نصاب من جنسه (مالم یمنع منه مانع وھو الثنی المنفی بقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لاثنی فی الصدقة اھ ش) فیزکیه بحول الاصل ولو ادی زکوۃ نقد ثم اشتری به سائمة لاتضم الی سائمة عندہ من جنس السائمة التی اشتراھا بذلك النقد المزکی ای لایزکیھا عند تمام حول السائمة الاصلیة عند الامام المانع المذکور (اھ ش) اھ بالتلخیص وفی ش ایضًا احد النقدین یضم الی الاٰخر وعروض التجارة الی النقدین للجنسیة باعتبار قیمتھا بحر اھ ملخصًا واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اگر آیندہ زیور کم ہوجائے تو کس حساب سے کمی کی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو ۲ ماشہ سونا کہ اُس پر واجب ہوا وہ صرف ۷۔ تولے کے مقابل ہے نہ پورے آٹھ تولے کے کہ یہ چھ ماشہ جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے یوہیں اگر ۱۰ تولہ کا مالک ہو تو زکوۃ صرف ۹ تولہ یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے الزکوۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلك بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملة اھ ملخصا درمختار میں ہے لافی عفو وھو مابین النصب فی کل الاموال پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اُسی قدر مال کم ہوجائے جتنا عفو تھا مثلاً مثال اول میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلا قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکوۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوۃ اُسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مثل له فی المنتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اُس سے زائد کا ہوا جیسے امثلۂ مذکورہ میں دو تولے یا یوں کہ ابتداءً مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۱۰۵ تولے سونا کہ اس میں سے رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو۲ حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد بر **تقدیر اول** دو۲ حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام پر رقم نصابہائے پیشیں پھر پوری ہوگئی یا نہیں اگر پوری ہوگئی تو یہ نقصان بھی اصلا نقصان نہ ٹھہرے گا اور اُس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا مثلاً ایک شخص یکم محرم سنہ کو پندرہ تولہ سونہ کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہوگیا یا صرف کردیا یا کسی کو دے ڈالا اور تھوڑا

اگرچہ بہت خفیف باقی رہا پھر جس قدر کم ہوگیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے بھر آگیا تو پورے پندرہ تولے یعنی دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینی ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے یونہیں اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اُس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یونہیں بعد ہلاک اُس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحالت استمرار ہوتا اُسی قدر پوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ ملک اول سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس دن ملک جدید ہوگی اُس دن سے حساب کیا جائے گا مثلاً یکم محرم کو مالک نصاب ہوا صفر میں سب مال سفر کر گیا ربیع الاول میں پھر بہار آئی تو اسی مہینہ سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہا۔ درمختار میں ہے شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتهاء للوجوب فلا یضر نقصانه بینهما فلو هلك کله بطل الحول۔ ردالمحتار میں ہے فان وجد منه شیئا قبل الحول ولو بیوم ضمه وزکی الکل اُسی میں ہے قوله هلك کله ای فی اثناء الحول حتی لو استفاد فیه غیره استانف له حولا جدیدا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حساب نصاب ولحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہوں گے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولان حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ راساً ساقط وذالك لان الحول لان شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیئ والا وجب فیما حال علیه الحول حدیث میں ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیه الحول اخرجه ابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا حاشیہ شامی میں ہے لو استهلکه قبل تمام الحول فلا زکوٰۃ علیه لعدم الشرط **بر تقدیر ثانی** یعنی جبکہ مال پر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہوچکی اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہوگیا یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اُس رقم سے کچھ اتلاف کیا صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلانیت زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دیدیا اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع وتلف ہوگیا مثلاً چوری ہوگئی یا زر وزیور کسی کو قرض ور عاریت دے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مر گیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے اب **صورت اولٰی** یعنی استہلاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہولی تھی اُس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہاں تک کہ اگر سارا مال صرف کردے اور بالکل نادار محض ہوجائے تاہم قرض زکوٰۃ بدستور ہے۔ سراجیہ ونہایہ وغیرہما میں ہے لو استهلك النصاب لا یسقط نہر الفائق وحاشیہ طحطاوی میں ہے لو وهب النصاب لغنی بعد الوجوب ضمن الواجب وهو اصح الروایتین محیط سرخسی وعلمگیریہ میں ہے فی روایة الجامع یضمن قدر الزکوٰۃ وهو الاصح اور **صورت ثانیہ** یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہوگا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئے گی درمختار میں ہے اذا نوی نذرا او واجبا آخر یصح ویضمن الزکوٰۃ اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق کر دے تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ ہندیہ میں ہے من تصدق بجمیع نصابه ولا ینوی الزکوٰۃ

سقط فرضھا عنہ وھذا استحسان کذا فی الزاھدی ولا فرق بین ان ینوی النفل او لم تحضرہ النیۃ اور اگر بعض تصدق کیے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اُس کی زکاۃ ساقط اور باقی کی لازم مثلاً دوسو درم پر حولانِ حول ہوگیا اور زکوٰۃ کے پانچ درم واجب ہولیے اب اس نے سو درم للہ دیدیے تو ان سو کی زکوٰۃ یعنی ڈھائی درم ساقط ہوگئی صرف ڈھائی دین رہے وھو روایۃ عن صاحب المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الزاھدی والعنایۃ وغیرھا وعن الامام ابی یوسف ایضا کما فی القھستانی عن الخزانۃ **قلت** وبہ جزم القدوری فی مختصرہ والسمعانی فی خزانۃ المفتین عن شرح الطحاوی ولما قال الاکمل روی ان الامام مع محمد فی ھذہ المسئلۃ قال الطحطاوی عن ابی السعود عن شیخہ ان ھذا کالنص بالحجیۃ اھ وقد نص فی القھستانی والھندیۃ اثرین عن الزاھدی انہ الاشبہ مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکوٰۃ سے کچھ نہ گھٹے گا تو صورت مذکورہ میں اگرچہ سو روپیہ خیرات کردے زکوٰۃ کے پانچوں درم بدستور واجب رہے یہ مذہب زیادہ قوی ومقبول وشایان قبول ہے **اقول** فقد اعتمدتہ عامۃ المتون کالوقایۃ والنقایۃ والکنز والاصلاح والملتقی والتنویر وغیرھا حتی لم یتعرض کثیر منھم لخلافہ اصلا واقرتھم علیہ الشروح کذخیرۃ العقبی والبرجندی وتبیین الحقائق والایضاح ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وقدمہ قاضی خاں وابراھیم الحلبی فی متنہ وھما لا یقدمان الا الاظھر الاشھر الارجح کما نصا علیہ فی خطب الکتابین وکذا قدمہ فی الخلاصۃ ومعلوم ان التقدیم یشعر بالاختیار کما فی کتاب الشرکۃ من العنایۃ والنھر والدر المختار واخر دلیلہ فی الھدایۃ وھو لایؤخر الا دلیل ماھو المختار عندہ لیکون جوابا عن دلیل ما تقدم واقرہ علی ھذا الاشارۃ المحقق فی الفتح وکذا ذکر الزیلعی فی التبیین دلیل القولین وشید دلیل ابی یوسف واجاب عن دلیل محمد ونسب فی الایضاح والملتقی والدر المختار الخلاف لمحمد وھو تضعیف لہ کما عرف من محاوراتھم واقر الدر علی ذلک الشامی وفواہ ببعض ما ذکرنا ھنا وھو صنیع الملتقی وتقدیم قاضی خاں وتاخیر الھدایۃ فقد ترجح ھذا **اولا** بتظافر عامۃ المتون علیہ **وثانیا** بجلالۃ شان من اعتمدوہ واقروہ کالامام فقیہ النفس الذی قالوا فیہ انہ لایعدل عن تصحیحہ والامام المحقق صاحب الھدایۃ وعصریھما الامام صاحب الخلاصۃ والامام النسفی صاحب الکنز فالامام برھان الدین محمود وحفیدہ الامام صدر الشریعۃ والامام المحقق حیث اطلق والامام الفخر الزیلعی و العلامۃ ابن کمال الوزیر وھم جمیعاً من ائمۃ الاجتھاد بوجہ اقرلھم بذلک علماء معتمدون ولاکذلک من عددنا فی القول الاول الا القدوری وشارح الطحاوی اما السمعانی فلم ار من اعترف لہ بذلک وابو السعود ھذا لیس ھو الامام المحقق علامۃ الوجود خاتمۃ المجتھدین محمد افندی مفتی الدیار الرومیۃ فانہ متقدم علی صاحب البحر المقدم علی الشرنبلالی السابق علی السید ابی السعود ھذا المتکلم علی کتب الشرنبلالی تحشیا وتعلیقا فتصحیح ھؤلاء الاجلۃ ولو التزاما لا یقادمہ قول المجروح المطروح ان غیرہ اشبہ ثم ما فیھم وفی من تبعھم من اعاظم المتاخرین من الکثرۃ کما علمت یقضی بترجیحہ فانما العمل بما علیہ الاکثر کما فی العقود الدریۃ وغیرھا **وثالثا** بقوۃ دلیلہ کما یظھر بمراجعۃ التبیین وغیرہ **ورابعا**

ان فرض تساوی القولین من جھۃ الترجیح فیترجح ھذا بانہ قول ابی یوسف کما عرف ذلک فی رسم المفتی **وخامسًا** بانہ الاحوط فان فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین **وسادسًا** بانہ الانفع للفقراء وقد علم ان للعلماء بذلک اعتناء عظیمًا فی الزکوۃ والاوقاف ھذا ماظھر لی فانظر ماذا تری واللہ تعالی اعلم رہی **صورت ثالثہ** یعنی ہلاک اُس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب ربع متناسبہ اُتنے کی زکوۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اُتنے کی زکوٰۃ باقی مثلاً دو سو بیس ۲۲۰ درم شرعی کا مالک تھا حولان حول کے بعد ۵ درم واجب الادا ہوئے ابھی نہ دیئے تھے کہ ۴۰ درم ہلاک ہوگئے تو اب نیم درم ساقط اور ۴۱/۲ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے نصاب میں سے صرف ۲۰ گھٹے وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصہ یعنی آدھا درم ساقط ہوگا باقی باقی یا یوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۲۰ ہلاک ہوئے ہیں ان کا ۱/۴۰ نیم درہم ہے اُسی قدر ساقط ہوگیا یا یوں خیال کرلیا کہ ایک سو اسی باقی ہیں ان کا ۱/۴۰ ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا تینوں کا حاصل ایک ہوا اور اگر صورت مذکورہ میں ۲۱ درم ضائع ہوئے ہیں تو زکوٰۃ سے درم کا صرف بیسواں حصہ کہ کل واجب کا نصف عشر عشر یعنی ۱/۲۰۰ ہے ساقط ہوگا باقی ۴ ۱۹/۲۰ واجب کہ نصاب سے فقط ایک درم ہلاک ہوا ہے یہ نصاب کا ۱/۲۰۰ تھا اور اگر ۲۱۹ تلف ہوئے تو درم کا فقط ۱/۴۰ دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصہ نصاب باقی ہے وعلی ہذا القیاس درمختار میں ہے لاشیئ فی عفو ولا فی ھالک بعد وجوبھا لتعلقھا بالعین لا بالذمۃ وان ھلک بعضہ سقط حظہ ویصرف الھالک الی العفو اولا ثم الی نصاب یلیہ ثم وثم بخلاف المستھلک لوجود التعدی والتوی بعد القرض والاعارۃ ھلاک اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے والتوی ھٰھنا ان یجحد ولا بینۃ علیہ او یموت المستقرض لاعن ترکۃ اسی میں ہے من الاستھلاک مالو ابرأمد یونہ الموسر بخلاف المعسر اھ **اقول** وما اشار الیہ فی الدر من الترتیب فی الصرف الی النصب فھو مذھب سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ خلافا للامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فانہ یصرف الھالک بعد العفو الی جمیع النصب شائعا ولکنی لم اذکرہ ھٰھنا لان الکلام فی الذھب والفضۃ وفیھما لاثمرۃ لھذا لعدم تفاوت نصبھا فی الواجب اصلا فانہ ربع العشر علی الاطلاق وانما تظھر فی السوائم لاختلاف الواجب فیھا باختلاف النصب فقد یکون شاۃ وتارۃ بنت مخاض واخری بنت لبون وھٰکذا فمن ملک ستۃ وثلثین من الابل فھلک احدی عشرۃ فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الثانی ۲۵/۳۶ بنت لبون ای خمسۃ وعشرون جزء من ستۃ وثلثین جزء من اجزاء بنت لبون واما لاتعدد ام المثلیۃ فیتصور تفاوت الحساب کمن ملک مائتی شاۃ وشاۃ فالواجب ثلث شیاہ ھلکت منھا ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفا للھلاک الی اقرب النصب و عند ابی یوسف ۱۲۱/۲۰۰ ثلث شیاہ ای مائۃ واحد وعشرون جزء من مائتی اجزاء وجزء من ثلث شیاہ ولا یجب ان یکون ھذا کمثل شاتین ویظھر ذلک عند التقویم فان دفع القیمۃ جائز فی الزکوۃ قطعًا فلنفرض ان شاۃ بسبعۃ وستین قرشا فقیمۃ الواجب عند الامام ۱۳۴ قرشا وعند ابی یوسف ۱۲۱ وھٰکذا اما ھٰھنا فالنصبین والشیوع سواء بلا تفاوت اصلا فان من ملک مثلاً ۴۴ مثقالا من ذھب فالواجب مثقال وقیراطان لان کل مثقال عشرون قیراطا فاذا ھلک

۲۴ مثقالاً مثلاً وبقی ۲۰ فالواجب علی طریقۃ الامام نصف مثقال وعلی طریقۃ ابی یوسف ۵/۱۱ ای خمسۃ اجزاء من احد عشر جزء من اجزاء مثقال وقیراطین فاذا جنسنا حصل ۲۲ قیراطا نخصتہا المذکورۃ عشرۃ قراریط و ذلك نصف مثقال وکذا اذا ملك ۱۸ تولجۃ من ذھب وھو نصابان وخمسان فالواجب ۵ ماشہ ۳ ۱/۵ سرخ فاذا ھلك ۳ تولجات مثلا بقی نصابان فالواجب علی طریقۃ الامام ۴ ماشہ ۴ سرخ وعلی طریقۃ ابی یوسف ۵/۶ من الواجب الاول فاذا جعلنا الکل اخماس حبۃ کانت ۱۰۶ خمسا ناخذ منہا ۵/۶ یحصل ۸۰ خمسا وھو ۴ ماشہ ۴ سرخ سواءً بسواء وان شککت فانظر الی ھذا العمل ماشہ ۴) ۵/۱۸ ۸۰(۳۶ ۱/۴ سرخ ۲۱۶(۳۶ /۶ ثم اعلم ان ابراء المدیون الغنی ایضا قد یکون ھلاکا و ذلك اذا کان الدین ضعیفا وھو الذی لیس فی مقابلۃ مال کالمہر والدیۃ وبدل الخلع وتمام الکلام علیہ فی رد المحتار واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ رابعہ

سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ علمائے رام پور نے جواز کا فتوی دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم وبنی عبد المطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبد المطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے شذوذ شاذ وعامہ شروح معتمدہ وفتاوائے مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پُرنور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت[1] سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت[2] سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت[3] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی الامام الطحاوی والحاکم وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال و[4]روی عنہ الطحاوی حدیثا اٰخر والطبرانی حدیثا[5] ثالثا حضرت[6] عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت[7] سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابونعیم حضرت[8] ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی[9] حدیثان[10] اٰخران حضرت[11] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی[12] حدیث اٰخر حضرت[13] معاویہ بن حیدہ قشیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی

حدیث اخر حضرت ابو رافع[15] مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد و داؤد والترمذی والنسائی والطحاوی و ابن حبان و ابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز[16] یا کیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت[17] بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راھویہ وابو یعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابو لیلٰی[18] رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابو عمیرہ[19] رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ[20] بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت[21] عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن[22] بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین[23] صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین[24] ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ[25] رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد والبخاری ومسلم اور بیشک اس تحریم کی علت اُن حضرات عالیہ کی عزت وکرامت ونظافت وطہارت کہ زکوٰۃ مال کا مَیل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم و ابن عباس عند الطبرانی وعلی[26] المرتضٰی عند الطحاوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اسی طرح عامہ علما مثل امام[1] ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار اور امام[2] شمس الائمہ سرخسی محیط اور امام صدر[3] شہید شرح جامع صغیر اور امام[4] برہان الدین فرغانی ہدایہ اور امام حافظ الدین[5] نسفی کافی اور امام فخر الدین[6] زیلعی تبیین اور امام[7] سمعانی خزانۃ المفتین اور علامہ[8] یوسف چلپی ذخیرۃ العقبی اور محقق غزی[9] منح الغفار اور مدقق علائی[10] درمختار اور فاضل رومی[11] مجمع الانہر اور سید حموی[12] غمز العیون اور انکے غیر ان کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائما ابدا بقائے حکم میں کوئی شبہ نہیں یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام ابو الحسن[1] کرخی و امام ابو بکر[2] جصاص و امام حسام الدین[3] عمر صدر شہید و امام[4] علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ و امام طاہر[5] بخاری صاحب خلاصہ و امام سغناقی[6] صاحب نہایہ و امام نسفی[7] صاحب کافی و امام زیلعی[8] شارح کنز و امام حسین[9] بن محمد صاحب خزانہ و امام ہمام[10] محمد بن الہمام صاحب فتح و علامہ اتقانی[11] صاحب غایۃ البیان و علامہ برجندی[12] شارح نقایہ و علامہ زین بن نجیم صاحب اشباہ وبحر و علامہ عمر[14] بن نجیم صاحب نہر و علامہ ابراہیم[15] حلبی صاحب ملتقی و علامہ محمد[16] حصکفی صاحب درمختار و مصنفان[17] اختیار شرح مختار و فتاوٰی[18] ہندیہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اُجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیا کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی برا ءت کی شایاں۔ تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبھۃ بدلیل سقوط الزکوۃ عن ارباب الاموال فلایحل للعامل الھاشمی تنزیھا لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقھم اھ ملخصا محیط و بحر و درر وغیرہا میں ہے زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیاء کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولٰی ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب ھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا حتی یملک ما یدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ

شبھۃ وقوع الملك لمولاہ الھاشمی والشبھۃ معتبرۃ لکرامتہ بخلاف الغنی کما مر فی العامل فلذا قید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ **بالجملہ** جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں اب جو صاحب جواز پر فتوی دیں اُن کا منشا غلط ایک مقدوح و مرجوح ومجروح ومطروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوۃ روا ہے کہ بسبب حرمت مال غنیمت سے خمس خمس ملتا تھا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً صحیح نہ درایۃً نجیح ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے فتاوای یکم جمادی الاولی ۱۳۰۶ھ ہجریہ مندرجہ مجموعۂ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں بحمداللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کر دی اور اُسی میں اٹھارہ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جن میں سترہ خود کلام امام ممدوح کی شہادات سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے متصل صاف صریح تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام موالی پر بھی زکوۃ حرام فرماتے ہیں ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں۔ سبحان اللہ جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں کی حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر انھیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوای فقیر کی طرف رجوع کرے اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع اور دلیل ودرایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب وضائع اور فتوای امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع تو اُس پر فتوی دینا قطعاً مردود جس سے شرع مطہر حرج ناراض۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح وترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوی دیا ہو باینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے۔ درمختار میں ہے قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں مذیل بفتوی ہوں۔ بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیھا علما فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں۔ ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ما خالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوی ہو اور اُس جانب کچھ نہیں تو اُدھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے۔ کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تعویل یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ما وافقھا روایۃ کما فی الغنیۃ

شرح المنیۃ وردالمحتار وغیرہا اس تکیہ روایۃ پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھئے جب روایت کی موافقت مانع عدول تو ماہی الروایۃ
کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی [illegible]ت پر ایسا یقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پرنور صلوات اللہ
تعالٰی وسلامہ علیہ سن رہے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ
بکثرت علمائے اصحاب متون وشروح وفتاوی اپنے تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] وہدایہ[2] ووافی[3] وکنز[4] ووقایہ[5] ونقایہ[6] واصلاح[7] و
ملتقی[8] وتنویر[9] وہدایہ[10] وکافی[11] وشرح وقایہ[12] والیضاح[13] واشباہ[14] ودرمختار[15] وطریقہ محمدیہ[16] وحدیقہ ندیہ[17] وخانیہ[18] وخلاصہ[19] وخزانۃ المفتین[20] وجواہر اخلاطی[21]
وعالمگیری[22] وغیرہا میں اس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور طبقۃ فطبقۃ منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے کیا وہ اس روایت شاذہ سے
آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اسے قابل التفات نہ سمجھے اور بیشک وہ اسی قابل تھی۔ یہ باون[52] عبارتیں اور ستائیس[27] حدیثیں جن کی طرف فقیر نے
اس تحریر میں اشارہ کیا بحمد اللہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب
نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوۃ یقیناً حرام نہ انہیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُن کے دیئے زکوۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل
نہیں اور اُس کے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حلیہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے
ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ ولاحول ولاقوۃ
الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پرآشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں
سے بطور ہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو اُن کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماوانہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقے میں انہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب
چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ
اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رءوف ورحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابن عساکر
امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اہل بیتی یدا کافأتہ
علیہا یوم القیامۃ جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اُسے عطا فرماؤں گا۔ خطیب بغدادی
امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من
خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافأتہ اذا لقینی جو شخص اولاد عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا
مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا اللہ اکبر اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا
دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرمادیں
ایک نگاہ لطف اُن کی جملہ مہمات دوجہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں صلے سے اعلٰی وانفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا
لقینی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ روز قیامت وعدۂ وصال و دیدار محبوب ذی الجلال کا مژدہ سنانا ہے۔ مسلمانو
اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے

تو بحمداللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوۃ کی زکوۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کردے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا۔ ذخیرہ وہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتا من زکوۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بھا علی فقیر من اھل المیت ثم ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیت ثواب التکفین وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ والفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا **اقول** ویظھرلی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورھم شیئا فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار حیلۃ التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لومرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدئ من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ فھذا عین ما جنحت وللہ الحمد مگر اس میں دقت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد لہذا فقیر غفراللہ تعالی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوۃ سے بیس۲۰ روپے سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس۲۰ روپے کو بیچیں گے یہ روپے تمہیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا جانے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپے بہ نیت زکوۃ اسے دے جب وہ قابض ہوجائے اپنے مطالبہ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی دے دیگا کہ سرے سے اسے ان روپیوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ وہ گرہ سے جاتا سمجھے اسے تو صرف اس کپڑے یا غلے کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپے کہ بطور خود نذر سید یا بنائے مسجد میں صرف کرے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ

واخذ ھالکونہ ظفر بجنس حقہ اھ اور فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اُس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اُس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلاتکلف روا ہو اور کپڑے غلے کی تخصیص اس لیے کی کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوٰنا بل حققنا فیھا ان لاد لالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زرزکوٰۃ پر اُس کا قبضہ کراکر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیاء کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذاللہ اُن کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ نسألہ تعالٰی ان یصلح اعمالنا ویحصل اٰمالنا والحمد للہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ خامسہ

زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی[1] ہو نہ اپنا[2] شوہر نہ اپنی عورت[3] اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو[4] اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ[5] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ اپنا[6] یا ان پانچوں[7] قسم میں[8] کسی[9] کا مملوک[10] اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی غنی[11] کا غلام غیر مکاتب نہ مرد غنی[12] کا نابالغ[13] بچہ نہ ہاشمی[14] کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر و غنی[15] پہلے[16] ہی خارج ہوچکے یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے ہیں اور باوجود تفہیم اُس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذلک فی فتاوٰنا اسی طرح غیر ہاشمی[1] کا آزاد[2] بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے[3] اور اپنے اصول وفروع و زوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن غنیہ[4] کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن[5] بھائی[6] چچا[7] پھوپھی[8] خالہ[9] ماموں[10] بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو[11] یا داماد[12] یا ماں کا شوہر[13] یا باپ کی عورت[14] یا اپنے زوج[15] یا زوجہ[16] کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اُن سولہ سے نہ ہوں اور آنجا کہ انھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کردیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ

رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں[1] بالجملہ مدار کار حاجت مندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکات جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرا وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اُس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلہ رابعہ میں گزرے ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصناہ بتوفیق اللہ احسن تلخیص لعلہ لایوجد من غیرنا وللہ الحمد فمن شک فی شیئ من ھذا فلیراجع الاصول التی سمینا او لم یسم نعم لاباس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح الخ وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیہ اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیہ الزکوۃ ولا یکون کفوا للھاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیہ قال فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ ما لو کان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ ط اھ وفیہ تحت قولہ او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لا یجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر الخ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم

[1] اگر دین معجل ہے خواہ ابتداءً یا یوں کہ جو اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے ۱۲ منہ

یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذالک والاوجہ تقییدہ بالفقیر الی اٰخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ سادسہ

میرے کل زیور طلائی سادے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہا منہا کرکے ارسٹھ ۶۸ تولے ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولہ اس صورت میں جو سالانہ زکوۃ ہو اس سے مشرح مطلع کیا جاؤں اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آئندہ جس قدر اور بنے اس پر زکوۃ بڑھالی جائے بینوا توجروا۔

الجواب

سونے چاندی کی نصاب اور ان پر واجب عفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرحاً گزرا اور زیادت ونقصان کے تمام احکام تفصیل تمام مسئلہ ثانیہ وثالثہ میں مبین ہوئے وہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زروسیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اوپر نہ گزرا لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بعض ضوابط ضروریہ اور ذکر کرکے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہم و دیگر ناظرین منتفعین سے اس کے صلے میں دعائے عفو وعافیت دارین کی تمنا رکھتا ہے فاقول وباللہ التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب پہونچے تو بنفسہ وجوب زکوۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دوسری شے کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہو وہ بھی نصاب وسبب ایجاب ہے ہاں جو خمس سے کم ہے وہ اپنی نوع میں مثلاً چاندی یا سونا سونے میں موجب زکوۃ نہیں ہوسکتا کہ شرع مطہر نے اُسے عفو رکھا ہے کما قدمنا فی المسئلۃ الثانیۃ اسی طرح جو راساً نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہ سببیت وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دوسری نوع بھی ہو یعنی زروسیم مختلط ہوں تو ازآنجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وہ دونوں میں یکساں تو اس حیثیت سے ذہب وفضہ جنس واحد ہیں لہٰذا ہمارے نزدیک جو ایک نوع میں موجب زکوۃ نہ ہوسکتا تھا خواہ اس لیے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لیے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کرکے ملادیں گے کہ شاید اب اس کا موجب زکوۃ ہونا ظاہر ہو پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوۃ بڑھے گی (بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب نہ تھی اس کے ملنے سے نصاب ہوگئی یا اگلی نصاب پر نصاب خمس کی تکمیل ہوگئی) تو اسی قدر زکوۃ بڑھادیں گے اور اب اگر کچھ عفو بچا تو وہ حقیقۃً عفو ہوگا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہوجائے گا کہ یہ اصلاً موجب زکوۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے تضم قیمۃ العروض الی الذھب والفضۃ حتی یتم النصاب ویضم الذھب الی الفضۃ للمجانسۃ من حیث الثمنیۃ ومن ھذا الوجہ صار سببا ثم یضم بالقیمۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح القدیر میں ہے النقد ان یضم احدھما الی الاٰخر فی تکمیل النصاب عندنا تبیین الحقائق میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ فیکمل بہ النصاب لان الکل جنس واحد خلاصہ میں ہے اصل ھذا ان الذھب یضم الی الفضۃ فی تکمیل النصاب عندنا وھذا استحسان نقایہ میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ لاتمام النصاب ان عبارات ائمہ وتقریر فقیر سے واضح ہوا کہ یہ ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے نصاب کم

بنفسہٖ کامل ہے محتاجِ ضم نہیں کہ خود سببِ مستقل ہے تو شرع مطہر اُس کے سبب ایک مقدار واجب فرما چکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیل نصاب نہیں تعطیل نصاب ہوا یوں کہیے کہ اس ضم سے مقصود تحصیل واجب ہے نہ تبدیل واجب لہٰذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب وفضّہ کی کامل نصابوں میں حکم ضم نہیں بلکہ نصابِ ذہب پر جدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصاب فضہ پر جُدا، ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوعِ زکوٰۃ میں دوں اور وہ قیمت لگا کر ضم کرلے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقرا کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد زیادہ رائج ہے دوسرا کم تو جو رائج تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں لو کان کل منہما نصابا تاما بلا زیادۃ لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاتہ فلو ضم حتی یؤدی کلہ من الذھب او الفضۃ فلا باس بہ عندنا ولکن یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجا والا یؤدی من کل منہما ربع عشرہ۔ اس نفیس تقریر سے یہ **فائدے** حاصل ہوئے کہ اگر ایک جانب نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری طرف نصاب سے کم تو یہاں یہی طریقہ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اُس نصاب سے تقویم کرکے ملادیں یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کرکے غیر نصاب سے ملائیں مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلا عفو ہے اور دوسری جانب نصاب مع عفو تو صرف اُس عفو کو اُس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاج تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ نصاب مثلاً ۷. یا ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جس میں ۷. تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷. تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ مجموع ۶۰ تولے کو یونہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفووں کو باہم ملائیں گے دونوں طرف کی نصابیں الگ نکال لیں گے۔ ہندیہ میں ہے لو فضل من النصابین اقل من اربعۃ مثاقیل واقل من اربعین درھما فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درھما او اربعۃ مثاقیل ذھب کذا فی المضمرات پس ثابت ہوا کہ قابل ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں۔ پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقہ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیت ضم رکھتے ہیں اس میں کثرت وقلت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل وکثیر دونوں احتیاج تکمیل میں یکساں، ردالمحتار میں ہے لافرق بین ضم الاقل الی الاکثر وعکسہ بلکہ حکم یہ ہوگا کہ جو تقویم فقیروں کے لیے انفع ہو اسے اختیار کریں اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقرا کا نفع زیادہ ہے تو وہی طریقہ برتیں اور چاندی کو سونا ٹھہراتے ہیں تو یہی ٹھہرائیں اور دونوں صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ درمختار میں ہے لو بلغ احدھما نصابا دون الاخر تعین ما یبلغ بہ ولو بلغ باحدھما نصابا وخمسا وبالاخر اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اھ وفی ردالمحتار عن النھر عن الفتح تتعین ما یبلغ نصابا دون ما لا یبلغ فان بلغ بکل منھما واحدھما اروج تعین التقویم بالاروج اھ وفی شرح النقایۃ للقھستانی وان تساویا فالمالک مخیر جب یہ امور ممہد ہولیے تمام صورتوں کے احکام معلوم ہوگئے کہ اختلاط زروسیم انھیں تین حال میں منحصر۔ یا کسی کی طرف کوئی مقدار قابل ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو اس کا حکم اول ہی گزرا کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جُدا واجب ہوگی اور ایک

ہی نوع سے دینا چاہئے تو نفع فقرا کا لحاظ واجب یا[2] صرف ایک طرف مقدار قابل ضم ہوگی یہ یوں ہی ہوگا کہ ایک نصاب بلا عفو ہو اور دوسرا راسًا غیر نصاب یا نصاب مع العفو تو اس کی دو صورتیں نکلیں ان کا **ضابطہ** بھی معلوم ہو چکا کہ خاص اُسی قابل ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے یا[3] دونوں طرف مقدار قابل ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور ایک میں عفو یا دونوں میں عفو تو اس کی تین صورتیں ہوئیں **ضابطہ**[2] بھی مذکور ہوا کہ جو مقداریں دونوں طرف قابل ضم ہیں اُنھیں کو آپس میں ملائیں گے اور نفع فقرا کا لحاظ رکھیں گے یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کریں گے اور مالیت برابر ہو تو جس نقد کا رواج زیادہ ہے اُسے لیں گے اور قدر و رواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے **جدول** اختلاطات زر و سیم مع اشارۂ احکام۔

سونا / فضہ	نصاب سے کم	نصاب[1] بے عفو	نصاب باعفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بہ لحاظ النفع ملائیں	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ النفع ملائیں
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جدا زکوٰۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ النفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب باعفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بہ لحاظ النفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بہ لحاظ النفع ملائیں

ہر چند اس بیان وجدول نے مسئلہ واضح کر دیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمین کے لیے ان دونوں ضابطوں میں ایضاح امثلہ کی بیشک ضرورت لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر پھر جانب تفصیل عنان گردانی کرتا ہے و باللہ التوفیق **شرح ضابطۂ اولے** چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دوسرا نصاب نہ ہو خواہ کُلًّا یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضًا یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو اس غیر نصاب کل یا بعض کو اُس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے مثلًا چاندی کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے چاندی سے تو ضابطۂ اولی کی دو صورتیں بعد بسط چار ہو گئیں

[1] اس مثلث نہ خانہ احکام کا خانہ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلا حکم ضم نہیں اور اُس کے چاروں خانہ آتشی بادی آبی خاکی متعلق ضابطۂ اولی اور باقی چاروں خانے کہ چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطۂ ثانیہ ۱۲ منہ

جیسا کہ مطالعہ جدول سے واضح ہوا ہوگا۔ اب ہم بعد ضم دیکھیں گے کچھ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں اگر اب بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح موجب زکوٰۃ نہ ہوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ یہ غیر نصاب جو اپنی نوع میں ناموجب زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ۔ تو یہ تین حالتیں ہوئیں جنھیں اُن چار میں ضرب دیے سے بارہ صورتیں نکلیں۔ اب ہر ایک کی مثال لیجیے اور حساب کے لیے فرض کیجیے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس تولے چاندی ہے اور تولہ بھر چاندی کی چار رتی سونا **مثال ۱** ایک شخص کے پاس ۵۲ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشہ سونا ہے تو چاندی نصاب تام بلا عفو ہے اور سونا کُلاً غیر نصاب لہٰذا سونے کو چاندی کرکے چاندی سے ملایا یعنی بلحاظ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہوئی نرخ مذکور پر یہ سونا ۱۰ تولے چاندی کا ہوا تو گویا وہ ۵۲ تولے چاندی ۵ ماشہ سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۳ تولے چاندی کا مالک ہے یہ چاندی کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس پوری ہوئی جس پر عفو کچھ نہ بچا **مثال ۲** اسی صورت میں ۱۰ ماشے سونا فرض کیجیے جس کے ۲۰ تولے چاندی تو گویا ۷۲ تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصاب خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو بچی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہوا یعنی سونے کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بوجہ عدم نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھُل گیا کہ اُس میں صرف ۴½ ماشے سونا جس کی ۹ تولے چاندی ہوئی عفو ہے باقی پر زکوٰۃ واجب **مثال ۳** صورت مسطورہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانیے تو کُل عفو رہے گا کہ اُس کی دس ہی تولے چاندی ہوئی اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو ہے اور چاندی میں خمس ۱۰ تولے ہے **مثال ۴**۔ اسی صورت میں ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا لیجیے تو ۷ تولے سونا تو نصاب کامل ہے اُس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کریں گے اور ایک نصاب اور ایک نصاب خمس نصاب سیم کی زکوٰۃ واجب پائیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا **مثال ۵** اسی صورت میں اگر ۸ تولے ۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی ۴½ ماشے سونا عفو رہے گا **مثال ۶**۔ ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا ہے تو نصاب زر سے جتنا زیادہ ہے یعنی ۵ ماشے سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی زکوٰۃ نہیں بڑھاتا ان چھ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلا عفو تھی اور سونا قابل ضم پہلی تین میں راساً نصاب سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب وہ مثال لیجیے کہ سونا نصاب تام بلا عفو اور چاندی اُنھیں دو وجہوں پر قابل ضم **مثال ۷**۔ ایک شخص ۷ تولے سونا ۲۴۰ تولے چاندی کا مالک ہے تو چاندی کُلاً غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمت سونا کیا تو ۱۰ تولے ہوا یہ پوری نصاب خمس ہے تو سونے کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس ہوئی اور عفو اصلاً نہ بچا **مثال ۸** اسی صورت میں چاندی ۵۰ تولے رکھیے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے سونے کی نصاب خمس ہوگئی ۱۴ تولے کا ۷ ماشے سونا ہوا کہ خمس سے کم ہے وہ عفو رہا **مثال ۹** اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض کیجیے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولہ سونا ہوا تو بعد ضم بھی کچھ نہ بڑھا **مثال ۱۰ و ۱۱ و ۱۲**۔ اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنی رہیں جن میں سونا نصاب بے عفو ہوا اور چاندی نصاب با عفو جس کے عفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی عفو رہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے کچھ عفو بچے یا بالکل زکوٰۃ واجب کرے یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال عادی نظر آتی ہیں کہ نصاب میں عفو وہی ہوتا ہے جو خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ وہی واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے تو ان صورتوں کا وقوع جب ہی ہوگا کہ ۱۰ تولے سے کم چاندی ۱۰ تولے سونے کے برابر یا اُس سے بھی زائد ہو مگر یہ عادۃً ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی تولہ بھر سونے کی قیمت کو بھی نہیں پہونچتی تو بادی النظر میں یہاں صرف صورت اولٰی ہی قابل وقوع ہے یعنی عفو سیم کو نصاب ذہب سے جب ملایئے

عفو ہی رہے مگر ایک نفیس وشریف جلیل ولطیف قاعدہ معلوم کرنے سے کھل جائے گا کہ دو صورتیں بھی قابل وقوع ہیں اُس باعظمت قاعدے کا جاننا نہ صرف انھیں صورتوں کے لیے ضرور ہے بلکہ جو اہل زکوۃ زروسیم دونوں قسم کے مالک ہوں اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرض عین ہے کہ اُس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی وزیاں واقع ہوتے ہیں لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوۃ ادا کرچکے اور واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے وہ ضروری **قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ** یہ ہے کہ اگرچہ زروسیم کی قیمت ووزن باہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم درمیان ہو مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صناعی کے سبب پچاس روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولہ سونے کی قیمت پچیس ۲۵ ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو دہلی کی سادہ کاریوں میں یہ بات خوب واضح ہوتی ہے یوہیں جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن گھٹ جاتی ہے کما لایخفی مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوباً واداءً ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ قیمت کا مثلاً کسی کے پاس صرف ۷ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷½ تولے تک پہنچتا یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے اُس پر زکوۃ واجب نہیں کہ وزن ۷½ تولے کامل نہ ہوا یا ۷½ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت میں ۷ تولے سونے سے بھی کم ہے اُس پر زکوۃ واجب کہ وزن نصاب پورا ہے یا ایک شخص کے پاس ۷½ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۰ تولے سونے کی قیمت ہے اس پر صرف ۲ ماشہ سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ ۳ ماشہ کہ قیمت کا ۱/۴۰ ہے یا ۱۰ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷½ تولے کے برابر ہے تو باعتبار وزن ۳ ماشہ سونا دینا ہوگا بلحاظ قیمت ۲ ماشہ دینے سے نہ چھوٹے گا یہ تو وجوباً اعتبار وزن ہوا اور اداءً کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۲ ماشہ سونا واجب الادا تھا اس نے اُس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کندن کہ قیمت میں ۲ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآنہ ہوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہوا اور ہارتا سونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں ڈیڑھ ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہوگیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہ عزوجل لستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ درمختار میں ہے المعتبر وزنھما اداءً ووجوباً لا قیمتھا۔ ردالمحتار میں ہے یعنی یعتبر فی الوجوب ان یبلغ وزنھما نصابا نصاً حتی لوکان لہ ابریق ذھب اوفضۃ وزنہ عشرۃ مثاقیل اومائۃ درھم وقیمتہ لصیاغتہ عشرون اومائتان لم یجب فیہ شیئ اجماعاً قہستانی اسی میں ہے لولہ ابریق فضۃ وزنہ مائۃ وقیمتہ بصیاغتہ مائتان لاتجب الزکوۃ باعتبار القیمۃ لان الجودۃ والصنعۃ فی اموال الربا لاقیمۃ لہا عند انفرادھا ولا عند المقابلۃ بجنسھا۔ اُسی میں ہے یعتبر ان یکون المؤدی قدر الواجب وزنا فلوادی عن خمسۃ جیدۃ خمسۃ زیوفا قیمتھا اربعۃ جیدۃ جاز وکرہ ولوادی اربعۃ قیمتھا خمسۃ ردیئۃ لم یجزاھ ملخصا۔ مگر جب ان میں ایک کو دوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے یا سونے کو چاندی سے جیسا کہ ننم کی صورتوں میں دیکھتے آئے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت وصنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پاتی ہے مثلاً بارہ ۱۲ تولے چاندی کا وزنی گہنا ہے اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر اب اُس کی قیمت سونے سے لگائے گا تو بلحاظ قیمت پورا تولہ بھر سونا ہوگا نہ بلحاظ وزن ۶ ماشہ ولہذا جس کے پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چار سو روپے کا قیمتی ہو جس پر ۵ تولے چاندی واجب وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دے گا ادا ہوجائے گا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہرگز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے عدم اعتبار الجودۃ انما ھو عند المقابلۃ بالجنس اما عند المقابلۃ بخلافہ فتعتبر اتفاقاً۔ اُسی میں ہے

لوکان لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ ثلث مائۃ ان ادی خمسۃ من عینہ اومن غیرہ جاز واجمعوا انہ لوادی من خلاف جنسہ اعتبرت القیمۃ حتی لوادی من الذھب ما تبلغ قیمتہ خمسۃ دراھم من غیر الاناء لم یجز فی قولھم لتقوم الجودۃ عند المقابلۃ بخلاف الجنس کذا فی المعراج بحر اھ ملخصًا جب یہ قاعدہ معلوم ہولیا تو اب اُن دو صورتوں کی مثالیں بھی واضح ہوگئیں مثلاً ایک شخص کے پاس ۷۰ تولے سونا اور ۶۱۰ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صناعی جو گنی قیمت کا ہے اس میں ۵۲۰ تولے چاندی تو نصاب کامل ہوگئی ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے اسے بلحاظ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بسبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱۰ تولے سونا ہوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب و خمس نصاب زر کی زکوۃ واجب ہوئی اور عفو کچھ نہ بچا اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۶ ماشے چاندی کی قیمت ہوا عفو رہے گا کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم شرح ضابطہ ثانیہ ملاحظہ جدول سے یہ بھی کھُلا ہوگا کہ دونوں جانب مقدار قابل ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عندالبسط چار ہوگئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ۶ حال سے خالی نہیں (۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلاً زکوۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابل ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابل ضم سونے کو چاندی کسی طرح یہ مقدار موجب زکوۃ نہ ہو اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے چاندی کو سونا کیجئے تو کل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہوا اور سونے کو چاندی تو کل چاندی ۴۴ تولے نہ اتنا سونا موجب زکاۃ نہ اتنی چاندی (۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے مثلاً ۱۰ تولے چاندی ۵ تولے سونا ہے سونے کو چاندی کیا تو کل چاندی ۱۳۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس اور ۴ تولے عفو ہے اور چاندی کو سونا کیا تو کل ۵ تولے سونا ہوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا لہذا سب کو چاندی ہی ٹھہرائیں گے (۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے مثلاً ۷ تولے ۷ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے ۷۰ تولے سونا تو نصاب کامل ہوکر الگ ہوگیا۔ بچا ۱ ماشہ سونا اُدھر وہ عفو ہے اور ادھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے انھیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے اب اگر ماشے بھر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو کل چاندی ۵۲ تولے آتی ہے یہ نصاب بھی نہ ہوئی اور چاندی کو سونا کرتے ہیں تو یہ کل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱ تولہ نصاب خمس ہوکر موجب زکوۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا۔ (۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقرا کے لیے انفع ہو مثلاً ۷ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کہ سونا کیجئے تو ۸ تولے ۹ ماشے ہوا۔ ۷۰ تولے پر زکوۃ اور ۱ تولہ عفو تو صرف ۲ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴۰ تولہ چاندی اور چاندی کیجئے تو ۲۱۰ تولے ہوئی کہ پوری چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۵ تولے چاندی واجب تو چاندی کرنے میں فقرا کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی (۵) سونا انفع ہو جیسے ۷ تولے سونا ۴ تولے چاندی کہ چاندی کیجیے تو چار نصاب کامل کے بعد ۶ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵ تولے چاندی دینی ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵ سُرخ سونا اور سونا کیجئے تو پورا ۸ تولے ہوا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵ ۳/۵ سُرخ سونا واجب تو سونا کرنے میں فقرا کو ۳/۵ سرخ سونا زیادہ جائے گا (۶) دونوں یکساں ہوں مثلاً فرض کیجئے تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۱ تولے چاندی ہے اور یہ شخص ۲۴ تولے چاندی ۵۰ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۷۰ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۲ ماشے سونا قیمتی ۳ تولہ ۱۱ ماشے ۲ سُرخ چاندی کا

واجب ہوا اور سونے کو چاندی کیجئے تو ۷۵ا تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشہ ۴ سُرخ چاندی قیمتی ۲ ماشہ سونے کی واجب ہوئی ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں رواج میں یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا اس ضابطہ کی چار صورتوں میں ان چھ حالتوں کو ضرب دیجئے تو چوبیس ہوتی ہیں جن کے امثلہ کی پوری تفصیل موجب تطویل ورجبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے وضوح مسئلہ بحمد اللہ اپنے منتہی کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں اب بحمد اللہ یہ دستور العمل کامل ومکمل ہوگیا کہ عالم میں کوئی اختلاط زروسیم ان ۴۳ صورتوں سے خارج نہیں ہوسکتا ایک صورت دونوں جانب کمالِ نصاب بلاعفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطہ اولٰی اور ۲۴ ضابطہ ثانیہ کی اور دو صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا مالک ہو یا صرف سونے کا ان کے احکام مسئلہ ثانیہ میں واضح ہوچکے اُنتالیس ہوئیں چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود واضح اب یہ مسائل بحمد اللہ تعالٰی تمام صور کے بیان احکام کو کافی ووافی ہوگئے انھیں سے آیندہ کی زیادت ونقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر گھٹ بڑھ کر انھیں سینتیس ۳۷ صورتوں سے ایک میں رہے گا غایت یہ کہ تبدیل صورت ہوجائے مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطہ اولٰی کی صورت یکم پر تھا اب بڑھ کر ضابطہ ثانیہ یا اولٰی کی دوم یا اول الصور پر ہوگیا وعلٰی ہذا القیاس۔ یوہیں گھٹ کر ۴۳ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں۔ زیادت ونقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں یہ مسئلہ ثانیہ وثالثہ سے دیکھ لیجئے۔ اُمید کرتا ہوں کہ یہ شرح وایضاح بعون الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصہ خاصہ ہو والحمد للہ رب العلمین اب **صورت جزئیہ مسئول عنہا کا حکم** نکالنا کتنی بات ہے ۶۸ تولے ۲ ماشے سونا اور ۳۴۱ تولے چاندی اول ہر ایک کی نصابیں الگ نکال لیجئے ۶۸ تولے ۲ ماشہ میں سونے کی ۹ نصابیں کامل ہوئیں جن پر ایک تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ سونا واجب ہوا اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنی نصاب میں عفو ہے ۳۴۱ تولے میں ۵ ۱۳ تولے کی چھ نصابیں کامل جن پر ۷ تولے ۱۰ ماشے ۴ سُرخ چاندی واجب اور ۱۲ تولے کی دو نصاب خمس ہوئیں جن پر ۶ ماشہ ۲ ۲/۵ سرخ واجب ان کا مجموعہ ۸ تولے ۴ ماشے ۶ ۲/۵ سُرخ ہوا اور مال میں ۵ تولے چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے اب یہ صورت ضابطہ ثانیہ کی ہوئی کہ دونوں جانب ایک ایک قسم عفو قابل ضم موجود ہے اس میں اُن چھ حالتوں کی جانچ باقی رہی چاندی کو سونا کیجئے تو ۵ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۱۰ ماشے سونے کی قیمت پہنچے جو اُس ۸ ماشہ سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱۰ تولہ سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے اب سونے کو چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاؤ سے[1] ۸ ماشہ سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے تو وہ اس ۵ تولے چاندی سے مل کر ۲۱ تولے چاندی مع شے زائد ہوگا یہ دو نصاب خمس اور حاصل ہوئیں جن پر ۶ ماشے ۲ ۲/۵ سُرخ چاندی اور بڑھی تو یوہیں کریں گے اور ۶۸ تولے سونے ۳۴۱ تولے چاندی پر ۱ تولہ ۸ ماشہ ۲ سُرخ سونا اور ۸ تولے ۱۱ ماشے ۴/۵ سُرخ چاندی واجب مانیں گے ۴/۵ سُرخ کے معنی رتی کے چار خمس جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہئے یہ عام بھاؤ کے اعتبار سے ہے اور اگر بوجہ صنعت نفس مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اُس کا حساب مالک کو معلوم ہوگا اس کے لیے وہ قاعدہ ضروریہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے۔ غرض للہ الحمد والمنۃ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے بتوفیق المولی سبحانہ وتعالٰی ان مسائل کو ایسی شرح وتکمیل وبسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے اُمید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے گا وہ ہزارہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے جن مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیان فقاہت وتحدیث بلکہ امامت فنون فقہ و

[1] نرخ باختلاف امصار بھی مختلف ہوتا ہے اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۶ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصب فضہ میں ایک خمس کم ہوجائے گا جس کے سبب مقدار واجب سے ۳ ماشے ۱ ۱/۵ سُرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ۔

حدیث کو فاحش غلطیاں کرتے دیکھا کم علم آدمی جو ان تحریرات فقیر کو بنہج احسن سمجھ لے گا ان شاء اللہ تعالٰی بے تکلف صحیح وصاف ادا کرے گا مگر حاشا ہر گز ارُدو عبارت جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالٰی اس باب میں خود عالم کامل ہوجائے۔ واستغفر واللہ العظیم الاعظم عما جری علی لسان القلم وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولانا محمد ن النبی الاکرم واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ سابعہ

صحیح تعداد زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں غایت یہ کہ ایک جزء واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہب اصح پر گناہ سہی زکوٰۃ مؤدی کی نفی صحت تو نہیں والامر بین غنی عن التبیین پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعاً ادا ہوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اُس پر دین ہوا کیا حتی کہ اگر کسی نصاب سے معارض ہوجائے گا تو اُسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی بتشریح اس کی یہ ہے کہ دَین عبد (یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اگرچہ دَین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو جیسے دین زکوٰۃ جس کا حق مطالبہ بادشاہ اسلام اعز اللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے ایسا دین جس قدر ہوگا اتنا مال مشغول بحاجت اصلیہ قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو مثلاً ہزار روپے پر حولان حول ہو اور اُس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نوسو دین ہے تو اصلاً نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ درمختار میں ہے لا زکوٰۃ علی مدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اُسی میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جھۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوٰۃ وخراج او للعبد الخ ردالمحتار میں ہے المطالب ھنا السلطان تقدیرا لان الطلب لہ فی زکوٰۃ السوائم وکذا فی غیرھا لم یبطل حقہ عن الاخذ اھ ملخصا وایضاحہ فیہ یوہیں دو سو چالیس درم شرعی کہ ایک نصاب کامل وایک خمس ہے (دو سو درم کی ۵۲ تولے چاندی ہوئی اور چالیس کی ۱۰ تولے) ان پر چھ درم شرعی زکوٰۃ کے واجب اگر مالک جہلاً یا سہواً یا عمداً ہر سال پانچ درم دیتا گیا[1] تو سال اول ایک درم زکوٰۃ کا اُس پر دین رہا دوسرے سال وہ گویا دو سو اُنتالیس ۲۳۹ ہی درم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درم مشغول بہ دین ہے تو نصاب خمس کہ دوسو کے بعد چالیس کامل تھی جاتی رہی اور اس سال صرف دو سو درم کی زکوٰۃ یعنی پانچ ہی واجب ہوئے پس وہ جب تک ایک درم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اُس کی حاجت سے فارغ ایک درم اور جمع نہ ہوجائے جب تک اُس پر یہی پانچ درم واجب ہوا کریں گے البتہ ادائے دین زکوٰۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے سبب کبیرہ ہوجائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر صورت مذکورہ

---

[1] یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہوئی نہ زائد ۱۲ منہ

میں فرض کیجئے کہ وہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سال اول اُس پر پانچ درم زکوٰۃ کے دین رہے سال دوم میں گویا صرف دو سو پینتیس (۲۳۵) جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہوئے اور دیا ایک ہی تو اب چار اور قرض ہو کر نو درم دین ہوگئے۔ تیسرے سال تیرہ چوتھے میں سترہ یوں ہی ہر سال دین زکوٰۃ میں چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب ہمیشہ پانچ پانچ ہوتے رہیں گے کہ دو سو سے دو سو انتالیس تک پانچ ہی درم ہیں جب سال دہم میں اکتالیس درم دین ہو جائیں گے تو گیارھویں سال اُس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم ہیں سال یازدہم بھی اگر اُس نے ایک درم حسب دستور دے دیا تو پھر پانچ درم واجب ہو جائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درم رہے اور دو سو پورے جمع قرار پائے وعلٰی ہذا القیاس۔ غرض سنین ماضیہ میں کم دینے والا اس نفیس حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اُس کے ذمّے نکلے فی الفور ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے لوکان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکیہ فیھما لازکوۃ علیہ فی الحول الثانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴

از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ عرصہ تین سال سے زیور طلائی ونقرئی کی حسب تفصیل ذیل اور نقد روپے کی عرصہ تین سال سے مالک ہے اس کے علاوہ اثاث البیت ضروری خرچ کا بھی رکھتی ہے اور روپیہ مذکور میں سے چار روپے ماہوار عرصہ تین سال سے متواتر خرچ ہوتا رہا ہے اب مسماۃ مذکورہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتی ہے کس طرح سے ادا کرے بیان فرمائیے زیور طلائی ۴ تولہ ۶ ماشہ ۳ سرخ زیور نقرئی ۵۲ نقد روپیہ صماعہ

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زیور ہر سال اتنا ہی رہا کم وبیش نہ ہوا تو ہر سال جو سونے کا نرخ تھا اُس سے ۴ تولہ ۶ ماشہ ۳ سرخ کی قیمت لگا کر زیور نقرہ کے وزن میں شامل کی جائے گی اور ہر ساڑھے باون تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصہ پھر ہر ساڑھے دس تولے چاندی پر اُس کا چالیسواں حصہ واجب آئے گا اخیر میں جو ساڑھے دس تولے چاندی سے کم بچے معاف رہے گی ہر دوسرے سال اگلے برسوں کی جتنی زکوٰۃ واجب ہوتی آئی مال موجود میں سے اُتنا کم ہو کر باقی پر زکوٰۃ آئے گی تین سال سے یہ نقد روپیہ بھی بدستور حساب میں شامل کیا جائے گا اور ہر دوسرے سال جتنے روپے خرچ ہوگئے کم کرلیے جائیں گے یوں تین سال کا مجموعی حساب کرکے جس قدر زکوٰۃ فرض نکلے سب فوراً فوراً ادا کردینی ہوگی اور اب تک جو ادا میں تاخیر کی بہت زاری کے ساتھ اُس سے توبہ فرض ہے اور آئندہ ہر سال تمام پر فوراً ادا کی جائے یہ اگلے تین برسوں میں اس کے سال تمام ہونے کے دن سونے کا بھاؤ دریافت کرنے میں دقت ہو تو احتیاطاً زیادہ سے زیادہ نرخ لگالے کہ زکوٰۃ کچھ رہ نہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵

از درو ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ صاحب دوکاندار ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ پورا نصاب کتنا ہوتا ہے جیسا علمی خطبہ کے اندر تحریر کرچکے ہیں وہ ٹھیک ہے اُن کا قول یہ ہے کہ ساڑھے، تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو دونوں میں سے ایک چیز ہو وہ اہل زکوۃ اہل نصاب ہوگیا علمائے دین کو غور کرنا چاہئے کہ ساڑھے باون تولے چاندی ہے اور گھر میں چار چھ آدمی کھانے والے اور خرچ کرنے والے ہیں تو وہ شخص اہل نصاب اہل زکوۃ ہوگیا دوسری گذارش یہ ہے کہ مالابدمنہ میں لکھا ہوا ہے کہ کارروائی سے زیادہ ہو سال بھر اُس پر گذر جائے یعنی حاجت سے زائد ہو تو جس قدر ایک شخص کے پاس پچاس روپے کا کپڑا تجارت کا ہے اور اُس سے اُس کی اوقات بسری ہوتی ہے ساٹھ روپیہ کا زیور ہر وقت کے پہننے کا ہے اور اسّی روپے اُس کے پاس نقد ہیں اور گھر میں کھانے کو کل ایک مہینے کا ہے اور پچانوے روپے کا مہر عورت کا ہے یعنی قرضدار ہے وہ مالک نصاب کا ہوگیا یا نہیں حضور ہم لوگوں کا آپ پر یقین کامل ہے جب تک کوئی حکم حضور کے یہاں سے نہ ملے گا ہم کچھ نہیں کرسکتے اور ایک تحریر پیشتر حضور کی خدمت میں روانہ کرچکا ہوں اُس کا کوئی جواب نہیں ملا حضور کو غور کرنا چاہئے یہاں پر جتنے مولوی کبھی کچھ بتاتے ہیں کبھی کچھ بشرع کے اندر رخنہ بازی ہے ہم لوگوں کا یقین آپ پر ہے آپ جیسا لکھیں گے ویسا ہم مانیں گے آپ کے خلاف نہیں کرسکتے ایک مسئلہ کو چار جگہ دریافت کرو علیحدہ علیحدہ راہ ہوگی اس کی کیا وجہ ہے رائے کا اتفاق کیوں نہیں ہے ہم لوگوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے کوئی مطلب ٹھیک نہیں ملتا ہم لوگوں پر عنایت فرمائیے اور دلی مراد پوری کیجئے۔

الجواب

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اُس پر گذر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اُسے نصاب سے کم نہ کردے تو اُس پر زکوۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصّہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمھیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمھارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا کہ زکوۃ سے مال گھٹے گا نرا ضعف ایمان ہے مولٰی تعالٰی قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوۃ کو ترقی وافزونی دیتا رہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے یہ خیال کہ اس وقت اگر سو روپیہ میں سے ڈھائی روپیہ حکم ماننے میں اُٹھا دیں گے تو آئندہ بال بچے کیا کھائیں گے محض شیطانی وسوسہ ہے زکوۃ سے اگر برکت بھی ملتی تو ڈھائی روپیہ سو میں سے کم ہوجاتا رزق نہ چھنتا آئندہ سال اگر مال بڑھ گیا کہ سال بھر کا بال بچوں سب کا خرچ ہوا اور وہ روپیہ بدستور رکھے رہے جب تو اس وسوسہ کا جھوٹ ہونا علانیہ ظاہر ہوجائے گا اور اگر اُن میں سے کھانے پینے کی حاجت پڑی یہاں تک کہ نصاب سے کم رہ گیا تو اب آپ سے کوئی زکوۃ نہ مانگے گا مگر بال بچوں کی فکر اگلے سال کے لیے کیا ہوگی وہ جو جمع تھے کھانے پینے میں اُٹھ گئے اور اب زکوۃ بھی نہیں جس کے سر الزام دھر دو آگے کیونکر جیو گے ایسی کمزوریاں شیطان سکھاتا ہے عورت کا مہر جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوتا ہے اور عمر بھر ادا کا خیال تک نہیں آتا اُسے زکوۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنانا چاہئے وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۴۴ برس ہوئے جو میں ۱۳ تولے ۶ ماشے سونے اور صہ بھر چاندی کے مالک ہوئی چاندی نو دس برس تک بدستور رہی گیارھویں سال خرچ ہوگئی اور سونا دُو برس تک اُسی قدر رہ کر تیسرے سال پانچ تولہ خرچ ہوگیا کہ سال تمام میں صرف ۸ تولہ ۶ ماشہ تھا پانچویں سال ڈھائی تولہ اور خرچ ہوا کہ سال تمام میں صرف ۶ تولہ تھا اور وہی بیالیس برس تک رہا پھر وہ بھی اپنی دختر کو ہبہ کردیا جن برسوں تک وہ چاندی میرے پاس تھی بلکہ اُس کے بعد بھی سونے کا بھاؤ عہ تولہ رہا اور چاندی روپیہ کی روپیہ بھر اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ کس قدر واجب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاہر ہے کہ **سال اول** میں سونا بقدر نصاب بلکہ زائد ہوا اور چاندی نصاب تک بھی نہ پہونچی تو اُسی کو سونے سے قیمۃً ضم کریں گے اُس وقت کے نرخ سے صہ کا تین تولہ اماشہ ۴ سرخ سونا ہوا تو گویا اُس سال ۱۶ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ سونا تھا جس میں ۱۵ تولے دو نصاب کامل ہیں ا ن پر واجب ۴ ماشہ ۴ سرخ سونا اور ڈیڑھ تولہ نصاب خمس ہے جس پر واجب ۳ ۳/۵ سُرخ کل واجب ۴ ماشہ ۷ ۳/۵ سرخ باقی ایک ماشہ ۴ سرخ عفو رہا **سال دوم** بعد اخراج دین زکوٰۃ گویا ۱۶ تولے ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سرخ سونا تھا جس میں دو نصاب کامل کا واجب ۴ ماشہ ۴ سُرخ باقی ایک تولہ ۲ ماشہ ۴ ۲/۵ سُرخ عفو مجموع واجبین ۹ ماشہ ۳ ۳/۵ سرخ **سال سوم** صرف ۸ تولے ۶ ماشہ سونا تھا کہ بعد ضم فضہ ۱۱ تولہ ۷ ماشہ ۴ سُرخ ہوا اس سے مجموع واجبین منہا کیا تو ۱۰ تولے ۱۰ ماشہ ۲/۵ سرخ سونا بچا کہ ایک نصاب کامل ہے واجب ۲ ماشہ ۲ سرخ اور دو نصاب خمس واجب ۷ ۱/۵ سرخ کل واجب ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ باقی ۱۰ تولے سے جو زائد تھا عفو ہوا کل واجبات ایکتولہ ۴ ۴/۵ سرخ **سال چہارم** بھی اُتنا ہی سونا یعنی گیارہ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ تھا بعد اخراج واجبات ۱۰ تولے ۶ ماشہ ۴ ۱/۵ سرخ بچا کہ اس پر بھی وہی نصاب کامل و دو نصاب خمس کا ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ واجب ہوا زیادہ کی رتیاں عفو ہیں کل واجبات ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ **سال پنجم** صرف ۶ تولے سونا تھا کہ بعد اخراج واجبات ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ رہا یہ بھی نصاب نہیں اور اُدھر چاندی بھی نصاب نہیں اب اگر سونے کو چاندی کرتے ہیں تو اس کی قیمت پوری سے عہ ہو کر ماعہ کی چاندی ٹھہرتی ہے جس میں دو نصاب کامل ماعہ ایک نصاب خمس لہ عہ ۳ر۲ ۲/۵ پائی کل ماعہ ۳ر۲ ۲/۵ پائی باقی عہ ۹ ۳/۵ پائی عفو اور اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو صہ کا ۳ تولہ ایک ماشہ ۴ سرخ سونا مل کر کل سونا ۷ تولہ ۹ ماشہ ۶ سرخ قرار پاتا ہے جس میں صرف ایک نصاب کامل باقی ۳ ماشہ ۶ سرخ سونا معاف ہے گا ظاہر ہے کہ عصہ اُس عفو سے کہیں زیادہ ہے تو اس صورت میں نفع فقراء چاندی ہی کرنے میں ہے لہذا وہی کریں گے اور ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۵ سرخ چاندی واجب مانیں گے **سال ششم** سونا وہی ۴ تولہ ۸ ماشہ ۲ سُرخ ہے مگر چاندی بوجہ دین سال پنجم گھٹ گئی صہ کی چاندی کا وزن ۴۶ تولہ ۱۰ ماشہ ۴ سرخ ہے جس سے واجب سال پنجم گھٹا کر ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی بچی کل کو چاندی کرتے ہیں تو سونے کے معہ روپیہ کے ۷۰ تولہ ۳ ماشہ ۶ سرخ چاندی مل کر کل چاندی ۱۱۴ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ ہوتی ہے جس میں ۱۰۵ تولے کے صرف دو نصاب کامل باقی ۹ تولہ ۳ ماشہ ۴ ۴/۵ سرخ چاندی عفو رہے گی اور کل کو سونا کرتے ہیں تو ۴۳ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ ۴/۵ سرخ چاندی کا سونا ۲ تولہ ۱۱ ماشہ ۱ ۲۳/۲۵ سُرخ ملا کر کل سونا ۷ تولہ ۷ ماشہ ۳ ۲۳/۲۵ سرخ ہوا جس میں ۷ تولہ نصاب کامل ہوا اور صرف ایک ماشہ

۳ $\frac{13}{25}$ سرخ عفو بچا پر ظاہر ہے کہ یہ عفو عفو سیم سے بہت کم ہے لہذا اس سال سونا ہی کریں گے اور ۲ ماشہ ۲ سرخ طلا واجب مانیں گے کل واجبات ذہب ایک تولہ ۶ ماشہ فضہ ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ $\frac{1}{5}$ سرخ **سال ہفتم** چاندی تو وہی ۳۴ تولہ ۱۱ ماشہ ۶ $\frac{4}{5}$ سرخ رہی مگر سونا صرف ۴ تولہ ۶ ماشہ رہا کہ واجب سال ششم نکل گیا جس کا ۷۶ تولہ ۶ ماشہ چاندی تو چاندی کرنے میں کل فضہ ۱۱۱ تولے ۵ ماشہ ۶ $\frac{4}{5}$ سرخ جس میں وہی دو نصاب کامل نکل کر ۶ تولہ ۵ ماشہ ۶ $\frac{4}{5}$ سرخ عفو ہوگی اور سونا کرنے میں کل ذہب ۴ تولہ ۵ ماشہ ۱ $\frac{13}{25}$ سرخ ہوتا ہے کہ نصاب سے بھی گھٹ کر سب عفو ہوا جاتا ہے لہذا اس سال سب چاندی ہی کریں گے اور وہی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ $\frac{1}{5}$ سرخ سیم واجب مانیں گے اب کل واجبات ذہب وہی ایک تولہ ۶ ماشہ اور فضہ ۵ تولے ۹ ماشہ ۲ $\frac{2}{5}$ سرخ **سال ہشتم** سونا وہی ۴ تولہ ۶ ماشہ اور چاندی ۳۲ تولہ ایک ماشہ ۱ $\frac{3}{5}$ سرخ رہی کہ واجب سال ہفتم خارج ہوگیا ظاہر ہے کہ اب کبھی سونا نہیں کر سکتے کہ جب سال ہفتم چاندی ۲ تولہ ۱۰ ماشہ ۵ $\frac{1}{5}$ سرخ اس سے زائد تھی وہ اس سونے میں مل کر تو نصاب ذہب نہ بناتی تھی اب اتنی گھٹ کر کس طرح نصاب بنا سکے گی لہذا اس سونے کے وہی ۷۶ تولہ ۶ ماشہ چاندی ملا کر کل چاندی ۱۰۸ تولے ۷ ماشہ ۱ $\frac{3}{5}$ سرخ مانی اس میں بھی ۱۰۵ تولے پر وہی ۲ تولے ۱۰ ماشہ ۵ $\frac{1}{5}$ سرخ سیم واجب ہوئی باقی معاف وہی کل واجبات ذہب ایک تولہ ۶ ماشہ فضہ ۸ تولے ۷ ماشہ ۷ $\frac{3}{5}$ سرخ **سال نہم** واجب سال ہشتم گھٹ کر مع سیم ذہب کل چاندی ۱۰۵ تولہ ۸ ماشہ ۴ $\frac{2}{5}$ سرخ بچی جس پر تولوں کے ۷ تولے کی کسریں عفو ہو کر واجب مذکور لازم آیا کل واجبات ذہب بدستور فضہ ۱۱ تولہ ۶ ماشہ ۴ $\frac{4}{5}$ سرخ **سال دہم** واجب سال نہم گھٹ کر کل چاندی ۱۰۲ تولے ۹ ماشہ ۷ $\frac{1}{5}$ سرخ بچی اب دوسری نصاب کامل نہ رہی بلکہ صرف ایک نصاب کامل اور چار نصاب خمس ہیں جن پر واجب ۲ تولے ۷ ماشہ ۴ سرخ کل واجبات ذہب بدستور فضہ ۱۴ تولے ۲ ماشہ $\frac{4}{5}$ سرخ **سال یازدہم** میں چاندی نہ رہی اور سونا کہ باقی رہا قابل نصاب نہیں لہذا اس سال کے بعد آج تک کچھ واجب نہ ہوا اور کل مطالبہ سونا ڈیڑھ تولہ چاندی ۱۴ تولے ۲ ماشہ $\frac{4}{5}$ سرخ لازم آیا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷

از مفتی گنج ضلع پٹنہ ڈاک خانہ ایکھنگر سرائے مرسلہ محمد نواب صاحب قادری و دیگر سکان مفتی گنج ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

زید کی بیوی ہندہ صاحب نصاب ہے اور مال از قسم زیورات ہے۔ جو خاص ہندہ کی ملکیت ہے یعنی وہ اپنے میکہ سے لائی ہے زید اس کو ہدایت ادائے زکوٰۃ کی کرتا ہے مگر اس کی سمع قبول میں نہیں آتی ہے تو یہ فرمائیے کہ شوہر سے اس کے اس عصیان پر مواخذہ ہے یا نہیں اور اس کی طرف سے درحالیکہ اس کی آمدنی وجہ کفاف سے بیش نہیں ادائے زکوٰۃ کا مکلف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس عورت پر زجر اور فہمائش کی ضرورت ہو تو کس حد تک اور اگر زید نے اپنے روپیہ سے کچھ زیور بنوا کر ہندہ کو دیا ہو تو اس زیور پر کیا حکم ہے۔

الجواب

زیور کہ ملک زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمہ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموال کثیرہ رکھتا ہو نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ ہاں اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ اور وہ زیور کہ عورت کو دیا اور اس کی ملک کر دیا اس پر بھی یہی حکم ہے اور اگر ملک نہ کیا بلکہ اپنی ہی ملک میں رکھا

اور عورت کو صرف پہننے کو دیا تو بیشک اُس کی زکوۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر قدر نصاب فاضل من الحاجۃ الاصلیۃ ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸ ۶

مرسلہ عبد الصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

ایک شخص نے ایکہزار روپے کسی روزگار میں لگائے بعد سال ختم ہونے کے اُس کے پاس مال دوسو روپیہ کا رہا اور قرض میں پانچسو روپیہ رہا اور نقد میں چارسو روپیہ مع منافع ایک سو کے رہا آیا کل گیارہ سو روپیہ کی زکاۃ نکالی جائے یا کس قدر کی۔

الجواب

سال تمام پر کل گیارہ سو کی زکاۃ واجب ہے مگر چارسو نقد اور دوسو کا مال ان کی زکاۃ فی الحال واجب الادا ہے اور پانچسو کہ قرض میں پھیلا ہوا ہے جب اُس میں سے بقدر گیارہ روپیہ تین آنے ۲ ۲/۵ پائی کے وصول ہوتا جائے اُس کا چالیسواں حصہ ادا کرتا رہے اور اگر فی الحال سب کی زکوۃ دے دے تو آئندہ کے بار بار محاسبہ سے نجات ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹ ۶

مسئلہ از شہر سبولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا وہ رہے گا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکاۃ کے ہے بینوا توجروا

الجواب

سونے کے عوض سونا یا چاندی کے عوض چاندی زکوۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہو نہ وقت ادا کا اگر ادا سال تمام کے پہلے یا بعد ہو جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب عود کریں گے اس پر زکاۃ کا سال تمام ہوگا اس وقت کا نرخ لیا جائے گا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰ ۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس تخمیناً ۲۵ تولے جبہ ماشہ زیور طلائی موجود ہے اور علاوہ اس کے تخمیناً ۱۵ تولے زیور نقرئی و ۲ تولے زیور طلائی بالعوض مبلغ ۵۰ روپیہ کی رہن ہے اور ۵۰ روپیہ نقد بھی موجود ہیں اور مال تجارت میں کہ جو فروخت سے باقی رہ گیا ہے وہ تخمینا مالیتی ۱۴۰ کا ہے تو اس میں زکوۃ کس طور سے ادا کی جائے گی۔

الجواب

اتنا زیور رہن ہیں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اتنا زیور دوسرے شخص کا اس کے پاس ۵۰ پر رہن ہے دوسرے یہ کہ اتنا زیور اس کا

دوسرے کے پاس ؎ پر رہن ہے پہلی صورت میں وہ زیور اس کا نہیں اُس کی زکوٰۃ اُس پر نہیں ہوسکتی بلکہ اُس چھپن پر زکوٰۃ ہوگی جو اس نے اُس راہن کو قرض دیئے ہیں اور اُس تقدیر پر اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوا دو ماشے سونا ۵۲ تولے چاندی اور ؎ روپیہ اور ما ؎ کا مال تجارت ۲ ماشے سونا ہونے کی نصاب نہیں اُسے بھی چاندی میں شامل کیا جائے گا اگر ؎ تولے کا ہے تو چار روپیہ اُس کے پڑیں گے اور باون تولے ۶ ماشے وزن کے ؎ ہوئے تو کل مال ما ؎ بھر چاندی ہوا جس میں چار نصاب کامل ؎ ہیں اور چار خمس نصاب ؎ پائی اُس پر واجب چھ تولے تین ماشے ۴ ؎ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے دوسری صورت میں وہ زیور اسی کا ہے مگر اُس کی زکوٰۃ اُس پر واجب نہیں جب تک وہ قبضۂ مرتہن میں رہے اس تقدیر پر فی الحال اس کے پاس مال زکوٰۃ یہ ہوا ۲ ماشے سونا ۵۲ تولے اور ۶ ماشہ چاندی اور ما ؎ نقد و مال تجارت جس میں سے ؎ دین کے نکل کر ایک سو روپیہ بارہ آنہ رہے سونا چار روپے کا ہو تو کل ا ؎ ہوئے جس میں دو نصاب کامل ما ؎ ہیں اور چار خمس نصاب ؎ پائی اُس پر واجب ۳ تولے ۸ ماشے ؎ رتی چاندی ہوئی باقی عفو ہے واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے زکوٰۃ کے واسطے چاندی کا نصاب کس قدر روپیہ یا کس قدر وزن ہے اور ایسے ہی سونے کا کس قدر ہے رائی کھیت میں چند دنوں سے ایک عالم واعظ وارد ہیں انھوں نے وعظ میں فرمایا کہ پانچ کم دو سو پر زکوٰۃ فرض نہیں جس وقت دو سو روپے پُورے ہوجائیں اور ایک سال اُن پر گزر جائے اُس وقت زکوٰۃ دینا فرض ہوگی اور روپیہ رائج الوقت گورنمنٹ انگلشیہ کا جس کا وزن سوا گیارہ ماشے ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب چاندی کی نصاب ساڑھے باون تولے ہے جس کے سکۂ رائجہ سے چھپن روپے ہوئے اور سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے درمختار میں ہے نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل مثقال ساڑھے چار ماشے ہے تو درہم کہ اُس کا ۷/۱۰ ہے تین ماشے ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا کشف الغطا میں ہے مثقال بیست قیراط و قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ یعنی درہم شرعی پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے اب حساب سے واضح ہوسکتا ہے کہ دو سو درم نصاب فضہ کے ۵۲ تولے ۶ ماشے اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ۷ تولے ۶ ماشے ہوئے اور یہاں کا روپیہ کہ ۱۱ ماشہ ہے اس سے ؎ روپیہ دو سو درم کی برابر ہوئے یہی وزن معین ستون مذہب و عامہ شروح و فتاوی میں ہے ردالمحتار میں فرمایا علیہ الجم الغفیر والجمھور الکثیر واطباق کتب المتقدمین والمتاخرین تو اس کے خلاف پر عمل جائز نہیں عقود الدریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں لکھا **اقول** ویظھر للعبد الضعیف انہ الاوجہ فان الشرع المطھر انما اعتبر النصاب تحدید الغنی یوجب الزکوٰۃ والغنی بالمالیۃ النامیۃ دون العدد فمن ملک مائۃ ساوت مائتی درھم فقد ساوی الغنی الشرعی فی الموجب ارأیت لو تعورف فی بلد درھم یساوی فی الوزن مائتی درھم ولم توجب علیہ الا بعد ما یملک مائتین من ھذا کان حاصلہ ان من ملک فی

العرب مثلاً هذا القدر من الفضة کان غنیا قد انعقد علیه النصاب ومن ملك فی ذلك البلد قریبا من مائتی امثال تلك الفضة یکون فقیرا لایخاطب بالزکاة بل یحل له اخذ الزکاة فیؤل الی ان من ملك قدر دنبیة یأمره الشرع بان یعطی من دنبیته لمن یملك مائتی دنبیة الاواحدة مسد الحنتم فانه لقلة ماله فقیر وهذا اغنی هذا مما لایقبله العقل فافهم واﷲ اعلم اھ

ماکتبته

از اٹاوہ کچہری کلکٹری مرسلہ مولوی وصی علی صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

مسئلہ ۲۲:

ماقولکم رحمکم اﷲ تعالٰی فی ھاتین المسألتین (۱) زید اس وقت آٹھ تولے چھ ماشے زیور طلائی اور اسی تولے چھ ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے (۲) عمرو نو تولے چھ ماشے زیور طلائی اور ۶۲ تولے تین ماشے زیور نقرئی کا مالک ہے دونوں کو کس قدر زکاۃ ادا کرنی چاہئے۔ المستفتی عبد الودود بموجب جنوالبطمندرجہ تحفہ حنفیہ میں نے اس کو یوں نکالا ہے (۱) آٹھ تولے چھ ماشے جس میں سے ۷½ تولہ نصاب سونے کے بعد خمس ۱½ تولہ تک نہیں پہنچتے لہذا دو ماشے دو رتی واجب الادا زکوۃ ہوئی اور ایک تولہ عفو ہوا اور اسی تولہ چھ ماشے میں ایک نصاب چاندی ۵۲ تولے اور دو خمس ۲۰ تولے کل ۷۳ تولے پر ایک تولہ دس ماشہ ⅘ رتی واجب الادا اور چھ تولے چاندی عفو ہوئی اب دونوں عفو بلحاظ انفع للفقراء ایک تولہ سونے کی ۷۴ تولے چھ ماشے چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے عہ روپے کے اور عہ کی چاندی عہ پس عہ چاندی اس طرح ہوئی کہ ایک تولہ سونا بحساب نرخ حال برابر ہے عہ روپے کے اور عہ کی چاندی عہ پس عہ چاندی میں ۶ تولہ چاندی جو عفو تھی شامل کی گئی تو ۴۱ تولہ ۶ ماشہ ہوئی جس میں چھ ماشے کم چار خمس ہیں (الف) پورے چار خمس کا ربع عشر ۲ ماشہ ۴⅘ سرخ ہے جو ایک تولہ ۱۰ ماشہ ⅘ واجب پر بڑھائے تو دو تولہ ۱ ماشہ ۵⅕ سرخ واجب الادا ہوا (ب) اگر تین نصاب خمس ۳۱½ تولہ اضافہ کیا جائے تو نو ماشہ ۳⅗ اضافہ ہوا اور دس تولے پھر فاضل ہوگا اور دو تولے سات ماشے چار رتی واجب ہوگا اگر یہ حساب صحیح ہے تو کون سا اختیار کیا جائے **الف یا ب** (۲) عمرو والے معاملہ میں اسی طریقہ سے ۹½ تولہ سونے میں دو نصاب ۱۵ تولے اور ایک خمس ۱½ تولہ ہے تو دو نصاب کے ۴ ماشے ۴ سرخ اور خمس کا ۳⅗ کل ۴ ماشے ۳⅗ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اور عفو کچھ نہیں اور ۶۲ تولہ ۳ ماشہ چاندی میں ایک نصاب ۵۲ تولے اور تین خمس ۳۱½ تولے مجرا ہو کر نو تولے نو ماشے عفو رہتا ہے اور چار نصاب کے دو تولے ۳ ماشہ اور تین خمس کا ربع عشر ۹ ماشہ ۳⅗ سرخ ہو گئیں ۲ تولے ۳⅗ سرخ واجب الادا ہوتا ہے اب ایک جانب عفو نہیں اور دوسری جانب ہے اس صورت میں ۹ تولے ۹ ماشہ عفو کو چھوڑ دیا جائے یا اس کو سونا کیا جائے اگر سونا کیا جائے تو اس کے خمس کا ربع عشر لے کر ۴ ماشہ ۳⅗ سرخ اضافہ کیا جائے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ عمرو کا حساب صحیح ہے مگر نو تولے نو ماشے چاندی جبکہ سونا کرنے سے ۱½ تولہ سونے کی قدر نہ ہو تو اُسے نصاب ذہب میں ملانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ صورت مذکورہ میں وہ مطلقاً عفو ہے ہاں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے اس مقدار تک پہنچ جائے یا بڑھ جائے تو جتنے خمس نصاب ذہب اس سے پیدا ہوں گے اُن کا ربع عشر زکوۃ ذہب پر زیادہ کرلیا جائے گا باقی جو خمس کامل سے کم رہا چھوڑ دیا جائے گا حساب زکوۃ زید میں تین جگہ واقع

ہوئے (۱) تولہ بھر سونا کہ اپنی نوع میں عفو تھا جبکہ نرخ حال سے پچیس روپیہ کا ہے تو اُسے پچیس ہی روپیہ بھر چاندی قرار دیں گے جس کی تیئس تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے نہ یہ کہ تولہ بھر سونے کی قیمت ۲۵ روپیہ لے کر پھر ان ۲۵ روپے کی چاندی خریدیں اور ۷/۳۰ تولے چاندی قرار دیں قیمت سکہ ہی سے لگائی جاتی ہے نہ کہ پتھر یا اینٹ سے فتح القدیر میں ہے التقویم فی حق اللہ تعالٰی یعتبر بالتقویم فی حق العباد متی قومنا المغصوب او المستھلک تقوم بالنقد الغالب کذا ھذا فتاوی علمگیریہ میں ہے یقوم بالمضروبۃ کذا فی التبیین پس مقدار مذکور چھ تولے عفو سیم میں ملاتے سے اونتیس ۲۹ تولے پانچ ماشے دو رتی چاندی ہوئی جس میں صرف دو خمس ہیں جن پر ۶ ماشے ۲ ۴/۵ سرخ اور واجب ہو کر کل واجب ذمہ زید سونا دو ماشے د ۲/۵ سرخ چاندی دو تولے چار ماشے ۲ ۴/۵ سرخ (۲) پچیس روپیوں کے بھر ۳۰/۷ تولے چاندی اگر کی جائے تو چھ تولے عفو سے مل کر ۴۳/۳۰ تولے ہوتی نہ کہ ۴۱/۴۰ یہ لغزش قلم تھی (۳) اگر بالفرض ۷/۳۰ تولے اور ملاتے اور حاصل جمع ۴۱/۲۰ ہی تولے ہوتا تو حساب ب متعین تھا الف کی طرف کوئی راہ نہ تھی کہ جو خمس سے چاول بھر بھی کم ہے وہ خمس کامل ہرگز نہ مانا جائے گا یہ ہمیشہ یاد رکھائے اور فائدہ اولٰی خوب سمجھ لیا جائے کہ فقیر کا ضابطہ جو تحفہ حنفیہ میں چھپا اُس میں اس کی صاف تصریح کی گئی تھی اُس کا جاننا اُس کے ضوابطہ کے اجرا پر معین ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) زکوٰۃ زیور طلائی و نقرئی پر کس حساب سے دی جائے آیا قیمت خرید پر یا جو قیمت اُس کی خرید کرنے سے ملتی ہے (۲) نرزدہ روپیہ پر زکوٰۃ ۲/۸ سیکڑہ ہے یا اُس سے کم و بیش (۳) زکوٰۃ کن کن اشیا پر واجب ہے (۴) صدقہ فطر و زکوٰۃ والدین کی جانب سے اولاد اور اولاد کی جانب سے والدین جبکہ خورد و نوش یکجا ہو دے سکتے ہیں۔

الجواب

(۱) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو قیمت ہو اُس کا لحاظ ہوگا اگر مختلف جنس سے زکوٰۃ دینا چاہیں مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی ورنہ سونے چاندی کی خود اپنی جنس سے زکوٰۃ دیں تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا کچھ لحاظ نہیں (۲) صاحبین کا یہی مذہب ہے اور اس میں فقیر کا نفع زیادہ ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے (۳) سونا چاندی اور مال تجارت اور چرائی پر چھوٹے ہوئے جانور (۴) خورد و نوش یکجا ہو یا ان میں دوسرے کی طرف سے کوئی فرض و واجب مالی ادا کرنے کے لیے اُس کی اجازت کی حاجت ہے اگر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر یا اس کی زکوٰۃ ماں باپ نے اپنے مال سے ادا کر دی یا ماں باپ کی طرف سے اولاد نے اور اصل جس پر حکم ہے اُس کی اجازت نہ ہوئی تو ادا نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۴

ایک شخص کے پاس گیارہ تولے سونا اور دو سیر چاندی ہے تو اس کو کس قدر زکوٰۃ دینا چاہئے یعنی ان دونوں کی مقدار تحریر فرمائیے کہ اس قدر سونے کی زکوٰۃ کے روپے ہوئے اور اس قدر چاندی کی زکوٰۃ کے بینوا توجروا۔

الجواب

ایک بات لکھئے چاندی کا ٹھیک وزن کتنا ہے صاحبین علیہما الرضوان کے مذہب پر تو حساب سب اتنا ہے تین ماشے دو رتی ۳ ۱/۵ چاول بھر سونا اور پانچ روپے بھر چاندی دے اگر امام اعظم علیہ الرضوان کے مذہب پر چاہیں تو جس دن سال تمام ہوا اُس دن وہ سونا اور چاندی جو اس کے پاس ہیں بازار کے بھاؤ میں کس نرخ کے تھے اُس کے معلوم ہونے پر حساب موقوف ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵

سئولہ مولوی سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کاسگر

زید بشوق زیارت حرمین طیبین کچھ پس انداز کرتا جاتا ہے اس طرح پر اب وہ صاحب نصاب عرصہ سال ڈیڑھ سال سے ہوگیا تو اس کو صدقہ فطر و زکوۃ قربانی عید الضحی کرنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب اُس پر زکوۃ فرض ہے اور صدقہ و قربانی واجب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶

از خواجہ قطب ۲۰ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس انیس اشرفیاں جے پوری وزنی ۷ا تولہ ۵ ماشہ اور چار اشرفیاں انگریزی وزنی ۳ تولہ ۹ ماشہ جملہ ۲۳ اشرفیاں وزنی ۲۱ تولہ ۲ ماشہ ہیں اور پچیس سال سے اُس نے زکوۃ نہ دی اور ان کے سوا اور کوئی مال زکوۃ نہ اُس کے پاس تھا نہ ہے تو اس صورت میں اس پر کس قدر زکوۃ واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نو تولے سات ماشے ایک رتی چار چاول سونا اور ایک چاول کے چار خمس ۴/۵ تفصیل یہ ہے کہ نصاب ذہب ساڑھے سات تولہ چھ ماشہ پر واجب دو ماشے دو سرخ اور خمس نصاب ایک تولہ چھ ماشہ واجب ۳ ۳/۵ سرخ خمس نصاب سے زائد جو بچے معاف ہے ہر سال گذشتہ کی زکاۃ سال آئندہ دین ہو کر اُس قدر مال کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ اگر دیون زکوۃ جمع ہوتے ہوتے باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو اب نہ تازہ واجب ہوگا۔ واجب مجموع سنین گذشتہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ سال اخیر میں بعد منہائی دیون زکوۃ باقی ہے اُسے اصل مال سے اول سے تفریق کرکے باقی میں اس سال آخیر کا واجب جوڑدیں حاصل جمع برسوں کا مجموعہ واجبات ہوگا۔

طریقہ استخراج اس جدول سے واضح ہے واللہ تعالٰی اعلم

نمبر	باقی تولہ	باقی ماشہ	باقی سرخ	باقی خمس سرخ	[illegible]	واجب ماشہ	واجب سرخ	[illegible]	واجب ماشہ	واجب سرخ	واجب خمس	کل واجب سال ماشہ	کل واجب سال سرخ	کل واجب سال خمس
۱	۲۱	۲	۰	۰	۲	۴	۴	۴	۱	۶	۲	۶	۲	۲
۲	۲۰	۷	۵	۳	〃	〃	〃	۳	۱	۲	۴	۵	۶	۴
۳	۲۰	۱	۶	۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۵	۶	۴
۴	۱۹	۸	۰	۰	〃	〃	〃	۰	〃	〃	〃	۵	۶	۴
۵	۱۹	۲	۱	۱	〃	〃	〃	۲	۰	۷	۱	۵	۳	۱
۶	۱۸	۸	۶	۰	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۵	۳	۱
۷	۱۸	۲	۲	۴	〃	〃	〃		۰	〃	〃	۵	۳	۱
۸	۱۷	۹	۷	۳	〃	〃	〃	۱	〃	۳	۳	۴	۷	۳
۹	۱۷	۵	۰	۰	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۷	۳
۱۰	۱۷	۰	۰	۲	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۷	۳
۱۱	۱۶	۷	۰	۴	〃	〃	〃	۰	〃	〃	〃	۴	۷	۳
۱۲	۱۶	۲	۱	۱	〃	〃	〃	۰	〃	۰	۰	۴	۴	۰
۱۳	۱۵	۹	۵	۱	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۴	۰
۱۴	۱۵	۵	۱	۱	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۴	۰
۱۵	۱۵	۰	۵	۱	〃	〃	〃	۴	〃	〃	〃	۴	۴	۰
۱۶	۱۴	۸	۱	۱	۱	۲	۲	۴	۱	۱	۲	۴	۰	۲
۱۷	۱۴	۴	۰	۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۰	۲
۱۸	۱۴	۰	۰	۲	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۰	۲
۱۹	۱۳	۸	۰	۰	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۴	۰	۲
۲۰	۱۳	۳	۷	۳	〃	〃	〃	۳	۱	۲	۴	۳	۴	۴
۲۱	۱۳	۰	۲	۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳	۴	۴
۲۲	۱۲	۸	۶	۰	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳	۴	۴
۲۳	۱۲	۵	۱	۱	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳	۴	۴
۲۴	۱۲	۱	۴	۲	〃	〃	〃	〃	〃	〃	〃	۳	۴	۴
۲۵	۱۱	۹	۷	۳	〃	〃	〃	۲	۰	۷	۱	۳	۱	۱

۹ تولہ ۷   ۱   ۳

مسئلہ ۲۷ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان متین وفضلائے شریعت اس مسئلہ میں کہ بینک یا ڈاک خانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس کی نسبت زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب روپیہ کہیں جمع ہو کسی کے پاس امانت ہو مطلقاً اُس پر زکوۃ واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸ ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) میں نے مبلغ سو روپے سیونگ بینک میں جمع کر رکھا ہے وہ پورا سال بھر میرے قبضہ میں نہیں رہا اس پر زکوۃ واجب ہے یا جب دو یا تین سال وغیرہ میں برآمد کرکے قبضہ میں لیا جائے اُس وقت زکوۃ دی جائے اور جب قبضہ میں آئے تو ہر سال کی بابت زکوۃ دی جائے یا صرف اسی سال قبضہ والے کی بابت۔ (۲) میں نے مبلغ دو سو روپے کے پرامیسری نوٹ ڈاک خانہ سے خرید کیے اب اگر مجھ کو روپے کی خواہ کسی قدر

سخت ضرورت ہو تو فوراً وصول نہیں ہو سکتا بلکہ تاوقتیکہ کوئی خریدار غیران پرامیسری نوٹ کا پیدا نہ ہو تب تک وہ روپیہ مجھ کو وصول نہیں ہو سکتا خواہ دو روز میں خریدار پیدا ہو جائے یا سال بھر میں پیدا ہو تو اس رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں۔

الجواب (۱): وہ جتنا بنک میں ہے اپنے قبضہ میں سمجھا جائے گا اور ہر سال اُس پر زکوۃ واجب ہوگی خواہ سال بسال ادا کرتا رہے یا جب اُس میں سے گیارہ روپیہ سوا تین آنے کی قدر وصول ہو اُس میں سے چالیسواں حصہ دے اور جتنے برس رہا ہے سب برسوں کی زکوۃ واجب ہوگی ہاں ہر سال اگلی برسوں کی زکوۃ کی قدر اُس پر دین سمجھ کر اتنا زکوۃ سے جدا رہے گا مثلاً دو سو روپیہ جمع ہیں تو پہلی سال دو سو پر پانچ روپیہ تقریباً واجب ہوئے دوسرے سال پانچ روپیہ سال گذشتہ کی زکاۃ کے اُس پر واجب ہیں لہذا اس سال ایک سو پچانوے ۱۹۵ پر زکوۃ واجب ہوگی تقریباً چار روپے چودہ آنے تیسرے سال اُس پر دو سال کی زکوۃ کے نو روپے چودہ آنے قرض ہیں یہ مستثنیٰ ہو کر ایک سو نوے روپے دو آنہ پر زکوۃ واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پرامیسری نوٹوں کا یہ قاعدہ ہے کہ روپیہ گورنمنٹ کو دیدیا جاتا ہے جس پر وہ یہ نوٹ دیتی ہے اب یہ روپیہ کبھی واپس نہ ملے گا نہ خود اصل مالک لے سکتا ہے نہ اس کا وارث نہ اس کا کوئی قائمقام ہاں گورنمنٹ اس روپے پر چھ آنے فیصدی ماہوار کے حساب سے ہمیشہ سود دے گی تو یہ نوٹ نوٹوں کی طرح خود مال نہیں بلکہ سند قرض ہیں لہذا اُن پر گورنمنٹ سود دیتی ہے اور عام نوٹ خزانے سے خریدے جائیں تو ایک پیسہ سود نہ دے گی کہ وہ بیع تھی معاوضہ تمام ہو گیا اور یہاں قرض ہے سود جاری رہا اور جب ان نوٹوں کا روپیہ قرض رہا اور وہ قرض کسی طرح واپس نہیں مل سکتا تو قرض مردہ ہوا اور قرض مردہ پر زکوۃ نہیں نہ ان نوٹوں کا بیچنا جائز کہ وہ حقیقتاً غیر مدیون کے ہاتھ دین کی بیع ہے اور وہ جائز نہیں تو ان کو بیچ کر جو روپیہ لے گا اُس کے لیے خبیث ہوگا اور اُس پر فرض ہوگا کہ جس سے لیا تھا اُسے واپس دے اور اس بیع فاسد کو فسخ کرے تو زکوۃ نہ ان نوٹوں پر ہے کہ یہ مال نہیں نہ اس روپیہ پر جو انہیں بیچ کر ملے کہ یہ تمام وکمال خبیث ہے نہ اُس روپیہ پر جو گورنمنٹ کو قرض دے کر یہ نوٹ لیے تھے کہ وہ قرض مردہ ہے جو کبھی واپس نہ ملے گا درمختار میں ہے الاصل فیہ حدیث علی لازکوۃ فی مال الضمار وھو مالا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملك واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰

از مقام درو ضلع نینی تال مسئولہ عبداللہ دوکاندار صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس ساٹھ روپے نقد ہیں اور پچاس روپے کا اُس کی عورت کا زیور ہر وقت کے پہننے کا اور پچاس روپے کی دوکانداری کرتا ہے کل یہی اسباب ہے اور ۹۵ پچانوے روپے مہر عورت کا قرض ہے اور جو دوکان کرتا ہے وہ ایسا سمجھنا چاہیے کہ جیسے کاشتکار کے ہل جوتنے کے بیل اور ایک گھوڑا پچیس روپے کی قیمت کا ہے دوکانداری کا سوت لادنے کے واسطے اس حالت میں اول مال پر زکوۃ ہونی چاہیے یا نہیں جیسا کہ شرع شریف کا حکم ہو عمل کیا جائے اور سال بھر کے کھانے کا اناج بھی اس کے گھر میں نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آجکل عورتوں کا مہر عام طور پر مہر مؤخر ہوتا ہے جس کا مطالبہ بعد موت یا طلاق ہوگا مرد کو اپنے تمام مصارف میں کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ مجھ پر یہ

دین ہے ایسا مہر مانع وجوب زکوۃ نہیں ہوتا سال تمام پر اس کے پاس اگر یہ ساٹھ روپے بچے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی زکوۃ کی نصاب چھپن روپیہ ہے اور وہ زیور اگر شوہر کی ملک ہے تو وہ بھی شامل کیا جائے گا ایک سو دس پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر وہ مال تجارت بھی بچا تو وہ بھی شامل ہوگا ایکسو ساٹھ پر ہوگی غرض ان تینوں مالوں میں سے سال تمام پر اگر چھپن روپے کی قدر ہوگا تو زکوۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر زیور عورت کی ملک ہے تو اس کی زکوۃ اُس پر واجب ہوگی جبکہ وہ خود یا اس کی ملک کا اور سونا چاندی ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی ہو ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

از مینی تال کاشی پور مسئولہ ڈاکٹر اشتیاق علی ۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

متعلق زکوۃ پارسال میرے پاس ایکسو پچاس روپے رمضان میں جمع تھے اور زکوۃ میں نے ایک سو پچاس روپے پر دی تھی دو ماہ بعد دو سو ہوگئے اور چھ ماہ بعد دو سو پچاس ہوگئے اور اب رمضان میں پورے تین سو ہوگئے اور میں ہر سال رمضان میں زکوۃ نکالا کرتا ہوں تو اب مجھ کو تین سو روپے پر دینا ہوگی یا صرف ایک سو پچاس پر کیونکہ ایک سو پچاس کے بعد جو روپے بڑھے ہیں ان کو پورا ایک سال نہیں گذرا ہے

الجواب

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی زکوۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے یا چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲

نصاب جبکہ باقی ہو تو سال کے اندر اندر جس قدر مال بڑھے اُسی پہلے نصاب کے سال تمام پر اس کل کی زکوۃ فرض ہوگی مثلاً یکم رمضان کو سال تمام ہوگا اور اُس کے پاس صرف سو روپے تھے تیس شعبان کو دس ہزار اور آئے کہ سال تمام سے چند گھنٹے پیشتر ہے یا چند گھنٹے بعد جب یکم رمضان آئے گی اس پورے دس ہزار ایک سو پر زکوۃ فرض ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲

از شہر بریلی محلہ جسولی مسئولہ حافظ علی شاہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تین لڑکیوں کی شادی کے واسطے روپیہ علیحدہ کر دیا ہے جس میں سے دو لڑکیاں نابالغ ہیں اور ایک قابل ہے شادی کے اب اس روپیہ کی زید پر زکوۃ دینا واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرور واجب ہے مگر اُس حالت میں کہ ہر نابالغہ کا حصہ جدا کرکے یہ کہہ دے کہ میں نے اُسے اُس کا مالک کیا اُس کی زکوۃ ان کے بلوغ تک کسی پر واجب نہ ہوگی بعد بلوغ اگر شرائط زکوۃ پائے گئے تو ان لڑکیوں پر واجب ہوگی اور بالغہ کا حصہ جدا کرکے اُسے مالک کردے اور اس کے

قبضے میں دیدے اگرچہ پھر اُس سے لے کر اپنے پاس رکھ لے اس حصّہ کی زکوٰۃ حسب شرائط اُس بالغہ پر ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳

ازشہر بریلی مرسلہ شوکت علی فاروقی ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے (۲) فیصدی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے (۳) جس روپیہ سے زکوٰۃ پہلے سال میں دے دی اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا اب دوسرے سال آنے پر کیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس میں پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے زکوٰۃ دینا ہوگی بینوا توجروا

الجواب

(۱) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہوسکتا روپیہ چاندی ہے کہ پیدائشی ثمن ہے اور نوٹ کاغذ کہ اصطلاحی ثمن ہے تو جب تک چلے اُس کا حکم پیسوں کے مثل ہے کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہے (۲) زکوٰۃ ہر نصاب وخمس نصاب پر چالیسواں حصّہ ہے اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لیے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپے (۳) دس برس رکھا ہے ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ ہوجائے یہاں لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اُس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اُس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی یونہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اُس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴

مسئولہ شمس الدین احمد از فرخ آباد ۲۱ شوال ۱۳۳۱ھ

وہ زیور جو کسی نے اپنے بچوں یعنی لڑکیوں کو بنوادیا اور ان کی ملک میں کردیا اور وہ بچے ابھی نابالغ ہیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہی نہیں یعنی اپنی بی بی کے زیور اور نقد کی زکوٰۃ دیتے وقت بچوں کا زیور حساب میں شامل کرے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جو زیور بچوں کو ہبہ کردیا اُس کی زکوٰۃ نہ اُس پر نہ بچوں پر اس پر اس لیے نہیں کہ یہ مالک نہیں اُن پر اس لیے نہیں کہ وہ بالغ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۵

۲۲ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) جو لڑکیاں نا کتخدا ہیں اور نابالغ ان کے زیور کی بھی زکوٰۃ ہونی چاہئے یا نہیں۔ (۲) میں نے لڑکی کی شادی کی ضرورت سے اپنا زیور رہن کیا شوہر اُس وقت میں بیکار تھے باقی زیور جو میرے پاس تھا اُس کی زکوٰۃ تو میں ادا کرتی رہی جو رہن تھا اُس کی زکات نہ دی، سات آٹھ برس رہن رہا اب میں نے چھڑایا تو اُس سات آٹھ برس کی زکوٰۃ چاہئے یا نہیں۔ (۳) شوہر نے

جس وقت قرض لیا تھا تو زیور میرا بطور رہن کے رکھ دیا تھا میری والدہ کے پاس تو اور تھوڑا زیور جو اُس وقت میں بھی رہن نہ رکھا تھا جب سے اب تک میرے پاس ہے اور زکوۃ جب سے نہیں دی گئی قرضہ کا خیال کرکے۔

الجواب

(۱) نابالغ لڑکیوں کا جو زیور بنایا گیا اگر ابھی انھیں مالک نہ کیا گیا بلکہ اپنی ہی ملک پر رکھا اور ان کے پہننے کے صرف میں آتا ہے اگرچہ نیت یہ ہو کہ بیاہ ہوئے پر ان کے جہیز میں دے دیں گے جب تو وہ زیور ماں باپ جس نے بنایا ہے اُسی کی ملک ہے اگر تنہا یا اُس کے اور مال سے مل کر قدر نصاب ہے اُسی مالک پر اُس کی زکوۃ ہے اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک کر دیا گیا تو اُس کی زکات کسی پر نہیں۔ ماں باپ پر تو یوں نہیں کہ اُن کی ملک نہیں اور لڑکیوں پر یوں نہیں کہ وہ نابالغہ ہیں جب جوان ہوں گی اُس وقت سے اُن پر احکام زکوۃ وغیرہ کے جاری ہوں گے۔ (۲) ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے بحرالرائق میں ہے اطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبة ويدا فلايجب على المشترى فيما اشترى للتجارة قبل القبض كذا فى غاية البيان ولايلزم عليه ابن السبيل لان يد نائبه كيده كذا فى معراج الدراية ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان فى يد المرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذا فى العناية اھ مختصرا درمختار میں ہے ولا فى مرهون بعد قبضه طحطاوی میں ہے اى لا على المرتهن لعدم الملك ولا على الراهن لعدم اليد واذا استرده الراهن لايزكى عن السنين الماضية وهو معنى قول الشارح بعد قبضه ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن اھ حلبى وظاهره ولو كان الرهن ازيد من الدين اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) اظہار سائلہ سے واضح ہوا کہ یہ زیور بغرض رہن اُس نے خود اپنے شوہر کو دیا اور اُس نے اس کی اجازت سے رہن کیا تھا تو یہ رہن بھی رہن بالحق تھا تو ظاہر یہاں بھی یہی ہے کہ اُس مدت کی زکوۃ واجب نہ ہو لعدم الملك الكامل فانه ليس مملوكا يدا الا ان قبض الرهن قبض استيفاء كما فى الهداية ور بعد تعلق حق مذکور کے کچھ یہ ضرر نہیں کہ وہ دین خود اسی پر ہو ولہٰذا اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے اُس کے دین کی ضمانت کرلے تو بمقدار دین اس کا مال مشغول سمجھا جائے گا کہ دائن کو حق استیفا اس سے حاصل ہے اگرچہ دین اصالۃً اس پر نہیں درمختار میں ہے فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كان لله تعالى كزكوة وخراج او للعبد ولو كفالة الخ ردالمحتار میں ہے قال فى المحيط لو استقرض الفا فكفل عنه عشرة ولكل الف فى بيته وحال الحول فلا زكوة على واحد منهم لشغله بدين الكفالة لان له ان ياخذ من ايهم شاء بحر الخ ہدایہ میں ہے لو كانت العارية عبدا فاعتقه المعير جاز لقيام ملك الرقبة ثم المرتهن بالخيار ان شاء ضمن المعير قيمته لان الحق قد تعلق برقبته برضاه وقد اتلفه بالاعتاق الخ ہاں جو زیور رہن نہ تھا اور جب سے پاس ہے اگر وہ خود یا اور مال زکوۃ سے مل کر نصاب تھا تو جب تک نصاب پورا رہا اُس مدت کی زکوۃ واجب ہے اور قرضہ کا خیال باطل خیال ہے کہ قرض شوہر پر تھا اور زیور عورت کا زکوۃ عورت پر ہے نہ شوہر پر البتہ یہ زکوۃ جو چڑھتی گئی ہر سال اس کا حساب لگانے سے جس سال اُسے مجرا کرکے مال بقدر نصاب نہ رہے اُس سال کی زکاۃ واجب نہ ہوگی مثلاً زیور وغیرہ اموال زکوۃ ملا کر پہلے سال دو سو درم

مال تھا اُس سال پانچ درم زکوۃ کے واجب ہوئے دوسرے سال یہ پانچ درم کہ زکاۃ کا قرضہ ذمہ پر ہے مجرا کرکے گویا دو سو پانچ درم کا مال تھا اب پھر پانچ واجب ہوئے تیسرے سال دس درم زکوۃ کے مجرا کرکے گویا دوسو کا مال تھا اب بھی پانچ واجب ہوئے چوتھے سال پندرہ مجرا کرکے پانچ کم دوسو کا مال رہا یہ نصاب نہیں اب زکوۃ نہیں وہی پندرہ ہی واجب الادا رہے مگر یہ کہ ختم سال پر اور کہیں سے پانچ درم مل گئے ہوں کہ دوسو درم پورے ہوکر پھر پانچ درم لازم آئیں گے اور بیس واجب ہوجائیں گے یہی حساب ہر سال میں خیال کرلینا لازم ہے دوسو درم شریعت میں چھپن روپے کے ہوتے ہیں اور پانچ درم کا ایک روپیہ سوا چھ آنے ایک دھیلا اور پیسہ کا دسواں حصّہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷ ۱ء

از فرید پور شرقی مرسلہ منشی محمد علی صاحب نائب ناظر تحصیل فرید پورہ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کے پاس چار سو روپیہ علاوہ خرچ روزمرہ کے اس تفصیل سے ہیں کہ دو سو روپیہ بابت خرید مکان مسکونہ کے مالک مکان کو دے چکا ہے اور دو سو روپے نقد رکھے ہیں اب زید کو زکاۃ ادا کرنا چار سو روپے پر چاہئے یا دو سو پر جو اس کے پاس نقد رکھے ہیں کب اور کس حساب سے اُس کو ادا کرنا چاہئے مثلاً اگر اسی مہینہ جمادی الثانی سے اُس کے پاس دو سو روپے نقد جمع ہوگئے تو اب زید کو کس مہینہ میں اور کس قدر ادا کرنا چاہئے اور درصورت نہ ادا کرنے کے کیا مواخذہ اُس کے ذمہ ہوگا امید کہ اللہ تعالٰی جواب بالتفصیل مرحمت فرمایا جائے تا عام فہم ہوکر سب کو فائدہ دارین عطا فرمائے۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہوئی وعدہ خرید فروخت درمیان آیا ہے اور اسی بنا پر زید نے مالک مکان کو دو سو روپے پیشگی دے دیئے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کرے یہ صورت قرض کی ہوئی ثمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی امانت کہہ نہیں سکتے کہ خرچ کی اجازت دی لاجرم قرض ہے فی لسان الحکام والعقود الدریہ وغیرھما دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک تو دو سو کہ اُس کے پاس رکھے ہیں اور دو سو جو مالک مکان کو دیئے ہیں چاروں سو اسی کی ملک ہیں اور مال زکوۃ ہیں زکوۃ کی نصاب ان روپوں سے چھپن روپے ہے جس تاریخ یہ شخص چھپن روپے یا زائد کا مالک ہوا اُسی تاریخ سے مالک نصاب سمجھا گیا جب ہی سے سال زکوۃ کا حساب ہوگا سال کے اندر جو مال اور ملتا گیا اُسی کے ساتھ ملتا رہے گا سال تمام پر دیکھیں گے سب خرچوں سے بچ کر حوائج اصلیہ سے فاضل کتنا روپیہ اُس کی ملک میں ہے خواہ اس کے اپنے پاس رکھا ہو یا کسی کے پاس امانت ہو یا کسی کو قرض دے دیا ہو اُس قدر پر زکوۃ واجب آئے گی اور جو سال تمام ہونے سے پہلے صرف ہوگیا وہ حساب زکوۃ میں محسوب نہ ہوگا مثلاً یکم محرم ۱۳۱۵ھ کو چھپن روپیہ کا مالک ہوا تھا ربیع الاول میں سو اور ملے جمادی الآخر میں دو سو اور ملے یہ دو سو مالک مکان کو قرض دے دے تو اُس پر اُسی یکم محرم سے سال چل رہا ہے اور ابھی کہ سال تمام نہ ہوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس قدر پر زکوۃ واجب ہوگی اب اگر یکم محرم ۱۳۱۶ھ کے آنے سے پہلے مکان کی بیع واقع ہوگئی اور وہ دو سو کہ قرض دیے تھے سال تمام سے پہلے قیمت مکان میں محسوب ہوگئے تو یہ دو سو حساب زکوۃ سے خارج ہوگئے کہ ان پر سال نہ گزرا اسی طرح اگر بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس لے لیا اور سال تمام سے پہلے کل یا بعض خرچ ہوگیا تو اُس سے بھی تعلق

نہ رہا تمامی سال پر جو باقی رہے اُسے دیکھیں گے کہ ۵۶ روپیہ یا ۵۶ سے زائد ہے تو اُس پر ایک سال کی زکاۃ واجب ہوگی اور اگر سال تمام پر ۵۶ سے بھی کم رہے تو کچھ نہیں کہ اگرچہ ابتدا میں نصاب بلکہ نصاب سے زائد کا مالک تھا مگر سال نہ گزرنے پایا کہ نصاب سے کم ہوگیا تو وجوبِ زکاۃ کا محل نہ رہا اور اگر سال تمام تک یعنی جب سے یہ شخص مالک نصاب ہوا سال پورا ہونے تک نہ بیع ٹھہری نہ روپیہ واپس ہوا بلکہ مالک مکان پر قرض ہی رہا تو اب اس پر کہ خود نصاب بلکہ چند نصابیں ہیں اور اس کے سوا اور جو نقد اُس وقت موجود ہو غرض جس قدر روپیہ یا سونا یا چاندی حاجاتِ اصلیہ سے فاضل ملک میں ہے خواہ شروع سال زکوٰۃ سے تھا خواہ بیچ میں ملا اُس سب پر زکوٰۃ واجب ہوئی جو نقد ہے اُس پر تو وجوب کے ساتھ وجوب بھی ادا ہوگیا فی الحال دی جائے اور جو قرض ہے اُس پر ہنوز وجوبِ ادا نہیں وصول پانے پر ہوگا خواہ روپیہ ہی وصول ہو یوں کہ بیع نہ ٹھہری اور روپیہ واپس ملے خواہ بیع ہو کر قیمت میں مجرا ہو جائے کہ یہ بھی وصول پالینا ہے پھر ازانجا کہ قرض دین قوی ہے اور صورت مسؤلہ میں ابتدائے نصاب مال نقد سے ہے کہ اُسی پر سال زکوٰۃ شروع ہوا اس سال تمام پر یا اُس کے بعد جو رقم قرض سے وصول ہوگی اُسے دیکھا جائے گا کہ خمس نصاب یعنی ۵۶ کے پانچویں حصے لعہ ۲ پائی سے کم ہے یا نہیں اگر کم ہے اور کوئی مال نقد نہ اس وقت موجود نہ سال رواں کے ختم پر آکر ایسا ملا جو اس رقم وصولی سے مل کر خمس نصاب ہو جاتا تو اس کی زکوٰۃ دینی اصلاً واجب نہ ہوگی نہ سال گذشتہ کے لیے نہ رواں کے لیے اور اگر ایسا مال نقد پایا جائے تو اُسے اُس کے ساتھ ملا دیں گے پھر اگر عین سال تمام کے وقت وصول ہوا تو خود روزِ وصول ورنہ سال تمام رواں پر جو باقی ہوگا اُس پر یہ حکم لگائیں گے کہ ہر خمس نصاب پر اُس کا چالیسواں حصہ واجب الادا اور خمس سے کم پر کچھ نہیں اور اگر رقم وصولی خود خمس نصاب سے کم نہیں تو جس قدر برس اُس پر حالتِ دین میں گذرے ہوں اُن سب کی زکوٰۃ دینی آئے گی جب تک زکات نکالتے نکالتے خمس نصاب سے کم نہ رہ جائے پھر بہر حال جس قدر خمس سے کم رہے گا اُس کا وہی حکم ہے کہ اور مال نقد ہو تو اُس کے ساتھ ملا کر سال تمام رواں پر حکم دیکھا جائے گا ورنہ کچھ نہیں سب صورتوں کی مثال لیجئے مثلاً ۲۰ ذی الحجہ ۱۴ھ کو تین سو درم شرعی کا مالک ہوا اس وقت سے سال زکوٰۃ شروع ہوگیا یہ سب روپے وسط سال میں کسی کو قرض دے دیے خاص سال تمام کے دن اُن سے اُنتالیس درم شرعی وصول ہوئے اور آج کچھ نقد اس کی ملک نہیں تو ان ۳۹ درم پر بھی کچھ دینا نہ آئے گا کہ یہ خمس نصاب یعنی چالیس درم سے کم ہیں اور اگر سال تمام سے پہلے مثلاً ۲۴ ذی الحجہ ۱۵ھ کو یا شروع سال میں مالکیت دن کے بارہ بجے ہوئی تھی اب ۲۵ ذی الحجہ ۱۵ھ کو بارہ بجے سے ایک لحظہ پہلے اُنتالیس ۳۹ درم کہیں اور سے مل گئے اور اسی وقت ایک درم اُس قرض میں سے وصول ہوا تو اسے اُن انتالیس ۳۹ درم میں ملا دیں گے اب یہ چالیس درم ہوگئے کہ خمس کامل ہے تو ایک درم دینا واجب آیا اور اگر اسی صورت میں مثلاً قرض میں سے بھی اُنتالیس درم وصول ہوئے کہ نقد موجود سے مل کر اٹھتر ۷۸ درم ہوگئے تو بھی ایک ہی درم کہ ایک خمس کامل یعنی چالیس درم کی زکاۃ ہے واجب الادا ہوگا باقی اڑتیس درم زائد کہ خمس سے کم ہیں سال تمام آئندہ کے انتظار میں رہیں گے اور اگر سرے سے فرض کیجئے کہ شروع سال زکوٰۃ کو پانچ سال کامل گذر گئے اُس وقت تک کچھ نہ ملا اُس کے بعد چوالیس درم قرض سے وصول ہوئے اور ان کے سوا اور کچھ نقد نہیں تو اس رقم میں صرف ایک خمس نصاب ہے اوپر کے چار درم زیادہ ہیں یہ خمس پانچ برس تک قرض میں تھا تو ہر سال کی بابت ایک درم دینا واجب ہوا پانچ درم زکوٰۃ دے اور اگر اسی صورت میں تینتالیس درم وصول ہوئے تو چار ہی درم زکوٰۃ دینی واجب ہوگی کہ جب بابت سال اول ایک درم زکوٰۃ کا ان ۴۳ پر ڈالا تو سال دوم کے لیے ۴۲ رہے ان پر ایک درم اس

سال کا ڈالا سوم کے لیے لہ للعہ رہے چہارم کے لیے للعہ تو یہ چار درم تو واجب الادا ہوئے پنجم کے لیے صرف لعہ ہی رہ گئے کہ خمس سے کم ہیں ان پر کچھ نہیں اسی طرح اگر للعہ وصول ہوتے تو تین ہی درم دینے آتے اور للعہ تو دو اور للعہ تو ایک ہی اور للعہ سے زیادہ پانچ ہی دینے ہوں گے جب تک پورے اسّی تک نہ پہنچیں اسّی پر چھ لازم آئیں گے پہلے سال دو خمس کے دو درم اب سال دوم میں ٹھہر رہ گئے کہ ایک ہی خمس کامل ہے تو باقی چار سال میں ایک ہی ایک لازم آیا یونہیں بیاسی وصول ہوں تو سات دے گا کہ دو سال تک دو خمس کامل رہے چوراسی پر آٹھ چھیاسی پر نو اٹھاسی اور اٹھاسی سے زیادہ سب پر دس جب تک ایک سو بیس کامل نہ ہوں پھر ایک سو بیس پر گیارہ وعلی ہذا القیاس یہ اُس صورت میں ہے کہ کچھ نقد نہ ہو ورنہ اس کے ساتھ ملا کر حساب لگائیں گے مثلاً تینتالیس وصول ہونے پر چار درم لازم آتے تھے اگر نقد ایک درم بھی موجود ہے تو پورے پانچ آئیں گے کہ اس کے ساتھ مل کر چوالیس ہوگئے اور چوالیس پر پانچ لازم تھے وقس علی ہذا پھر بہرصورت جو فاضل بچا وہ سال تمام آیندہ کا انتظار کرے گا یہ ہے جو کلمات علمائے سے فہم فقیر میں آیا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی باحکامہ علیم تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے الدیون تجب زکوتھا اذا تم نصابا بنفسہ او بما عندہ مما یتم بہ وحال الحول ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط لکن لافورًا بل عند قبض اربعین درھما من القوی کقرض فکلما قبض اربعین یلزمہ درھم وعند قبض مائتین من متوسط وفی البدائع قال الکرخی ھذا اذا لم یکن لہ مال سوی الدین والا فما قبض منہ فھو بمنزلۃ المستفاد فیضم الی ما عندہ وکذا فی المحیط اھ ملتقطا نیز ردالمحتار میں ہے ذکر فی المنتقی رجل لہ ثلثمائۃ درھم دین حال علیھا ثلثۃ احوال فقبض مائتین فعند ابی حنیفۃ یزکی للسنۃ الاولٰی خمسۃ وللثانیۃ والثالثۃ اربعۃ اربعۃ عن مائۃ وستین ولا شیئ علیہ فی الفضل لانہ دون الاربعین اُسی میں محیط سے ہے لوکان الف علی معسر فاشتری منہ بھا دینارا ثم وھبہ منہ فعلیہ زکاۃ الالف لانہ صار قابضا لھا بالدینار اھ شرح نقایہ قہستانی میں ہے یضم الحادث ولو قبیل اٰخر الحول لانہ قبل وقت الوجوب اھ ادا نہ کرنی کی حالت میں جو سواخذہ زکوۃ نہ دینے پر ہے اُس کا سزاوار ہوگا معاذ اللہ معاذ اللہ وہ نہ ہلکا ہے نہ قابل برداشت اُس کے بارے میں کچھ آیات، واحادیث فقیر کے رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ ۱۳۰۹ میں مذکور ہوئیں اُن میں بعض کا خلاصہ یہ کہ جس سونے چاندی کی زکوۃ نہ دی جائے روز قیامت جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے اُن کی پیشانیاں کروٹیں پیٹھیں داغی جائیں گی اُن کے سرپستان پر جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائے گا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا گدی توڑ کر پیشانی سے اُبھرے گا جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے گی روز قیامت پرانا خبیث خونخوار اژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا یہ ہاتھ سے روکے گا وہ ہاتھ چبالے گا پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا اُس کا منہ اپنے منہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال میں ہوں تیرا خزانہ پھر اُس کا سارا بدن چبا ڈالے گا والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹

۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی رخصت جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ میں ہوئی اور اُس وقت وہ جہیز کی مالک ہوئی اس سے پہلے مالک نہ تھی اس وقت اس کی ملک میں زیور طلائی لعہ ۶/۱۰ تولہ تھا اور زیور نقرئی ماعـــہ روپیہ بھر اس قدر آخیر عمر تک اُس کے پاس رہا تین سال دس ماہ تیئیس دن کے بعد ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ میں ہندہ نے انتقال کیا اُس وقت اس کے پاس چار عدد طلائی اور تھے ایک ساتواں تولہ گیارہ ماشہ کا جس کی دس ماہ پیش از مرگ مالک ہوئی دوسرا دو تولے کا کہ موت سے ڈیڑھ سال پہلے ملا تھا تیسرا چار تولے کا دو سال پہلے چوتھا پانچ تولے کا تین سال پہلے اس صورت میں ہندہ پر زکوۃ کس قدر ہوئی بینوا توجروا

الجواب

ہندہ پر تین سال زکوۃ واجب ہوئی کہ چوتھے سال میں ایک ماہ سات روز باقی تھے کہ اُس نے وفات پائی مال کہ وقت رخصت ملا اُس پر تینوں برس کی زکوۃ ہے یونہی چوتھا عدد پانچ تولے کا جب مرگ سے تین سال پہلے ملا تو رخصت کے دس ماہ ۲۳ دن بعد بالجملہ پہلے سال تمام سے پہلے پایا تو وہ بھی مال اول میں شامل ہوا اور تینوں سال کی زکوۃ اُس پر آئی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تیسرے عدد پر دو سال اخیر کی زکاۃ ہے اور دوسرے پر ایک ہی برس کی اور پہلے پر اصلا نہیں تو سونے میں حاصل ملک ہندہ باعتبار ہر سہ سال یہ ہوا سال اول لعہ ۶/۱۰ دوم للعہ ۶/۱۰ سوم ۶/۱۰ للعہ صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ اسی قدر مال کی مالک تھی اور زکوۃ تینوں سال نہ دی تو ہر پہلی زکوۃ کا دین سال مابعد کے مال سے مجرا ہوتا رہا واجب سال اول طلائی ۱۱ ماشہ ۲ سرخ نقرہ تین روپیہ بھر اور تین ماشے تین سرخ مال سال دوم سے استثنا کیا تو سال دوم طلا للعہ ۱/۱۰ ۲ سرخ رہا واجب ۱۱ ماشہ ۷ سرخ ۵ ۱/۵ چاول اور نقرہ ماعـــہ ۸/۱۰ سرخ رہا واجب تین روپے بھر ۲ ماشہ ۲ سرخ ۴ ۳/۵ چاول سال سوم طلا واجب دو سال ایک تولہ ۱۱ ماشہ ایک سرخ ۵ ۱/۵ چاول نقرہ واجب دو سال سے روپے بھر ۵ ماشہ ۶ سرخ ۴ ۳/۵ چاول منہا کرکے باقی طلا للعہ ۱/۱۰ ۲ سرخ ۲ ۴/۵ چاول واجب ایک تولہ ۲ سرخ ۴۲/۲۵ چاول ماعـــہ روپیہ بھر ماشہ ۳ سرخ ۳ ۲/۵ واجب تین روپیہ بھر ایک ماشہ ۲ سرخ ۲ ۱۳/۲۵ چاول جمیع واجب سہ سالہ طلا ۲ تولے ۱۱ ماشہ ۳ سرخ ۵ ۶/۲۵ چاول یعنی دو تولے گیارہ ماشے تین رتی پانچ چاول اور ایک چاول کے سو حصوں سے سرسٹھ حصے نقرہ لعہ تولہ ۷ ماشہ ۲ سرخ ۷ ۵/۲۵ یعنی نو روپیہ بھر اور سات ماشے دو رتی، چاول اور چاول کے دو حصوں سے ستاون حصے یہ سب مذہب صاحبین پر ہے اور مذہب امام پر کچھ کمی تخفیف ہو جائے گی سائل اس پر راضی نہ ہو اور تخفیف ہی چاہے تو یہ ضرور ہے کہ تینوں برس ہر سال تمام کے صحیح تاریخ پر سونے اور چاندی کا صحیح نرخ بازار دریافت کرکے بتائیے نیز یہ کہ کس کس عدد کی قیمت بوجہ صنعت اپنے وزن سے کس کس قدر زائد ہے بے اس کے حساب ناممکن ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۲۴

از بنگالہ ضلع سلہٹ پرگنہ بیجواڑہ موضع ناران گولہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ایک سو روپے کا زکوۃ دے کر مدفون کیا پھر دوسرے سال میں زکوۃ دینا ضروری ہے یا نہیں بینوا بحوالہ کتاب توجروا یوم الحساب۔

فقط

الجواب

ہر برس ضرور ہے جب تک کل مال زکوۃ جو اُس کی ملک ہے حقیقۃً یا حکماً نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی یعنی انگریزی چھپن روپے سے کم نہ ہوجائے حقیقۃً کم ہوجانا یہ کہ زکوۃ وغیرہ میں صرف کرتے کرتے خواہ کسی اور طور سے گھٹ جائے اور حکماً یہ کہ ہر برس زکاۃ واجب ہوتی رہی اور ادا نہ کی کہ ہر سال زکاۃ کا دین اس پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ مال زکوۃ قدر نصاب نہ رہا مثلاً صرف یہی سو روپے اُس کے پاس مال زکوۃ تھی اور یہی رہی اور مال زیادہ نہ ہوا تو اب پہلے سال تمام پر برہنائے مذہب صاحبین ڈھائی روپے واجب ہوئے مگر اس نے ادا نہ کی دوسرے سال تمام پر مال زکوۃ صرف ستانوے روپے آٹھ آنہ رہا کہ ۲ روپیہ آٹھ آنے دین زکاۃ سال گذشتہ میں مشغول ہیں اس سال دو روپے سات آنے واجب ہوئے تیسرے سال تمام پر دو سال گذشتہ کا دین زکاۃ چار روپے پندرہ آنے مستثنیٰ ہوکر فقط پچانوے روپے ایک آنہ پر زکاۃ آئی کہ دو روپیہ چھ آنے اور ایک پیسہ کی چاندی کا دسواں حصہ ہوا وعلی ہذا القیاس جب گھٹتے گھٹتے چھپن روپے سے کم رہ جائے تو زکوۃ واجب نہ ہوگی فی الدر المختار سبب افتراضھا ملك نصاب حولی فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد کزکاة وخراج اھ ملخصاً وفی الھندیة رجل له الف درهم لامال له غیرها استاجر بها دارا عشر سنین لکل سنة مائة فدفع الالف ولم یسکنها حتی مضت السنون والدار فی ید الاٰجر فی السنة الاولی عن تسع مائة وفی الثانیة عن ثمانی مائة الا زکوة السنة الاولی ثم یسقط لکل سنة زکاة مائة اخری وما وجب علیه بالسنین الماضیة الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱

۶ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے جس مال تجارت پر ایک مرتبہ زکوۃ ادا کردی پھر دوسرے سال اُس پر زکوۃ دینا نہ چاہئے بلکہ اُس کے نفع پر زکوۃ دینا چاہئے بینوا توجروا

الجواب

مال تجارت جب تک خود یا دوسرے مال زکوۃ سے مل کر قدر نصاب اور حاجت اصلیہ مثل دین زکوۃ وغیرہ سے فاضل رہے گا ہر سال اُس پر تازہ زکوۃ واجب ہوگی زید کا بیان محض غلط ہے تشھد به الکتب قاطبة واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲

مسئولہ محمد صبور سوداگر سبز کرسی بریلی متصل کرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی تجارت کے آغاز کے وقت یہ قرار دیا کہ جو منافع ہوگا اُس کا سولھواں حصہ اللہ نام صرف کرے گا قبل معلوم ہونے منافع کے اُس نے ہر موقع کار خیر میں صرف کرنا شروع کیا وقت کرنے حساب کے منافع کی تعداد کا سولھواں حصہ کم نکلا اُس صرف سے جو وہ کار خیر میں صرف کرچکا یہ فاضل روپیہ بمد زکوۃ داخل ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) ایک شخص حق المحنت کے ساتھ ایک تجارت میں شریک ہے قبل حاصل ہونے منافع کے اُس تجارت سے بتدریج اپنے صرف کے واسطے لیتا رہا وقت معلوم ہونے منافع کے وہ قرضدار تجارت کا تھا جو منافع اسکے نامزد ہوا وہ قرضہ میں داخل کیا اس حالت

میں اُس منافع کی زکوٰۃ اُس کے ذمہ عائد ہے یا نہیں (۳) ایک شخص نے وقت شروع کرنے تجارت کے دیگر شخص سے جو اُس کی تجارت میں شرکت روپے کے ساتھ دینا چاہتا تھا ظاہر کیا کہ میں وقت چیٹھہ کے (معلوم کرنا منافع کا) پہلے زکوٰۃ نکال دیتا ہوں بعدہ منافع تقسیم کیا جاتا ہے اُس دیگر شخص نے اس بات کو پسند کیا اور روپیہ کے ساتھ منافع میں برابر کا شریک ہوا اس بات کے ظاہر کرنے سے کیا اس کے ذمہ اُس کے روپیہ کی بھی زکوٰۃ عائد ہوگی یا صرف منافع کی رقم رہی جو طرفین کے حصہ سے خرچ میں داخل ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

۱؎ جبکہ بہ نیت زکوٰۃ وہ دینا نہ تھا تو جو زائد دیا گیا زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوسکتا ہاں آئندہ سال کے اُس سولھویں حصہ میں مجرا ہوسکتا ہے جو اُس نے اللہ عزوجل کے لیے دینا ٹھہرا رکھا ہے مثلاً اس وقت دس روپیہ زیادہ پہنچے اور آئندہ سال منافع کا سولھواں حصہ سو روپے ہو تو اُسے اختیار ہے کہ یہ دس اُس میں محسوب کرکے نوے روپے دے ۲؎ نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) دوسرے کی زکوٰۃ اُس کے ذمہ عائد نہیں ہوسکتی ہے ایک پر اُس کے حصہ کی زکوٰۃ لازم ہے اور زکوٰۃ صرف منافع مال تجارت پر نہیں ہوتی جس طرح مکان زمین دکان کے صرف منافع پر ہوتی ہے یہاں ایسا نہیں بلکہ کل مال تجارت پر لازم ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴

از محلہ چاہ بائی مسئولہ حافظ محمد صادق مختار عام منشی رحیم داد خاں صاحب تحصیلدار ۲۸ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مالک جائداد زمینداری وغیرہ کا اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور مال گذاری و نیز دیگر اخراجات میں خرچ ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے لہٰذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اُس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی کس وقت اُس کو ادا کرنا چاہئے بینوا توجروا

الجواب

ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے نہ اُس کے اوقات آمدنی پر لحاظ بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے کی جس تاریخ جس گھنٹے منٹ پر وہ ۵۶ روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اُس کے پاس نصاب باقی رہا وہی مہینہ تاریخ منٹ اُس کے لیے زکوٰۃ کا سال ہے آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اُس عربی مہینہ کی اُس تاریخ منٹ پر اُس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵

از شہر بریلی اسٹیشن ریلوے سٹی آر کے آر نعمت حسین ڈرائیور تاریخ ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ تخمیناً بیس سال سے ریلوے کمپنی کے یہاں ملازم ہے اور ریلوے اپنے قاعدہ کے موافق بشمول دیگر ملازمان کے زید کی تنخواہ ماہوار عہ سے ایک آنہ چار پائی فی روپیہ بطور ضمانت مجرا کرلیتی

ہے اور بعد چھ ماہ کے اُس روپے کو کسی دوسری تجارت وغیرہ میں لگا دیتی ہے درصورت نفع ونقصان کے رسدی کمی بیشی کرکے ہر ششماہی کی رسید دے دیتی ہے ابتدا میں ایک روپیہ دو آنہ مجرا ہوتا تھا جوں جوں تنخواہ میں ترقی ہوتی گئی اُس میں بھی اضافہ ہوتا گیا چنانچہ اب مبلغ تین روپے ماہوار مجرا کیا جاتا ہے اور اب اصل تعداد مبلغ پانچسو کی ہوگئی ہے اور کل تعداد ایکہزار سے زائد ہوگئی ہے جس وقت زید ملازمت سے علیحدہ ہوگا اس وقت اس کو اور اس کے ورثا کو وصول ہوگا بشرطیکہ میعاد ملازمت اچھے طریقہ پر ختم ہوجائے اور کوئی قصور وغیرہ واقع نہ ہو مگر مبلغ پانچ سو روپے جو اصلی ہے اُس میں کسی طرح اندیشہ نہیں ہے سوا اس کے کہ درمیان ملازمت کے روپے کا وصول ہونا ناممکن ہے جب تک ملازمت سے مستعفی نہ ہو از روئے شریعت مطہرہ اس روپے پر زکوۃ دینی فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس وقت سے دی جائے گی اصلی تعداد پر دی جائے گی یا کل روپے پر اور نصاب زکوۃ کس قدر اور اُس پر مقدار زکوۃ کیا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب سے وہ اصلی روپیہ خواہ مع اور زکاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپے تک پہنچا اور حوائج اصلیہ سے بچ کر اُس پر سال گزرا اُس وقت سے اُس پر زکوۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکوۃ واجب ہوتی رہی ہاں اگلے سال کی جتنی زکوۃ واجب ہوئی ہے اس سال جمع میں سے اُتنا کم کرلیں گے کہ اُتنا اُس پر اللہ عزوجل کا دین ہے باقی مع جدید مقدار سال حال پر زکوۃ آئے گی تیسرے سال کی جمع میں سے دو برس گذشتہ کی زکوۃ واجب شدہ مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوۃ مذکور مجرا کریں گے اور سال حال کا اضافہ شامل کریں گے اس قدر پر زکوۃ آئے گی چوتھے سال کی جمع میں سے تین سال کی زکوۃ مذکور مجرا اور اس سال کا اضافہ شامل ہوگا اخیر تک یوہیں کریں گے تجارت میں وہ روپیہ اگر اس کی اجازت سے لگایا جاتا تو اُس کا منافع شامل ہوگا اس طور پر زکوۃ سال بسال واجب ہوا کرے گی مگر اس روپیہ کی زکاۃ ادا کرنی اُس وقت لازم ہوگی جب وہ وصول ہوگا اور جو اضافہ کمپنی سود کے طریقہ پر کرتی ہے اُس پر کبھی زکاۃ نہ ہوگی نہ وہ اس کی ملک ہے نہ اسے سود کی نیت سے کسی طرح جائز ہے ہاں بعد ختم اگر کمپنی بطور خود اس کو وہ اضافہ دے اور کمپنی میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو تو یہ اُس اضافہ کو اس نیت سے لے سکتا ہے کہ ایک غیر مسلم جماعت ایک مال بخوشی دیتی ہے یوں مال مباح سمجھ کر لے سکتا ہے سود کی نیت نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶

مرسلہ اللہ مہر از کوسی کلاں ضلع متھرا ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ اعلان سے دینا بہتر ہے یا کہ خفیہ طور سے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زکاۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے اور اگر کوئی صاحب عزت حاجتمند ہو کہ اعلانیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اُسے خفیہ ہی دینا بہتر ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷

از سید پور ڈاک خانہ وزیر گنج ضلع بدایوں مرسلہ آغا علی خاں صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

تجارت کے سرمایہ اصلی پر یعنی اس کی لاگت پر زکوۃ دینا واجب ہے یا منافع پر۔

الجواب

تجارت کی نہ لاگت پر زکاۃ ہے نہ صرف منافع پر بلکہ سال تمام کے وقت جو زر منافع ہے اور باقی مال تجارت کی جو قیمت اس وقت بازار کے بھاؤ سے ہے اُس پر زکوۃ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸

مسئولہ حافظ محمود حسین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

زید نے بکر کو کچھ دیا اور کہا اس کو مساکین کو جہاں مناسب سمجھو دے دیجیو اگر زید خود اُس کا مصرف ہو اپنے اوپر اس کو صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جس کے مالک نے اُسے اذن مطلق دیا کہ جہاں مناسب سمجھو دو تو اُسے اپنے نفس پر بھی صرف کرنے کا اختیار حاصل ہے جبکہ یہ اس کا مصرف ہو ہاں اگر یہ لفظ نہ کہے جاتے تو اُسے اپنے نفس پر صرف کرنا جائز نہ ہوتا مگر اپنی زوجہ یا اولاد کو دے دینا جب بھی جائز ہوتا اگر وہ مصرف تھے درمختار میں ہے للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لالنفسہ الا اذا قال ربھا ضعھا حیث شئت۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹

از اندور سیا گنج مرسلہ طاہر محمد عبد الغنی صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) اگر چند اشخاص دولتمندان کئی ہزار روپے زکاۃ کا جمع کرکے چند معتبر لوگوں کے سپرد اس غرض سے کریں کہ وہ روپیہ حقداران زکاۃ کو حسب ضرورت اُن کو دیا جائے (۲) وہ لوگ جن کی سپردگی میں مال زکاۃ دیا گیا ہے وہ اس مال کو بڑھانے کی غرض سے تجارت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں یا کسی تاجر کی شرکت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں (۳) ایک ایسا شخص کہ جس کے نزدیک اپنا ذاتی مکان ہے اور اُس مکان کی سالانہ آمدنی سو روپے بھی مگر بوجہ عیالدار ہونے کے اُس کا خرچ تین سو روپے سالانہ ہے تو ایسے شخص کو زکاۃ کے مال سے امداد دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱و۲) ان لوگوں پر فرض ہے کہ وہ روپیہ مستحقین زکاۃ پر تقسیم کر دیں اُس سے تجارت کرنا اُن کو حرام ہے جب تک اذن جملہ مالکان نہ ہو اور مالکوں کو بھی جائز نہیں کہ اگر اُن پر زکوۃ کا پورا سال ہو چکا ہو تو زکاۃ روک لیں اور تجارت کے منافع حاصل ہونے پر ملتوی کریں

سالِ تمام پر زکوۃ فوراً فوراً ادا کرنا واجب ہے ہاں جس نے پیشگی دیا ہوا بھی سال تمام ہو، پر نہ آیا ہو وہ سالِ تمام آنے تک ٹھہر سکتا ہے پھر اگر یوں کرے کہ مثلاً ہزار روپے سالِ آئندہ کی زکاۃ کی نیت سے تجارت میں لگا دیئے کہ ان سے جو نفع ہو وہ بھی مع ان ہزار کے فقراء کو دے گا تو یہ نہایت محبوب عمل ہے وفیہ حدیث من زرع شعیر اجرۃ الاجیر وحصل منه اموالا فلما جاء الاجیر سلم کلها الیه ففرج الله به عنه وهم اصحاب الرقیم رضی الله تعالٰی عنهم مگر یہ ضرور ہے کہ اگر تجارت میں نقصان ہو تو وہ نقصان فقراء پر نہیں ڈال سکتا اُن کو سالِ تمام پر پورے ہزار دینے لازم ہوں گے (۳) ہاں ایسے زکوۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ اُس کی حاجت سکونت کا مکان ہزار روپے کا ہو یا کرائے پر چلائے کہ مکان سے ہزار روپے سالانہ آتا ہو اور اُس کا ضروری مصارف ونفقہ اہل وعیال سے اتنا نہ بچتا ہو کہ وہ اپنی حاجت اصلیہ سے فارغ چھپن روپے کے مال کا مالک ہو عالمگیریہ میں ہے لو کان له حوانیت اودار غلة تساوی ثلثة الاف درهم وغلتها لا تکفی لقوته وقوت عیاله یجوز صرف الزکاۃ الیه فی قول محمد رحمه الله تعالٰی ولو کان له ضیعة تساوی ثلثة الاف ولا تخرج ما یکفی له ولعیاله اختلفوا فیه قال محمد بن مقاتل یجوز له اخذ الزکوۃ هکذا فی فتاوی قاضی خاں والله تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰

مرسلہ محمد قاسم صاحب از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ذیل کے مسئلوں میں (۱) ایک شخص نے چالیس یا پچاس ہزار کے مکانات اپنی حاجات سے زیادہ صرف کرایہ وصول کرنے کی غرض سے خرید کیے ہیں آیا اس صورت میں حاجت سے زیادہ مکانات میں ان کی قیمت کے اوپر زکوۃ فرض ہے یا جو کرایہ آتا ہے ان کے اوپر ہے (۲) جو صاحب مکان کی زینت کے لیے تانبے پیتل چینی وغیرہ کے برتن خرید کر کے مکان کو سجاتا ہے اور کبھی وہ برتن استعمال میں کبھی آتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

مکانات پر زکوۃ نہیں اگرچہ پچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اُس پر زکوۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو (۲) برتن وغیرہ اسباب خانہ داری میں زکوۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں زکوۃ صرف تین چیزوں پر ہے سونا چاندی کیسے ہی ہوں پہننے کے ہوں یا برتنے کے یا رکھنے کے سکہ ہو یا پتر ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور تیسرے تجارت کا مال باقی کسی چیز پر نہیں۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱

۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ از بدایوں خانہ اسسٹنٹ کمشنر ضلع

ایک شخص کے پاس مال زکوۃ کے قابل ہے اُس نے سال گزشتہ کے بعد یکمشت روپیہ مسلمان محتاج کو دیا لیکن اُس نے زکوۃ کی نیت بروقت دینے کے نہ کی نہ اُس کے دل میں یہ خیال آیا کہ زکوۃ ادا کرتا ہوں بعد کو خیال آیا تو یہ دیا ہوا روپیہ زکوۃ میں داخل ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ مال محتاج کو دیا خاص بہ نیت زکوۃ الگ کر رکھا تھا یعنی اس نیت سے جُدا کرکے رکھ چھوڑا کہ اسے زکوۃ میں دیں گے تو جس وقت اُس میں سے محتاج کو دیا گیا زکوۃ ادا ہوگئی اگرچہ دیتے وقت زکوۃ کا خیال نہ آیا اور ایسا نہ تھا تو وہ مال جب تک محتاج کے پاس موجود ہے اب اس میں زکوۃ کی نیت کرلے صحیح ہوجائے گی اور اگر اس کے پاس نہ رہا تو اب نیت نہیں کرسکتا یہ مال خیرات نفل میں گیا زکوۃ جُدا ادا کرے درمختار میں ہے شرط صحۃ ادائها نیۃ مقارنۃ للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کمالو دفع بلانیۃ ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او مقارنۃ بعزل ما وجب کلہ او بعضہ ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالاداء للفقراء اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲

از مونگیر محلہ پٹون بازار مرسلہ شیخ امداد علی صاحب ۲۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ قرض و دین میں لوگوں پر پھیلا ہو اور وہ زر وصولی ہو تو اُس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں اگر واجب ہوگی تو فی الحال یا بعد وصول اور کتنے وصول پر واجب ہوگی اور اس پر سال تمام کب سے لیا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دین تین قسم ہے اول قوی یعنی قرض جسے عرف میں دست گردان کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ثمن یا کرایہ مثلا اس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خرید ا وہ قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدار پر آیا دین قوی ہے یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی تھی اب اُسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا یہ کرایہ اگر اُس پر دین ہوگا تو دین قوی ہوگا دوم متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلا گھر کا غلہ یا اثاث البیت یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا یوہیں اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب قوی پر وہ بھی دین متوسط ہے سوم ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا بسبب خلع عورت پر لازم آیا یا مکان دکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر جب تک دین ہے اصلا زکوۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گذر جائیں ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوۃ اسی کی جنس سے اس کے پاس موجود تھی اُس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہوا اُس میں ملا لیا جائے گا اور اُسی کے سال تمام پر کل کی زکوۃ لازم ہوگی اور اگر ایسی نصاب نہ تھی تو جس دن سے وصول ہوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں اور دو قسم سابق میں بحالت دین ہی سال بسال زکوۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اُس کا ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئے گا یہاں کے روپے میں نصاب کامل ۵۶ روپیہ ہے اور اُس کا خمس ۱۱ ۳ ۲ ⅖ پائی پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال متقدم کی زکوۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصولی رقم پر ڈالی جائے گی مثلا عمرو پر زید کے تین سو درم شرعی دین قوی تھے پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہوئے تو صرف ایک درم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوۃ واجب ہے

کہ سال اول کی بابت ان چالیس در[ہم] سے ایک درم دینا آیا اب انتالیس رہ گئے کہ خمس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی کچھ نہیں اور اگر تین سو درم دین متوسط تھے تو جب تک دو سو وصول نہ ہوں کچھ واجب الادا نہیں اور دو سو درم اگر پانچ برس بعد وصول ہوئے تو اکیس درم دینے ہوں گے سال اول کے پانچ درم اب سال دوم میں ۱۹۵ رہ گئے تو ۳۵ کہ خمس سے کم تھے عفو ہوگئے ۱۶۰ درم کے چار درم سال سوم میں ۱۹۱ رہے اب بھی چار درم چہارم میں ۱۸۷ پنجم میں ۱۸۳ ان پر بھی چار چار کل ۲۱ درم واجب الادا ہوئے یوہیں جب دین قوی سے خمس نصاب اور متوسط سے پوری نصاب وصول ہوتی جائے گی اسی حساب سے اُتنے کی زکوۃ سنین گذشتہ کی زکاۃ واجب الادا ہوتی جائے گی اگر کل وصول ہوگا کل کی بھر دین ہونے کی تاریخ سے سال اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اُس سے پہلے اس کی کسی جنس کی نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اُس کا یافتنی ہوا وہ اسی مال موجود میں ملاکر اُس کے سال سے حساب ہوگا مثلاً یکم محرم کو دو سو درم کا مالک ہوا یکم رجب کو اُس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اُس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ یکم رجب سے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے (الدیون عند الامام ثلثة قوی متوسط ضعیف تجب زکوتها اذا تم نصابا بنفسه او بما عنده مما یتم به) وحال الحول ولو قبل قبضه فی القوی والمتوسط) لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلما قبض اربعین یلزمه درهم وعند قبض مأتین منه لبدل مال لغیر تجارة وهو المتوسط کثمن سائمة وعبید خدمته و یعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح ومثله ما لو ورث دینا علی رجل وعند قبض مأتین مع حولان الحول بعده من ضعیف وهو بدل غیر مال کمهر وبدل خلع الا اذا کان عنده ما یضم الی الدین الضعیف (الاولی ان یقول ما یضم الدین الضعیف الیه والحاصل انه اذا قبض منه شیئا وعنده نصاب یضم المقبوض الی النصاب ویزکیه بحوله ولا یشترط له حول بعد القبض) اھ ملخصا مزیدا من رد المحتار اقول والاولی فی رسم الضعیف ما لیس بدل مال لیشتمل ما لیس بدلا اصلا کالدین الموصی به فی رد المحتار عن المحیط اما الدین الموصی به فلا یکون نصابا قبل القبض لان الموصی له ملکه ابتداء من غیر عوض ولا قائما مقام الموصی فی الملك فصار کما لو ملك بهبة اھ هذا وفی الخانیة والفتح والبحر واللفظ لقاضی خان اذا آجر داره او عبده بمائتی درهم لا تجب الزکوة ما لم یحل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفة رحمة الله تعالی علیه فان کانت الدار والعبد للتجارة وقبض اربعین درهما بعد الحول کان علیه درهم بحکم الحول الماضی قبل القبض لان اجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن مال التجارة فی الصحیح من الروایة اھ قلت فتقدم علی روایتی انها من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی المحیط وکذلك کون الموروث من المتوسط هو الترجیح وان جزم فی الهندیة عن الزاهدی انه من الضعیف فقد مرضها فی الخانیة واخرو هکذا اشار الی تضعیفه فی الفتح والبحر فی رد المحتار عن المنتقی رجل له ثلثمائة درهم دین حال علیها ثلثة احوال فقبض مأتین فعند ابی حنیفة یزکی للسنة الاولی خمسة وللثانیة والثالثة اربعة اربعة عن مائة وستین ولا شیئ علیه فی الفضل لانه دون الاربعین اھ وفی الهندیة عن شرح المبسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یده الخ وفی رد المحتار اذا

کانت الالف من دین قوی کبدل عروض تجارۃ فان ابتداء الحول ھو حول الاصل لامن حین البیع ولا من حین القبض فاذا قبض منہ نصابا او اربعین درھما زکاہ عما مضی بانیا علی حول الاصل فلو ملك اربعا للتجارۃ ثم بعد نصف الحول باعہ ثم بعد حول ونصف قبض ثمنہ فقد تم علیہ حولان فیزکیھما وقت القبض بلاخلاف اھ اقول وانما خص الکلام بالقوی لان اصلہ من اموال الزکوۃ بخلاف المتوسط فلا حول لاصلہ فلو لم یکن لہ قبلہ نصاب من جنسہ لایبتدء الحول الامن حین البیع لانہ بہ صار مال الزکوۃ کما نقلہ ھھنا عن المحیط ولیس یرید ان فی الوسیط لایبتدء الامن وقت البیع وان وجد قبلہ نصاب یجانسہ تحت حولان الحول فانہ خلاف مسئلۃ المستفاد المتفق علیھا عند علمائنا المصرح بھا فی جمیع کتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی فافھم وتثبت واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳

۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ سوال پنجم

جب قرضہ کے ادا کی شکل نہ ہوئی تو شوہر نے والدہ کو رقعہ لکھ دیا اور وہ زیور ان سے واپس لے کر فروخت کر ڈالا اور روپیہ تجارت میں لگایا بیچنا مجھے منظور نہ تھا مگر مجبوری تھی کہ روزگار نہ تھا شوہر کی بیکاری تھی قرضہ ابھی ادا نہ ہوا اور وہ تجارت بھی نقصان ہو کر چھوٹ گئی مالک تجارت شوہر ہی سمجھے جاتے تھے اُس کی آمد گھر میں سب بال بچّوں کے خرچ میں صرف ہوتی تھی تجارت چھٹنے کے بعد جو روپیہ بچا وہ سب گھر کے خرچوں میں صرف ہوا کبھی یہ ذکر درمیان نہ آیا کہ میرے زیور کا روپیہ ہے کیونکہ معاملہ ایک سمجھا جاتا تھا اب وہ روپیہ بھی نہیں اور نہ شوہر کے روزگار کا ٹھیک ہے اور قرضہ بدستور ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر زیور تمھاری اجازت سے بیچ کر شوہر نے اپنی تجارت میں لگایا اگرچہ وہ اجازت اسی مجبوری سے تھی کہ شوہر کی بیکاری ہے تو اُس کی قیمت شوہر پر قرض رہی اور اگر بے تمھاری اجازت کے بطور خود بیچ ڈالا اگرچہ تم نے سکوت کیا تو حکم غصب میں تھا بہرحال سال بسال اُس کی زکوۃ تم پر واجب ہوتی رہی اور واجب ہوا کرے گی جب تک نصاب باقی رہے مگر اس زکوۃ کا دینا تم پر واجب نہ ہوگا جب تک شوہر اُس میں سے بقدر گیارہ روپے سوا تین آنہ کچھ کوڑیاں کم کے تمھیں ادا نہ کرے یعنی لعہ ۳ ۲ پائی جس وقت اس قدر اُس میں سے تمھارے قبضہ میں آئے گا اُس وقت اس مقدار کا چالیسواں حصّہ دینا واجب ہوگا اور اگر کچھ قبضہ میں نہ آئے گا تو اس زکوۃ کا ادا کرنا واجب نہ ہوگا قال الشامی فی مسئلۃ المغصوب قال ط والظاھر علی القول بالوجوب ان حکمہ الدین القوی اھ ای فتجب عند قبض اربعین درھما ہاں اگر تم نے وہ زیور انھیں دے ہی دیا تھا اُس کی قیمت کبھی لینے کا خیال نہ تھا تو تم پر اُس کی زکوۃ واجب ہی نہیں کہ ایسی حالت میں تمھیں استحقاق واپسی نہ رہا جبکہ کسی قرینہ سے شوہر کو مالک کر دینا سمجھا گیا ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص کا روپیہ اگر قرض میں پھیلا ہو تو اس کی زکوۃ اس کے ذمہ فرض ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اُس کی بھی زکوۃ لازم ہے مگر جب بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہوا اُس وقت ادا واجب ہوگی جتنے برس گزرے ہوں سب کا حساب لگا کر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵

۱۸ شوال ۱۳۱۴ھ

(۱) شوہر میرا قرضدار ہے اور میرے پاس زیور ہے زکوۃ کے لائق اور میرا شوہر کا معاملہ ایک ہے اور میرے پاس جو کچھ روپیہ ہوا تو شوہر کے قرضہ میں دے دیا یہ سمجھ کر کہ میرا اور اُن کا معاملہ واحد ہے بلکہ شوہر کو معلوم بھی بعد کو ہوا اب میرا نہ شوہر پر تقاضا ہے نہ یہ گفتگو ہوئی کہ میں نے معاف کردیا بلکہ اپنا اُن کا معاملہ ایک سمجھ کر قرضہ میں دے دیا اب جو زیور ہے وہ قرضہ سے بہت کم ہے لیکن زکوۃ کے لائق ہے اس صورت میں زکوۃ دینی فرض ہے یا نہیں اور خرچ بال بچوں کا بہت ہے آمدنی کم ہے اگر زکوۃ فرض ہو تو کچھ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوۃ بھی ادا ہوجائے اور خرچ کو تکلیف نہ ہو (۲) جو روپیہ میری والدہ کے پاس سے مجھ کو ملا تھا میں نے شوہر کے قرضہ میں دے دیا یا گھر میں بال بچوں کے خرچ میں صرف ہوا زکوۃ کا حال معلوم نہ تھا کہ مجھ پر فرض ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عزوجل کے حکم میں وہ جُدا جُدا ہیں جب تمہارے پاس زیور زکوۃ کے قابل ہے اور قرض تم پر نہیں شوہر پر ہے تو تم پر زکوۃ ضرور واجب ہے اور ہر سال، تمام پر زیور کے سوا جو روپیہ یا اور زکوۃ کی کوئی چیز تمہاری اپنی ملک میں تھی اُس پر بھی زکوۃ واجب ہوئی جو روپے تم نے بغیر شوہر کے کہے بطور خود اُن کے قرضہ میں دے دیا وہ تمہارا احسان سمجھا جائے گا اُس کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا بال بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہے تمہارے ذمہ نہیں زکوۃ دینے سے خرچ کی تکلیف نہ سمجھو بلکہ اُس کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالٰی برکت و فراغت دیتا ہے قرآن مجید میں اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالٰی سچا اور اُس کا وعدہ سچا والسلام۔

(۲) اگر روپیہ تم نے شوہر کو دیا کہ اس سے اپنا قرض ادا کرلو اور اُسے دے ڈالنا مقصود نہ تھا تو وہ روپیہ تمہارا شوہر پر قرض ہے۔ فی العقود الدریۃ عن لسان الحکام دفع الیہ دراھم فقال لہ انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک اس صورت میں تو وہی حکم ہے کہ اُس کی زکوۃ تم پر سال بسال واجب جب تک نصاب باقی رہے مگر یہ زکوۃ دینی اسی وقت لازم ہوگی جب شوہر سے بقدر للعہ سیر کے وصول پاؤگی اُس وقت اس زکوۃ میں سے ساڑھے چار آنے دینے واجب ہوں گے کچھ کوڑیاں کم یعنی ۴ہ ۵ $\frac{19}{25}$ پائی اور اگر شوہر کو دے ڈالا یا بطور خود بغیر شوہر کی درخواست کے اُن کے قرضہ میں دیدیا تو یہ روپیہ اور نیز وہ جو بچوں کے خرچ میں صرف ہوا ان میں یہ دیکھا جائے گا کہ زکوۃ کا سال تمام ہونے سے پہلے یہ روپیہ دے ڈالا اور صرف ہوگیا جب تو کچھ نہیں اور اگر بعد زکوۃ واجب ہونے کے دے دیا اور اٹھ گیا تو جب تک باقی تھا اُتنی مدت کی زکاۃ واجب رہی جب سے دے ڈالا یا خرچ ہوگیا زکوۃ لازم نہ ہوئی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۷

۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

عورت پر مہر کی زکوۃ کون سی صورت سے واجب ہوگی مثلاً مہر غیر معجل ہے یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں عورت نے معاف کردیا یا کہ معجل اور غیر معجل دونوں میں شوہر نے ادانہ کیا عورت پر جب بھی کیا زکوۃ واجب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معجل مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اُس وقت عورت پر زکوۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بلا تعیین وقت ادا باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبل موت وطلاق نہیں کرسکتی اس پر زکوۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ (۱۳۰۹ھ)

مسئلہ ۵۸

از پیلی بھیت مرسلہ عبدالرزاق خاں۔ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے روپیہ کی زکاۃ تو نہیں دیتا ہے مگر روپیہ مصرف خیر میں صرف کرتا ہے یعنی ہرروز فقراء کو زرنقد وغلہ تقسیم کرتا ہے اور ایک مسجد بنوائی ہے اور ایک گاؤں اس روپیہ سے خرید کرواسطے خیرات کے ہبہ کردیا ہے اور تاحیات خود زر توفیر اس کا صرف کرتا ہے مصرف خیر میں۔ اب ایک اور شخص یہ کہتا ہے کہ جس روپیہ کی زکاۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ سے کسی قسم کی خیرات جائز نہیں ہے ہرروز کی خیرات اور بنوانا مسجد کا اور گاؤں کا ہبہ کرنا سب اکارت ہے۔ فلہذا فتوی طلب کیا جاتا ہے کہ جس روپیہ کی زکوۃ نہیں دی گئی ہے اس روپیہ کو مصرف خیر میں صرف کرنا جیسا کہ بالا مذکور ہے درست ہے یا نہیں اور اگر نہیں درست ہے تو اس موضع کو مبہ سے واپس لے کر دوبارہ اس قصد سے ہبہ کرے کہ اس موضع کی توفیر جو ہر سال وصول ہوا کرے گی بالعوض اس زرزکوۃ کے جو اُس کے ذمہ زمانہ ماضیہ کی دین سے صرف ہوا کرے۔ بینوا توجروا۔

المکلف، عبدالرزاق خاں ولد نتھو خاں کھنڈساری ساکن کالی بھیت محلہ اشرف خاں

الجواب

زکوۃ اعظم فروض دین واہم ارکان اسلام سے ہے ولہذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اُٹھان کو روک دیتے ہیں احمق ناداں انھیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہوجائے گا پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوٰۃ مال کا ہے حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ماخالطت الصدقۃ او مال الزکوۃ مالا الا افسدتہ زکوۃ کامال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ وبرباد کردے گا رواہ البزار والبیھقی عن ام المؤمنین

الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا دوسری حدیث میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما تیسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ادی زکوۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی بیشک اللہ تعالٰی نے اس مال کا شر اس سے دُور فرما دیا اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ والطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما چوتھی حدیث میں ہے حضور اعلٰی صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں حصّنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے رواہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن الحسن و الطبرانی والبیھقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اے عزیز ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا۔ بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اُسے زمین میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملادیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہوجائے گا تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسا ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوٰۃ کا بیج نہیں ڈالتا وہ فرماتا ہے زکوٰۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہان کا زیاں مول لیتا ہے حدیث۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوٰۃ اموالکم تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو رواہ البزار عن علقمۃ حدیث۲ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان یؤمن باللہ ورسولہ فلیؤد زکوۃ مالہ جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث۳ حضور پرنور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر وسیم کی تختیاں بناکر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہوجائیں گی پھر انہیں تپاکر داغیں گے قیامت کے دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہوچکے اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی تعالٰی فرماتا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۵ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ۵ اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انہیں بشارت دے دُکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت و پہلو کی چربی نکل کر بس ہوگی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سُن لیجئے۔ حدیث۴ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کے سرپستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں

ہر دو ۲ یعنی ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ زکوٰۃ

گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس اور فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گُدّی توڑ کر پیشانی سے رواہ مسلم اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سُن رکھیے۔ حدیث ۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھُو جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جُدا داغ دے گا رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ اے عزیز کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یوں ہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس کی مدّت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے۔ ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کرکے بدن پر رکھ دیکھ پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ کہاں یہ ایک ہی روپیہ کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت کہاں یہ ہلکا سا چہکا کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب۔ اللہ تعالٰی مسلمان کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ حدیث ۶ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہوکر پڑے گا پھر سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بناکر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۷ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا یہ بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں جب دیکھے گا کہ اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے رواہ مسلم۔ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۸ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے کہے گا میں تیرا وہ بے زکاتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کیے ہی جارہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمۃ وحبان عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۹ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وہ اژدہا اُس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حدیث ۱۰ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیا کے ہاتھوں سُن لو ایسے تونگروں سے اللہ تعالٰی سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا رواہ الطبرانی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ حدیث ۱۱ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا ملعون ہے زبانِ پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رواہ ابن خزیمۃ واحمد وابو یعلی وابن حبان حدیث ۱۲ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے زکوٰۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا رواہ الاصبہانی حدیث ۱۳ کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت کے دن تونگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھ

سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے اے رب ہمارے انھوں نے ہمارے وہ حقوق جو تو نے ہمارے لیے ان پر فرض کیے تھے ظلمًا نہ دیئے اللہ عزّ و جل فرمائے گا مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ تمھیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انھیں دُور رکھوں گا۔ رواہ الطبرانی وابو الشیخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث[14] کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے عرقی لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہر اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھانس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے۔ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں عرض کی یہ زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالٰی نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔ رواہ البزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث[15] دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی عرض کی نہ۔ فرمایا کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالٰی تمھیں آگ کے کنگن پہنائے عرض کی نہ۔ فرمایا تو زکوٰۃ دو۔ رواہ الترمذی والدارقطنی واحمد وابوداؤد والنسائی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حدیث[16] ایک بی بی چاندی کے چھلّے پہنے تھیں فرمایا ان کی زکوٰۃ دوگی انھوں نے کچھ انکار سا کیا فرمایا تو یہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔ رواہ ابوداؤد والدارقطنی عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث[17] کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث[18] فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں عزوجل کا حق نہیں ادا کرتا۔ رواہ ابن خزیمۃ وحبان فی صحیحیہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے نہ دینے والے کو ہزارہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی اُمید رکھنی چاہیے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہوکر خاک میں ملجائیں پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچّے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزّوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہی نہیں۔ نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کی ترک کا عذاب گردن پر موجود اے عزیز فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجیے اور بالائی بیکار تحفے بھیجیے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصًا اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان وجہانیاں سے بے نیاز ہے۔ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزمالے کوئی زمیندار مال گزاری تو بند کرلے اور تحفہ میں ڈالیاں بھیجا کرے۔ دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہرتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں۔ ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے فرض کیجیے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں۔ کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اُس کی نادہندگی پر جو آزار انھیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا سبحان اللہ جب ایک کھنڈساری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے قرض کا کیا پوچھنا لاجرم محمد بن المبارک بن الصباح اپنے جزء املا اور عثمان بن ابی شیبہ اپنی سنن اور ابونعیم حلیۃ الاولیا اور ہنّاد فوائد اور ابن جریر تہذیب الآثار میں عبد الرحمٰن بن سابط و زید و زبید پسران حارث و مجاہد سے راوی لما حضر ابا بکر ن الموت دعا عمر فقال اتق اللہ یاعمر واعلم ان لہ عملا بالنھار لا یقبلہ

باللیل وعملا باللیل لایقبلہ بالنھار، واعلم انہ لایقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ الحدیث یعنی جب خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلاکر فرمایا اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انھیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انھیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار ہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللہ الیمنی المدنی الشافعی فی الباب الثالث عشر من کتاب القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب وفی الباب التاسع عشر من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق وھو اول کتب کتابہ الاکتفا فی فضل الاربعۃ الخلفا ورواہ الامام الجلیل الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی فی الجامع الکبیر فقال عن عبدالرحمٰن بن سابط وزید بن زبید بن الحارث ومجاھد قالوا لما حضر الخ حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ محی الملّۃ والدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائے ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بُلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمت گاری میں موجود رہے پھر حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولٰی علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب نہ وہ حاملہ ہے نہ بچّہ والی۔ یعنی جب پُورے دنوں پر اگر اسقاط ہوا تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے اُمید لگی تھی اب حمل نہ بچہ نہ امید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جب کہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں اسی کتاب مبارک میں حضور مولٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منہ واھین یعنی فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ نے اس کی شرح میں فرمایا"کہ ترک آنچہ لازم وضروری ست واہتمام بآنچہ نہ ضروری است از فائدۂ عقل وخرد دور است چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست" حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الملۃ والدین سہروردی قدس سرہ العزیز عوارف شریف کے باب الثامن والثلثین میں حضرت خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں بلغنا ان اللہ لایقبل نافلۃ حتی یؤدی فریضۃ یقول اللہ تعالٰی مثلکم کمثل العبد السوء بدأ بالھدیۃ قبل قضاء الدین ہمیں خبر پہونچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے۔ اللہ تعالٰی ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمہاری اس بدبندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے خود حدیث میں ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ

وصیام رمضان وحج البیت چار چیزیں اللہ تعالٰی نے اسلام میں فرض کی ہیں کہ جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اُسے کچھ کام نہ
نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز۔ زکوۃ۔ روزہ رمضان۔ حج کعبہ۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ بسند حسن عن
عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امرنا باقام الصلوۃ وایتاء
الزکوۃ ومن لم یزک فلاصلوۃ لہ ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں رواہ
الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح سبحان اللہ جب زکوۃ نہ دینے والے کی نماز روزے حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی
کائنات سے کیا امید ہے بلکہ انھیں سے اصبہانی کی روایت میں یوں آیا کہ فرماتے ہیں من اقام الصلوۃ ولم یؤت الزکوۃ
فلیس بمسلم ینفعہ علمہ جو نماز ادا کرے اور زکوۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔ الٰہی مسلمانوں کو
ہدایت فرما آمین۔ بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی مسجد بنائی گاؤں وقف کیا یہ سب امور صحیح ولازم تو ہو گئے
کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس کر سکتا ہے نہ کیے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ اس گاؤں کی توفیر
اداے زکوۃ خواہ اپنے اور کسی کام میں صرف کر سکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم وحتمی ہو جاتا ہے جس کے ابطال کا ہرگز اختیار
نہیں رہتا فی الدر المختار الوقف عندھما حبسھا علی ملك اللہ تعالٰی فیلزم فلایجوز لہ ابطالہ ولایورث عنہ
وعلیہ الفتوی مگر بااینہمہ جب تک زکوۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امید ثواب قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا
اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لیے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی
فرض اتر گیا پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہوگا یہی حال اس شخص کا ہے اے عزیز اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو
مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقرا کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لیے یوں فقرہ
سوجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ چلو اسے بھی دُور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ مگر اللہ عزوجل کو تیری
بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا
اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آجتک کہ یہ وقف و
مسجد وخیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی اُمید پڑتی بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں اکارت جاتی محنتیں از سر نو ثمرہ
لائیں یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورت بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں اشتہاری باغیوں میں نام لکھا
لیجئے وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے آجتک کہ جتنی زکوۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا
حکم ماننے اور اُسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر
میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولٰی جس نے جان عطا کی اعضا دیئے مال دیا کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور مُنہ اُجالا ہونے کی صورت نظر
آئے اور مژدہ ہو بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے مسجد بنائی ہے ان سب کی
بھی مقبولی کی اُمید ہو گی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے جب وہ زائل ہو گیا انھیں بھی باذن اللہ تعالٰی شرف قبول حاصل ہو گیا

چارہ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی برائی کا اختیار رکھتا ہے۔ مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہوسکے تو عاقبت پاک کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لیے جمع رہے گا وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ وگمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا اور کم کیا تو بادشاہ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسہ کا۔ اگر بدین وجہ کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوۃ ہے یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو دریغ ہو تو اول تو یہی خیال کرلیجئے کہ قصور اپنا ہے سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھری کیوں بندھ جاتی۔ پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے ایک تصدق کا ایک صلہ رحم کا تو جو اپنے گھر سے پیارے دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی بھتیجے بھانجے انھیں دیدیجئے کہ ان کا دینا چنداں ناگوار نہ ہوگا بس اتنا لحاظ کرلیجئے کہ نہ وہ غنی ہو نہ غنی باپ زندہ کے نابالغ بچے نہ ان سے علاقہ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ ان کی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی ہی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہوا جاتا ہے تو دیئے بغیر تو چھٹکارا نہیں۔ خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار ہیں دنیا کی چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی تاہم اگر یہ شخص اپنے ان عزیزوں کو بہ نیت زکوۃ دے کر قبضہ دلائے پھر وہ ترس کھا کر بغیر اس کے جبر واکراہ کے اپنی خوشی سے بطور ہبہ جس قدر چاہیں واپس کردیں تو سب کے لئے سراسر فائدہ ہے اس کے لیے یہ کہ خدا کے عذاب سے چھوٹا اللہ تعالٰی کا قرض فرض ادا ہوا اور مال بھی حلال و پاکیزہ ہوکر واپس ملا جو رہا وہ اپنے جگر پاروں کے پاس رہا ان کے لیے یہ فائدہ ہیں کہ دُنیا میں مال ملا عقبٰی میں اپنے عزیز مسلمان بھائی پر ترس کھانے اور اسے ہبہ کرنے اور اس کے ادائے زکوۃ میں مدد دینے سے ثواب پایا پھر اگر ان پر پورا اطمینان ہو تو زکوۃ سالہا سال کا حساب لگانے کی بھی حاجت نہ رہے گی اپنا کل مال بطور تصدق انھیں دے کر قبضہ دلائے پھر وہ جس قدر چاہیں اسے اپنی طرف سے ہبہ کردیں کتنی ہی زکوۃ اس پر تھی سب ادا ہوگئی اور سب مطلب برآئے اور فریقین نے ہر قسم کے دینی و دنیوی نفع پائے مولٰی عزوجل اپنے کرم سے توفیق عطا فرمائے آمین آمین یارب العالمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم

مسئلہ ۹۵

از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

زکوۃ کس ماہ میں دینا اولٰی ہے یا یہ کہ زیور اور روپیہ تو جب پورا سال گزر جائے۔

الجواب

جب سال تمام ہو فورًا فورًا پورا ادا کرے ہاں اولیت چاہے تو سال تمام ہونے سے پہلے پیشگی ادا کرے اس کے لیے بہتر ماہ مبارک رمضان ہے جس میں نفل کا ثواب فرض کی برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶

از بنارس مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۱۳۱۲ھ

ماقولکم ایہا العلماء دریں مسئلہ کہ زید پیشہ طبابت کرتا ہے اور کچھ گولیاں اُس کے پاس ہیں کہ بحساب فی روپیہ ۴ گولیاں علی العموم بیماروں

کو دیتا ہے لیکن لاگت اصلی ۴ گولیاں کی ۴ پیسہ ہے جب مطب میں کوئی غریب مصرف زکوٰۃ آجاتا ہے تو ۴ گولی مذکور الصدر جس کی قیمت اصلی ۴ پیسہ ہے دے کر ایک روپیہ ادائے زکوٰۃ میں شمار کرتا ہے اس صورت میں بموجب اُس کے خیال کے ایک روپیہ زکوٰۃ میں سے ادا ہوگا یا ایک آنہ جو لاگت اصلی ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

ہر چند ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے پیشہ کی چیز برضائے مشتری ہزار روپے کو بیچے جبکہ اُس میں کذب وفریب ومغالطہ نہ ہو مگر زکوٰۃ وغیرہا صدقات واجبہ میں جہاں واجب شی کی جگہ اُس کی غیر کوئی چیز دی جائے تو صرف بلحاظ قیمت جانبین ہی دی جاسکتی ہے فی التبیین لو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع اھ وفی التتارخانیۃ عن التحفۃ الواجب فی الابل الانوثۃ حتی لایجوز الذکور الا بطریق القیمۃ اھ وفی محیط الامام السرخسی فی صدقۃ الفطر ان دقیق الحنطۃ والشعیر وسویقھما مثلھما والخبز لایجوز الا باعتبار القیمۃ وھو الاصح اھ الکل فی الھندیۃ اور قیمت وہ کہ نرخ بازار سے جو حیثیت شی کی ہو نہ وہ کہ بائع اور مشتری میں اُن کی تراضی سے قرار پائے کہ وہ ثمن ہے فی ردالمحتار الفرق بین الثمن ما تراضی علیہ المتعاقدان سواء زاد علی القیمۃ او نقص والقیمۃ ما قوم بہ الشیئ بمنزلۃ المعیار من غیر زیادۃ ولا نقصان تو اُن گولیوں کی بہ لحاظ نرخ بازار جس قدر مالیت ہو اُسی قدر زکوٰۃ میں مجرا ہوں گے اُس سے زائد دین الٰہی رہا کہ فوراً واجب الادا ہے ہاں اگر زیادہ محسوب کرنا چاہے تو اُس کی سبیل یہ نہیں بلکہ یوں ہے کہ مصرف زکوٰۃ کو گولیاں ہبۃً نہ دے اُس کے ہاتھ بیع کرلے اب بیع میں اختیار ہے جو ثمن چاہے اُس کی رضامندی سے ٹھہرالے اگرچہ شی کی حیثیت سے کتنا ہی زائد ہو بشرطیکہ مشتری عاقل بالغ ہو اور اُسے سمجھادے کہ اگر تیرے پاس قیمت نہیں تو اس کا اندیشہ نہ کر میں خود اپنے پاس سے تجھے دے کر سبکدوش کردوں گا اب مثلاً ۴ گولیاں ایک روپیہ کو اُس کے ہاتھ بیچے وہ خریدلے اس کا ایک روپیہ اُس پر دین ہوگیا پھر ایک روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اُسے دے کر قبضہ کرادے پھر اپنے آتے ہوئے اُس سے واپس لے اگر وہ عذر کرے تو جبراً لے سکتا ہے کہ اتنی میں وہ اُس کا مدیون ہے یوں اُسے چار گولیاں مفت ملیں گی اور اس کی زکوٰۃ سے ایک روپیہ ادا ہوجائے گا فی الدرالمختار حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۸

از بمبئی نمبر ۹ ہوٹل آئسکریم مسئولہ شیخ امام علی صاحب رضوی ۱۵ محرم ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ زمین کسی زمیندار سے ٹھیکہ میں لی اُس کے پاس دس ہزار روپیہ جمع کیا میعاد ٹھیکہ کی مقرر نہیں یہ طے ہوا کہ جس وقت روپیہ واپس کریں گے زمین ٹھیکہ سے نکال لیں گے اور اُس شخص نے زمین سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی اس روپیہ کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اور کس طریقہ سے اس کی زکوٰۃ دی جائے (۲) اگر ایک شخص کے پاس دس بیگھہ زمین کاشتکاری کی ہے اور وہ پانچ بیگھہ زمین میں بارش سے غلہ اُگاتا ہے اور پانچ بیگھہ زمین کو کوئیں یا دریائی پانی سے سینچ کر غلہ پیدا کرتا ہے اور غلہ صرف اتنا ہی ہوتا ہے

کہ جو خاندان کے لیے کافی ہوتا ہے بچت نہیں اس صورت میں میں اُس کے عشر اور زکوۃ کا کیا حکم ہے (۳) اگر کسی شخص نے ایک دوکان میں دس ہزار روپیہ کا سامان یعنی میز کرسی اور برتن وغیرہ خرید کر گاہکوں کے استعمال کے لیے لگا دیا اور دوکان میں فروخت کی اشیا روزانہ یا دوسرے تیسرے دن لاکر فروخت کرتا ہے تو اس دس ہزار روپیہ کی زکوۃ کا کیا حکم ہے اور روزانہ جو آمدنی ہوتی ہے اُس کو اپنے خرچ میں لاتا ہے

الجواب

(۱) یہ کوئی صورت ٹھیکہ کی نہیں ٹھیکہ میں نفع کے مقابل روپیہ ہوتا ہے نہ یہ کہ نفع لیا جائے اور واپسی زمین پر روپیہ واپس ہوجائے یہ صورت قرض کی ہے اور زمین رہن ہے اور اُس سے نفع لینا جائز نہیں اور اُس کی زکوۃ اُس روپے والے پر واجب، اگرچہ واجب الادا اُس وقت ہوگی جب وہ قرض بقدر نصاب یا خمس نصاب اُس کو وصول ہو واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زکوۃ تو نہ غلہ پر ہے نہ زمین پر اگر سونا یا چاندی تمام حاجات اصلیہ سے فارغ بقدر نصاب ہو اور سال گزرے تو زکوۃ واجب ہوگی اور عشر بہرحال واجب ہے مینھ کی پیداوار پر دسواں حصہ اور پانی دی ہوئی پر بیسواں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جس دن وہ مالک نصاب ہوا تھا جب اُس پر سال پورا گزرے گا اُس وقت جتنا سونا چاندی یا تجارت کا مال میز کرسی وغیرہ جو کچھ بھی ہو بقدر نصاب اُس کے پاس تمام حاجات اصلیہ سے فارغ موجود ہوگا اُس پر زکوۃ فرض ہوگی روزمرہ کے خرچ میں جو خرچ ہوگیا ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶

از کانپور محلہ فیل خانہ کہنہ مسئولہ سید محمد آصف صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

حضور کے فتاوی جلد اول مطبوعہ کے صفحہ ۱۸۲ کے حاشیہ پر یہ عبارت ہے کہ جس کے عزیز محتاج ہوں اُسے منع ہے کہ اُنھیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ روز قیامت اُس کی طرف نظر نہ فرمائے گا) عزیز سے کون کون شخص مراد ہیں۔

الجواب

عزیزوں میں ذو رحم محرم مقدم ہیں پھر باقی ذو رحم ان سے پھیر کر اجنبی کو صدقہ نہ دے پھیرنے کے معنی کا صدق چاہئے مثلاً گداگروں کو جو ایک آدھ پیسہ یا روٹی کا ٹکڑا دیا جاتا ہے کہ اپنے اعزا کو نہیں دے سکتا اور دے تو وہ نہ لیں گے وہ ان سے پھیر کر دینا نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷

رسالہ اِدع التعسف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸

از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکور ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کتاب ظفر المبین مولفہ محی الدین غیر مقلد میں لکھا ہے کہ جناب قاضی ابو یوسف صاحب آخر سال پر اپنا مال اپنی بی بی کے نام ہبہ کردیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرالیا کرتے تھے تاکہ زکوۃ ساقط ہوجائے یہ بات کسی نے امام ابوحنیفہ صاحب سے نقل کی انھوں نے

فرمایا کہ یہ اُن کے فقہ کی جہت سے ہے اور درست فرمایا چنانچہ اس امر کو ایک عالم صاحب مقلد نے بھی تصدیق کیا بلکہ یہ کہا کہ اس معاملے کو امام بخاری صاحب نے بھی درج کتاب کیا ہے اور بہت نفرت کے ساتھ لکھا ہے اس کی تشریح و توضیح مدلل ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد صل وسلم علی سید انبیائک واٰلہ وصحبہ وسائر اصفیائک اسألک حبک وحب احبائک وحسن الادب مع جمیع اولیائک واعوذ بک من غضبک وسخطک وسوء بلائک اولاً صحیح بخاری شریف میں اول تا آخر کہیں اس حکایت کا پتہ نہیں کہ امام ابو یوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص سال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کر دے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور ہلاک کرکے مرجائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کردے تو جائز ورَوا اُن کی عبارت یہ ہے وقال بعض الناس فی عشرین ومائۃ بعیر حقتان فان اھلکھا متعمدا اووھبھا اواحتال فیھا فرارا من الزکوٰۃ فلا شیئ علیہ ثم کہا وقال بعض الناس فی رجل لہ ابل فخاف ان تجب علیہ الصدقۃ فباعھا بابل مثلھا اوبغنم اوببقر اوبدراھم فرارا من الصدقۃ بیوم واحتیالا فلا شیئ علیہ وھو یقول ان زکی ابلہ قبل ان یحول الحول بیوم اوبسنۃ جازت عنہ پھر کہا وقال بعض الناس اذا بلغت الابل عشرین ففیھا اربع شیاہ فان وھبھا قبل الحول اوباعھا فرارا اواحتیالا لاسقاط الزکوٰۃ فلا شیئ علیہ وکذلک ان اتلفھا فمات فلا شیئ فی مالہ اس میں نہ اُس حکایت کا کہیں نشان نہ امام اعظم خواہ امام ابو یوسف کا نام ایک مسئلہ میں بعض علماء کا صرف مذہب نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا کرے تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا **ثانیاً** ہمارے کتب مذہب نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کا اختلاف نقل کیا اور صاف لکھ دیا کہ فتوٰی امام محمد کے قول پر ہے کہ ایسا فعل جائز نہیں تنویر الابصار و درمختار و درر و غرر و جوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے واللفظ للاولین (تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتھا وفاقا) کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی (واما الحیلۃ لدفع ثبوتھا ابتداء فعند ابی یوسف لاتکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ (وبضدہ) وھو الکراھۃ (فی الزکاۃ) والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ ردالمحتار میں شرح درر البحار سے ہے ھذا تفصیل حسن غمز العیون میں ہے الفتوی علی عدم جواز الحیلۃ لاسقاط الزکوٰۃ وھو قول محمد رحمۃ اللہ تعالٰی وھو المعتمد مجمع الانہر شرح الکنز للعینی سے ہے المختار عندی ان لاتکرہ فی الشفعۃ دون الزکوٰۃ وقایہ واصلاح والیضاح میں ہے واللفظ لھذین لایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ والزکوٰۃ عند ابی یوسف خلافا لمحمد ویفتی فی الاول بقول الاول وفی الثانی بقول الثانی امام الائمہ سراج الامہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب بھی یہی مذہب امام محمد ہے کہ ایسا فعل ممنوع و بد ہے غمز العیون میں تاتارخانیہ سے ہے کان

ذلک مکروہا عند الامام و محمد تو امام کی طرف وہ نسبت تصویب کہ اُنھوں نے فرمایا (ابو یوسف نے درست فرمایا) خود مذہب امام کے صریح خلاف ہے **ثالثاً** بلکہ خزانۃ المفتین میں فتاوی کبرٰی سے ہے الحیلۃ فی ابطال الشفعۃ بعد ثبوتہا یکرہ لانہ ابطال لحق واجب واما قبل الثبوت فلاباس بہ وھو المختار والحیلۃ فی منع وجوب الزکوۃ تکرہ بالاجماع یہاں سے ثابت کہ ہمارے تمام ائمہ کا اُس کے عدم جواز پر اجماع ہے حضرت امام ابو یوسف بھی مکروہ رکھتے ہیں ممنوع و ناجائز جانتے ہیں کہ مطلق کراہت کراہت تحریم کے لیے ہے خصوصا نقل اجماع کہ یہاں ہمارے سب ائمہ کا مذہب متحد بتا رہی ہے اور شک نہیں کہ مذہب امام اعظم و امام محمد اس حیلہ کا ناجائز ہونا ہے عیون العیون کے لفظ سُن چکے کہ صاف عدم جواز کی تصریح ہے **اقول** اگر بتظافر نقول خلاف بغرض توفیق اس روایت اجماع میں کراہت کو معنی اعم پر حمل کریں فربما تجئ کذا کقولھم فی الصلوۃ کبرہ کذا او کذا وسردھم فیہ المکروھات من القسمین تو حاصل یہ ہوگا کہ اس حیلہ کے مکروہ و ناپسند ہونے پر ہمارے ائمہ کا اجماع ہے خلاف اس میں ہے کہ امام ابو یوسف مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور امام اعظم و امام محمد مکروہ تحریمی اور فقیر نے بچشم خود امام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی متواتر کتاب مستطاب الخراج میں یہ عبارت شریفہ مطالعہ کی (مطبع میری بولاق مصر ص ۴۵) قال ابو یوسف رحمہ اللہ لایحل لرجل یؤمن باللہ والیوم الاخر منع الصدقۃ ولا اخراجہا من ملکہ الی ملک جماعۃ غیرہ لیفرقہا بذلک فتبطل الصدقۃ عنہا بان یصیر لکل واحد منھم من الابل والبقر والغنم مالا یجب فیہ الصدقۃ ولا یحتال فی ابطال الصدقۃ بوجہ ولا سبب بلغنا عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال ما مانع الزکوۃ بمسلم ومن لم یؤدھا فلا صلوۃ لہ یعنی امام ابو یوسف فرماتے ہیں کسی شخص کو جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ زکوۃ نہ دے یا اپنی ملک سے دوسرے کی ملک میں دیدے جس سے ملک متفرق ہو جائے اور زکوۃ لازم نہ آئے کہ اب ہر ایک کے پاس نصاب سے کم ہے اور کسی طرح کسی صورت ابطال زکوۃ کا حیلہ نہ کرے ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا زکوۃ نہ دینے والا مسلمان نہیں اور جو زکوۃ نہ دے اُس کی نماز مردود ہے فتاوی کبرٰی وخزانۃ المفتین کی نقل اجماع عبارت اطلاق کی تائید کر رہی ہے اور اس کا اطلاق اُس اجماع کی امام ابو یوسف نے یہ کتاب مستطاب خلیفہ ہارون کے لیے تصنیف فرمائی ہے جبکہ امام خلافت ہارونی میں قاضی القضاۃ و قاضی الشرق والغرب تھے اُس میں کمال اعلان حق کے ساتھ خلیفہ کو وہ ہدایات فرمائی ہیں جو ایک اعلٰی درجے کی امام ربانی کے شایان شان تھیں کہ اللہ کے معاملہ میں سلطان و خلیفہ کسی کا خوف و لحاظ نہ کرے اور خلیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے ان ہدایات کو اسی طرح سُنا ہے جو ایک خدا پرست سلطان و امیر المومنین کے لائق ہے کہ نصائح ائمہ و علماء اگرچہ بظاہر تلخ ہوں گوش قبول سے سُنے اور اُن کے حضور فروتنی کرے یہ زمانہ امام کا آخر زمانہ تھا حاضرین مجلس مبارک سیدنا امام اعظم یا اُس کے بعد کا قریب زمانہ جس میں خلافیات ائمہ ثلثہ منقول ہوئی ہیں اُس سے متقدم تھا تو اس تقدیر پر نقل اجماع کو ظاہر سے پھیرنے کی حاجت نہیں تطبیق یوں ہوں گی کہ امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی نے اس قول سے رجوع فرمائی اور ان کا آخر قول یہی ٹھہرا جو ان کے استاذ اعظم امام الائمہ اور رشاگرد اکبر امام محمد کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ایک

امام دین جب ایک قول سے رجوع فرمائے تو اب وہ اس کا قول نہ رہا نہ اُس سے اُس پر طعن روا ورنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر طعن کیا جائے کہ وہ ابتدا میں جوازِ متعہ کے مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے زمانۂ خلافت میں اُن سے فرمایا کہ اپنے ہی اوپر آزما دیکھیے اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کروں، آخر زمانہ میں اُس سے رجوع کی اور فرمایا اللہ عزوجل نے زوجہ وکنیز شرعی بس ان دو کو حلال فرمایا ہے فکل فرج سواھما حرام ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے رواہ الترمذی زید ابن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر طعن کیا جائے کہ وہ پہلے سود کی بعض صورتیں حلال بتاتے تھے یہاں تک کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ زید کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس قول سے باز نہ آئے تو اُنھوں نے جو حج وجہاد رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب کیا اللہ تعالٰی اُسے باطل فرمادے گا رواہ الدارقطنی **رابعًا** یہ حکایت کسی سند مستند سے ثابت نہیں اور بے سند مذکور ہونا طعن کے لیے کیا نفع دے سکتا ہے وہ بھی ایسی کتاب میں خصوصًا جس میں تو وہ حدیثیں خود رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ایسی منسوب ہیں جن کی نسبت ائمہ حدیث نے جزم کیا کہ باطل وموضوع ومکذوب ہیں ولکل فن رجال ولکل رجال مجال ویابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجتہد کے اجتہاد میں کسی فعل کا جواز آنا اور بات اور خود اُس کا مرتکب ہونا اور بات یہ اساطین دین الٰہی بارہا عوام کے لیے رخصت بتاتے اور خود عزیمت پر عمل فرماتے سیدنا امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لا احرم النبیذ الشدید دیانۃ ولا اشربہ مروءۃ اُن کے شاگرد کے شاگرد محمد بن مقاتل رازی کہتے ہیں لو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ماشربت المسکر یعنی نبیذ التمر والزبیب ولو اعطیت الدنیا بحذافیرھا ما افتیت بانہ حرام ذکرہ الامام البخاری فی الخلاصۃ **خامسًا** امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ الشریف احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں فان قیل ھل یجوز لعن یزید لانہ قاتل الحسین او امر بہ قلنا ھذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان یقال انہ قتلہ او امر بہ مالم یثبت فضلا عن اللعنۃ لانہ لایجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابو لؤلؤ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فان ذلک ثبت متواترا فلایجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق **اقول** مسئلہ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے حکایت کیا جاتا ہے یا خطاء اجتہادی ہے یا اس کی قابلیت نہیں رکھتا بلکہ معاذ اللہ عمدًا فریضۃ اللہ سے معاندت ہے بر تقدیر اول اُس سے طعن کے کیا معنی مجتہد اپنی خطا پر ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے اور اگر عیاذًا باللہ شق ثانی فرض کی جائے تو نرض خود سے معاندت قطعًا کبیرہ ہے خصوصًا وہ بھی بر سبیل عادت جو (کر دیا کرتے تھے) کا مفاد ہے خصوصًا اس زعم کے ساتھ کہ آخرت میں اس کا ضرر ہر گناہ سے زائد ہے تو معاذ اللہ اکبر الکبائر ہوا پھر کیونکر حلال ہوگیا کہ ایسے سخت کبیرہ شدیدہ کبیرہ بلکہ اکبر الکبائر کو ایک مسلمان نہ صرف مسلمان بلکہ امام المسلمین کی طرف بلا تواتر نہ فقط بے تواتر بلکہ محض بلاسند صرف حُکِیَ کی بنا پر نسبت کر دیا جائے سبحان اللہ یزید پلید کی طرف تو یہ نسبت ناجائز وحرام ہو کہ اُس نے امام مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرایا اس لیے کہ اُس کا حکم دینا اُس خبیث سے متواتر نہیں اور سیدنا امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی شدید عظیم بات نسبت کرنا حلال ٹھہرے حالانکہ تواتر چھوڑ اصلاً کوئی ٹوٹی پھوٹی سند بھی نہیں فقد تمت الحجۃ بالحجۃ علی الحجۃ وظھر بہ ذیل امام الحجۃ وللہ الحجۃ البالغۃ ولکل جواد کبوۃ ولکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ولقد صدق امام دار الھجرۃ عالم المدینۃ سیدنا الامام مالك بن انس رحمۃ اللہ تعالٰی اذ یقول کل ماخوذ من قولہ ومردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ھفوات بدرت ھما ندرت یبتغون الفتنۃ فی الدین وایذاء قلوب المسلمین واللہ المستعان علی الطاغین والمرادۃ الباغین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سادساً مجرد استقباح واستبعاد بے دلیل شرعی مسموع نہیں نہ احکام زید احکام شرع پر حاکم نماز میں قلت خشوع کو اہل سلوک کیا کیا سخت وشنیع مذمتیں نہیں کرتے ایسی نماز کو باطل ومہمل وفاسد ومختل سمجھتے ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے کہ خشوع نہ رکن نماز ہے نہ فرض نہ شرط مانحن فیہ کا محل اجتہاد نہ ہونا مخالف نے نہ بتایا نہ قیامت تک بتاسکتا ہے پھر اجتہاد مجتہد پر طعن کیا معنی۔ رہا فعل اگر بفرض غلط ایک آدھ بار وقوع بسند معتمد ثابت بھی ہوجائے تو کرنے اور کیا کرنے میں زمین آسمان کا بل ہے نہ کان یفعل تکرار میں نص کما بیناہ فی التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل واقعہ حال محتمل صد احتمال ہوتا ہے عروض ضرورت یا امراہم یا کچھ نہ سہی تو بیان جواز ہی کہ فعلاً قولاً سے اکمل واتم اور (یہ اُن کی فقہ سے ہے) تصویب نہیں اس کے معنی اس قدر کہ یہ اُن کا اجتہاد ہے جس کا حاصل صرف منع طعن ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر ملام نہیں جس طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عکرمہ کو جب اُنھوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شکایت کی کہ وتر کی ایک رکعت پڑھی جواب دیا دعہ فانہ فقیہ اُنھیں کچھ نہ کہو کہ وہ مجتہد ہیں رواہ البخاری۔ ہاں دربارۂ تصویب وتصدیق یہ حکایت کتب میں منقول ہے کہ امام زین الملۃ والدین ابوبکر خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کسی شافعی المذہب نے امام ابویوسف کا یہ قول حضور کے سامنے عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ابویوسف کی تجویز حق ہے یا فرمایا راست ہے شرح نقایہ میں ہے وقد ایدہ ماصح عندنا ان افضل العلماء فی زمانہ واکمل العرفاء وانہ زین الملۃ والدین ابوبکر التائبادی قد رای فی المنام ان شافعی المذھب قال فی مجلس النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ابایوسف جوز حیلۃ فی اسقاط الزکوۃ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ماجوزہ ابویوسف حق اوصدق سابعاً بعد وجوب منع کا حیلہ بالاجماع حرام قطعی ہے یہاں کلام منع وجوب میں ہے یعنی وہ تدبیر کرنی کہ ابتداءً زکوۃ واجب ہی نہ ہو امام ابویوسف فرماتے ہیں اس میں کون سے حکم خدا کی نافرمانی ہوئی اللہ عزوجل نے سال تمام ہونے پر زکوۃ فرض کی جو بعد وجوب ادا نہ کرے بالاجماع عاصی ہے یہ کہاں فرض کیا ہے کہ اپنے مال پر سال گزر بھی جانے دو جس طرح یہ فرض فرمایا ہے کہ جو زاد وراحلہ وقدرت رکھتا ہو حج کرے یہ کب فرض کیا ہے کہ زاد وراحلہ واستطاعت کے قابل مال جمع بھی کرو لو ہیں ہر گز واجب کیا مستحب بھی نہیں کہ قدر نصاب مال جوڑ کر سال بھر رکھ چھوڑو تاکہ زکوۃ واجب ہو ائمہ دین کو تعلیم عمل کی طرف منسوب کرنا بدگمانی ہے جو عوام مسلمین پر بھی جائز نہیں اور حق یہ ہے کہ امام ممدوح کا یہ قول بھی اس

لیے نہیں کہ لوگ اُسے دستاویز بناکر زکوٰۃ سے بچیں بلکہ وہ وقت ضرورت وحاجت پر محمول ہے مثلاً کسی پر حج فرض ہوگیا تھا مال چوری ہوگیا مصارف حج ونفقہ عیالی کے لیے ہزار درم کی ضرورت ہے اس سے کم میں نہ ہوگا محنت وکوشش سے جمع کیے آج قافلہ جانے کو ہے کل سال زکوٰۃ تمام ہوگا۔ اگر پچیس درم نکل جائیں گے مصارف میں کمی پڑے گی یہ ایسا حیلہ کرے کہ حج فرض سے محروم نہ رہے یا کوئی شخص اپنے حال کو جانتا ہے کہ زکوٰۃ اُس سے ہرگز ہرگز قطعاً نہ دی جائے گی اُس کا نفس ایسا غالب ہے کہ کسی طرح اس فرض کی ادا پر اصلاً قدرت نہ دے گا یہ اس خیال سے ایسا کرے کہ بعد فرضیت ترک ادا وارتکاب گناہ سے بچوں تو از قبیل من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما ہوگا سراجیہ میں ہے اذا اراد ان یحتال لامتناع وجوب الزکاۃ لما انہ خاف ان لایؤدی فیقع فی المأثم فالسبیل ان یھب النصاب قبل تمام الحول من یثق بہ ویسلمہ الیہ ثم یستوھب دیکھو تصریح ہے کہ یہ حیلہ گناہ سے بچنے کے لیے نہ کہ معاذ اللہ گناہ میں پڑنے کے واسطے حیل شرعیہ کا جواز خود قرآن عظیم واحادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجہ مقدسہ کو سَو کوڑے ماریں گے رب العزت عزجلالہ نے فرمایا وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی سو تیلیوں کی ایک جھاڑو بناکر اُس سے ایک دفعہ مارلو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ پر عمل فرمایا ارشاد ہوا خذوا لہ عثکالا فیہ مأتہ شمراخ فاضربوہ بہ ضربۃ واحدۃ شاخہائے خرما کا ایک گچھا لے کر جس میں سو شاخیں ہوں اُس سے ایکبار مارو رواہ احمد وابن ماجۃ وابوداؤد بمعناہ البغوی فی شرح السنۃ الاولان عن ابی امامۃ بن سھل عن سعید بن سعد بن عبادۃ والثالث عن ابی امامۃ بن سھل عن بعض الصحابۃ من الانصار والرابع عن سعید بن سعد بن عبادۃ بن سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برجال لحدیث ھذا حدیث حسن الاسناد ورواہ الترویانی فی مسندہ فقال حدثنا محمد بن المثنی نا عثمٰن بن عمر نا فلیح عن سھل بن سعد ان ولیدۃ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حملت من الزنا فحملت من اجلك فقال احبنی المقعد فسئل فاعترف فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لضعیف عن الجلد فامر بمأۃ عثکول وضربہ بھا ضربۃ واحدۃ اھ ھٰکذا وقع فیما رأیت انما المعروف ابن سھل سعید بن سعد وفی اخری لابن ماجۃ عن ابن سھل عن سعد بن عبادۃ واللہ تعالٰی اعلم خود صحیح بخاری شریف بلکہ صحیحین میں حضرت ابوسعید وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بناکر بھیجا وہ عمدہ خرمے وہاں سے لائے فرمایا کیا خیبر کے سب خرمے ایسے ہی ہیں عرض کی نہیں یارسول اللہ واللہ کہ ہم چھ سیر خرموں کے بدلے یہ خرمے تین سیر اور نو سیر دے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں فرمایا لاتفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یا چپل خرمے پہلے روپوں کے عوض بیچو پھر اُن روپوں سے یہ عمدہ خرمے خرید واور ہر موزون کے بارے میں یہی حکم فرمایا نیز صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ برنی چھوہارے کہ عمدہ قسم ہیں خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے فرمایا یہ کہاں سے آئے

عرض کی ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے اُن کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے فرمایا (وہ عین الربا عین الربا لاتفعل و لکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثم اشتر بہ (ف) خاص سود ہے ایسا نہ کرو، ہاں جب بدلنا چاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ کر پھر اُس سے اچھے چھوارے مول لے لو۔ یہ شرعی حیلے نہیں تو اور کیا ہیں باب حیل واسع ہے اگر کلام کو وسعت دی جائے تطویل لازم آئے اہل انصاف کو اسی قدر بس ہے پھر جب اللہ و رسول اجازتیں دیں تعلیمیں فرمائیں تو ابو یوسف پر کیا الزام آسکتا ہے ہاں ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ خیال فرمایا کہ کہیں اس کی تجویز عوام کے لیے مقصد شنیع کا دروازہ نہ کھولے لہذا ممانعت فرمادی اور ائمہ فتوی نے اسی منع ہی پر فتوی دیا امام بخاری بھی اگر امام محمد کا ساتھ دیں اور یہ قول امام ابی یوسف پسند نہ کریں تو امام ابی یوسف کی شان جلیل کو کیا نقصان وہ کون سا مجتہد ہے جس کے بعض اقوال دوسروں کو مرضی نہ ہوئے یہ ردّ و قبول تو زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بلانکیر رائج و معمول ہے نہ بخاری کے اقوال مذکورہ میں کوئی کلمہ سخت نفرت کا ہے اُن سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ یہ قول انھیں مختار نہیں اور ہو بھی تو ان کی نفرت امام مجتہد کو کیا ضرر دے سکتی ہے خصوصاً ائمۂ حنفیہ لاسیما امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابوحنیفہ کے بال بچّے ہیں حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والاصاحبِ رتبۂ بالا مقبول معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا مسلم کتب حدیث میں اُن کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسائید پر نظر کیجیے تو اُن میں گنجائش کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں اور یہ بھی بحمداللہ حنفیہ و شاگردان ابوحنیفہ و شاگرد دان شاگرد ابوحنیفہ مثل امام عبداللہ بن المبارک و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام فضیل بن عیاض و امام مستعر بن کدام و امام وکیع بن الجراح و امام لیث بن سعد و امام معلی بن منصور رازی و امام یحیٰی بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے اُن کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور اُن کے قدم پر قدم رکھا اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ امام محمد کے وہ امام ابویوسف کے وہ امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہوکر دوسرے کار اجل و اعظم یعنی فقاہت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے اللہ عزوجل نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا خدمت معانی ائمۂ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ ابوحنیفہ کا حصّہ تھا محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے عطار دواشناس ہے اُس کی دوکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالامال ہے مگر تشخیص مرض و معرفت علاج و طریق استعمال طبیب کا کام ہے عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے خصوصاً ملک الطبائے حذاق امام ائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے۔ امام اعظم کے پانچویں درجے میں جاکر شاگرد ہیں خود حضرت امام اجل سلیمٰن اعمش کہ اجلۂ تابعین و امام ائمہ محدثین سے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی

کے استادان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے اُس وقت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے امام اعمش نے ہمارے امام سے فتوٰی لیا ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے فرمایا اُن حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سنیں اور وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتا دیں امام اعمش نے کہا حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین یعنی بس کیجئے میں نے جو حدیثیں آپ سے سو دن میں بیان کیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سُنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں اے مجتہد و تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور اے ابوحنیفہ تم نے دونوں کنارے گھیر لیے یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ ائمہ شافعیہ وغیرہم نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی یہ تو یہ خود ان سے بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانسو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا حضرت امیر المومنین مولٰی علی و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابوہریرہ و انس بن مالک و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبداللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے استاذ جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اُس محدث سے زائد نہ ہو ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے ہیں انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فرویناه للفقهاء من اذا علم عمل ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں، ہم نے تو حدیثیں سُن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو اُن پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی سے فقہ حاصل فرماتے تو ابوحنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان وعظمت مکان سے آگاہ ہو جاتے امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین و ائمہ فقہاء دونوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے

ہر کسے را بہر کارے ساختند مَیل او اندر دلش انداختند

اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتوب و معیوب قرار پاتے فالی اللہ المشتكى وعلیه التكلان بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پُرنور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور پُرنور امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا و مولٰنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار مگر معاویہ بھی ہمارے سردار طعن اُن پر بھی کار فجار جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و خدمت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعی زیدی یہی روش آداب بحمد اللہ تعالٰی ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع

امام اعظم وغوث اعظم وشیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطا فی الفہم معترض ہوئے الجھیں ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشاء اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ اُن اکابر محبوبان خدا کے مدارس عالیہ تک دست ادراک نہ پہونچنا وبس لاجرم اعتراض باطل ومعترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع واقدس والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ واولیائہ وعلمائہ واھلہ وحزبہ اجمعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۶۲

از مرزا پور بنگلہ نابالغ مرسلہ شجاعت حسین بیگ صاحب بریلوی

بنظر اشرف عالم المعی فاضل لوذعی مجدد مائۃ حاضرہ جناب مفتی صاحب زاد اللہ فیوضہ۔ بعد سلام مسنون گذارش ہے مجھ پر عرصہ سے قرض تھا یکم رمضان ۱۳۳۵ھ کو اپنی دوکان بیع کرکے کل قرضہ دے دیا بے حد وبے شمار شکر ہے کہ اُس نے مجھے اس بار عظیم سے اپنے فضل وکرم سے سبکدوش فرمایا بعد ادائے کل قرضہ دو ہزار دو سو پچانوے زائد علی الاحتیاج باقی رہے دوسری ماہ مبارک کو بامتثال رب عزوجل قبل گزرنے حولان حول کے ۱/۱ للعہ روپے علیحدہ کردے ۔۔ باقی رہے اُن ۱ للعہ روپے کی زکوٰۃ بحکم شریعت مطہرہ ۔۔ ہوئے بقیہ ۔۔ میں ایک کا اضافہ کرکے ۔۔ بہ نیت زکاۃ علیحدہ کردیے یہ طریقہ بحکم شریعت مطہرہ صحیح ہوا یا نہیں ۲۳ رمضان تک میں بریلی رہا جب تک زر زکاۃ طلبا وفقراء کو دیتا رہا ۔۔ باقی تھے کہ مجھے بضرورت ۲۴ کو مرزا پور آنا پڑا اب یہاں یہ بقیہ اہل حاجت کو دیا جائے تو خلاف حکم شرعی تو نہ ہوگا؟ میرے ایک سالے ہیں جو کٹرہ میران کوٹ ضلع تلہر میں منسوب ہیں قلیل آمدنی ہے اور کثیر الاولاد ہیں اگر اُن کو کچھ بھیجا جائے تو صلہ رحم بھی ہوگا مگر یہ ارشاد ہو کہ جس قدر اُن کو بذریعہ ڈاک روانہ کیا جائے مثلاً پانچ روپے بھیجے اور ڈاک کا فیس ایک آنہ یا دو آنے ہوئے تو یہ پیسے انھیں ۔۔ سے دیے جائیں یا علیحدہ اپنے پاس سے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جس دن تاریخ وقت پر آدمی مالک نصاب ہوا جب تک نصاب رہے وہی دن تاریخ وقت جب آئے گا اُسی منٹ حولان حول ہوگا اس بیچ میں جو اور روپیہ ملے گا اُسے بھی اسی سال میں شامل کرلیا جائے گا اور اسی حولان کو اُس کا حولان مانا جائے گا اگرچہ اسے ملے ہوئے ابھی ایک ہی منٹ ہوا حولان حول کے بعد ادائے زکوٰۃ میں اصلاً تاخیر جائز نہیں جتنی دیر لگائے گا گنہگار ہوگا ہاں پیشگی دینے میں اختیار ہے کہ بتدریج دیتا رہے سال تمام پر حساب کرے اس وقت جو واجب نکلے اگر پورا دے چکا بہتر اور کم گیا ہے تو باقی فوراً اب دے اور زیادہ پہنچ گیا تو اُسے آئندہ سال میں مجرا لے۔ آپ پر حولان حول جس دن تاریخ وقت پر ہوتا ہو اُسے اس بیچ میں جو یہ روپے ملے سب زکاۃ میں شامل کیے جائیں گے وہ چھپن بھی جو بہ نیت زکاۃ علیحدہ رکھے اور ان سب کو ملا کر بٹہ لیں گے ہاں اس سے پہلے نصاب نہ ہوتا تو جس وقت یہ روپے ملے اُسی وقت سے شروع سال لیتے اور اس وقت آپ نے ۔۔ ادا کیے یا بیش وکم کا اعتبار نہ ہوتا سال تمام پر دیکھئے کہ کیا باقی ہے اُتنے کی زکوٰۃ کا مطالبہ ہوتا وہ مطالبہ ۔۔ نکلتا یا بیش وکم۔ بقیہ زکوٰۃ وہاں کے مساکین کو دیجئے حرج نہیں۔ سالے سے اگر نسبی رشتہ نہیں تو رحم میں شامل نہیں۔ دوسرے

شہر کو وہ زکوۃ بھیج سکتے ہیں جو ابھی واجب الادا نہ ہوئی ہولان حول نہ ہوا اس کے بعد نہیں جتنا روپیہ زکوۃ گیرندہ کو ملے گا اتنا زکوۃ میں محسوب ہوگا بھیجنے کی اجرت وغیرہ اس پر جو خرچ ہو شامل نہ کی جائے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶۳

(۱) اگر زمیندار زمین بٹائی پر جو کہ آیا کاشتکار دیگر کاشتکار سے کاشت کرائے اور نصف پیداوار کے مستحق ہوں تو دونوں پر زکوۃ فرض ہوگی ؟ (۲) فصل ربیع میں جس کھیت کو پانی نہ دیا اس کا دسواں حصہ۔ پانی دیئے ہوئے کا بیسواں اور فصل خریف میں دسواں کیوں کہ بارش کے پانی سے پیدائش ہے یوہیں صحیح ہے ؟

الجواب

(۱) صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشت کار پر ہے اس پر فتوی دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان ملکوں جہاں اجرت میں نقدی ٹھہری ہوتی ہے وہاں اسی پر فتوی ہونا چاہئے اور بٹائی میں حسب قول امام فقط زمیندار پر ہے (۲) جسے بارش یا نہر یا تالاب کا پانی دیا گیا اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے چرسے یا ڈھکلی سے پانی دیا گیا اس میں بیسواں حصہ اور جسے مول کا پانی دیا گیا اس میں بھی بیسواں حصہ چاہئے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶۴ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ کاشت کار نے زکوۃ کھیت کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بلا پانی دیا ہوا اور بیسواں حصہ پانی دیئے ہوئے میں سے دیا اگر کاشت کار کے بعد سال تمام کے اسی پیداوار میں سے جس کی زکوۃ دسواں یا بیسواں حصہ دے چکا تھا بچ رہے تو زکوۃ چالیسواں حصہ دینا ہوگا کہ نہیں۔

الجواب

کھیت کی پیداوار پر زکوۃ نہیں وہی عشر ہے اس کے سوا سال تمام پر اور کوئی زکوۃ نہیں آتی زکوۃ صرف تین مالوں پر ہے سونا چاندی یا وہ مال جو تجارت کی نیت سے خریدا یا جنگل میں چرتے ہوئے جانور واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۵ از درو ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

زمین نہر عشری ہے یا خراجی اور جو روپیہ کہ انگریز زمینداروں سے بطور قسط لیتے ہیں وہ محسوب زکوۃ عشر ہے یا خراج۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زمین بہت صورتوں میں عشری ہوتی ہے بہت میں خراجی بعض میں نہ عشری نہ خراجی جن کی تفصیل کتب فقہ باب العشر والخراج میں مذکور ہندوستان ایک ملک وسیع ہے اس کی مختلف زمینوں میں غالبًا وہ سب یا اکثر صور متحقق تو اس کی زمین کو نہ مطلقا عشری کہہ سکتے ہیں نہ مطلقا خراجی عشر و خراج جو محاصل شرعیہ کے اقسام ہیں جن کے لیے شرع مطہر نے اصول وضوابط و مواقع و مقادیر کی تقدیر فرمائی انگریز اپنی قسطیں لینے میں ان اصول کے پابند نہیں بلکہ ان کا قانون مالگزاری جدا ہے کما لا یخفی

مسئلہ ۹۶: از لودھیانہ محلہ گرچونگی مرسلہ شیخ محمد مقبول صاحب تاجر ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

ما قول الفقهاء الحنفية فی ان اراضی الهندیة التی فی ایدی المسلمین خراجیة ام عشریة۔ بینوا توجروا

الجواب

الارض کثیرا ما تکون عشریة کما[1] فتح وقسم بیننا وما[2] اسلم اهله طوعا قبل ان نظفر بهم وعشریة اشتراها ذمی من مسلم فاخذها مسلم[3] بشفعة اوردت علی البائع لفساد[4] البیع او بخیار[5] شرط اورؤیة[6] مطلقا او عیب بالقضاء وما احیاه[8] مسلم بقرب العشریات او لتساوی[9] القرب الیها والی الخراجیات علی قول ابی یوسف المفتی به او سقاه بماء عشری وحده او مع خراجی علی قول الطرفین وکالاحیاء جعله[10،11] دارہ بستانا او مزرعة وکثیرا ما تکون خراجیة کما[1] فتح ومن به علی اهلها او[2] نقل الیه کفار اخر وما[3] فتح صلحا وعشریة[4] اشتراها ذمی من مسلم وخراجیة[5] اشتراها مسلم وما احیاه[6] ذمی باذن الامام اورضخ[7] له مطلقا او مسلم[8] بقرب الخراجیات او سقاه بماء خراجی صرفا علی القولین ومثله[9] مسئلة الدار فی المسلم والذمی جمیعا وقد تکون لاعشریة ولا خراجیة کما فتحناه وابقیناه لنا الی یوم القیامه اومات ملاکها وآلت لبیت المال علی نزاع فی هذا قال فی رد المحتار عن الدر المنتقی شرح الملتقی هذا نوع ثالث یعنی لاعشریة ولاخراجیة من الاراضی تسمی ارض المملکة واراضی الحوز وهو ما مات اربابه بلاوارث وآل لبیت المال او فتح عنوة وابقی للمسلمین الی یوم القیامة وحکمه علی ما فی التاتارخانیة انه یجوز للامام دفعه للزارع باحد طریقین اما باقامتهم مقام الملاك فی الزراعة واعطاء الخراج واما باجارتها لهم بقدر الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا وفی حق الاکرة اجرة لاغیر لاعشر ولاخراج اھ باختصار وقال فی الدر المختار المشتراة من بیت المال اذا وقفها مشتریها فلاعشر ولاخراج شرنبلالیة معزیا للبحر وکذا لولم یوقفها کما ذکرته فی شرح الملتقی اھ قال الشامی لم یذکر فی البحر العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج ارتفع عن اراضی مصر لعودها الی بیت المال بموت ملاکها فاذا اشتراها انسان من الامام ملك ولاخراج لان الامام قد اخذ بدلها للمسلمین وتمامه فی التحفة المرضیة اھ نعم ذکر العشر فی تلك الرسالة فقال انه لایجب ایضا لانه لم یر فیه نقلا قلت ولایخفی ما فیه لانهم قد صرحوا بان فرضیة العشر ثابتة بالکتاب والسنة والاجماع والمعقول وبانه یجب فیما لیس بعشری ولاخراجی کالمفاوز والجبال وبان الملك غیر شرط فیه بل الشرط ملك الخارج ولان العشر یجب فی الخارج لا فی الارض فکان ملك الارض وعدمه سواء کما فی البدائع ولایلزم من سقوط الخراج سقوط العشر علی انه قد بینا نزاع فی سقوط الخراج حیث کانت من ارض الخراج او سقیت بمائه الخ ملتقطا وبواقی المسائل معروفة فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر وارض الهند علی سعتها لایبعد ان یوجد فیها تلك الصور کلها او جلها فالمصیر الی التبین فای ارض

ثبتت فیھا صورۃ اجری علیھا حکمھا من کونھا خراجیۃ او عشریۃ اولا ولا سبیل الی الجزم بحکم واحد من دون تحقیق وما یتوھم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحھا عنوۃ سنۃ ثلث وتسعین کما فی الفتح والبنایۃ ولم یعلم قسمتھا بین المسلمین فوجب کونھا خراجیۃ فلیس بمغن ولا مجد کیف وان قاسما لم یفتح منھا الاشیئا نزرا یسیرا من احدی نواصیھا مما یلی ملتان والافتتاح عنوۃ لایستلزم الخراجیۃ کما علمت وکما لم یعلم قسمتھا بینا کذلک لم یثبت المن بھا علی اھلھا فکیف یحکم بایجاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبہ الایمکن ان تکون الارض مما ابقی للمسلمین بل لعلہ الظاھر من صنیع السلاطین فاذن لاتکون فی اصل الوضع عشریۃ ولاخراجیۃ وما کان منھا بایدی الناس یتملکونھا ویتوارثونھا یحکم بانھا مملوکۃ لھم ویحمل علی ان منھا ما کان مواتا فاحییت ومنھا ما انتقل الیھم بوجہ صحیح من بیت المال وبعد ھذا لاتکون خراجیۃ قطعا لانھا لم تکن فی بدء امرھا منھا ولا یوضع الخراج علی مسلم بدأ وتکون عشریۃ علی ما حققہ فی رد المحتار وفارغۃ الوظیفتین فی الصورۃ الثانیۃ علی ما فی التحفۃ المرضیۃ وغنیۃ ذوی الاحکام والدر المختار قال ابن عابدین عدم ملک الزراع غیر معلوم لنا الا فی القری والمزارع الموقوفۃ او المعلوم کونھا لبیت المال اما غیرھا فھو لاھلہ یتوارثونھا ویبیعونھا جیلا بعد جیل فی الخیریۃ اذا ادعی واضع الید الذی تلقاھا شراء او ارثا او غیرھما من اسباب الملک انھا ملکہ فالقول لہ وعلی من یخاصمہ فی الملک البرھان اھ وقد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملک ولذا تصح الشھادۃ بانہ ملکہ وفی رسالۃ الخراج لابی یوسف لیس للامام ان یخرج شیئا من ید احد الابحق ثابت معروف اھ والائمۃ اذا قالوا فی الکنائس المبنیۃ للکفر انھا کانت فی بریۃ فاتصلت بھا عمارۃ المصر فاولی ان یقولوا ببقاء تلک الاراضی بید من ھی تحت ایدیھم باحتمال انھا کانت مواتا فاحییت اوانھا انتقلت الیھم بوجہ صحیح اھ ملتقطا الی اخرما اطال واطاب واوضح الصواب اما ما قال فی اٰخرہ والحاصل فی الاراضی الشامیۃ والمصریۃ ونحوھا ان ما علم منھا کونہ لبیت المال بوجہ شرعی فحکمہ ما ذکرہ الشارح عن الفتح (ای سقط الخراج والماخوذ اجرۃ) وما لم یعلم فھو ملک لاربابہ والماخوذ منہ خراج لا اجرۃ لانہ خراجی فی اصل الوضع اھ فقد ابان الوجہ کونھا خراجیۃ فی بدء الامر لما قدم فی ھذا البیان مستندا للامام الثانی ان ارض العراق والشام ومصر عنویۃ خراجیۃ ترکت لاھلھا الذین قھروا علیھا اھ وقال قبلہ قال ابو یوسف فی کتاب الخراج ان ترکھا الامام فی ایدی اھلھا الذین قھروا علیھا فھو حسن فان المسلمین افتتحوا ارض العراق والشام ومصر ولم یقسموا شیئا من ذلک بل وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علیھا الخراج ولیس فیھا خمس اھ فھذا ما قال انہ خراجی فی اصل الوضع اما ما نحن فیہ اذ لم یثبت

ذالک لایمکن جعلہا خراجیۃ بالاحتمال وایجابہ علی المسلمین الذین لیسوا من اھلہ بتصریح ذوی الکمال ھذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال ثم رأیت فی الفتاوی العزیزیۃ نقل عن رسالۃ مولٰنا الشیخ الجلیل جلال التھانیسری قدس سرہ السری مانصہ بالعجمیۃ زمین ہندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است و زمینداران رابیش از تولیت وزراعت وحفظ دخلے نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعارے باں می کند و تغیر وتبدل زمینداری وعزل ونصب زمینداران واخراج بعضے ازآنہا واقرار بعضے وعطائے بعض آراضی افغانان وبلوچان وسادات وقدوائیان بصیغۂ زمینداری دلالت صریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع آراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت وبعقد مزارعت علی النصف او اقل منہ در دست زمینداران الخ فھذا صریح فیما استظھرناہ من ان الفاتحین لم یقسموھا ولم یمنوا بہا بل ابقوھا ملکا للمسلمین والحکم فیہ ما بیناہ وما ذکر رحمہ اللہ تعالٰی فی سواد العراق فمختار الائمۃ الشافعیۃ کما بینہ فی ردالمحتار اما عندنا فممنون بہا علی اھلہا ولایضرنا الکلام فی التمثیل فعلی ھذا ما بایدی المسلمین من الاراضی لاتجعل الاعشریۃ مالم یثبت فی شیئ منہا کونہا خراجیۃ بوجہ شرعی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۷

از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

افصح البیان فی مزارع ہندوستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مال گزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مال گزاری کے واجب ہے، یا بلامنہائی اور بھی یہ کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بندوبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے زمیندار پر یا رعایا پر اور بصورت خراجی ہونے کے وہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائے گا یا اور کوئی دوسرا اور جب دوسرا ہوگا تو مال گزاری منہا کرکے خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا اور بصورت عدم عشری وعدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہئے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ والصلٰوۃ والسلام علٰی رسول اللہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا بما لایتجاوز الحق عنہ بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے اما علی الاول فظاھر واما علی الثانی فکما حققہ فی ردالمحتار خلافا لما فی التحفۃ المرضیۃ ثم الشرنبلالیۃ ثم الدرالمختار وما حققہ واضح نفیس والدر انما عزاہ للشرنبلالی والشرنبلالی لصاحب التحفۃ عن العلامۃ صاحب البحر فالیہ المدار فیہ الامر وھو رحمہ اللہ تعالٰی وما فی التحفۃ لم یستند فیہ النقل انما اعتمد عدم رویتہ نقلا بلزوم العشر فیہ وانت تعلم ان عدم الرویۃ لیست رویۃ العدم ولاعدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقۃ

والعشر یجب فیما لیس بعشر ولاخراجی کالمفاوز والجبال **اقول** ومعنی کون ما فتحناہ فابقیناہ لنا الی یوم القیامۃ من دون ان یعطیھا ملاکھا او کفارا اخرین او نقسمھا بین الغانمین وکذا ماماتت ملاکھا فالت لبیت المال ان العشر والخراج انما یوجب حقا للمسلمین وھذہ قد کانت اوصارت لھم فلاوجہ لان یوجب شیئ لھم علیھم ففراغ الوظیفۃ لعدم من یوظف علیہ کارض خربۃ لم تزرع اصلا اما اذا وجدنا من نوجب علیہ فلامعنی للفراغ و قد نص المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اواخرباب زکوۃ الزروع فی تعلیل قول الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان الذمی اذا اشتری عشریۃ من مسلم تصیر خراجیۃ مانصہ وجہ قول ابی حنیفۃ انہ تعذر العشر لان فیہ من معنی العبادۃ والارض لاتخلوا عن وظیفۃ مقررۃ فیھا شرعا اھ مختصرا فھذا بحمد اللہ نص فیما عولنا علیہ و للہ الحمد وبالجملۃ ما لبیت المال فارغۃ ما دامت لھا فاذا انتقلت لملک احد بوجہ صحیح کما ھو المحمل فی الاراضی التی بایدی الناس یتوارثونھا ویتصرفون فیھا تصرف الملاک کما حققہ فی ردالمحتار وبیناہ فی فتاوٰنا فلامحید عن التوظیف الاتری ان الموات تکون لبیت المال وھی فارغۃ فاذا ھی تحیی باذن الامام فتصیر ذات وظیفۃ کذا ھذا اور عشر پوری پیداوار کالیا جائے گا نہ صرف منافع خالص کا فی تنویر الابصار یجب العشر بلارفع مؤن الزرع فی الدرالمختار لتصریحھم بالعشر فی کل الخارج اھ **قلت** ومن یظلم لایظلم زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصّہ مثلاً نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر صرف بقدر حصّہ کا عشر آئے گا مثلاً مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سَو من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں مثلاً سو روپیہ بیگہ پر اُٹھائی تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں امام قاضی خاں نے قول اول کے اظہر ہونے کا اشارہ کیا وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومۃ النسفی والاسعاف واعتمدہ المتاخرون کالخیر الرملی و اسمٰعیل الحائک وحامد آفندی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتوٰی دیا اور وہ بھی بلفظ ناخذ کہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے وہ تصحیح التزامی تھی اور یہ صریح ہے فی الدرالمختار العشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما بالحصۃ فی ردالمحتار تحت قولہ وفی المزارعۃ الخ ماذکرہ الشارح ھو قولھما اقتصر علیہ لما علمت ان الفتوی علی قولھما بصحۃ المزارعۃ لکن ماذکرمن التفصیل یخالفہ ما فی البحر والمجتبی والمعراج والسراج والحقائق والظھیریۃ وغیرھا من ان العشر علی رب الارض عندہ وعلیھما عندھما من غیرذکر ھذا التفصیل وھوالظاھر لما فی البدائع من ان المزارعۃ جائزۃ عندھما والعشر یجب فی الخارج و الخارج بینھما فیجب العشر علیھما الخ بالجملہ قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں

بلحاظ عشر ہرگز مقرر نہیں ہوتیں اگر پیداوار کا عشر اجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی میں گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی و مالگزاری انگریز جدا رہے اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کرلیجئے کہ عشر و مالگزاری و جملہ مصارف دے کر تمہارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہرگز میسّر نہیں مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج والحرج مدفوع بالنص لایکلف اللّٰہ نفسا الا ما اتٰھا سیجعل اللّٰہ بعد عسر یسرا وھذا کما ذکر العلامۃ الشامی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی اوقاف بلادہ انہ لاتفی الاجرۃ ولا اضعافھا بالعشر قال فلاینبغی العدول عن الافتاء بقولھما فی ذٰلک لانھم فی زماننا یقدرون اجرۃ المثل بناء علی ان الاجرۃ مسلمۃ لجھۃ الوقف ولا شیئ علیہ من عشر وغیرہ ولو اعتبر دفع العشر من جھۃ الوقف وان المستاجر لیس علیہ سوی الاجرۃ فان اجرۃ المثل تزید اضعافا کثیرۃ کما لایخفی فان امکن اخذ الاجرۃ کاملۃ یفتی بقول الامام والا فبقولھما لما یلزم علیہ من الضرر الواضح الذی لایقول بہ احد واللّٰہ تعالٰی اعلم رہی وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہوجائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللّٰہ تعالٰی عہدہا میں ابتداً یہ زمین کسی کافر ذمّی کی تھی کہ اس نے باذن سلطان احیا کی۔ سلطان نے اُسے عطا کی اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیا کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کو کوئی تعلق نہیں نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وھذا ظاھر جلی لاخفاء بہ امر تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکر اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے **اقول** وباللّٰہ التوفیق یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے جن بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلّط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں خواہ اُنھوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ ہے جب اُتنے دنوں سلطنت دینیہ اُن کی حمایت سے جدا رہی اُس مدّت کا خراج نہیں لے سکتی کنز میں ہے لواخذ العشر والخراج والزکاۃ بغاۃ لم یؤخذ اخرٰی ہدایہ بحر وغیرہا میں ہے لان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ تبیین و بحر و غنیہ ذوی الاحکام میں ہے اشتراط اخذھم الخراج ونحوہ وقع اتفاقا حتی لولم یاخذوا سنین وھو عندھم لم یؤخذ منہ شیئ ایضا لما ذکرنا ردالمحتار میں ہے ویظھر لی ان اھل العرب لوغلبوا علی بلدۃ من بلادنا کذٰلک لتعلیلھم اصل المسئلۃ بان الامام لم یحمھم والجبایۃ بالحمایۃ وفی البحر وغیرہ لواسلم الحربی فی دارالحرب واقام فیھا سنین ثم خرج الینا لم یاخذ منہ الامام الزکاۃ لعدم الحمایۃ الخ اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اُس میں کچھ حق نہیں فی العنایۃ تحت مسئلۃ شراء ذمّی عشریۃ من مسلم فی توجیہ روایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فھو کتعلق حق المقاتلۃ بالاراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخرٰی ما یصرف ولی الفقراء ھو ما کان للّٰہ تعالٰی بطریق العبادۃ ومال الکافر لیس کذٰلک فیصرف فی مصارف الخراج وفی الدرالمختار عن ابن الشحنۃ فی نظم بیوت المال ع وثالثھا خراج مع عشور

الی ان قال فمصرف الاولین اتی بنص ﴿ وقاتلتموا ہم مقاتلونا ﴾ اھ وفی الفتح والعنایۃ وغیرہما قبیل باب الجزیۃ مصرف العشر الفقراء ومصرف الخراج المقاتلۃ اھ وقد اعترض فی الفتح فی المسألۃ المارۃ علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو مطالبہ کس کے لیے ہو ولہذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے کھیرے ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی تو مطالبہ عبث ہے فی الفتح قبیل باب المعادن من مر بطاب اشتراھا للتجارۃ کالبطیخ والقثاء ونحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانہا تفسد بالاستبقاء ولیس عند العامل فقراء فی البر لید فع لہم فاذا بقیت لیجدہم فسدت فیفوت المقصود اھ مختصرا بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکر اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے فی فتح القدیر کتاب السیر باب العشر میں ہے الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتہم فما سقی بماحموہ وجب فیہ اھ عنایہ میں اسی جگہ ہے الخراج یجب جبرا للمقاتلۃ فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمتہ المقاتلۃ (الی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمۃ اھ اسی کے آواخر باب زکاۃ الزروع میں ہے الخراج یجب حقا للمقاتلۃ فیختص وجوبہ بما حوتہ المقاتلۃ یہ کلمات بظاہر سقوط خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم کہ نفس وجوب ثابت وقائم۔ مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو اُن کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور شرعًا واجب ہے کزکاۃ الاموال الباطنۃ کما فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلۃ اسلام الحربی فی دار الحرب بعد العبارۃ المذکورۃ ولفیتہ باداءہا ان کان عالما بوجوبہا والا فلا زکوٰۃ علیہ لان الخطاب لم یبلغہ وھو شرط الوجوب اھ ولہذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ وعشر لے کر اُن کے مصارف میں صرف نہ کریں تو ارباب اموال پر اُن کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اُس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا فی الدر المختار اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوٰۃ الاموال الظاہرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابہا ان صرف الماخوذ فی محلہ الاٰتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانہم مصارفہ درمنتقی پھر طحطاوی علی الدر المختار میں ہے اما الخراج فلا یفتون باعادتہ لانہم مصارفہ اذ اہل البغی یقاتلون اہل الحرب والخراج حق المقاتلۃ ہدایہ وبحر وغیرہما میں ہے افتوا بان یعید وہا دون الخراج لانہم مصارف الخراج لکونہم مقاتلۃ والزکاۃ مصرفہا الفقراء وکا یصرفونہا الیہم تو ثابت ہوا کہ تسلّط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وہ خود بھی مصرف ہیں واضح کر دیا کہ اگر وہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم تو ہیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد وخرچ مساجد و وظیفہ امام وموذن وبنائے پل وسرا وتنخواہ مدرسین علم دین وخبرگیری طلبۂ علوم دین وخدمت علمائے اہل حق حامیان دین مشغولین درس و وعظ وافتاء وغیرہا

اور دین سب داخل ہیں فی ردالمحتار تحت قول ابن الشحنۃ المار الذی فی الھدایۃ وعامۃ الکتب المعتبرۃ انہ یصرف فی مصالحنا کسد الثغور وبناء القناطیر والجسور وکفایۃ العلماء والقضاء والعمال ورزق المقاتلۃ وذراریھم اھ ای ذراری الجمیع درمختار میں ہے مصرف الجزیۃ والخراج مصالحنا کسد ثغور وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشھود وقسمۃ ورقباء سواحل ورزق المقاتلۃ وذراریھم ای ذراری من ذکر مسکین ہدایہ میں ہے الخراج یصرف فی مصالح المسلمین ویعطی قضاۃ المسلمین وعمالھم وعلماؤھم منہ ما یکفیھم لانہ مال بیت المال وھو معد لمصالح المسلمین وھؤلاء عملتھم فتح میں ہے زاد فی تجنیس المعلمین والمتعلمین وبھذا تدخل طلبۃ العلم اھ الکل مختصرا خود امام مذہب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں وسألت من ای وجہ یجری علی القضاۃ والعمال الارزاق فاجعل اعزاللہ امیرالمومنین بطاعتہ ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایۃ الارض او من خراج الارض والجزیۃ لانھم فی عمل المسلمین فیجری علیھم من بیت مالھم ویجری علی والی کل مدینۃ وقاضیھا بقدر ما یحتمل وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فاجر علیہ من بیت مالھم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقۃ شیئا الا والی الصدقۃ فانہ یجری علیہ منھا کما قال اللہ تبارک وتعالٰی والعاملین علیھا اور اگر بالفرض خاص لشکر اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بحمد اللہ تعالٰی وہ بھی جا بجا موجود اور اوپر معلوم ہوچکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاد کی حمایت کرنا شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب اور اشیائے سریعۃ الفساد پر خراج کا قیاس نہیں ہوسکتا پھر وہاں بھی صرف مطالبہ منتفی ہے نہ وجوب خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اُس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اُس کے ادا کا حکم کرے گا فی ردالمحتار عن الشرنبلالیۃ صورۃ المسألۃ ان یشتری بنصاب قرب مضی الحول علیہ شیئا من ھذہ الخضراوات للتجارۃ فتم علیہ الحول فعندہ لا یاخذ الزکوۃ لکن یامر المالک باداءھا بنفسہ الخ ایجاب خراج میں لشکر اسلام کا حق اور اُس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظور نظر شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط وجوب ہونا لازم نہیں تصریحات ائمہ سے واضح ہوا کہ خراج صرف الحین کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامۂ اہل اسلام اُس میں ستاویۃ الاقدام ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں ان کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے بالجملہ ادھر سے کلیہ یعنی حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ اُدھر سے نہیں کہ حیث ما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ تاکہ اس کا عکس نقیض کیجیے کلما لم توجد الحمایۃ لم توجب الجبایۃ فتح القدیر کی عبارت مذکور کا منشا اسی قدر ہے البتہ عبارت عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ قطعاً زائد بے حاجت محض بلکہ خلاف مقصود ہے وذلک لان محمدا رحمہ اللہ صرح فی الزیادات ان المسلم لا یبتدأ بتوظیف الخراج ثم وقع بینھم الخلاف فیما اذا احیا مسلم مواتا فقال ابو یوسف تعتبر حیزھا ای بما یقرب منھا فان کانت من حیز ارض الخراج فخراجیۃ او ارض العشر فعشریۃ لان القرب من اسباب الترجیح وقال محمد ان کان یصل الیھا

ماء الانھار فخراجیۃ او ماء عین ونحوہ فعشریۃ کل ذلک فی الفتح وقد لزم من ھذا توظیف الخراج علی المسلم ابتداءً اذا سقاھا بماء الخراج علی ماظن[۱] وھو خلاف نص الزیادات فاجیب[۲] بتقیید ما فی الزیادات بما اذا لم یکن منہ صنیع یدل علی ذلک وھو السقی بماء الخراج اما اذا وجد ذلک فھو دلالۃ التزامہ الخراج رضاہ بہ لان الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فمتی سقی بما حموہ وجب فیہ ھذا ما فی الھدایۃ والفتح ولاحاجۃ فیہ الی تخصیص الخراج بما حموہ اصلا بحیث لم یوجد لم یجب انما الحاجۃ الی استتباع حمایتھم ایجاب الخراج بحیث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات الوجوب لاجل ثبوت الحمایۃ فتکون الحمایۃ ملزومۃ والخراج لازما والیستدل بوضع المقدم علی وضع التالی واللازم لایجب تساویہ اما اذا قلنا بان الخراج یختص بالحمایۃ کان المعنی ھو انتفاءہ بانتفاءھا فیکون اللازم ھو الحمایۃ فلا یصح الاستدلال بوجودہ علی وجوب الخراج لان وضع التالی لاینتج وضع المقدم فظھر ان حدیث الخصوص لایوافق المقصود فاذن التقریر الصحیح ما اشار الیہ فی الھدایۃ وبینہ فی الفتح وانعم ایضاحہ فی زکاۃ الزروع کما نقلنا نصہ آنفا فی المناھیۃ پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعًا غلط و باطل ہے جو زمینیں ہم نے قہرًا خواہ صلحًا فتح کیں اور ان کے اہل کو اُن پر برقرار رکھا یا قہرًا فتح کرکے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں اُن پر یقینًا خراج ہے اگرچہ اُنھیں آب عشری مثل بارش وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا نحن نقطع ان الارض التی اقر اھلھا علیھا لو کانت تسقی بعین او بماء السماء لم تکن الاخراجیۃ لان اھلھا کفار والکفار لو انتقلت الیھم ارض عشریۃ ومعلوم ان العشریۃ قد تسقی بعین او بماء السماء لاتبقی علی العشریۃ بل تصیر خراجیۃ فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف خلافا لمحمد فکیف یبتدأ الکافر بتوظیف العشر ثم کونھا عشریۃ عندہ محمد اذا انتقلت الیہ کذلک اما فی الابتداء فھو ایضا یمنعہ بحر الرائق میں ہے وقد اطال المحقق فی فتح القدیر فی تقریرہ ثم قال والحاصل ان التی فتحت عنوۃ ان اقر الکفار علیھا لایوظف علیھم الا الخراج ولو سقیت بماء المطر .... وان قسمت بین المسلمین لایوظف الا العشر وان سقیت بماء الانھار امام محقق زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا ان التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیہ الخراج من ای ماء سقی لان الکافر لایبتدأ بالعشر فلا یاتی فیہ التفصیل فی حالۃ الابتداء اجماعا اسی طرح بحر الرائق و مجمع الانہر میں اُس سے نقل کیا اور مقرر رکھا ولہذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں اُن زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا ارض السواد خراجیۃ کے بعد فرمایا وکذا کل ما فتح عنوۃ واقر اھلھا علیہ او صولحوا سوی مکۃ اور اصلا خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ اُنھیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلثہ مذہب سے کسی کا خلاف ہو ضرور نقل کریں گے قال فی خطبتہ وصرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا الخ اسی طرح متن جلیل کنز میں مطلق فرمایا ما فتح عنوۃ واقر اھلہ علیہ او فتح صلحا خراجیۃ اور خلاف کی طرف اصلا رمز نہ کیا یونہی جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ پانی عشری دیا ہو فتح القدیر و تبیین الحقائق و بحر الرائق وغیرہا میں ہے لو احیاھا

[۱] ظنہ جماعۃ منھم الشیخ حسام الدین السغناقی فی النھایۃ ولیس کما ظنوا بل انما ھو انتقال ما تقرر فیہ الخراج بوظیفۃ الی ... وھو الماء فان فیہ وظیفۃ الخراج فاذا سقی بہ انتقل ھو بوظیفتہ الی ارضہ کالواشتری خراجیۃ وھذا لان المقاتلۃ ھم الذین حموا ھذا الماء فثبت ... حقھم ... فاذا ... تصرف الی ... فی ... [illegible] ... شرح ... الاحمدی عفی عنہ ... تعالٰی

ذمی کانت خراجیۃ سواء سقیت عند محمد بماء السماء ونحوہ اولا وسواء کانت عند ابی یوسف من حیز ارض الخراج او العشر اھ فظہر ضعف ما استحالہ فی العنایۃ تبعا للنہایۃ رکونا الی ظاہر نقل الہدایۃ علی خلاف نقل الغایۃ کما بینہ المحقق فی الفتح واللہ ولی الہدایۃ والفتح لاجرم خود عنایہ میں تصریح فرمائی کہ مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں ہدایہ میں فرمایا تھا اذا کانت لمسلم دار خطۃ فجعلہا بستانا فعلیہ العشر معناہ اذا سقاہا بماء العشر واما اذا کانت تسقی بماء الخراج ففیہا الخراج لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء اس پر عنایہ میں لکھا ہے معنی قولہ فی مثل ھذا الارض التی لم یتقرر امرہا علی عشر او خراج وھو احتراز عما اذا کان لمسلم ارض تسقی بماء العشر وقد اشتراہا ذمی فان ماءہا عشری وفیہا الخراج دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں مسئلہ احیائے ذمی وغیرہا کے متعلق تصریحات ابھی گزریں ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اُس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتدائۂ وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اُس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیا کی محقق علی الاطلاق نے یوں شرح فرمائی قولہ الوظیفۃ فی مثلہ ای فیما ھو ابتداء توظیف علی المسلم ــــ ھذا ومن الارض التی احیاھا لان کل ما لم یتقرر امرہ فی وظیفۃ کما فی النہایۃ فان الذمی لو جعل دار خطتہ بستانا او احیا ارضا او رضخت لہ لشہودہ القتال کان فیہا الخراج وان سقاہا بماء العشر عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی خود ہدایہ میں فرمایا ان جعلہا ای المجوسی دارہ بستانا فعلیہ الخراج وان سقاہا بماء العشر لتعذر ایجاب العشر اذ فیہ معنی القربۃ فیتعین الخراج وھو عقوبۃ تلیق بحالہ اھ **اقول** وبہ ظہر سقوط ما فی العنایۃ علی ھذا القول من الہدایۃ مانصہ لقائل ان یقول اما ان یکون الاعتبار للماء او لحال من توضع علیہ الوظیفۃ فان کان الاول وجب علیہ العشر وان کان الثانی ناقض ھذا قولہ لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء ووجب علی المسلم العشر اذا سقی ارضہ بماء الخراج اھ وجہ السقوط ان الکلام ھھنا فی الذمی وما مر من دوران المؤنۃ مع الماء انما کان فیما فیہ ابتداء التوظیف علی المسلم فلا مساغ للتناقض اصلا ولا حاجۃ الی تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولکن قبول المحل شرط وجوب الحکم والکافر لیس بمحل لایجاب العشر علیہ لکونہ عبادۃ الخ وکیف ما کان فمقصودنا حاصل وھو بطلان تخصیص الخراج بالماء الخراجی اما مطلقا واما فیما لم یتقرر امرہا علی وظیفۃ نعم ھو صحیح عند صاحب المذہب فیما فیہ بدء التوظیف علی مسلم فقط پھر مفتی بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو تنویر میں ہے لو احیاہ مسلم اعتبر قربہ ردالمحتار میں ھذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احیاہا بماء الخراج فخراجیۃ والا فعشریۃ بحر وبالاول یفتی درمنتقی اُس میں ہے وھو ما مشی علیہ المصنف اولا کالکنز وغیرہ وقدمہ فی متن المنتقی فافاد بترجیحہ علی قول محمد وقال ح وھو المختار کما فی الحموی علی الکنز عن تنویر

ف رد حصاری وعلیہ المتون معھذا اگر تخصیص مان بھی لیجیے تو لشکر اسلام کا یہ قبضہ پانی پروارد ہونا ابتداءً اُس کی خراجیت کا مفید
ہوچکا بقاء بھی خراجیت بقا ید پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقا میں ہے الاتری ان الخراج یجب عقوبۃ
علی الکفر ثم لایحتاج فی بقائہ حتی لو اسلموا لم یسقط الخراج عن اراضیھم کما نصوا علیہ قاطبۃ بالجملہ جہاں تک
نظر کی جاتی ہے یہاں کی اُن زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہولیا بلا وجہ شرعی وجوب خراج کا اُٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا
اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سبب وجوب ارض نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج
میں فرمایا سبب الحقین واحد وھو الارض النامیۃ الا انہ یعتبر فی العشر تحقیقا وفی الخراج تقدیرا ولھذا یضافان
الی الارض فتح القدیر میں ہے قال الشافعی یجمع بینھما لان سبب العشر الارض النامیۃ بالخارج تحقیقا وسبب الخراج
الارض النامیۃ بہ تقدیرا وقد تحقق سبب کل منھما ولا منافاۃ بین الحقین فیجبان ولنا ان نقد الحکم والتحادہ
بتعدد السبب واتحادہ وسبب کل من الخراج والعشر الارض النامیۃ ولھذا ایضا فان الیھا فیقال خراج الارض وعشر
الارض والاضافۃ دلیل السببیۃ وکون الارض مع النماء التقدیری غیر الارض مع التحقیقی مخالفۃ اعتبار
لاحقیقۃ فالارض النامیۃ ھی السبب واذا اتحد السبب اتحد الحکم ملتقطا مع تغییر بعض وجوہ اور ذہن فقیر میں ہیں کہ بخوف اطالت ترک
کیں وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ ولی الھدایۃ کسے دیں اس کا جواب بیان سابق سے واضح ہولیا کہ اُس کے بہت مصارف مثل
مساجد و مدارس وطلبہ وعلما یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک
پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے خراج ذمۂ مکلف پر واجب ہوتا ہے عنایہ میں ہے الخراج فی ذمۃ
المالک والعشر فی الخارج فتح میں ہے العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ اور وہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک دین ہے
حتی لایحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل اداء خراجھا کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان ملا اشترکا
وللامام حبس الخارج للخراج کما فی الدر ای فی الخراج الموظف وقد قال فی الھدایۃ الرھن والکفالۃ جائزان فی الخراج
لانہ دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمکن ترتیب موجب العقد علیہ فیھما اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادا یا ابرا
صرف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اُس کے ورثہ کو دیں گے وہ بھی نہ رہیں تو فقرا کو بہ نیت برأت ذمہ دیں گے خراج میں اصالۃً
حق فقرا نہ ہونا ضرورۃً اُنھیں دیے جانے کے منافی نہیں کما فی سائر الدیون کیا دیں خراج دو قسم ہے خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار
کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو، اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کردی جائے خواہ روپیہ مثلاً سالانہ دو روپے
بیگھ یا اور کچھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا ظاہر یہ ہے کہ ان بلاد کا
خراج موظف ہی تھا بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ میوہ ترکاری وغیرہ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب
معلوم ہوتا ہے ہدایہ میں فرمایا فی دیارنا وظفوا من الدراھم فی الاراضی کلھا وترک کذلک لان التقدیر یجب ان یکون
بقدر الطاقۃ من ای شیئ کان تو ظاہرا یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہیے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت

اسلام صلی اللہ تعالٰی عہدہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا خراج موظف بالاتفاق مالکِ زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدرالمختار والشامیۃ **کتنا دیں** اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ سلطنت اسلام میں صلی اللہ تعالٰی عہدہا کیا مقرر تھا جب تو ظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو شرط سے اوّلاً خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اُس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اُس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہونچتا زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں ثانیاً اُتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں فی التنویر التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ اھ فی ردالمحتار لایزاد علیہ فیما لم یوظف ولا فی خراج المقاسمۃ اھ فی الدرالمختار ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اھ فی التنویر وینقص مما وظف ان لم تطق اھ فی ردالمحتار قال فی النھر لایزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قالہ الحدادی اھ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکرہ الحدادی بحثا لکن قال الخیر الرملی یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تطیق فلو کانت قلیلۃ الریع کثیرۃ المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ کما فی ارض العشر اھ مختصرا اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہر اخراج مقاسمہ وخراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں نصف دیں اور مقررات امیر المومنین میں اُسی کا لحاظ رکھیں غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فکان الاستقصار فیہ فراغ الذمۃ یقینا لکن الاحوط ھذا کلہ من اول الکلام الی ھنا مما اخذہ الفقیر تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی فان اصبت فمن اللہ وحدہ وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وظیفہ مقررہ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور رطاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں کھیرے ککڑی بیگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور وخرما کے گھنے باغوں پر جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے دس درہم ان کے ماوراء میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک پھر ان اقسام میں حیثیت زمین وقدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اُس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انھیں کا خراج دے اگرچہ گیہوں بوئے ہوں اور گیہوں کے قابل ہے تو اُس کا خراج دے اگرچہ جو بوئے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سولہ گرہ ہے ہر گرہ تین انگل) پینتیس گز سطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض اور صاع دو سو ستر تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دو سو اٹھاسی روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہوئے اور دس درہم کے ۱۲ ۹ ۳/۵ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درم کے ۱؎ ۔۔ پائی

ایک درم کے ہر ۵ ۱۹/۲۵ پائی یعنی ۱۹/۲۵ پائی کم ساڑھے چار آنے فی الدر المختار وضع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ لکل جریب ہو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسرٰی سبع قبضات صاعا من بر او شعیر والصحیح انہ مما یزرع فی تلک الارض کما فی الکافی شرنبلالیہ ومثلہ فی البحر ودرہما من اجود النقود وزن سبعۃ کما فی الزکاۃ بحر) ولجریب الرطبۃ (وھی القثاء والخیار والبطیخ والباذنجان وما جری مجراہ) خمسۃ دراھم ولجریب الکرم او النخل متصلۃ قید فیھما ضعفھا ولما لیس فیہ توظیف عمر کزعفران وبستان فیھا اشجار متفرقۃ یمکن الزرع تحتھا طاقتہ وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف اھ مختصرا مزیدا ما بین الاھلۃ من رد المحتار وفی الدر لو زرع الاخس قادر اعلی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وھذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یتجری الظلمۃ فی رد المحتار عن العنایۃ ردبانہ کیف یجوز الکتمان وانھم لو اخذوا کان فی موضعہ لکونہ واجبا واجیب بانا لو افتینا بذلک لادعی کل ظالم فی ارض لیس شانہ ذلک انھا قبل ھذا کانت تزرع الزعفران فیاخذ خراج ذلک وھو ظلم وعدوان اھ واللفظ للفتح قالوا لا یفتی بھذا لما فیہ من تسلط الظلمۃ علی اموال المسلمین فیدعی کل ظالم ان ارضہ تصلح لزراعۃ الزعفران ونحوہ وعلاجہ صعب اھ قلت والذی یؤدی بنفسہ ولا جابی کما فی بلادنا فلا یخشی ذلک فلذا عولت علی ماھناک۔ وفی الھدایۃ ان غلب علی ارض الخراج الماء وانقطع الماء عنھا او اصطلم الزرع آفۃ فلا خراج علیہ وان عطلھا صاحبھا فعلیہ الخراج ولا یتکرر الخارج فی سنۃ اھ بالالتقاط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۸: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ آم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصہ نکال کے فروخت کرسکتا ہے جس سے فروخت خبیث نہ ہو۔

الجواب

بہار اُس وقت بیچنی چاہئے جب پھل ظاہر ہوجائیں اور کسی کام کے قابل ہوں اس سے پہلے بیع جائز نہیں اور اس وقت اُس میں عشر واجب ہوتا ہے جب پھل اپنی حد کو پہونچ جائیں کہ اب کچّے اور ناتمام ہونے کے باعث اُن کے بگڑ جانے سوکھ جانے مارے جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں یہ حالت جس کی ملک میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے بائع کے پاس پھل ایسے ہوگئے تھے اُس کے بعد بیچے تو عشر بائع پر ہے اور جو اس حالت تک پہونچنے سے پہلے کچے بیچ ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہونچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہٖ یہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹: ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانوران حسب تفصیل ذیل پر جو کہ بغرض کاشتکاری ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال میں زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں بینوا توجروا۔ تفصیل اہل مالگذاری

بچہ گائے دو سال کے ۱۳۔ بچہ اندر ایک سال ۳۔ بھینس ۲۔ بھینس زائد از دو سال ۲۔ بچہ بھینس کم از ایک سال ۲۔ بھینسے ۶۔ کل ۶۷ راس۔

الجواب

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ نر خواہ مادہ خواہ دونوں مختلط جبکہ قدر نصاب ہوں (کہ اونٹ میں پانچ، گائے بھینس میں تیس، بھیڑ بکری میں چالیس ہے) اور بونے جوتنے لادنے کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجات اصلیہ سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوقیہ پرورش و فربہی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے ہوئے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو ان پانچوں باتوں کے اجتماع سے اُن کی زکوۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکوۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حساب زکوۃ یہ ہے کہ تیس سے کم پر کچھ نہیں تیس پر ایک بچہ دو سال کامل کا پھر انسٹھ تک یہی واجب ہوگا ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے اُنہتر تک دو بچے ایک سالہ ستر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے اُناسی تک ایک بچہ یکسالہ ایک دو سالہ اسی پر کہ دو چالیس ہیں نواسی تک دو بچے دو سالہ۔ نوے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے یکسالہ سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہیں ایک سو نو تک دو بچے یکسالہ ایک دو سالہ ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو انیس تک ایک بچہ یک سالہ ایک دو سالہ ایک سو بیس پر کہ چار تیس چاہے تین چالیس سمجھ لو ایک سو انتیس تک چاہے چار بچے یکسالہ دے چاہے تین بچے دو سالہ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یکسالہ اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دہائیوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آئی جائیں گی سب معاف ہوں گی اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اُسی کا بچہ یکسالہ یا دو سالہ لیں گے اور برابر ہوں تو اُن میں جو قسم اعلیٰ ہے اُس کا ادنی لیا جائے گا یا ادنی کا اعلیٰ یونہی بھیڑ بکری مخلوط ہونے میں مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینس ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد بچے دونوں قسم کے ہیں کوئی زیادہ فربہ کوئی ہلکا کوئی متوسط تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو اُن یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا بھینس کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ لیا جائے گا اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اُس کے یکسالہ بچوں میں سب سے ہلکا یا گائے کے یکسالہ بچوں میں سب سے فربہ دیا جائے گا تنویر الابصار و درمختار میں ہے (السائمۃ المکتفیۃ بالرعی) فی اکثر العام لقصد الدر والنسل (والسمن فی البدل الخ لو اسامھا للحم فلازکوۃ کما لو اسامہا للحمل والرکوب ولو للتجارۃ ففیہا زکوۃ التجارۃ فلو علفہا نصفہ لاتکون سائمۃ) فلازکوۃ للشک فی الموجب (نصاب البقر والجاموس) ثلثون سائمۃ وفیہا تبیع ذوسنۃ) کاملۃ (او تبیعۃ) انثاہ (وفی اربعین مسن ذوسنتین او مسنۃ) ولاشیئ فیما زاد (الی ستین ففیہا ضعف مافی ثلثین) وعلیہ الفتوی) ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فیخیر بین اربع اتبعۃ وثلاث مسنات وھکذا (ولاشیئ فی عوامل وحمل) بفتحتین ولد الشاۃ (وفصیل) ولد الناقۃ (وعجول) بوزن سنور ولد البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادھا الصغار (الا تبعا لکبیر ولو واحدا) و (لا فی عفو وھو مابین النصب فی کل الاموال اھ ملخصا ملتقطا رد المحتار میں ہے

الجاموس نوع من البقرۃ کما فی المغرب فھو مثل البقرۃ فی الزکاۃ والاضحیۃ والربا ویکمل بہ نصاب البقر وتوخذ الزکاۃ من اغلبھا وعند الاستواء یوخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی نھر وعلی ھذا الحکم البخت والعراب والضان والمعز ابن ملک اس میں ہے النصاب لوکان ضانا یوخذ الواجب من الضان ولو معزا فمن المعز ولو منھما فمن الغالب ولو سواء فمن ایھما شاء جوھرۃ ای فیعطی ادنی الاعلی او اعلی الادنی کما قدمنا عالمگیریہ میں ہے ادنی السن الذی یتعلق بہ وجوب الزکاۃ فی الابل بنت مخاض وفی البقر تبیع وفی الغنم ثنی کذا فی شرح الطحاوی اھ ملتقطا درمختار میں ہے بنت مخاض ھی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وتبیع ذوسنۃ کاملۃ والثنی من الضان والمعز ھو ما تمت لہ سنۃ اھ بالالتقاط ہندیہ میں ہے السوائم تجب الزکاۃ فی ذکورھا واناثھا ومختلطھما وھی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل والزیادۃ فی الثمن والسمن کذا فی محیط السرخسی جب یہ قواعد معلوم ہولیے حکم مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا۔ اٹھارہ بیل وہ دو بھینسے کہ کاشت کاری کے لیے ہیں اُن پر کچھ نہیں اور ایک سال سے کم کے بچے اگرچہ خود محل وجوب نہیں مگر یکسالہ کے ساتھ مل کر ان پر بھی وجوب ہوتا ہے تو سب جانور سینتالیس ہوئے جن پر ایک بچہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور از آنجا کہ ان میں زیادہ گائے ہیں تو یہ دو سالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بچھڑا ہو خواہ بچھیا اور از آں جا کہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینتالیس میں اکیس گئے ہیں اور دو بھینسیں پوری دو بچھیاں تو افضل یہ ہے کہ دو برس کامل کی بچھیا زکوۃ میں دے فی الھندیۃ عن التتارخانیۃ عن العتابیۃ الافضل فی البقر ان یؤدی من الذکر التبیع ومن الانثی التبیعۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاونی مکان مولوی اشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ زکوۃ کن کن مصارف میں دینا جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مصرف زکوۃ ہر مسلمان حاجتمند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی[1] ہو نہ اپنا[2] شوہر[3] نہ اپنی عورت[4] اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وہ جو اپنی اولاد[5] میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ[6] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں نہ اپنا یا اپنے[7] پانچوں[8] قسم میں کسی کا مملوک[9] اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی[10] غنی کا غلام غیر مکاتب نہ مرد[11] غنی کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی[12] کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر[13] وغنی[14] پہلے ہی خارج ہوچکے یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے بعض متہور بن کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی وقد اوضحنا ذلک فی فتاوینا اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ اپنا ہی

ہو یا اپنے اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ و ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زنِ غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن بھائی چچا پھوپھی خالہ ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوۃ وصلۂ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اول سولہ سے نہ ہوں لہذا کہ انھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا لہذا فقیر نے انھیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں بالجملہ مدار کار حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب العلم یا مفتی مگر عامل زکوۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دستر خوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اُس کے وہی حیلے ہیں جو ہمارے فتاوی میں مسطور ہیں ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصناہ بتوفیق اللہ تعالٰی احسن تلخیص لعلہ لا یوجد من غیرنا وللہ الحمد فمن شاء فی شیئ من ھذا فلیراجع الاصول التی سمینا ولم نسم نعم لا باس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح الخ وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاتر خانیۃ اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیہ الزکوۃ ولا یکون کفؤ الھاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیہ وقال فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ مالو کان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ ط اھ وفیہ تحت

قولہ او معسرا وجاھد ولولہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لایجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر الخ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر الی اٰخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از شہر بہرائچ محلہ ناظر پورہ مسئولہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے متعلق طاہر پانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کمی سرمایہ کے بالآخر قرضدار ہوگیا لہٰذا اس صورت میں مال زکوۃ دینا جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ کے ادا کرنے کے لیے مال زکوۃ لینا شرعاً جائز ہے کیونکہ منجملہ مصارف مال زکوۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے بینوا توجروا

الجواب

جس پر اتنا دین ہو کہ اُسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجات اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو نہ یہ زکوۃ دینے والا اُس کی اولاد میں ہو نہ باہم زوج وزوجہ ہوں اُسے زکوۃ دینا بیشک جائز بلکہ فقیر کو دینے سے افضل ہر فقیر کو چھپن روپے دفعتاً نہ دینا چاہئے اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں قال اللہ تعالٰی والغارمین درمختار میں ہے ومدیون لایملک نصابا فاضلا عن دینہ فی الظھیریۃ الدفع للمدیون اولی منہ للفقیر ردالمحتار میں ہے ونقل ط عن الحموی انہ یشترط ان لایکون ھاشمیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴: مسئولہ رشید احمد متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت، محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں (۱) یہ کہ اگر چچا چچی وچچا زاد بھائی وبہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۲) یہ کہ ماموں وممانی ونانا ونانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں (۳) یہ کہ پھوپھا وپھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں (۴) یہ کہ اگر اپنی ہمشیرہ ہے اور اُس کی شادی کردی اور اُس کا خاوند کم توجہ کرتا ہے تو اس کو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں (۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۶) یہ کہ اگر زکوتی روپے سے لحاف میں روئی ڈلوا کر غریبوں کو تقسیم کردیں تو جائز ہے یا نہیں (۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۸) یہ کہ اگر بہنوئی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں (۹) یہ کہ اگرچہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اُس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں (۱۰) یہ کہ اُن روپے میں سے فقیروں کو جو مانگتے پھرتے ہیں دینا جائز ہے یا نہیں (۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ زکوتی صرف کیا جائے وہ براہ مہربانی تحریر کردیجئے گا (۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف میں یا نیاز دُعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو (۲) نانا نانی کو ناجائز باقی چاروں کو جائز (۳) ان سب کو دے سکتے ہیں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی (۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو (۵) ان کو بھی بشرائط مذکورہ جائز ہے (۶) ہاں روئی کی قیمت زکوۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بہ نیت زکوۃ دے مگر بھرائی کی اجرت زکوۃ میں شمار نہ ہوگی (۷) جائز ہے جبکہ غنی و ہاشمی نہ ہو (۸) بشرط مذکورہ جائز ہے (۹) جبکہ اُسے اُس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کرکے زکوۃ دے سکتا ہے (۱۰) جائز ہے مگر جوان تندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کر لیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچے ان کو دینا جائز نہیں (۱۱) محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ یہ اُس کی اولاد جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی نہ اپنی زوجہ نہ عورت کا اپنا شوہر ایسے محتاج کو جوان سب کے سوا ہو بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کر دینے سے زکوۃ ادا ہوتی ہے وبس (۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی یونہی نیاز کی تقسیم میں تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں جو حصے خاص فقراء مصرف زکوۃ کو دے اُس کا شمار اُن کو دینے میں زکوۃ کی نیت کرے تو وہ زکوۃ میں محسوب ہوسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۵

از مراد آباد مسئولہ امیر حسن صاحب رضوی ۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے۔ بینوا توجروا

الجواب

صدقہ فطر سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے بلکہ اولٰی یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے صاحب نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا اپنی طرف اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک میں ہیں بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ صاحب نصاب ہیں آپ دیں یا اُن کی اجازت سے یہ دے بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۶

میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائداد اُن کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے اُن کو آمد بھی پورے پورے طور سے نہیں ملتی زکوۃ اُن کو دینی چاہئے یا نہیں فقط۔

الجواب

ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دونا ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۷

از حاجی عبدالکریم نور محمد جنرل مرچنٹ چوک ناگپور ۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زکوۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں۔

الجواب

طلبہ کہ صاحبِ نصاب نہ ہوں انھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انھیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علمِ دین بطورِ دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶

از شہر بریلی دفتر انجمن خادم المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گداگروں کو زکاۃ وخیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور مذہبی وتمدنی نقطۂ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکاۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گداگروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے۔

الجواب

گدائی پیشہ تین قسم ہے ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام اور اُن کے دیے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مُفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث کہ حدیث شریف میں لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا وتندرست کے لیے انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان مگر ان کے دیے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت یا جتنے کی حاجت ہے اُتنا کمانے پر قادر نہیں انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم یہی ہیں جنھیں جھڑکنا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۷

از ناگور مارواڑ از دوکان قادربخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدیہ اسلامیہ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں لینا دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو نیچریوں وہابیوں قادیانیوں رافضیوں دیوبندیوں وغیرہم مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مال زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اُس مال کو جُدا رکھے اور خاص تملیکِ فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ اُس سے نہیں دی جاسکتی نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے نہ یہی ہوسکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس روپیہ سے کھانا پکا کر اُن کو کھلایا جائے کہ یہ صورت اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے اُن کو نقد روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر مالک کردیں پھر وہ اپنے کھانے کے لیے واپس دیں، یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرۃً بلکہ محض بطورِ امداد ہے اُن کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو اُن کا مالک کردیں۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیتِ زکوٰۃ کسی مصرفِ زکوٰۃ کو دے کر مالک کردیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو تنخواہ مدرسین

وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۰: از حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاوی عالمگیری ومشکوۃ شریف وغیرہ خرید کرکے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عام کو اُس سے فیض پہونچے اس وجہ سے کہ ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوۃ بھی ادا ہوجائے اور کتابوں کی کارروائی بھی ہوجائے۔

الجواب

مال زکوۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے اُس کی تدبیر یوں ہوسکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوۃ کا مصرف ہے روپیہ بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کردیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کردے ایک اور حیلہ بھی ممکن ہے مثلاً سو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدنی ہیں اور اُس پر سو روپے زکوۃ کے آتے ہیں تو من دو من گیہوں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کرے اور اُسے سمجھادے کہ یہ قیمت تمھیں ہم ہی دیں گے جب شے خرید لے تو اب اُسے سو روپے بہ نیت زکوۃ دیئے جائیں جب وہ قبضہ کرلے اب اُس سے اُس آتی ہوئی قیمت میں سارو روپے لے لیے جائیں اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب اُن روپے سے کتابیں خرید کر وقف کردے یہ المسئلۃ منصوص علیہا فی الدر المختار ورد المحتار وغیرہما من الاسفار۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۱: حاجی عیسٰی صاحب کاٹھیاواڑ ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں بلحاظ مصلیان بہت کم گنجائش ہے بایں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوۃ یعنی زر زکوۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کرکے اُس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کرکے شامل مسجد کردے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں بحالیکہ مسجد مذکور کے قرب وجوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ جو چندہ فراہم کرکے مکان مذکور کو خرید سکیں (۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمانان عالم میں مفید ثابت ہوسکتی ہے اگر کوئی شخص زر زکوۃ سے چندہ فراہم کرکے کتاب مذکور بغرض رفاہ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگان اصحاب کا زر زکوۃ ادا ہوگا یا نہیں۔

الجواب

جبکہ اس نے فقیر مصرف زکوۃ کو بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کردیا زکوۃ ادا ہوگئی اب وہ فقیر مسجد میں لگادے تو دونوں کے لیے اجر عظیم ہوگا درمختار میں ہے وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد۔ بحر الرائق میں زیر قول متن لا الی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء قن یعتق فرمایا والحیلۃ فی الجواز فی ہذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک بالصرف فی ہذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوۃ وللفقیر ثواب ہذا الصرف کذا فی المحیط (۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجر عظیم اور ثواب جاریہ ہے جبتک وہ

کتاب باقی رہے گی اور نسلاً بعد نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ اُن سب کا اجر ایک ایک چندہ دہندے کو اُس کی حیات میں اور اُس کی قبر میں پہونچتا رہے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہا او ولد صالح یدعو لہ رواہ البخاری فی ادب المفرد و مسلم فی الصحیح وابوداؤد والترمذی عن النسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مگر اولاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دیدے یا اُس سے دلوادے جیسا کہ درمختار و بحر الرائق کی عبارت سے گزرا یا جو جو طریقے ائمہ نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکٰوتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اور سب سے آسان یہ ہے کہ ایک دیندار شخص کے پاس سب زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اُس سے کہہ دیں کہ زر زکوٰۃ ہے طریقہ شرعیہ پر بعد تملیک فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لیے صرف کر وہ ایسا ہی کرے سب کی زکوتیں بھی ادا ہو جائیں گی اور وہ دینی ضروری نافع کام بھی ہو جائے گا اور یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکان ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروفہ معہودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا درمختار میں ہے لوخلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء ردالمحتار میں ہے قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ اسی میں ہے ثم قال فی التتارخانیۃ او وجدت دلالۃ الاذن بالخلط کما جرت العادۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۱: مسئولہ ناصر الدین صاحب سیلی بھیتی از آگرہ محلہ نئی بستی گلی بدھو بیگ مکان حافظ سعید الدین سوداگر لٹھا ۱۶ جمادی الاولٰی سنہ ۱۳۳۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی و شہنشاہ روم کے واسطے اہل اسلام نے اکثر چندہ جمع کیا ہے اگر زیور کی زکاۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہ رُوم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز ہوگا یا ناجائز۔ بیّنوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گولے بارُود کی خریداری یا فوج کی بار برداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دواخانہ کی دواؤں میں دینا جائز نہیں نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو عالمگیری میں ہے لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذا الحج والجہاد وکل مالا تملیک فیہ کذا فی التبیین۔ ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پسماندوں کو یا اُن مجاہدوں کو جو سفر کرکے آئے گھر پر اموال رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پاس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے ثانی فقراء اور ثالث ابن السبیل اور یہ سب مصارف زکوٰۃ ہیں درمختار میں ہے۔ مصارف الزکوٰۃ فقیر وفی سبیل اللہ وھو منقطع الغزاۃ وابن السبیل وھو کل من لہ مال لامعہ یا یہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کرکے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دیدے اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہوسکتی ہے اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا درمختار میں ہے حیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما کذا فی تعمیر المسجد پھر صورت اولٰی میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے اگر ابھی اُس کی زکوٰۃ کا سال تمام نہ ہوا تھا پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجنا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے

جب بھی اس صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے درمختار میں ہے کرہ نقلھا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمین او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ مگر اطمینان ضروری کہ ٹھکانے سے پہنچے بیچ میں خورد برد نہ ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: از دہرہ دون محلہ دھاماں مسئولہ مختار حسین قادری ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ حالت زار جو مظلومین میں ترک کی ہے مثلاً سمرنا ۔ اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کے دست درازیوں کے شکار ہو رہے ہیں ان کی امداد زکوۃ کے مال سے کی جائے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہئے موجودہ طریق جو سیٹھ چھوٹانی بمبئی والا کر رہا ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وہ زکوۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکاۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد لٹے ہوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے تو جو لوگ اس میں زکاۃ دیتے ہیں ادا ہوگی یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

اس طریقہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوسکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکاۃ وغیر زکاۃ بلکہ مسلم وغیر مسلم سب کے چندے خلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہوجاتا ہے اور قابل ادائے زکوۃ نہیں رہتا فان الخلط استھلاک فتاوی عالمگیریہ میں ہے رجلان دفع کل منھما زکوۃ مالہ الی رجل لیؤدی عنہ فخلط مالھما ضمن الوکیل مال الدافعین وکانت الصدقۃ عنہ کذا فی فتاوی قاضی خاں درمختار میں ہے لوخلط زکوۃ مؤکلیہ کان متبرعا الا اذا وکلہ الفقراء اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ زکوۃ دینے والے خالص سلمان اپنی اپنی زکوۃ ایک معتمد متدین کے پاس جمع کریں اور وہ روپیہ لالینے کی اجازت دیں اور اس میں کوئی پیسہ غیر زکوۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی وہابی یا رافضی یا نیچری یا قادیانی یا حد کفر تک پہونچے ہوئے گاندھوی کی زکوۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکاۃ شرعاً زکاۃ نہیں یہ خالص زکاۃ شرعی کا جمع کیا ہوا مال کہ مالکوں کے اذن سے خلط کیا گیا اُن فقرائے مظلومین کو پہونچایا جائے ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ درمختار ہے **قولہ** ضمن وکان متبرعا لانہ ملکہ بالخلط وصار مؤدیا مال نفسہ قال فی التتارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان اھ وینبغی ان یکون ھذا بالعالم اذا سئل للفقراء شیئا وخلط یضمن **قلت** ومقتضاہ لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حینئذ دلالۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳: مسئولہ امیر حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں ۔

الجواب

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام اور اس کے دیے ادا نہ ہوگا اور نافلہ مانگ کر مالدار کو لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوہرا حرام ہاں

وہ صدقات نافلہ کہ عام خلائق کے لیے ہوتے ہیں اور اُن کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کا پانی سقایہ کا پانی نیاز کی شیرینی سرائے کا مکان پل پر سے گذر۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۴: از بریلی محلہ کانکر ٹولہ متصل مسجد خوردم سلہ الطاف علیخاں مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوٰۃ وصدقہ مدرسین کو دینا جائز ہے یا نہیں تنخواہ میں دینا وطلباء جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

تنخواہ مدرسین میں نہیں دے سکتے ہاں طلبہ کو تملیک کرسکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۸۵: از میرٹھ بستی ضلع جودھ پور مسئولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یتیموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یتیم بچہ کو خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوٰۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ نہ مالدار نہ سیدہ وغیرہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو ہاں بھائی بھتیجا بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۶: از شہر محلہ ملوک پور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

زرِ زکوٰۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھانا کھلایا جائے یا کپڑا بنا یا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

کپڑا بنا کر اُن کو دے کر مالک کر دینا کھانا پکا کر اُن کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجودہ پر یہ سلا ہوا کپڑا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاؤ سے جتنے کا ہے اُس قدر زکاۃ میں مجرا ہوگا سلائی پکوائی وغیرہ مجرا نہ ملے گی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہیں ہوسکتا لانھا تملیك وھذہ اباحۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۷: ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطے یتیموں کے خریدا جائے اُس کی بیع میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست ہے یا نہیں اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہوئے کہ مشورہ جو واقعہ جبولی میں کنگھر والوں سے ہوا ہے اُس کے صرف میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوٰۃ ہرگز ادا نہ ہوگی لانہ ان کان وقفا والزکوٰۃ تملیك فلا یجتمعان نہ کسی غنی کو صرف

مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہوسکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی لیس بمصرف نہ کسی فقیر کے مکین کے دینی خواہ دنیوی کا مقدمہ میں وکیلوں مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن جب تک فقیر کو دے کر اُس کے قبضہ کے بعد اُس سے لے کر صرف نہ کیا جائے فان الصدقۃ لاتحصل الا بتملیك مصرفھا ولا تتم الا بقبضۃ پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اُس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوۃ ہے اُسے بہ نیت زکوۃ دے کر اُس کا قبضہ کرادیں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خرید اری یتیم خانہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور خیر میں لگادے عالمگیریہ وغیرہا میں ہے فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۱ھ

سوال اول بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سوا اُس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں اور وہ اتنی ہے کہ گذر بھی بمشکل ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی بھی دقت نہ ہو یہ بی بی کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے اور پھر وہ دو آنے میں مول لے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوۃ ادا کرکے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ برائی تو نہیں یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہوگیا وہ ہوسکتا ہے کہ میں زکوۃ میں مجرا کرلوں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمّہ ہے۔

الجواب

زیور خود مال ہے اُس میں سے زکوۃ ادا کی جائے شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اُس میں سے زکوۃ دینے کا ہرگز اختیار نہیں تمھارے خرچ کو جو کچھ تمھیں دیتے ہیں اُس میں سے زکوۃ دے سکتی ہو اپنے مال کی زکوۃ اپنے بچوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی ماں کا جو کچھ بچوں کے صرف میں اٹھ گیا زکوۃ میں مجرا نہیں ہوسکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں وہ طریقہ کہ زکوۃ کا مال بہ نیت زکوۃ کسی محتاج کو دے کر مالک کردیا جائے پھر اُس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اُس سے خرید لیں یہ حیلہ بضرورت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً کسی سیّد صاحب کو حاجت ہے مال زکوۃ انھیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس زر زکوۃ سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں تو اس طرح زکوۃ ادا کرکے برضامندی مول لے کر سید صاحب کے نذر کردیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میّت کے کفن میں لگادیا جائے کہ یہ سب نیتیں اللہ ہی کے لیے ہیں خرید کر اپنے یا اپنے بچوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ حیلہ نہیں کہ اس میں راہ خدا میں مال خرچ کرکے پھر جانا پایا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی آسان طریقہ جو یہاں ہوسکے یہ ہے کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور شوہر وزوجہ ان رشتوں کے سوا اپنے جو عزیز قریب حاجت مند مصرف زکوۃ ہیں اپنے مال کی زکوۃ انھیں دے جیسے بہن بھائی

بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ماموں خالہ چچا پھوپھی کہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے اور نفس پر بار بھی کم ہوگا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہوا آدمی اپنے ہی کام میں اٹھنا جانتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ انھیں زکوٰۃ جتا ہی کر دے بلکہ دل میں زکوٰۃ کی نیت ہو انھیں عیدی وغیرہا یا شادیوں کی رسوم خواہ کسی بات کا نام کرکے مالک کردے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اُس کے بچوں پر خرچ کی تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچوں کو ہبہ کردیا تو زکوٰۃ میں کچھ خلل نہ آئے گا نہ مقصود شریعت کے خلاف ہوگا اور دونوں مطلب یعنی ادائے زکوٰۃ اور بچوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہوجائیں گے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۱۳ھ از موضع مکہ جبی والا علاقہ جاگل تھانہ پرسوڈا گتیا کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد خیر صاحب

اپنی دختر یا حقیقی ہمشیرہ کو زکوٰۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرف زکوٰۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں فی الدر المختار مصرف الزکاۃ والعشر فقیر الخ وفیہ لا یصرف الی من بینھما ولاد الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکاۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرو دار آدمی ہیں ورنہ کوئی ایسا آدمی ہو کہ میں اس آدمی کو دے دوں وہ اپنی طرف سے بھی والد کو دیدے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتی ہوں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

باپ کو زکوٰۃ دینا کسی طرح جائز نہیں نہ اس کی دی زکوٰۃ ادا ہو سکے یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی حاجتمند ہے اور سائلہ میں یہ طاقت نہیں کہ زکوٰۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اُسے زکوٰۃ دے اور وہ اپنی طرف سے اُس کے باپ کو دیں تو اُس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اُس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زرِ ثمن ادا کرنے کی تمھیں دقت نہ ہوگی ہم زکوٰۃ دیں گے اسی سے ادا کردینا جب وہ بیع قبول کرے ——— ——— گیہوں اس کو دیدے اب اُس کے دس روپیہ بابت ثمن گندم اُس پر قرض ہوگئے اُس کے بعد اُسے دس روپیہ زکوٰۃ میں دے کر قبضہ کرا دے زکوٰۃ ادا ہوگئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے درمختار میں ہے حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس

حقہ فان مالایدرک کلہ لایترک کلہ للقاضی مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کے سب غنی اولاد پر لازم ہے بیٹا بیٹی سب پر برابر تو اگر تنہا یہی اُس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے اور اگر اور بھی ہیں تو حصّہ رسد اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے حیلہ کرکے دو واجبوں میں ایک کو ساقط نہ کرے اللہ عزوجل دلوں کی نیت جانتا ہے ہاں حقیقۃً قدرت نہ ہو تو حیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہوسکیں واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴

۲ ربیع الثانی مرسلہ مولوی نیاز محمد خاں بدایونی وارد حال بانوگا چہ ٹلک پیرا گ ۱۳۲۲ھ

فطرہ کا پیسہ کون کون کام میں صرف ہوسکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جاسکتا ہے

الجواب

فطرہ کے مصارف بعینہ مصارف زکوٰۃ ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵

از بریلی محلہ سوداگراں متصل مسجد خورد مرسلہ جناب الطاف علی صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اُٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحب نصاب ہو اور زکوٰۃ و صدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

زید کی ماں اگر کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے یوہیں یتیم بہن کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو نہ اُس کے پاس کچھ مال ہو ان کو نہ دینے سے اس پر گناہ عظیم ہے حدیث میں فرمایا کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت رہی زکوٰۃ وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶

از کاٹھیا واڑ مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جیت پور ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و فضلائے عظام دامت علیہم ابرکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت زکوٰۃ کا روپیہ کوئی مسلمان قبضہ کرکے جو خود بھی مستحق زکوٰۃ ہو تو مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کس صورت سے۔ بینوا توجروا

الجواب

زکوٰۃ دہندہ نے اگر زرِ زکوٰۃ مصرف زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کردی تو اب اُسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اُس کی تملیک سے ادا ہوگئی یوہیں اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ اسے دیا اور با ذن مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوٰۃ ادا کردو اس نے خود بہ نیت زکوٰۃ لے لیا اُس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح و جائز ہے یوہیں اگر مزکی نے زرِ زکوٰۃ نکال کر رکھا تھا فقیر نے بے اُس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اُس کا لینا جائز کردیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے اور اگر

فقیر نے بطور خود قبضہ کرلیا اور مالک نے اُسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا جائز کیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دو یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگادیا تو اب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی کہ اُس نے دینے کا وکیل کیا تھا نہ لینے کا یونہی اگر اس نے خود لینے کی نیت نہ کی اور روپیہ سیدھا مسجد میں لگادیا تو اب بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی اگرچہ اسے ماذون مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷: از مقام ترسائی کاٹھیاوار مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

فی زمانہ سیدوں کا کوئی پرسان حال نہیں فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچتی ہے ایسی صورت میں زکوۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سید کو زکوۃ لینا دینا حرام ہے اور اُسے دیے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں ہوسکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کاٹے کیوں نہیں کسب حلال کرتا اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں اور اگر لوگ بے پرواہی کریں اور اُسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور قدر ضرورت میں صرف کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از مرزا پور سول لائن بنگلہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے ایسی صورت میں بکر اس مال کو سید کو دے سکتا ہے یا نہیں اور وہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

الجواب

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہوگیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہوگیا فقد نص العلماء کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الصدقۃ علی الغنی لھا اجروان کان دون اجر الصدقۃ علی الفقیر اور جب وہ مالک ہوگیا اور وہ اپنی طرف سے سید کو نذر کرے نہ بطور صدقہ وزکاۃ بلکہ بطور ہدیہ دے تو سید کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوۃ ہی دی گئی ہو قال علیہ الصلوۃ والسلام لک صدقۃ ولنا ھدیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹: مسئولہ محمد عمر جوان المعروف بہ قاری سکنہ موضع باسنی پرگنہ ناگور مارواڑ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارواڑ تحت حکومت ناگور میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی جہاں تخمینا

نو صد گھر مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہٖ سب صغیر و کبیر برنا و پیر صوم و صلوۃ کے اس حد تک پابند ہیں کہ سفر و حضر صحت و سقم رنج و راحت غرضکہ ہر حالت میں نماز گزار اور پابند صلوۃ ہیں قصبہ بھر میں شاذ و نادر کوئی ایسا بدبخت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو ، بالوجہ نہ ہونے علم کے احکام شرعیہ و مسائل ضروریہ سے محض نابلد ہیں جہالت کی اس قدر گرم بازاری ہے کہ آبا و اجداد کی رسوم کو کافی و وافی سمجھ کر مسائل شرعیہ (نہ بوجہ تعصب کے بلکہ بباعث نہ ہونے علم کے) یک لخت گریز ہے حق و باطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر حسن اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں افعال بد پر متنبہ ہونے کے بعد توبہ و استغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گو کی بات پر چنداں چون و چرا بھی نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ نرا کا نرا ہی علم سے معرا ہے کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح و درستی کرسکے آخر قصبہ کے چند سربرآوردہ و دُور اندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود و نفوس علمائے اسلام کہ قصبہ میں آرہیں جو علاوہ وعظ گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید و تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و معانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسب دلخواہ ممکن ہے آخراً نہیں حضرات مذکور الصدر کی سعی بلیغ سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کردیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی روبترقی ہے اور اُمید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہوجائے گی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلبا صغار و کبار جو تخمیناً پانسو ہیں ان کی تعلیم کے لیے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں اور یہ انتظام بھی کرلیا گیا کہ جمیع طلبہ داخل مدرسہ کرکے مدرسین بھی مقرر کرلیے گئے مگر مصارف مدرسہ رقوم زکوۃ سے متعلق ہیں اب ہمیں تشویش ہے کہ زکوۃ کس حیلہ سے مصارف مدرسہ میں مثل مشاہرات مدرسین فرش و فروش و تیل و چراغ و نیز مثل اس کے ضروریات مدرسہ میں خرچ ہوسکتے ہیں آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے دیا اور حیلہ ہوسکتا ہے و یا امین کے مزید شرائط ہوں غرضیکہ مذہب حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں رقوم زکوۃ جائز ہوسکتی ہوں ضمیرآگاہا مسلمین پناہا اگر رقوم زکوۃ مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی حیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقوم کے اہل قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوۃ کے اخراجات مدرسہ کو اٹھا سکیں کیونکہ صاحب نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین اور اپنا نان و نفقہ و قوت ضروری پیدا کرکے کھانے والے ہیں لیکن مسکین و متمول سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں جواب مدلل بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ مطابق مذہب حنفیہ مع صفحات کتب ارقام ہو بیّنوا توجروا۔

الجواب

زکوۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسان علم دین اس سے زکوۃ نہیں ادا ہوسکتی مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین حیلے ہیں ایک یہ کہ متولی مدرسہ کو مال زکوۃ دے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ مال زکوۃ کا ہے اسے خاص مصارف زکوۃ میں صرف کرنا متولی اُس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اُس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے کتابیں خرید کردے یا اُن کے وظیفہ میں دے جو محض بنظر امداد ہو نہ کسی کام کی اُجرت دوسرے یہ کہ زکوۃ دینے والا کسی فقیر مصرف

زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کل یا بعض مدرسہ کی نذر کردے تیسرے یہ کہ مثلاً سو روپے زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ سو روپے کو بیچے اور اُسے مطلع کردے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمھیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا وہ قبول کرلے اس کے بعد سو روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اُس کو دے کر قابض کردے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اُس سے لے لے اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے اب یہ روپے مدرسہ میں دے۔ ان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ تنخواہ مدرسین وغیرہ ہر کار مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے والمسئلۃ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ کبیریہ یکم جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقہ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں کفایہ میں ہے

قولہ ولاتدفع الی بنی ہاشم وفی شرح الآثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی لاباس بالصدقات کلہا علی بنی ہاشم والحرمۃ فی عہد النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس فلما سقط ذلک بموتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلت لہم الصدقۃ وفی النتف یجوز الصرف الی بنی ہاشم فی قولہ خلافا لہما وفی شرح الآثار الصدقۃ المفروضۃ والتطوع محرمۃ علی بنی ہاشم فی قولہما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی روایتان فیہا قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی وبالجواز ناخذ انتہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰہم لک الحمد اللہم الصواب۔ بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ دینا نہ ہرگز جائز نہ ہرگز انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں اور علت تحریم اُن کی عزت وکرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور مثل سائر صدقات واجبہ غاسل ذنوب تو ان کا حال مثل مائے مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب طہارت کی شان اس سے بس ارفع واعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں خود احادیث صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتنبغی لمحمد ولا لاٰل محمد انما ہی اوساخ الناس الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ انما ہی غسالۃ الایدی ھذا مختصر الطحاوی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستعملک علی الصدقات فسألہ فقال ماکنت لاستعملک علی غسالۃ ذنوب الناس اسی طرح کلمات علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں رہا خمس الخمس اقول وباللہ التوفیق اُس کی تقریر تحریم صدقات سے ناشی تھی نہ کہ تحریم صدقات اُس کی تقریر پر مبنی ہو فان اللہ تعالٰی لما حرم علیہم الصدقات رزقہم خمس الخمس لا ان اللہ تعالٰی لما رزقہم ذلک

رسالہ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علی بنی ہاشم

حرم علیھم الصدقات حتی لولم یسھم لھم ذٰلک لم یحرم علیھم غسالۃ السیئات وھل من دلیل علی ذٰلک بل الدلیل ناطق بخلافہ وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتھد التابعی مجاھد رحمہ اللہ تعالٰی ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقۃ فقد روی ابن ابی شیبۃ الطبرانی عن خصیف عن مجاھد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل لھم الصدقۃ فجعل لھم خمس الخمس اھ اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن و ھلک المبیع فی ید البائع رجع بالثمن لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وہ علت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہوجائے ورنہ لازم تخلف المعلول عن علتہ وذٰلک کالمریض سقطت عنہ فرضیۃ الوضوء لعلۃ الضرر وعوض عنھا بفرض التیمم فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لاتعود فرضیۃ الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطھا فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا ثم اقول یہ جواب ہی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقریر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محل کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ وتقریر سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں اور لفظ تعویض اول تو کسی حدیث ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقہ ونحوھا منھا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شے جاکر جو دوسری ملتی ہے اسے اُس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ اُن میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم کما ان من مات لہ ولد ثم ولد اٰخر احسن منہ یقال لہ نعم البدل وکما ان من طلق امرأۃ یدعو ربہ ان ابدلنی خیرا منھا مع ان الولدین المرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان تو ہمیں ہرگز مسلم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عود چاہیں لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کا دہ متون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلہ محققین اہل شروح وفتاوٰی وارباب تصحیح وفتوی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخاں وامام طاہر صاحب خلاصہ وامام نسفی صاحب کافی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم بے اشعار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایت ضعیفہ مرجوحہ مخالف آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابل التفات سمجھا تو درکنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جُدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لاتدفع الی بنی ھاشم ھذا ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان مجمع الانہر میں ہے لاتدفع الی ھاشمی وھو ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ اھ ملخصا شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں عدم جواز دفع زکوٰۃ بہ بنی ہاشم ظاہر روایت

ست و در روایتے از امام ابی حنیفہ جائز ست در یں زمان درمختار میں ہے ظاہر المذہب اطلاق المنع ردالمحتار[5] وطحطاوی[6] حاشیہ درمختار و حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز ذخیرۃ العقبی[7] حاشیہ شرح وقایہ میں ہے روی عن الاعظم جواز دفع الزکوۃ الی الھاشمی فی زمانہ شرح نقایہ[8] برجندی میں فتاوی[9] عتابی سے ہے عن ابی حنیفۃ انہ یجوز[10]

اقول فلا علیک مما فی قول النتف المنقول فی السوال من الابھام اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز امام خیر الدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ھذا ھو المذھب الذی لا یعدل عنہ الی غیرہ وما سواہ روایات خارجۃ عن ظاھر الروایۃ وما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما قررہ فی الاصول من عدم امکان صدور قولین مختلفین متساویین من مجتھد المرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علم ان القول ھو الذی تواردت علیہ المتون فھو المعتمد المعمول بہ الخ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے المجتھد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ یوہیں بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا صرح بہ فی التوشیح اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ فرمانا اقول وباللہ التوفیق اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ اُن کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب وان پر عمل کے کوئی معنی نہیں ان کی جلالت شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرۂ اصل مذہب چیزے دیگر ست پھر اطباق احادیث پھر اتفاق متون پھر احقاق جماہیر ائمہ ترجیح و فتیا ایسی شی نہیں جس کا پلہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گرسکے آخر ائمہ کرام نے ان کان بہ ناخذ فرمانا دیکھا پھر کیا باعث کہ پلا اُدھر التفات نہ فرمایا غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مہجورہ جو نہ روایۃ معتمد نہ درایۃ مؤید صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون و سائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہوسکتی یہ سب اُس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایت جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظر غائر عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر و عیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ فرمارہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سن کر بہت علمائے زمانہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ[1] و شرح[2] نقایہ قہستانی و مراقی[3] الفلاح و غمز[4] العیون و درمنتقی[5] و مجمع[6] الانہر و حاشیہ[7] طحطاوی و عقود[8] دریہ وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح مگر کیا کیجئے کہ اتباع نظر خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یتلی علیک امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوۃ میں پہلا باب باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اُس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر اُن کے تمسک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے اُن کا استناد ذکر کرکے اُس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا قد جاءت بعد ھذہ الاثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم پھر احادیث امام حسن[1] مجتبٰی و عبداللہ[2] بن عباس و عبدالمطلب[3] بن ربیعہ بن حارث و سلمان[4] فارسی و ابو[5] رافع و ہرمز[6]

یا کیسان[7] ورشید بن مالک[8] وابی لیلٰی[9] وبریدہ اسلمی[10] وانس بن مالک[11] دو حدیث ابی ہریرہ[12] و دو حدیث[13] معویہ بن حیدہ قشیری[14] رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانیدہ کثیرہ روایت کرکے فرمایا فھذہ الاٰثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لانعلم شیئا نسخھا ولاعارضھا والاماقد ذکرناہ فی ھذا الباب ممالیس فیہ دلیل علی خلافھا پھر حدیثاً وفقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ توزکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقر البتہ حکم اغنیاء رکھتے ہیں جو غنی کے لیے جائز ہے انہیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں اُنھیں بھی روا نہیں پھر فرمایا ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی ذٰلک فروی انہ قال لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم وذھب فی ذٰلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیھم من اجل ماجعل لھم فی الخمس من سھم ذوی القربٰی فلما انقطع ذٰلک عنھم ورجع الی غیرھم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حل لھم بذٰلک ما قد کان محرما علیھم من اجل ما قد کان احل لھم وقد حدثنی سلیمٰن بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذٰلک مثل قول ابی یوسف فبھذا ناخذ پھر فرمایا فان قال قائل افتکرھھا علی موالیھم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھذا الباب وقد قال ذٰلک ابویوسف رحمہ تعالٰی فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذٰلک پھر فرمایا فان قال قائل افتکرہ للھاشمی ان یعمل علی الصدقۃ قلت لا وقد کان ابویوسف یکرہ ذٰلک جماعتھم منھا وخالف ابا یوسف اٰخرون فقالوا لاباس ان یجتعل منھا الھاشمی لانہ انما یجتعل علی عملہ وذٰلک قد یحل للاغنیاء فلما کان ھذا لایحرم علی بنی ھاشم الذین یحرم علیھم الصدقۃ وقد روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما تصدق علی بریرۃ انہ اکل منھا ثم اسند الطحاوی فی ذٰلک احادیث عن امہات المؤمنین عائشۃ وجویریۃ وام سلمۃ وعن ابن عباس وام عطیۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم قال فلما کان ما تصدق بہ علی بریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا جائزا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکلہ لانہ انما ملکہ بالھدیۃ جاز ایضا للھاشمی ان یجتعل من الصدقۃ لانہ انما یملکہ بعملہ لابالصدقۃ فھذا ھو النظر وھو اصح مما ذھب الیہ ابویوسف رحمہ تعالٰی فی ذٰلک اھ ملخصا اب اس کلام امام کے محاوی ظاہرہ ومطاوی باہرہ پر نظر کیجئے **اول** شروع سخن سے دلائل تحلیل کارد **دوم** دلائل تحریم کی تکثیریں کہ **سوم** اُن کا آغاز یوں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں **چہارم** ختم یوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا معارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں **پنجم** حدیثاً وفقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے **ششم** صاف صاف حصر فرمادیا کہ اسباب تین یہی مقتضائے نظر فقہی ہے اب روایت

خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی حدیثیں بے ناسخ ومعارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر یہ چھ قرینے تو سباق میں ہیں اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے **ہفتم** روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کرکے بایراد فائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع جانتے ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا موالی تو اس فرعیت کی بنا پر داخل ہوئے تھے کہ مولی القوم منھم جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھنا رہا، **ہشتم** اس سوال کا جواب یہ دیتے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم سبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں ان کے غلاموں پر حرام جاننا **نہم** پھر حدیث ابورافع تو یوں ہی تھی کہ ان اٰل محمد لاتحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر حسب تصریحات ثابتہ اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کرجائیں فافہم ولاتعجل **دہم** جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانے اور موالی پر حرام جانے حدیث ابورافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ اوصاف اس پر منقلب ہے کہ اس میں موالیٔ قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم موالی بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحق تحریم نہیں تو برتقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے **یازدہم** طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابویوسف نے موالی پر زکوٰۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں خلاف تو بنا بنایا پیش نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہوئی موالی کے لیے بدرجۂ اولٰی ہوئی تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور نا قابل اعتداد جانتے ہیں جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں **دوازدہم** اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیل زکوٰۃ پر متعین ہوکر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں، سبحان اللہ جب حقیقت زکوٰۃ انھیں جائز کرچکے تو شبہہ زکوٰۃ میں کلام کا کیا موقع رہا اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو میں ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت المفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دخت رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں زید پوچھے بھلا پے نکاح مس میں کیا کہتے ہو یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے اب **نفس عبارت** پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم واکمل وقاطع جدل ہے امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کرکے فرمایا یہ امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف وامام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو پھر امام سے اختلاف روایات ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعف روایت پر دلیل ہے وہ روایت شاذہ بلاسند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابویوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ اب دیکھ لیجیے کہ امام طحاوی نے امام ابویوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابویوسف کے مطابق پہونچا آخر وہ نہ تھا مگر اطلاق تحریم تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرمارہے ہیں یہ تو یقیناً معلوم کہ ادھر امام ابویوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم اور یہ بھی نہایت واضح وجلی کہ حوالہ

نہیں کرتے مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلاف روایت بتاکر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابوعصمہ ذکر کی پھر وقد حدثنی سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سے مروی رنگ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ سے مذیل کیا اب سارا بیان اول سے آخر تک منتظم و ملتئم ہوگیا اور تمام اعتراضات واستغرابات دفعۃً دفع ہوگئے واخذ الکلام بعضہ بحجز بعض تأمل کیجیے تو کلام امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً **سیز دہم** آشنائے کلام محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اسے بیان فرماتے ہیں وھو الاکثر یا قول بیان کرکے سند یوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلک فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ تاکہ اسناد سند سے مرتبط ہوجائے نہ یوں کہ بالکل تغایر وانقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ بمثل قول فلان **چہاردہم** اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قول ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قول ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں **پانزدہم** خود امام طحاوی چند سطر کے بعد فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز **شانزدہم** اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اجرت مال زکوۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت یعنی پہ تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اُسی پر محمول اور وہی بھذا ناخذ سے مذیل **ہفدہم** او پر سن چکے کہ روایت جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ و امام ابی لیلے و کلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایت مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ کہا جاتا نہ روی ابوعصمۃ کہ مہر عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہا کا داب کہ امام کی وہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے۔ نہیں نہیں بلکہ بے شک یہ روایت جسے بھذا ناخذ فرمایا اُنھیں روایات اصول سے ہے جو اس طریقۂ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی وضوح حقیقۃ الامر میں اصلاً مجال کلام نہیں ان کے سوا بعض دلائل قاہرہ باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سنیے جس سے یہ بھی ثابت ہو کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شد و مد انکار بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفیئ وخمس المغانم میں ایک قول نقل فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیہ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اُس کا عوض دیا پھر اُس کا رد فرماتے ہیں کہ ان قولھم ھذا عندنا فاسد لان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما حرمت الصدقۃ علی بنی ھاشم قد حرمھا علی موالیھم کتحریمہ ایاھا علیھم وتواترت عنہ الآثار بذلک پھر احادیث ابن عباس و ابورافع وہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکر کرکے فرمایا فلما کانت الصدقۃ المحرمۃ علی بنی ھاشم قد دخل فیھم موالیھم ولم یدخل موالیھم معھم فی سھم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین

ثبت بذلك فساد قول من قال انما جعلت لذوی القربی فی اٰیة الفیئ وفی اٰیة خمس الغنیمة بدلا مما حرم علیھم الصدقة پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا فدل ذلك ان سھم ذوی القربی لم یجعل لمن یجعل له خلفا من الصدقة التی حرمت علیه پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اُسے احادیث متعددہ سے ثابت فرماکر ارشاد کیا افلا یری ان الصدقة التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ھاشم من جھة الفقر لاتحل لبنی ھاشم من حیث تحل لغیرھم فکذلك الفیئ والغنیمة لوکان لا یعطون منھا علی جھة الفقراء اذا لما حل لھم اب بھی کچھ وضوح حق میں باقی رہا وللہ الحمد ھٰکذا ینبغی التحقیق وللہ سبحانه ولی التوفیق رہا یہ کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرماگئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلا اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار ہے اور قول کو صرف ابویوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابویوسف ہیں معہذا مذہب تو سب کا اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی باعلی ندامنادی کہ وہ ہرگز اُس روایت ضعیفہ کی ترجیح وتصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم کما ھو الراجح عند المحقق علی الاطلاق وبعض اٰخرین من الحنفیة ذی غالباً ابتدا میں بمقتضائے یابی اللہ العصمة الا لکلامه وکلام رسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور بھذا ناخذ کی اشارالیہ وہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل درنقل فرماتے چلے آئے نقد یا مراجعت کا اتفاق نہ ہوا ورنہ حاش للہ اُن کی جلیل شانیں اس سے بس ارفع ہیں کہ بامعان وتدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے علامہ زین نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابه فیأتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر فیکثر الناقلون لھا واصلھا لواحد مخطئ اھ مشتغل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل وتنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا ع و للارض من کاس الکرام نصیب فتبصر وتشکر والحمد للہ الاکبر وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلة رامفور من اباحة الزکوٰة لحضرات الاشراف اغترارا بتلك الروایة وذکر الاختیار وما العصمة الا للہ العزیز الغفار غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بیشک اسی پر افتا واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز اور بیشک وہ روایت روایةً مرجوح اور درایةً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع اور بیشک اُن کی تصحیح بجانب ظاہر الروایہ راجع والی اللہ المرجع والیه المآب واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ احوج کو دینا اولٰی ہے خصوصًا جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلًا بنی ہاشم اپنے اقارب احوجین کو زکوٰۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث یا بنی ھاشم حرم اللہ تعالٰی علیکم غسالۃ الناس واوساخھم الحدیث کے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دوچند اجر کا باعث ہے زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہم دراقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زبانی عرض کرا بھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لھما اجران اجرالقرابۃ واجرالصدقۃ اُن کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت دوسرا تصدق کا۔ رواہ احمد والشیخان عن زینب رضی اللہ تعالٰی عنھا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ مسکین کو دینا اکہرا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوہرا ایک تصدق اور ایک صلہ رحم اخرجہ النسائی والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما والحاکم وقال صحیح الاسناد بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لایقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ اے امت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قسم اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اُس کے سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ اُنھیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظر نہ فرمائے گا اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مگر یہ اُسی صورت میں ہے کہ وہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو زکوٰۃ کے لیے شریعت مطہرہ نے مصارف معین فرما دیے ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتا دیے اس کے رشتہ داروں میں وہ لوگ جنھیں دینے سے ممانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں رکھتے نہ اُن کے دیے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا یوں ہیں اپنا قریب ہاشمی کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحۃً مستثنٰی فرمالیا ہے اور بیشک نصوص مطلق ہیں الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لاتحل لنا الصدقۃ احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ وابنا خزیمۃ وحبان والطحاوی عن ابی رافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتحل لنا احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا اٰل محمد لاتحل لنا الصدقۃ

احمد عن ام کلثوم صلی اللہ تعالٰی علی ابیہما وعلیہما ومسلم عن مہران مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وھو عند الطحاوی عن ام کلثوم ان مولی لنا یقال لہ ھرمز او کیسان الحدیث الطبرانی عن ابن عباس یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ والطحاوی عن بھز بن حکیم عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل لاٰل محمد منہا شیئ الٰی غیر ذٰلک من العمومات والاطلاقات التی لاتکاد تحصی لکثرتھا تو بے شک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی اور یہی مذہب امام کا ہے اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون تو یہی معتمد ہے فی الدر المختار ظاہر المذھب اطلاق المنع وقول العینی والہاشمی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لایجوز نھر اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲: از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی شرف علی صاحب مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین۔ سادات محتاجین کو زر زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا کہ علمائے رامپور نے جواز کا فتوٰی دیا مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع قائم امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم وبنی عبدالمطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبدالمطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصا اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے خدشہ شاذ وعامہ شروح معتمدہ وفتاوٰی مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پرنور سید السادات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں حضرت سیدنا امام حسن[۱] مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد والبخاری ومسلم حضرت سیدنا[۲] امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد وابن حبان برجال ثقات حضرت سیدنا[۳] عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہ الامام الطحاوی والحاکم وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابوعبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنہ[۴] الطحاوی حدیثا اٰخر والطبرانی حدیثا ثالثا حضرت عبدالمطلب[۵] بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت[۶] سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عن

ابن حبان والطحاوی والحاکم و ابو نعیم حضرت ابوہریرہ[8] رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عند الشیخان ولہ عند الطحاوی[9] حدیثان آخران حضرت انس[11] بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی[12] حدیث آخر حضرت معاویہ[13] بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی[14] حدیث آخر حضرت ابو رافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز[16] یا کیسان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت بریدہ[17] اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ اسحٰق بن راہویہ وابو یعلی الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابو یعلی[18] رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابو عمیرہ[19] رشید بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت عبدالرحمٰن[21] بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن[22] بن ابی عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین[23] ام سلمہ[24] رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا الطحاوی حضرت ام المومنین جویریہ[25] بنت الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور بے شک اس تحریم کی علت اُن حضرات عالیہ کی عزت کرامت ولطافت طہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضٰی عند الطحاوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اسی طرح عامہ علماء مثل امام ابو جعفر[1] طحاوی شرح معانی الآثار وامام شمس[2] الائمہ سرخسی محیط وامام صدر[3] شہید شرح جامع صغیر وامام برہان[4] الدین فرغانی ہدایہ وامام حافظ[5] الدین نسفی کافی اور امام فخر الدین[6] زیلعی تبیین اور امام سمعانی[7] خزانۃ المفتین اور علامہ یوسف[8] چلپی ذخیرۃ العقبی اور محقق غزی[9] منح الغفار اور مدقق[10] علائی درمختار اور فاضل رومی[11] مجمع الانہر اور سید[12] حموی غمز العیون اور اُن کے غیر ان کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہوسکتی تو دائماً ابداً ابقائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں یہاں تک جمہور علمائے کرام مثل امام[1] ابوالحسن کرخی وامام ابوبکر[2] جصاص وامام[3] حسام الدین عمر صدر شہید وامام[4] علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ وامام[5] طاہر بخاری صاحب خلاصہ[6] وامام سغناقی[7] صاحب نہایہ وامام[8] نسفی صاحب کافی وامام[9] زیلعی شارح کنز وامام[10] حسین بن محمد صاحب خزانہ وامام[11] ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح وعلامہ اتقانی[12] صاحب غایۃ البیان وعلامہ برجندی[13] شارح نقایہ وعلامہ[14] ابن نجیم صاحب اشباہ وبحر وعلامہ[15] عمر بن نجیم صاحب نہر وعلامہ[16] ابراہیم حلبی صاحب ملتقی وعلامہ[17] محمد حصکفی صاحب درمختار ومصنفان[18] اختیار شرح مختار وفتاوی ہندیہ[19] وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیاء کے لیے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی براءت کی شایاں تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الان فیہ شبہۃ بدلیل سقوط الزکوۃ عن ارباب الاموال فلایحل للعامل الہاشمی تنزیھا

لقرابتہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لایوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقھم اھ ملخصا محیط وبحر ودرر وغیرہا میں ہے زکوۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیا کے لیے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولٰی ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لایجوز لمکاتب الھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقھم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا حتی یملک مایدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ شبھۃ وقوع الملک لمولاہ الھاشمی والشبھۃ معتبرۃ لکرامتہ بخلاف الغنی کمامر فی العامل فلذا قید بقولہ فی حق بنی ھاشم اھ بالجملہ جب حدیث وہ اور فقہ یہ پھر خلاف کی طرف راہ کہاں اب جو صاحب جواز پر فتوٰی دیں اُن کا منشا غلط ایک مقدوح ومرجوح ومجروح ومطروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح ابن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بنی ہاشم کو زکوۃ روا ہے کہ سبب حرمت مال غنیمت سے خمس خمس ملتا تھا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً رجیح نہ درایۃً نجیح ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت بنص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اُس کی کامل ناتمامی اپنے رسالہ الزھر الباسم فی حرمۃ الزکوۃ علی بنی ھاشم میں بحمد اللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کردی اور اس میں اٹھارہ ۱۸ دلائل ساطعہ قائم کیے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف اس روایت مرجوحہ کے اخذ واختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جس میں سترہ ۱۷ خود کلام امام ممدوح کی شہادت سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بھذا ناخذ فرماتے اور معتمد ومفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی، اہم فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اُسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بھذا ناخذ سے متصل صاف صریح تصریح فرماتے ہیں جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوۃ حلال تھی تو اُن کے غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوۃ وصدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی قول ہے پھر انہیں قائل جواز ماننا کیا سخت قول بالمحال ہے جسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاوٰی فقیر کی طرف رجوع کرے۔ اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلٰثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع۔ اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع۔ اور دلیل ودرایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب وضائع اور فتاوی امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع۔ تو اس پر فتوٰی دینا قطعاً مردود وبعید سے شرع مطہر جزماً بالغ۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح وترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتوٰی دیا ہو با اینہمہ اسے چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے درمختار میں ہے قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں

ذیل بفتوی ہوں بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا علما فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ردالمحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ماخالف ظاہر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتوٰی ہو اور اُس جانب کچھ نہیں تو اودھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تعویل ہے یہانتک علماء فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ماوافقتھا روایۃ کمافی الغنیۃ و ردالمحتار وغیرھما اس تنکیہ روایت پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھیے جب روایۃ کی موافقت مانع عدول تو ماہی الروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول تو اس طرف احادیث متواترہ ان سبکے علاوہ جن کی صحت پر ایسا یقین کہ گویا بگوش خویش کلام اقدس حضور پُرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سُن رہے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت قبول تو قبول التفات ہی کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجیے کہ بکثرت علماء اصحاب متون وشروح وفتاوی اپنی تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] ودرایہ[2] ووافی[3] وکنز[4] ووقایہ[5] ونقایہ[6] واصلاح[7] ومنتقی[8] وتنویر[9] وہدایہ[10] وکافی[11] وشرح وقایہ[12] والایضاح[13] والاشباہ[14] ودرمختار[15] وطریقہ محمدیہ[16] وحدیقہ[17] ندیہ وخانیہ[18] وخلاصہ[19] وخزانۃ المفتین[20] وجواہر اخلاطی[21] وعالمگیری[22] وغیرہا میں اُس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور طبقۃً فطبقۃً منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے کیا وہ اس روایت شاذہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابل التفات نہ سمجھے اور بے شک وہ اسی قابل تھی یہ اُن[23] عبارتوں وحدیثوں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمدہ اللہ تعالٰی اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلاً محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام نہ انہیں لینا جائز نہ دینا جائز نہ اُن کے دیے زکوٰۃ ادا ہو تو اس میں گناہ کے سوا کچھ حاصل نہیں اور اُس کے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حلیہ صحت بلکہ قابلیت اغماض سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اھ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پُرآشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور نذر وہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا وماوٰی نہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقہ میں انہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لیے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں عظیم اکراموں سے مشرف ہوں ابن عساکر امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اھل بیتی یدا کافأتہ علیھا یوم القیامۃ جو میرے اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اُس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقینی جو شخص اولاد عبدالمطلب میں کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ

سے ملے گا اللہ اکبر اللہ اکبر قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیا کچھ نہال فرمادیں۔ ایک نگاہ لطف اُن کی جملہ مہمات دوجہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروروں سے اعلٰی و انفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا لقیتنی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ روز قیامت وعدہ، وصال و دیدار محبوب ذوالجلال کا مژدہ سناتا ہے مسلمانوں اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو وباللہ التوفیق۔ اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمد اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مال زکوٰۃ سے کچھ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کردے پھر اُس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سیّد کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہوجائیں گے کہ زکوٰۃ تو اُس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہوگیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا ذخیرہ وہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتا من زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بہا علی فقیر من اھل المیت ثم ھو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاھل المیت ثواب التکفین وکذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصا **اقول** ویظھر لی ان ثواب تلک القرب لھما جمیعا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورھم شیئا فھذا الذی حدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار حیلۃ التکفین بھا التصدق علی الفقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا اھ قلت واخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لھم من الاجر مثل اجر المبتدی من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ ھذا عین مابحثت وللہ الحمد مگر اس میں دقت اتنی ہے کہ اگر اُس نے نہ مانا تو اسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہوچکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ردالمحتار میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد لہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوٰۃ سے بیس روپیہ سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمھیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپیہ کو بیچیں گے یہ روپیہ تمھیں اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کردو وہ خواہی نخواہی راضی ہوجائے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپیہ بہ نیت زکوٰۃ اسے دے جب وہ قابض ہوجائے

اپنے مطالبۂ ثمن میں لے لے اول تو وہ خود ہی نہ دے گا کہ شرع سے اُسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ گرہ سے جاتا سمجھے اُسے تو صرف اُس کپڑے یا غلہ کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اس قدر میں اُس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اُس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپیہ لے کر بطور خود نذر سید یا بنائے مسجد میں صرف کردے کہ دونوں مُرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے: یعطی مدیونه الفقیر زکوته ثم یاخذها من دینه ولو امتنع المدیون مدیده واخذها لکونه ظفر بجنس حقه اھ اور فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے اُس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لیے لگائی کہ اُس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلا تکلف روا ہو اور کپڑے غلہ کی تخصیص اس لیے کہ اگر کچھ پیسے بعوض روپوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفادِ جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ روایتِ اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علماء اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوٰنا بل حققنا فیھا ان لادلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضا علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ما ظن بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زرِ زکوٰۃ پر اُس کا قبضہ کراکر اپنے مطالبہ میں لینے کی قید اس لیے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائے کثیر المال شکرِ نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارفِ خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں متوسط الحال بھی ایسی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خورد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصدِ شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجابِ زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ یعلم المفسد من المصلح نسأل اللہ تعالیٰ ان یصلح اعمالنا ویحصل اٰمالنا والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۲: از شہر بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی شب ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا روپیہ کافر مشرک وہابی رافضی قادیانی وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ان کو دینا حرام ہے اور ان کو دیے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳: از ہنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالصاً للہ ولوجہ اللہ جو چیز دی جائے اُس کا کھانا امیر وغنی کو کیسا ہے۔

الجواب

صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ وصدقہ فطر غنی پر حرام ہے اور صدقہ نافلہ جیسے حوض یا سقایہ کا پانی یا مسافر خانے کا مکان غنی کو بھی جائز ہے مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہوتا ہے غنی نہ لے نہ غنی کو دیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از راندیریہ ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب مولٰنا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب، ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل سمرنا فنڈ میں صاحب زکوٰۃ سے زکوٰۃ اور جن پر قربانی واجب ہے اُن سے قربانی کی قیمت طلب کررہے ہیں اور اس کے لیے گجراتی بڑے لمبے چوڑے اشتہار چھپے ہیں کیا صاحب زکوٰۃ کی زکاۃ اور جن پر قربانی واجب ہے اُن کی قربانی سمرنا فنڈ میں دینے سے ہوجائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس پر قربانی واجب ہے اُسے حرام ہے کہ قربانی نہ کرے اور اس کی قیمت کسی فنڈ میں دے دے اس سے ہرگز قربانی ادا نہ ہوگی واجب کا تارک ہوگا اور عذاب کا مستحق اور ایسے چندوں میں دینے سے کہ لوگ بطور خود کرتے ہیں اور سب کے چندے زکاۃ وغیر زکاۃ کے بلکہ مرتدین نااہل زکاۃ مثل وہابیہ وغیرہم کے سب خلط کرلیتے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی ہاں اعانت مسلمین کی نیت پر ثواب پائے گا مگر فرض زکاۃ سر پر باقی رہے گا وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از نینی تال مرسلہ شیخ عنایت حسین صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ واقعہ کانپور میں مسلمانوں سے دربارہ مسجد پولیس سے فساد ہوگیا پولیس نے انھیں نشانہ بندوق بنایا اب ان کے غریب بچے یتیم ہوگئے اور نادار مسلمان زخمی ہوکر گرفتار کرلیے گئے اب ان کی رہائی اور پرورش حفاظت جان کو بہت روپے کی ضرورت ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ صدقہ فطر رمضان المبارک اس کارخیر کے متعلق دے دیا جائے عندالشرع دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کردینا شرط ہے تو اگر غربا کو دے کر مالک کردیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دیدیں تو جائز ہے ــــــــ ورنہ مقدمے میں اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا درمختار میں ہے صدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف وفی کل حال ردالمحتار میں ہے من اشتراط النیۃ واشتراط التملیک فلا تکفی الاباحۃ کما فی الدر اھ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۶: از راولپنڈی لال کرتی مرسلہ دین محمد صاحب میوہ فروش ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں صدقہ فطر دینا امام مسجد کو جائز ہے یا نہیں۔ مردود کے مال الحنفی صدقہ غیر لینا الا کہ کما نہ

ہے یا نہیں۔ حالانکہ امام مسجد صاحب زکوۃ وصاحب مال ہو۔ دیگر امام مسجد کو ہر جمعرات کو برائے تیل کے نقد و تیل منگانا اور اپنے ذاتی صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ قربانیوں کی کھالیں وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صاحب نصاب کو اگرچہ امام مسجد ہو کوئی صدقہ واجبہ مثل زکوۃ یا صدقات عید الفطر یا کفارات جائز نہیں حرام ہے اور اُس کے دیئے وہ زکوۃ وصدقہ ادا نہ ہوں گے قربانی کی کھال اگر لوگ اپنی خوشی سے دیں لے سکتا ہے مانگ کر اصرار کرکے اپنا حق قرار دے کر لینا جائز نہیں اموات کی طرف سے جو نفل صدقہ دیا جاتا ہے اگر دینے والے نے اسے فقیر سمجھ کر دیا اور اس نے اپنا صاحب نصاب ہونا چھپایا تو یہ بھی حرام ہے ورنہ مکروہ وناپسند تیل وغیرہ کے لیے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں بقولہ تعالیٰ عن تراض منکم واللہ تعالیٰ۔

صدقۂ فطر کا بیان

مسئلہ ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۴: از دیوبند ضلع سہارنپور مسجد جامع مرسلہ مولوی اظہر الدین بنگالی ۹ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں چاول کثرت سے پیدا ہوں اور وہاں کے باشندوں کی غذا چاول ہی ہو اور گندم مطلقاً پیدا نہ ہو مگر دوسرے ملکوں سے کچھ آتا ہے لیکن وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتا ہے بلکہ شہر وقصبہ میں ملتا ہے اور اس کو کوئی غذا کھاتا بھی نہیں بلکہ دوامی اتفاقاً استعمال میں لاتے ہیں اور جو بھی بہت قلت طور پر پیدا ہو مثلاً چار پانسو یا ہزار دو ہزار بیگہ میں سے کسی نے ایک آدھ بیگھہ میں بولیا اور اس کو ستو بنا کر برس چھ میں کبھی ناشتہ کے طور پر کھالیتے ہیں اور خرما نا پیدا ہے اور نہ کہیں ملتا ہے بس ایسے ملک کے باشندوں پر صدقۂ فطر نصف صاع چاول مثل گندم کے واجب ہوگا یا نصف صاع گندم کی قیمت میں جس قدر چاول آئے وہ واجب ہوگا یا ایک صاع چاول واجب ہوگا بینوا بالدلیل جزاکم اللہ الجلیل۔

الجواب

شرع مطہر نے یہ صدقہ صرف چار چیزوں سے مقرر فرمایا ہے گیہوں جو خرما زبیب ان کے سوا پانچویں کوئی چیز چاول ہو یا دھان یا کپڑا وہ انہیں میں ایک کی قیمت کے اعتبار سے جائز ہے ورنہ نہیں گیہوں سے نیم صاع واجب ہے یعنی ایک سو پینتیس تولے کہ انگریزی روپیہ سے ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہوا۔ اور اسی روپیہ کے سیر سے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا اور جو سے اس کا دونا گیہوں یا جو کا وہاں کم پیدا ہونا یا غذا میں مستعمل نہ ہونا یا دیہات میں نہ ملنا چاول کو بے لحاظ قیمت صرف صاع یا نیم صاع دے دینے کے قابل نہیں کرسکتا بلکہ واجب ہے کہ اپنے ضلع میں گیہوں نیم صاع یا جو ایک کی جو قیمت ہو اُس قدر دام یا اُتنے دام کے چاول یا اور چیز ادا کریں فتاوی علمگیریہ میں ہے انما یجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وماسواھا من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اھ باالالتقاط منسک متوسط میں ہے ھذہ اربعۃ انواع لاخامس لھا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا یجوز الا باعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیر ذلک

درمختار میں ہے مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸: ۱۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ اگر درخانہ کسے مثلاً دہ کس موجود باشند بعض ازاں غلام و پسر صغیر وبعض زوجۂ خود وپسر کبیر پس صدقہ فطر ہفت کس یا ہشت کس ادا کردہ شود وصدقہ دو آدمی یا سہ آدمی از غلام وپسر صغیر باشند یا غیر آں دادہ نہ شود پس صدقہ کسانے کہ ادا کردہ شد شرعاً صحیح ودرست خواہد شد یا نہ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

ہرچہ مؤدی از اطفال صغار خود ادا کرد اداشد کہ وجوب ہم بروست نہ بر اطفال وانچہ از زوجہ واولاد کبار عاقلین داد اگر باذن ایشان بود نیز از ایشاں اداشد ورنہ نے فی ردالمحتار عن البحر لوادی زکوۃ غیرہ بغیر امرہ فبلغہ فاجاز لم یجز لانھا وجدت نفاذا علی المتصدق لانھا ملکہ ولم یصر نائبا عن غیرہ فنفذت علیہ ولو تصدق عنہ بامرہ جاز واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۰۹: ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوۃ اور صدقۂ فطر کا نصاب برابر ہے یا کچھ فرق ہے بینوا توجروا

الجواب

مقدار نصاب سب کے لیے ایک ہے کچھ فرق نہیں ہاں زکوۃ میں مال نامی ہونا شرط ہے کہ سونا چاندی چرائی پر چھوٹے جانور تجارت کا مال ہے وبس اور سال گزرنا شرط ہے صدقۂ فطر وقربانی میں یہ کچھ درکار نہیں کما فی جمیع الکتب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مرسلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ

صدقۂ فطر کی مقدار فی کس کیا ہے۔

الجواب

تین سو اکاون ۳۵۱ روپے بھر جو یا اُس کے آدھے گیہوں کہ بریلی کی تول سے پونے دو سیر اور ایک اٹھنی بھر ہوئی واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۱: از کرنٹ روڈ گودام چھاؤنی لکھنؤ مرسلہ مولوی سید باسط احمد ۲ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

وزن فطرہ بحساب سیر لکھنؤ کتنا دینا چاہئے نصف صاع بوزن سیر لکھنؤ کتنا ہوتا ہے۔ ۲ گز شرعی بہ حساب گز نمبری مروجہ لکھنؤ کس قدر ہے۔

الجواب

گیہوں کا صاع دو سو ستر تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوئے نصف صاع کے ایک سو چوالیس روپے بھر گیہوں لکھنؤ کا سیر اسی روپے بھر کا ہے تو اس سے دو سیر ہوئے سیر کا $\frac{1}{5}$ کم یعنی پونے دو سیر سے چار روپے بھر اوپر لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جو کے صاع سے گیہوں دیے جائیں جو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر $\frac{1}{2}$ آٹھ آنے بھر ہوا لکھنؤ کا سوا دو سیر اٹھنی بھر کم۔ ۲ نمبری گز کہ تین فٹ کا ہے ہر فٹ بارہ انچ گز شرعی جسے ذراع کرباس کہتے ہیں اس کا نصف یعنی آٹھ گرہ کے برابر ہے کہ وہ چوبیس انگل ہے اور ہر گرہ تین انگل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲

از موضع خرد مئو ڈاکخانہ بد وسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ سید صفدر علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امور ذیل میں (۱) زید کی بیوی ہندہ جو مالک نصاب نہیں ہے معہ اپنے ایک خورد سال بچے کے اپنے باپ بکر کے یہاں یعنی میکے میں عید الفطر کو قیام رکھتی ہے تو اس کا اور اس کے لڑکے کا صدقہ کس کو دینا چاہئے آیا زید کو جو ہندہ کا شوہر ہے یا بکر کو جو ہندہ کا باپ ہے (۲) اگر کوئی مہمان یہاں ۲۷ یا ۲۸ رمضان شریف سے مقیم ہے یا قبل طلوع فجر عید الفطر آیا تو کیا ان مہمانوں کا صدقہ شرعاً میزبان کو ادا کرنا چاہیے یا مہمان اپنا صدقہ خود ادا کریں۔

الجواب

(۱) خورد سال بچے کا صدقہ فطر اس کے باپ پر ہے اور عورت کا نہ باپ پر نہ شوہر پر۔ صاحب نصاب ہوتی ہے تو اس کا صدقہ اسی پر ہوتا ہے (۲) مہمان کا صدقہ میزبان پر نہیں وہ اگر صاحب نصاب ہیں اپنا صدقہ آپ دیں وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۳ھ

فطرہ رمضان کے نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف صاع چاول دے دے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چاول کی قیمت کے اعتبار سے دیے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اُتنے دیے جائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴

جلد میں سوال نہیں

الجواب

صاع چار مد ہے اور مد دو رطل اور رطل بیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور تولہ بارہ ماشے اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے تو صاع دو سو ستر تولے اور روپیوں سے دو سو اٹھاسی روپے بھر تو اسی روپے کے سیر سے تین سیر نو چھٹانک اور $\frac{3}{5}$ چھٹانک یا یوں کہیے کہ ساڑھے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک اور $\frac{1}{10}$ چھٹانک اس حساب میں کوئی شک نہیں اسی تولے کے

گیہوں دیے جاتے تھے لما فی الفتح یعتبر نصف صاع من بر من حیث الوزن عن ابی حنیفۃ رمضان مبارک ۱۳۲۷ھ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ جو ہلکا ہوتا ہے جتنے برتن میں ۲۷۰ تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تول میں زیادہ چڑھیں گے اس میں فقیروں کا نفع زیادہ ہے ردالمحتار میں ہے علی ھذا الاحوط تقدیرہ بالشعیر ولھذا نقل بعض المحشین عن حاشیۃ الزیلعی للسید محمد امین میرغنی ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشائخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر ولعل ذلک لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین ولما فی مبسوط السرخسی من ان الاخذ بالاحتیاط فی باب العبادات واجب اھ فاذا قدر بذلک یسع ثمانیۃ ارطال من العدس ومن الحنطۃ و یزید علیھا البتۃ بخلاف العکس فلذا کان تقدیر الصاع بالشعیر احوط اھ اس بنا پر بنظر احتیاط و زیادت نفع فقرا میں نے ۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۶ھ کو ایک سو چالیس روپیہ بھر جو وزن کیے کہ نصف صاع ہوئے اور انھیں ایک پیالے میں بھرا حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کا ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری کا ہوا پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو بریلی کے سیر سے اتنار اور ایک اٹھنی بھر ہوئے یعنی ایک سو چھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر تو یہ وزن گندم ہوا اور اس کا دوچند ۳۵۱ روپیہ بھر وزن جو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵۱: از ریاست کشمیر ضلع میرپور ڈاک خانہ نوشہرہ موضع پیڈہ مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمختار میں صاع ۱۰۴۰ درم کا لکھا ہے اور اکثر کتب میں من ۱۸۰ مثقال کا ہے و بقول معروف کل عشرۃ دراھم سبعۃ مثاقیل ایک من ۱۸۲ مثقال آتا ہے تو صاع میں آٹھ مثقال زیادہ آئے اور ایسے ہی جو شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ و شرح مشکوۃ میں وزن صاع لکھا ہے قاعدہ مذکورہ سے پورا موافق نہیں آتا ہے یہ تحقیق و تطبیق فرماکر جلد عنایت کیجئے۔

الجواب

صاع چار من ہے اور من چالیس استار اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور ماشہ آٹھ رتی اور رتی آٹھ چاول اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ تو صاع دو سو ستر تولے ہے اور انگریزی روپیہ رائج سے کہ روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر اور من ایک سو اسی مثقال یعنی سڑسٹھ تولے چھ ماشے یعنی بہتر روپیہ بھر یہ وزن محقق ہے جس میں اصلا شبہہ نہیں غرر الافکار شرح درر البحار میں ہے الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالاستار اربعون والاستار مثاقیل اربعۃ ونصف اھ مختصرا کشف الغطا میں ہے بدانکہ معتبر نزد ما عراقی ست و آن ہشت رطل ست و رطل بست استار و استار چار و نیم مثقال و مثقال بست قیراط یک حبہ و چہار خمس حبہ و حبہ را آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار و نیم ماشہ باشد

حضرت شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی کا بیان اصلا اس سے مخالف نہیں مثقالوں کا یہی حساب رکھا ہے کہ سات سو بیس مثقال کا صاع اکبری و جہانگیری سیروں سے اُس کا اندازہ بتایا ہے ـــــ اکبری سیر تیس۳۰ استار کا تھا اور صاع ایک سو ساٹھ استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۰ = ۵ ۱/۳ سیر اکبری ہوا اور سیر جہانگیری چھتیس استار تو صاع ۱۶۰ ÷ ۳۶ = ۴ ۴/۹ سیر جہانگیری ہوا شرح صراط مستقیم فصل زکوٰۃ فطر میں فرماتے ہیں صاع عراقی ہشت رطل و صاع حجازی پنج رطل و ثلث رطل و واجب نزد شافعی صاع حجازی ست و نزد ما نصف صاع عراقی و آن دو من ست و من چہار استار و استار چہار و نیم مثقال پس من صد و ہشتاد مثقال بود کذا قال شارح الوقایۃ و از کتب دیگر نیز ہمچنیں معلوم می گردد و چوں ایں حساب را بوزن دیار خود کار فرمائیم نصف صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود دو و نیم سیر می شود و پنج سیر شاہی و بوزن حال جہانگیر شاہی ابداللہ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی و شش سیر شاہی بود دو سیر و یک پاؤ می شود بیک سیر شاہی کم بایں حساب کہ صاع ہفتصد و بست مثقال ست از انکہ صاع چہار من ست و من چہل استار و استار چہار و نیم مثقال پس ہر من صد و ہشتاد مثقال بود و چوں سیر شاہی ہم چہار و نیم مثقال ست لازم آید کہ نصف صاع ہشتاد سیر شاہی باشد و ہشتاد سیر شاہی دو و نیم سیر و پنج سیر شاہی شود بوزن قدیم و دو سیر و یک پاؤ یک سیر شاہی کم بوزن حال واللہ تعالٰی اعلم اھ سیر شاہی اور پیسہ اور استار ایک ہی وزن ہے یعنی ساڑھے چار مثقال کہ سواچھ ماشے ہوئے اور وزن قدیم سے مراد اکبری اور حال سے جہانگیری۔ صدر باب طہارت میں بھی یہی حساب افادہ فرمایا ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں مد عراقی و مد حجازی دونوں کا ان سیروں سے اندازہ کیا اور بعض جگہ تہائی پیسہ کی کسر کو کہ ڈیڑھ ماشہ ہوئی مسامحۃً ترک فرمادیا ہے حیث قال صاع چہار مد ست و مد بقولے دو رطل ست (یہ قول ہمارے ائمہ کا ہے کہ صاع کو آٹھ رطل لیتے ہیں) و دلالت ظاہر احادیث ہم برین است چہ در بعض احادیث وضو بمد واقع شدہ و در بعضے بدو رطل و تطبیق دراں است کہ مصدوق ہر دو یکے باشد و بقولے مد رطل و ثلث رطل عراقی ست (یہ قول شافعیہ ہے کہ صاع ۵ ۱/۳ رطل ÷ ۴ = ۱ ۱/۳ رطل) و رطل بست استار ست و استار چہار و نیم مثقال کہ وزن یک پیسہ است و ایں حساب ابہامے دارد و ما آنرا بوزن ایں دیار فرود آریم تا واضح گردد بدانکہ ۔ بقول اول (حنفی) یک من شرعی ست و من شرعی چہل استار و آن بوزن اکبری کہ سیر سی پیسہ است یک سیر و ثلث سیر و بوزن جہانگیر شاہی ابداللہ فی مراضیہ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی و شش پیسہ است یک سیر و چہار پیسہ پس صاع (یعنی عراقی) کہ چہار مد ست پنج سیر و ثلث سیر اکبری باشد و بوزن جہانگیری چہار سیر و نیم سیر دو پیسہ کم و مد بقول ثانی (شافعی) ایک سیر اکبری سہ پیسہ و چیزے کم (یعنی ۳ ۱/۳ پیسہ کم ۲۶ ۲/۳ پیسہ ہوا) و سہ ربع سیر جہانگیری چیزے کم (یعنی ثلث پیسہ کم کہ جہانگیری تین پاؤ ۲۷ پیسہ ہے) و صاع (یعنی حجازی) بوزن اکبری سہ و نیم سیر و دو پیسہ (یعنی تہائی پیسہ کم کہ ساڑھے تین سیر اکبری اور دو پیسے کے ۱۰۷ پیسے ہوئے اور صاع حجازی ۱۰۶ ۲/۳ پیسہ) و بوزن جہانگیری سہ سیر یک پیسہ کم (بلکہ ۱/۳ ۱ پیسہ کم کہ تین سیر جہانگیری ۱۰۸ پیسہ ہے) انتہی مزیدا ما بین الھلالین البتہ اشعۃ اللمعات مطبع مصطفائی محمد حسین خاں باب الغسل میں سیر جہانگیری سے صاع عراقی کا حساب ظاہراً خطائے کاتب سے غلط ہوگیا ہے حیث قال صاع بوزن اکبر شاہی کہ سیرے سی سیر شاہی بود پنج سیر و دہ سیر شاہی می شود (یہ صحیح ہے اور حساب اول کے مطابق

کہ دس سیر شاہی ثلث اکبری ہے کما لایخفی) وبوزن حال جہانگیری ابداﷲ ملکہ وسلطنتہ کہ سیرے سی وششش سیر شاہی است چہار سیر ویکپاؤ می شود بیک سیر شاہی کم (یہ غلط ہے کہ صاع ۱۶۰ پیسہ ہے اور سوا چار سیر جہانگیری ایک پیسہ کم کے ۱۵۲ ہی پیسے ہوئے آٹھ پیسے کا فرق ہے۔ صحیح وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ساڑھے چار سیر جہانگیری ہے دو پیسے کم۔

مسئلہ ۱۱۶: از پیان پورہ کہر اسٹیٹ مسئولہ مرتقی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عید الفطر کے خطبہ میں فطرہ فی کس ایک سیر ساڑھے گیارہ آنے بھر مبلغ ایک سو پانچ روپیہ بھر کے حساب سے دینا بتایا کیا یہ ٹھیک ہے (۲) صاع کتنی سیر کا ہے کتنے روپیہ بھر روپیہ کتنے ماشے کا اور کون روپیہ شرع سے اس میں کیا حکم ہے (۳) خطبہ علمی میں نصف صاع یعنی دو سیر جس کا وزن بریلی کے سیر سے ایک سیر نو چھٹانک سے کچھ بتایا کیا یہ صحیح ہے۔ رائج الوقت سیر سے فطرہ فی کس کتنا دینا چاہئے بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خالد کا یہ قول محض غلط ہے گیہوں صدقۃ الفطر ایک سو چوالیس روپیہ بھر ہے اور زیادہ احتیاط اٹھنی اوپر ایک سو پچھتر روپے بھر کما بینّاہ فی فتاوٰنا ایک سو پانچ روپے ساڑھے گیارہ آنے بھر سے کسی طرح صدقہ ادا نہیں ہوسکتا (۲) سیر مختلف ہوتے ہیں صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا۔ صاع اس انگریزی روپیہ رائج الوقت سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہے اور تولوں سے دو سو ستر تولے یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ بھر ہے (۳) گیہوں کا فطرہ انگریزی روپے سے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے جو بریلی کے سیر سے کہ سو روپیہ بھر کا ہے چھٹانک کم ڈیڑھ سیر ہوا سیر کا پانچواں حصہ کم، حساب صحیح ومنقح یہ ہے زیادہ احتیاط وہ ہے جو اوپر گزری کہ گیہوں بریلی کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر اور اسی کے سیر سے تین چھٹانک دو سیر اٹھنی بھر اوپر۔ واﷲ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷: از مولوی محمد اسمٰعیل محمود آبادی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

اس ملک میں رواج ہے کہ بعد نماز قبل فاتحہ اخیرہ کے ایک شخص اٹھ کر مسافروں مسکینوں کے واسطے مسجد کے اندر مقتدیوں میں چندہ کرتا ہے بعد ہوجانے کے فاتحہ پڑھی جاتی ہے بعدہ جو کچھ رقم بذریعہ چندہ جمع ہوتی ہے اس کو مسافروں اور مسکینوں میں تقسیم کردیتے ہیں آیا یہ امر اس طرح مسجد کے اندر جائز ہے

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ چندہ کرنے والا خود اس میں سے نہ لیتا ہو بلکہ مسجد میں مساکین کے لئے اس طرح چندہ کرنا خود سنت سے ثابت ہے واﷲ تعالٰی اعلم۔

سوال کرنے کی جائز صورت

مسئلہ ۱۱۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جو صحیح وسالم جوان تندرست ہیں مگر بوجہ آرام طلبی کے طلب معاش کی محنت سے

جی چرا کر سوال کو کہ بظاہر آسان ہے پیشہ اپنا مقرر کیا ہے چنانچہ بعض نے تو چند کتابیں فارسی اردو وغیرہ کی دیکھ کر وعظ گوئی اختیار کی ہے اور دوسرے وطنوں میں جاکر اسی کے ذریعہ سے سوال کرتے ہیں۔ اور بعض مشائخین کی شکل بناکر کماتے ہیں اور بعضے مسافر بن کر مسجدوں میں ٹھہرتے ہیں اور اقسام اقسام کی حاجتیں ظاہر کرکے سوال کرتے ہیں اور بسبب کثرت اور رواج اس قسم کے لوگوں کی جو کوئی محتاجی سچی حالت والا مسکین اور مسافر مصیبت زدہ ہوتا ہے اُس کی تصدیق اور شناخت بھی کم ہوتی ہے۔ علاوہ سوال کرنے کے یہ بھی ہوتا ہے کہ جس شہر یا محلہ میں پہنچتے ہیں وہاں کے باشندوں سے وہاں کے لوگوں کا حال معلوم کرکے جس کسی کو اہل شہر یا محلہ سے ذی وجاہت معلوم کرتے ہیں اس کو جاکر گھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے تم اپنے محلہ یا شہر سے اتنا ہی کرادو بعض لوگ اُن کی باتوں میں آکر اُن کی طرف سے لوگوں سے مانگ مانگ کر اُن کے واسطے کچھ فراہم کرا دیتے ہیں۔ ایسا شخص جو ایسے لوگوں کے واسطے کوشش کرکے کچھ دلا دیوے تو بمقتضائے اس حدیث شریف کے الدال علی الخیر کفاعلہ کے ثواب پائے گا اور یہ فعل اُس کا موجب اجر ہوگا یا بحکم ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کے سوال حرام کے معاونت کا مرتکب ہوگا اور ایسے لوگوں کو دینے والا بھی ثواب پائے گا یا نہیں یا گنہگار ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلاضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر اُن کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے مجموعہ فتاوٰی میں ذکر کی لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اُس کے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کچھ عطا بھیجی انھوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے فرمایا یہ حالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولٰی تعالٰی نے تجھے بھیجا امیر المؤمنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا۔ رواہ مالک فی الموطا واصل الحدیث عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی الباب عن ام المؤمنین الصدیقۃ عند احمد والبیھقی وعن واصل بن الخطاب عند ابی یعلی وعن خالد بن عدی الجھنی عند احمد وابی یعلی والطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہم عند احمد والطبرانی والبیھقی وھذہ کلہا احادیث قویۃ باسانید جیاد۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما المعطی من سعۃ بافضل من الاٰخذ اذا کان محتاجا۔ تونگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وشاھدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹: از بچھریا محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید مالدار ہے چھ سات ہزار روپے یا کچھ کم وبیش کی زمین رکھتا ہے اور اس کو پانچ چھ سو روپیہ قرض ہے آیا وہ زمین بیچ کر ادا کرے یا بھیک مانگ کر شرعًا اس کو اس غرض سے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس کا ذریعۂ رزق اس زمین کے سوا اور نہیں نہ وہ کسی کسب پر قادر ہے نہ اس زمین کا کوئی حصہ جدا کرکے باقی لائق کفایت بچے یا کوئی ایک حصہ لینے پر راضی نہ ہو غرض یہ کہ سوائے سوال جمیع اسباب بند ہوں تو بحکم ضرورت بقدر ضرورت سوال حلال ورنہ حرام فان الضرورة تبیح المحظورات وماکان لضرورة تقدر بقدرہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۰: از سرکار مارہرہ مطہرہ از درگاہ سکین پناہ مسئولہ حضرت سید شاہ حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۰ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب بغرض ثواب اپنے جائز روپے سے ماہواری یا سالانہ کھانا پکوا کر فاتحہ حضور پرنور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور کھانا مساکین وغیر مساکین کو کھلا دیتے ہیں یا تقسیم کردیتے ہیں ایک طالب علم حنفی قادری سنی سید کہ جس کی تعلیم دینی بوجہ نہ استطاعت ہونے کے اُسکے ولی کے غیر مکمل رہی جاتی ہووے اور علوم دینی حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اُس طالب علم آل مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدعقیدہ ہوجانے کا اندیشہ ہووے اس صورت میں اگر وہ روپیہ کہ جو فاتحہ میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس طالب علم کے تعلیم دینی میں بہ نیت ثواب فاتحہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف کردیا جائے تو بدل اُس فاتحہ سالانہ یا ماہواری کا ہوکر باعث خوشنودی سردار دوعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگا یا نہیں اور ثواب میں کمی تو نہ ہوگی۔

الجواب

یہ اُس کا نعم البدل ہوگا اور ثواب میں کمی کیا معنی اُس سے ستر گونہ ثواب کی زیادہ اُمید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں قال اللہ تعالٰی من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالہا اور طالب علم دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سو قال اللہ تعالٰی مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم درمختار میں ہے فی سبیل اللہ ھو منقطع الغزاة وقیل الحاج وقیل طلبة العلم خصوصًا جبکہ اُس میں حفظ ہدایت ہو صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک مما طلعت علیہ شمس واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۱: از رامپور چاہ شور مرسلہ مولوی عبدالصمد صاحب ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ جو لوگ تندرست و توانا کھاتے پیتے ہیں اُنھوں نے اپنا پیشہ گدائی اور فقیری اور محتاجگی کا مقرر کیا ہے اور دربدر شہر بہ شہر بھیک مانگتے سوال کرتے پھرتے ہیں اور ہرگز محنت مزدوری نہیں کرتے اگرچہ مالدار آسودہ حال ہیں لہذا ایسے لوگوں کو بھیک مانگنا اور سوال کرنا حلال ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو دینا بھی بوجہ اعانت علی الحرمۃ حرام ودرممنوع ہے یا نہیں جبکہ مسجد میں سوال اور اُس عطا کو کتب فقہ میں حرام ومکروہ فرمایا گیا ہے چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء بینوا بالکتاب وتوجروا بیوم الحساب۔

الجواب

جو اپنی ضروریات شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اُس کے کسب پر قادر ہے اُسے سوال حرام ہے اور جو اس حال سے آگاہ ہو اُسے دینا حرام اور لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ومبتلائے آثام صحاح میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتحل الصدقۃ لغنی ولاذی مرۃ سوی صدقہ حلال نہیں ہے کسی غنی کے لیے نہ کسی قوی تندرست کے لیے رواہ الائمۃ احمد والدارمی والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز صحاح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیمۃ ومسئلتہ فی وجھہ خموش جو لوگوں سے سوال کرے اور اُس کے پاس وہ شے ہو جو اُسے بے نیاز کرتی ہو روز قیامت اس حال پر آئے گا کہ اُس کا وہ سوال اُس کے چہرہ پر خراش وزخم ہو رواہ الدارمی والاربعۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما یسأل جمر جھنم فلیستقل منہ اولیستکثر جو اپنا مال بڑھانے کو لوگوں سے اُن کے مال کا سوال کرتا ہے وہ جہنم کی آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اب چاہے تھوڑی لے یا بہت رواہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فانما یاکل الجمر جو بے حاجت وضرورت شرعیہ سوال کرے وہ جہنم کی آگ کھاتا ہے رواہ احمد وابن خزیمۃ والضیاء فی المختارۃ عن حبشی بن جنادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تنویر الابصار ودرمختار میں ہے لایحل ان یسأل شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب ویاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اھ

وتمام الکلام فی ھذا المقام مع دفع الاوھام فی فتاوٰنا وقد ذکرنا شیئا منہ فیما علقنا علی ردالمحتار واللہ تعالٰی یقول جل مجدہ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: مرسلہ سید مظفر علی ساکن قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ سید باڑہ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کھانا اور شربت محرم کا پینا درست ہے یا نہیں اور ان کا حرام جاننے والا اور مثل زکوۃ کے مال کے بجز مساکین اور سب کے واسطے حرام قطعی بتانے والا حنفی مقلد ہے یا نہیں اور ایسے شخص حنفی مقلد اشخاص میں

قابلِ امامت ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

اشیاء مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوۃ ہے نہ صدقہ واجبہ اس کا کھانا غنی فقیر سید وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور سخت عذاب شدید کا مستحق ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے فتاوی عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آفندی علی العنایہ میں ہے یجوز النفل للھاشمی مطلقا بالاجماع وکذا یجوز النفل للغنی درمختار میں ہے جازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لھم ذخیرہ پھر ردالمحتار میں ہے ان فی التصدق علی الغنی نوع قربۃ دون قربۃ الفقیر مع ہذا ان اشیاء میں تصدق کی نیت نہیں ہوتی بلکہ عام حاضرین پر ہدیہ و تقسیم اور ہدیہ یقیناً مطلقاً سب کے لیے جائز اور زمانہ رسالت سے علی العموم بلاتخصیص مساکین رائج ہے ایسا شخص کہ صراحۃً اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اور حلال خدا کو حرام بتاتا ہے اگر جاہل بے علم ہے اور اپنے قول باطل پر مصر ہے تو دو وجہ سے فاسق ہے اولاً حلال کو حرام کرنا دوسرے بے علم فتوی دینا حلال و حرام میں زبان کھولنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا بے علم کہ شرعی حکم لگا بیٹھے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا رواہ البخاری واحمد ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض جو بغیر علم کے کوئی حکم شرعی بتائے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کریں رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے کما فی الحجۃ والغنیۃ والتبیین والطحطاوی علی المراقی وغیرہا وقد حققنا فی النھی الاکید اور اگر ذی علم ہے تو اُس کا حکم سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور اُس کے غیر مقلد ہونے میں شک نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی کہ کسی مذہب میں ہدیہ و تقسیم اغنیاء پر حرام نہیں ہاں وہ شیطان کا مقلد ہے جس نے صحابہ کرام کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مسلمانوں کو مرتکب حرام و اکل حرام بنانے کا ناپاک وسوسہ اُس کے بے باک دل میں ڈالا اور غیر مقلد کے پیچھے نماز حرام بلکہ محض باطل ہے کما حققناہ فی کتابنا المذکور فتح القدیر میں ہے الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶۵ مرسلہ حاجی محمد لعل خاں صاحب ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مولانا مرشدی مدظلہ العالی تمنائے قدمبوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایک شخص جو اہل وعیال رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بلا افراط وتفریط اپنے بال بچوں پر خرچ کرکے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اہل وعیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا دوسری اپنی آمدنی سے بچوں پر ایک حصہ خرچ کرکے دوسرا حصہ خیرات کرتا اور تیسرا حصہ آئندہ ان کی ضرورتوں میں کام آنے کی غرض سے رکھ چھوڑنے کو اچھا جانتا ہے ان دونوں میں افضل کون ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حُسن نیت سے دونوں صورتیں محمود ہیں۔ اور باختلاف احوال ہر ایک افضل کبھی واجب ولہٰذا اس بارہ میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سلف صالح کا عمل بھی مختلف رہا **اقول** وباللہ التوفیق اس میں قول موجز وجامع ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ آدمی دو قسم ہیں منفرد کہ تنہا ہو اور معیل کہ عیال رکھتا ہو سوال اگرچہ معیل سے متعلق ہے مگر ہر معیل اپنے حق نفس میں منفرد اور اس پر اپنے نفس کے لحاظ سے وہی احکام ہیں جو منفرد پر ہیں لہٰذا دونوں کے احکام سے بحث درکار **اول** وہ اہل انقطاع و تبتل الی اللہ اصحاب تجرید وتفرید جنھوں نے اپنے رب سے کچھ نہ رکھنے کا عہد باندھا اُن پر اپنے عہد کے سبب ترک ادخار لازم ہوتا ہے اگر کچھ بچا رکھیں تو نقض عہد ہے اور بعد عہد پھر جمع کرنا ضرور ضعف یقین سے ناشی یا اُس کا موہم ہوگا ایسے اگر کچھ بھی ذخیرہ کریں مستحق عقاب ہوں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس کچھ خرمے جمع دیکھے فرمایا یہ کیا ہے عرض کی شیئ اذخرتہ لغد میں نے آئندہ کے لیے جمع کر رکھے ہیں اور ایک روایت میں ہے: عدد ذلك لاضیافك حضور کے مہمانوں کے خیال سے اُنھیں رکھا ہے فرمایا اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جہنم انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا کیا ڈرتا نہیں کہ تیرے لیے آتش دوزخ کا دھواں ہو اے بلال خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ رواہ البزار بسند حسن والطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود وابو یعلی والطبرانی فی الکبیر والاوسط بسند حسن والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ الاول لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک بار انھیں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اے بلال فقیر مرنا اور غنی ہوکر نہ مرنا۔ عرض کی اس کی کیا سبیل ہے فرمایا جو ملے نہ چھپانا اور جو مانگا جائے منع نہ کرنا (ظاہر ہے کہ جب نہ مال چھپانا ہو نہ کسی کا سوال رد کیا جائے تو سائلین کسی وقت بھی کچھ پاس نہ چھوڑیں گے) عرض کی کہ ایسا کیونکر کروں فرمایا ھو ذاك اوالنار یا تو یوہیں کرنا ہوگا یا آگ والعیاذ باللہ تعالٰی رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم فی المستدرك عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ دوم فقر وتوکل ظاہر کرکے صدقات لینے والا اگر یہ حالت مستمر رکھنا چاہے تو اُن صدقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صدقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا انھیں دونوں باب سے ہیں وہ احادیث جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا اور دو پر دو۔ تین پر تین یعنی اشرفی ایک داغ دیا جائے گا لاحمد والطبرانی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ توفی رجل من اھل الصفۃ فوجد فی مئزرہ دینار فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیۃ ثم توفی اٰخر فوجد فی مئزرہ دیناران

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیتان ولاحمد وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال توفی رجل من اھل الصفۃ فوجدوا فی شملتہ دینارین فذکروا ذٰلک للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کیتان ولھما وللبخاری من سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کنت جالسا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بجنازۃ فقال ھل ترک شیئا قالوا نعم ثلثۃ دنانیر فقال باصابعہ ثلث کیات ظاہر ہے کہ ان صدقوں کا محل وہ نہیں ہوسکتا جو آیہ کریمہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ○ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون وحدیث صحیح من اوکی علی ذھب او فضۃ ولم ینفقہ فی سبیل اللہ کان جمرا یوم القیامۃ یکوی بہ رواہ احمد والطبرانی واللفظ لہ کلاھما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ کا محل ہے کہ جب زکوٰۃ دے دی حقوق واجبۂ شرعیہ ادا کردیے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاق داغ نہ رہا فللبیھقی فی سننہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما موقوفا ومرفوعا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل مال ادی زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا تحت الارض وکل مال لاتؤدی زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرا ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال لما نزلت ھذہ الاٰیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذٰلک علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ھذہ الاٰیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث لتکون لمن بعدکم قال فکبر عمر رضی اللہ عنہ اور یہ اس لیے کہ بیس دینار سے کم پر زکوٰۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ لاجرم یہاں استحقاق داغ اصلاً نہیں دو وجہ سے ایک یہ ہو قال اللہ تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا ○ وفی قوت القلوب والترغیب وغیرھما انما کان کذٰلک لانہ ادخر مع تلبسہ بالفقر ظاھرا ومشارکتہ الفقراء فیما یاتیھم من الصدقۃ یہ اسی تقدیر پر ہے کہ داغ سے مراد عیاذًا باللہ آتش دوزخ میں تپا کر داغ دینا ہو اور اگر اُس سے دھبا مراد ہو یعنی اُن کے جمال ونورانیت میں وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے چہرہ پہ چیچک وغیرہ کا داغ اور جن مزدوروں کے بارے میں یہ حدیثیں آئیں وہاں بالاظہر یہی معنی دوم انسب واقرب ہیں تو وہ ان دونوں قسموں سے الگ سے ہیں امام حجۃ الاسلام نے احیاء میں بعد ذکر وجہ اول فرمایا الثانی ان لایکون ذٰلک عن تلبیس فیکون المعنی بہ النقصان عن درجتہ فی الاٰخرۃ اذ لا یؤتی احد شیئا من الدنیا الا انقص بقدرہ من الاٰخرۃ سید زبیدی نے اتحاف السادہ میں فرمایا وھذا الوجہ ھو اللائق بمقام الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم کما لا یخفی سوم جب اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نفس اُسے طغیان وعصیان پر حامل ہوتا یا کسی معصیت کے عادت پڑی ہے اُس میں خرچ کرتا ہے تو اُس پر معصیت سے

رکھنا فرض ہے اور جب اُس کا یہی طریقہ معین ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اس حالت میں اُس پر حاجت سے زائد سب آمدنی کو مصارفِ خیر میں **صرف کردینا** لازم ہوگا وذلک لان فقد الالۃ احد العصمتین وما تعین طریقا لواجب واجب **چہارم** جو ایسا بے صبرا ہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تو معاذ اللہ رب عزوجل کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صرف دل میں نہ زبان سے یا طرق ناجائزہ مثل سرقہ یا بھیک وغیرہ کا مرتکب ہو اس پر لازم ہے کہ حاجت کے قدر جمع رکھے اگر پیشہ ور ہے کہ روز کا روز کھاتا ہے تو ایک دن کا اور ملازم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرایہ پر بسر ہے کہ مہینہ پیچھے آتا ہے تو ایک مہینہ کا اور زمیندار ہے کہ فصل یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینہ یا سال بھر کا فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح اور اصل ذریعۂ معاش مثلاً آلاتِ حرفت یا دکان مکان دیہات بقدر کفایت کا باقی رکھنا تو مطلقاً اس پر لازم ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من رزق فی شیئ فلیلزمہ، رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما من عبد یبیع قالوا الا سلط اللہ علیہ تالفا رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا عـــہ المال القدیم تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من باع عقر دار من غیر ضرورۃ سلط اللہ علی ثمنھا تالفا یتلفہ رواہ فی الاوسط عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ العقر بالفتح الاصل **پنجم** جو عالم دین مفتی شرع یا مدافع بدع ہو اور بیت المال سے رزق نہیں پاتا جیسا یہاں ہے اور وہاں اُس کا غیر ان مناصب دینیہ پر قیام نہ کرسکے کہ افتا یا دفع بدعات میں اپنے اوقات کا صرف کرنا اُس پر فرض عین ہو اور وہ مال و جائداد رکھتا ہے جس کے باعث اُسے غنا اور ان فرائض دینیہ کے لیے فارغ البالی ہے کہ اگر خرچ کردے محتاج کسب ہو اور ان امور میں خلل پڑے اس پر بھی اصل ذریعہ کا ابقا اور آمدنی کا بقدر مذکور جمع رکھنا واجب ہے فان مقدمۃ الفریضۃ فریضۃ ایسے عالم کو جہاد کے لیے جانے کی اجازت نہیں کسب مال میں وقت صرف کرنے کی کیونکر اجازت ہوسکتی ہے تنویر و درمختار میں ہے فقیہ فی بلد لیس فیھا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذلک بزازیہ وغیرہا **ششم** اگر وہاں اور بھی عالم یہ کام کرسکتے ہوں تو ابقا و جمع مذکور اگرچہ واجب نہیں مگر اہم و مؤکد بیشک ہے کہ علم دین و حمایت دین کے لیے فراغ بال کسب مال میں اشتغال سے لاکھوں درجے افضل ہے مہذا ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں ایک کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرا اُسے صواب کی طرف پھیر دیں گے ایک کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عذر پیش آئے تو جب اور موجود ہیں کام بند نہ رہے گا لہذا اتعدد علمائے دین کی طرف ضرور حاجت ہے، **ہفتم** عالم نہیں مگر طلب علم دین میں مشغول ہے اور کسب میں اشتغال اُس سے مانع ہوگا تو اس پر بھی اُسی طرح ابقا و جمع مسطور آکد و اہم ہے **ہشتم** تین صورتوں میں جمع منع ہوئی دو میں واجب دو میں مؤکد جو ان آٹھ سے خارج ہو وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جمع نہ رکھنے میں اس کا قلب پریشان ہو توجہ بعبادت و ذکر الٰہی میں خلل پڑے تو بمعنی مذکور بقدر حاجت جمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اسی قسم کے ہیں ع پراگندہ روزی پراگندہ دل؎ ؎ شب چو عقد نماز بربندم ÷ چہ خورد بامداد فرزندم ÷ منین امام میں ہے یترک المضطرب طریق المتوکل بالادخار لان الغرض صلاح القلب احیاء العلوم میں ہے بل لو امسک ضیعۃ یکون

عـــہ اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

دخلھا وافیا بقدر کفایتہ وکان لایتضرع قلبہ الابہ فذلك لہ اولی یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو توجہ بخدا کا قصد ہے ورنہ منہمکین فی الدنیا تو کسی وقت بھی متوجہ نہیں ہوتے غنی ہوں تو بھول جائیں محتاج ہوں تو بھول جائیں اللھم انا نعوذ بك من غنی یطغی ومن فقر ینسی غرض اگر جمع رکھنے میں اُس کا دل متفرق اور مال کے حفظ یا اُس کی طرف میلان سے متعلق ہو تو جمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اصل مقصود ذکر الٰہی کے لیے فراغ بال ہے جو اُس میں مخل ہو وہی صنم ہے ان ہی دونوں مقاموں کی طرف حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس دعا میں اشارہ فرمایا جو اپنی امت کو تعلیم فرمائی کہ اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم وما زویت عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ امام حجۃ الاسلام بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں المقصود اصلاح القلب لیتجرد لذکر اللہ ورب شخص یشغلہ وجود المال ورب شخص یشغلہ عدمہ والمحذور ما یشغل عن اللہ عزوجل والا فالدنیا فی عینھا غیر محذورۃ لا وجودھا ولا عدمھا اور ہم اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں نہ عدم مال سے اُن کا دل پریشان نہ وجود مال سے ان کی نظر وہ مختار ہیں حق سبحانہ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرماتا ہے ھذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب ○ اور کچھ نہ رکھنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے احیاء کتاب الزکوٰۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے المال کلہ للہ عزوجل وبذل جمیعہ ھو الاحب عند اللہ سبحٰنہ وانما لم یامر بہ عبدہ لانہ یشق علیہ بسبب بخلہ کما قال عزوجل فیحفکم تبخلوا یازدہم حاجت سے زیادہ کا مصارف خیر میں صرف کر دینا اور جمع نہ رکھنا صورت سوم میں تو واجب تھا باقی جملہ صور میں ضرور مطلوب ورجوڑ کر رکھنا اُس کے حق میں ناپسند ومعیوب کہ سفر دکواس کا جوڑنا طول امل یا حب دنیا ہی سے ناشی ہوگا اور طول امل غرور ہے اور حب دنیا راس الشرور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل وعد نفسك فی اصحاب القبور اذا اصبحت فلا تحدث نفسك بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسك بالصباح دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہوگی اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی رواہ الترمذی والبیھقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وھو فی صحیح البخاری برفع اولہ ووقف اخرہ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یاایھا الناس الا تستحیون اے لوگو کیا تمھیں شرم نہیں آتی۔ حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ کس بات سے فرمایا تجمعون مالا تاکلون وتبنون مالا تعمرون وتاملون مالا تدرکون الا تستحیون من ذلك جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزوئیں باندھتے ہو جن تک نہ پہونچو گے اس سے شرماتے نہیں رواہ الطبرانی عن ام الولید بنت عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنھما ایک حدیث میں ہے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینار کو خریدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا تعجبون من اسامۃ المشتری الی شھر ان اسامۃ لطویل الامل والذی نفسی بیدہ ما طرفت عینای الا وظننت ان شفری لا یلتقیان حتی یقبض اللہ روحی ولا رفعت قدحا الی فی فظننت انی واضعہ حتی اقبض

ولا لقمت لقمۃ الا ظننت انی لا اسیغہا حتی اغص بہا من الموت والذی نفسی بیدہ ان ما توعدون لاٰت وما انتم بمعجزین کیا اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر خریدی بیشک اسامہ کی امید لمبی ہے قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائے گی اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حلق سے اُتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہ سکو گے رواہ ابن ابی الدنیا فی قصر الامل وابونعیم فی الحلیۃ والاصبہانی فی الترغیب والبیہقی عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کو دیوار پر کہگل اور مٹی درست کرتے دیکھا فرمایا اے عبداللہ کیا ہے، عرض کی اسے درست کرتا ہوں فرمایا الامر اسرع من ذلک معاملہ اس سے قریب تر ہے رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ وابن ماجۃ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گردن مبارک پر دست اقدس رکھ کر فرمایا ھذا ابن اٰدم وھذا اجلہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اُس کی موت ہے پھر دست انور پھیلا کر فرمایا وثم املہ وثم املہ اور وہ اتنی دور اُس کی امید ہے اور اتنی دور اُس کی امید ہے رواہ الترمذی وابن حبان وبنحوہ النسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ، ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا دار من لا دار لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اُس کے لیے وہ جمع کرتا ہے جو بے عقل ہے رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین وھذا عن ابن مسعود من قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کنز دنیا یرید حیاۃ باقیۃ فان الحیاۃ بید اللہ الا وانی لا اکنز دینارا ولا درہما ولا اخبأ رزقا لغد جو دنیا جوڑ کر رکھے کہ بقائے زندگی چاہتا ہو تو زندگی تو اللہ کے ہاتھ ہے سن لو میں نہ اشرفی جوڑ کر رکھتا ہوں نہ روپیہ نہ کل کے لیے کھانا اُٹھا کر رکھوں رواہ ابوالشیخ فی الثواب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

یہ سب منفرد کا بیان رہا **عیال دار** ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں منفرد ہے تو خود اپنی ذات کے لیے اُسے انہیں احکام کا لحاظ چاہیے اور عیال کی نظر سے اُس کی صورتیں اور ہیں اُن کا بیان کریں **دوازدہم** عیال کی کفایت شرع نے اُس پر فرض کی وہ اُن کے توکل وتبتل وصبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کرسکتا اپنی جان کو جتنا چاہے کسے مگر اُن کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جس کا قوت اس کے ذمہ ہے اُسے ضائع چھوڑے رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی بسند صحیح عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما وعزاہ فی المقاصد لمسلم حجۃ الاسلام فرماتے ہیں قدس سرہ لا یجوز تکلیف العیال الصبر علی الجوع فلا یمکنہ فی حقہم ولا توکل المکتسب فاما ترک العیال توکلا فی حقہم او القعود عن الاھتمام باوھم توکلا فھو حرام وقد یفضی الی ہلاکہم ویکون ھو ماخوذا بہم حضور پرنور سید المتوکلین صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم اپنے نفس کریم کے لیے کل کا کھانا بچا رکھنا پسند نہ فرماتے ایک بار خادمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پرند کا گوشت کہ آج تناول نہ فرمایا تھا بچا ہوا دوسرے دن حاضر کیا فرمایا الم انھک ان ترفعی شیئا لغد فان اللہ یاتی برزق غد کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اُٹھا کر نہ رکھنا کل کی روزی اللہ کل دے گا۔ رواہ ابو یعلٰی بسند صحیح والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اپنی عیال کریم کے لیے سال بھر کا قوت جمع فرمادیتے صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفق منہ (ای مما افاء اللہ علی رسولہ من اموال بنی النضیر) علی اھلہ رزق سنۃ ثم یجعل ما بقی منہ مجمع مال اللہ عزوجل سیزدہم وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہوا اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہوگا کہ قدر حاجت جمع رکھے قال اللہ تعالٰی قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ چاردہم ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اُسے روا ہوگا کہ سب راہ خدا میں خرچ کردے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایکبار صدقہ کا حکم فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار کہ میرے پاس مال بہت ہے اور ان کے پاس کم۔ فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا، عرض کی اتنا ہی۔ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام وکمال اتنا اپنا سارا مال حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا عرض کی اللہ اور اُس کا رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور اقدس نے فرمایا[عـه۱] اگر صاحب[عـه۲] جائداد ہے اور اُس کی آمدنی خرچ سے زائد ہے تو اُس کی آمدنی سے بقدر خرچ رکھ کر باقی کا تصدق مطلقاً افضل ہے اگر دخل ماہانہ ہے تو ایک مہینہ کا خرچ رکھ کر اور سالانہ تو ایک سال کا اس سے زائد کا جمع رکھنا حرص وحب دنیا سے ناشی ہوتا ہے اور حب دنیا خطا کی جڑ ہے صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا دار من لادار لہ ولھا یجمع من لاعقل لہ دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اُس کے لیے احمق ہی جمع کرے گا رواہ الامام احمد والبیہقی فی الشعب عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح احیاء العلوم شریف میں ہے ماورد ع السنۃ لامین خرلہ الا بحکم ضعف القلب فھو غیر واثق بتدبیر الحق فان اسباب الدخل تتکرر بتکرر السنین اور اگر جائداد نہیں رکھتا عیال کے لیے اتنا پس انداز کرنا کہ اگر یہ مرجائے تو وہ اس بقیہ سے منتفع ہوں اور اُنھیں بھیک مانگنی نہ پڑے افضل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالۃ یتکففون الناس

[عـه۱] یہاں تک یہ جواب دستیاب ہوا ۱۲

[عـه۲] یہاں سے سوال مذکور کا یہ مختصر جواب ہے ۱۲

رواہ الشیخان عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اُس کی مقدار جو اُن کے لیے چھوڑنا مناسب ہے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چار ہزار درہم مروی ہے یعنی ہر ایک کو اتنا حصہ پہونچے اور امام ابوبکر فضل سے دس ہزار درہم اور اگر اُن کے حصے مختلف ہیں تو لحاظ اُس کا کیا جائے گا جس کا حصہ سب سے کم ہے اور اس سے زیادہ بھرپوس ہے درمختار میں ہے ندبت ای الوصیۃ باقل منہ ای من الثلث عند غنی ورثتہ او استغناءھم بحصتھم کما ندبت ترکھا بلا غنی واستغناء ردالمحتار میں ہے استغناءھم بحصتھم بان یرث کل منھم اربعۃ آلاف درھم علی ما روی عن الامام او عشرۃ آلاف علی ما عن الفضلی قھستانی عن الظھیریۃ واقتصر الاتقانی علی الاول چار ہزار درہم کے انگریزی روپے سے گیارہ سو بتیس ۱۱۳۲ ہوئے اور دس ہزار کے دو ہزار آٹھ سو ۲۸۰۰ ہاں اگر عیال خود غنی ہوں تو پس انداز نہ کرنا ہی افضل یوہیں اگر فاسق ہوں کہ مال معصیت میں خرچ کریں گے تو اُن کے لیے کچھ نہ چھوڑنا ہی بہتر فتاوی خلاصہ ولسان العوام وفتاوی علمگیریہ میں ہے لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۴: از سیلیوڑ ضلع بیلی بھیت مرسلہ محمد حسین احمد صاحب اسٹیشن ماسٹر ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

مخزن علوم حقانی وربانی ادام اللہ فیوضھم۔ تسلیم بعد تعظیم میری اہلیہ عرصے سے ہر سال حضرت غوث الاعظم کے گیارھویں میں سوامن بریانی پکوا کر نیاز دلاتی ہے اور مساکین کو تقسیم کی جاتی ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ رقم امسال شہدا و یتامی عساکر عثمانیہ کی امداد کے لیے بھیجی جائے اور گیارھویں شریف معمولاً قدرے شیرینی یا طعام پر دلادی جائے۔ زیادہ نیاز

الجواب

اگر دونوں باتیں نہ ہوں تو یہی بہتر ہے کہ قدرے نیاز دے کر وہ تمام قیمت امداد مجاہدین میں بھیج دی جائے اور اُس کا ثواب بھی نذر روح اقدس حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا جائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵: از بلہرا بازار ضلع بلیا مرسلہ شیخ واجد علی محمد سلطان سوداگر چرم ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شخص مالدار ہے اور سالانہ زکوۃ میں ہزاروں روپیہ نکال کر مستحقین میں تقسیم کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم زکوۃ سے زید حقیت زمینداری خرید کر اُس کے خالص منافع کو مستقل طور پر مستحقین اور طالبعلم دینیات کو دے سکتا ہے کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے چونکہ زید اپنے کاروبار تجارت کو بمقابلہ حقیت زمینداری کے مستحکم نہیں خیال کرتا وہ چاہتا ہے کہ اس صورت میں ہمیشہ وہ زکوۃ سے مستحقین ہی کا نفاذ رکھے۔

الجواب

زکوۃ تملیک فقیر ہے نہ جائداد خریدنے سے ادا ہو سکتی ہے نہ جائداد فقرا پر وقف کر دینے سے ہاں اگر وہ روپیہ کسی فقیر مصرف زکوۃ کو باجازت شرعی لے کر بہ نیت زکوۃ مالک کردے تو اُس فقیر کی اجازت سے اُس کی جائداد خرید کر وقف فقرا کرے

تو یہ صورت بہت مستحسن ہے اور اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً دس ہزار روپیہ زکوۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ ان کی جائداد خرید کر وقف فقرا کرے تو کسی فقیر مصرف زکوۃ کے ہاتھ مثلاً سو پچاس روپیہ کا مال دس ہزار روپیہ کو بیچے اور وہ قبول کرلے تو دس ہزار روپیہ اُس کو بہ نیت زکوۃ دے اور اُس قیمت کے مطالبہ میں واپس لے کر اُن کی جائداد خرید کر وقف فقرا کردے یوں وقف بھی ہوجائے گا اور زکوۃ بھی ادا ہوجائے گی اور اُس فقیر کو بھی سو پچاس روپیہ کا مال مل جائے گا اور وہ بعد ادائے زکوۃ دس ہزار روپیہ واپس دینا نہ چاہے یہ جبراً لے سکتا ہے کہ اس کا اتنا اُس پر آتا ہے درمختار میں ہے ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذها لکونه ظفر بجنس حقه واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب زید فیضہم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کتاب کنوز الحقائق میں یہ حدیث شریف ہے تصدقوا علی اهل الادیان کلها اور دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے ائمہ کرام کفار حربی سے سلوک کو کیوں منع فرماتے ہیں اُن کے کیا دلائل ہیں اور احادیث کے کیا جواب۔ کتاب السنیۃ الانیقہ میں ہے لاتکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیه فلم یقع قربة

الجواب

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی سید آصف صاحب دامت فضائلہم۔

تصدقوا علی اهل الادیان کلها میں امر تصدق ہے اور تصدق قربت، جہاں قربت نہ ہو صدق تصدق محال ہے اور بتصریح ائمہ اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعاً حاصل حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وہ کسی دین کے ہوں ان پر تصدق کرو یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہل ذمہ کو شامل نصرانی ہوں خواہ یہودی خواہ مجوسی خواہ وثنی کسی دین کے ہوں اگر وہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہوسکتا تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلها میں نہیں آسکا کہ وہ محل صدقہ ہی نہیں اور کلام تصدق میں ہے یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو زغہ کو ایک ضرب مارے سو نیکیاں پائے دوسری حدیث میں ہے جس نے سانپ کو قتل کیا اُس نے گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا رواہ الامام احمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تیسری صحیح حدیث میں ہے اقتلوا الحیات کلهن فمن خاف ثأرهن فلیس منا سب سانپوں کو قتل کردو جو اُن کے بدلہ لینے سے ڈرے ہمارے گروہ سے نہیں رواہ ابوداؤد والنسائی والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ وعن عثمٰن بن ابی العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم ایک حدیث میں ہے من قتل حیة او عقربا فکانما قتل کافرا جس نے سانپ یا بچھو مارا گویا ایک کافر مارا رواہ الخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے فاقتلوهم حیث ثقفتموهم اور فرمایا اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا اور فرمایا واغلظ علیهم اور فرمایا ولیجدوا فیکم غلظة

تو وہ اصلاً محل احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا اُن سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور ان سے منع اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا تھا ورنہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی قال اللہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون معالم شریف وغیرہ میں ہے ثم ذکر الذین نھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ خازن میں ہے ثم ذکر الذین نھی عن صلتھم وبرھم فقال انما ینھٰکم اللہ تو معلوم ہوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی اسی سورۂ کریمہ کے آخر میں ہے یایھا الذین اٰمنوا لاتتولوا قوما غضب اللہ علیھم لاجرم کبیر میں ہے قال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال تو اب کسی کافر حربی سے برّ و صلہ جائز نہ رہا اگرچہ اُس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الصوم

مسئلہ ۱۲۶

کسی نے حرام کھانا کھاکر روزہ رکھا اور حرام چیز سے افطار کیا فرض صوم اُس پر سے ساقط ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں فرض ساقط ہوگیا فان الصوم انما ھو الامساک عن المفطرات الثلثۃ من الفجر الی اللیل سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہ اُس کی شرائط سے پھر اگر یہ مال حرام سے واقع ہوئی تو اس کا گناہ جدا رہا مگر سقوط فرض میں شبہہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ روزۂ فرض بر حافظ قرآن بوجہے کہ تراویح می گذارد معاف ست یانہ۔ بینوا توجروا ایھا العلماء

الجواب

ختم قرآن در تراویح سنتے بیش نیست و فرقے کہ از سنت تا فرض ست خود ہویدا است چہ بلا سفاہتے باشد این را بہر آں گذاشتن و کار دین را از گونہ داشتن بلکہ ایں بہانہ در دروغ خود بفہم در نمی آید زیرا کہ قرأت قرآن مانع روزہ نیست ہزاراں ہزار حافظان قرآن در اقطار عالم و اکناف زمین از پیران و بچگان و کم طاقتان ہم بروز روزہ می دارند و ہم بہ شب قرآن می خوانند و بدیں معنی ہیچ مضرتے

بچشم ایشاں نمی رسد وچہ گونہ رسد کہ ہم روزہ صحت ست وہم قرآن شفا اما اعتقادے صحیح باید تا ازیں دادہائے الٰہی نفع رونماید قال اللہ تعالٰی وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولایزید الظلمین الاخسارا۱؎ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط من طریق زھیر بن محمد عن سھیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی المقاصد الحسنۃ ورواتہ ثقات کما فی ترغیب المنذری واخرجہ الامام احمد ایضا کما قال السخاوی وروی قولہ صوموا تصحوا عن ام المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخرجہ ابن السنی وابو نعیم فی الطب النبوی کما فی الجامع الصغیر للسیوطی لکن اسنادہ ضعیف کما قال المناوی قلت ولایضر لثبوتہ برجال ثقات مع ان الضعیف معمول بہ فی الفضائل اجماعا کما افادہ النووی وغیرہ ہیچ باور نمی آید کہ ایں کس را قرآن خواندن از روزہ باز می دارد ایں نباشد مگر عذر باطل ودوں ہمتی ونفس پروری والعیاذ باللہ اگر بالفرض ہمچناں ست کہ قرآن خواندن اورا بہ حدے ناتواں می کند کہ طاقت روزہ طاق می گردد تا دریں صورت ایں قرآن خواندن درحق وے نہ سنت و باعث ثواب باشد بلکہ حرام وموجب عذاب دردناک کسیکہ تلاوت قرآن دراز کرد تا آنکہ وقت نماز از دست رفت ایں چنیں قرآن خواندن درآں قول نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم داخل ست کہ فرمود رب تال للقرآن والقرآن یلعنہ ای بسا قرآن خواناں کہ قرآن ایشاں را لعنت می کند علماء مطلق فرمودہ اند ہر عملے کہ ضعیف کند واز روزہ باز دارد روانیست فی الدر المختار لایجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف واگر مردے را حالتے باشد کہ چوں روزہ دارد قیام در نماز نتواند اورا روا نیست کہ روزہ رمضان ترک دہد بلکہ روزہ دارد و نماز نشستہ گزارد فی الدر المختار عن البزازیۃ لو صام عجز عن القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین سبحان اللہ نزد علماء قیام نماز کہ خود فرض است بغرض مراعات روزہ ساقط گردد اینجا روزہ رمضان بہر ادائے سنتے حاشا بلکہ بہر تفاخرے بحصول امامتے بلکہ بہر فعلے ناجائزے گناہے حرامے عفو می شود ان ھذا الا جھل صریح او عناد قبیح ایں عزیز را گویند کہ حق سبحانہ وتعالٰی صوم رمضان برتو وہمگناں فرض عین فرمودہ است وقرآن در تراویح ختم کردن نہ فرض ست ونہ سنت عین اگر بسبب تکثیر تلاوت ہنگام دور کہ اکثر حافظاں را ازاں ناگزیر ست ضعفے بتو راہ می یابد ایں خود را بر گردن تو نہ نہادہ اند بحافظے دیگر اقتدا کن وتراویح گزار و روزہ دار ہم فرض بیاب وہم بہ سنت شتاب واگر ایں قدر تیز نمی توانی تمام قرآن در تراویح مخواں ومشنو ہمیں بست رکعت بہ ہیچکہ قادر باشی بجا آر وروزہ از دست دادہ مستحق نار جحیم وعذاب الیم مباش اے برادر روزہ فرض عین ست وفرض عین بر فرض کفایہ مقدم وختم قرآن در تراویح سنت کفایہ است وسنت کفایہ از سنت عین موخر ایں چہ ستم بے خردی باشد کہ سنت کفایہ بر فرض عین مقدم دارند من العلماء من وسع فی ترک الختم لکسل القوم قائلا ان من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل کما فی الدر المختار عن الزاھدی عن الوبری والکرمانی وفیہ عن الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لایثقل علیھم قال اقرہ المصنف یعنی الغزی وغیرہ وعن المجتبٰی عن الامام لو قرأ ثلث آیات قصار او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیئ قال الزاھدی فما

ظننك بالتراويح قلت فانظر الی جهل هذا الذی يترك صوم رمضان لشیئ يرخص فی تركه لمثل هذا روزے امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سلیمان بن ابی حثمہ را در جماعت صبح نہ دید مادرش را پرسید عرض داد او ہمہ شب نماز گزاردہ است صبحدم خوابش برد و حضور جماعت نتوانست امیر المؤمنین فرمود مرا در جماعت صبح حاضر شدن محبوب تر ست از شب زندہ داشتن مالك فی المؤطا عن ابن شهاب عن ابی بكر بن سليمان بن ابی حثمة ان عمر بن الخطاب فقد سليمان بن ابی حثمة فی صلاة الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسكن سليمن بين السوق والمسجد فمر علی الشفاء ام سليمان فقال لها لم ار سليمان فی صلاة الصبح فقالت انه بات يصلی فغلبته عيناه فقال عمر لان اشهد صلاة الصبح فی الجماعة احب الی ان اقوم ليلة اهـ ورواه ابو بكر بن ابی شيبة عن عبد الرحمٰن عن عمر ولفظه لان اصليهما فی جماعة احب الی من احيی ما بينهما يعنی الصبح والعشاء حضور پرنور سیدنا غوث الثقلین پیر دستگیر محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ در کتاب مستطاب فتوح الغیب شریف مقالۂ در ترتیب عبادات فرمودہ آنجا بر ہیچو جاہلے کہ در حفظ سنت ونفل فرائض را از دست می دہد اقامت قیامت کبرٰی نمود فقیر غفر اللہ تعالٰی برخے ازاں سخن کریم مع ترجمۂ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نقل کنم باشد کہ جاہلاں را از خواب غفلت بیدار سازد وبالله الهادی می فرماید رضی اللہ تعالٰی عنہ ينبغی للمؤمن ان يشتغل اولا بالفرائض می باید وسزد مرمسلماناں را کہ کار بندد نخست بہ چیزہائے کہ فرض وواجب گردانیدہ است حق تعالٰی از عبادت کہ بترک آنہا آثم ومعاقب می گردد فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن چوں بپردازد از فرائض مشغول گردد بسنتہائے راتبہ کہ معین وموکد شدہ است ہمراہ فرائض وترک آں سبب ساءت وعتاب ست ثم يشتغل بالنوافل والفضائل پس تر مشغول گردد بعبادت ہائے نافلہ کہ زیادت ست بر آں وفضیلت دارد وفعل آنہا ثواب ست وبترک آں اثمی واساءتے نے فما لم يفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق ورعونة پس مادام کہ نہ پردازد از فرائض وتمام نہ کند آنہا را پس مشغول شدن بسنتہا نشان جہل وبے خردی وسبک عقلی ست چہ ترک انچہ لازم وضروری ست واہتمام بہ انچہ نہ ضروری ست از قاعدۂ عقل وخرد دور ست چہ دفع ضرر اہم ست بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی ست وبایں قیاس کردن نوافل با ترک فرائض نیز نامقبول وباطل ست چنانکہ می فرمایند فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض پس اگر مشغول گردد بسنتہا ونفلہا پیش از اتیان فرائض لم تقبل منه واهين در پذیرفتہ نہ شود از وبلکہ خوار کردہ شود وگفتہ اند کہ اتیان نوافل با ترک فرائض بداں ماند کہ یکے ہدیہ برد نزد کسے کہ وام وے دارد ووام ندہد ایں ہرگز قبول نیفتد ونیز گفتہ اند کہ ہر کہ نوافل نزد وے اہم از فرائض باشد وے مخدوع وممکور ست ونیز گفتہ اند ہلاک مردم دو چیز ست اشتغال نافلہ بتضییع فرائض وعمل جوارح بے مواطاۃ قلب فمثله كمثل رجل يدعوه الملك الی خدمته پس حال وقصۂ غریب آں کسے کہ ترک می کند فرائض را باتیان سنن ونوافل ہمچو حال مردے ست کہ می خواند اورا بادشاہ بخدمت خود کنایت ست از اتیان فرائض کہ پروردگار تعالٰی کہ حاکم وبادشاہ علی الاطلاق

ست بداں خواندہ وامر کردہ ست فلا یاتی الیہ پس نمی آید آں مرد بسوئے بادشاہ و یقف بحذمۃ الامیر الذی هو غلام الملک وخادمہ و می ایستد در چاکری یکے از امرائے بادشاہ کہ غلام بادشاہ و چاکر اوست وتحت یدہ وولایتہ و زیر دست قدرت و تصرف اوست ایں مثال ایشاں سنن و نوافل ست کہ بر طریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ بندہ وامیر و وزیر خاص درگاہ اوست و باستحسان واستحباب علماء کہ بندگان و غلامان اویند عمل کردن ست اگرچہ ہمہ بحکم حضرت پروردگار تعالٰی و تشریع اوست ولیکن فرائض را بہ جہت الزام وایجاب نسبت بجناب ایزدی کنند و سنن و نوافل را کہ نہ دراں مرتبہ اند بخدمت رسول واصحاب اتباع او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین عن علی بن ابی طالب روایت است از امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال قال رسول اللہ گفت گفت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان مثل مصلی النوافل بدرستیکہ قصہ وحال گذارند نفلہا وعلیہ فریضۃ وحال آنکہ بر ذمہ او فرضی ست کہ نہ گزاردہ است آں را کمثل حبلی حملت ہمچو قصہ وحال زنے بار داست کہ تمام شدہ است مدت حمل او فلما دنی نفاسہا اسقطت پس ہرگاہ نزدیک شد وقت زائیدن وے افگند بچہ۔ انا تمام از شکم و وجہ تشبیہ رنج دیدن و مشقت کشیدن ست بے فائدہ زیرا کہ چوں قبول نیفتاد آں نوافل بجہت عدم ادائے فرائض حاصل شد مر آں مصلے را رنج و مشقت بے فائدہ چنانکہ حاصل شد آں زن حاملہ را کہ مدت مدید گزشت و مشقت کشید و فائدہ کہ حصول ولدست برآں مرتب نہ گشت فلا ھی ذات حمل پس آں زن نہ خداوند حمل ست باعتبار انتفائے مقصود کہ ولدست ولا ھی ذات ولاد نہ خداوند ولادست بجہت اسقاط حمل وکذلک المصلی لا یقبل اللہ لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ وہمچنیں مصلی مذکور در نمی پذیرد خدائے تعالٰی مر او را نماز نفل را تا آنکہ بجا آرد فرض را پس نہ فرض باشد او را و نہ نفل ومثال دیگر مصلی نفل را بے ادائے فرائض مثل تاجر ست کہ سود می خواہد بے سرمایہ چنانچہ می فرمایند ومثل المصلی کمثل التاجر وحال مصلی مذکور حال سوداگر ست کہ لایخلص لہ ربحہ حاصل نمی شود مر او را سود در سودا حتی یاخذ راس مالہ تا آنکہ بگیرد سرمایہ خود را فکذلک المصلی بالنوافل لا یقبل لہ نافلۃ حتی یؤدی الفریضۃ ہمچنیں حال مشغول شوندہ بہ نوافل پذیرفتہ نمی شود مر او را النفل کہ بمنزلہ سود اوست تا آنکہ ادا کند فرض را کہ بمثابہ سرمایہ است اھ مع اختصار ما فی کلمات الشارح **بالجملہ** ایں کسے باجماع علماء فاسق و فاجر و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب الیم وخزی عظیم است۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قومے را دید کہ ایشاں را سرنگوں آویختہ اند و کنجہائے دہان ایشاں دریدہ کہ از آنہا خون میریزد فرمود ایناں چہ باشند فرشتہ عرض داشت کسانیکہ قبل از وقت افطار رمضان می کنند اخرجہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اتانی رجلان فاخذا بضبعی فاتیا بی جبلا وعرا وساق الحدیث الی ان قال ثم انطلقا بی فاذا انا بقوم معلقین بعراقیبہم مشققۃ اشداقہم تسیل اشداقہم دما قال قلت من ھؤلاء قال الذین یفطرون رمضان قبل تحلۃ صومہم چوں پیش از وقت افطار را ایں عذاب ست

اصلاً روزہ نہ داشتن را خود قیاس کن کہ چنداں باشد والعیاذ باللہ۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماید رسن ہائے اسلام و
بنیاد ہائے دین سہ چیز ست کہ برایشاں بنائے اسلام نہادہ اند ہرکہ از آنہا یکے را ترک دہد کافر ست بداں خون او حلال
یکے شہادت کلمۂ توحید دوم نماز فرض سوم روزۂ رمضان و در روایتے فرماید ہرکہ از انہا یکے بگذارد پس آں کافر ست
بخدا و نہ پذیرند از وے ہیچ فرض و نہ نفل و بدرستی کہ روا باشد خون و مال او۔ ابو یعلی باسناد قال المنذری حسن عن ابن
عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حماد بن زید ولا اعلمہ الا قد رفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و
سلم قال عری الاسلام وقواعد الدین ثلثۃ علیہن اسس الاسلام من ترک واحدۃ منہن فہو
بہا کافر حلال الدم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ والصلوۃ المکتوبۃ وصوم رمضان وفی روایۃ من
ترک منہن واحدۃ فہو باللہ کافر ولا یقبل منہ صرف ولا عدل وقد حل دمہ ومالہ وروی ہذہ
سعید بن زید عن عمرو بن مالک البکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و
سلم ولم یشک فی رفعہ دہم منقول باشد از اں حضرت علیہ علیہ الصلاۃ والتحیۃ کہ فرمود حق تعالٰی در دین اسلام چار
چیز را فرض کردہ است ہرکہ از انہا سہ بجا آرد و از اں ہیچ بکارش نیاید تا ہر ہمہ چار را ادا سازد نماز و زکوۃ و روزۂ رمضان و حج
کعبہ۔ الامام احمد عن زیاد بن نعیم الحضرمی مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اربع فرضہن
اللہ فی الاسلام فمن اتی بثلث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بہن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ وصوم رمضان
وحج البیت و نیز مروی شد از اں سرور علیہ افضل الصلوۃ والسلام کہ فرمود ہرکہ یک روز از رمضان بے رخصت شرع و بے
مرض روزہ ندارد اگر ہمہ عمر خود رش روزہ خواہد داشت عوض آں یک روزہ نخواہد شد فقد اخرج الترمذی واللفظ
لہ وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ والبیہقی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والبخاری تعلیقا عن ابی ہریرۃ رضی
اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ
ولا مرض لم یقضہ صوم الدہر کلہ وان صامہ۔ مسلماناں را باید کہ پس ایں کس تراویح نگذارند بدو وجہ اولاً او [illegible]
ست و نماز پس فاسق مکروہ کما صرحت بہ المتون والشروح والفتاوی قاطبۃ ثانیاً غالب آنست کہ ایں کس از نماز
پست ہمت و بد شوق در امور دینیہ ست و خواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرض تحصیل امامت و تقدم و تفاخر بر وجہ ریا و سمعہ
اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن ندہند و چوں کسے اقتدا نکند لاجرم ایں فعل حرام را گذارد والی اللہ
تعالٰی رجوع بروزہ آرد قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایں قرآن خوانی از اں کس گناہ عظیم ست و مقتدیاں
با اقتدائے خود اعانت بر گناہ میکنند پس خود آثم باشند ہر چند آں قدرے دراز شد اما بحمد اللہ خالی از نفع نیست یکے از جہت
تحقیق مسئلہ دوم از روئے ذکر شریف و نقل کلام لطیف حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فان عند ذکر الصالحین
تتنزل الرحمۃ لاسیما ہذا السید راس الاولیاء و تاج الاقطاب و سید الصلحاء رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم

اجمعین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۲۸۱: از میرٹھ کنبوہ دروازہ مکان داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ لڑکا کہ نوافل میں قرآن شریف پڑھتا ہے اگر بوجہ کثرت ضعف و محنت دورروزہ افطار کرے تو جائز ہے یانہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نابالغ پر تو قلم شرع جاری ہی نہیں وہ اگر بے عذر بھی افطار کرے اُسے گنہگار نہ کہیں گے لقولہ[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثۃ الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن الصبی حتی یحتلم مگر بیان کرنا اس کا ہے کہ بچہ جیسے آٹھویں سال میں قدم رکھے اُس کے ولی پر لازم ہے کہ اُسے نماز روزے کا حکم دے اور جب اُسے گیارھواں سال شروع ہو تو ولی پر واجب ہے کہ صوم وصلاۃ پر مارے بشرطیکہ روزے کی طاقت ہو اور روزہ ضرر نہ کرے حدیث صحیح میں ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مروا اولادکم بالصلٰوۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین تنویر الابصار میں ہے وجب ضرب ابن عشر علیھا ردالمحتار میں ہے ظاھر الحدیث ان الامر لابن سبع واجب کالضرب والظاھر ایضا ان الوجوب بالمعنی المصطلح علیہ لابمعنی الافتراض لان الحدیث ظنی فافھم درمختار میں ہے والصوم کالصلاۃ علی الصحیح عالمگیری قال الرازی یؤمر الصبی اذا اطاقہ اُسی میں ہے ھذا اذا لم یضرہ الصوم ببدنہ فان اضرلا یؤمر بہ اور پر ظاہر کہ یہ احکام حدیث وفقہ میں مطلق وعام تو ولی نابالغ ہفت سالہ یا اُس سے بڑے کو اُسی وقت ترک صوم کی اجازت دے سکتا ہے جبکہ فی نفسہٖ روزہ اُسے ضرر پہنچائے ورنہ بلاعذر شرعی اگر روزہ چھڑائے گا یا چھوڑنے پر سکوت کرے گا گنہگار ہوگا کہ اس پر امر یا ضرب شرعاً لازم اور تارک واجب بزہ کار، واٰثم اور دور کلام کی محنت عذر وافطار نہیں اولاً اکثر ہوتا ہے کہ بچے بہت بھوان قوی تندرست لوگ ایسے امور میں کم ہمتی کو بے قدرتی سمجھ لیتے حالانکہ کمرہمت چست باندھیں تو کھل جائے کہ عجز سمجھنا صرف وسوسہ تھا اور واقع میں عجز ہو بھی یعنی روزہ رکھ کر کلام اللہ شریف پر محنت شاقہ نہیں ہوسکتی تو مراد یہ ہے کہ روزہ رکھوائیں اور قرآن مجید کا جتنا شغل بے کلفت ہوسکے لیں اور جس قدر کی طاقت نہ دیکھیں بعد رمضان دور آئندہ پر ملتوی رکھیں کہ شرعاً صیام کے لیے ایام معین ہیں جن کے فوت سے ادا فوت ہوگی اور دور کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہمیشہ وہر وقت کرسکتے ہیں فرض کیجیے اگر

---

[1] رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن امیری المومنین عمر وعلی و کالنسائی وابن ماجۃ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

مرد نوجوان تندرست مقیم کی یہی حالت ہوتی ہے کہ روزے کے ساتھ محنت دو ورنہ کرسکتا تو کیا شرع اُسے اجازت دیتی کہ دو دُو کے لیے رُوزہ ترک کرے حاشا و کلا بلکہ لازم فرماتی کہ رُوزہ رکھ اور دور دوردیگر پر موقوف رکھ تو معلوم ہوا کہ اسی میں خیر ہے اور اس کے عکس میں شر اور ولی کو چاہئے بچّے کو ہر خیر کا حکم دے اور ہر شر سے باز رکھے محشیان دُر سادات اعلٰی وطحطاوی و شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مرادہ من ھذین الدلیلین بیان ان الصبی ینبغی ان یومر بجمیع المامورات وینھی عن جمیع المنھیات علامہ طحطاوی نے فرمایا فلا خصوصیۃ للصلاۃ والصوم والخمر کما یشعر الیہ التعلیل اھ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی انہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: از کپ معرفت حکیم سید نورالحسن صاحب دہلوی ۴ شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے جو کہ بوجہ اختلاف ہونے رویت ہلال کے ۳۰ تاریخ رمضان المبارک کو روزہ افطار کیا گیا اور بعد معلوم ہو جانے خبر تکذیب رویت کے روزہ قائم نہیں کیا گیا اور اکل و شرب برابر رکھا اب اس رُوزے کے واسطے کفارہ لازم ہے یا قضا و نیز جن صاحبوں نے بعد خبر پانے تکذیب رویت کے پھر اپنے صوم کو کلی غرارہ سے دہن کو پاک کرکے قائم کرلیا ہے اُن کو کیا امر لازم ہے آیا کفارہ یا قضا۔

الجواب

جنھوں نے اکل و شرب قائم رکھا حالانکہ کذب پر مطلع ہو چکے تھے وہ گنہگار ہوئے لیکن کفارہ اُن پر بھی نہیں جنھوں نے فوراً کلی غرارہ کرلیا وہ ثواب پائیں گے اور ایک روزہ اُس کے عوض کا وہ بھی رکھیں　واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۰: از گلگت چھاؤنی جونال مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے خاص کرکے لڑائی کے موقع پر جانا ہے بینوا توجروا

الجواب

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کرکے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بری سے جاتا ہو وہ جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرلے مسافر ہے ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُن دن کا رُوزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اُس کی قضا رکھ لینا جائز ہے پھر اگر رُوزہ اُسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے فی الدر المختار للمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ الفطر ویندب الصوم ان لم یضرہ فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ ویجب علی مقیم اتمام صوم یوم من رمضان سافر فی ذلک الیوم اھ ملتقطاً یوہیں غازی کا اگر یقینا جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور رُوزہ رکھوں گا تو ضعف کا

اندیشہ ہے تو وہ بھی ناغہ کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو فی ردالمحتار عن النہر عن الخلاصۃ الغازی اذا کان یعلم یقیناً انہ یقاتل العدو فی رمضان ویخاف الضعف ان لم یفطر افطر مگر یہ اجازت بلاسفر صرف اُسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانت دین اسلام میں لڑتا ہو باقی ملکی لڑائیاں یا معاذاللہ کفر کی حمایت یا کافر کی طرف ہوکر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا یہ سب گناہ ہیں گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں فی مستامن فتح القدیر فرع نفیس فی المبسوط لو اغار قوم من اھل الحرب علی اھل الدار التی فیھم المسلم المستامن لایحل لہ قتال ھؤلاء الکفار الا ان خاف علی نفسہ لان القتال لما کان تعریضا لنفسہ علی الھلاک لایحل الا لذلک او لاعلاء کلمۃ اللہ تعالٰی وھو اذالم یخف علی نفسہ لیس قتالہ لھؤلاء الا اعلاء للکفر اور جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سفر ہو کما قدمنا عن الدر المختار والخلاف فیہ معروف بیننا وبین الشافعی رضی اللہ تعالٰی عن الجمیع واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: عرفان علی صاحب رضوی بیسل پوری ملازم کچہری کلکٹری پیلی بھیت ۱ شعبان ۱۳۳۲ھ

ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما میں ہوتا ہے کبھی موسم سرما میں کبھی موسم بہار میں کبھی برسات میں فرض کیجیے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان گرمیوں میں ہو تو دوسرے سال بھی گرمیوں میں ہونا چاہیے کیونکہ وہی موسم دوبارہ سال بھر بعد آتا ہے شمسی مہینے کے حساب سے کبھی رمضان موسم گرما میں ہوتا ہے اور کبھی موسم سرما میں اس کی وجہ کیا ہے چونکہ حضور علم ہیأت میں یدطولٰی رکھتے ہیں پس سوائے حضور کے کسی اور سے اس کا حل ہونا غیر ممکن بینوا توجروا

الجواب

موسموں کی تبدیل خالق عزوجل نے گردش آفتاب پر رکھی ہے مثلاً تحویل برج حمل سے ختم جوزا تک فصل ربیع ہے پھر تحویل سرطان سے ختم سنبلہ تک گرمی پھر تحویل میزان سے ختم قوس تک خریف پھر تحویل جدی سے ختم حوت تک جاڑا یہ آفتاب کا ایک دورہ ہے کہ تقریباً ۳۶۵ دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہوا پورا ہوتا ہے اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور ۳۰ یا ۲۹ دن میں ختم ہوتے ہیں یہ بارہ مہینے یعنی قمری سال ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہے سمجھنے کے لیے کسرات چھوڑ کر شمسی سال ۳۶۵ قمری ۳۵۵ میں رکھیے کہ دس دن کا فرق ہوا اب فرض کیجیے کہ کسی سال یکم رمضان شریف یکم جنوری کو ہوئی تو آئندہ سال ۲۲ دسمبر کو یکم رمضان ہوگی کہ قمری ۱۲ مہینے ۳۵۵ پر ختم ہوجائیں گے اور شمسی سال پورا ہونے کو ابھی دس دن اور درکار ہیں تیسرے سال یکم رمضان ۱۲ دسمبر کو ہوگی چوتھے سال یکم دسمبر کو ہوگی تین برس میں ایک مہینہ بدل گیا پہلے یکم جنوری کو تھی اب یکم دسمبر کو ہوئی یوہیں ہر تین برس میں ایک مہینہ بدلے گا اور رمضان مبارک ہر شمسی مہینہ میں دورہ فرمائے گا بعینہٖ یہی حالت ہندی مہینوں کی ہوتی اگر وہ لوند نہ لیتے انھوں نے سال رکھا شمسی اور مہینے لیے قمری تو ہر برس دس دن گھٹ گھٹ کر تین سال بعد ایک مہینہ گھٹ گیا لہٰذا ہر تیسرے سال

وہ ایک مہینہ مکرر کرلیتے ہیں تاکہ شمسی سال سے مطابقت رہے ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا اور پوس گرمیوں میں بلکہ نصارٰی جنھوں نے سال وماہ سب شمسی لیے اگر یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری ۲۹ کا نہ کرتے تو اُن کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں یوں کہ سال ۳۶۵ دن کا لیا اور آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد پورا ہوگا کہ جس کی مقدار تقریباً چھ گھنٹے۔ تو پہلے سال شمسی سال دورہ یافتہ سے ۶ گھنٹے پہلے ختم ہوا دوسری سال بارہ گھنٹے پہلے تیسری سال ۱۸ گھنٹے پہلے چوتھی سال تقریباً ۲۴ گھنٹے اور ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے لہذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورہ آفتاب سے مطابقت رہے لیکن دورہ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے تو چوتھے سال پورے ۲۴ گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً ۲۳ گھنٹے کا اور بڑھا لیا ایک ایک کہ ۲۴ گھنٹے ہے تو یوں ہر سال میں شمسی سال دورہ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا سو برس بعد تقریباً ایک دن لہذا صدی پر ایک دن گھٹا کر پھر فروری ۲۸ دن کا کرلیا اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲: از رائے پور سی پی محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشن محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

شعبان کی ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو علاوہ قاضی ومفتی کے عوام کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جائز ہے تو کس نیت سے۔

الجواب

اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع پر ابر وغبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحوہ کبرٰی یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں پئیں نہ روزے کی نیت کریں بلانیت روزہ مثل روزہ رہیں اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہوجائے تو سب روزے کی نیت کرلیں روزہ رمضان ہوجائے گا اور اگر یہ وقت گزر جائے کہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں پئیں ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو اور اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نفلی روزے کی نیت کرسکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہوگیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نفل تو گنہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۳:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سائل دریافت کرتا ہے کہ بروز پیر روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں کیونکہ اگر ابر رہا تو چاند کا ثبوت ہونا غیر ممکن ہے اور اگر مطلع صاف ہوا تو دیکھ کر چاند روزہ ہوگا اس غرض سے دریافت کیا گیا

گیا ہے بغیر چاند دیکھنے کے روزہ ناجائز ہوگا حضور تحریر فرمادیجئے تاکہ دیہات میں خبر کردی جائے جیسا کچھ تحریر ہوگا ویسا کیا جائے گا۔

الجواب

اگر چاند ہوجائے یا شرعی شہادت گزر جائے تو کل کا روزہ ہے ورنہ دوپہر تک کچھ کھائیں پئیں نہیں اس خیال سے کہ شاید چاند ثابت ہوجائے پھر اگر ثابت ہوجائے تو روزہ کی نیت کرلیں ورنہ کھانا کھالیں اور جب تک رویت یا ثبوت رویت نہ ہوجائے رمضان کی نیت سے کل کا روزہ رکھنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴ مرسلہ احمد شاہ خاں از موضع نگریا سادات

ان پانچ روزوں میں جو روزہ رکھنا منع ہے یعنی ایک خاص عید الفطر اور عید الضحیٰ کے تو اس کی کیا وجہ ہے بینوا توجروا

الجواب

یہ دن اللہ عزوجل کی طرف سے بندوں کی دعوت کے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵

ماہ رمضان المبارک و غیر رمضان المبارک میں قرآن خوانی یا اور کوئی ختم مثلاً تسبیح تہلیل کے کوئی شخص پڑھے یا پڑھائے تو دونوں میں ثواب برابر ہے یا کم و بیش ہے تو کیا وجہ ہے بینوا توجروا

الجواب

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر و اوفر ہے رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کی برابر ہے اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع و اکبر ہے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہر مبارک کی نسبت فرمایا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ الحدیث رواہ ابن خزیمۃ والبیہقی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶ از مونگیر ملک بہار مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب قادری مقیم مونگیر مسجد ٹوٹی ۵ شوال ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مونگیر میں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ کو باوجود صفائے مطلع چاند نظر نہ آیا مگر کلکتہ سے بذریعہ تار برقی خبر آئی کہ یہاں ۲۹ رمضان روز یکشنبہ چاند دیکھا گیا بعد اس کے یہاں کے ایک رئیس نے کلکتہ کے امام جامع مسجد سے بذریعہ تار برقی دریافت کیا امام صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ کلکتہ میں بتاریخ ۲۹ رمضان چاند دیکھا گیا اس پر اس رئیس نے مع اور چند آدمیوں کے روزے توڑ ڈالے مگر کسی ذی علم نے ان کی موافقت نہ کی ان اشخاص مفطرین کی نسبت درصورت صحت خبر مذکور کیا حکم ہے اور درصورت عدم صحت صرف اس روزے کی قضا ان اشخاص پر لازم ہوگی یا کفارہ اور تعزیر بھی کس قسم کی بینوا توجروا

الجواب

تار کی خبر شرعاً محض نامعتبر کما حققناہ فی فتوی مفصلۃ بما لامزید علیہ اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع ہوئی اور اشخاص مذکورین بیشک مرتکب گناہ ہوئے اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اُس دن واقعی عید ہی تھی کہ جب تک انھوں نے روزے توڑے اصلاً ثبوت شرعی نہ تھا اور انھوں نے بے اذن شرع افطار پر اقدام کیا اور یہ قطعاً گناہ ہے شرع مطہر نے صوم وافطار کو رویت پر معلق فرمایا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ والحدیث مشھور انھوں نے بے ثبوت رویت عید کرلی اور حکم احکم حاکم اعظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مخالفت کی ہم نے فتوای مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین وفساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں قال اللہ تعالی یاایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ۵ انھوں نے صرف اُسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی شرع مطہر نے حکم دیا تھا تمھیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو قال اللہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ انھوں نے اہل علم سے بے پوچھے کارروائی کی قرآن عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علما سے عرض کرو وہ حقیقت کار تک پہونچ جائیں گے قال اللہ تعالی واذا جاءھم امر من الامن اوالخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ۵ انھوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی فرقان حکیم نے حکم فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو قال اللہ تعالی یاایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم ۵ انھوں نے بے ثبوت شرعی عبارت کی رمضان شریف بالیقین ثابت تھا اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے بحکم فمن شھد منکم فلیصمہ ۵ روزے پر جمع فرمایا تھا واجب تھا کہ جب شرع اذن دیتی کہ اب وہ کام ختم ہوا اُس وقت روزہ چھوڑتے قال اللہ تعالی انما المومنون الذین یومنون باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ انھوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہوجانا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اُس امر جامع سے جدائی کی مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر ہو مگر اُس وقت تک اُن کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا انھوں نے قطعاً امر دین میں ناواقفانہ جسارت اور احکام شرع سے جاہلانہ مخالفت کی تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطادار ہوئے کما قال رسول اللہ تعالی علیہ وسلم من قال فی القران برأیہ فاصاب فقد اخطأ اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی عن جندب رضی اللہ تعالی عنہ آور یہیں سے ثابت کہ وہ بہر تقدیر اپنی بے باکی وجرأت واستقلال بالرائے ومخالفت اہل علم واختراع حکم کے باعث مستحق تعزیر ہوئے کہ یہ سب گناہ ہیں اور ہر گناہ جس میں حد نہیں اُس میں تعزیر ہے فی الاشباہ کل مرتکب معصیۃ لاحد فیھا فیھا التعزیر اور اس کی تعیین قسم حاکم شرع ایدہ اللہ تعالی کی رائے پر ہے ضرب، حبس، گوشمالی، سخت کلام، تیز نگاہ وغیرہا جس طریقہ سے مصلحت جانے زجر فرمائے

اور ضرب اختیار کرے تو انتالیس کوڑے سے زیادہ نہ ہو فی شرح التنویر التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الٰی رأی القاضی وعلیہ مشائخنا زیلعی لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اسی میں ہے اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا لو بالضرب اور جہاں والیِ شرع نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں یہ لوگ تعزیر سے محفوظی پر خوش نہ ہوں کہ یہ خوشی اُن کے گناہ کو ہزار چند کردے گی بلکہ اُس سے ڈریں جس کی حکومت ہر جگہ ہے اور ہر وقت ہر بات پر قادر ہے اور اسی کی طرف پھر کر جانا ہے فوراً صدق دل سے تائب ہوں اور جیسے یہ معصیت علانیہ کی توبہ بھی بالاعلان کریں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اخرجہ الامام احمد فی الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن آئندہ کے لیے عہد واثق ہو کہ کبھی امور دین میں بیباکی وجرأت نہ کریں گے اور بے ارشاد علما اپنی رائے سے قدم نہ دھریں گے ویتوب اللہ علی من تاب ویھدی الیہ من اناب۔ پھر اگر طرق مقبولہ شرع سے ثابت ہوجائے کہ وہ خبر سچی اور عید واقعی تھی تو اون پر اس روزے کی قضا نہیں کہ تحقیق ہوا وہ دن روزے کا نہ تھا ولا قضاء الا عن وجوب وافساد النفل بعد الشروع وان اوجب القضاء لکن ھذا فی غیر صوم الایام الخمسۃ کما فی التنویر وشرحہ للعلائی علی ان محلہ فی الشروع قصدا الا تری ان من شرع فی صلاۃ ظانا انہ لم یصلھا ثم تذکر فقطع لاقضاء علیہ نظیر اُس کی یہ ہے کہ ابھی غروب شمس محقق نہ ہوا اور کسی شخص نے جزافاً روزہ کھول لیا یہ امر اُسے روا نہ تھا کما فی السراج الوھاج والبحر الرائق وجیز الکردری لیکن اگر بعد کو ثابت ہو کہ فی الواقع اُس وقت آفتاب ڈوب چکا تھا تو روزے کی قضا نہیں کما نص علیہ الامام الزیلعی ثم الطحطاوی ثم الشامی کہ ظاہر ہوا کہ وقوع افطار اپنے محل میں تھا اور اگر منکشف ہو کہ خبر غلط تھی اور وہ دن رمضان کا تھا یا کچھ تحقیق نہ ہو تو بے شک اُس روزے کی قضا لازم ہے تقدیر اول پر تو وجہ واضح اور بر تقدیر ثانی رمضان کا آنا یقینی تھا اور اس کا جانا شرعاً ثابت نہ ہوا والیقین لایزول بالشک تو وہ دن عند الشرع رمضان ہی کا تھا کہ شرع نے عدم رویت میں تیس۳۰ دن پورے کا مہینہ رکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری ونحوہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نظیر اس کی یہ ہے کہ بے تحقیق غروب افطار کرلیا پھر ثابت ہوا کہ آفتاب باقی تھا یا کچھ نہ کھلا دونوں حالت میں قضا ہے کما صرح بہ الزیلعی ومن بعدہ بایں ہمہ مانحن فیہ میں کفارہ کسی تقدیر پر نہیں کہ آخر اُنھوں نے اپنے نزدیک عید ہی جان کر روزے توڑے اور وہ خبریں اگرچہ شرعاً نامقبول ہیں مگر ان عامیوں کے لیے مورث ظن بلکہ اُن کے گمان میں موجب یقین ہوچکی تھیں تو اُن کی طرف سے جنایت کاملہ نہ پائی گئی وانما تبتنی الکفارۃ علیھا نظیر اس کی وہ شخص ہے جس کے ایک دوست نے اُس سے بیان کیا میں نے عید کا چاند دیکھا اُس نے اُسے معتمد سمجھ کر روزہ توڑ ڈالا اگرچہ گناہ گار ہوا کہ ایک کی خبر ہلال عید میں محض نامعتبر اور اسی وجہ سے قضا بھی آئی مگر کفارہ نہیں علامہ حسن شرنبلالی نورالایضاح اور اُس کی شرح مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں ان افطر من راٰھا الھلال وحدہ فی شوال قضی ولا کفارۃ

علیہ ولا علی صدیق للرائی ان شھد عندہ بھلال الفطر وصدقہ فافطر لانہ یوم عید عندہ فیکون شبھۃ اسی طرح فتح القدیر وہندیہ وغیرہا میں ہے بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر گاؤں والوں نے تیسویں رمضان کو شہر سے نقارے کی آواز سنی اور وہ سمجھے کہ یہ نقارہ عید کا ہے روزے توڑ دیے حالانکہ وہ نقارہ کسی اور بات کا تھا کفارہ لازم نہیں فتاوی منیہ پھر شرح نقایہ پھر مجمع الانہر پھر ردالمحتار میں ہے لو افطر اھل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلثین ظانین انہ یوم العید وھو لغیرہ لم یکفروا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال

۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دربارۂ رویت ہلال تار کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور اگر کچھ لوگ یہ انتظام مقرر کریں کہ درباب رویت ہلال رمضان وشوال وذی الحجہ ومحرم کے پیشتر سے مراسلات مقام دیگر کو جہاں جہاں مناسب خیال کیا جائے اس مضمون سے بھیجے جائیں کہ اگر ان مقاموں میں ۲۹ کی رویت ہو تو خبر رویت کی بذریعہ تار کے پہنچ جائے اور بعد پہنچنے خبر شہادت کافی کے مشتہر کردیا جائے تو یہ طریقہ شرعاً مقبول یا محض باطل اور اس کی بنا پر اعلان ہو تو مسلمانوں کو اس پر عمل جائز یا حرام اور اعلان کرنے والوں کے حق میں کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

الحمد للہ الذی یشکرہ یصیر ھلال النعمۃ بدرا والصلوۃ والسلام علی اجل شموس الرسالۃ قدرا وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی واقمار التقی۔ ما اتی البرق بخبر الودق فصدق مرۃ وکذب اخری اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا باطل وبے اثر۔ مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو سب سے زیادہ مبتلائے آثام اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں اُن کی تفصیل کو دفتر درکار لہذا یہاں بقدر ضرورت وفہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اقتصار۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارۂ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی وشرعی ہونے کے لیے بہت قیود وشرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز گواہی وشہرت بکار آمد نہیں اور پُر ظاہر

کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر۔ پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و درمختار و حاشیہ
طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے واللفظ للدر یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب
اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی حواشی درمختار میں فرماتے
ہیں بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف
ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ جو یہاں تار کی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا
موجب ملزم ہونا ثابت کرے مگر حاشا نہ ثابت ہوگا جب تک ہلال مشرق اور بدر مغرب سے نہ چمکے پھر شرع مطہر پر بے اصل
زیادت اور منصب رفیع فتوی پر جرأت کس لیے والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالی اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت
کافیہ کی آئی محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر پھر جو
حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے تنبیہ دوم تار کی حالت خط سے
زیادہ ردی و سقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے طرز عبارت شناخت میں آتا ہے واقف کار دیگر قرائن سے
اعانت پاتا ہے۔ بایں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط
خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے
اشباہ میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر فتح القدیر میں ہے الخط
لا ینطق وھو متشابہ درمختار میں ہے لا یعمل بالخط فتاوی قاضیخاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ
او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط کافی شرح وافی میں ہے الخط یشبہ الخط
قد یزور و یفتعل مختصر ظہیریہ پھر شرح الاشباہ للعلامۃ البیری پھر رد المحتار میں ہے لا یقضی القاضی بذلک
عند المنازعۃ لان الخط مما یزور و یفتعل عینی شرح کنز میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یلزم حجۃ لانہ یحتمل
التزویر مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے الشھادۃ والقضاء لا یحل الا عن علم ولا علم ھھنا لان الخط یشبہ
الخط فتاوی عالمگیری میں ملتقط سے ہے الکتاب قد یفتعل و یزور الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم غمز العیون میں فتاوی
امام اجل ظہیر الدین مرغینانی سے ہے العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور و یفتعل ای من شانہ ذلک وکونہ من شانہ
ذلک یقتضی عدم العمل بہ و عدم الاعتماد علیہ وان لم یکن مزورا فی نفس الامر کما ھو ظاہر دیکھیے کس
قدر روشن و واضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو نہ اس کی بنا پر حکم و گواہی حلال
کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر مہر کے مانند بن سکتی ہے اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تزویر
ہونا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو۔ پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دستخط
کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیونکہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام

قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ ائمہ دین کی وہ احتیاط کہ مُہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ مُہر بنالینا اور خط میں خط ملادینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کرسکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوب صدق پر کون سی وحی نازل ہے کہ اُن کی بات خواہی نہ خواہی واجب القبول ہوگی اور اُس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلّت علم وقلت علماء پر انا للہ وانا الیہ راجعون تنبیہ سوم قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنھیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت واخبار محض سے کتنا جدا ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامۂ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک صالتہً نہ پہنچا بلکہ نقل درنقل ہوکر آیا صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اُس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جدا ہوگیا یہاں کے تار والے نے اُن کھٹکوں پر نظر کی۔ اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھیے مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جاکر تار دیں اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجا ما نیے وہ جدا واسطہ اس پر فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت اُدھر تار کا بابو اُردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت باانیہمہ فصل زائد ہوا اور تار وصل نہیں جب تو نقل درنقل کی گنتی ہی کیا ہے وائے بے انصافی اس طریقۂ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت وثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں حاش للہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا نام درکنار اصل شمار وسائط بتانا دشوار سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہنود وغیرہم کفار ان خدمات پر معیّن غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو تنبیہ چہارم علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے فصل مقدمات پر والی فرمایا ہو یہاں تک کہ حَکَم کا خط مقبول نہیں درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولایقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقط فتح میں ہے ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لایصح الا من القاضی غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے رہے قاضی ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اُس کی اجازت پر اجماع فرمالیا ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی اونھیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو اور ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل وفاحش خطا پر

حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچا کیونکر روا۔ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذات خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارۂ خط منعقد ہوا ہے پیام ایلچی وخود بیان قاضی اُس سے جدا ہے امام علامہ محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ الفرق بین رسول القاضی وکتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ فلان غایۃ رسولہ ان یکون کنفسہ وقدمنا انہ لو ذکر ما فی کتابہ لذلک القاضی بنفسہ لا یقبلہ وکان القیاس فی کتابہ کذلک الا انہ اُجیز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ سبحان اللہ پھر تار بے چارے کی کیا حقیقت کہ اُسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اُس کے سر منائے احکام دھریں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اور جب شرعاً قاضی کا تاریوں بے اعتبار تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار نا چیز تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔ تنبیہ تہجم قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اُسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضا سے یہاں آکر شہادت شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اُسی (قاضی) کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہیں اگرچہ ہم اُس قاضی کا خط بھی پہچانتے ہوں اور اُس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔ ہدایہ میں ہے لا یقبل الکتاب الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ وھذا لانہ ملزم فلا بد من الحجۃ فتاوی ہندیہ میں ملتقط سے ہے یجب ان یعلم ان کتاب القاضی الی القاضی صار حجۃ شرعا فی المعاملات بخلاف القیاس لان الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم ولکن جعلناہ حجۃ بالاجماع ولکن انما یقبلہ القاضی المکتوب الیہ عند وجود شرائطہ ومن جملۃ الشرائط البینۃ حتی ان القاضی المکتوب الیہ لا یقبل کتاب القاضی ما لم یثبت بالبینۃ انہ کتاب القاضی عقود الدریہ میں فتاوی علامہ قاری الہدایہ سے ہے اذا شھدوا انہ خطہ من غیر ان یشاھدوا کتابتہ فلا یحکم بذلک سبحان اللہ یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں اُن کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے نسأل اللہ توفیق الصواب وبہ نستعین فی کل باب اے عزیز اس زمانۂ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے خصوصاً ان مسائل میں جنھیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے جیسے تار برقی وغیرہ سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اُٹھا نہیں رکھا ہے تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل معضل کی تحصیل صعب کی تذلیل مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں بحرے

صدفہ صدف سے گہر بذر سے درخت درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالٰی قادر ہوں لاخلا الکون عن افضا لھم وکثر اللہ فی بلادنا من امثالھم امین امین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علی خاتم النبیین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۱۳۸: از رامپور بوساطت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز معتبر نہیں ہوسکتی اصلاً قابل لحاظ نہیں ہوسکتی تار کی سخت بے اعتباری میں فقیر کا فتوٰی مفصلہ طبع ہوچکا ہے اُسکی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بھی بہت گری ہوئی ہے کہ اُس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر بنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ جاہل ہونا تو ضروری ہے اور علما التصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط تو شرعاً تار پر عمل کیونکر ممکن یونہی ٹیلیفون کہ اُس میں شاہد ومشہود نہیں ہوتا صرف آواز سُنائی دیتی ہے اور علما التصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اُس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہوسکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتاوی علمگیریہ میں ہے لو سمع من وراء الحجاب لایسعہ ان یشھد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ الخ وصورۃ التنبا التی ذکر لاتحقق لھا فیما نحن فیہ کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ منظور علی علوی کاکوروی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جگہ پہاڑ میں ایسی ہے جہاں بغیر بہت دقت سے اونچی چوٹیوں پر گئے چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور جہاں جاکر بھی اکثر بسبب ابر غبار کے چاند نہیں دکھائی دیتا ہے ایسی جگہ میں مسلمانوں کو شوال کی رویت ہلال کی اطلاع بذریعہ تار کے پاکے روزہ افطار کردینا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں تار اگر ایک ہو دو ہوں یا دس بارہ ہوں کسی صورت میں ان پر اعتبار جائز ہے یا نہیں اگر خبر بذریعہ تار کے نہ مانی جائے تو پہاڑوں میں (مثلاً نینی تال میں) کبھی رمضان کا مہینہ اُنتیس کو نہیں ختم ہوسکتا ہے اس لیے کہ دس بارہ برس کا مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ ابر غبار کی وجہ سے شوال کا چاند نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور فرماتے ہیں ان اللہ امدّہ للرؤیتہ اللہ تعالٰی نے اُس کا مدار رویت پر رکھا ہے تار اگرچہ دس ہیں ہوں اصلا شرعاً امور دینیہ میں قابل التفات نہیں کہ اُس کی حالت خط سے بھی بدتر ہے اپنے شناسا کا خط پہچانا جاتا ہے طرز عبارت سے پتا چلتا ہے تار میں یہ کچھ بھی نہیں پھر ہمارے تمام ائمہ نے عام کتب مذہب مثل ہدایہ و درمختار و اشباہ و خیریہ وعقود الدریہ وفتاوی قاضی خاں وفتاوی عالمگیری وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ خط کا اعتبار نہیں بلکہ صاف فرمایا کہ مہر کا بھی ان معاملات میں اعتبار نہیں پھر تار کیونکر قابل اعتبار ہوسکتا ہے خصوصاً تار بابوؤں کی عدالت درکنار اسلام کا بھی علم نہیں بلکہ اکثر ہنود وغیرہ ہوتے ہیں دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق یا مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کردے گا نہ یہاں حد تواتر تک پہنچنا معقول کہ دس نہیں ہزار جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں اپنے دنیوی معاملات کو دیکھے دو روپے کا دعوی ہو اور گواہ بیس دفعہ تار پر اپنی گواہی بھیجے کیا کچہریوں میں قبول ہوجائے گی پھر عید کرلینا کیسے حلال ہوجائے گا۔ رہا یہ کہ اس صورت میں کہ اونتیس کا چاند ہی وہاں نہ ہو گا شعبان سے ذی الحجہ تک پانچ ہلالوں کا بغور دیکھنا تلاش کرنا ہر جگہ کے مسلمانوں پر واجب ہے اونچی چوٹیوں پر جانے کی وقت اگر صرف بوجہ تکلیف یا کاہلی ہو تو یہ عذر ہرگز نہ سُنا جائے گا اور اوپر جاکر دیکھنا واجب ہوگا اگر کوئی نہ جائے گا سب گنہگار رہیں گے اور اگر واقعی ناقابل برداشت تکلیف ہے تو معاف ہے عہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین چاند تم پر پوشیدہ رہے تو تیس کی گنتی پوری کرو مسلمانوں کو حکم سے غرض ہے ۲۹، ۳۰ سے کیا کام اور اگر یہ خیال ہے کہ ۲۹ کے رمضان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے یہ کیونکر ہوگی تو یہ محض بے معنی خیال ہے اور غور کریں تو اس کی کسر اُدھر شعبان میں نکل جائے گی کہ وہ بھی کبھی ۲۹ کا نہ ہوگا تو رمضان کہ ۳۰ کا چاند وہاں ۲۹ کو نظر آئے گا اہتمام کریں تو ۲۹ تاریخ نزدیک کی آبادیوں میں دو چار معتبر مسلمان بھیج کر پہاڑ سے باہر بھی رویت کراسکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ محمود میاں ابن قاضی عبدالغنی صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

اس ریاست میں ٹیلیفون ہونے کی وجہ سے بذریعہ ٹیلیفون رویت ہلال رمضان یا عید دو بدو آمنے سامنے دونوں مسلمان ہوں اور ایک جگہ کا مسلمان دوسرے کو خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور دوسری جگہ والا بھی مسلمان ہو اور اس کی آواز پہچانتا ہو کہ فلاں شخص یہ خبر دے رہا ہے تو اس کا آواز پہچان کر اُن کے قول پر عمل کیا جائے گا یا نہیں یا ٹیلیفون دینے والا اور لینے والا دونوں ملازم مسلمان ہیں ایک نے دوسرے کو بذریعہ ٹیلیفون خبر دی رویت ہلال کی اُس نے دوسرے سے کہا فلاں جگہ سے مجھ کو فلاں نے کہا کہ وہاں پر رویت ہلال ہوئی تو ایسی خبر پر اعتماد چاہیے یا نہیں۔

الجواب

ٹیلیفون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اُس پر گواہی دینے کی اجازت

عہ اصل میں یہاں بیاض ہے ۱۲

نہیں ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دو بدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اُس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو اور ٹیلیفون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ شہادت اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے تبیین الحقائق پھر فتاوی عالمگیری میں ہے ولو سمع من وراء الحجاب لایسعہ ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمۃ تشبہ النغمۃ الا اذا کان فی الداخل وحدہ و دخل وعلم الشاہد انہ لیس فیہ غیرہ ثم جلس علی المسلک ولیس لہ مسلک غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانہ یحصل بہ العلم وینبغی للقاضی ان فسر لہ ان لا یقبلہ ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے کان الفقیہ ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأۃ من وراء الحجاب و شہد عندہ اثنان انہا فلانۃ لایجوز لمن سمع اقرارہا ان یشہد علی اقرارہا الا اذا رأی شخصہا یعنی حال ما اقرت فح یجوز لہ ان یشہد علی اقرارہا بشرط رویۃ شخصہا لا رویۃ وجہہا درمختار میں ہے شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ اھ وتمام تحقیقہ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱: از دفتر صحیفہ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

تار اور ٹیلیفون زمانہ حال کی ایجادہے یعنی فقہائے ماسبق کے زمانہ میں یہ چیزیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اس لیے قدیم کتب فقہ اس تذکرے سے خالی ہیں کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبریں آتی ہیں وہ قابل تسلیم ہیں یا نہیں اس مسئلہ کی نسبت علما کے ایک عام اجماع و اتفاق کی ضرورت ہے پس براہ کرم بیان فرمایا جائے کہ تار اور ٹیلیفون کے ذریعہ سے جو خبر آئے وہ ازروئے احکام شریعت قابل تسلیم ہے یا نہیں اور ایسی خبر کی بنا پر احکام شرعیہ مثلاً ترک و اختیار صوم اور تقرر یوم حج وغیرہ کا تصفیہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

تار محض بے اعتبار یوہیں ٹیلیفون اگر خبر دہندہ پیش نظر نہ ہو تفصیل فقیر کے فتاوی مرسلہ سے معلوم ہوگی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: مسئولہ عبدالعزیز تاجر چرم قصبہ ٹکاری محلہ تا گنج ضلع گیا ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مفصل ذیل میں بحوالگی کتب فقہ و فتاوی بینوا توجروا

سوال اول۔ نماز عید کہ جس کی ادائگی رویت ہلال پر موقوف ہے اگر اس کی رویت کی خبر ایسی بستی میں جہاں ابر و باد کی

وجہ سے چاند نہ دیکھا گیا ہو اور معتبر شخص کی زبانی کہ اُس شخص کو بھی خبر غیر شہر میں بذریعہ تار کے ملی ہو اور وہ شخص اپنے مکان پر نماز عید کی پڑھ کر آیا ہو اُس شخص معتبر کے بیان پر روزہ افطار کرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعد پڑھنے نماز عید کے جو لوگ کہ سفر میں عید کے روز کلکتہ وغیرہ میں ہیں وہ لوگ یہاں آئے اور بیان کیا کہ ہم نے اور جماعت کثیرہ نے اپنی آنکھ سے چاند دیکھ کر نماز عید روز جمعہ کو پڑھی ہے ایسی صورت میں روز جمعہ کو افطار کرنا اور نماز عید جمعہ کو پڑھنا جائز ہوا یا نہیں اور اطراف وجوانب میں بمعائنہ رویت ہلال عید روز جمعہ کو ہوئی اس کے لیے شہادت کثیر ہے۔

سوال دوم ایک بستی کے بعض افراد نے شخص معتبر کے بیان پر کہ جس کو خبر بذریعہ تار کے دوسرے شہر میں ملی ہو اُس شخص کے بیان پر جہاں بوجہ ابر وباد رویت نہ ہوئی وہاں کے بعض افراد نے روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی اور بعض افراد نے وہ ہیں کہ جن کو اشتباہ ماہ رمضان کی رویت میں تیس کا تھا اور اُن کے حساب سے اونتیس رمضان پڑتا تھا اور خبر اُن لوگوں کو بھی قبل باقی رہنے پورے وقت نماز کے ملی مگر شخص معتبر کے قول وخبر تار پر اعتبار نہ کرکے روز جمعہ کو نہ روزہ افطار کیا اور نہ نماز عید پڑھی بلکہ سنیچر کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی جمعہ کا روزہ جائز ہو یا ناجائز۔

سوال سوم ایک مسجد میں دو روز نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جواب سوال اول دربارۂ ہلال خط اور تار محض بے اعتبار اور دربارۂ ہلال عید ایک عادل ثقہ کی خود اپنی رویت کی گواہی بھی مقبول نہیں جب تک پورا نصاب شہادت نہ ہو درمختار میں ہے شرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد تو ایک معتبر شخص کی خبر محض اور وہ بھی اپنی رویت کی نہیں دوسرے کی اور وہ بھی تار کی معلوم ہوئی چار وجہ سے مردود تھی اور اُس کی بنا پر عید کرنا حرام جن لوگوں نے اس بنا پر روزہ توڑا سخت گناہ شدید کے مرتکب ہوئے اور اُس دن کی نماز عید بھی گناہ ومکروہ تحریمی وناجائز ہوئی اور دوسرے دن نماز عید نہ پڑھنے سے بھی ترک واجب کے گنہگار ہوئے اور بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں اون کے ان گناہوں کو رفع نہیں کرسکتا کہ جس وقت تک انھوں نے یہ افعال کیے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں واللہ تعالٰی اعلم **جواب سوال دوم** جن لوگوں نے اُس خبر پر عمل نہ کیا اور روزہ قائم رکھا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی انھوں نے مطابق حکم شرع کیا ایسا ہی کرنے کا شرعًا حکم تھا اگرچہ جمعہ ضرور روز عید تھا مگر وہاں نہ رویت نہ ثبوت شرعی گزرا تو اُن پر جمعہ کا روزہ ہی فرض تھا اور سنیچر کی عید واجب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ **جواب سوال سوم** یہ صورت دو روز نماز عید کی نہ تھی کہ وہاں جمعہ کو عید ناجائز تھی جنھوں نے پڑھی وہ ایک ناجائز نفل تھا کہ جماعت سے ادا کیا اور گنہگار ہوئے درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح ردالمحتار میں ہے ھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ نماز عید وہی ہوئی جو دوسرے گروہ نے روز شنبہ پڑھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴: از ضلع بتیا ڈاکخانہ ومقام رتسڑ رحیم اللہ وعبدالرحمن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں مسلمان باشندگوں میں سے ایک شخص حاجی مصدی صاحب ہیں جو کہ احاطہ بنگلہ خطہ آسام ضلع تیز پور رہتے ہیں اور وہیں تجارت کرتے ہیں لہذا انہوں نے خط لکھا کہ یہاں کے لوگوں نے چاند ماہ رمضان المبارک کا روز سہ شنبہ یعنی منگل کے ہوا قریب قریب پچاس آدمیوں نے دیکھا اور دو تین آدمی خاص ہمارے آدمیوں میں سے جو کہ کاروبار دوکان کے کرتے ہیں دیکھا مگر جناب حاجی مصدی صاحب انکار کرتے ہیں کہ ہم نے بچشم خود نہیں دیکھا اور جتنے اُن اطراف کے ملک آسام میں رہتے ہیں کسی نے چاند نہیں دیکھا جس وقت یہ خط آیا اُس وقت جناب مولانا مولوی عبدالغفار صاحب ساکن موضع اعظم گڈھی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلسلہ مدرسہ دیوبند تشریف لائے تھے اُنھوں نے خط دیکھ کر فرمایا کہ دوبارہ خط سے دریافت کرو کہ اگر واقعی ان لوگوں نے چاند دیکھا تو تم لوگ بھی جمعہ کی عید کرلینا پنجشنبہ کو چاہے چاند ہو یا نہ ہو اور ایک روزہ قضا کا رکھ لینا تو پھر جب دوبارہ لکھا گیا تو اسی مضمون کا جواب آیا کہ چاند کا دیکھنا سچ ہے ۵۰ آدمیوں نے باشندہ ملک آسام کے دیکھا لہذا محض ملک آسامیوں کا دیکھنا اور بموجب فتوی دینے مولوی عبدالغفار صاحب یہ قابل سند ہوسکتا ہے کہ نہیں اور جمعہ کو ہم لوگ عید کرسکتے ہیں کہ نہیں برتقدیر نہ چاند ہونے پنجشنبہ کے عید جمعہ کو کرسکتے ہیں یا نہیں اور واقعی ایسا ہوا کہ پنجشنبہ کو عید کا چاند نہیں نظر پڑا ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اور نہ کہیں چاند دیکھنے کی خبر آئی جو لوگ کہ معتقد تھے جناب مولوی عبدالغفار صاحب کے انھوں نے ہٹ کی کہ ہم لوگ جمعہ کو عید کریں گے چاہے پنجشنبہ کو چاند ہو یا نہ ہو لہذا ہم لوگ جو کہ معتقد مولوی عبدالغفار صاحب کے نہیں تھے جبکہ دیکھا یہ لوگ نہیں مانیں گے تو محض رفع نزاع کے لیے اُنھیں لوگوں کے ساتھ عید جمعہ کو کرلی بغیر چاند دیکھے تفریق جماعت اور دو فریق ہوجانے کے خیال سے لہذا از روئے شرع کے تفصیل مسئلہ بالا کی تحقیق۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دربارہ ہلال **خط اور تار محض بے اعتبار** قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ہدایہ واشباہ ودرمختار وغیرہ عام کتب میں ہے الخط لایعمل بہ دیوبندی کا فتوی محض باطل تھا اور بغیر رویت یا ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلینا حرام تھا اور تفریق جماعت سے بچنے کا خیال خام تھا اگر کچھ لوگ بے ثبوت شرعی جمعہ کو عید کرلیتے تو نہ وہ عید عید تھی نہ وہ نماز نماز نہ وہ جماعت جماعت تفریق کا ہے کی ہوئی اب صورت تفریق تو نہ ہوئی مگر حقیقۃً ابطال ہوگیا نماز بھی گئی سب گنہگار ہوئے اگرچہ واقع میں عید جمعہ کی تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵: از ریاست چھتاری ضلع بلند شہر مسئولہ عبدالغفور خاں صاحب محلہ کٹرہ ۱۵ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہمارے قصبہ میں ہلال رمضان شب پنجشنبہ میں دیکھا گیا اور پنجشنبہ کا روزہ ہوا ۲۰ روز بعد مولوی ناظر حسن دیوبندی کا ایک خط بنام رئیس پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ دیوبند میں کچھ آدمی بہرائچ کے آئے اور اُن سے تحقیق ہوا کہ رویت ہلال شب چہارشنبہ میں ہوئی اور روزہ چہارشنبہ کا ہوا لہذا علمائے دیوبند نے حکم دیا

کہ روزہ چہارشنبہ سے رکھا جائے جن لوگوں نے جمعرات سے رکھا ہے وہ ایک روزہ قضا رکھیں اسی بنا پر ۲۳ رمضان کے جمعہ کو اعلان کیا گیا کہ لوگ ایک روزہ قضا رکھیں اور ہر حال میں عید جمعہ سے متجاوز نہ ہوگی جمعرات کو ۲۹ رمضان تھی باوجود صاف ہونے مطلع کے اور کمال کوشش کے چاند نہیں دکھائی دیا حاکم قصبہ نے مولوی صاحب کے خط پر استدلال کرکے جمعہ کو عید کا حکم دے دیا آیا مولوی صاحب کا خط شرعًا قابل پابندی ہے اور اس کی بنا پر باوجود عدم رویت حکم فطر کا صحیح یا غلط ہے اور ہم لوگوں کو اب کیا کرنا چاہئے بینوا رحمکم اللہ تعالٰی بالکتاب۔ جواب تفصیلاً مع عبارات کتب مرحمت ہو اور حمایت فرمائی جائے۔

الجواب

دربارۂ ہلال **خط اور تار محض بے اعتبار**، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ہدایہ واشباہ ودرمختار وغیرہا عامہ کتب میں ہے الخط لایعمل بہ دیوبند والوں کے پاس بہرائچ کے آدمیوں نے اگر یہ بیان کیا کہ وہاں چاند ہوا یا یہی کہا کہ بہت لوگوں نے دیکھا اور اپنی رویت کی شہادت نہ دی یا دی اور اُن میں کوئی شخص قابل قبول شرع نہ تھا جب تو دیوبندیوں کا وہ حکم ہی سرے سے باطل تھا اور ایسا نہ بھی ہو تو اس قصبہ والوں کو اس کے خط پر عمل حرام تھا کہ اول تو خط دربارہ ہلال خود ہی مردود دوسرے گروہ بھی ایسا ایسے فرقہ کا جس کا پیشہ توہین خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہرحال گناہ ہوا اور توبہ لازم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۶: از بلند شہر ڈاکخانہ چھتاری مدرسہ احمدیہ مسئولہ محمد محفوظ الحق قادری ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۴ھ

حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض خدمت شریف ہے کہ جناب والا کا ایک مختصر سا پرچہ جس پر جناب کی مہر لگی ہوئی ہے اور ایک سطر میں یہ عبارت مرقوم ہے (میرے سامنے شہادتیں گزر گئیں کل جمعہ کو عید ہے) خاکسار کو موصول ہوا اس کے متعلق فتوی شرعی دریافت طلب ہے کہ جس جگہ یہ پرچہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو جمعہ کو عید کرنا لازم تھی یا نہیں اور روزے توڑ دینا ضرور تھے یا نہیں اور اس کی عام تشہیر اور دیگر بلاد میں اشاعت سے کیا منشاء تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ پرچے دیگر بلاد میں نہ بھیجے گئے تقسیم کرنے والوں نے اسٹیشن پر بھی دے دیے اُن میں سے کوئی لے گیا ہوگا بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے واسطے چاہا اور ان کو جواب دے دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیونکر بھیجے جاتے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از راجپوتانہ چتوڑ گڑھ عبدالکریم ۱۸ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ان عبارات کی بنا پر قال فی العیون والفتوی علی

قولھما اذا تیقن انہ خطہ سواء کان فی القضاء اوالروایۃ والشھادۃ علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاھد لان الغلط نادر واثر التغییر یمکن الاطلاع علیہ وقلما یشتبہ الخط من کل وجہ فاذا تیقن جاز الاعتماد علیہ توسعۃ علی الناس اور اما خط البیاع والصراف والسمسار فھو حجۃ وان لم یکن مصدرا مقدرا ومعنونا یعرف ظاھرا بین الناس وکذٰلک ما یکتب الناس فیما بینھم یجب ان یکون حجۃ للعرف فتوی دیا جاسکتا ہے کہ رویت ہلال کی شہادت کے لیے کسی عزیز کا خط جو اُس کی طرز عبارت اور رات دن کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضرور اُسی کا خط ہے معتبر ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) اگر کسی دینی معاملہ میں خط معتبر نہ ہوگا جو علما دور دراز سے فتوی تحریر کرتے ہیں اُس پر کیسے اعتماد ہو (۳) بالخصوص رمضان شریف کے چاند کے لیے بجائے شہادت کے صرف خبر ہی کافی ہے اس کے لیے بھی خط معتبر ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حکم اللہ ورسول کے لیے (جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) تمام کتب میں تصریح ہے الخط لایعمل بہ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم بیاع وصراف ومفتی کے خطوط بالاجماع مستثنٰی ہیں یہ علی خلاف القیاس لضرورۃ الناس وما کان خلاف القیاس لایجوز القیاس علیہ مکاتبات ناس فیما بینھم دوسری چیز ہیں امر ہلال فیما بینھم وبین ربھم متون وشروح وفتاوی تمام کتب معتمدہ مذہب دیکھ لیے جائیں جہاں یہ گنتی کے استثناء وہ بھی بہت مباحث کے ساتھ کرتے ہیں کہیں بھی ہلال کا استثناء ہے تو اپنی طرف سے زیادت فی الشرع کیونکر جائز ہوئی قاضی الشرق والغرب نے شاہد کے اپنے خط کا استثناء فرمایا جس کے ساتھ سو وجوہ مذکور ہوسکتی ہیں اور اپنے خط اشتباہ بغایت بعید ہے اُنھوں نے بھی کہیں ہلال میں خط کا اعتبار فرمایا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدہ للرؤیۃ اور فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ خود رؤیت ہو یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہو اور ان طرق موجبہ کی بھی تفصیل فرماتے ہیں کہ شہادت ہو یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی الحکم یا استفاضہ مع التحقیق مجرد حکایت اگرچہ متعدد ثقات عدول کریں تصریح ہے کہ مقبول نہیں حتی کہ ہلال رمضان میں لفظ اشھد کی حاجت نہیں پھر خط کہ حکایت مجردہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بلکہ اکثر اوقات اُس کے برابر بھی نہیں ہوتا جیسے ڈاک کا خط کہ وسائط مجاہیل بلکہ اکثر بذریعہ کفار آتا ہے کیونکر کوئی چیز ہوسکتا ہے والتفصیل فی رسائلنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵: از رائے پوری پی محلہ بیجا تھ پارہ مرسلہ بہادر علی خاں سپرنٹنڈنٹ پنشنر محکمہ بندوبست ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) رویت ہلال کے بارے میں تار اور خط کی خبریں معتبر ہیں یا نہیں (۲) جہاں چاند ۲۹ کو نظر نہ آئے وہاں چاند کی رویت امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک کن کن ذرائع سے ثابت ہوسکتی ہے (۳) اخباروں کے اندر جو فقط تاریخ ماہ لکھی ہوتی ہے مثلاً ہر شعبان یا ۵ ار رمضان یا ۳ ذی الحجہ اور رویت ہلال کا ذکر نہیں ہوتا تو فقط تاریخ لکھ دینے سے وہاں جہاں ۲۹ کو رویت نہ ہوئی اُس ملک کے

ہلال کی رویت ثابت ہوسکتی ہے (۴) یہ جو فقہانے فرمایا کہ ۲۹ کو اگر چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کرنا چاہئے تو رمضان اور عید الفطر کے ساتھ خاص یا سب ماہ کے لیے ہے (۵) جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا یا عید کرنا یا کسی دیگر ماہ کی تاریخ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں، (۶) شعبان کی ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے اور افواہ ہو کہ چاند ہوگیا لیکن شہادت دینے والا نہ ملے تو شب کو تراویح مع جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں اور صبح کو روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں (۷) یہ جو مشہور ہے کہ رجب کی چوتھی جس دن کی ہوتی ہے اُسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے اور جو شوال کی پہلی ہوتی ہے اُسی روز عاشورہ ہوتا ہے یہ معتبر ہے یا نہیں (۸) اگر کسی جگہ سے ایک یا دو آدمی آکر فقط اتنا کہیں کہ ہمارے شہر فلاں دن عید ہے اور چاند کی رویت کا ذکر نہ کریں نہ اپنا نہ دوسروں کا تو ان کی اس خبر پر اس شہر والے عید کرسکتے ہیں یا نہیں (۹) اگر متواتر یا تین ماہ میں رویت کے دن ابر ہوجائے تو ایسے موقع پر ایک ماہ ۲۹ کا اور ایک ماہ تیس۳۰ کا لے کر عید لوگ اپنی رائے سے مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں اور اگر یوں ہی مقرر کرکے عید کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں اور اگر اکثر شہر کے لوگوں نے یوں ہی عید کی اور سو پچاس نے خلاف کیا اور دوسرے دن نماز عید پڑھی تو حق پر کون ہے کثیر یا قلیل۔

الجواب

(۱) رویت ہلال میں تار اور خط اصلاً معتبر نہیں تار کی حالت تو خط سے بھی نہایت ردی ہے کہ وہ نہ مرسل کے ہاتھ کا لکھا ہوتا ہے نہ اُس پر اُس کے دستخط ہوتے ہیں نہ اُس کی مہر ہوسکتی ہے اور ذرائع وصول مجاہیل بلکہ اکثر کفار ہوتے ہیں اور خط ان سب وجوہ سے اُس پر فائق ہوسکتا ہے بااینہمہ تمام کتب مذہب میں تصریح ہے کہ خط کا اعتبار نہیں نہ اُس پر عمل، ہوسکے کہ خط خط کے مثل ہوتا ہے اور مہر مہر کی مثل بن سکتی ہے اشباہ میں ہے لایعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر عالمگیریہ میں ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم اس مسئلہ کی پوری تفصیل ہمارے رسالہ ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال میں ہے (۲) ثبوت ہلال کے لیے ضرور ہے کہ یا تو رویت پر عینی شہادت ہو یا عینی شاہدوں نے جن شاہدوں کو حسب شرائط شرعیہ اپنی شہادت کا حامل کیا ہو اُن کی شہادت شہادت پر ہو یا حاکم شرعی کے حکم شرعی پر شہادت بروجہ شرعی ہو یا شرائط معتبرہ فقیہہ کے ساتھ کتاب القاضی الی القاضی ہو یا جس شہر میں قاضی شرع ہو اور اس کے حکم سے وہاں روزہ وعید ہوا کرتے ہیں وہاں سے لوگ گروہ کے گروہ آئیں اور بالاتفاق اُس حاکم شرع کا حکم بیان کریں۔ اور ان میں سے کچھ نہ ہو تو اخیر درجہ تیس۳۰ کی گنتی پوری کرنا ہے یعنی جب اگلے مہینہ کی رویت ہولی یا کافی ثبوت شرعی سے ثابت ہوئی اور اس مہینے میں ۲۹ کو رویت نہ ہوئی تو تیس۳۰ دن پورے ہوکر ہلال خواہی نخواہی ہوگا کہ شرعی مہینہ تیس۳۰ سے زائد نہیں ہوسکتا ان طریقوں اور ان کی شرائط کا مفصل ومدلل بیان ہمارے رسالہ طرق اثبات ہلال میں ہے۔ (۳) اخباروں کا صرف تاریخ لکھنا تو کوئی چیز نہیں اخباروں میں اگر رویت کی خبر چھپے تو وہ بھی محض نامعتبر ہے کہ نہ شہادت علی الرویۃ ہے نہ شہادت علی الشہادت نہ شہادت علی الحکم پھر اخبار نہیں مگر ایک خط اور اوپر گزرا کہ ان امور میں خط اصلاً معتبر نہیں خصوصاً اخباری دنیا کہ بے سروپا اُڑانے میں ضرب المثل ہے۔ (۴) یہ حکم بارہ مہینے کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک بار دسوں انگشتان مبارک تین دفعہ اٹھا کر فرمایا

الشھر ھکذا وھکذا (مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی تیس دن کا اور ایک بار دسوں انگشت مبارک تین دفعہ اٹھائیں مگر اخیر میں ایک انگشت مبارک بند فرما کر فرمایا) الشھر ھکذا وھکذا وھکذا (مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی ۲۹ دن کا) تو کوئی قمری عربی مہینہ کہ یہی شریعت مطہرہ میں معتبر ہیں نہ ۲۹ دن سے کم ہوسکتا ہے نہ ۳۰ سے زائد جس مہینے کی رویت کافی ثبوت شرعی سے ثابت ہو اور اس کی ۲۹ کو رویت نہ ہو تو ۳۰ پورے کرکے خواہی نخواہی دوسرے مہینے کا ہلال ہے۔ (۵) شریعت مطہرہ میں جنتری کا حساب اصلاً معتبر نہیں درمختار میں ہے قول دلی المتوقتین ہے موجب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب یہ ان کے بارے میں ہے جو واقعی ہیئت داں تھے نہ کہ آجکل کے جنتری والے جنھیں ہیئت کی ہوا بھی نہیں لگی بڑے بڑے نامی جنتری والوں کی نہایت واضح تقاویم شمسیہ میں وہ اغلاط فاحشہ دیکھے ہیں کہ مدہوش کے سوا دوسرے سے متوقع نہیں تا بحساب ہلال چہ رسد حساب ہلال وہ دشوار چیز ہے جہاں اہل ہیئت کے مسلم امام بطلیموس نے گھٹنے ٹیک دیے مجسطی میں ظہور وخفاء کواکب وثوابت تک کے لیے باب وضع کیا اور ظہور ہلال کو ہاتھ نہ لگایا۔ (۶) ایسی صورت میں نہ شب کو تراویح پڑھنی جائز نہ صبح کو روزۂ رمضان رکھنا حلال اما الثانی فللحدیث واما الاول فللتداعی فی النفل بلکہ اگر جماعت نہ کریں اکیلے ہی اکیلے بیس۲۰ رکعتیں پڑھیں اور تراویح کی نیت کریں جب بھی شرع مطہر پر زیادت کرنے والے ہوں گے کہ تراویح شرع مطہر نے شبہائے رمضان میں رکھی ہیں اور یہ رات ان کے لیے شب رمضان نہیں۔ (۷) یہ محض بے اصل ہے اور تجربہ بھی اس کے خلاف پر شاہد اور اس پر اعتماد شرعاً ہرگز جائز نہیں والمسئلۃ فی البزازیۃ وخزانۃ المفتین وغیرھا تمام قیاسات وحسابات وقرائن کہ عوام میں مشہور ہیں شرعاً باطل ومہجور ہیں صرف انھیں طریقوں پر اعتماد جائز ہے جو جواب سوال دوم میں گزرے اور ہمارے رسالہ اثبات ہلال میں مفصل مذکور ہیں وبس واللہ تعالٰی اعلم (۸) فقط اتنی خبر پر عید کرنا حرام ہے فتح القدیر وبحرالرائق وعلمگیریہ میں ہے لوشھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھولاء الھلال لایباح فطرغد ولاترك التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رویۃ غیرھم واللہ تعالٰی اعلم (۹) جب تک رویت نہ ہو یا ثبوت صحیح شرعی سے ثابت نہ ہو ہر مہینا تیس۳۰ کا لیا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔ یہ قاعدہ کہ ایک مہینا ۳۰ اور ایک ۲۹ کا محض باطل ہے جس کے بطلان پر شاہد شاہد عادل ہے کئی کئی مہینے متواتر ۳۰ کے ہو جاتے ہیں اور کئی کئی ۲۹ کے اور علم ہیئت کی رو سے ۴ مہینے پے درپے ۳۰ کے ہوسکتے ہیں اور تین ۲۹ کے کما ھو مصرح بہ فی الزیجات القدیمۃ والجدیدۃ وشروحھا واحالوہ علی التجربۃ والاستقراء فھم من تکلف بیانہ بالاستدلال ولم یتم شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تحدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں ثبوت شرعی سے اگر ۴ مہینے لگاتار ۲۹ کے ثابت ہوں تو مانے جائیں گے اور مثلاً چھ مہینے متواتر روز ہلال ابر ہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے ۳۰ کے لیے جائیں گے لان الثابت لایزول بالشك جن لوگوں نے ایک مہینہ ۳۰ اور ایک ۲۹ کا لے کر عید کرلی ان کی وہ عید اور نماز سب باطل ہوئی اور ان پر چار گناہ ہے اول گناہ عظیم روزۂ رمضان کا عمداً ترک کہ وہ دن ان کے لیے رمضان تھا دوم نفل کا بجماعت کثیر پڑھنا کہ وہ نماز عید کہ انھوں نے پڑھی نماز عید نہ بھی نافلہ محضہ ہوئی اور نفل کا جماعت کثیر کرکے پڑھنا گناہ سوم واجب نماز عید کا

ترک کہ دوسرے دن اُن کے لیے عید تھی اُس دن نماز نہ پڑھی چہارم شریعت میں دل سے نیا حکم گڑھنے کا وبال شدید ہے علاوہ اگرچہ بعد کو تحقیق ہوجائے کہ جس دن اُنھوں نے نماز پڑھی واقعی اُسی دن عید تھی اگرچہ وہ سارا شہر ہو اور جنھوں نے ۳۰۔ ۳۰ کی گنتی پوری کرکے عید کی اُن کی عید اور نماز سب صحیح ہوئی اور ان سب گناہوں سے بچے اگرچہ بعد کو تحقیق ہو کہ عید ایک دن یا دو دن پہلے تھی اگرچہ صرف یہ دو ہی شخص ہوں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۰: از کٹرہ مرسلہ حافظ جھنو خاں ۲۹ شعبان ۱۳۱۰ھ

بعد سلام مسنون کے گذارش یہ ہے تراویح اور روزہ کے بارہ میں کیا حکم ہے بموجب شرع شریف کے کیفیت یہ ہے۔ مولوی محمد شکر اللہ صاحب کا بیان ہے کہ گردو نواح بنارس کے حساب سے آج تاریخ ۳۰ ہے مولوی صاحب تشریف بنارس سے لائے ہیں مولوی محمد احسان کریم صاحب کا یہ بیان ہے کہ بچشم خود چاند شعبان کا دیکھا اُس کے حساب سے آج تیس ہے۔ حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان ہے دو شخصوں معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا اُس کے حساب سے بھی آج ۳۰ شعبان ہے مولوی محمد شکر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ چند صاحبان معتبر نے چاند شعبان کا بیان کیا دیکھنا اُس کے حساب سے آج ۳۰ شعبان ہے اور لیں بنارس میں مو بھی تھا

الجواب

بعد از ماہو المسنون۔ مولوی شکر اللہ صاحب کا پہلا بیان کہ گردو نواح بنارس کے حساب سے آج تیس ہے مجرد حکایت ہے کہ شرعًا مقبول نہیں فی الدر المختار لا لو شھد وا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ مولوی احسان کریم صاحب تنہا ہیں اور ہلال شعبان میں ایک کی گواہی معتبر نہیں فی رد المحتار و بقیۃ الاشھر التسعۃ فلا یقبل منھا الا شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام حافظ حبیب الحسن صاحب کا بیان اور مولوی شکر اللہ صاحب کی دوسری تقریر بالفرض اگر شہادت علی الشہادت مانی جائے تو عدد ناقص فی رد المحتار لا تقبل ما لم یشھد علی شھادۃ کل رجلان او رجل وامرأتان بالجملہ ان بیانوں میں ایک بھی قابل اعتبار شرعی نہیں اور حکم شرعی قاعدہ شرعیہ ہی کے طور پر ثابت ہوسکتا نہ مجرد خیالات پر۔ مطلع شعبان کا نہایت صاف تھا اور بہت آدمی چاند دیکھتے رہے کسی کو نظر نہ آیا اب اگرچہ عند اللہ آج ۳۰ ہی سہی مگر شرع بے ثبوت شرعی کیونکر حکم دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ شام کو مطلع بالکل صاف تھا سب لوگوں نے چاند پر غور کیا رویت نہ ہوئی مگر ایک پیر صاحب نے پیشین گوئی کی تھی کہ جمعہ کو یکم رمضان ہوگی اُن کے معتقدین نے بلا رویت جمعہ سے روزہ رکھ لیا اب ایک صاحب کہ شاید بغداد شریف کے ہیں یہاں آئے اُن پیر صاحب نے انھیں پیش کیا اپنی پیشین گوئی کی تصدیق کے لیے انھوں نے اپنی رویت نہر سویز میں شام پنجشنبہ کی بیان کی پھر اُسی جلسہ میں دوسرا شخص کھڑا ہوا کہ میں نے اور بہت آدمیوں نے امرتسر میں شام پنجشنبہ کو دیکھا یوہیں تیسرے شخص نے کہ وہ بھی کہیں سے آیا ہے اُس جلسے سے جُدا اپنی رویت بیان کی مگر یہ سب

لوگ اُن پیر صاحب کے موافقین ہیں اس صورت میں رمضان شریف کی پہلی بروز جمعہ قرار پائے گی اور روزِ جمعہ کا کلکتہ والوں اور دوسرے ہندوستان پر فرض ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ پیشین گوئی اور بلا رویت اُس پر عمل کرنے والے سب گنہگار ہوئے اگرچہ اب کیسے ہی قطعی ثبوت سے یکم جمعہ کی ثابت ہو جائے کہ جس وقت اُنھوں نے حکم دیا اور عمل کیا تھا اُس وقت تو ثبوت شرعی نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته دوسری حدیث میں ہے لاتقدموا الشہر حتی تروا الھلال وتکملوا العدۃ الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی عجب صوم شک کے لیے ہے قد عصی ابا القاسم محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس نے محمد رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو با وصف صفائی مطلع رویت نہ ہونے پر رمضان بنالینا کیسی سخت بے باکی و نافرمانی تھی رہا ان گواہیوں کا حال مذہب مشہور و مختار متون و مصحح کبار ائمہ پر تو یہ شہادت محض مہمل و نامسموع ہے کہ بحالت صفائی مطلع دو چار کی شہادت سے کچھ نہیں ہوتا جمع عظیم چاہیے اور جبکہ مسلمین نے تلاش ہلال میں تقصیر و تکاسل کو راہ نہ دی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی اب یہاں مشاہد ہے تو ایسی جگہ اُس روایت پر عمل کی بھی ضرورت متحقق نہیں کہ دو کافی ہیں فی الدر المختار قیل بلا علۃ جمع عظیم لیقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب وعن الامام انه یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر اھ ملخصا فی رد المحتار **قوله** وھو مفوض قال فی السراج الصحیح انه مفوض الی رأی الامام ان وقع فی قلبه صحۃ ما شھدوا به وکثرۃ الشھود امر بالصوم اھ وکذا صححه فی المواھب وتبعه الشرنبلالی وفی البحر عن الفتح والحق ان العبرۃ لمجیئ الخبر وتواترہ من کل جانب اھ وفی النھر انه موافق لما صحح فی السراج تامل **قوله** واختارہ فی البحر حیث قال وینبغی العمل علی ھذہ الروایۃ فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاھلۃ فانتفی قولھم مع توجھھم طالبین لما توجه ھو الیه فکان التفرد غیر ظاھر فی الغلط الخ اھ ملخصا مگر ارجح یہ ہے کہ جب شاہد میں کوئی خصوصیت خاصہ ایسی ہو جس سے اُس کا دیکھنا اور اوروں کو نظر نہ آنا مستبعد نہ ہے مثلاً عام لوگ شہر میں تھے اس نے جنگل میں دیکھا یا وہ زمین پر تھے اس نے بلندی پر دیکھا تو دربارہ ہلال رمضان المبارک ایسے ایک کی بھی گواہی مقبول ہوگی جبکہ وہ شرعاً قابل قبول شہادت ہو فی الدر المختار وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین صورت مستفسرہ میں شاہد بغدادی میں خصوصیت مذکورہ تو بیشک ہے کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایک تو آبادی سے دور دوسرے دریا کہ اُس کی ہوا گرد و غبار و دخان سے صاف تر ہوتی ہے پھر کلکتہ کا طول بلد بمبئی سے اتنا زائد کہ کلکتہ میں پہر بھر رات سے زائد گزر لیتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے اس مدت میں چاند آفتاب سے اور زیادہ ہٹ آئے گا اور رویت آسان تر ہوگی بلکہ یہ وجہ گواہ امرتسری میں بھی ہے کہ اقل درجہ بہتر میل کے تفاوت طول پر ایسا فرق ممکن ہے کما علیه التاج التبریزی شامی عن شرح المنھاج للرملی بس یہ دیکھنا رہا کہ یہ

گواہ خود بھی مقبول الشہادۃ ہیں یا نہیں اگر خصوصیت مذکورہ کے ساتھ ایک گواہ بھی مستور الحال تک ہے یعنی اُس کے وضع لباس حرفت معیشت کلام وغیرہ سے اُس کا مرتکب کبیرہ یا مصر صغیرہ یا خفیف الحرکات ہونا ظاہر نہیں نہ کسی دوسرے طریقے سے اس میں یہ امور معلوم تو از انجا کہ ہلال رمضان مبارک میں مستور کی گواہی بھی مقبول ہے کما نص علیہ الامام ابو عبداللہ الحاکم الشہید فی الکافی اُس کی شہادت مان کر روزہ جمعہ کی قضا کی جائے گی مگر جبکہ گواہ کی حالت اور پیر مسطور سے اُس کی شدت عقیدت پر نظر کرنے سے وہ اُس کی بات سچی بنانے پر متہم ٹھہرتا ہو جیسا کہ آج کل بہت لاابالی لوگوں کا اپنے ساختہ مشائخ کے ساتھ حال ہے تو البتہ اُس کی گواہی نہ سنی جائے گی کہ تہمت بھی اسباب رد شہادت سے ہے فی الدر المختار امیر کبیر ادعی فتشھد لہ عمالہ و نوابہ ورعایاھم لاتقبل اھ قال العلامۃ الرملی یؤخذ منہ ان شھادۃ خدامہ الملازمین لہ کملازمۃ العبد لمولاہ کذلک لاتقبل وھو ظاھر لاسیما فی زماننا اھ وفیہ ایضا اعنی الدر لاتقبل شھادۃ الاجیر الخاص او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ درر اھ ملتقطا وانت تعلم ان حال کثیر من عوام الزمان مع من شیخوہ علیھم ربما یبلغ اشد واکثر من حال النواب والامیر والمستاجر والاجیر فحیث وجد التھمۃ عدم القبول والحکم یدور مع علتہ یونہیں اگر سب گواہ ظاہر الفسق ہیں مثلاً وہ لوگ کہ جماعت کے پابند نہیں یا ناجائز تماشا دیکھا کرتے یا حرام نوکری یا پیشہ رکھتے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھواتے یا ریشمیں کپڑے یا سونے چاندی کے ناجائز لباس یا زیور پہنا کرتے یا ضروریات دین سے غافل بے علم جاہل ہیں کہ نماز، روزہ، وضو، غسل کے فرائض و شرائط و مفسدات سے آگاہ نہیں یا تجارت کرتے ہیں اور بیع و شرا کے ضروری احکام نہ سیکھے و علٰی ہذا القیاس جن مسائل کی ضرورت پڑے اُن کی تعلیم سے باز رہنے والے کہ یہ سب فساق مردود الشہادۃ ہیں تو ایسوں کی گواہی تو شرع مطہر میں اصلاً معتبر نہیں فی الدر المختار لاتقبل شھادۃ الجاھل لفسقہ بترک مایجب تعلمہ شرعا مجازف فی کلامہ او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرھم لانہ معصیۃ کبیرۃ کترک جماعۃ وخروج لفرجۃ قدوم امیر ولبس حریر اھ بالتقاط وفیہ سئل القاضی عما یجب علیہ من الفرائض فان لم یعرفھا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لاتقبل شھادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ اھ پھر جس صورت میں کہ وہ گواہی مقبول ہوگی اُس کا اثر کلکتہ پر ہوگا نہ دیگر بلاد ہند پر جب تک وہاں بھی یہ شہادت و ثبوت بروجہ شرعی نہ پہنچے خالی خط و حکایت سے کچھ نہیں ہوتا فی الدر المختار یلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب وفی رد المحتار بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کرلینا جائز ہے یا -

نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسری پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اُسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اُس وقت کھولو قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی اللیل ـــــــــ درمختار میں ہے لا عبرۃ برؤیۃ الھلال نہارا مطلقا علی مذھب الامام الصحیح المعتمد واما علی قول الثانی من انہ ان رائی قبل الزوال فللماضیۃ فلیس الافطار بمعنی انکار الصوم بل لثبوت العید عندہ بذٰلک ولیس ھذا معنی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ والا لوجب الصوم بمجرد رؤیۃ الھلال بعد المغرب وھذا واضح جدا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت رویت ہلال ماہ رمضان المبارک ہندوستان میں اختلاف ہے بذریعہ اخبار و دیگر تحریر معلوم ہوا کہ کلکتہ و دیگر جا میں رویت بروز دوشنبہ اور روزہ بروز سہ شنبہ ہوا اور دیگر بلاد و امصار میں رویت بروز سہ شنبہ اور روزہ بروز چہارشنبہ اور بعض جا روز پنجشنبہ ہوا پس اب فتوی علماء کا کیا ہے آیا بحالت عدم رویت ہلال شوال کے روزہ رمضان چارشنبہ آئندہ کو ختم کرکے پنجشنبہ کو عید کی جائے یا بروز چہارشنبہ عید ہو بینوا توجروا

الجواب

واللہ الموفق المصدق والصواب شارع علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صوم وفطر کو منوط برویت فرمایا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کما فی الصحاح پس ہر شہر اور اس کی رویت اور اسی پر ابتنائے عدت مجرد اخبارات وخطوط صالح تعویل واعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہوجاتی ہیں اور اُن کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں) قابل اعتبار ہاں اگر کسی شہر سے جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے فلاں روز وہاں رویت ہوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتمد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے قال العلامۃ المفتی عمدۃ المتأخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ فی الدر المختار شرح تنویر الابصار نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبی وغیرہ انتہی وفیہ ایضا ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر لکن قال الکمال الاخذ بظاھر الروایۃ احوط انتہی قلت وقد ذکروا ان الفتوی اکد من الاشبہ و

ان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ کما فی البحر والدر وغیرھما وفی حاشیۃ رد المحتار للفاضل السیّد محمد امین ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ عن الشیخ مصطفی الرحمتی الانصاری رحمہ اللہ ان معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعدد دون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رویۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قال الشامی **قلت** وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع انتہی پس ہر شہر میں اپنی رویت خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر جو پہلی رمضان کی قرار پائے اُسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی یکم کے اعتبار سے شمار ثلثین کامل کر کے عید کرلیں لیکن اگر اکتیسویں شب کو باوجود صفائی مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر ہوگیا اور یہی مذہب و مرجح ھذا ما حررنا من اقوال متشتتۃ وکلمات متشوشۃ ولنذکر طرفا من کلام الشامی فی ھذا المقام لیستبین لک ما لخصتہ عن المرام قال العلامۃ الشارح رحمہ اللہ فی الدر وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر وبقول عدل حیث یجوز وغم ھلال الفطر لا یحل علی المذھب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا انتہی مختصرا قال الفاضل المحشی قولہ حل الفطر ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ما صححہ فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصححہ العلامۃ فی مجموع النوازل والسید الامام الاجل ناصر الدّین کما فی الامداد ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیہ من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر الخ ثم قال قولہ لکن الخ استدراک علی ما ذکرہ المصنف من ان خلاف محمد فیما اذا غم ھلال الفطر بان المصرح بہ فی الذخیرۃ وکذا فی المعراج عن المجتبی ان حل الفطر ھھنا محل وفاق وانّما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الھلال فعندھما لایحل الفطر وعند محمد یحل کما قال لہ شمس الائمۃ الحلوانی وحررہ الشرنبلالی فی الامداد قال فی غایۃ البیان وجہ قول محمّد وھو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعًا الخ ثم قال قولہ وفی الزیلعی الخ نقلہ لبیان فائدۃ لم یعلم من کلام الذخیرۃ وھی ترجیح عدم الفطر ان لم یغم شوال لظھور غلط الشاھد لان الاشبہ من الفاظ الترجیح لکنہ مخالف لما علمتہ من تصحیح غایۃ البیان لقول محمد باطل نعم حمل فی الامداد ما فی غایۃ البیان علی قول محمد باطل اذا غم شوال بناء علی تحقق

الخلاف الذی نقلہ المصنف وقد علمت عدمہ وح فما فی غایۃ البیان فی غیر محلہ لانہ ترجیح لما ھو متفق علیہ تامل انتہی ملتقطا فعلیک بتلطیف القریحۃ فی ھذا الباب کیلا تخفل فیستزلک الاضطراب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ تعالٰی المرجع والمآب۔

مسئلہ ۱۵۳: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ مولوی سید شجاعت علی صاحب از شہر کہنہ بریلی

ما قولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس مسئلہ میں کہ غیر معتبر ہونا اختلاف المطالع کا جو اس عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذہب فیلزم اہل المشرق بروایۃ اہل المغرب عام ہے شامل ہے حج واضحیہ کو یا خاص بصوم یا بہ فطر ہے اور نیز یلزم کی ضمیر کا مرجع ثبوت ہلال عام ہے شامل ہر حج واضحیہ کو یا صوم یا فطر خاص ہے عام سمجھنا اس کو صواب ہے یا خطا ایک شہر میں عید الضحٰی سہ شنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال وہاں کی اور دوسرے شہر میں چہارشنبہ کو ہوئی بموجب رویت ہلال یہاں کی اب قربانی کرنا دوسرے شہر والوں کو جمعہ کے آخر تک کہ وہ یوم رابع ہے باعتبار رویت اول کے اور یوم ثالث قربانی کا ہے باعتبار ثانی کے جائز ہے یا نہیں بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب فقط

الجواب

علامہ سید حلبی و علامہ سید طحطاوی و علامہ سید شامی محشیان درمختار علیہم رحمۃ اللہ العزیز الغفار نے ضمیر یلزم کا مرجع ہلال صوم وفطر کو قرار دیا وھذہ عبارۃ الشامی قولہ فیلزم فاعلہ ضمیر یعود الی ثبوت الہلال ای ہلال الصوم او الفطر اس قدر چنداں قابل انکار نہیں نہ حج واضحیہ سے نفی لزوم میں نص ہاں علامہ شامی نے تصریح فرمائی کہ کلمات ائمہ کرام سے حج میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مفہوم اور استظہار کیا کہ اضحیہ میں بھی معتبر ہونا چاہئے اس تقدیر پر اہل عید چہارشنبہ کو جمعہ تک قربانی جائز ہوگی اگرچہ منگل والوں کے نزدیک وہ روز چہارم ہو جبکہ مطالع بلدین کا مختلف ہونا وہاں کی رویت کو یہاں لازم نہ کرے ردالمحتار میں ہے تنبیہ یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شیئ لو ظہر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاہر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاہر انہ کاوقات الصلوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندہم فتجزئ الاضحیۃ فی الیوم الثالث وان کان علی رؤیا غیرہم ھو الرابع اُن کے خیال کا منشا یہ ہے کہ طلاق صلاۃ زکوۃ صوم نکاح عتق ایمان سیر بیع اجارہ شفعہ میراث وغیرہا تمام ابواب فقہ میں اختلاف مطالع بلاشبہ معتبر ہے ہلال صوم وفطر میں اصح التصحیحین پر اس کا نہ ماننا بربنائے ورود نص ہے کہ صوموا الرؤیۃ وافطروا لرؤیۃ مگر یہ علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اپنا خیال ہے جس پر انہوں نے کوئی نقل معتمد پیش نہ کی نہ کلمات علما اس کی مساعدت کریں مسئلہ حج کی بنا دفع حرج بشدید پر ہے نہ کہ اختلاف مطالع پر اور یہاں عدم ورود نص ماننا بھی صحیح نہیں خاص دربارہ ذی الحجہ بھی حدیث صریح صحیح سے رویت پر تعلیق ثابت ہے اور ظاہر سیاق کلام ماتن وشارح رحمہما اللہ تعالٰی رجوع ضمیر مطلق ثبوت ہلال کی طرف جس میں ذی الحجہ بھی

داخل ہے نظم عبارت یہ ہے وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی واختلاف المطالع ورؤیتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوٰی بحر عن الخلاصۃ فیلزم اہل المشرق الخ وہ یہاں احکام عامہ کے بیان میں ہیں علی الخصوص اس تصریح کے بعد ذی الحجہ وغیرہ کہ سب مہینوں کے ہلال کا وہی حکم ہے جو رمضان وفطر کے تو عند التحقیق اگر دوسری جگہ کی رویت بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو اُسی پر عمل واجب ہوگا والعبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف یرید ان یأتی بہذا التحقیق الجلیل الشریف ان شاء اللہ تعالٰی فی تحریر منفصل نفیس ورنہ بے تحقیق باتوں پر اس نظر وبحث کی اصلاً گنجائش نہیں شرعاً نہ ہرگز خط پر عمل نہ پرچۂ اشتہار کوئی چیز نہ ایسے مہمل دو ایک تحریروں سے استفاضۂ شرعی حاصل ہوسکے ایسے طریق کو موجب سمجھ لینا محض خطا وناواقفی اور ایسے بیہودہ فتوؤں پر عید کرلینا مسلمانوں کی نماز وقربانی خراب کردینا روزِ عرفہ کے روزے نرم وانا سخت جرأت وبے باکی ہے درمختار میں ہے یلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر ایسی حالت میں ہم پر باتفاق علما اپنی رویت پر عمل واجب ہے اور اُن بے اصل شوشوں کی طرف التفات ہی باطل ونادرست واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۴: از شاہجہان پور محمد خلیل غربی ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

اوّلاً مرسلہ محمد اعزاز حسین بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل بمبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی قعدہ کو بمبئی میں چاند دیکھا تو بمبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہجہان پور پر عید الضحی ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں مع حوالہ کتب فقہیہ حنفیہ معتبرہ جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

ثانیاً مرسلہ مولوی محمد ریاست علی خاں صاحب بعبارت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص کسی دوسرے شہر سے ۲۹ تاریخ کا چاند دیکھ کر آئیں گو مسافت اُس شہر کی ایک ماہ سے زائد ہو تو گواہی اُن کی درباب رویت ہلال عید الضحی معتبر ہوگی یا نہیں اور اگر معتبر ہوگی تو قول شامی کا کہ یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شیئ لو ظہر انہ رئی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم الخ کیا مطلب ہے اور یہ قول شامی کا معارض قول مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ کے ہے اور اگر ہے تو ترجیح قول شامی کو دی جائے گی یا مفتی بہ قول کو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے گو عید الضحی کا ہو اور نیز فتوٰی مولوی عبدالحی صاحب کا کہ جو مؤید بحدیث ہے اعتبار کیا جائے گا یا ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول کا کیونکہ مولوی عبدالحی اپنے مجموعہ فتاوٰی میں یہ لکھتے ہیں کہ ایک ماہ یا زائد کی مسافت کی گواہی درباب رویت ہلال معتبر اور مقبول نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

جواب اول: ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستجمعہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے اور اس کا خلاف ناجائز اور شاہجہانپور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذیقعدہ ۲۹ کا ثابت ہوکر اس کے حساب سے چہارشنبہ کو عید اضحی کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی یعنی روز جمعہ اسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اس کے بعد شنبہ کو قربانی کی وہ قربانی نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں یہی ظاہر الروایہ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ اصلاً مذہب ائمہ حنفیہ نہیں خصوصاً جب وہی مذیل بالفتوی ہو کہ اب تو کسی طرح اس سے عدول روا نہیں خلاصہ و بحرالرائق وتنویر الابصار و درمختار میں ہے واللفظ لھذین ملتقطا ھلال الاضحی وبقیۃ الاشھر التسعۃ کالفطر علی المذھب، واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب علیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فتاوی خیریہ میں ہے صرحوا بان ما اخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ بحرالرائق میں ہے ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ ردالمحتار میں ہے ما خالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ردالمحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جواب دوم: صورت مستفسرہ میں جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی اگرچہ ہلال عید اضحی ہو اگرچہ ان میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوی اور اس سے عدول باطل و ناروا علامہ شامی نور قبرہ السامی نے یہاں ظاہر الروایہ وقول مفتی بہ کا معارضہ نہ چاہا بلکہ براہ بشریت ایک خطائے فکری سے اسے مختص بہ ہلال صوم و فطر سمجھا فقط ہلال اضحی کو ان نصوص سے مخصوص جانا اور یہ لغزش نظر تھی کہ اطلاقات بلکہ تنصیصات کتب معتمدہ مذہب کے مقابل اس کی طرف التفات بھی ناممکن چہ جائے اعتماد علامہ ممدوح کا یفھم من کلامھم فرمانا اسی لغزش فکر کے باعث ہے ورنہ وہ ہرگز ہمارے علماء کے کلام سے مفہوم بلکہ موہوم بھی نہیں ان کے کلمات عالیات صاف اس مزعوم سے ابا فرمارہے ہیں۔ مولوی لکھنوی صاحب نے نہ صرف اضحی بلکہ صوم و فطر سب میں اختلاف مطالع معتبر ٹھہرایا اور صریح ظاہر الروایہ اور مفتی بہ کا بالقصد معارضہ کیا اور خود اپنی تصریحات کی رو سے بوجوہ کثیرہ فاحش خطاؤں اور باطل بناؤں سے کام لیا علامہ شامی کی بحث سے جسے وہ فتوی نہیں بتاتے اور مولوی لکھنوی صاحب کا فتوی جس پر وہ جزم و اعتماد کررہے ہیں علم فقہ و علم حدیث و علم ہیئت تینوں علوم کی رو سے صریح باطل و محض ناقابل اور خود ان دونوں حضرات کی دوسری تصریحات کے معارض و مناقض و مقابل ہیں احادیث کی مخالفت تو دونوں صاحبوں نے یکساں کی ہے اگرچہ اس کا الزام بھی مولوی لکھنوی صاحب پر زائد و قوی ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی کی ایک متفقہ مقلد سے زیادہ نہیں بنتے اور فاضل لکھنوی ایک محقق محدث اہل نظر و اعتبار نقاد ارشادات ائمہ کبار بننا چاہتے ہیں حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزۂ عظیمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام الائمہ نائل العلم والایمان من الثریا سیدنا امام اعظم ہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشادات عالیہ کو محک نقد ونقض ورد پر رکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور حق یوں ہے ابوحنیفہ کے دلائل یہ ہیں اور یہ سب باطل ہیں ایسے جلیل الشان رفیع المکان محدث احادیث وآثار کے محیط وحاوی فخر بخاری ورشک طحاوی احادیث واضحہ مشہورہ معروفہ صحیحہ صریحہ سے مخالف پڑنا ضرور محل عجب ہے فتوائے مولوی صاحب ہرگز مؤید بحدیث نہیں بلکہ صریح مخالف احادیث ہے اور اس کی خدمات بھی کچھ نہیں بڑے بڑوں پر بھی گند اگی ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے کسی مذہب کو اپنے زعم ناقص میں مخالف حدیث سمجھے اور بعد تنقیح آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ یہ معترضین خود ہی حدیث نہ سمجھے تھے وللہ در من قال ؎ وکم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم ؎ اور مبارک فقہ کی مخالفت کا زیادہ حصہ تو انھیں فاضل محقق نے لیا۔ علامہ شامی پر اگر یہاں ایک اعتراض ہے تو ان پر چار پھر جیسا کہ ہم اشارہ کر آئے ہیں اتنی مخالفات باوصف کثرت قصد یہ ہیں اور علامہ شامی سے ایک مسئلہ کے فہم میں لغزش ہوئی جس پر انھوں نے بنائے کلام فرمائی تو وہ قاصد موافقت میں مرتکب مخالفت طرفہ یہ کہ خود اپنی تصریحات سے تعارض وتناقض میں گئے انھیں ہمارے محقق مدقق معاصر کا پلہ بھاری ہے اور علم ہیئت سے بیگانگی کا الزام تو صرف انھیں پر ہے کہ علامہ شامی کو ان فنون کی جانب التفات نہ تھا اور ہمارے محقق معاصر تو مرد اس میدان کے ہیں یہ سب اجمالی بیان بعونہ تعالٰی دربارۂ اہلہ فقیر کی متفرق تحریرات سے واضح ہیں اور احباب کی خواہش ہوئی تو فقیر بعون القدیر تفصیل کے لیے حاضر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵: از گیا محلہ بارہ قریب مسجد غلام مصطفٰی صاحب

مظہر انوار شریعت حضرت مولنا دامت برکاتکم وفیوضاتکم بعد سلام باکرام آنکہ ایک مسئلہ جو رمضان کی تیس تاریخ پیش آیا تھا وہ دریافت طلب ہے امید کہ جواب باصواب و دستار سال فرماکر سرفراز وممتاز فرماکر عنداللہ ماجور ہوں بصورت فرصت ومہلت حدیث ماخذ وحوالہ کتاب بھی ارشاد فرمادیجئے گا فقط زیادہ آفتاب ہدایت تاباں ودرخشاں باد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جس روز رمضان شریف کی تیس تاریخ تھی اُسی روز ایک شہر کے مختار کچہری کے آئے اور انھوں نے کہا کہ آج ہم جس شہر سے آئے ہیں وہاں آج عید کی نماز ہوگی سامان نماز کا ہو رہا تھا آپ لوگ بھی پڑھیے مختار صاحب موصوف کو کسی عالم کے فرستادہ میں سے نہ تھے اور نہ کسی عالم صاحب کا خط لائے تھے اب قطع نظر امور خارجہ کے اور اس بات کے کہ آئندہ کیا تحقق ہوگا صرف یہ ارشاد ہو کہ اس قصبہ میں از روئے شریعت کے اس روز مختار صاحب موصوف کی خبر معتبر تھی یا نہیں اور مختار صاحب کی خبر کو اعتبار کرکے نماز عید کے واسطے فتوٰی دینا صحیح ہوتا یا نہیں ارشاد فرماکر عنداللہ ماجور وداخل حسنات ہوں اور اس قصبہ کا ہندو تار بابو خبر دیتا تھا کہ تار آیا ہے آج عید فلاں شہر میں ہوگی اب تار بابو کا خبر دینا معتبر تھا یا نہیں۔

الجواب

دربارۂ ہلال خط وتار محض بے اعتبار، اشباہ والنظائر میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ مخبر واحد اور کچہری کے مختار اور وہ بھی محض حکایت واخبار کہ دو شاہد عدل بھی ایسی حکایت کرتے تو اصلاً معتبر نہ تھی درمختار میں ہے

شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ لالو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ

صورت مذکورہ میں اہل قصبہ کو عید کرنی حرام تھی اگرچہ بعد کو عید ثابت ہی ہوجائے کہ انہوں نے قبل ثبوت کی اور ارشاد حدیث صحیح صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ کے مخالف ہوئے جس نے بربنائے مذکور **ہذیان تار و حکایت نامختار** عید کا فتوی دیا سخت حرام ہوا فتوے پر کبھی عمل نہ کریں حدیث میں ہے اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۶: از مقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ ننے میاں کلاہ فروش داہن منڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ سوجت مارواڑ میں ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہیں آیا اور شعبان کے تیس روز پورے کرکے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کیے بعد میں کسی وجہ سے دو تین آدمی دہلی گئے وہاں کے لوگ ۲۹ شعبان کو چاند دیکھنے کے حساب سے روزے رکھے تھے اب وہ شخص اخیر رمضان مبارک میں سوجت واپس آگئے اور کہنے لگے کہ دہلی میں ۲۹ کے حساب سے روزہ رکھنا شروع ہوا ہے ہم بھی وہاں کے حساب سے عید کریں گے سوجت کے چاند دیکھنے کا خیال نہیں کریں گے اب سوجت کی ۲۹ اور دوسری جگہ ۳۰ کو کہا کہ کل عید کریں گے تو انہوں نے ضد اور نفسانیت کرکے روزہ نہیں رکھا اور جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا بہکا کر افطار کرادیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ بغیر چاند نظر آئے ہم روزہ افطار نہ کریں گے اور ۳۰ دن پورے کرکے عید کریں گے کیونکہ ہم کو شرع شریف کا یہی حکم ہے اور ایک فتوی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ خطوط اور تار وغیرہ کی خبر سے روزہ افطار نہیں کرنا چاہئے اور پھر اسی قسم کی ایک حدیث بھی نظر آئی جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گئے اور رمضان المبارک کا چاند ان کو نظر آگیا تھا پھر اخیر رمضان شریف کو مدینہ منورہ میں آئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے وہاں کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی دریافت کیا کہ تم نے چاند کو دیکھا تھا انہوں نے کہا کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا تھا

انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتے کی رات کو چاند دیکھا سو اسی حساب روزہ رکھیں گے پھر حضرت کریب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ اور ان کے روزہ رکھنے پر عمل نہیں کریں گے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسی طرح حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ اپنے اپنے ملک کی رؤیت لازم آتی ہے دوسرے ملک یا علاقہ والوں پر لازم نہیں ہوتی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور دوسروں کے

روزے قریب آٹھ بجے کے توڑوادیے بغیر چاند دیکھے تو اب ۲۹ روزے رکھنے والے کو توبہ کرنا اور روزہ کی قضا رکھنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین روزہ اور افطار دونوں کی بنا حضور نے رویت پر رکھی تو خود رویت ہو یا دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت شرعی اگرچہ دونوں جگہ میں فاصلہ شرق و مغرب کا ہو یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح و معتمد ہے درمختار وغیرہ میں ہے یلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت ذلک عندھم بموجب شرعی اُس کے ثبوت کے سات طریقے ہیں جو ہم نے اپنے فتاوی میں مفصل بیان کیے یہ بات کہ ایک دو آدمی گئے اور دوسرے شہر سے خبر لائے کہ وہاں ۲۹ کا چاند ہوا نہ رویت ہے نہ شہادت ہے نہ شہادت علی الشہادت نہ شہادت علی الحکم غرض کوئی طریقہ شرعیہ نہیں محض حکایت ہے اور وہ دربارہ ہلال اصلاً معتبر نہیں کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار اور دن کے روزے تڑوانے میں یہ مرتکب کبیرہ ہوئے اور وہ روزہ توڑنے والے اور سخت کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور اُن پر قضا لازم اور اُن کو دہلی میں اگر کوئی ثبوت شرعی بہم نہ پہنچا تھا تو اُن کا جرم اور اشد ہے اور ان پر بھی قضا لازم یہ ایسی صورت کا مطلق حکم ہے مگر اس سال کی نسبت کافی شرعی ثبوتوں سے ۲۹ دن کا ثابت ہوگیا لہٰذا قضا کی حاجت نہیں البتہ بلاثبوت شرعی جو حکم شرع پر جرأت کی اُس سے توبہ کی حاجت ہے مگر جبکہ شعبان ۳۰ کا سمجھ کر روزے رکھے تو یکم رمضان کے روزے کی قضا لازم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۸

از بروڈہ گجرات باڑہ نواب صاحب مرسلہ نواب سید معین الدین حسن خاں بہادر ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رویت ہلال شریعت میں کس طرح ثابت ہوتی ہے بحوالہ کتب مع ترجمہ اردو جواب عطا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا والصلوۃ والسلام علی من صار الدین بطلوع ھلالہ بدرا منیرا وعلی اٰلہ وصحبہ الکاملین نورا والمکملین تنویرا۔ ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں **طریق اول** خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اُس کا یہ بیان مجلس

قضا میں نہ ہوا گرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیرذٰلک یہ اُس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحالِ صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پرواہ نہیں بے پرواہی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے **باقی گیارہ ہلالوں** کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں قاضی شرع کے حضور بلفظ اشھد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کا قائمقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں اعلم ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشھد بھی کافی سمجھا جائے گا ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً **ہلال محرم** کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے درمختار میں ہے قیل[1] بلا دعوی وبلا لفظ اشھد وحکم ومجلس قضاء للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولو قنا او انثی بین کیفیۃ الرویۃ اولا علی المذھب وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب

---

[1] ترجمہ: ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رویت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے دعوی یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشھد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر و غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں اور جب ابر و غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلال عید الفطر کا۔

الشهادة ولفظ اشهد ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين مع العلة للضرورة
وقبل بلا علة جمع عظيم يقع غلبة الظن بخبرهم وعن الامام يكتفى بشاهدين واختاره في البحر وصحح في الاقضية
الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع واختاره ظهير الدين وهلال الاضحى وبقية
الاشهر التسعة كالفطر على المذهب اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے شرط[2] القبول عند عدم علة في السماء لهلال
الصوم او الفطر اخبار جمع عظيم لان التفرد من بين الجم الغفير بالرؤية مع توجههم طالبين لما توجه هو
اليه مع فرض عدم المانع ظاهر في غلطه بحر ولا يشترط فيهم العدالة امداد ولا الحرية قهستاني **قوله**
واختاره في البحر حيث قال ينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائي الاهلة
فانتفى قولهم مع توجههم طالبين وظاهر الولوالجية والظهيرية يدل على ان ظاهر الرواية هو اشتراط
العدد والعدد يصدق باثنين اھ وفي زماننا نشاهد تكاسل الناس فليس في شهادة الاثنين تفرد
من بين الجم الغفير حتى يظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى
وفي الكافي للحاكم الذي هو جمع كلام محمد في كتبه ظاهر الرواية تقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان
او غير عدل بعد ان يشهد انه راٰه خارج المصر او انه راٰه في المصر مع علة تمنع العامة من التساوي
في رويته اھ ولا منافاة بينهما لان اشتراط الجمع العظيم اذا كان الشاهد من المصر في غير مكان مرتفع
فالثانية مقيدة لاطلاق الاولى بدليل ان الاولى علل فيها رد الشهادة بان التفرد ظاهر في الغلط وعلى ما في الثانية
لم توجد علة الرد ولهذا قال في المحيط فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر **قوله** وبقية الاشهر

---

[2] ترجمہ: جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ وعید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر ضرور ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند
دیکھنے میں مصروف تھی اُس صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے ایسا ہی بحرالرائق
میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے اور بحرالرائق
میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اُس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند
دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انھیں دو کو نظر آنا بعید از قیاس ہے اور ولوالجیہ و ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں
صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہوگیا انتہی اور ہمارے زمانہ میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے
کہ جمہور کے خلاف انھیں کو کیسے نظر آگیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتوی دینا لازم ہوا
اور کافی حاکم میں جس میں امام محمد کا تمام کلام کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرما دیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا
مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اُس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو

لا یقبل فیھا الاشھادۃ رجلین او رجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی والظاھر انہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین ویؤیدہ قولہ کما فی سائر الاحکام اھ ملتقطا

حدیقہ ندیہ میں ہے اذا خلا[3] الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔

طرق دوم شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا انھوں نے اُس گواہی کی گواہی دی یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہان فرع یہاں آکر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں کور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں کور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا۔ پھر اصل شہادت رؤیت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضروری ہے مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیے جب تک جنگل میں یا بلند مکان پر دیکھنا نہ بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اسکی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگرچہ کنیز مستورۃ الحال ہو بس ہے اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورت عادل گواہ ہوں اگرچہ یہی دو مرد ان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد دو مرد عادل کو گواہ کردیا کہ یہاں آکر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو گواہ ہوں ورنہ یہ بھی جائز ہے اصل خود آکر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جداگانہ کر بھیجے ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو گواہ ہوں اور انھیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے درمختار میں ہے الشہادۃ[1] علی الشہادۃ مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان

نظر نہ آیا انتہی اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو یہ پچھلی روایت اُس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی تھی کہ تنہا اُس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اُس پچھلی صورت یعنی جبکہ وہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رد کی وجہ نہ پائی گئی تو محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اُس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا اور باقی نو مہینوں میں مقبول نہ ہوگی مگر گواہی دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عادل آزاد کی جن پر حد قذف نہ لگ چکی ہو جیسے باقی تمام معاملات میں۔ اسی طرح بحرالرائق میں امام اسبیجابی کی شرح مختصر طحاوی سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان نو چاندوں میں صفا و عدم صفائی مطلع کا کچھ فرق نہیں ہر حال میں دو کی گواہی قبول ہوگی کہ وہ وجہ جو وہاں شرط جماعت عظیم کی

یبیت اھلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القھستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اوکون المرأۃ مخدرۃ لاتخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ عند الشھادۃ عند القاضی قید للکل وبشرط شھادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل ولو امرأۃ لاتغایر فرعی ھذا وذاک وکیفیتھا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشھد علی شھادتی انی اشھد بکذا ویقول الفرع اشھد ان فلانا اشھدنی علی شھادتہ بکذا وقال لی اشھد علی شھادتی بذلک اھ مختصرا[1] اُسی کے بیان ہلال رمضان میں ہے وتقبل شھادۃ واحد علی اٰخر کعبد وانثی ولو علی مثلہ[2] ردالمحتار میں ہے لو شھدا علی شھادۃ رجل واحد ھما یشھد بنفسہ ایضا لم یجز کذا فی محیط السرخسی فتاوی الھندیۃ ولو شھد واحد علی شھادۃ نفسہ واٰخران علی شھادۃ غیرہ یصح صرح بہ فی البزازیۃ اھ مختصرا[3] فتاوی عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہے ینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاھد الاصل واسم ابیہ وجدہ حتی لو ترک ذلک فالقاضی لایقبل شھادتھما[4] شھادۃ علی الشھادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک گواہان اصل بھی اہلیت شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہان فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہان اصل سے کوئی گواہ اندھا یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہوگیا یا کہا کہ میں نے تو ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کردیا تھا تو یہ شہادت باطل ہوجائے گی درمختار میں ہے تبطل شھادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اھلیتھا کخرس وعمی وبانکار اصلہ الشھادۃ کقولھم مالنا شھادۃ اولم نشھدھم او اشھدناھم وغلطنا اھ

باعث تھی کہ سب ہلال کو تلاش کرتے ہیں یہاں موجود نہیں کہ ان نو مہینوں کا چاند عام لوگ تلاش نہیں کرتے ہیں

______ اور اس کی تائید کرتا ہے امام اسبیجابی کا وہ فرمانا کہ ان میں وہ درکار ہے جو باقی تمام معاملات میں[3]

ترجمہ: جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو معاملات شرعیہ میں کفایت کرسکے تو شرعی سب کام علماء کو سپرد ہوں گے اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنے ہر معاملہ شرعیہ میں اُن کی طرف رجوع کریں وہ علماء ہی قاضی وحاکم سمجھے جائیں گے پھر اگر سب مسلمانوں کا ایک عالم پر اتفاق مشکل ہو تو ہر ضلع کے لوگ اپنے علماء کا اتباع کریں اگر ضلع میں عالم کثیر ہوں تو جو سب میں زیادہ احکام شریعت کا علم رکھتا ہے اُس کی پیروی ہوگی اور اگر علم میں برابر ہوں تو ان میں قرعہ ڈال لیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[5] ترجمہ: گواہی پر گواہی مقبول ہے اگرچہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہان اصل نے زید وعمرو کو گواہ بنایا اُنھوں نے اپنی اس شہادت علی الشہادۃ پر بکر وخالد کو گواہ کردیا خالد نے اپنی اس شہادۃ علی الشہادت پر سعید وحمید کو شاہد بنالیا وعلی ہذا القیاس اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود وقصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آنا مرض یا سفر یا زن پردہ نشین ہونے کے باعث متعذر ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دُور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اسی قول کو پسند کیا اور قہستانی وسراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے مصنف نے اسے مسلم رکھا اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگرچہ اپنی کسی ضرورت

مختصراً **طریق سوم** شہادۃ علی القضا یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شہرع کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اُس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا دو شاہدان عادل اس گواہی وحکم کے وقت حاضر دار القضا تھے اُنھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گذریں اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں رُدر کا حکم دیا فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے لوشھدوا ان قاضی بلدۃ کذا شھد عندہ اثنان برؤیۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی بشہادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشہادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ اسی طرح فتاوی قاضیخاں وفتاوی خلاصہ وغیرہما میں ہے (**قلت** وقیدہ فی التنویر تبعاً للذخیرۃ عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوی ووجھہ العلامۃ الشامی بتوجیھین ردا فی کل منھما کلام حققناہ فیما علیہ علقناہ فراجعہ تمرفانہ من الفوائد المھمۃ) **طریق چہارم** کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو اُس کے سامنے شرعی گواہی گزری اُس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اُس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کرسکتا ہے (اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کرکے اُن کے سامنے سر بمہر کردے اور اولٰی یہ کہ اُس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچے پر الگ لکھ کر بھی ان

کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے ایسا ہی قنیہ میں ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر اصل گواہ اگرچہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادت یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دیں ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جداگانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرع سے اگرچہ وہ اُس کا بیٹا ہو خطاب کرکے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہوجا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرع یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہوجا۔ ۲؎ ترجمہ:۔ ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگرچہ ایسی ہی جیسے پر ہلال رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسموع ہونے کے قابل ہو جیسے بحالت ناصافی مطلع ۳؎ ترجمہ:۔ اگر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور اُن میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں ایسا ہی فتاوی عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ادا کی تو یہ درست ہے بزازیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲۔ ۴؎ گواہ فرع کو چاہیے کہ گواہ اصل اور اُس کے باپ اور دادا کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اگر اسے چھوڑ دے گا تو حاکم اُس کی گواہی قبول نہ کرے گا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی

شہود کو دے دے کہ اُسے یاد کرتے رہیں یہ آگر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سر بمہر خط اس قاضی کے حوالہ کریں یہ زیادہ احتیاط کے لیے ہے ورنہ خیر اُسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں عادل کو خط سپرد کرکے گواہ کرلے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں) بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اُسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اُس پر اُس کی اور اُس کے محکمۂ قضا کی مہر بھی لگی ہو (اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک یہ خط قاضی مکتوب الیہ کو پہنچے اور وہ اُسے پڑھ لے اُس وقت تک کاتب زندہ رہے اور معزول نہ ہو ورنہ اگر خط پڑھے جانے سے پہلے مرگیا یا برخاست ہوگیا تو اُس پر عمل نہ ہوگا اور بحالت زندگی یہ بھی ضرور ہے کہ جب تک مکتوب الیہ اس خط کے مطابق حکم نہ کرلے اُس وقت تک کاتب عہدۂ قضا کا اہل رہے ورنہ اگر حکم سے پہلے کاتب مثلاً مجنون یا مرتد یا اندھا ہوگیا تو بھی خط بیکار ہوجائے گا درمختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم یحکم کتب الشہادۃ لیحکم المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بما فیہ وختم عندہم وسلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی (ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل القراءۃ وجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ لخروجہ عن الاہلیۃ وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاہلیۃ الا اذا عمم) ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام درر وغرر میں ہے لا یقبلہ ایضا الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب قد یزور اذ الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ

طریق پنجم استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اُسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ وعیدین اُسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں۔ پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سُنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ اُنھوں نے بیان کیا اور رشدہ رشدہ شائع ہوگئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی با شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہوجائے گی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شرع نہ مفتی اسلام یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آج کل کے بہت مدعیان خامکار خصوصاً وہابیہ خصوصاً نامقلدین وغیرہم فجار یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم ناتجربہ کار یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر اُس کے منتظر احکام نہیں پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے

لیتے ہیں ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلاً قابلِ قبول نہیں کہ اُس سے کسی حجت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا درمختار میں ہے شھدوا انہ شھد عند قاضی مصر کذا شاھدان برؤیۃ الھلال وقضی بہ القاضی بشہادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وشھدوا بہ لا لو شھدوا برؤیۃ غیرھم لانہ حکایۃ نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبی وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے ھذہ الاستفاضۃ لیس فیھا شھادۃ علی قضاء قاض ولا علی شھادۃ لکن لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بھا لان البلدۃ لاتخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلا بد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور۔ الخ اُسی میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک بلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ ویتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لاندری من قالھا فمثل ھذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع۔ تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان میں ہے لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا لزم العمل بھا لان المراد بھا بلدۃ فیھا حاکم شرعی الخ۔ دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر وہ شرائط ضرور ہیں کہ صوم وعید بربنائے حکم حاکم شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہو اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا ظاہر اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضرور نہیں کہ رویت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ جب جماعت تواتر جماعت تواتر سے اُن کی رویت کی ناقل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اُس سے اقوٰی ہے کہ شہادت برخلاف تواتر آئے تو رد کردی جائے اور نفی پر تواتر مقبول ہے اور شہادت نامسموع۔ عالمگیریہ میں محیط سے ہے ان وجد کلھم غیر ثقات یعتمد علی ذلک بتواتر الاخبار۔ درمختار میں ہے شھادۃ النفی المتواتر مقبولۃ۔ ردالمحتار میں ہے فی النوادر عن الثانی شھد علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او بیع او کتابۃ او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان او زمان او صفات فبرھن المشھود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لا تقبل لکن قال المحیط فی الحادی والخمسین ان تواتر عند الناس وعلم الکل عدم کونہ فی ذلک المکان والزمان لاتسمع الدعوی ویقضی بفراغ الذمۃ لانہ یلزم تکذیب الثابت بالضرورۃ۔ عقود الدریہ میں فتاوٰی صغرٰی سے ہے البینۃ اذا قامت علی خلاف المشھور المتواتر لاتقبل وھو ان یشتھر ویسمع

من قوم کثیر لا یتصور اجتماعھم علی الکذب کلام علما مثلاً قول مذکور درمختار کے لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری اور قول ذخیرہ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فیما بین اھل البلدۃ الاخری یلزمھم حکم ھذہ البلدۃ وغیر ذلك بلاشبہہ اس صورت کو بھی شامل واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ **طریق ششم** اکمال عدت یعنی جب ایک مہینہ کے تیس۳۰ دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا اگرچہ اس کے لیے رویت شہادت حکم استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس۳۰ سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما یہ طریقہ صفائی مطلع کی حالت میں کافی ہے اگرچہ ہلال نظر نہ آئے جبکہ گذشتہ ہلال رویت واضحہ یا دو گواہان عادل کی شہادت سے ثابت ہولیا ہو ہاں اگر ایک گواہ کی شہادت پر ہلال رمضان مان لیا اور اُس حساب سے تیس دن آج پورے ہوگئے اور اب مطلع روشن ہے اور عید کا چاند نظر نہیں آتا تو یہ اکمال عدت کافی نہ ہوگا بلکہ صبح ایک روزہ اور رکھیں کہ اگلے ہلال کا ثبوت حجت تامہ سے نہ تھا اور باوصف صفائی مطلع تیس۳۰ کے بعد بھی چاند نظر نہ آنا صاف گواہ ہے کہ اُس گواہ نے غلطی کی اور جبکہ وہ ہلال حجت تامہ دو گواہان عادل سے ثابت تھا تو آج باوصف مطلع نظر نہ آنا اس پر محمول ہوگا کہ ہلال بہت باریک ہے اور کوئی بخار قلیل المقدار خاص اُسی کے سامنے حاجب ہے جسے صفائی عامہ افق کے سبب نظر صفائی مطلع گمان کرتی ہے یا اُس کے سوا کوئی اور مانع خفی خلاف معتاد ہے ہاں اگر آج ابر و غبار ہے تو مطلقاً تیس۳۰ پورے کرکے عید کرلیں گے اگرچہ ہلال رمضان ایک ہی شاہد کی شہادت سے مانا ہو کہ اب اُس کی غلطی ظاہر نہ ہوئی تنویر میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر و بقول عدل لا درمختار میں ہے نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا الخ و تمام تحقیقہ فی ردالمحتار و ما علقنا علیہ **طریق ہفتم** علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فیر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہوں کسی کے آنے جانے کی سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی قدر نہیں احکام جہال بے خرد یا نیچری رافضی وغیرہم بدمذہبوں کے حوالے ہیں جنھیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ اُن کے اتباع کی پرواہ اپنی رائے ناقص میں جو آیا اُس پر حکم لگا دیا توپیں چل گئیں تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں کما لایخفی پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابل اعتماد ہوں اُن پر عمل اہل دیہات ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اُس شہر والوں کو بھی اُن پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گزرنا اُس کا اُن پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سُنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر یا ڈھنڈورا وغیرہ **اقول** یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اُس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ یہ حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہوسکتا عالمگیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او

فاسقا کذا فی جواھر الاخلاطی۔ ردالمحتار میں ہے قلت والظاھر انہ یلزم اھل القری الصوم بسماع المدافع اوروٴیۃ القنادیل من المصر لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذلک لغیر رمضان بعید اذلا یفعل مثل ذلک عادۃ فی لیلۃ الشک الا لثبوت رمضان۔ منحۃ الخالق میں ہے لا بد ان یکون عندنا العمل بالامارات الظاھرۃ الدالۃ علی ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علی من سمعھا ممن کان غائبا عن المصر کاھل القری ونحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود وقد ذکر ھذا الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالامارۃ الظاھرۃ الدالۃ التی لا تتخلف عادۃ کروٴیۃ القنادیل المعلقۃ بالمنابر قال ومخالفۃ جمع فی ذلک غیر صحیحۃ اھ **تنبیہ دربارہ ہلال غیر رمضان وشوال** جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے جیسے دوم سے پنجم تک چار طریقوں میں اُن کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ دوسرا شہر اس شہر سے اس قدر مغرب کو نہ ہٹا ہو جس کے باعث رویت ہلال میں اختلاف پڑسکے جب تو وہ طریقے ہر ہلال میں کام دیں گے ورنہ غیر رمضان وشوال میں معتبر نہ ہوں گے یعنی اگر وہ شہر اُس شہر سے اتنا غربی ہے جس کی مقدار بعض علما نے یہ رکھی ہے کہ بہتر میل یا زیادہ اُس کا طول شرقی اُس کے طول شرقی سے کم ہو اور وہاں کی رویت ہلال ذی الحجہ پر مثلاً شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضا گزری یا کتاب القاضی یا خبر متواتر آئی تو یہاں اُس پر عمل نہ ہوگا بلکہ اپنے ہی شہر یا اُس کے قریب مواضع یا شرقی بلاد سے اگرچہ کتنے ہی فاصلے پر ہوں ثبوت آنے پر مدار رکھیں گے اور نہ ملا تو تیس کی گنتی پوری کریں گے، ردالمحتار میں فرمایا یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رُؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الروٴیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم فتجزیٔ الاضحیۃ فی الیوم الثالث عشر وان کان علی روٴیا غیرھم ھو الرابع عشر اھ **اقول** مگر صحیح اس کے خلاف ہے کلام علماء صاف مطلق وعام اور اس تخصیص میں بوجوہ کلام، فان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علل اسقاط اعتبار الحساب بانا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب کما رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وغیرھم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھذہ العلۃ تعم الاھلۃ وھذا وان کان خلاف القیاس فلا یمتنع الالحاق بہ دلالۃ وان امتنع قیاسا کما قد نص علیہ العلماء ومنھم العلامۃ الشامی فی نفس ھذا الکتاب ولا نشک ان ذا الحجۃ کالفطر سواء بسواء وقد قال رسول اللہ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس اخرجہ الترمذی بسند صحیح حسن عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فطرکم یوم یفطرون واضحاکم یوم تضحون رواہ ابوداؤد والبیہقی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** ھذا کلہ کلام

معہ علی تسلیم ان النوط بالرؤیۃ انما ورد فی الصوم والفطر ولیس کذٰلک بل قد ثبت کذٰلک فی الاضحیۃ فقد اخرج ابوداؤد والدارقطنی عن امیر مکۃ الحارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشہادتھما قال الدارقطنی ھذا اسناد متصل صحیح فانقطع مبنی البحث من راسہ واستبان الحق وللہ الحمد اما المتمسک بہ من مسئلۃ الحج **فاقول** لاحجۃ فیھا فانھا فیما اری لدفع الحرج العظیم ونظیرہ ما فی التنویر والدر تبیین ان الامام صلی بغیر طھارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال لایعید الصلاۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی کما لو شھدوا انہ یوم العید فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأتھم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لایمکن التحرز عن مثل ھذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمع المسلمین زیلعی اھ ملخصا مصححا ثم رأیت بحمد اللہ التصریح بہ فی اللباب وشرحہ بل فی نفس الشرح المتعلق بہ ردالمحتار حیث قال شھدوا بعد الوقوف بوقفھم بعد وقتہ لاتقبل شھادتھم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشھود للحرج الشدید الخ فقد ظھر الحق والحمد للہ رب العالمین **غرض** ثبوت ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں ان کے سوا جس قدر طرق لوگوں نے ایجاد کیے محض باطل ومخذول وناقابل قبول ہیں خیالات عوام کا حصر کیا ہو مگر آجکل جہال میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات ہیں **یکم** حکایت رویت یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا وہاں کے حساب سے آج تاریخ یہ ہے ظاہر ہے کہ یہ نہ شہادت رؤیت ہے کہ انہوں نے خود نہ دیکھا نہ شہادت علی الشہادۃ کہ دیکھنے والے ان کے سامنے گواہی دیتے اور انھیں اپنی گواہیوں کا حامل بناتے اور یہ حسب قواعد شرعیہ یہاں شہادت دیتے بلکہ مجرد حکایت جس کا شرع میں اصلا اعتبار نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی ثقہ معتمد ہوں اور جن کا دیکھنا بیان کریں وہ بھی ثقہ مستند ہوں نہ کہ جہال میں تو یہ رائج ہے کہ کوئی آئے کیسا ہی آئے کسی کے دیکھنے کی خبر لائے اگرچہ خود اس کا نام بھی نہ بتائے بلکہ سرے سے اس سے واقف ہی نہ ہو ایسی مہمل خبروں پر اعتماد کرلیتے ہیں فتح القدیر وبحرالرائق وعلمگیریہ وغیرہا میں ہے لو شھد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھؤلاء الھلال لا یباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم **دوم** افواہ شہر میں خبر اڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا جاہل اسے تواتر واستفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھئے سنی ہوئی کہتا ہے ٹھیک پتہ کوئی نہیں دیتا یا منتہائے سند صرف دو ایک شخص ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے اس کی صورتیں وہ ہیں جو ہم نے طریق پنجم میں ذکر کیں منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں ہے اعلم ان المراد بالاستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی بلدۃ التی لم یثبت بھا لا مجرد الاستفاضۃ لانھا قد تکون مبنیۃ علی اخبار رجل واحد مثلا فیشیع الخبر عنہ ولاشک ان ھذا لایکفی بدلیل قولھم اذا استفاض الخبر

وتحقیق فان التحقیق لا یکون الا بما ذکرنا فقیر کو بارہا تجربہ ہوا کہ ایسی شہرتیں محض بے سروپا نکلتی ہیں اسی ذی الحجہ میں خبر شائع ہوئی کہ آنولے میں چاند ہوا ہے وہاں عام لوگوں نے دیکھا اور فقیر کے ایک دوست کا خاص نام بھی لیا گیا وہ آئے اور خود اپنی رؤیت اور وہاں سب کا دیکھنا بیان کرتے تھے فقیر نے اُن کے پاس ایک معتمد کو بھیجا وہاں سے جواب ملا کہ یہاں ابرغلیظ تھا نہ میں نے دیکھا نہ کسی اور نے دیکھا پھر خبر اُڑی کہ شاہجہانپور میں تو ایک ایک شخص نے دیکھا فقیر نے وہاں بھی ایک معتمد ثقہ کو اپنے ایک دوست عالم کے پاس بھیجا انھوں نے فرمایا اس کا حال میں آپ کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں اُن کا ہاتھ پکڑ کر شہر میں گشت کیا دروازہ دروازہ دریافت کرتے پھرے عید کب ہے کہا جمعہ کی کہا کیا چاند دیکھا کہا کہ دیکھا تو نہیں کہا پھر کیوں اس کا جواب کچھ نہ تھا شہر بھر سے یہی جواب ملا صرف ایک شخص نے کہا میں نے منگل کو چاند دیکھا تھا اور میرے ساتھ فلاں فلاں صاحب نے بھی۔ اب یہ عالم مع اُن معتمد کے دوسرے صاحب کے پاس گئے اُن سے دریافت کیا کہا وہ غلط کہتا تھا اور خود ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اُن گواہ صاحب کے پاس آئے اب یہ بھی پلٹ گئے کہ ہاں کچھ یاد نہیں پھر خبر گرم ہوئی کہ رامپور میں چاند دیکھا گیا اور جمعہ کی عید قرار پائی فقیر نے دو ثقہ شخصوں کو وہاں کے دو علمائے کرام اپنے احباب کے پاس بھیجا معلوم ہوا وہاں بھی ابر تھا کسی نے بھی نہ دیکھا بارے اتنا معلوم ہوا کہ وہاں دو شخص دہلی سے دیکھ کر آئے ہیں ان علماء نے اُن دو شاہدوں کو بلا کر ان دو ثقات کے سامنے شہادت دلوائی اور جو الفاظ فقیر نے انھیں لکھوا دیے تھے وہ ان سے کہلوا کر ان کو تحمیل شہادت کرائی اور دونوں عالم صاحبوں نے خود ان دونوں شہود اصل کا تزکیہ کیا اب ان دونوں فرع نے یہاں آکر شہادت علی الشہادت حسب قاعدہ شرعیہ دی اُس وقت فقیر نے عید جمعہ کا فتوی دیا دیکھئے افواہ اخبار کی یہ حالت ہوتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سوم خطوط و اخبار۔ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ فلاں جگہ سے خط آیا فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا حالانکہ ہم طریق چہارم میں بیان کر چکے کہ حاکم شرع کا خاص مہری دستخطی خط جس پر خود اُس کی اور محکمہ دار القضا کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہو اور یہاں بھی حاکم شرع کے نام آئے ہرگز بغیر دو شاہدان عادل کے جنھیں لکھ کر اپنی کتاب کا گواہ بنا کر خط سپرد کیا اور یہاں انھوں نے حاکم شرع کو دے کر شہادت ادا کی ہو مقبول نہیں پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابل التفات ہو سکتے ہیں اور اخباری گپیں تو اصلاً نام لینے کی بھی قابل نہیں درمختار میں ہے لا یعمل بالخط ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر **چہارم تار** یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے یہاں اُس قدر بھی نہیں تو اس پر عمل کو کون کہے گا مگر اجہل سا اجہل جسے علم کے نام سے بھی مس نہیں فقیر نے اس کے رد میں ایک مفصل فتوی لکھا اور بحمد اللہ تعالٰی اُس پر ہندوستان کے بکثرت علما نے مہریں کیں کلکتے میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ گنگوہی مُلّانے اپنے ایک فتوی میں تار کی خبر اس باب میں معتبر ٹھہرائی اور اُسے تحریر خط پر قیاس کیا تھا کہ تار کی خبر مثل تحریر خط کے خبر کے ہے کیونکہ تحریر میں حروف اصطلاحی ہیں جس سے مطلب معلوم ہو جاتا ہے خواہ بحرکت قلم پیدا ہو دیں خواہ کسی لاٹھی یا بانس طویل کی حرکت سے (الٰی قولہ) بہر حال خبر تار کی مثل خط ہے اور معتبر ہے" یعنی خط میں قلم سے لکھتے ہیں تار دینا ایسا ہے کہ کسی بڑے بانس سے جو ہزاروں کوس تک لمبا ہے لکھ دیا تو جیسے وہ معتبر ہے ویسے ہی یہ بلکہ یہ تو زیادہ معتبر ہونا چاہئے کہ وہاں چھوٹا سا قلم ہے اور یہاں اتنا بڑا بانس تو اعتبار بھی اسی نسبت پر بڑھنا چاہئے شملہ بمقدار قلم قیاس تو اچھا دوڑا تھا مگر افسوس کہ شرعاً محض مردود و ناکام

رہا اولاً خط و تار میں جو فرق ہیں ہم نے اپنے فتوی مفصلہ میں ذکر کیے جو اس قیاس کو از بیخ برکندہ کرتے ہیں اور ان سے قطع نظر بھی کیجئے تو بحکم شرع خط ہی پر عمل حرام پھر اس بالس کے قیاس کا کیا کام حکم مقیس علیہ میں باطل ہے تو مقیس آپ ہی عاری و عاطل ہے مولوی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوی میں خط و تار کو بے اعتبار ہی ٹھہرایا اور اس حکم میں حق کی موافقت کی مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اُس پر عمل ہو سکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط استفاضے کے معنی جو علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہیئے یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اولاً وہ اُن وجوہ ناجوازی سے جنھیں ہم نے اُس فتوی میں مفصلاً ذکر کیا ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے ڈاک کے منشی تار کے بابو چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً جاہل یا فساق فجار ہوتے ہیں اور بفرض باطل آئیں بھی تو یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ مخبرین میں کہ یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو بلکہ عامہ بلاد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگرچہ بڑے شہر میں تقسیم کے لیے دو چار برانچ اور بھی ہوں بہرحال یہ خط یا تار ہم کو تو معدودی شخصوں کے ذریعے سے ملیں گے پھر استفاضے سے کیا علاقہ ہوا کیا اگر زید آکر کہہ دے کہ فلاں جگہ لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا تو یہ خبر مستفیض کہلائے گی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **پنجم جنتریوں کا بیان** کہ فلاں دن پہلی ہے۔ اول بعض علمائے شافعیہ وبعض معتزلہ وغیرہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس بارے میں معتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول منجمین سے قطع نظر و عدم لحاظ کی تصریح فرما چکے پھر اب اُس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال ہوا آجکل کی جنتریاں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی تو وہ بھی اُنھیں ہندوانی جنتریوں کی پیروی سے کیا قابل التفات ہو سکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں اول مسرانی ہیئت ہی ناقص ومختل ہے پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں تقویمات کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جنھیں کوئی سمجھ والا بچہ بھی نہ پڑتا پھر یہ کیا اعدان کی جنتری کیا ہو ران کی دوج اور پڑوا کی کسے پروا **ششم قیاسات وقرائن** مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرہویں ہے اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ اُنتیس کا ہوگا یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے پھر ان پر عمل محض جہل و زلل حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ قرب قیامت کی علامات سے ہے کہ ہلال پھولے ہوئے نکلیں گے

یعنی دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں گے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا ویقال ھو لیلتین علامات قیامت سے ہے کہ چاند بے تکلف نظر آئے گا کہا جائے گا کہ دو رات کا ہے رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالی عنہ صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سعید بن فیروز سے ہے قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ قال ترأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین ــــــــــ قال فلقینا ابن عباس ــــ فقلنا انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قال قلنا لیلۃ کذا وکذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ ہم عمرہ کو چلے جب بطن نخلہ میں اُترے ہلال دیکھا کوئی بولا تین رات کا ہے کسی نے کہا دو رات کا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ملے اُن سے عرض کی کہ ہم نے ہلال دیکھا کوئی کہتا ہے تین شب کا ہے کوئی دو شب کا فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہم نے کہا فلاں شب۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اُس کا مدار رویت پر رکھا ہے تو وہ اُسی رات کا ہے جس رات نظر آیا مفہم کچھ استقرائی کچھ اختراعی قاعدے مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی رمضان کی پہلی ذی الحجہ کی دسویں ہوگی اگلے رمضان کی پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوگی چار مہینے برابر تیس تیس کے ہوچکے ہیں یہ ضرور اونتیس۲۹ کا ہوگا تین پے درپے اونتیس کے ہوئے ہیں یہ ضرور تیس کا ہوگا ان کا جواب اسی قدر میں ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہ اُتاری وجیز امام کردری میں ہے شھر رمضان جاء یوم الخمیس لایضحی ایضا فی یوم الخمیس مالم یتحقق انہ یوم النحر وما نقل عن علی رضی اللہ تعالی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ وکذا ما ھو الرابع من رجب لایلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق خزانۃ المفتین میں فتاوی کبری سے ہے ما یروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابد لان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلاثۃ اشھر فلا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من الثلثۃ وینقص الواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تتاخر عنہ واذا نقصت الشھور الثلثۃ او شھران تقدم علیہ فلم یصح الاعتماد علی ھذا یہ کلام اجمالی بقدر کفایت ہے اور ان احکام کی تفصیل تام رسائل و مسائل فقیر میں ہے و باللہ التوفیق واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از بیلی بھیت مسئولہ عبد الجمیل سوداگر ۱۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جناب مولانا صاحب بکرم دام اکرامکم بعد ہدیۂ سلام سنت الاسلام کے گزارش یہ ہے کہ اس مرتبہ رمضان المبارک کے چاند میں اختلاف ہوکر عید الفطر میں اکثر جگہ اتفاق ہوگیا ہے چنانچہ بریلی میں بھی جمعہ کی عید ہوئی سُنا گیا ہے کہ آپ نے پنجشنبہ کی شام کو بعد مغرب ارشاد فرمایا تھا کہ ہم کو بھی آج ۳۰ رمضان المبارک کا ہے اس وجہ سے ہم تراویح نہیں پڑھیں گے اور کل سے بروز جمعہ

روزہ نہیں رکھیں گے لیکن دوسروں کو حکم نہیں دیتے ہیں بعد کو شہادتوں سے چاند رمضان کا منگل کے دن ثابت ہوکر پنجشنبہ کو ۳۰ رمضان قرار پائی اور جمعہ کو عید ہوئی کارڈ ثانی پر جلد تحریر فرمائیے کہ آپ کا یقین مردوں کی باتوں پر تھا یا ذریعۂ اطمینان کوئی اور تھا اور شہادتیں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کی ہیں یا ہندوستان سے کسی مقام سے تحقیق ہو اس لیے تصدیق کیا جاتا ہے کہ آئندہ کو کام آئے بیّنوا توجروا

الجواب

یہاں نہ منگل کو ہلال رمضان دکھائی دیا نہ پنجشنبہ کو ہلال عید ابر تھا اور بہت گہرا شب جمعہ میں میں نے تراویح پڑھیں اور صبح روزہ کی نیت تھی کہ دفعۃً میرٹھ سے کچھ لوگوں کے آنے کی خبر سنی جنھوں نے وہاں ہلال رمضان منگل کی شام کو دیکھا تھا وہ بلائے گئے اور انھوں نے شہادتیں دیں اور پوری تنقیح کی گئی اور رات کے ایک بجے صبح عید کا حکم دیا گیا اور اُسی وقت سے شہر و شہر کہنہ و اطراف شہر میں اعلان کیا گیا یوں یہاں جمعہ کی عید ہوئی ورنہ افواہیں تو پہلے سے سنی جاتی تھیں جن پر حکم نہیں ہوسکتا تھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱

از منڈی افریقہ مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

منڈی شہر میں سب آدمی مذہب شافعی ہیں اور حنفی مذہب والے ہم چند آدمی ہیں اب یہاں پر روزے ۲۹ ہوئے ۳۰ کی رات کو ابر بہت ہونے کے سبب سے چاند دیکھنے میں نہیں آیا لیکن بعد نماز مغرب کے تین شہر سے ٹیلی گراف آئے کہ ہم نے چاند دیکھا ہے شوال کا اور کل عید ہے لیکن یہاں کے قاضی صاحب نے ٹیلیگراف کی خبر کو قبول نہ کیا اور تراویح کی نماز پڑھی اور پڑھائی اور روزہ بھی سب نے رکھا لیکن جب سورج طلوع ہوا بعد دو ساعت کے منڈی شہر کے آس پاس کے گنیچوں سے آدمی آئے اُنھوں نے گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا تب قاضی صاحب نے شاہدوں سے گواہی لے کر روزہ کھولنے کا حکم دیا تب تمام آدمیوں نے روزہ توڑ دیا اور خود بھی قاضی صاحب نے روزہ توڑ دیا اُس دن بہت دیر ہونے کے سبب سے عید کی نماز نہیں پڑھی گئی دوسرے دن عید کی نماز ہوئی اب ہم کو دوسرے آدمی کہتے ہیں کہ ہم کو ایک روزہ قضا کرنا چاہئے اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہم کو قضا کرنا پڑے گا۔

الجواب

تار برقیوں پر کہ قاضی نے اعتبار نہ کیا بہت صواب کیا ایسا ہی چاہیے تھا دربارہ ہلال خط یا تار کا کچھ اعتبار نہیں صبح کو جو چند شہادتیں گزریں وہ لوگ اگر ثقہ اور ہلال عید میں قابل قبول شہادت تھے اور اتنے فاصلہ پر تھے کہ رات کو آکر گواہی نہ دے سکتے تھے تو اُن کی گواہی مان کر روزہ کھولنے کا حکم دینا بھی صحیح ہے اور اُس روزہ کی قضا نہیں کہ ثبوت شرعی سے ثابت ہوگیا کہ وہ روز عید تھا نہ روزہ رمضان کا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہرت و استفاضہ جو دربارۂ ہلال شرعاً معتبر ہے اُس کے کیا معنی ہیں اور مجرد شیوع و اشتہار خبر کافی ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ مدار کار حقیقۃً ثبوت رویت پر ہے وبس قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ اخرجہ الشیخان وغیرہما والحدیث مشہور مستفیض اور رویت کا ثبوت شہادت سے منوط فان البینۃ کاسمہا مبینۃ اور شہادت کی حلت رویت سے مربوط اذ لاشہادۃ الاعن شہود وشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ علی القضاء مقبول ہوئی ہیں اُن کی وجہ قبول یہی ہے کہ وہ مثبت شہادت معائنہ ہیں اما الاولی فظاہر واما الاخری فلانہ لاحکم الاعن شہادۃ ومثبت المثبت مثبت تو ہر وہ گواہی کہ ان امور سے خالی ہو زنہار قابل قبول نہیں مثلاً ایک جماعت ثقات عدول یوں گواہی دے کہ فلاں جگہ چاند ہوا یا فلاں دن اُس شہر والوں نے روزہ رکھا یا آج اُن کے حساب سے فلاں تاریخ ہے ہرگز نہ مانیں گے یہاں تک کہ جو اس پر عمل کرے گا گناہگار ہوگا کہ یہ نہ شہادت رویت ہے نہ شہادت علی الشہادت نہ شہادت علی القضا بلکہ مجرد حکایت ہے جو کسی طرح حجت نہیں فتح القدیر و فتاوٰی عالمگیری میں ہے انما یلزم الصوم متأخری الرؤیۃ اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب حتی لو شہد جماعۃ ان اہل بلدۃ کذا رأوا ہلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وہذا الیوم ثلثون بحسابہم ولم یرہؤلاء الہلال لایباح فطر غد ولاترک التراویح فی ہذہ اللیلۃ لانہم لم یشہدوا بالرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیرہم وانما حکوا رؤیۃ غیرہم ہاں اگر رویت شہر دیگر کی خبر اُس حد شہرت واستفاضہ کو پہونچے جو باعث ثبوت رویت یقینی ومحقق ہوجائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں گے ردالمحتار میں ہے فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذہب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اہل البلدۃ الاخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ اھ ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی مگر حاشا مجرد شیوع وشہرت کافی نہیں کہ صدہا خبریں خصوصاً آج کل ایسی اڑتی ہیں جن کا تمام شہر میں چرچا ہوتا ہے پھر تجربہ گواہ ہے کہ بعد تنقیح محض بے اصل نکلتی ہیں انھیں افواہ کہتے ہیں نہ استفاضہ شرعیہ ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایسا چرچا محض نامعتبر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو اختیار شرح مختار میں یوم الشک کی نسبت لکھا ہو ان یتحدث الناس بالرؤیۃ ولا تثبت واقعی ایسی خبروں کی ظاہری شوکت عام لوگوں کو دھوکا دیتی ہے مگر تفتیش کے بعد کھلتا ہے کہ حقیقت امر کیا ہے یا اُن کی ٹھیک سند منتہی تک ملتی ہی نہیں جس سے پوچھیے سنا کہے گا بعض اپنے مخبر کا نام بھی بتائیں اُن مخبر سے پوچھیے وہ سنا کہہ کر چپ رہیں گے یا ہزار کاوش وعرقریزی اصل نکلی تو اتنی کہ فلاں کا خط آیا فلاں نے تار دیا چند مسافر معقول صورت ملے کہتے تھے فلاں شہر میں لوگوں نے دیکھا ہمارا فلاں قریب اُس شہر بعید سے آیا بیان کیا، ہاں ہزاروں نے دیکھا ہزاروں کا لفظ تو بے شک ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ منقول عنہم میں ہے یا ناقل میں غرض ایسی افواہ وحکایات شرعاً قابل التفات بھی نہیں نہ ان کی بنا پر کوئی حکم ثابت ہو ولہذا امام شمس الائمہ و ذخیرہ ومغنی وامداد کا ارشاد سن چکے کہ ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اُس کے ساتھ تحقیق ہوجانے کی قید زیادہ فرمائی علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں اما خبر التواتر من الناس بعضہم لبعض بذلک فہو ممنوع لاسناد الکل فیہ الی الظن والوہم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضہم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منہم عن

رؤیۃ ذٰلک ومعاینتہ لقال لما عاینت وانما سمعت ومن قال عاینت تستکشف عن حالہ فتبرء ہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذا تأملت وتصفحت وجدت خبر ذٰلک التواتر الذی تزعم کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین الی اٰخر ما افاد واجاد رحمہ اللہ تعالٰی اور یہ زعم کہ ہم کو تو یقین ہوگیا صحیح نہیں یقین وہ ہے جو حجت شرعیہ سے ناشی ہو یوں تو ایک جماعت ثقات عدول کی وقعت ان چند مجہولوں یا ساقطوں یا تار وخطوط کی اوہام وضبوط سے کیا کم تھی انصاف کیجئے تو بدرجہا زائد تھے پھر کیوں علمائے دین نے اس کی بے اعتباری کی تصریح فرمائی کما مر نقلہ عن الھندیۃ والفتح ونحوہ فی البحر الرائق والدر المختار ومجمع الانھر وغیرھا من الاسفار بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔ ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا کما ورد ان فی اٰخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعۃ فیتکلم بالکلمۃ فیتحدثون بھا ویقولون لا ندری من قالھا فمثل ھذا لا ینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ (قلت) وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا یوجد بمجرد الشیوع اسی میں ہے الشہادۃ بان اھل تلک البلدۃ رأوا الھلال وصاموا لا تفید الیقین فلذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شہادۃ غیرھم لتکون شہادۃ معتبرۃ والا فھی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانھا تفید الیقین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶۲: از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ رمضان مبارک ۱۳۳۳ھ

رمضان شریف کا چاند غبار یا ابر ہونے کی حالت میں صرف ایک شخص نے دیکھا اور قاضی نے اس پر فتوٰی چاند ثابت ہونے کا دے دیا اب کیا غرہ شوال اس سے تیس دن پورے ہوجانے پر ثابت ہوجائے گا گو چاند بوجہ غبار یا ابر کے اس رات کو نظر نہ آئے یا ایسا ایک سے زائد عادل گواہ ہونے پر کیا جاسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

جبکہ ہلال ماہ مبارک بوجہ غبار ایک کی شہادت سے مان کر ۳۰ روزے پورے کیے اور ہلال شوال بوجہ ابر نظر نہ آیا تو صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق اس صورت میں عید کرلی جائے ہاں اگر ۳۰ روزوں کے بعد مطلع صاف ہوا اور عید کا چاند نظر نہ آئے اور رمضان کا چاند شاہد واحد کے قول پر مانا تھا تو راجح یہ ہے کہ عید نہ کریں گے اور دو عادلوں کی گواہی سے روزے رکھے تھے تو قول ارجح پر ۳۰ کے بعد عید کرلیں گے اگرچہ مطلع صاف ہو اور ہلال نظر نہ آئے درمختار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر

اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی و الثلثین متغیمۃ وکذا لو کانت مصحیۃ علی ماصحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر اھ شامی) ولو صاموا بقول عدل لایحل کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ھلال الفطر حل اتفاقا وفی الزیلعی الاشبہ ان غم حل والا لا اھ وتنقیحہ فی ردالمحتار وما علقنا علیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۳: از افضل گڑھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خان وغیرہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ چاند شعبان کا اکثر جگہ دیکھا اور بہت سے آدمیوں نے نہیں دیکھا مثلاً قصبہ افضل گڑھ میں تخمیناً پندرہ بیس آدمی اقراری چاند دیکھنے یکشنبہ کے ہیں باقی تمام قصبہ خلاف ہے یعنی باقی نے نہیں دیکھا۔ اب رمضان شریف میں ابر محیط رہا اُسی بنا پر ۳۰ یوم پورے کرکے روزہ ہر دو فریق نے رکھا تھوڑے فریق نے ایک یوم پیشتر اور زیادہ فریق نے ایک روز بعد رکھا اب عید قریب آگئی اگر ابر محیط ہوا تو عید فریق اول و دوم کو ایک ساتھ کرنا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ پورے روزے کرکے کرنا چاہیے حالانکہ ہر فریق اپنے اپنے روزے پورے ۳۰ کرے گا اگر دونوں اتفاق سے عید کرتے ہیں تو ایک فریق کے روزے ۳۰ ہوتے ہیں دوسرے کے ۳۱ ہوتے ہیں ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس کم فریق میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں جو نہ کسی کبیرہ کے مرتکب ہیں نہ صغیرہ پر مصر نہ خفیف الحرکات اور انھوں نے ہلال شعبان شام یکشنبہ کو دیکھ کر وہاں اگر کوئی عالم فقیہ سُنّی المذہب دین دار ہے اُس کے حضور بلفظ اشہد یعنی گواہی دیتا ہوں کہہ کر گواہی دی یا وہاں ایسا کوئی عالم نہ تھا تو مسلمانوں کو اپنی رویت کی خبر دی اور وہاں شام یکشنبہ یا تو مطلع صاف نہ تھا یا اور لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش نہ کی یا کی تو بے وقت کی یا ان دیکھنے والوں نے جہاں سے دیکھا وہ جگہ بلندی پر یا آبادی سے باہر تھی تو ان صورتوں میں ان شرطوں سے یکم شعبان روز دوشنبہ کی ثابت ہوگئی اور اُس کی بنا پر بضرورت چہارشنبہ کا پہلا روزہ ہوا جنھوں نے نہ رکھا اُس کی قضا رکھیں پھر پنجشنبہ آئندہ کو رمضان مبارک کے ۳۰ ہوکر بضرورت جمعہ کی عید ہوگی دونوں فریق بالاتفاق جمعہ کی عید کریں گے ایک کے ۳۰ روزے ایک کے ۲۹ ہوں گے ۲۹ والے ایک قضا رکھیں گے اور اگر اُس فریق میں دو گواہ بھی عادل نہیں یا انھوں نے اُس صفت والے عالم کے سامنے لفظ اشہد یعنی مذکور شہادت نہ دی یا مطلع صاف تھا اور عام لوگوں نے وقت پر چاند دیکھنے کی کافی کوشش کی اور نظر نہ آیا اور ان لوگوں میں کوئی خصوصیت مثل بلندی مقام یا بیرون آبادی کی نہ تھی تو ان صورتوں میں دوشنبہ کی یکم شعبان ثابت نہ ہوئی اور یہ بعض کہ دیکھنا بیان کرتے ہیں غلط کہتے ہیں ان کو دھوکا ہوا (اور نظر واقع بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس دن حال ہلال عادۃً قابل رویت نہ تھا) لہذا شعبان کی ۳۰ چہارشنبہ کو ہوئی اور یکم ماہ مبارک پنجشنبہ سے ہوکر پنجشنبہ ۲۹ کو اگر ابر رہے جمعہ کی ۳۰ ہوگی اور اس کم فریق کو بھی جائز نہ ہوگا کہ اپنے زعم کی بنا پر جمعہ کی عید کرلے بلکہ ان پر بھی روزہ رکھنا واجب ہوگا عام کے ۳۰ ہوں گے اور ان کے بھی ۳۰ ہی ہوں گے پہلا روزہ چہارشنبہ کا رمضان میں

محسوب نہ ہوگا اگرچہ ان پر اپنی رویت عین کے سبب اُس دن بھی روزہ کا حکم تھا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غرہ رمضان چہارشنبہ کا کسی اور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہوجائے ورنہ آپ ہی جمعہ کی عید ہے۔ ردالمحتار میں ہے بقیۃ الاشھر التسعۃ ای ماعدا رمضان والعیدین لایقبل فیھا الاشھادۃ رجلین ورجل وامرأتین عدول احرار غیر محدودین کما فی سائر الاحکام بحر عن شرح الامام الاسبیجابی۔ درمختار میں ہے شرط للفطر مع العلۃ العدالۃ نصاب الشھادۃ ولفظ اشھد ولو کانوا ببلدۃ لاحاکم فیھا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین للضرورۃ۔ ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے وذکر فی الامداد انھا فی الصحو کرمضان والفطر ای فلابد من الجمع العظیم ولم یعزہ لاحد لکن قال الخیر الرملی الظاھر انہ فی الاھلۃ التسعۃ لافرق بین الغیم والصحو فی قبول الرجلین لفقد العلۃ الموجبۃ لاشتراط الجمع الکثیر وھی توجہ الکل طالبین فلو شھدا فی الصحو بھلال شعبان وثبت بشروط الثبوت الشرعی ثبت رمضان بعد ثلثین یوما من شعبان وان کان رمضان فی الصحو لایثبت بخبرھما لان ثبوتہ حینئذ ضمنی اھ مافی الشامی **اقول** فاذا ثبت توجہ الکل طالبین تحقق المانع فلا یقبل تفرد البعض المتفردون بما یقرب الرؤیۃ لھم دون عامۃ الناس ردت شھادتھم مردودۃ فلا یعملوا بھا حتی فی انفسھم کما فی الدر رای مکلف ھلال رمضان اوالفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مکلفا وجوبا وفی ردالمحتار وافاد الخیر الرملی انہ لو کانوا جماعۃ وردت شھادتھم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیھم کذلک **تنبیہ** لو صام رائی ھلال واکمل العدۃ لم یفطر الامع الامام لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون رواہ الترمذی وغیرہ والناس لم یفطروا فی ھذا الیوم فوجب ان لایفطر ھو اھ ھذا ما اخذتہ تفقھا من کلامھم والنزاع واضح کما تری بتوفیق اللہ والعلم بالحق عند ربی وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴: از شہسرام عربیہ مرسلہ مولوی ظفرالدین صاحب مدرس اول ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

عید یہاں پنجشنبہ کو ہوئی مگر پھلواری میں سات آدمیوں کی رویت کے مطابق حسب الحکم شاہ بدرالدین صاحب چہارشنبہ کی عید ہوئی اس کے بارے میں انھوں نے مجھے خط لکھا جب میں بانکی پور گیا تو بطریق استفاضہ خبر مجھے پھلواری میں سات آدمیوں کا چاند دیکھنا اور شاہ صاحب کا حکم دینا معلوم ہوا تو جب عید چہارشنبہ کی ہوئی تو ذی قعدہ و ذی الحجہ دونوں مہینوں کے چاند تیس ہی کے مانے جائیں جب بھی سہ شنبہ کو ذی الحجہ ہوتی ہے مگر اُس طریقہ پر ثبوت یہاں سوائے میرے کسی کو نہیں تو آیا میرے فتوی دینے سے یہاں کے لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہوگا یا خود اسی شہر میں وہ خبر بطریق استفاضہ آنے کی ضرورت ہے۔ یوم صومکم یوم نحرکم یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا تھا۔ یہاں بالاتفاق روز سہ شنبہ کو عید ہوئی مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا چاند دیکھا نہ ذی قعدہ کا صرف میرے فتوی وحکم

کے مطابق ایسا ہوا۔ میں نے اپنی تسلی کے لیے یہ سوالات کیے ہیں شامی قاضی خاں سراجیہ بحرالرائق عالمگیری فتح القدیر کافی میں ثبوت نہیں ملا اس لیے حضور کو تکلیف دی۔ (۳) آج کل کے علما قاضی کے حکم میں ہوں گے یا نہیں اور اس کے لیے کیا کیا شرط ہے یا تمام عالم جس نے درسی کتابیں پڑھ لی ہوں اور درس یا وعظ میں مشغول ہو۔ (۴) نماز عید الضحیٰ کے لیے لوگوں کا چاند دیکھنا یا دوسری جگہ کی رویت بطریق موجب ثابت ہونا اس معنی ضرور ہے کہ جب تک نہ ہوگا ان لوگوں پر نماز واجب نہ ہوگی یا باوجود رویت عام لاداگر کسی جگہ کے لوگ بوجہ ابر خود نہ دیکھ سکے نہ دس دن کے اندر کہیں سے کچھ معلومات یقینی بہم پہنچا سکے مگر جس وقت لوگ اس غفلت سے بیدار ہوئے تو اس کا موقع تھا کہ طریق موجب کے ذریعہ ثبوت حاصل کر سکتے تھے مگر ایسا نہ کیا اور باوجود ان سب باتوں کے پھر نماز عید الضحیٰ اس دن ہو ہر جگہ ۱۰ ذی الحجہ تھی اور ان کے حساب سے ۹ تھی یہ نماز ہوگی یا نہیں اور قربانی جو کی گئی وہ ٹھیک ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یہ گواہی کہ فلاں شہر والوں نے چاند دیکھا مقبول نہیں اگرچہ شاہد ایک جماعت ہو کہ یہ نہ شہادۃ علی الرؤیۃ نہ شہادۃ علی الشہادۃ فتح القدیر و بحرالرائق و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے لوشہد جماعۃ ان اھل بلدۃ کذا رأوا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یرھولاء الھلال لایباح فطر غد ولا ترک التراویح فی ھذہ اللیلۃ لانھم لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم۔ استفاضہ کے بعد تحقیق معتبر ہے خاص اس شہر کا جہاں حاکم شرعی ہو کہ اب یہ شہادۃ علی الحکم ہوگی تنبیہ الغافل الوسنان میں ہے لما کانت الاستفاضۃ بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموا لزم العمل بھا لان المراد بھا بلدۃ فیھا حاکم شرعی۔ ردالمحتار میں ہے فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور۔ حاکم شرعی سلطان اسلام یا قاضی مولّی من قبلہ ہے یا امور فقہ میں فقیہ بصیر افقہ بلد نہ آجکل کے عام مولوی یہی جواب سوال (۳) ہے آجکل درسی کتابیں پڑھنے سے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسان کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں خصوصاً جبکہ خاص مسائل رویت ہلال میں جمیع ائمہ سے تفرد ہو والمسئلۃ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی

(۲) مولیٰ علی سے نہ فرمایا بلکہ مولیٰ علی نے فرمایا کرم اللہ وجہہ یہ اثر کسی کتاب حدیث سے نظر میں نہیں فقہا نے ذکر کیا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ یہ اسی عام کو تھا نہ عام کو یعنی اسی سال کے لیے تھا اور سالوں کے لیے نہیں۔ فتاوی کبری و خزانۃ المفتین میں ہے مایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلک العام بعینہ دون الابد۔ وجیز کردری میں ہے ما نقل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یوم اول الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاق فی ھذہ السنۃ۔

(۴) تحقیق میں تقصیر سے الزام نہ ہوا مگر بے تحقیق محض افواہ پر عید و قربانی صحیح نہ ہوئی اگرچہ واقع میں دہم ہی ہو کہ جس طرح صحت نماز کے لیے دخول وقت شرط ہے یونہی اعتقاد دخول بھی۔ اگر اسے شک ہے کہ ثبوت نہیں اور جزافاً نماز پڑھ لی نماز فاسد ہوئی اگرچہ وقت

حقیقۃً ہوگیا ہو یونہی نماز عید بھی کہ ہر مفسد نماز مفسد عیدین بھی ہے امداد الفتاح و مراقی الفلاح و درمختار میں ہے یشترط اعتقاد دخوله لتکون عبادته بنیة جازمة لان الشاك لیس بجازم حتی لوصلی وعندہ ان الوقت لم یدخل فظهر انه کان قد دخل لاتجزئه ردالمحتار میں امداد کے لفظ یہ ہیں وکذا یشترط اعتقاد دخوله فلوشك لم تصح صلاته وان ظهر انه قد دخل بدائع امام ملک العلماء میں ہے کل ما یفسد سائر الصلوات وما یفسد الجمعة یفسد صلاۃ العیدین اور جب نماز نہ ہوئی قربانی بھی نہ ہوئی کہ شہر میں تقدم صلاۃ شرط صحت اضحیہ ہے والا فھو لحم قدمہ لاھله کما نص علیه حدیثا وفقھا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: از بریلی مسئولہ ابن سید صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں شام پنجشنبہ کو ابر محیط تھا رویت نہ ہوئی مگر دوسرے دن چاند کو قدرے بڑا دیکھ کر بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید کل کا ہو جنتری میں اگرچہ عید اتوار کی لکھی مگر ساتھ ہی رویت کو مشکوک لکھ دیا ہے ایسی صورت میں شرعاً عید دوشنبہ کی ہونا چاہیے یا اتوار کی اگر عید و قربانی اتوار کو کرلیں تو درست ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

شرع مطہر میں رویت کا اعتبار ہے (کہ خود یہیں دیکھا جائے یا دوسرے شہر کی رویت پر شرعی شہادتیں گزریں) حدیث میں فرمایا ان اللہ امدہ لرؤیته خطاہا تار اعقلی قیاسوں یا دوسرے شہر کی حکایتوں کا شرع میں اصلا اعتبار نہیں مثلاً کچھ لوگ آئے اور بیان کیا کہ وہاں فلاں دن کی عید ہے یا وہاں رویت ہوئی اس پر اصلا لحاظ نہیں جب تک گواہان عادل شرعی خود اپنا دیکھنا نہ بیان کریں درمختار میں ہے لا لو شھدوا برؤیة غیرھم لانه حکایة جنتریوں کا مشکوک لکھنا تو آپ ہی مشکوک محل ہے اگر وہ یقینی بھی لکھیں تو بھی شرع میں اس پر اعتبار نہیں درمختار میں ہے لا عبرۃ بقول المؤقتین ولو عدولا علی المذھب چاند کے بڑے ہونے پر بھی لحاظ جائز ہے حدیث میں فرمایا من اقتراب الساعة انتفاخ الاھلة رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے من اقتراب الساعة ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین رواہ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ دونوں حدیثوں کا حاصل یہ کہ قرب قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ ہلال پھولا ہوا نکلے لوگ کہیں کل کا ہے پس ایسی صورت میں اتوار کی عید اور قربانی کا حکم باطل اور خلاف شرع ہے عید کوئی دنیوی تقریب نہیں حکم الٰہی ہے جب مطابق شرع نہ ہو محض بیکار بلکہ گناہ ہے بالفرض اگر چاند پنجشنبہ ہی کو ہوگیا ہے جب بھی دوشنبہ کو نماز و قربانی بلاشبہ صحیح ہے اور جمعہ کو ہوا تو یکشنبہ کو نماز و قربانی محض باطل تو ایسے امر میں پڑنا شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہے مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ شرع کے کام شرع کے طور پر کریں اپنے خیالات کو دخل نہ دیں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: مسؤلہ محمد امین خاں تاجر سبزمنڈی شاہجہانپور ۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہلال رمضان مبارک یا عیدین اگر دس یا پانچ آدمیوں مسلمانوں نے مشاہدہ کیا اور کل ناقصان شرعی ہیں کوئی محلوق اللحیہ ہے کوئی قصر اللحیہ کوئی ستر کشادہ رہتا ہے کسی کی عورت بلاحجاب پیش اجانب جاتی ہے کوئی سود لیتا ہے کوئی کذب وغیبت میں مبتلا رہتا ہے کوئی اور منہیات میں لیکن وہ سب معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو اُن کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص یعنی شہادت مسلمان میں یہ لوگ کاذب نہیں اور کوئی مفتی اس شہادت میں اُن کا شریک نہیں اور متقی پرہیزگار شہر میں بہت کمیاب ہیں یا دیہات میں ایسا اتفاق ہو کہ وہاں ایسے لوگ زیادہ ہوتے ہیں اور متقی پرہیزگار شاذ ونادر اس صورت میں رُوزہ رمضان شریف کا فرض ہوگا یا نہیں اور نماز عید درست ہوگی یا نہیں اور مفتی کو ایسے لوگوں کی شہادت باوجود یقین اہل شہر پر فرضیت صوم کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں اگر روزہ نہ رکھے تو اثم ہے یا نہیں اور اگر رکھ کر توڑ ڈالے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہل شہادت ہے مگر اُس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے سوا اُس حالت کے کہ اُس کے بارے میں حاکم کو تحری صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے کما قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین جب مفتی اہل فتوٰی کو اُن کے بارہ میں تحری صدق ہو تو اُس کا حکم حجت شرعیہ ہے رمضان وفطر واجب ہوجائیں گے اور اس کے حکم کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: مسؤلہ منشی سید محمد علی فورمین از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروزپور ۲۴ رمضان مبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں حضور فیض گنجور اعلٰیحضرت تاج العلوم الشرعیہ اس معاملہ میں کہ اخبار دبدبہ سکندری سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رویت ہلال سہ شنبہ کو ہوکر چہارشنبہ کو پہلا روزہ ہوا یہاں پنجاب ودیگر عموماً اکثر حصہ ملک ہندستان وہاڑواڑ میں چہارشنبہ کو رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہوا اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے کیا ہم پر اُس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رویت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے اگر ۲۹ رمضان المبارک کو جو رویت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہوجائے گی چاند نہ دیکھے یا گرد وغبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے تو یہاں پُورے تیس رُوزے کیے جائیں یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پہ عید کرلی جائے یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رویت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا مطلع کھلا ہوا تھا چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا۔ اس حکم سے جلد اطلاع فرمائیے کہ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے۔

الجواب

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارہ ہلال رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں مشرق کی رویت مغرب

والوں پر حجت ہے وبالعکس ہاں دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بروجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایات امصار محض بے اعتبار بلکہ شہادت شرعیہ یا استفاضہ شرعیہ درکار درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر ردالمحتار میں ہے قولہ بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشھادۃ اویشھدا علی حکم القاضی اویستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اھل بلدۃ کذا رأوہ لانہ حکایۃ ح اسی میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعدد دون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ الخ پس صورت مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز نہ خبر حیدر آباد بلکہ جب تک ثبوت وشہادت شرعی نہ ہو پنجشنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آیندہ پنجشنبہ کو خدا نخواستہ ابر یا غبار رہوا اور رویت نہ ہو تو حرام ہے کہ اس پنجشنبہ کو ۳۰ مان کر جمعہ کی عید کرلیں بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جبکہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی تو جس نے چہارشنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا اس پر بھی اس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم پنجشنبہ کو تھی واللہ تعالٰی اعلم

اَلْبُدُوْرُ الْاَجِلَّۃُ فِیْ اُمُوْرِ الْاَہِلَّۃِ

مع شرح

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

مع حاشیہ

رَفْعُ الْعِلَّۃِ عَنْ نُوْرِ الْاَدِلَّۃِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فصل اول: رویت ہلال کے حکم اور اس کے متعلق مسائل وفوائد میں پندرہ ہلال پر مشتمل۔

ہلال ۱ ۔ ۲۹ شعبان کو غروب آفتاب کے بعد ہلال رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے۔

نُوْرُ الْاَدِلَّۃِ لِلْبُدُوْرِ الْاَجِلَّۃِ

ت۲ - یوں ہی ۲۹ رمضان کو ہلال عید کی۔

ت۳ - ۲۹ ذی قعدہ کو ہلال ذی الحجہ کی تلاش بھی ضروری ہے۔

ت۴ ۲۹ رجب کو ہلال شعبان۔ ۲۹ شوال کو ہلال ذی قعدہ کی بھی تلاش کریں۔

ت۱ فرض کفایہ یعنی سب ترک کریں توسب گنہگار اور بعض بقدر کفایت کریں توسب پر سے اتر جائے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہوجائے۔ توکل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا۔ تو عجب نہیں کہ ہوجائے اور یہ بے خبر ہیں۔ توکل شعبان سمجھ کر ناحق رمضان کا روزہ جائے یجب کفایۃ التماس الھلال لیلۃ الثلثین من شعبان لانہ قد یکون ناقصا (مراقی الفلاح)۔ الظاھر منہ الافتراض لانہ یتوصل بہ الی الفرض (ط ط) (حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علیھا)

ش ہلال دیکھنے والے پر مطلقاً اور مستور پر رمضان میں۔ اور فاسق پر جب سمجھے کہ حاکم میری گواہی مان لے گا۔ واجب ہے کہ رمضان وعید الفطر میں اسی شب۔ اور ذی الحجہ میں آٹھویں تک حاکم شرع کے پاس حاضر ہوکر رویت پر گواہی دے؛

ہلال ت۶ - یہاں تک کہ زن پردہ نشین نکلے۔ اگرچہ شوہر اذن نہ دے۔ اگرچہ کنیز اجازتِ مولٰی نہ پائے۔ اگر سمجھے کہ ثبوت رویت ہم پر موقوف ہے۔ ورنہ یہ نکلنا ناجائز ہوگا۔

۲ ت۲ - اگر چاند ہوگیا۔ اور نہ دیکھا۔ تو نادانستہ عید کے دن روزۂ حرام میں مبتلا ہوں گے۔ کذا یجب التماس ھلال شوال۔

(۳) فی غیوب التاسع والعشرین من رمضان (طمر)

ت۳ اقول۔ یہ یوں ضروری ہوا۔ کہ حج ونماز عید وقربانی وتکبیراتِ تشریق کے وقت جاننے اسی پر موقوف ہیں۔ تو

لہ حاشیہ رافع العلۃ عن نور الادلہ قلتُ بقدر کفایت۔ فقیر نے یہ لفظ اس لیے زاید کردیا۔ کہ اگر التماس ہلال ایسے شخص نے کیا جس کا بیان عند الشرع مقبول نہ ہو۔ تو اُس کا التماس کرنا نہ کرنا یکساں ہوا۔ اور مقصود شرع کہ اُس کے ایجاب سے تھا۔ یعنی ثبوت ہلال۔ وہ حاصل نہ ہوا۔ مثلاً صفائے مطلع کی حالت میں صرف ایک آدمی نے خیال کیا یا ہلال عیدین میں فقط عورتوں یا غلاموں نے تلاش کی وعلی ہذا القیاس انما زدتہ تفقھا فلیحرر

نور الادلہ

نور الادلہ

مجدد الادلہ

نور الادلہ شرح مجدد الادلہ

اس کی تلاش عام لوگوں پر واجب کفایہ ہونی چاہیئے۔ اور اہلِ موسم پر فرضِ کفایہ۔ کہ وہاں بے خیالی میں چاند ۲۹ کا ہو گیا اور رکھا ۳۰ کا تو وقوفِ عرفہ کہ حج کا فرضِ اعظم و رُکنِ اکبر ہے۔ اپنے وقت سے باہر یوم النحر واقع ہوگا۔ اور عام لوگوں کو کسی فرض میں خلل کا اندیشہ نہیں۔ پر واجبات میں وقت آئے گی مثلاً کسی ضرورت سے نماز عید کی تاخیر بارہویں تک چاہی تو جسے بارہویں سمجھے ہیں۔ وہ تیرہویں ہے۔ اور ایّام نماز کہ ایام نحر تھے گذر چکے۔ نماز بے وقت ہوئی۔ بہت لوگ بارہویں کو قربانی کرتے ہیں۔ اُن کی قربان بے محل ہوں گی عرفہ کی صبح سے ہر نماز کے بعد تکبیر واجب ہو جاتی ہے واقع میں جو عرفہ ہے۔ یہ اُسے آٹھویں جان کر تکبیریں نہ کہیں گے۔ وکما اَنَّ مَا یَتَوَصَّلُ بِہٖ اِلَی الفرض فرض فکذا انما یتوصّل بہ الی الواجب واجب فسمی الافتراض علی اھل الموسم والوجوب علی غیرھم ھذا کلّہ ما ذکرتہ تفقھًا وارجوان یکون صوابًا اِنْ شَاءَ اللہ تعالٰی۔

۴؎ ہلالِ شعبان کی تلاش کا حکم خود حدیث[۱] میں ہے حکمت اس میں یہ ہے۔ کہ جب رمضان کا چاند بوجہ ابر

نور الادلہ

۷؎ جہاں ریاست اسلامی ہیں۔ اُن بلاد میں جو عالم دین سنی المذہب سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو۔ وہ بحکم شرع سردار مسلمانان ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنی دینی باتوں میں اُسی کی طرف رجوع کریں۔ اور اُس کے فتووں پر عمل کریں۔ تو چاند دیکھنے والے پر بھی واجب ہے۔ کہ اُس شب اُس کے حضور حاضر ہو کر ادائے شہادت کرے۔

بدر الانوار

نظر نہیں آتا۔ تو حکم ہے۔ کہ شعبان کی گنتی تیس پوری کر لیں۔ جب شعبان کا چاند بتحقیق نہ معلوم ہوگا۔ تو اُس کی گنتی پر کیا یقین ہو سکے گا۔ یوں ہی اگر ذی الحجہ کا چاند نظر نہ آئے۔ تو ذی قعدہ کی گنتی تیس رکھیں گے۔ اور وہی بات یہاں پیش آئے گی کذا ینبغی ان یلتمسوا ھلال شعبان ایضا فی حق اتمام العدد در ع) (فتاوی عالمگیریہ) عن السراج الوھاج۔ قلت وزدت[۱] علیہ ھلال ذی قعدۃ تفقھا

تنبیہ۔ لوگ تین قسم ہیں۔ (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق عادل وہ جو مرتکب کبیرہ[۳] یا خفیف الحرکات[۴] نہ ہو۔ اور مستور پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں اور فاسق جو ظاہر بدافعال ہے۔ عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے۔ اور مستور کی ہلال رمضان میں۔ اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں۔ کہ رمضان میں

نور الادلہ

۱؎ قلت خود حدیث میں ہے۔ اخرج الترمذی فی الجامع والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان ۱۲ ۲؎ قلت وزدت علیہ ھلال ذی القعدۃ تفقھا ھذا والذی قبلہ فی ھلال ذی الحجۃ لیس ما یتفکر فان امثال ذلک تلتحق علی وجہ دلالۃ النص وھو مما یشترک فیہ الفقھاء والعوام کما نص علیہ العلامۃ ط وغیرہ ۱۲ ۳؎ قلت مرتکب کبیرہ نہ ہو۔ (بقیہ حاشیہ ص۵۷۱ پر

بقیہ حاشیہ ص۵۷۱ پر

فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے۔ کہ اُس شہر کا حاکمِ شرع یہی خیال رکھتا ہو۔ اگرچہ محققین نے اِسے رد کردیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو۔ کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے۔ اُس پر بے شک گواہی دینی واجب ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے۔ تو اِس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل جب وہ دائم القبول ہے۔ تو اُس پر وجوب بھی مطلقاً ہے۔ یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید اضحی یلزم العدل ان یّشھد عند الحاکم فی لیلۃ رؤیتہ کیلا یصبحوا مفطرین وھی من فروض العین واما الفاسق ان علم ان الحاکم یمیل الی قول الطحاوی ویقبل قولہ یجب علیہ۔ واما المستور ففیہ شبہ الروایتین اش عن الحلوانی) اقول واذ قد تقرر قبول المستور کما سیأتی فارتفع النزاع وقد افاد بمفھوم الشرح انّ الفاسق لایجب علیہ ان لم یعلم ذٰلك وھوالذی افاد (در) عن البزازی نبہ علیہ (ش) پھر وجوب کا سبب یہ ہے۔ کہ اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلال رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اُٹھیں گے۔ اور ہلال فطر میں روزہ دار اور یہ دونوں ناروا جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا۔ فان تاخیر الحسبۃ عن وقت الحاجۃ اثم۔ وقد قال تعالٰی وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ ؕ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ۔ اقول۔ مگر ہلال ذی الحجہ میں آٹھویں تک کوئی حاجت ایسی نہیں جو بوجہ تاخیر خلل پذیر ہو۔ بس یوں معلوم ہوجانا چاہیے۔ کہ فجر عرفہ سے لوگ تکبیر میں مشغول ہوں اور حجاج سامان وقوف کریں۔ فان اخّر الٰی ھذا فلا

ہلال ۵۔ جہاں کوئی عالم بھی نہ ہو مجمع مسلمین مثل مسجد جامع وغیرہ میں گواہی دیں۔

ہلال ۶۔ جو بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے گا۔ پھر کہے گا میں نے دیکھا تھا۔ اُس کی گواہی مردود ہوگی۔

یؤخّر عن وقت الحاجۃ ط انّما کان الاثم بہ فلیکن التاخیر الی ھنا سائغًا ھٰذا ما قلتہ تفقّھا فلیحرر

۱؎ یجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتھا

(د) (درمختار) ای لیلۃ الرؤیۃ (ش) (شامی) بلا اذن مولاھا وتشھد کما فی الحافظیۃ (د) وکذا یجب علی الحرۃ ان تخرج بلا اِذن زوجھا وکذا غیر المخدّرۃ والمزوجۃ بالاولٰی محلہ اذا تعیّنت للشھادۃ والاحرم علیھا (ط) یہ حکم اُس صورت میں ہے جب خاص انھیں لوگوں پر گواہی متعین ہو۔ ورنہ پردہ نشین کو جانا یا عورت کو بے اذن شوہر یا غلام و کنیز کو بے اجازتِ مولٰی نکلنا روا نہیں۔ قال ط (الطحاوی) والظاھر ان محل ذٰلك عند توقف اثبات الرؤیۃ والافلا (ش) ۲؎ علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں وفی العتابی

اقول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آگیا۔ کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے۔ اما قول العلماء ہو ترک الکبائر والاصرار علی الصغائر کما فاراد والایضاح لا التتمیم کما لایخفی۔ ۱۲منہ قلت خفیف الحرکات نہ ہو جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا ۱۲

اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم۔ اسی میں ہے المتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔

تنبیہ: آجکل اسلامی ریاستوں میں بھی قضاۃ وحکام اکثر بے علم ہوتے ہیں۔ تو عالم دین اُن پر بھی مقدم۔ اور وقت اختلاف فتوائے عالم پر ہی عمل واجب۔ حکایت: امام الحرمین ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہ وقت کے یہاں ۲۹ رکے ہلال پر گواہیاں گزریں۔ بحکم سلطان اعلان ہوا۔ کہ کل عید ہے۔ یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی۔ گواہیاں قابل قبول نہ تھیں امام کے حکم سے معاً دوسرا اعلان ہوا۔ کہ بحکم امام ابوالمعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اُٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ کر بادشاہ تک پہنچائی۔ کہ اگر امام چاہیں۔ تو سلطنت چھین لیں۔ ملاحظہ ہو۔ کہ اُنھیں کا حکم مانا گیا۔ اور حکم سلطان کی کچھ پروانہ ہوئی۔ بادشاہ نے برافروختہ ہوکر چوبدار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں۔ امام ایک جُبّہ پہنے تھے۔ ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے۔ اشتعال شاہی دوبالا ہوا۔ کہ لباس درباری نہ تھا۔ سوال کیا۔ فرمایا اطاعت اولوالامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں۔ آئیں میں یوں ہی بیٹھا تھا۔ چلا آیا۔ کہا اعلان خلاف پر کیا باعث تھا؟ فرمایا۔ انتظام دُنیا تمھارے سپرد ہے۔ اور انتظام دین ہمارے متعلق۔ بادشاہ پر ہیبت حق طاری ہوئی۔ باعزاز تمام رخصت کیا اور بدگویوں کو سزادی۔

تنبیہ: علم دین فقہ وحدیث ہے منطق وفلسفہ کے جاننے والے علما نہیں۔ یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے۔ اگرچہ دوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو۔ پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار ہو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر خصوصاً غیر مقلدین کہ فقہ وفتوی میں اُن پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا ۱۲۔ ث عذر کی صورت یہ کہ مثلاً شہر میں نہ تھا۔ دیہات میں دیکھا۔ وہاں سے اب آیا ہے۔ تو اُس کی گواہی سُن لیں گے۔ اور تاخیر سے وہی مراد کہ وقت حاجت کے بعد بھی نہ اُٹھا رکھے۔ کہ ہلال رمضان وعید الفطر میں پہلی ہی شب ہے شھدوا فی اٰخر رمضان برؤیۃ ھلالہ قبل صومھم بیوم ان کانوا فی المصر ردت لترکھم الحسبۃ وان جاءوا من خارج قبلت من الفتح (ش)

فوزالاوّل المسجد ورالامام

ك جب چاند پر نظر پڑے۔ اور دیکھنے والوں کی گواہی کفایت نہ کرتی ہو۔ فوراً جہاں تک بن پڑے۔ ایسے مسلمانوں کو دکھادیں۔ جن کی گواہی کافی ہو۔ اور ویسے بھی دکھا دینا چاہئے۔ کہ کثرت بہرحال بہتر ہے۔

الدرالابطر

ل وان لم یوجد حاکم یشھد فی المسجد رجا جامع الرموز قلت انما خص المسجد لہ بمحل الاجتماع

فوزالاوّل

لہ قولہ فی اٰخر رمضان اقول من حاط بالاخیل علم ان الاٰخر ... لیس بقید بل لو شھدوا عن غد بعد ما اصبح الناس مفطرین انا رأینا الھلال البارحۃ وکانوا فی المصر ولا عذر سقطوا وردت شھادتھم لترکھم الحسبۃ وقد علمت ذلک من نص العلماء ان الشھادۃ من فروض عین انما تجب فی لیلۃ الرؤیۃ حتی تخرج المخدرۃ والمنکوحۃ بدون اذن زوجھا ومولاھا ۱۲

حاشیہ رفع الدولۃ عن نوازل الرؤیۃ

وانما المقصود الاعلان لیحصل حیثما وجد والمجتمعین کما لایخفی ؎۱۰ اقول اگر مطلع صاف نہیں ۔ دفعتاً ابر ہٹا۔ اور اُسے چاند نظر پڑا۔ اب یہ اس قابل نہیں۔ کہ ان کی گواہی مسموع ہو۔ خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا یا صرف عورتیں یا غلام ہیں۔ اور ہلال ہلال عیدین تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں۔ کہ ابر پھر آجائے۔ لہٰذا نہایت تعجیل کرکے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھاوے جن کی گواہیاں کفایت کرجائیں۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البرّ والتقوٰی۔ اس صورت میں تو بشرطِ قدرت معتمدین کو دکھانا لازم ہونا چاہئے۔ اور اگر ایسا نہیں۔ بلکہ خود ان کی گواہی بس ہے تاہم اوروں کا دکھانا اچھا ہی ہے۔ کہ کثرتِ شہود بہرحال بہتر ہے عجب کیا۔ کہ یہ اپنے نزدیک اپنی گواہی کافی سمجھیں۔ اور حاکمِ شرع کو کسی وجہ سے اعتبار نہ آئے تو اور شہود کی حاجت پڑے۔ ھذا کلّہ ما ذکرتہ تفقّھاً وارجو ان یکون حسناً ان شاء اللہ تعالیٰ ؛

؎۱۱ اصطلاح یوں ٹھیری ہوئی ہے۔ کہ جہاں اسلامی ریاست ہے۔ بعد تحقیق ہلال توپ کے فیر ہوتے ہیں۔ اور شہروں میں بندوقیں یا ہوائیاں وغیرہ چھوڑتے ہیں۔ اب اگر ثبوتِ شرعی ہوگیا۔ اور حاکمِ شرع نے بھی حکم دے دیا۔ جب تو یہ فعل مستحسن ہے۔ کہ ایک نیتِ صالحہ سے کیا جاتا ہے۔ اور آتشبازی کا ناجائز ہونا بوجہ اضاعت مال تھا۔ یہاں جاری نہیں۔ کہ بعد غرض محمود کے اضاعت کہاں۔ ورنہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اعلان ہلال کے سوا اور کسی وجہ سے یہ فعل کریں۔ مثلاً دوست کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ بندوقیں سرکیں۔ یا خالی بیٹھے مال ضائع کرنا چاہا۔ ہوائیاں۔ ناٹریاں۔ تومڑیاں چھوڑیں۔ یہ ممنوع ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کو دھوکا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں نے جو اپنے جاہلانہ مسئلوں سے بے حکمِ حاکم وفتوائے عالم اپنے نزدیک رویت کی خبر ٹھیک جان کر پٹاخہ بازی شروع کردی۔ یہ اور بھی زیادہ ناجائز وحرام ہے۔ کہ منصبِ رفیع شرع پر جرأت ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتوا بغیرِ علم فضلّوا واضلّوا۔ وعنہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار۔ ھذا کلّہ ایضا تفقّہ ولا اظن احدا یخالف فیہ واللہ الھادی للصّواب ؛

؎۱۲ کہ افعالِ جاہلیّت سے ہے تکرہ الاشارۃ الی الھلال عند رؤیتہ لانّہ فعل اھل الجاھلیۃ (فتح القدیر)

؎۱۳ اقول حدیث میں ہے۔ انّ النبی صلّی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرّف وجھہ عنہ حضور سیّد عالم جب نیا چاند دیکھتے۔ اپنا منہ (مبارک) اُس کی طرف سے پھیر لیتے۔ رواہ ابوداؤد عن قتادۃ مرسلا ولا متواھد وسندہ ثقات شاید اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ شرکی چیز ہے افادہ المناوی فی التیسیر اقول۔ یا یہ کہ کفار نے اُس کی عبادت کی۔ اور شرع میں اُسے دیکھ کر اللہ جل جلالہٗ سے دعا کرنی آئی۔ تو پسندیدہ ہوا۔ کہ منہ پھیر کر کی جائے۔ تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎۱۴ حدیث میں رویتِ ہلال کی بہت سی[1] دعائیں آئیں۔ بعض حصن حصین میں

---

[1] فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ جہاں تک اس وقت تک اپنی نظر میں ہیں۔ تمام ادعیہ حدیث کو معہ اشارہ رموز مخرجین جمع کرتا ہے و باللہ التوفیق (رمی) اللہ اکبر اللہ اکبر　الحمد للہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللّھم انی اسئلک من خیر ھذا الشھر واعوذ بک من شرّ القدر ومن شرّ یوم المحشر (طب) عن عبادۃ بن الصامت ھلال

رفع العلل عن نور الادلہ

خیر و رشد اٰمنت بالذی خلقك (د) عن قتادۃ بلاغا اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا (۳) اللّٰھم انی اسئلك من خیر ھذا الشھر و خیر القدر و اعوذ بك من شرہ (۳) (طب) عن رافع بن خدیج باسناد حسن اللّٰھم اھلّہ علینا بالیمن والایمان والسلامۃ والاسلام (ا ق ت ك حب) عن طلحۃ بن عبید اللہ باسناد حسن والتوفیق لما تحب وترضی حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر والسکینۃ والعافیۃ والرزق الحسن سن عن حدیر السلمی مرسلا ربی و ربك اللہ (امی ت ك حب عن طلحۃ طب عن ابن عمر) الحمد للہ الذی ذھب بشھر کذا وعن قتادۃ بلاغا سنّ عن عبد اللہ بن مطرف اسئلك من خیر ھذا الشھر و نورہ و برکتہ و ھداہ و طھورہ و معافاتہ سنّ مثلہ اللّٰھم ارزقنا خیرہ و نصرہ و برکتہ و فتحہ و نورہ و نعوذ بك من شرہ و شر مابعدہ مومص عن علی موقوفا

نور الادلہ

مذکور ہیں ۱۵ ترمذی نسائی حاکم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا۔ یا عائشۃ استعیذی باللہ من شر

بدور الاجلہ

ہلال ۱۱۔ جس شام احتمال ہلال ہو جب تک حکم حاکم شرعی یا فتوائے عالم دین نہ ہو۔ ہرگز ہرگز کسی وجہ سے بندوقیں یا آواز کی آتشبازی اپنے دنیوی کاموں کے لیے بھی سر نہ کریں۔

ہلال ۱۲ ہلال دیکھ کر اُس کی طرف اشارہ نہ کریں۔

ہلال ۱۳ ہلال دیکھ کر منہ نہ پھیرلے۔ ہلال ۱۴۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے۔ کہ فلاں چاند تلوار پر دیکھے۔ فلاں آئینے پر یہ سب جہالت وحماقت ہے۔ بلکہ حدیث میں جو دُعائیں فرمائیں۔ وہ پڑھنی کافی ہیں۔ ہلال ۱۵۔ چاند پر جب کبھی نظر پڑے۔ تو اُس کے شر سے پناہ مانگے۔

نور الادلہ للبدور الاجلہ

ھذا فانّ ھذا ھو الغاسق اذا وقب۔ اے عائشہ! اللہ تعالٰی کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے۔ یا گہنائے۔ یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا۔ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ۔ اور اُس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا۔ اُس سے یہی چاند مراد ہے۔ ۱۶ اہل ہیئت وہ لوگ جو آسمانوں کے حال اور ستاروں کی چال سے بحث کرتے ہیں۔ وہ اپنے حساب[1] سے بتاتے ہیں۔ کہ فلاں دن رویتِ ہلال ہوگی فلاں مہینہ انتیس[29] کا ہوگا۔ فلاں تیس[30] کا۔ پھر اُن کی بات کہ ایک حساب ہے

ماخوذ از فتح العلیہ

[1] اہل تنجیم میں قرار پایا ہے۔ کہ جب تک چاند آٹھ درجے آفتاب سے دُور نہیں ہوتا۔ ہرگز نظر نہیں آتا۔ صرح بہ الفاضل الرومی اور جب ۱۲ درجے جُدا ہوتا ہے۔ ضرور نظر آتا ہے۔ نص علیہ علامۃ الشریف۔ پھر وہ ۲۹ تاریخ وقت مغرب کی تقویم

ٹھیک بھی پڑتی ہے۔ پر صحیح مذہب میں اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ عادل ہوں۔ اگرچہ اُن کی جماعت کثیر یک زبان ایک ہی بات پر اتفاق کرے۔ مثلاً وہ ۲۹ شعبان کو کہیں۔ آج ضرور رویت ہوگی۔ کل یکم رمضان ہے۔ شام کو ابر ہو گیا۔ رویت کی خبر معتبر نہ آئی۔ ہم ہرگز رمضان قرار نہ دیں گے۔ بلکہ وہی یوم الشک ٹھہرے گا۔ یا وہ کہیں۔ آج رویت نہیں ہو سکتی۔ کل یقیناً ۳۰ شعبان ہے۔ پھر آج ہی رویت پر معتبر گواہی گزری۔ فوراً قبول کرلیں گے۔ اور کچھ خیال نہ کریں گے۔ کہ بربنائے ہیئت تو آج رویت ناممکن تھی۔ گواہ نے دیکھنے میں غلطی کی۔ یا غلط کہا۔ دلیل اس مسئلے اور اکثر مسائل آئندہ کی جو قمرہ تک آئیں گے۔ یہ ہے۔ کہ شارع صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم و فطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا صحیحین وغیرہما میں بطرق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ چاند دیکھ کر ختم کرو۔ اور اگر مطلع صاف نہ ہو۔ تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔ پس ہمیں اسی پر عمل فرض ہے۔ باقی رہا حساب اسے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یک لخت ساقط کر دیا صاف ارشاد فرماتے ہیں انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا والشھر ھکذا وھکذا۔ ہم اُمی اُمت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ دونوں انگلیاں تین بار اُٹھا کر فرمایا مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے۔ تیسری دفعہ میں انگوٹھا بند فرما لیا۔ یعنی انتیس۔ اور مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے۔ ہر بار سب انگلیاں کھلی رکھیں یعنی تیس۔ رواہ الشیخان[1] وابوداؤد ونسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم بحمد اللہ ولہ المنة اپنے نبی اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمی اُمت ہیں ہمیں کسی کے حساب کتاب سے کیا کام۔ جب تک رویت ثابت نہ ہوگی۔ نہ کسی کا حساب سنیں۔ نہ تحریریں مانیں نہ قرائن دیکھیں۔ نہ اندازہ

یعنی اُس وقت فلک بروج سے شمس و قمر کے مواضع نکال کر فصل دیکھتے ہیں اگر آٹھ درجے سے کم پایا۔ حکم لگا دیا۔ کہ آج رویت ہرگز نہ ہوگی اور بارہ یا بارہ سے زائد دیکھا۔ تو جزم کر دیا۔ کہ ضرور ہوگی اور اس کے مابین معلوم ہوا۔ تو رویت ہلال مشکوک کہتے ہیں پھر منجمان ہند کی ادا کچھ نرالی ہے۔ فقیر نے بارہا دیکھا کہ انتیس کی مغرب کو قمر ۱۲ درجے سے بہت زیادہ دُور ہے۔ پھر بھی اُنھوں نے کل کی رویت رکھی۔ خیر یہاں یہ کہنا ہے۔ کہ حکمائے یونان اُن کے قواعد وضع کر چکے۔ خود بھی اُن پر مطمئن نہیں بتصریح کہتے ہیں کہ احوال قمر کا آج تک انضباط نہ ہوا۔ پھر ایسے شاک و شاک فی انہ شاک کی بات کا کیا اعتبار سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ اقول وبھذا یرد ما اعتمدہ الامام السبکی من الشافعیة وصوبه الزرکشی منھم وجنح الیه بعض منا من جواز الاعتماد علی قولھم بناءً علی ان الحساب قطعی والشھادة ظنی قلنا ھذا الحساب ایضا لیس من القطع فی شیئ کما علمت واحتمال الغلط لیس باقل من احتماله فی خبر العدل والشارع صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قد الغی الحساب ونزل الشھادة بمنزلة الیقین وبالجملة فالمذھب عدم جواز الاعتماد علیھم ۱ صلا ۱۲ سلّمہ قدر رواہ البخاری

جائیں۔ لاعبرۃ بقول الموقتین ولوعدولا علی المذہب وبل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ وفی النھر فلا یلزم بقول الموقتین انہ ای الھلال یکون فی السماء لیلۃ کذا وان کانوا عدولا فی الصحیح کما فی الایضاح اھ وفی القنیۃ عن ابن مقاتل انہ کان یسألھم ویعتمد علی قولھم اذا اتفق علیہ جماعۃ منھم ثم نقل عن شرح السرخسی انہ بعید وعن مجد الائمۃ انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ الا الناد والشافعی انہ لا اعتماد علی قولھم ش ملخصًا

تنبیہ اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو بات وہ بطور ہیأت کہیں مقبول نہیں۔ ورنہ اگر شہادت رویت ادا کریں۔ تومثل اور لوگوں کے ہیں۔ جن شرائط سے اوروں کی گواہی سنی جاتی ہے۔ اُن کی بھی گواہی قبول ہوگی۔ پھر اُن کا قابل شہادت ہونا بھی ہے کہ ہیأت ونجوم کے خلاف شرع باتوں پر اعتقاد نہ کرتے ہوں صرف صناعی طور پر آسمان کی گردشوں ستاروں کی چالوں طلوع وغروب رجوع واستقامت بطوء وسرعت قران تسدیس تربیع تثلیث مقابلہ اجتماع وغیرہ سے بحث کرتے ہوں۔ ورنہ مثلاً امورِ غیب پر احکام لگانا سعد ونحس کے حرز ششے اُٹھانا زائچہ کے راہ پرچلنا چلانا اوتاد اربعہ طالع رابع عاشر سابع پر نظر رکھنا انکو مانگو جانچنا یہ کھنا شرعاً حجر ہے۔ اور اعتقاد کے ساتھ ہو۔ تو قطعاً کفر والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اسی قبیل سے ہے ان کا کہنا کہ فلاں دن رویت واجب ہے۔ فلاں دن محال۔ اگر وجوب واستحالہ عادی مراد لیتے ہیں تو خیر کہ سنۃ

فصل دوم۔ اُن امور میں جن کا دربارۂ تحقیق ہلال کچھ اعتبار نہیں۔ بیس ۲۰ تمر پر مشتمل۔

تمر ۱ ۱۶ اہل ہیأت کی بات کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگرچہ عادل ہوں اگرچہ کثیر ہوں۔ نہیں خود اسکا پر عمل جائز۔

تمر ۲ اخیر مہینے میں دو ایک رات ضرور چھپتا ہے۔ ۱۷ پر شریعت میں اس پر مدارِ حکم نہیں۔

تمر ۳ ۱۸ انتیس ۲۹ رات کی صبح کو چاند نظر نہیں آتا۔ شرع اسے بھی نہیں سنتی۔

تمر ۴ ۱۹ دن کو دوپہر سے پہلے چاند جب ہی نظر آتا ہے۔ کہ شب گذشتہ ہلال ہوچکا ہو۔ پر صحیح مذہب میں اس کا بھی لحاظ نہیں۔

اللہ کے لیے تبدیل نہیں۔ ورنہ حقیقی وعقلی کا قصد معاذ اللہ کھلا ہوا کلمہ کفر ہے۔ اعاذنا باللہ بمنۃ العظیم اٰمین۔

۱۷ مہینہ انتیس کا ہوتا ہے۔ تو ایک رات چھپتا ہے۔ تیس کا تو دو رات۔ پھر آج صبح کو طلوع شمس سے پہلے چاند جانبِ شرق نظر آیا تھا۔ اور آج شام کی نسبت شہادت شرعی رویت پر گذری۔ بلاشبہ قبول کی جائے گی۔ اور یہ لحاظ نہ ہوگا۔ کہ آج صبح

فی کتاب الصوم وعقد لہ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانکتب ولانحسب فقصر الفاضل المرحوم عبدالحی اللکھنوی فی القول المنشور عزوہ علی مسلم تقصیر ۱۲ ۱۸ اقول الاولی تاخیر الاستثناء بعد الشافعی لان من اصحابہ ایضًا من اعتمد علیھم کما سمعت ۱۲

نور الادلۃ للبدور الاجلۃ

بدور الاجلۃ

نور الادلۃ

حاشیہ رافع العلۃ عن نور الادلۃ

تک تو چاند موجود تھا۔ بن ڈوبے کیونکر ہلال[۱۷] ہوگیا۔ رؤی یوم التاسع والعشرین قبل الشمس ثم رؤی لیلۃ الثلاثین بعد الغروب وشھدت بینۃ شرعیۃ بذلک فان الحاکم یحکم برویتہ لیلا کما ھو نص الحدیث ولا یلتفت الی قول المنجمین انہ لا تمکن رویتہ صباحا ثم مساء فی یوم واحد کیف وقد صرحت ائمۃ المذاھب الاربعۃ بان الصحیح انہ لا عبرۃ بقول المنجمین ش ملخصا۔ ۱۸ یہ دعوٰے دعوٰے اول سے اخص ہے۔ وہاں دو ایک رات بیٹھنا تھا۔ عام ازیں کہ ۲۹ کو ڈوبے یا ۳۰ کو۔ یہاں خاص دعوٰی ہے کہ ۲۹ کو ضرور ڈوبتا ہے۔ شرع میں اس پر بھی لحاظ نہیں۔ مثلاً ۲۹ شعبان روز یکشنبہ کو شام کے وقت ابر تھا۔ گواہان شرعی نے رویت بیان کی صبح کو رمضان ٹھہرا۔ اب جو گنتی ہوتی آئی تو ۲۹ رمضان روز دوشنبہ کو طلوع شمس سے پیشتر چاند موجود تھا۔ اس پر کوئی خیال کرے کہ دوشنبہ کی پہلی ہوئی تو آج ۲۹ کو چاند صبح کے وقت کیونکر نظر آنا ضرور ہے۔ کہ گواہوں نے غلطی کی۔ شعبان ۳۰ کا ہوا۔ آج ۲۸ ہے۔ ابر ہوا۔ تو اسی حساب پر رمضان کے ۳۰ پورے ہوں گے تو یہ خیال محض غلط ہوگا۔ بلکہ وہی دوشنبہ کی ۲۹ ٹھہرے گی۔ اور اسی پر بنائے احکام رہے گی والدلیل علی ذلک مع السند قد انطوی فیما قدمنا۔ ۱۹ یعنی مثلاً پنجشنبہ ۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان کو ابر تھا رویت نہ ہوئی جمعہ کے دوپہر سے پہلے چاند نظر آیا تو اگرچہ قیاس یہی چاہتا کہ شب

گذشتہ ہلال تھا[۲۰] کے بڑے ہونے کا کچھ خیال نہ چاہیے۔ قمر ۶ نہ اس[۲۱] کے اونچے ہونے پر نظر قمر ۷ نہ اس کے دیر تک ٹھہرنے پر التفات۔ قمر ۸ آج کا ہلال[۲۲] شفق سے پہلے ڈوبتا ہے کل کا بعد، یہ بھی معتبر نہیں۔ قمر ۹ تیسری رات[۲۳] عشاء سے پہلے چاند نہیں ڈوبتا پر یہ بھی قابل لحاظ نہیں قمر ۱۰ چودھویں کا چاند سورج ڈوبنے سے پہلے نکلتا ہے قمر ۱۱ پندرھویں کا بیٹھ کر، یہ دونوں بھی نامعتبر ہیں قمر ۱۲ غلط ہے کہ ہمیشہ رجب[۲۵] کی چوتھی رمضان کی پہلی ہو قمر ۱۳ رمضان کی پہلی[۲۶] ذی الحجہ کی دسویں ہونا بھی

لہ چاند سورج دونوں کی اپنی چال مغرب سے مشرق کو ہے۔ اور حرکت یومیہ جس کے سبب طلوع وغروب روزانہ ہوتا ہے مشرق سے مغرب کو تو چاند صبح کے وقت جب ہی نظر آئے گا۔ کہ سورج کے پیچھے ہو یعنی جانب مغرب ہٹا ہوا ہو کہ اگر جانب مشرق بڑھا ہو۔ تو آفتاب اس سے پہلے طلوع کرے گا صبح کے وقت چاند آفتاب سے بھی زیادہ زیر زمین اترا ہوگا۔ نظر کیونکر آئے۔ اور جب پیچھے ہے۔ تو افق شرقی پر سورج سے پہلے چمک آئے گا آفتاب ہنوز زیر زمین ہوگا۔ تو نظر آسکتا ہے بشرطیکہ آٹھ درجے سے کم نہ ہو۔ ورنہ اتنے قرب میں سورج کی شعاعیں اُسے چھپا لیں گی۔ نظر کام نہ کرسکے گی۔ اسی طرح شام کو مغرب میں جب ہی نظر آتا ہے کہ سورج کے آگے ہو یعنی جانب مشرق بڑھا ہو کہ اگر جانب مغرب ہٹا ہوگا تو سورج سے پہلے ڈوب جائے گا۔ اور جب آگے ہے تو افق غربی پر بعد غروب آفتاب باقی رہے گا تو نظر آنا ممکن بشرطیکہ آٹھ درجہ سے کم فصل نہ ہو۔ جب یہ بات سمجھ لی تو اگر آج صبح کو نظر بھی آئے۔ پھر شام کو ہلال بھی ہو۔ تو لازم ہے کہ صبح کو آٹھ درجے پیچھے تھا۔ شام کو لااقل آٹھ درجے آگے ہوگیا۔ چار پہر میں سولہ درجے طے کرگیا۔ حالانکہ وہ کبھی آٹھ پہر کامل میں بھی اتنا نہیں چلتا۔ اس وجہ سے ہیأت والے اجتماع رؤیت صبح وشام کو ناممکن کہتے ہیں۔ مگر جب ثبوت شرعی ہو تو انکار کا کیا یارا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۱]

نور الادلہ للبدور الاجلہ

البدور الاجلہ

رفع العلہ عن نور الادلہ

ضروری نہیں ——————

جمعہ میں ہلال ہوگیا۔ ورنہ دوپہر سے پہلے نظر نہ آتا۔ تو آج پہلی ہونی چاہئے۔ مگر صحیح مذہب میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور آج تیس ہی ٹھہرے گی۔ رؤیتہ بالنھار للیلۃ الاٰتیۃ مطلقا علی المذھب ذکرہ الحدادی ای سواء رؤی قبل الزوال او بعدہ علی المذھب الذی ھو قول ابی حنیفۃ ومحمد (ش) اوجب الحدیث ای قولہ علیہ الصلوۃ والسلام صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ۔ فوجب سبق الرؤیۃ علی الصوم والفطر والمفہوم المتبادر منہ الرؤیۃ عند اٰخر کل شھر عند الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم بخلاف ما قبل الزوال من الثلثین والمختار قولھما (فت) (فتح القدیر) وکذا صرح باختیارہ فی ع وخو (خزانۃ المفتین) و ص (خلاصۃ) وق (قاضی خان) وبز (بزازیہ) وجو (جواھر الاخلاطی) ومج (مجمع الانھر) وب (بحر الرائق) والاختیار وجامع المضمرات والغیاثیۃ والتتارخانیۃ والتجنیس وغیرھا

نور الادلۃ للبدور الاجلۃ

نمبر۲ بہت لوگ چاند کو بڑا دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کل کا ہے۔ یا آج ۲۹ نہ تھی۔ ۳۰ تھی کہ ۲۹ کا چاند اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ یہ اُن کی خام خیالی ہے۔ شرعی معاملے تو اوپر ہوچکے کہ وہاں قیاسی باتوں کا دخل نہیں۔ اور بطور علم ہیئات ہی چلیے تو انشاء اللہ تعالٰی فقیر ثابت کرسکتا ہے کہ ۲۹ کا چاند بعض ۳۰ کے چاندوں سے بڑا ہونا ممکن۔ اقول اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام یہ ہے کہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ قرب قیامت کا ایک اثر یہ ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے۔ اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس نے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین الحدیث قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے۔ کہ ہلال سامنے ہی نظر پڑے گا۔ دیکھنے والا کہے۔ کہ دو رات کا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ابوالبختری سے

نور الادلۃ

لہ دوپہر سے پہلے کی قید اس لیے لگائی۔ کہ اگر بعد زوال نظر آیا۔ تو عامہ کتب پر کسی کے نزدیک گذشتہ رات کا نہ ٹھہرے گا کہ تیس کا چاند بھی اکثر دن سے نظر آجاتا ہے۔ مگر دوپہر ڈھلے کے بعد ھکذا فی عامۃ الکتب کالبدائع والایضاح والمنظومۃ والخانیۃ وطم وش والبزازیۃ والعتابیۃ والذخیرۃ والتتارخانیۃ وجامع الرموز وجواھر الاخلاطی والاختیار والبحر والتبیین والمجتبٰی والقنیۃ ومجمع البحرین وشرحہ لابن مالک وشرح الکنز لملا مسکین وغیرھا ووقع فی مجمع الانھر تبعا لما فی الفتح من التحفۃ انہ عند ابی یوسف اذا رؤی قبل الزوال او بعدہ الی وقت العصر فللماضیۃ وبعدہ للمستقبلۃ ۱۲

ماخوذ من فتح الملیحی نور الادلۃ

مروی ہے۔ کہ ہم عمرے کو نکلے۔ بطن نخلہ میں ہلال دیکھا۔ کسی نے کہا۔ تین رات کا ہے۔ کسی نے کہا دو رات کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حال عرض کیا۔ فرمایا تم نے کس رات دیکھا۔ ہم نے کہا۔ فلاں رات کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ تعالٰی مدّہ للرؤیۃ۔ فھو للیلۃ رأیتموہ اللہ تعالٰی نے اُسے رویت پر موقوف فرمایا ہے۔ تو جس رات تم نے دیکھا۔ اُسی رات کا ہے۔ ۲۱ بہت لوگ چاند اونچا دیکھ کر بھی ایسی ہی انکلیں دوڑاتے ہیں بعض کہتے ہیں۔ اگر ۲۹ کا ہوتا تو اتنا نہ ٹھہرتا۔ یہ سب بھی ویسے ہی اوہام ہیں جن پر شرع میں التفات نہیں خصوصًا یہ باتیں تو از روئے ہیئات بھی کلیہ نہیں ہو سکتیں، میں ان شاء اللہ تعالٰی ثابت کر سکتا ہوں کہ کبھی ۲۹ کا ۳۰ کے بعض ہلالوں سے اونچا اور دیرپا ہونا متصور

۲۲ شفق سے مراد شفق احمر ہے۔ یعنی وہ سُرخی جو غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب رہتی ہے۔ عادت یوں ہے کہ جو ہلال اسی شب ہوا۔ وہ اس سرخی کے غائب ہونے سے پہلے ڈوب جاتا ہے اور جو کل ظاہر ہوا تھا۔ اُس کے بعد غروب کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تجربہ کی بات ہے۔ صحیح مذہب میں اس پر اعتماد نہیں۔ فی مختارات النوازل وقیل ان غاب بعد الشفق فھو للماضیۃ وان غاب قبل الشفق فھو للمستقبلۃ اھ وھکذا ذکرہ مضعفا مقابلا للمذھب الصحیح المختار اعنی کونہ للمستقبلۃ مطلقا فی مجمع وفتح وقاوبزو غیرھا من اسفار کثیرۃ۔

۲۳ عادت اکثری یوں ہے کہ تیسری شب کا چاند غروب نہیں کرتا جب تک عشار کا وقت نہ آجائے۔ حدیث شریف میں نماز عشا کی نسبت ہے۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلیھا سقوط القمر لثالثۃ۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا ہے۔ رواہ ابوداؤد عن النعمان بن بشیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما پر معاملۂ ہلال میں شرعًا اس پر بھی التفات نہیں مثلًا گواہی گذری کہ آج چاند ہوا۔ کل جمعہ کی یکم رمضان ہے اب شنبہ کے بعد جو شب یکشنبہ آئی کہ اس شہادت کی رُو سے تیسری شب تھی۔ اس میں دیکھا۔ تو چاند مغرب ہی کے وقت عشار کا وقت آنے سے پہلے ڈوب گیا۔ جس کے سبب گمان ہوتا ہے کہ آج شب دوم ہے اس کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور تیسری ہی رات قرار دیں گے۔

تنبیہ۔ اقول وباللہ التوفیق۔ بے شک اس شہادت پر عمل میں معاذ اللہ حدیث کی کچھ مخالفت نہیں۔ بلکہ عین حکم حدیث پر چلنا ہے حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقت عشار دیکھ کر نماز شروع فرماتے۔ وہ اس اکثری امر کے سبب غالبًا اس وقت سے موافق پڑتی۔ یا یوں سہی کہ زمانہ اقدس میں ہمیشہ ہی مطابق آئی۔ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ حضور نے ایک وقت بھی اس غروب قمر پر وقت نماز کی

لہ ای جعل وقت الصوم ممتدا الی زمان رؤیۃ الھلال ۱۲ ۲ہ وقع ھٰھنا فی القول المنشور للفاضل اللکھنوی لرؤیۃ رأیتموہ وھو تصحیف ۱۲ ۳ہ اونچا ہونا اور دیرتک رہنا غالبًا زیادت فصل سے ہوتا ہے اور یہ ہم اوپر واضح کر چکے کہ کبھی ۲۹ کا بہ نسبت ۳۰ والے کے سورج سے دور تر ہوتا ہے تو غالبًا اتنا ہی اونچا بھی ہوگا اور اتنا ہی دیر میں ڈوبے گا۔ علاوہ ازیں دقائق ہیأت پر نظر کیجیے تو باوجود تساوی فصل یک حالت میں بلند تر و دیرپا تر ہونا ممکن و ذلک یبتنی علی مقدمات طویلۃ لو تکلمنا علیھا لخرجنا عما نحن بصددہ ۱۲

قمر ۱۴ ۔ اکثری سہی کہ اگلے رمضان کی ۲۷ پانچویں اس رمضان کی پہلی ہوتی ہے۔ پر شرع میں اس پر اعتماد نہیں؛
قمر ۱۵ ۔ برابر چار مہینے سے زیادہ ۲۹ کے نہیں ہوتے پر اس پر بھی مدار نہیں؛
قمر ۱۶ ۔ ان امور میں خطا کا اعتبار جس طرح عوام میں رائج محض مردود ہے اگرچہ مہر شدہ ہو اور کاتب ثقہ اور خط معروف
قمر ۱۷ ۔ تا ۲۰ جنتری ۳۰ مہمل اور ناقابل التفات اگرچہ متعدد شہروں سے وارد ہو؛ قمر ۱۸ ۔ ۳۱ بازاری افواہ اصلاً کوئی چیز نہیں قمر ۱۹ ۔ ۳۲ مجرد حکایت محض نامسموع۔ قمر ۲۰ ۳۳ یقین عرفی کچھ بکار آمد نہیں؛ وصلی اللہ

بنا رکھی ہو نہ کہ اُسے ابدی غیر ممکن التخلف جانتے نہ کہ اس کے سبب امر صوم میں شہادت شرعیہ جسے شرع نے مثل رویت عین قرار دیا رد کی جائے۔ سئل فیما اذا ثبت الھلال بالبینۃ الثالثۃ قبل دخول وقت العشاء ھل یعمل بالشھادۃ ام لا۔ اجاب المعمول بہ الشھادات البینۃ لان الشھادۃ نزلھا الشارع منزلۃ الیقین ولیس فی العمل بالبینۃ مخالفۃ لصلٰوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ش عن فتاوی العلامۃ الشھاب الرملی الکبیر الشافعی ملخصا وھذا واضح جدا وللہ الحمد ۱۲
۲۴ حاکم شرع یا عالم دین نے شہادت شرعیہ لے کر شعبان کا مہینہ ۲۹ کا ٹھہرایا اور کل بروز جمعہ رمضان کا حکم دیا۔ اب اس حساب سے شب جمعہ ۱۵ کو چاند غروب سے پہلے نکلا۔ تو بہت جاہل اعتراض کریں گے کہ وہ حکم غلط تھا۔ بلکہ ۳۰ کا چاند ہوا۔ اور ہفتہ کی پہلی جب تو آج چاند بیٹھ کر نہ چمکتا۔ یا حاکم و عالم نے گواہی ناکافی سمجھ کر شعبان کی گنتی ۳۰ پوری کی۔ شنبہ سے یکم رمضان رکھی۔ شب جمعہ میں چاند بیٹھ کر نکلا۔ جاہل کہیں گے۔ کیوں صاحب ہفتہ کی پہلی سے تو آج شب بدر ہوتی ہے۔ یہ چاند بیٹھ کر کیوں کر نکلا۔ ضرور جمعہ کی پہلی تھی اور آج پندرھویں۔ یہ اور اس قسم کے سب خیالات محض مہمل و بیہودہ ہیں جن پر اصلاً مدار احکام نہیں۔ نہ حاکم و عالم پر شرع یہ لازم فرمائے کہ عنداللہ جو بات نفس الامر میں ہے اس پر مطلع ہو جائیں کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ بلکہ شرع ان پر یہی فرض کرتی ہے کہ دلیل شرعی سے جو ثابت ہو اُس پر عمل کریں۔ عام ازیں کہ عنداللہ کچھ ہو۔ خود حضور اقدس عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق اخیہ شیئا فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ من نار۔ تم میرے حضور اپنے مقدمات پیش کرتے ہو۔ اور شاید تم میں ایک دوسرے سے زیادہ

لہ اقول وبتقریرنا ھذا ظھر بحمد اللہ انہ لاحاجۃ الی ماتجشمہ الفاضل عبد الحی اللکنوی فی القول المنثور مجیبا عن ھذا الاشکال انہ لیس فی الحدیث ما یدل علی الدوام فقد یکون ھکذا ولا تغتر بقولہ کان فانہ لا یدل علی الاستمرار کما بسطہ النووی فی شرح صحیح مسلم فی ابواب النوافل فتذکر انتھی فقد علمت ان لا اشکال بالحدیث اصلا ولو کان للدوام دواما علی ان ھذہ المسئلۃ کثیرۃ الخلاف وقد عقدنا لبیانھا رسالتنا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فبناء التفصی علی امر مختلف فیہ مع عدم الحاجۃ الیہ مما لا معول علیہ ۱۲ ۱۲

بدور الاجلہ
فوز الادلۃ للسید ولاھلہ
حاشیہ رفع العلۃ عن نور الادلۃ

اپنی حجت بیان کرنے میں تیز زبان ہو۔ تو میں جو سنوں اُس پر حکم فرمادوں پس جس کے لیے میں اُس کے بھائی کے حق سے کچھ حکم کروں وہ اسے نہ لے کہ یہ تو ایک آگ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے قطع کرتا ہوں رواہ احمد الستۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا علاوہ بریں چاند کا چودھویں کو غروب شمس سے پہلے نکلنا اگرچہ اکثری ہے۔ اور اسی لیے اُسے بدر کہتے ہیں مگر بحساب ہیأت بھی اس کا خلاف ممکن کما لایخفی علی من یعلم واللہ تعالٰی اعلم [25] عوام میں مشہور ہے کہ سال میں جس دن رجب کی چوتھی اسی دن آکر رمضان کی پہلی پڑے گی۔ یہ بات محض بے اصل ہے۔ اس کا شرعی نہ ہونا تو خود ظاہر تجربہ بھی خلاف پر شاہد بعض دفعہ رجب کی تیسری اور رمضان کی پہلی مطابق ہوئی ہے ما ھو الرابع من رجب لا یلزم ان یکون غرۃ رمضان بل قد سبق (دبز) **اقول**۔ فرض کیجئے مثلاً رجب کی چوتھی پنجشنبہ کو ہوئی۔ اور مہینہ ۲۹ کا۔ تو شعبان کی پہلی سہ شنبہ کی ہوگی اب یہ بھی ۲۹ کا ہوا۔ تو رمضان کی پہلی چارشنبہ کو ہوگی۔ یا دونوں تیس کے ہوئے تو یکم رمضان جمعہ کی۔ ہاں ایک ۲۹ اور ایک ۳۰ کا ہو تو مطابقت رہے گی۔ پر اس پر نہ شرع حاکم نہ بحکم ہیأت لازم نہ تجربہ سے دائم۔ [26] کہیں مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعض آثار میں آگیا کہ تمھارے روزہ کا دن وہی تمھاری قربانی کا دن ہے۔ یہ اُس سال کا ایک واقعی بیان تھا۔ نہ کہ ہمیشہ کے لیے حکم شرعی ہو۔ بارہا یکم رمضان و دہم ذی الحجۃ مختلف پڑتی ہیں مثلاً یکم رمضان جمعہ کی ہو اور رمضان شوال ذی قعدہ تینوں مہینے ۲۹ کے تو عید اضحٰی چہارشنبہ کی ہوگی اور دو ۲۹ کے۔ تو پنجشنبہ کی۔ اور تینوں ۳۰ کے۔ تو شنبہ کی۔ ہاں دو تیس کے۔ اور ایک ۲۹ کا۔ تو بے شک جمعہ کی پڑے گی۔ پھر یونہی ہونا کیا ضرور ہے۔ شھر رمضان اذا جاء یوم الخمیس ویوم عرفۃ جاء یوم الخمیس ایضا کان ذلك یوم عرفۃ لا یوم الاضحی حتی لا یجوز التضحیۃ فی ھذا الیوم ومایروی ان یوم نحرکم یوم صومکم کان وقع ذلك العام بعینہ دون الابد لان من اول یوم رمضان الی غرۃ ذی الحجۃ ثلثۃ اشھر ولا یوافق یوم النحر یوم الصوم الا ان یتم شھران من ثلاثۃ وینقص لواحد فاذا تمت الشھور الثلثۃ تاخر عنہ واذا نقصت الشھور الثلاثۃ اوشھران تقدم علیہ فلا یصح الاعتماد علی ھذا اخر عن الفتاوی الکبری۔ [27] سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ خامس رمضان الماضی اول رمضان الاتی گذشتہ رمضان کی پانچویں آئندہ رمضان کی پہلی ہے۔ بعض علماء نے کہا اس کا پچاس برس تک تجربہ ہوا۔ ٹھیک اُترا۔ بعض معاصرین نے کہا۔ ۱۲ برس سے میں بھی تجربہ کرتا۔ اور درست پاتا ہوں **اقول** مگر فقیر نے ۱۲۹۷ھ سے اب تک کے ۹ رمضانوں میں خیال کیا۔ چند ہی سال میں صاف فرق پڑ گیا۔ پانچ برس تک تو حساب ٹھیک تھا۔ اور اس قاعدے کے مطابق رمضان ۱۳۰۱ھ کی پنجم روز یکشنبہ آئی۔ مگر ۱۳۰۲ھ میں بحساب تقویم یکم اسی دن مظنون تھی۔ مگر فقیر ۲۹ شعبان روز پنجشنبہ کو دیہات میں تھا کشادہ جنگل۔ صاف مطلع۔ ابر۔ غبار۔ دخان کسی علت کا نام نہ نشان۔ میں اور میرے ساتھ اور مسلمان ہر چند غور کرتے رہے رویت نہ ہوئی۔ شب جمعہ کی خبر بھی نہ آئی۔ شنبہ کی عید قرار پائی اب ۱۳۰۲ھ کا حساب تقویم اگر غلط بھی مانئے۔ کہ مطلع صاف نہ تھا۔ اور بحکم ہیأت یکم یکشنبہ بھی ممکن تھی۔ تو تقسیم قاعدہ کو اُسی دن یکم رکھیے۔ تو پنجم پنجشنبہ کی ٹھہرے گی۔ ۱۳۰۳ھ میں یکم بھی جمعرات کی ہونی چاہیے۔ حالانکہ وہ بشہادت میں بھی غلط اور بحکم

ہیئات بھی ناممکن۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ۱۳۰۳ھ میں ٹوٹ گیا۔ بااں ہمہ اگر دائمہ بھی ہو تو صرف ایک تجربہ ہے۔ نہ حکم شرعی جس پر احکامِ شرعیہ کی بناء ہوسکے ۔ **ش۲۸**۔ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قد یقع النقص متوالیا فی شھرین اوثلثۃ ولا یقع اکثر من اربعۃ اشھر۔ اسی طرح شرح صحیح مسلم میں ہے۔ لکن مصدر ابلفظۃ قالوا پھر بھی یہ اسی قبیل سے تجربہ ہے۔ یا حساب جس پر شرع میں اعتماد نہیں۔ مثلاً ربیع الآخر سے رجب تک چار مہینے ۲۹ ر کے ہوتے آئے۔ اب شعبان کی ۲۹ ر کو شہادت رویت گذری۔ بلاشبہ مقبول ہوگی۔ اور یہ خیال نہ کریں گے۔ کہ برابر ۲۹ کے ہوتے جاتے ہیں۔ **۲۹** جاہل لوگوں بلکہ بعض اُن مدعیان علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر وحید الدہر ہوں۔ اعتماد خط کا عجیب جوش ہے … اپنے کسی معتمد کا خط آگیا۔ اور شہادتِ شرعی میں کچھ باقی نہ رہا گویا خط کاہے کو ہے۔ خاص فلکِ قمر سے ان پر تفسیر جلالین نازل ہوئی۔ پھر کورے جہال کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہاں خط سے گذر کر تاریخ خط سے استناد ہوتا ہے۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں خط پر اعتماد نہیں۔ نہ اُس پر عمل ہو کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور مُہر مُہر کے مثل ہوسکتی ہے۔ المقرر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات الیہ خ (خیریہ) الخط لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ خ۔ لیس الموجود فیہ سوی خط فی ورق لیس من حجج الشرع فی شیئ خ[1]۔ مجرد الخط علامۃ لاتبنی علیھا الاحکام خ۔ صرح علماؤنا بعدم الاعتماد علی الخط وعدم العمل بہ خ۔ ملخصا العبرۃ لما تقوم البینۃ الشرعیۃ علیہ لالما یوجد من الخطوط والکواغذ خ۔ انما ھو کاغذ بہ وھو لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ کما صرح بہ کثیر من علمائنا خ۔ مجرد خط لا یعتمد علیہ ولا یعمل لہ شرعا خ[2]۔ لیس الورق والخط من حجج الشرع خ۔ من کتاب البیوع لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ ولا شک ان الخط اعم من ان یکون بالقلم او بالطابع الذی ھو الختم خ ملخصا۔ ان کے سوا بے اعتباری خط میں پندرہ کتابوں کی عبارتیں فقیر نے فتوٰی تار مندرجہ رسالہ ازکی الاہلال میں ذکر کیں۔ وباللہ التوفیق۔ تنبیہ۔ خط بعض صورتوں میں مقبول ہوتا ہے۔ کتاب القاضی الی القاضی۔ یعنی حاکم شرع کا حاکم شرع کو خط لکھے وبشرائط کثیرہ حجت ملزمہ ہے۔

۳۰۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بارے میں ایک مفصل فتوٰی لکھا اور علمائے بدایوں ورامپور وحیدر آباد ودہلی نے اُس پر مُہریں کیں۔ وہ فتوٰی آخر رسالہ ازکی الاہلال میں مذکور ہوا۔ اور ہم ان شاء اللہ بحث استفاضہ میں یہ بھی ظاہر کریں گے کہ تار جیسا ایک جگہ کا۔ ویسا ہی دس بیس۲ مقام کا سب نامعتبر ہیں یعنی اگر کسی شہر میں متعدد تار مختلف امصار سے آئیں تو ان کی بھی کچھ وقعت نہ ہوگی کہ کثرت تار کو شرعی تواتر واشتہار سے اصلاً علاقہ نہیں۔

۳۱۔ اکثر دیکھا ہے کہ خبر رویت کا شہر میں شہرہ اور عام عوام کی زبان پر چاند چاند کا چرچا ہوگیا۔ پھر تحقیق کیجئے تو کچھ اصل نہ تھی۔ اسے افواہ کہتے ہیں۔ شرع جس تواتر وشہرت کو قبول فرماتی ہے۔ وہ اور چیز ہے۔

---

[1] الثلثۃ من کتاب الدعوٰی کالاخیرۃ ۱۲　[2] الی ھٰھنا من الوقف

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

۳۱- گواہوں کا مجرد یہ بیان کہ فلاں شہر میں چاند ہوا۔ یا فلاں فلاں نے چاند دیکھا۔ یا فلاں روز سے روزہ رکھا۔ مجرد حکایت ہے جس پر اصلاً التفات نہیں۔ بلکہ یا تو اپنے معائنہ کی شہادت ہو۔ یا شہادت پر شہادت۔ یا قضا پر شہادت یا شرعی شہرت یہ مسئلہ بہت ضروری الحفظ ہے۔ یہ صرف عوام بلکہ آج کل کے بہت مدعیان علم۔ بلکہ بعض ذی علم بھی ناواقف پائے واللہ الہادی ھذہ الجماعۃ لم یشھدوا بالرؤیۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رؤیۃ غیرھم فلا یلتفت الی قولھم خزوقد نص علی المسئلۃ فی د ط ط م ش فت ع ب وغیرھا کما ذکرنا بعض نصوصھا فی ازکی الاھلال ؕ

۳۲ اقول۔ یہ ایک نفیس مسئلہ ہے جس پر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے تنبیہ کی۔ یقین دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک شرعی کہ طریقہ شرع سے حاصل ہو۔ دوسرا عرفی کہ باوجود عدم طریقہ شرعی صرف اپنے مقبولات ومسلمات یا تجربیات ومشہورات اور قرائن خارجیہ کے لحاظ سے اطمینان حاصل ہوجائے۔ ناواقف لوگ مدرک عرفی وشرعی میں تفرقہ نہ جان کر اسے کافی ووافی ودلیل شرعی گمان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ صریح خطا ہے۔ مثلاً جہاں شرع مطہر شہادت میں عدد وشرط کیا دو مرد۔ یا ایک مرد دو عورتیں ہوں۔ وہاں ہمارے اعظم کسی معتمد اجل مستند نے جیسے افضل اولیاء عالم جانیں۔ اور وہ واقع میں بھی غوث زمانہ ہی ہو۔ شہادت دی کہ میرے سامنے ایسا ہوا۔ اور میں نے بچشم خود دیکھا۔ ہمیں جو اعتبار اُس کے فرمانے پر آئے گا۔ ہرگز دو چار دس بیس کی بات پر بھی اس سے زیادہ نہ ہوگا مگر شرع دوسرا گواہ اور مانگے گی۔ اور معاملہ زنا میں تین۔ تو اگر ایسے ہی تین گواہی دیں جب بھی نامسموع کہ قرآن کریم نے بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فرمایا اگرچہ اس میں شک نہیں کہ سامع مطلع کو ان کے ارشاد میں اصلاً محل شک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہزاروں نظیریں اس مسئلہ کی ہوں گی اور پھر قرائن بے چارے کس گنتی شمار میں ہیں۔ ذی علم کو بارہا واقع ہوتا ہے کہ بہت امور خارجہ کے لحاظ سے چاند ہونے پر اطمینان کامل رکھتا ہے۔ مگر جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔ ہرگز حکم رویت نہیں کرتا۔ یوں ہی جب ثبوت میزان شرع پر ٹھیک اُترے گا۔ مجبوراً حکم رؤیت کرے گا۔ اگرچہ بنظر امور دیگر کسی طرح ہلال کا ہونا دل پر نہ جمے۔ ایسی ہی جگہ عالم وجاہل کا فرق کھلتا ہے جب قرائن اس کے خلاف ظاہر ہوتے ہیں۔ جاہل حکم عالم پر اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو میں نے کیا۔ وہی رائے صائب تھی۔ اور مجھ پر بہر حال مدرک شرعی کی پابندی واجب اس امر کی طرف کچھ اشارہ زیر یازدہم بھی گزرا اور ان یقینوں کی زیادہ توضیح رسالہ ازکی الاھلال میں مذکور ہوئی وباللہ التوفیق وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(فائدہ) صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ شھران لا ینقصان شھرا عید رمضان وذوالحجۃ۔ دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔ دونوں عید کے یعنی رمضان اور ذی الحجہ۔ رواہ الامام احمد والستۃ عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض علماء نے اس کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ دونوں مہینے ایک سال میں ۲۹ کے نہیں ہوتے۔ صحیح بخاری میں،

قال محمد لایجتمعان کلاھما ناقص۔ امام بزار نے فرمایا لاینقصان جمیعا فی سنۃ واحدۃ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ان نقص رمضان تم ذوالحجۃ وان نقص ذوالحجۃ تم رمضان۔ رمضان ۲۹ کا ہوگا۔ تو ذوالحجہ ۳۰ کا اور ذوالحجہ انتیس کا ہوگا۔ رمضان تیس کا۔ اور اس معنی کی مؤید وہ حدیث ہے جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ شھرا عید لایکونان ثمانیۃ وخمسین یوما۔ عید کے دونوں مہینے ۵۸ دن کے نہیں ہوتے۔

بااینہمہ محققین کے نزدیک اس سے اکثری اغلبی حکم مراد ہے نہ دائمی ابدی۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں قد وجدنا ھما ینقصان معا فی اعوام۔ ہم نے برسوں دیکھا کہ یہ دونوں مہینے سال میں ۲۹ کے ہوئے۔ اقول معہذا حدیث اول کے تو عمدہ معانی علماء نے بیان فرمائے۔ اور تحقیق روشن یہی ہے کہ اس کا ثواب نہیں گھٹتا۔ اگرچہ گنتی میں پورے نہ ہوں۔ اور حدیث دوم کی صحت معلوم نہیں۔ اگر صحیح ہو۔ تو بعض رواۃ سے اپنی فہم کی بنا پر نقل بالمعنی محتمل واللہ تعالی اعلم بالجملہ غرض یہ ہے کہ ایسے تجربیات کا دائمی ہونا ضرور نہیں۔ اور دائمی ہوں بھی تو احکام شرع کا اُن پر مدار نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ واللہ الھادی وصلی اللہ تعالی علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

مفسدات صوم

مسئلہ ۱۶۸: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) رمضان میں عورت کوئی دوا خشک اپنے جسم میں رکھے تو روزے میں کچھ فساد آئے گا یا نہیں۔ (۲) عورت بتی کسی دوا کی یا انگلی سے دوا اپنے جسم میں داخل کرے یا مرد انگلی کرے تو روزہ ٹوٹے گا یا نہیں (۳) عورت کو لپٹا یا یا خیال باندھا کچھ دیر کے بعد جس وقت کہ خواہش بالکل نہ رہی بوندیں خارج ہو چکی ہیں پیشاب کو جاتے وقت بعد پیشاب کے کچھ گاڑھا پانی سفید نکلے جس کی شکل منی کی سی ہو تو اس کو منی کہا جائے گا یا نہیں اور روزہ اُس سے ٹوٹے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر روزے کی حالت میں یعنی طلوع صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کردی تو روزہ نہ رہا اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا سرا فرج داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی ..... حصہ کپڑے سے چھن کر فرج داخل کے اندر نہ گرے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ

جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہوجائے ان تینوں صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔ تنویر الابصار و فی الدر المختار (ادخل عودا) ونحوہ (فی مقعدتہ وطرفہ خارج) وان غیبہ فسد وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ مربوطۃ الا ان ینفصل منہا شیئ ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا (لم یفطر) اھ ملتقطا وفی رد المختار ما دخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج او کان متصلا بشیئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) بتی اور دوا کا حکم مسئلہ سابقہ میں مفصلاً گزرا اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا ایک یہ کہ انگلی کرنے سے اسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مس کررہی ہے عورت کو انزال ہوجائے لوجود معنی الفطر وھو الامناء عن مباشرۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کے مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگے تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہوگئی کہ اب اس کی چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے بعدہ انگلی باہر کرکے ایسی ہی تری کی حالت میں پھیر اندر کی کہ تری چھوٹ کر فرج داخل میں لگی چوتھے یہ کہ انگلی کٹی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کردی گئی کہ سرا باہر نہ رہا یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی انگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو۔ درمختار میں ہے ادخل اصبعہ الیابسۃ فی دبرہ او فرجہا لم یفطر ولو مبتلۃ فسد اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے **قولہ** ولو مبتلۃ فسد لبقاء شیئ من البلۃ فی الداخل حاشیہ طحطاوی میں ہے ظاہر کلامہ یقتضی ان الذی ادخل فی فرجہا الرجل والحکم واحد فتح القدیر میں ہے لو ادخل اخر الاصبع فی دبرہ او فرجہا الداخل لایفسد الصوم الا ان تکون مبلولۃ بماء او دھن علی المختار وقیل یجب علیہ القضاء والغسل **تنبیہ** فتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوی ظہیریہ وفتاوی ہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل و تصویر ہے نہ تخصیص و تقیید کہ اگر دودھ یا گھی یا لعاب ہن میں تر ہو جب بھی بداہۃً حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جاکر رہ جانا ہے کما افادہ فی ردالمحتار ولہذا درمختار میں مطلق مبتلۃ فرمایا اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی میں لگ کر باہر آئی اب وہ بھی رطوبت خارجہ ہوگئی اب دوبارہ جو باہر سے جاکر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فساد صوم لائے گی جس طرح لعاب ہن کہ اگر قبل خروج اُسے نگل جائے روزے میں خلل نہیں اور اگر دہن سے جدا کردینے کے بعد کھائے گا روزہ جائے گا کما فی ردالمحتار عن البدائع ومثلہ فی کثیر من الکتب۔ رہا علما کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا ہندیہ ونورالایضاح ودرمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للوجیز اجمعوا انہ لو حک اذنہ بعود فاخرج العود وعلی راسہ درن ثم ادخل ثانیا وثالثا کذالک انہ لایفسد۔ وہ اس مسئلہ سے

جدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں کی جاتی تو میل جوف میں داخل نہ ہوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے مراقی الفلاح میں ہے حاشیہ اذنہ بعود فخرج علیہ درن ہما فی الصماخ ثم ادخلہ مرارا الی اذنہ لا یفسد صومہ بالاجماع کما فی البزازیۃ لعدم وصول المفطر الی الدماغ واللہ تعالٰی اعلم (۳) منی اپنی رنگت اور بو اور قوام وغیرہا کے باعث اور پانیوں سے ممتاز ہو جاتی ہے بہرحال صورت مستفسرہ میں جو کچھ نکلا اگرچہ منی ہی ہو جبکہ بالکل شہوت ساکن ہو جانے کے بعد بلا شہوت بعد پیشاب کے نکلا تو اس سے نہ غسل واجب ہو نہ روزے میں کچھ خلل آیا اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلًا نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو کر قضا لازم آئے گی اور اگر ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے منی اتری اور بشہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال ان افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور سے ہوا فی الدر المختار ان انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونہ ناسیا فی الحال عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام لم یفطر اھ ملتقطا وبہ یعلم ما ذکرنا بالاولی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۷۱) ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

(۱) ایک شخص پان کھا کے اول شب میں سویا صبح کو اٹھ کر نیت روزہ کی کرتا ہے روزہ درست ہوگا یا نہیں (۲) حالت روزہ میں اگر کوئی پانی سے استنجا کرے اور بادی اخراج ہوا اور بدستور استنجا کرنے میں مشغول ہے تو روزہ رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر پان کھایا تھا منہ میں صرف چند دانے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہو جائے گا اور اگر صبح کے بعد بھی ایسا اکال کثیر منہ میں تھا جس کا جرم خواہ عرق لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہوگا (۲) اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا لعدم المفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۷۲) مسئولہ عبدالرحمٰن صاحب جنجوری از گولڑہ ضلع راولپنڈی ۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان تمباکو نسوار منہ میں رکھ لیں اور اس کا جرم حلق کے اندر نہ جانے دیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں اور بصورت ٹوٹ جانے کے قضا لازم آئے گی یا کفارہ مدلل بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

پان جب منہ میں رکھا جائے گا اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائے گی تو یقینًا اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو ست ایک چیز ہے جب اوپر کو سونگھی جائے گی ضرور

دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب طلوں کے مقاصد بھی یوہیں بر آئیں گے اور فقہیات میں ایسا مظنون مثل متیقن ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اُس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا کہ ان میں صلاح بدن و قضائے شہوت ہے اور اگر بالفرض ان میں احتیاط یقینی کی صورت متصور بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقض نہیں مگر ممنوع ضرور ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۳: از کلکتہ چیت پور نزد دیک اسپتال ای۔بی۔ایس۔آر یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ کس کس حالت میں نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پچھلے کو اتنا زیادہ کھالے کہ صبح کو اُسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو روزہ ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا خرابی واقع ہوئی دوسری یہ بات کہ روزہ کس کس حالت میں درست نہیں رہتا۔

الجواب

کھٹی ڈکار سے روزہ نہیں جاتا یہ کسی کتاب میں نہیں لکھا روزہ تین باتوں سے جاتا ہے جماع اگرچہ انزال نہ ہو اور مس جبکہ انزال ہو اور باہر سے کوئی چیز جوف میں اس طرح داخل ہو کہ باہر اُس کا علاقہ نہ رہے مثلاً ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی اور ڈور باہر ہے تو اگر اُسے نکال لے گا روزہ نہ جائے گا اور اگر ڈور باہر نہ رہی یا نکالنے میں بوٹی یا اُس کا کچھ حصہ جوف میں رہ گیا تو روزہ جاتا رہا کل ذلك منصوص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۴: مرسلہ قاری عبدالنبی طالب علم ۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روزہ دار کو فصد کھلوانا اور سوزاک میں پچکاری لگوانا جائز ہے یا نہیں اور اگر فصد یا پچکاری لگوایا تو روزہ باطل ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

فصد سے روزہ نہ جائے گا ہاں ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب اور پچکاری سے مرد کا روزہ نہ جائے گا عورت کا جاتا رہے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

الاعلام بحال البخور فی الصیام

۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ ربّ محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۷۵: از جوناگڑھ کاٹھیاوار سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کامل عارف باللہ کے مقبرہ میں بارہ ماہ چند حضرات ٹھ کر بعد چار بجے دن کے فاتحہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور بوقت فاتحہ ہمیشہ مزار شریف سے کچھ فاصلہ پر لوبان بھی جلایا جاتا ہے اور حاضرین مزار شریف کے قریب کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھتے ہیں مگر حضار میں سے کسی شخص کا ارادہ خوشبو یا دھواں لینے کا ہرگز نہیں ہوتا اگر بغیر قصد وارادے کے دھواں ناک وحلق وغیرہ میں چلا جائے تو کیا روزہ فاسد ہوجائے گا ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص نے بیان کیا کہ اس خفیف دھوئیں سے روزہ جاتا رہا اور کفارہ لازم آیا۔ اور جہاں لوبان جلتا ہے روزہ دار وہاں سے علیحدہ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ مکان ایک ہے بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ الذی فرض علینا الصیام طھرا وجعل ھذا الدین یسرا والصلٰوۃ والسلام علٰی اطیب ریحان الرحمٰن طیبا ونشرا وعلٰی الہ وصحبہ الذین من اتقاھم لایصل الیہ دخان الضلال ورودا ولاصدرا۔ متون وشروح وفتاوٰی عامہ کتب مذہب میں جن پر مدار مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہونا یاد تھا۔ وقایہ[1] ونقایہ[2] واصلاح[3] وملتقی[4] وتنویر[5] وغیرہا میں ہے واللفظ للاصلاح دخل غبار اودخان او ذباب حلقہ لم یفطر۔ غرر[6] متن درر میں ہے دخل حلقہ غبار اودخان اوذباب ولو ذاکرا لم یفسد بدایہ[7] وہدایہ[8] ووافی[9] وکافی[10] میں ہے واللفظ للکافی لو دخل حلقہ ذباب وھو ذاکر لصومہ یفسد قیاسا لوصول المفطر الی جوفہ وکونہ مما لایتغذی لاینافی الفساد کالتراب وفی الاستحسان لایفسد لانہ لایمکن التحرز عنہ فان الصائم لایجد بدا من ان یفتح فمہ لیتکلم فصار کالغبار والدخان۔ فتح القدیر میں ہے قولہ فاشبہ الدخان والغبار اذا دخلا فی الحلق فانہ لایستطاع الاحتراز عن دخولھما للدخولھما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبلل یبقی فی فیہ بعد المضمضۃ۔ نور الایضاح[11] متن مراد الفتاح میں ہے لایفسد الصوم لو دخل حلقہ دخان بلا صنعہ او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعم الادویۃ فیہ وھو ذاکر لصومہ۔ خانیہ[12] وخلاصہ[13] وخزانۃ المفتین[14] میں ہے واللفظ للخانیۃ اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقہ لایفسد صومہ۔ سراج الوہاج[15] وہندیہ[16] میں ہے لو دخل حلقہ غبار الطاحونۃ او طعم الادویۃ او غبار الھرس واشباھہ او الدخان او ما سطع من غبار التراب بالریح او بحوافر الدواب واشباہ ذلک لم یفطرہ۔ وجیز[17] والفریدی[18] وواقعات المفتین[19] میں ہے دخل الذباب او الدخان او اثر الحلقۃ او بقی بلل بعد المضمضۃ فابتلعہ مع البزاق لم یفطر۔ ہاں اگر صائم نے قصد وارادے سے

اگر یا لوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً بے حالت نسیان صوم داخل کرے مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کرکے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔ درمختار میں ہے مفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی علامہ شرنبلالی نے غنیہ[22] ذوی الاحکام و امداد[23] الفتاح و مراقی[24] الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا وھذا لفظ المراقی وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ من ادخل بصنعہ دخانا حلقہ بای صورۃ کان الادخال فسد صومہ سواء کان دخان عنبر او عود او غیرھما حتی من تبخر ببخور فاواہ الی نفسہ واشتم دخانہ ذاکرا لصومہ افطر لامکان التحرز عن ادخال المفطر جوفہ ودماغہ وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ ولا یتوھم انہ کشم الورد والمسک لوضوح الفرق بین ھواء تطیب بریح المسک وشبھہ وبین جوھر دخان وصل الی جوفہ بفعلہ اسی طرح رد المحتار[25] میں امداد الفتاح اور طحطاویہ[26] میں غنیہ سے نقل فرماکر مقرر رکھا مجمع الانہر[27] شرح ملتقی الابحر میں ہے علی ھذا لو ادخل حلقہ فسد صومہ حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانہ فادخلہ حلقہ ذاکرا لصومہ افطر لانھم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدۃ لان الادخال عملہ والتحرز ممکن ویؤیدہ قول صاحب النھایۃ اذا دخل الذباب جوفہ لایفسد صومہ لانہ لم یوجد ماھو ضد الصوم وھو ادخال الشیئ من الخارج والی الباطن وھذا مما یغفل عنہ کثیر من الناس فلیتنبہ لہ۔ حاشیۃ[28] الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری پھر طحطاوی علی المراقی میں ہے واللفظ للاصل قولہ او دخل حلقہ غبار التقیید بالدخول للاحتراز عن الادخال ولھذا صرحوا بان الاحتواء علی المجمر[29] مفسد بجملہ مسئلہ غبار و دخان میں دخول بلاقصد و ادخال بالقصد پر مدار کار ہے اول اصلاً مفسد صوم نہیں اور ثانی ضرور مفطر اور بداہۃً واضح کہ صورت مذکورۂ سوال صورت دخول ہے نہ شکل ادخال تو اس میں انتقاض صوم کا حکم محض بے سند و بے اصل خیال **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق تحقیق مقام و تنقیح مرام بتوفیق الملک العلام یہ ہے کہ حقیقت صوم امساک عن المفطرات الشرعیہ میں محصور اور تکالیف شرعیہ قدر وسع پر مقصور اور انتفائے حقیقت کو انتفائے شیئ قطعاً لازم و ضرور جس میں ضرورت و عدم ضرورت کا تفرقہ عقلاً و نقلاً باطل و مہجور مثلاً حقیقت نکاح ایجاب و قبول ہے اگرچہ جانب ولی سے اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں نہ کوئی ولی نہ حاکم اسلام اور بوجہ شدت احتیاج زن حالت تا بجنون حقیقی پہنچے کہ اہلیت تصرف سے خارج ہوجائے تو اس ضرورت شدیدہ کے لحاظ سے ہرگز روا نہ ہوگا کہ کوئی عورت بمجرد ایجاب بے قبول اس کی زوجہ بن جائے یا حقیقت زکوٰۃ کہ تملیک فقیر الخ ہے اگر کہیں ایسا ہو کہ مصرف کوئی نہ ملے جیسا کہ زمان برکت نشان سیدنا مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ تعالٰی و سلامہ علیہ میں ہونے والا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ براہ ضرورت زکوٰۃ اپنی حقیقت سے منسلخ ہو کر کسی غنی کو دینا

زکوٰۃ قرار پائے ارکان ساقطہ بضرورت حقیقۃً ارکان سعت ہوتے ہیں نہ ارکان اصل حقیقت ورنہ تحقق شے بے حقیقت شے محال عقلی ہے تو منافیات سنخ ذات میں ضرورت و بے ضرورت سے تفرقہ نہیں کر سکتے اب ہم ان اشیاء کو جو خارج سے بجوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انحائے مختلفہ کے پاتے ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں جیسے ہوا بعض وہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور اور ان سے تحرز کلی نامقدور جیسے دخول غبار و دخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حد ذات میں ممکن الاحتراز نہیں آدمی کو کلام سے چارہ نہیں اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیونکر گزرے اور ہوا کہ ان کی حامل ہوتی ہے تمام فضا میں بھری اور متحرک رہتی۔ جابجا لیے پھرتی ہے آدمی منہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہو سکتے ہیں اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کر سکتا ہے اگرچہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں جیسے طعام و شراب اور انھیں دخان و غبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں شرع مطہر نے کہ حکیم و رحیم ہے جس طرح قسم اول کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اُسے ملحوظ رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیف روزہ تکلیف بالمحال ٹھہرے اسی طرح قسم ثانی کو مطلقاً شمار مفطرات میں نہ رکھا کہ اگر مفطر مانیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالایطاق ہوتی ہے یا وقت ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقائے شے مع انتفائے حقیقت یا اجتماع ذات و منافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارۂ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظر ضرورت حکم افطار ساقط فرمایا ہو مثلاً کتب فقہیہ پر نظر ڈالیے **اولاً** بیمار قریب مرگ ہوگیا مجبوراً دوا پی ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کر دیا مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہوا **ثانیاً** ظالم تلوار سر پہ لیے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کر دے گا کیسی سخت ضرورت ہے حکم ہوگا کھالے مگر یہ نہ ہوگا کہ روزہ نہ جائے **ثالثاً** مخمصہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے جس کے لیے مردار سے مردار حرام سے حرام میں اثم زائل اور بقدر حفظ رمق تناول فرض ہوا مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔ **رابعاً** سوتا مرا برابر ہوتا ہے النوم اخو الموت سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ احتراز کا کیا چارہ مگر یہ ناممکن الاحترازی بقائے صوم کا حکم نہ لائی سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے گا تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت و عدم ضرورت کا فرق نہیں فرماتی بلحاظ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز بلکہ کبھی فرض ہو جائے مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن تو ثابت ہوا کہ اس اصل اجماعی عقل و نقل، و قاعدہ شرعیہ آیۂ لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی رأساً عداد مفطرات سے مہجور اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر منیر سے روشن ہوا کہ مفطر نہ ہونے کے لیے جس طرح قسم سوم کی ضرورت نادرہ کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مفطر و مکرہ و نائم و مریض کی مجبوری کافی نہیں ہو سکتی یوہیں قسم اول کے ضرورت دائمہ لازمہ غیر منفکہ بھی درکار نہیں بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بنا پر وہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل و تفریق اوقات و حالات ضرورت نہیں کر سکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً و نقلاً باطل کر چکے بس خول

دخان وغبار بے قصد واختیار کبھی کہیں کسی طرح پایا جائے اصلاً مفسد صوم نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کہنے کی گنجائش کہ فلاں جگہ اتفاق دخول وہاں جانے سے ہوا نہ جاتا نہ ہوتا اور جانا قصداً تھا تو ممکن الاحتراز ہوا امام کردری وجیز میں فرماتے ہیں اذا بقی بعد المضمضۃ ماء فابتلعه بالبزاق لم یفطر لتعذر الاحتراز فتح سے اسی مسئلہ میں گزرا صار کبلل یبقی فی فیه بعد المضمضۃ شرنبلالیہ میں امام زیلعی سے ہے اذا دخل حلقه غبار او ذباب وهو ذاکر لصومه لایفطر لانه لایقدر علی الامتناع عنه فصار کبلل یبقی فی فیه بعد المضمضۃ شرح الملتقی للعلامۃ عبدالرحمٰن الرومی میں ہے انه لایقدر علی الامتناع عنه فانه اذا اطبق الفم لایستطاع الاحتراز عن الدخول من الانف فصار کبلل یبقی فی فیه بعد المضمضۃ دیکھو کلی کے بعد جو تری منہ میں باقی رہتی ہے اُسے بھی شرع نے اسی تعذر تحرز کی بنا پر مفطر نہ ٹھہرایا ہاں یہ لحاظ ہرگز نہیں کہ یہ کلی خود بھی ممکن الاحتراز تھی یا نہیں اگر محض بے ضرورت کلی کی جب بھی وہ تری ناقض صوم نہ ہوگی حالانکہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ یہ اس کا دخول اس کلی کرنے سے ہوا نہ کرتا نہ ہوتا اور کلی بے ضرورت تھی تو ممکن الاحتراز ہوا بزازیہ میں ہے یکرہ ادخال الماء فی الفم بلاضرورۃ وفی ظاہر الروایۃ لاباس لان المقصود التطهیر فکان کالمضمضۃ یعنی بے ضرورت کلی کرنی ظاہر الروایۃ میں مکروہ بھی نہیں حالانکہ عنقریب آتا ہے کہ بے ضرورت نمک دیکھنے کے لیے شوربا چکھنا مکروہ وناجائز ہے تو وجہ وہی کہ شرع مطہر اسے شمار مفطرات سے خارج فرماچکی تو اب ضرورت وعدم ضرورت پر نظر نہ ہوگی نہ اس میں کسی مفطر کا احتمال پیدا ہوگا کہ کراہت آئے ثم اقول وباللّٰہ التوفیق اس پر تو عرش تحقیق مستقر ہوا کہ دخول بلاصنع کیفما کان اصلاً اصلاً افطار نہیں ولہذا علمائے کرام نے مدار فرق صرف دخول و ادخال پر رکھا دخول کا کوئی فرد مفطر میں داخل نہ کیا کما سمعت من نصوصھم مگر یہاں ایک نکتہ دقیقہ اور ہے سبب شیئ مفضی الی الشیئ دو قسم ہے ایک مفضی کلیۃً یا غالباً جس کے بعد وقوع مسبب عادۃً متیقن یا مظنون بظن غالب ہو کہ فقہیات میں وہ بھی ملتحق بالیقین دوسرا مفضی نادراً جس کے بعد مسبب کبھی واقع ہوجائے قسم اول کے قصد کو قصد مسبب کہنا مستبعد نہیں کہ جب صاحب قصد کو معلوم کہ اس کے بعد مسبب ضرور یا اکثر واقع ہی ہوتا ہے اور اس نے سبب کا ارتکاب بالقصد کیا تو گویا وقوع مسبب کا التزام کرچکا اس معنی خیال کرسکتے ہیں کہ ایسا دخول داخل شق ادخال ہوگا مگر قسم دوم ہرگز اس قابل نہیں پُر ظاہر کہ یہ سبب مسبب کا فی نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد وقوع مسبب حالت شک واحتمال ہی میں آئے گا تو اس کے قصد کو مجازاً بھی قصد مسبب نہیں کہہ سکتے وھذا لایذھب عن عقل عاقل نبیه فضلا عن فضل فاضل فقیه تحت نا عه جیسے کان میں بالقصد پانی کا ادخال اصح الاقوال پر مفسد صوم ہے مگر یہی ائمہ کرام جو بحالت قصد ادخال افساد و ابطال کی تصحیح فرماتے ہیں نہانے یا دریا کے اندر جانے میں اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہ جانے کی تصریح فرماتے ہیں ائمہ نے اصلاً اس کا اعتبار نہ فرمایا کہ اس دخول آب کا سبب نہانا یا غوطہ لگانا ہوا اور یہ افعال اس نے بالقصد کیے تو گویا بالقصد پانی کان میں پہنچایا وجہ وہی ہے کہ یہ افعال غالباً دخول آب کے موجب نہیں ہوتے اگرچہ کبھی واقع ہوتا بھی ہے تو اُن کا قصد اُس کا قصد نہیں ہوسکتا۔ خانیہ میں ہے لو خاض الماء فدخل الماء فی اذنه لایفسد صومه وان صب الماء فی اذنه اختلفوا فیه والصحیح هو الفساد لانه وصل الی الجوف بفعله فلا یعتبر فیه صلاح البدن

فتاوٰی امام بزازی[33] میں ہے خاض الماء فدخل اذنہ لایفسد بخلاف دخول الدھن وان صب الماء فی اذنہ افسدہ فی الصحیح لوجود الفعل فلا یعتبر صلاح البدن جواہر الاخلاطی[34] میں ہے لو اغتسل او خاض فی الماء فدخل الماء اذنہ لایفسد صومہ بلاخلاف ولو ادخل الماء فی اذنہ ففیہ الاختلاف والاصح ھو الفساد لوصولہ الی الراس ووصول مافیہ صلاح البدن غیر معتبر کما لو ادخل خشبۃ فی دبرہ وغیبھا فتح القدیر میں ہے الفساد اذا ادخل الماء اذنہ لا اذا دخل بغیر صنعہ کما اذا خاض نھرا دیکھو کیسی صریح تصریحیں ہیں کہ ایسے سبب کا قصد قصد سبب نہیں یہانتک کہ اس صورت میں باوصف فعل سبب وقوع مسبب کو بغیر صنعہ فرماتے ہیں۔ اب ہم اپنے مسئلہ دائرہ کو دیکھیں تو کسی مکان میں جہاں بخور سلگتا ہو موضع بخور سے جدا و دور جا کھڑا ہونا کہ دھواں لینے کا قصد درکنار دھوئیں کے پاس تک نہ ہو ہرگز کسی عاقل کے نزدیک دخول دخان کا سبب غالب نہیں ہوسکتا ورنہ واجب تھا کہ رمضان مبارک میں دن کو آگ روشن ہونا شام کے لیے کچھ کھانا پکنا حرام و باعث افطار صیام ہوتا اس میں تو شاید خود یہ معترضین بھی شامل ہوں اور امکان احتراز ہی کی ہوس ہو اگرچہ عند التحقیق مفطرات میں اس کو دخل نہیں کما بیناہ بابین وجہ لا یحوم حوم حماہ شبھۃ تو وہ بھی بداہۃً حاصل کیا ممکن نہ تھا کہ جو کچھ پکانا ہو سحری تک پکا رکھیں یا شام کے وقت بازاری اشیاء پر قناعت کریں خصوصاً اہل عرب کہ ویسے بھی کھجوروں پر قناعت کے عادی تھے ہاں سحر کا پکا سرد ہوجاتا یا بازاری اشیاء میں مزہ نہ آتا یہ عدم امکان احتراز نہ ہوا زبان کا مزا ٹھہرا کیا اس کے لیے روز روزے رکھ کر باطل کردینا حلال ہوجاتا جس گھر میں دھواں ہو وہاں موجود ہونا درکنار خصوص علما شاہد عدل کہ خود کھانا پکانا صبح سے شام تک روٹی لگانا بھی دخول دخان کا سبب غالب نہیں اولاً قنیہ[35] وتاتارخانیہ[36] وبحرالرائق[37] ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں ہے واللفظ للدر لا یجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النھار ویستریح الباقی فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء دیکھو نان پز کو فرماتے ہیں اگر گرمی کے دنوں میں سارے دن روٹی لگانے سے وہ ضعف پیدا ہو کہ ادائے صیام میں خلل انداز ہو تو آدھے دن پکائے کہ چھوٹے دنوں میں دن بھر پکاتا تھا نمازوں وغیرہا کے وقت نکال کر گرمیوں کا نصف دن اسی کے قریب قریب ہوجائے گا یہ نہیں فرماتے کہ ضعف تو جب آئے گا آئے گا آدھا اور چوتھائی دن درکنار روٹی پکانے سے دھواں جو حلق و دماغ میں جاکر روزہ ہی کھودے گا ثانیاً سراجیہ[38] وغیرہا میں ہے امۃ افطرت فی رمضان متعمدۃ لضعف اصابھا من عمل السید من طبخ وغیرہ کان واسعا وقضت للمملوک ان یمتنع عما یعجزہ عن اداء الفرائض یہ فرمایا کہ کنیز کو پکانے وغیرہ کی محنت سے ضعف ایسا لاحق ہوا کہ مجبورانہ روزہ توڑنا پڑا جائز ہے اور قضا رکھی یہ کیوں نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی سبب افطار ہے اور کنیز کو جائز نہیں کہ اس میں مولٰی کی اطاعت کرے ظہیریہ[39] وولوالجیہ[40] وبحرالرائق وغیرہا میں ہے للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولٰی اذا کان ذلک یعجزھا عن اقامۃ الفرائض لانھا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی حق الفرائض ثالثاً نور الایضاح ومراقی الفلاح میں ہے کرہ للصائم ذوق شیئ لما فیہ من تعریض الصوم للفساد وکرہ مضغہ بلا عذر کالمرأۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیھا کمفطرۃ لحیض اما اذا لم تجد بدا منہ

فلا باس بمضغها لصیانة الولد وللمرأة ذوق الطعام اذا کان زوجها سیئ الخلق لتعلم ملوحته وان کان حسن الخلق فلا یحل لها وکذا الامة قلت کذا الاجیر۔ حاشیہ طحطاویہ میں ہے قولہ کذا الاجیر ای بطبخ کنز وتجرد ونہر وہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للاولین کرہ ذوق شیئ ومضغه بلاعذر لما فیه من تعریض الصوم للفساد ولا یفسد صومه لعدم الفطر صورة ومعنی قید بقوله بلاعذر لان الذوق بعذر لایکرہ کما قال فی الخانیة فیمن کان زوجها سیئ الخلق او سیدها لاباس بان تذوق بلسانها والمضغ بعذر بان لم تجد المرأة من یمضغ لصبیها الطعام من حائض او نفساء او غیرهما ممن لایصوم ولم تجد طبیخا ولا لبنا حلیبا لاباس به للضرورة الاتری انه یجوز لها الافطار اذا خافت علی الولد فالمضغ اولی۔ فتح القدیر میں ہے الذوق لیس بافطار بل یحتمل ان یصیر ایاہ اذ قد یسبق شیئ منه الی الخلق فان من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیه انتهت مختصرات دیکھو کنیز مولٰی یا عورت شوہر کے لیے یا نان بز مزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولٰی وشوہر ومستاجر خوش خلق و حلیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق وبدمزاج ہوں تو روا رکھتے ہیں اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے۔ نہ بچہ کو دودھ وغیرہ اشیا جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے لہذا بے ضرورت ناجائز ہوا مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام وکنیز ایسے احکام میں اطاعت مولٰی نہ کریں پھر زن واجیر تو دوسرے درجے میں ہیں اور پُر ظاہر کہ نمک ہرگز حلق میں چلے جانے کا سبب کلی یا اغلبی کیا سبب مساوی بھی نہیں ہاں احتمال قریب ہے ولہذا المحقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا اب پکانے کی۔ ان اجازتوں کا منشا دو حال سے خالی نہیں یا تو امر وہی ہے کہ دخول دخان جبکہ شرعًا دائرہ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کار حقیقۃً قصد ادخال پر رہا بغیر اس کے جب افطار ہی نہیں تو اس کے قرب تعریض میں کراہت کیوں ہو یا اگر قصد سبب اغلب قصد سبب ٹھہرا تو واجب کہ دخول دخان کے لیے طبخ وغیرہ کی سببیت اُس سے بھی اضعف ونادرتر ہو۔ جو دخول شوربا کے لیے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی ندرت کا گواہ ہے دھواں جب حلق میں جاتا ہے۔ اس کی تلخی محسوس ہوتی اور طبیعت کی دافعہ فورًا دفع کرتی ہے اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شاذ ونادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز تو دھوئیں سے دُور وجدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذتر ہوگا اُس کے قصد کو قصد سبب کہنا کیونکر ممکن لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریحًا فرمایا کہ ہرگز مفسد صوم نہیں۔ بالجملہ اصول وفروع شرعیہ پر نظر ظاہر اسی طرف منجر کہ اسباب علی الاطلاق ساقط النظر ولہذا جس طرح رمضان مبارک میں نہانا۔ دریا میں جانا حرام نہ ہوا حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ دن کو کھانا پکانا اور کاموں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہوا۔ مسلمان نانبائیوں۔ حلوائیوں۔ لوہاروں۔ سناروں وغیرہم کی دکانیں قطعًا معطل کر دینا واجب نہ ہوا حالانکہ ان میں دھوئیں سے ملابست ہے حجاروں، قصابوں، شکرسازوں، حلوافروشوں کا بازار ہڑتال کر دینا لازم نہ ہوا کہ

کثرت مگس کا موجب ہے دن کو چکی پیسنا[12]۔ غلہ پھٹکنا۔ باہر نکلنا[14] گلیوں میں چلنا حرام نہ ہوا۔ حالانکہ وہ غالباً غبار سے خالی نہیں ہوتیں یوہیں دن[15] کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑو دینا خصوصاً صدرِ اول میں کہ فرش کچے ہوتے تھے۔ عطاروں[16] کا دوائیں کوٹنا۔ مزارعوں[17] کا غلّہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔ معماروں[18] کا مٹی کی دیوار گرانا۔ مسافروں[19] کا خوب چلتی ہوئی راہ ریگستان میں سفر کرنا۔ فوج[20] صائمین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخول غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کلی کا جواز تو صراحۃً منصوص بہرحال اس قدر تو قطعی یقینی کہ اسباب غیر غالبہ کلیۃً نا ملحوظ و لہذا علمائے کرام نے بخور کے سبب فساد صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگر دان پر محتوی ہوجائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اُس پر مشتمل ہے اور شرنبلالیہ و امداد و مراقی و طحطاوی و شامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ ادناہ الی نفسہ بخوردان کو اپنے بدن کے متصل کرلیا بلکہ صراحۃً اُس پر زیادت کی واشتم دخانہ قریب کرکے اس کا دھواں اوپر کو سونگھا یہ خاص قصد ادخال اور اس کا مفطر ہونا بے مقال اور صورت سوال پر حکم افطار باطل خیال ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین اور اس پر ایجاب کفارہ تو صریح بہتان۔ کفارہ کے لیے جنایت کاملہ چاہئے اور بے قصد و ارادہ کون سی جنایت کاملہ ہوسکتی ہے اگر بفرض غلط اس صورت میں روزہ جاتا بھی ٹھہرالیتے تو کیا شرع سے کوئی اس کی نظیر بتاسکتا ہے کہ بلاقصد جو افطار واقع ہوا اس میں حکم کفارہ دیا گیا ہو بھلا یہ تو بلا ارادہ حلق یا دماغ میں دھواں جاتا ہے بلا تعمد جماع بھی تو موجب کفارہ نہیں جو اکبر و اشنع مفطرات ہے تنویر الابصار میں ہے ان جامع او اکل او شرب فی رمضان اداء عمدا قضی وکفر درمختار میں ہے عمدا راجع للکل ردالمحتار میں ہے المراد تعمد الافطار والناسی وان تعمد استعمال المفطر لم یتعمد الافطار یہ مسئلہ بدیہیات فقیہہ سے ہے حاجت ایضاح سے غنی **قلت** وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام حرصا علی احکام الاحکام وارغام الاوھام احتراسا ان لایغتر عاثر حین یعثر علی بحث للعلامۃ الشرنبلالی فی ھذا المرام حیث **قال** رحمۃ اللہ تعالٰی فی غنیۃ ذوی الاحکام **قولہ** او دخل حلقہ غبار او اثر طعم الادویۃ فیہ لانہ لایمکن الاحتراز عنھما اھ ودخولہ من الانف اذا اطبق الفم کما فی الفتح **قلت** فھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی مایدخل غبارہ فی حلقہ افسد لو فعل اھ وقال السید الطحطاوی فی حاشیۃ علی المراقی وعلی الدر واللفظ للاول **قولہ** او دخل حلقہ غبار الخ بہ عرف حکم من صناعتہ الغربلۃ او الاشیاء التی یلزمھا الغبار وھو عدم الصوم وفی سکب الانھر عن المؤلف ولو وجد بدا من تعاطی مایدخل الخ ویدل علیہ التعلیل بعدم امکان التحرز اھ وقال السید الشامی فی ردالمحتار **قولہ** لعدم امکان التحرز عنہ ھذا یفید انہ اذا وجد بدا من تعاطی الخ شرنبلالیہ اھ فیظن ان ما نحن فیہ من باب تعاطی سبب یمکن التحرز عنہ وحقیقۃ الامر ان العلامۃ الباحث رحمہ اللہ تعالٰی لاینکر ان مدار الاحکام ھھنا علی التفرقۃ بین الدخول والادخال فحسب اما سمعت الی ما ر

من قولہ فی متنہ لایفسد الصوم ولو دخل حلقہ دخان بلاصنعہ وفی شرحیہ لہ وحاشیتہ علی الدرر من قولہ فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ من ادخل بصنعہ فسد صومہ وقولہ لامکان التحرز عن ادخال المفطر ولذا ماانی العلامۃ المدقق العلائی فی الدر علی تلخیص کلام الشرنبلالی لم یلخص الاحرفا واحدا وھو التفرقۃ بالدخول والادخال کما اسمعناک نصہ وانما مطمح نظرہ ومطمحہ رحمہ اللہ تعالٰی ماالقینا علیک ان السبب اذا کان مفضیا ولابد کان قصدہ قصد المسبب فکان من باب الادخال بصنعہ وانما یستقیم ان استقام فیما یفضی قطعا اوظنا غالبا ومن الدلیل علیہ نوطہ فی الکتب الثلثۃ حکم الفساد بمجرد تعاطی تلک الاسباب حیث قال افسد لوفعل ولم یقل لوفعل ودخل فانما ینظر الی ان فعلہ یوجب الدخول فاجتزأ بذکرہ عنہ والافلا یتوھم عاقل فضلا عن فاضل فضلا عن مثل ھذا الفاضل ان مجرد تعاطی تلک الافعال یفسد الصوم وان لم یدخل شیئ ثم ھو رحمہ اللہ تعالٰی دار یقینا ان الکینونۃ فی بیت فیہ بخور لیس سببا غالبا للدخول الدخان ولذا علق الفساد فی کتبہ الثلثۃ بایوائہ الی نفسہ بل ولم یقنع بہ حتی زاد واشتم دخانہ فقد وضح اتضاح الشمس فی رابعۃ النہار ان لامساس بمسألتنا لمابحث العلامۃ الفاضل ھنا ثم اقول وبہ ظھر وللہ الحمد انہ لایرد علی بحثہ ماقدمنا من مسائل الطبخ والذوق والاغتسال وخوض الماء والطحن والسف ودخول الطرقات وامثالھا فھذا غایۃ ماوصل الیہ ذھنی القاصر فی تصحیح بحثہ لکن یرد علیہ من المنصوصات مسألۃ المضمضۃ وردا لاحرد لہ فانھا سبب اغلبی بل کلی لدخول البلل ولم یکن تعاطیھا ولو بلاضرورۃ بل بلاحاجۃ لیفسد الصوم بالاجماع وان قیل فی النوادر بکراھتھا ولعل مجیبا یجیب ان لیس الحامل فیہ علی الحکم بعدم الفطر مجرد امتناع التحرز بل وشیئ اٰخر وھو کونہ قلیلا تابعا للریق کما قالوا فی لحم بین اسنانہ قال فی الھدایۃ لواکل لحما بین اسنانہ فان کان قلیلا لم یفطر لان القلیل تابع لاسنانہ بمنزلۃ ریقہ بخلاف الکثیر لانہ لایبقی فیما بین الاسنان والفاصل مقدار الحمصۃ وما دونھا قلیل اھ اقول ولایجدی فان عدم الافطار ھھنا ایضا انما ھو معلل بعدم امکان التحرز فرجع الامر الی ماوقع قال فی الفتح وانما اعتبر تابعا لانہ لایمکن الامتناع عن بقاء اثر من الماکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محلہ الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینہ فتعلق بالکثیر وھو ما یفسد الصلوۃ لانہ اعتبر کثیرا فی فصل الصلاۃ ومن المشائخ من جعل الفاصل کون ذلک مما یحتاج فی ابتلاعہ الی الاستعانۃ بالریق اولا الاول قلیل والثانی کثیر وھو حسن لان المانع من الحکم بالافطار بعد تحقق الوصول کونہ لایسھل الاحتراز عنہ وذلک فیما یجری بنفسہ مع الریق الی الجوف لافیما یتعمد فی ادخالہ لانہ غیر مضطر فیہ اھ وقد نقل کلامہ العلامۃ الشرنبلالی

نفسہ فی المراقی تصریحا فی الغنیۃ تلویحا مقرا علیہ وھذا ایضا بحمد اللہ تعالٰی مشید ارکان مانحونا الیہ من ان المناط ھو الفرق بالدخول والادخال لاغیر وان لانظر فی الدخول الی کون سببہ مما یسھل التحرز عنہ الا تری ان الانسان غیر مضطر الی اکل ما یبقی شیئ منہ فی اسنانہ کاللحم وامثالہ بل یمکن الاجتزاء بمثل اللبن ثم ان سلم لہ ان تعاطی الاسباب الغالبۃ من باب الادخال المفطر لوجب ان یکون مفطرا مطلقا وان احتاج الیھا کما قدمنا بحقیقتہ فلیس من لم یکن عندہ ما یغنیہ یومہ ولم یقدر علی الاکتساب الا بحرفۃ غربلۃ وھرس وخبز وطبخ ونحوھا مما یدخل فیہ الغبار والدخان باجل ضرورۃ واقل حیلۃ من مریض اونائم او مکرہ اوذی مخمصۃ فاذا لم یستحق اولئک اسقاط حکم الفطر فانی یستحقہ من ھو دونھم وقد جری ھو بنفسہ فی متنہ علی تعمیم الغبار غبار الطاحونۃ فالاوفق الارفق الالصق بالاصول الاحق بالقبول عندی ھو الاطلاق الذی جرت علیہ المتون والشروح والفتاوی قاطبۃ الی اواسط القرن الحادی عشر حتی جاء العلامۃ الشرنبلالی فنظر ما نظر ولقد احسن واجاد فی کتبہ الثلثۃ اذ علق الفساد بالبخور علی اشتمام الدخان والعلم بالحق عند الملک المنان الحمد للہ یہ جواب عجاب کاشف صواب رافع حجاب وائل ذی القعدۃ الحرام کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ **الاعلام بحال البخور فی الصیام** نام ہوا وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ

مسئولہ امانت علی شاہ ساکن قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

اس سے پہلے میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ روزہ دار کو غوطہ لگانا چاہئے یا نہیں اور سرمہ لگانا چاہئے یا نہیں تو ایک شخص کہتا ہے کہ غوطہ لگانا کیا بلکہ ناف کے اوپر پانی پہنچ جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور سرمہ بعد عصر کے لگانا چاہئے اور ایک شخص نے یہ بھی کہا کہ سرمہ لگاکر سونا نہ چاہئے اور روزہ دار کو خوشبو سونگھنا چاہئے یا نہیں اور سر میں تیل ڈالنا چاہئے یا نہیں اور بدن پر روغن ملنا چاہئے یا نہیں اور لباس سونگھنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کرنا چاہئے یا نہیں اور مسواک کی لکڑی چبانا چاہئے یا نہیں اور دانتوں میں خلال کرنا چاہئے یا نہیں اور منجن ملنا چاہئے یا نہیں۔

الجواب

وہ شخص غلط کہتا ہے پانی بدن کے اوپر ہونے سے روزہ جائے تو نہانے سے بھی جائے وضو سے بھی جائے ہاں جوف کے اندر مسام کے سوا منافذ سے پہنچے تو روزہ جائے گا مگر غوطے میں ایسا نہیں غوطہ لگاکر کھلے ہوئے منفذ نتھنوں کو دیکھئے کہ ان میں بھی پانی نہیں پہنچا اور سرمہ بھی ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگاکر سو بھی سکتا ہے اور سونے سے کھکھار میں سرمہ کا رنگ آجائے تو کچھ حرج نہیں کہ یہ مسام سے پہنچا اور آنکھوں میں معاذ اللہ کان یا ناک کے سے سوراخ نہیں کہ ان میں داخل ہونا روزہ کو مضر ہو۔ روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے سونگھنے سے جس کے اجزاء دماغ میں نہ چڑھیں بخلاف اگر یا لوبان کے دھوئیں کہ اسے سونگھ کر دماغ کو چڑھ جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار سر میں روغن ڈال سکتا ہے کہ یہ بھی مسام میں کوئی منفذ نہیں۔ بدن پر بھی روغن مل سکتا ہے مل کر خوب جذب کرسکتا ہے ہاں مثلاً کان میں نہیں ڈال سکتا

اگر ڈلے گا روزہ جاتا رہے گا۔ روزہ دار کو ناس لینا حرام ہے اُس کا کوئی ذرہ دماغ کو پہنچا تو روزہ جاتا رہے گا مسواک کرنا سنت ہے ہر وقت کرسکتا ہے اگرچہ تیسرے پہر یا عصر کو۔ چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو نہ چاہیے۔ خلال کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر رات کا دانتوں میں کچھ بچا رکھنا نہ چاہئے جسے دن کو خلال سے نکالے ہاں سحری کھا کر فارغ ہوا تھا کہ صبح ہوگئی تو اب آپ ہی خلال کرے گا اس کا حرج نہیں۔ روزہ میں منجن ملنا نہ چاہئے۔

باب القضاء والکفارۃ

مسئلہ ۱۷۶: از بنگالہ ضلع کمرلا پرگنہ سرائل ڈاکخانہ ہرن بیڑ موضع بھوپن مرسلہ عاصم علی صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کے نماز و روزہ وغیرہ کے کفارے کے عوض میں قرآن شریف کو حیلہ کرنا جائز ہے یا نہیں مع دلائل قویہ و حوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمایا جاوے کیونکہ اس ملک بنگالہ میں اکثر علما حیلہ مذکورہ کو جائز رکھتے ہیں اور جو ناجائز کہتا ہے اُس کے ساتھ جھگڑنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دلیل بیان کرو اس لیے حضور پُرنور کو تکلیف دیا جاتا ہے بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب

یہ حیلہ دو طور پر ہے **اول** یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمۂ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی مصحف مبارک ہی کو اُن فرائض کا معاوضہ و کفارہ بنایا جائے یہاں جہال اسی طرح کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ قرآن عظیم بے بہا چیز ہے اُس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہو جائیں گے ولہذا وہ نہیں میت کی عمر اور اُس کی قضا نماز و روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو اور جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز دی جا رہی ہے وہاں حساب کر لیے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل و مہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جَو یا اُن کی قیمت۔ اور اُس سے مقصود شرع ادھر نفع رسانی ساکین ہے اُدھر اپنی رحمت کاملہ سے ترک فرائض پر مال جرمانہ لے کر انشاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا ولہذا ہر نماز و روزہ پر ایک مقدار مال معین فرمائی کہ بے کم و زائد میں اعتبار نہ ہے جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہو جائے جس نے زیادہ چھوڑے اُس پر اُسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں ایک کاغذ و سیاہی و جلد کا اعتبار اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اور اسی لحاظ سے اُس کی بیع و شرا ہوتی ہے باین معنی اُس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو روپیہ دو روپے یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جاسکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اُسی قدر مال دینا ٹھہرے گا اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اُتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان

داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس صاع گیہوں دیئے گئے کہ صرف بیس نمازوں یا بیس روزوں کا عوض ہوئے دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نماز روزوں کا کفارہ کیونکر ادا ہوسکتا ہے دوسرا لحاظ اُس کلام کریم کا اعتبار ہے جو اُس میں لکھا ہے وہ اصلاً مال نہیں بلکہ وہ رب احد صمد جل وعلا کی صفت قدیمہ کریمہ اُس کی ذات پاک سے قائم اور اُس کے کرم سے ہمارے ورقوں ہمارے سینوں ہماری زبانوں ہماری آنکھوں ہمارے کانوں ہمارے دلوں پر کتابت وحفظ وتلاوت ونظر وسماعت وفہم میں متجلی ہے فلوجہہ الکریم الحمد کما ینبغی لجلالہ وعظم جودہ وافضالہ عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اُس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنی ہے کہ تقویم ومالیت سے پاک وورا ہے باین معنی وہ کفارہ نہیں ہوسکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں ہدایہ میں ہے لا قطع فی سرقۃ المصحف لانہ لا مالیۃ لہ علی اعتبار المکتوب واحرازہ لاجلہ لا للجلد والاوراق فتح القدیر میں ہے لا فی سرقۃ المصحف وقال الشافعی یقطع وھو روایۃ عن ابی یوسف لانہ مال محرز یباع ویشتری ولان ورقہ مال وبما کتب فیہ ازداد بہ ولم ینتقص وجہ الظاھر ان المالیۃ للتبع وھی الاوراق لا للمتبوع وھو المکتوب اسی طرح کافی شرح وافی وتبیین الحقائق وبحرالرائق وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے بالجملہ مصحف میں جو چیز بے بہا ہے یعنی قرآن وہ مال نہیں کہ کفارہ بن سکے اور جو مال ہے یعنی کاغذ وجلد وہ بے بہا نہیں کہ عمر بھر کی نماز روزوں کا بدلہ ہوسکے کاغذ کے اعتبار سے مال ٹھہرانا اور مکتوب کے لحاظ سے بیحد قیمت سمجھ کر میت کی تمام عمر بلکہ ہفت پشت کا کفارہ کرنا ایسا ہے جیسے زید پر کسی کے لاکھ روپے آتے ہوں وہ اُس کے بدلے ایک روپے کا مصحف شریف بلکہ ایک آنے کا کوئی پارہ دے کر ادا ہوجانا چاہے کہ یہ لاکھوں کروروں روپے کا ہے بے بہا ہے یوں تو ایک آیت بلکہ ناخن برابر کاغذ پر ایک اسم اللہ لکھ کر دے دیجئے اور کروروں روپے کا قرضہ اوتار دیجئے کہ دنیا ومافیہا ایک اسم جلالت کی قیمت نہیں ہوسکتی جیسے بندوں کے دین میں یہ حیلہ پیش نہیں جاتا ویسے ہی رب العزت عز جلالہ کے دین میں۔ حدیث میں ارشاد ہوا فدین اللہ احق ان یقضی دوسرا طریقہ یہ کہ میت پر جس قدر نماز روزے وغیرہا قضا ہوں سب کا حساب لگائیں اور اُس کا کفارہ معین کریں کہ مثلاً ہزار من گندم ہوئے مصحف شریف اُتنے گیہوں یا اُن کی قیمت کے عوض مسکین کے ہاتھ بیع کریں وہ قبول کرلے مصحف تو اُس نے پایا اور اس پر ہزار من گندم یا مثلاً تین ہزار روپے ثمن مصحف کے دین ہوگئے اب اُس سے کہیں کہ اتنے گیہوں یا روپے جو ہمارے تجھ پر واجب الادا ہیں وہ ہم نے فلاں میت کے کفارے میں تجھے دیئے فقیر کہے میں نے قبول کیے یہ حیلہ قرآن عظیم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر کتاب یا کپڑے یا برتن وامثالہا سے ہوسکتا ہے دہلی کے بعض متاخرین علما نے یہ حیلہ لکھا مگر نظر فقہی میں یہ بھی صحیح نہیں آتا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس کی تحقیق منیر اپنے فتاوی میں ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ کفارے میں مال دینا چاہیے اور دین کہ ساقط کردیا مال نہیں تبیین الحقائق میں ہے لو کان لہ دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ ذٰلک البعض لما قلنا ذکوۃ الباقی ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلا یجوز الساقط عنہ بلکہ ضرور ہے کہ وہ دین اُس سے وصول کرکے قبضہ میں لاکر پھر کفارے میں

دیں درمختار میں ہے اوصی لصلوٰتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لھم عن الفدیۃ لم یجزہ ولابد من القبض ثم التصدق علیھم اھ وتمام الکلام علی ازالۃ الاوھام فی فتاوٰنا فلیراجعہا من یتخالج فی صدرہ شیئ ولایعجل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۷ از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

شب سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک کو ہم لوگوں کی آنکھ قریب ساڑھے چار بجے کھلی جلد جلد ہم لوگوں نے کھانا یعنی سحری کھاکر حقہ پی رہے تھے کہ یکایک اذان ہوگئی فوراً کلی کرکے اور کاموں میں مصروف ہوگئے صبح کو ایک بزرگ سے سب حال کہا گیا انھوں نے اس قسم سے کلمات کہے جس سے ابطال صیام معلوم ہوا نہایت تشویش ہوئی جب ہم لوگوں نے جان لیا کہ روزہ یقیناً نہیں ہے تب ہم چند آدمیوں نے دن کو یعنی ۲ بجے اسی ماہ کھانا کھالیا اور یہ امر تخمیناً دس گیارہ آدمیوں سے واقع ہوا یعنی روزہ کھول لینا بعد کو اور لوگوں سے ذکر ہوا تو ان لوگوں نے تنبیہ کی اور کہا کہ کھانا کھانا مناسب نہ تھا استطاعت کفارہ نہیں حتی کہ دو ماہ متواتر روزے رکھنے کی بھی بظاہر قدرت نہیں اب جیسی رائے ہو مطلع فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل کہ آفتاب اوائل برج حمل میں ہے بریلی بلگرام کے قریب عرض کے شہروں میں سحری چار بجے تک کھانی چاہئے ساڑھے چار بجے کب کی صبح ہوچکتی ہے اس وقت کچھ کھانے پینے کے معنی ہی نہ تھے وہ روزہ یقیناً نہ ہوا اس کی قضا فرض ہے مگر غیر مریض و مسافر کو روزہ جاتے رہنے کی بھی حالت میں بوجہ ادب حرمت ماہ مبارک دن بھر مثل روزہ رہنا واجب تھا دن کو پھر جو قصداً کھانا کھایا حرام تھا گناہ ہوا توبہ کی جائے مگر روزہ تو تھا ہی نہیں جسے اس کھانے نے توڑا ہو لہذا کفارے سے کچھ علاقہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ از خورجہ ضلع بلند شہر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید رمضان شریف میں روزہ سے تھے اخیر رمضان المبارک میں جبکہ وہ روزہ سے تھے ان کے درد صدر میں ہوا اور دست آئے اور استفراغ کئی بار ہوا درد کی بہت سخت تکلیف تھی بالآخر ۹ بجے بخوف ترقی مرض بعد ظہر ڈاکٹری دوا حالت صوم میں پلادی گئی روزہ تڑوادیا گیا ایسی حالت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ روزہ توڑنے کی وجہ سے آیا ساٹھ روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکین کھلائے جائیں یا کچھ نہ کیا جائے درد سے آرام ہونے کے بعد جو آٹھ سات روزے باقی تھے وہ بوجہ ضعف و ناطاقتی کے نہیں رکھے گئے تاعید الفطر۔ اب ایسی صورت میں شارع کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں نہ ساٹھ روزے ہیں نہ ساٹھ مسکین غرض کفارہ نہیں صرف اس روزہ کی جو توڑا اور ان روزوں کی جو نہ رکھے قضا ہے ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ ولیس فی الدرالمختار من مبیحات الفطر خوف ھلاک اونقصان عقل ولو بعطش اوجوع شدید ولسعۃ حیۃ شامی میں ہے فلہ شرب دواء ینفعہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ از بہرائچ چوک بازار مرسلہ حافظ محمد شفیع صاحب ۲۶ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

اگر رمضان شریف کا چاند مکہ معظمہ یا ہندوستان سے دُور دراز ملکوں میں ۲۹ شعبان کو ہوا اور مثلاً بہرائچ میں اُس تاریخ کو چاند نہیں نظر آیا بلکہ ۳۰ شعبان کو چاند ہوا کیا اس صورت میں بہرائچ کے باشندوں کو ایک روزہ کی قضا علم و واقفیت قطعی ہونے پر لازم آتی ہے یا نہیں زید کہتا ہے صورت مذکورہ میں قضا ایک روزہ کی لازم نہیں اس لیے کہ جب قریب ملک میں چاند نظر آئے تو اُس کا اعتبار ہے دور ملک کا اس بارے میں اعتبار نہیں عمرو کا قول اُس کے برخلاف ہے یعنی وہ قضا لازم ہونے کا التزام کرتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح و معتمد یہی ہے کہ دربارہ ہلال رمضان و عید اختلاف مطالع کا کچھ اعتبار نہیں اگر مشرق میں رویت ہو مغرب پر حجت ہے اور مغرب میں تو مشرق پر مگر ثبوت بروجہ شرعی چاہئے خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایات امصار محض بے اعتبار کما فصلناہ فی فتاوینا بما لامزید علیہ درمختار میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی فیلزم اھل المشارق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از موضع درو ضلع نینی تال مسئولہ عبدالجلیل خاں ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے طعام سحری ساڑھے چار بجے سے پانچ بجے تک کھایا باہر صحن مکان میں نکلنے سے کچھ سفیدی شرق میں آسمان پر معلوم ہوئی اور اذان صبح بھی ہوگئی چونکہ تین روزے ہوچکے تھے روزہ رکھ لیا گیا دن میں کچھ اشخاص نے کہا یہ روزہ نہیں ہوا اس واسطے ایک بجے دن کو توڑ ڈالا پس اندریں صورت ایک روزہ قضا واجب ہوا یا ساٹھ دیگر یہ کہ ماہ صیام میں جو روزے قضا ہوگئے ہوں اور وہ قضا بھی ادا نہ ہوئے تو بقول بعض بالعوض ایک قضا کے کیا ساٹھ کا حکم ہے یا ہر وقت میں ایک ہی رکھنا ہوگا بیّنوا توجروا۔

الجواب

اس رمضان شریف میں پانچ بجے تک کسی طرح وقت نہ تھا جبکہ پانچ بجے تک سحری کھائی تو روزہ بلاشبہہ ہوا ہی نہیں کہ توڑنا صادق آئے قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں ہاں رمضان مبارک میں اگر کسی وجہ روزہ نہ ہو تو بغیر عذر شرعی کو دن بھر روزہ کی طرح رہنا واجب اور کھانا پینا حرام ایک بجے کھانا کھالیا یہ دوسرا گناہ ہوا توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم ایک روزہ کی قضا ایک ہی ہے ساٹھ کا حکم کفارہ میں ہے کہ کسی نے بلا عذر شرعی رمضان مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی تھی بالقصد کسی غذا یا دوا یا نفع رساں شے سے توڑ ڈالا اور شام تک کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہوا جس کے باعث شرعاً آج روزہ رکھنا ضرور نہ ہوتا تو اُس جرم کے جرمانہ میں ساٹھ روزے پے در پے رکھنے ہوتے ہیں ویسے جو روزہ نہ رکھا ہو اُس کی قضا صرف ایک روزہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ عبدالستار بن محمد اسمٰعیل ۲۳ رجب ۱۳۳۴ھ

ماہ رمضان المبارک میں ایک شخص قبل صبح صادق سحری کا کھانا کھا کر روزے کی نیت کرکے کھانا پینا بند کیا بعد اس کے ابھی منکوحہ

خوش طبعی کرتے ہوئے بلا جماع منزل ہوا اور یہ امر قبل صبح صادق یا بعد صبح صادق واقع ہوا اُس کا روزہ رہا یا قضا کرے یا کفارہ دے اور عورت کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کے لیے کچھ حکم نہیں اور مرد پر بھی کفارہ نہیں اور اگر انزال قبل صبح صادق ہوا تو قضا بھی نہیں اور بعد صبح صادق ہوا اور اُس وقت مس وغیرہ نہیں کر رہا تھا اُس کے بعد مجرد بقائے تصور سے واقع ہوا جب بھی قضا نہیں ورنہ اس روزہ کو پورا کرے اور ایک روزہ اُس کے عوض رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر دو صاحب کسی شخص کا روزہ زبردستی توڑوا دیں اُن کے لیے کیا حکم ہے اور جو صاحب روزہ توڑیں وہ کیا کریں اور اُن کے لیے کیا حکم ہے دوسرے کسی صاحب کے بار ڈالنے سے رُوزہ توڑا جائے تو ہر دو صاحبان کے لیے کیا حکم ہوگا۔

الجواب

بلا ضرورت ومجبوری شرعی فرض رُوزہ زبردستی تڑوانے والا شیطان مجسم ومستحق نار جہنم ہے اور بغیر سچی مجبوری کے فقط کسی کے بار ڈالنے یا زبر کرنے سے فرض روزہ توڑ دینے والے پر عذاب ہے اور رُوزہ ادائے رمضان تھا تو حسب شرائط اس پر کفارہ واجب جس میں ساٹھ روزے لگاتار رکھنے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳ از لاہور مسئولہ گلاب خلیفہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب عالی خاندان دام اقبالکم بعد ادائے آداب کے عرض کمترین کی یہ ہے کہ جو شخص اس ماہ رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں پُورا روزہ رکھے جس طرح حکم رسول ہو ...... تحریر فرمائیں کیونکہ اس ماہ میں طاقت نہیں ہے رکھنے کی کمزوری ناطاقتی بدن میں ہے جناب کو اس وجہ کر تکلیف دیتا ہوں صاحب تحریر فرمائیں۔ اور ایک شخص رُوزہ نہیں رکھتا ہے اپنے عوض ایک عورت کو رُوزہ رکھاتا ہے آپ فرمائیں مرد کا مرد کو لازم ہے یا عورت کا عورت کو غیر عورت ہے جس کو رُوزہ رکھاتا ہے فقط

الجواب

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہو کا مرض بڑھے گا یا دن کھینچیں گے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ ناغہ کرسکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے جتنے رُوزے چھوٹے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو رُوزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے بدنی عبادت ایک کے کیے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب الفدیۃ

مسئلہ ۱۸۱۳: مسئولہ قاضی عبدالحمید صاحب پیش امام از قصبہ کمیگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام اگر عذر سے روزہ نہیں رکھتا ہے پر اعادہ روزہ کا یقینی ایک مسکین کو ہمیشہ کھانا کھلا دیتا ہو مگر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور تراویح کے پڑھانے میں حرج تو نہیں ہے جواب دو۔

الجواب

بعض جاہلوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لیے جائز ہے جبکہ روزے میں اُسے کچھ تکلیف ہو ایسا ہرگز نہیں فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا گیا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو اُس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بے کار و معطل ہو جائے امام مذکور اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تاحصول صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے ثواب ہے جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا اس صورت میں وہ امامت کر سکتا ہے اور اگر ویسا مریض نہیں اور کم ہمتی کے سبب روزے قضا کرتا ہے تو سخت فاسق ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللہ تعالٰی اعلم۔

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلٰوۃ والصیام

۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۱۸۱۴: از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۷ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں نمبر (۱) موتی کے روزہ کا فدیہ جو کتابوں میں فقہ کی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو لکھا ہے اُس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کی برابر کی گئی ہے کتب فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جو لکھا ہے وہ بیس گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس گنڈے کے۔ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا۔ نمبر (۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جو میں یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ آثار یا مثل جو کے ۴ آثار دیا جاوے گا اور اگر چاول دیا جا سکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں

ہیں یا باسمتی۔ سیلہا۔ جونشا ندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جَو کے ہے۔ نمبر (۳) دھان مثل جَو کے فی روزہ ۴ تار دے سکتے ہیں یا نہیں۔ نمبر (۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذمہ بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جزو جزو کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزہ کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ تار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک دو دو کرکے ادا کردینے کا مجاز ہے کہ نہیں۔ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی رہے تو وہ اس دو سیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر (۵) متعدد روزہ کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہیے، مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزہ کا فدیہ چاہیے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل (۱) ہی شخص کو ایک ہی دن بیک وقت بیک دفعہ دیا ایک ہی آدمی کو دس روز بہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمی کو دیدے یا دس روز کرکے دوسرے دوسرے کو دے اس کی ۴ یہ شکلیں ہوئیں: شکل اول ایک ہی دن ایک شخص کو کل دس روزوں کا بیک دفعہ بیک وقت دیا جائے، شکل دوم۔ ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے، شکل سوم ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے، شکل چہارم دس روز کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے۔ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں۔ نمبر (۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں سید کو دے سکتے ہیں یا نہیں اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیں اور مشاہرہ یا کھانے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں نمبر (۷) غلہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اس زمانہ میں نرخ بازار ہو۔ کون زیادہ مناسب ہے اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلہ کا ہے یا فرق ہے۔ نمبر (۸) اگر کسی غریب کے ذمہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں۔ نمبر (۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا انما الاعمال بالنیات کافی ہے۔ نمبر (۱۰) شیخ فانی اور موتے کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر فرق ہے تو وہ کون سا فرق ہے۔ نمبر (۱۱) اگر اپنی زندگی ہی میں روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دیدے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں۔ نمبر (۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(ج ۱) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہٰذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اس سے تطبیق دے سکے ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جَو سے ایک صاع ہے صاع دو سو ستر ۲۷۰ تولے ہے نیم صاع ایک سو پینتیس ۱۳۵ تولے۔ تولہ بارہ ماشہ۔ ماشہ آٹھ رتی۔ رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکہ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد بالاستار اربعون والاستار بکسر الھمزۃ بالمثاقیل اربعۃ ونصف کذا فی شرح درر البحار اھ ملخصا جب صاع چار من ہے اور ہر من چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال تو ہر من ایک سو اسّی مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے ولہٰذا درہم شرعی کہ مثقال کا ۷/۱۰ سات عشر ہے فی الدر المختار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا یعنی ۳ ماشہ ۱ رتی ۱/۵ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے الدرھم الشرعی خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ

کشف الغطاء میں ہے: بدانکہ معتبر نزد ما صاع عراقی ست وآن ہشت رطل ست ورطل بیست استار واستار چہار ونیم مثقال ومثقال بیست قیراط وقیراط ایک حبہ وچہار خمس حبہ وحبہ کہ آنرا بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد۔ اسی حساب سے دوسو درم نصاب فضہ ساڑھے باون تولہ اور بیس مثقال نصاب ذہب ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سو دس ماشے یعنی ساڑھے سڑسٹھ تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نوماشے کا ہو جیسے بریلی وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے اور ایک صاع کے آدھ پاؤ کم تین سیر اور پانچ ماشے پانچ رتی اور انگریزی سیر سے کہ اسّی روپے بھر یعنی پورے چھہتر تولے کا ہے اور دہلی ولکھنؤ میں یہی رائج ہے ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست رامپور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوّے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلی ھذا القیاس فی سائر البقاع (ج س ۲و۳) گندم و جَو کے سوا چاول دھان وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جَو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اُس کی قیمت کے قدر ہے تو کافی ہے ورنہ ناکافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے۔ اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے۔ درمختار میں ہے ما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ۔ ھندیہ میں ہے انما تجب من اربعۃ اشیاء من الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمۃ اھ ملتقط اللباب میں ہے ھذہ اربعۃ انواع لاخامس لھا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا یجوز الا باعتبار القیمۃ کالارز والذرۃ والماش والعدس والحمص وغیر ذلک اھ (ج س ۴و۵) فدیہ نماز وروزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے سراجیہ ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابو اللیث ہے فی السراجیۃ لایجوز ان یودی عن صلاۃ لفقیرین اھ وفی الدر لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز اھ وفی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ عن الولوالجیۃ لودفع عن خمس صلوات تسع امناء لفقیر واحد ومنا لفقیر واحد اختار الفقیہ انہ یجوز عن اربع صلوات ولایجوز عن الصلاۃ الخامسۃ اھ وفی البحر قال ابوبکر الاسکاف یجوز ذلک کلہ وقال ابو القاسم وھو اختیار الفقیہ ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسۃ لانہ متفرق ولایجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذلک ھذا فالحاصل ان کفارۃ الصلاۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انہ لایشترط فیھا العدد وتوافقھا من حیث انہ لوادی اقل من نصف صاع الی فقیر واحد لایجوز اھ وفی ظہار التنویر جاز لواطعم واحدا ستین یوما اھ قلت فاذا جاز ھذا فیما یشترط فیہ التعدد فما لایشترط فیہ اولی بالجواز (ج س ۶) مصرف اس کا مثل مصرف صدقہ فطر وکفارہ یمین وسائر کفارات وصدقات واجبہ ہے سید بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے

نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے کافر کو نہیں دے سکتے جو صاحبِ فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی یا صاحبِ فدیہ جس کی اولاد میں ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی انھیں نہیں دے سکتے اور اقربا مثلاً بہن بھائی۔ چچا۔ ماموں۔ خالہ پھوپھی بھتیجا بھتیجی۔ بھانجا۔ بھانجی ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں یونہی نوکروں کو جبکہ اُجرت میں محسوب نہ کریں فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذٰلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القھستانی **اقول** وھو متمش علی تصحیح ما عن ابی یوسف من عدم جواز شیئ من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدر لاتدفع (ای الزکوٰۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اھ وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ ولو لم یعطہ صح والا لا اھ وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا ما یدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوٰۃ صدقات واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے **اقول** فدیۂ نماز و روزہ جب بعد مرگ دیا جائے تو مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجۂ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے و لہذا اسے مس جائز نہیں فی درالمختار لاتصرف الی من بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ قال الشامی ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفی ردالمحتار عن بدائع الامام ملک العلماء المرأۃ تغسل زوجھا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح والنکاح بعد الموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ما اذا ماتت فلا یغسلھا لانتھاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا واللہ تعالٰی اعلم (ج س) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر فی الدرالمختار دفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ جوھرۃ وبحر عن الظھیریۃ وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل باقی احکام نقد و غلہ یکساں ہیں مگر وہ تفاوت جو خاص گندم و جَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر شرعی اسقاط لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دو آنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ یا ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا کتاب چاول۔ باجرا وغیرہا المحاظ قیمت جو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہوگئی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہوچکا ہے یعنی گندم، جَو، خرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں جتنا وزن شرعاً واجب ہے اُسی قدر دینا ہوگا فی محیط الامام السرخسی ثم الھندیۃ لو ادی ربع صاع من حنطۃ جیدۃ تبلغ قیمتہ قیمۃ نصف صاع من شعیر لایجوز عن الکل بل یقع عن نفسہ وعلیہ تکمیل الباقی وکذا لایجوز ربع صاع من حنطۃ من صاع من شعیر اھ فی البدائع لان القیمۃ انما تعتبر فی غیر المنصوص علیہ قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کر رہے ہیں بلکہ روز وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو آنے

دینا لازم اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور نہیں ایک آنہ کافی فی الدر المختار جاز دفع القیمۃ فی زکاۃ و عشر و خراج و فطر و نذر و کفارۃ غیر العتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء (ج ص)

یہاں صورتیں متعدد ہیں فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اس کے بعد وارث بلا وصیت بطور خود دیتا ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور در صورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کرکے صرف کر ڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین لازم آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں صورت اخیرہ میں عدم صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیت کی کہ یہ میرے مال سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا وصی نے وہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا قال قبیل باب الوصی اوصی لصلواتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکھا الوصی لھم عن الفدیۃ لم تجزہ ولابد من القبض ثم التصدق علیھم ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثھا مثلا واستھلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اھ فی ردالمحتار **قولہ** اوصی لصلواتہ ای صلوات ماتہ منح **قولہ** لم تجزہ وقیل تجزیہ قال فی القنیۃ قال استاذنا والاول احب الی حتی توجد الروایۃ **قولہ** بخلاف الدین ای فی المسألۃ السابقۃ فانہ مقبوض قبل الموت بقی لو اوصی بکفارۃ صلواتہ والمسألۃ بحالھا ھل یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت اولا یراجع اھ ای بقولہ والمسألۃ بحالھا مسألۃ الغصب ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول وباللہ التوفیق ولہ الحمد تبتنی عندی مسألتا الفدیۃ والغصب علی ان الوصیۃ بالمال لاتتناول الدین ماکان دینا فاذا صار عینا بالقبض تناولتہ کما صرح بہ فی الظھیریۃ حیث قال اذا کان لہ الف درھم عین والف درھم علی اجنبی دین فاوصی لرجل بثلث مالہ فانہ یاخذ ثلث العین دون الدین الاتری ان حلف ان لامال لہ ولہ دیون علی الناس لم یحنث ثم ما خرج من الدین اخذ منہ ثلثہ حتی یخرج الدین کلہ لانہ لما تعین الخارج مالا التحق بما کان عینا فی الابتداء ولا یقال لما لم یثبت حقہ فی الدین قبل ان یتعین کیف یثبت حقہ فیہ اذا تعین لانا نقول مثل ھذا غیر ممتنع الاتری ان الموصی لہ بثلث المال لایثبت حقہ فی القصاص ومتی انقلب مالا یثبت حقہ فیہ اھ وبہ یحصل التوفیق بین قولی الخانیۃ لاتدخل الدیون ای فی الوصیۃ بالمال والھبۃ ثانیا ان الدخول اجدر کما جنح الیہ فی منحۃ الخالق فراجعھا من شتی القضاء ففی مسألۃ الفدیۃ لما کان الدین سابقا علی الموت وقد اراد الوصی اسقاطہ قبل القبض فیکون انفاذ للوصیۃ فیما لم تتناولہ فلایجوز مالم یقبض فیتصدق وفی مسألۃ الغصب لما کان المال عینا عند الوفاۃ وانما حصل قبض الغاصب واستھلاکہ وصیرورتہ دینا بعد الموت فقد تناولتہ الوصیۃ فجاز ھذا ما ظھر لی وبہ یظھر الجواب عما توقف فیہ

العلامۃ المحشی بقولہ یراجع فانہ لاغبار علیہ من ھذہ الجھۃ الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترک
الدین لایجوز اصلا وفیہ وقفۃ فلیراجع ولیحرر اھ ما کتبت علیہ۔ ان صور کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے۔
اقول وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدۂ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے نہ کامل بناقص ولہذا اوقات ثلثہ میں
کوئی نماز ادا و قضا جائز نہیں مگر آج کی عصر یا اُس جنازے کی نماز جو انہیں اوقات میں لایا گیا لتادیہما حینئذ کما وجبتا والمسائل
بتعلیلاتہا مذکورۃ متونا وشروحا روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں لہذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں
کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دَین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصاً جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مُردہ مال ہے ولہذا حاصل ملک مال کہ تمول و غنا نہیں یہاں تک کہ
لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب تک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوٰۃ لے سکتا ہے فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر فقیر علی المختار بلکہ عرفاً دَین کو مال ہی نہیں کہتے
اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھا سکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظہیریۃ ومثلہ فی البحر
والتنویر وغیرھما ولہذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوٰۃ دَین بہ نیت زکوٰۃ معاف کردینے سے ادا نہیں ہوسکتی کہ نصاب موجود
مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوٰۃ نہیں ہوسکتا بلکہ جو دَین آئندہ ملنے کا ہے اُس کی زکوٰۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہوگی کہ دَین باقی دین
ساقط سے بہتر ہے دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہوسکتا اور دَین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہوکر مال ہوجائے ہاں جو نصاب کسی فقیر پر
دین تھی وہ کل یا بعض اسے معاف کردے تو قدر معاف شدہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی کہ ناقص ناقص سے ادا ہوسکتا ہے فی الدر المختار لو ابرأ
الفقیر عن النصاب صح وسقط عنہ واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز
واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز اھ فی تبیین الحقائق لو کان لہ دین علی فقیر
فابرأہ عنہ سقط عنہ زکوتہ نوی بہ عن الزکوۃ اولا لانہ کالھلاک ولو ابرأہ عن البعض سقط زکوۃ
ذلک البعض لما قلنا وزکوۃ الباقی لاتسقط ولو نوی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال
والباقی یجوز ان یکون مالا فکان الباقی خیرا منہ فلایجوز الساقط عنہ اھ یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضا کرتی
ہے کہ دَین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہو جب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دیں اس تقدیر پر وہ حیلہ کہ ہندیوں میں متعارف
ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطاء میں ذکر کیا کہ متعارف چناں ست کہ حساب کنند سالہائے میت را ادنی
مدت بلوغ کہ درمرد دوازدہ سال و در زن نہ سال ست وضع کنند باقی را مقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند
وماہہا کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ نمازہائے یک سال کہ سی صد و شصت روز ست یکہزار و ہشتاد صاع حاصل آید و پانزدہ صاع
فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یکہزار و نود و پنج صاع شود ہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند و حاصل آنرا موافق
قیمت مبلغ مشخص نمایند و بنابر ضرورت عسرت مصحفے رامثل آنقدر زر بدست فقیرے فروختہ و تسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش دین شود
پس بگویند کہ ایں قدر زر راکہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز و روزہ ہائے فلاں میت کہ بایں قدر می رسد ترا دادیم وبگوید فقیر کہ
قبول کردیم واگر مبلغ حساب نکنند وقرآن رامثل آنقدر جنس ہدیہ کنند تا ہمیں جنس بر ذمہ اش دین شود آنرا عوض فدیہ بوئے بخشند داد

قبول نماید نیز کفایت می کند ظاہر امحض ناتمام وناکافی ہے اور اس پر ایک قرینۂ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامۂ کتب معتمدۂ مذہب میں فقیر و تمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب اور بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا وشہور ومنقول در اکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود منجملۂ فدیہ بایں نام بفقیر دہند داو قبول کند پس ازوے طلب نمایند وبستانند باز بوئے بہماں نام دہند وہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز وروزہ در فدیہ ہا تمام ادا شود واین حیلہ خالی از تکلف نیست

۲ اقول اسی حیلۂ جمیلہ کی تصریح فرمائی درمختار و بزازیہ وخلاصہ وعالمگیریہ وبحر الرائق وغنیہ وصغیری شروح منیہ وفتح اللہ المعین حاشیہ کنز ومنحۃ الخالق وطحطاوی علی الدر المختار وردالمحتار میں نزاد بن علی ما فی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوائت وجامع الرموز وبرجندی شروح نقایہ وطحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدایہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشی درر وغرر انھوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق اسی پر امام اجل ناصر الدین ابو القاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایۃ لعبد العلی اسی طرح علامہ مدقق علائی نے در منتقی شرح ملتقی اور علامہ شریف ابو السعود ازہری نے شرح نور الایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسید احمد المصری یہی تبیین المحارم علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل وبل الغلیل للعلامۃ الشامی یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتب فروع واصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر حیث قال اعلم ان المذکور فیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذا لم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع عنہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثتہ اووصایتہ قالوا ولو لم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاخر وھکذا حتی یتم اور فاضل سید علاء الدین شامی نے منۃ الجلیل میں اُسے متون وشروح وحواشی کی طرف نسبت کیا حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا وشروحا وحواشی ان الذی یتولی ذلک انما ھو الولی وان المراد بالولی من لہ ولایۃ التصرف فی مالہ بوصایتہ او وراثتہ وان المیت لو لم یملک شیئا یفعل لہ ذلک الوارث من مالہ ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر او یستقرض لیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اُسی طریقۂ دور کے طریقۂ دین کا اصلا پتہ نہ دیا اور طریقۂ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں وجیز امام کردری میں ہے ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع ویعطیہ المسکین ثم یتصدق بہ المسکین علی الوارث ثم الوارث الی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلاۃ نصف صاع کما ذکرنا بعینہ اسی طرح نیم صاع بحر الرائق وخلاصہ وہندیہ وطحطاوی علی نور الایضاح وابی السعود علی مسکین وملتقط وبرجندی ودرمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر[۷۲] سال کی عمر میں وفات پائی بارہ برس نکال کر ساٹھ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ[۳۶۰] نہ رکھئے جس طرح

کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو چپن دن سے زائد نہیں ہوتا ھذا العرفی الماخوذ بالاھلۃ اما الحقیقی فیکون اقل منھا بساعات کما فصل فی محلہ **اقول** وکذا الاحاجۃ بنا الی اخذ السنۃ شمسیۃ ثلثمائۃ وخمسۃ وستین یوما کما فعل فی احکام الجنائز قائلا ینبغی ان تحسب فدیۃ الصّلٰوۃ بالسنۃ الشمسیۃ اخذا بالاحتیاط من غیر اعتبار ربع الیوم اھ فان سنی العمر اذا حسبت بالقمریات علمنا قطعا ان الایام لا تزید علی ما نحسب والمقطوع بہ لایحتاج الی الاحتیاط فان قیل لعلھم اخذوا الزائد لیقع عما لم یؤد عنہ من الصلوات التی عسی ان یکون المیت فرط فیھا قلت قالوا بعد ذلک ثم یحسب سن المیت فیطرح منہ اثنا عشرۃ سنۃ لمدۃ بلوغہ ان کان المیت ذکرا وتسع سنین ان کانت انثی الخ کما فی احکام الجنائز ایضا فاذا اتوا علی جمیع العمر فما ذا عسی ان یکون شاذا یحتاط لہ تو یہی تین سو چپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس فدیے ہوئے۔ اور تیس فدیے۔۔ فدیۂ رمضان مبارک کے ملاکر دو ہزار ایک سو ساٹھ انھیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ اونتیس ہزار چھ سو ہوتے ہیں اتنی بار وارث و فقیر میں تصدق وہبہ کی اُلٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو یہ صرف صوم وصلٰوۃ کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت فدیے وکفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزار روپے زکوٰۃ کے اُس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں۔ (۴) قربانیاں اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ قربانیوں کے لیے چار سو اسّی دور ہوں (۵) قسموں کے کفارے ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدۂ تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا کرنا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح کما فی التاتارخانیۃ (۷) صدقات فطر اپنے اور اپنے عیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو منّتیں مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ علی ما ذکر بعضھا فی ردالمحتار وذکر اکثیرا فی شفاء العلیل و فصل جلھا فی منۃ الجلیل فراجعھا ان اردت التفصیل وافاد فی الدرالمختار ضابطۃ کافیۃ ان کل ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطر والمالیۃ کالزکوٰۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال المیت بحر اھ قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصّلٰوۃ کالصوم ویؤدی عن کل وتر نصف صاع وسائر حقوقہ تعالٰی کذلک مالیا کان او بدنیا عبادۃ محضۃ او فیہ معنی المؤنۃ کصدقۃ الفطر او عکسہ کالعشر او مؤنۃ محضۃ کالنفقات او فیہ معنی العقوبۃ کالکفارات اھ ان کے لیے کوئی حد معیّن نہیں کرسکتے اُس قدر ہونا چاہئے کہ برارت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات و یقیل السیئات ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقت دیکھئے اور اُس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اُس کی سات پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے کفارے مطالبے مواخذے دو حرف کہنے میں معاً ادا ہوسکتے ہیں تو اول تا آخر

تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینۂ واضحہ ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقاً میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اُسے فدیہ میں دیدے دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرلے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے حیث قال و حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مد یدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا اب اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتہ کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی **فائدہ** علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتر درہم سے دور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دَور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دور یک سالہ ذکر کرکے کہا اس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو ونشیمل کل ذلك واسواۃ مافی منۃ الجلیل ومما تعارفہ الناس ونص علیہ اھل المذھب ان الواجب اذا کثر ادارھا واصرۃ مشتملۃ نقود اوغیرھا کجواھر اوحلی اوساعۃ وینوی الامر علی اعتبار القیمۃ الخ یہ سب اصطلاحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی القدر تخفیف دور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دور کی حاجت ہی نہ رہے گی کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے اور اگر کفارۂ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ پھر وہ اموال قرض گرفتہ فدیہ میں دے کر شیئ مبیع کی ثمن میں لے لے اور حسب مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول اُن کے ذکر سے عنان کشی [illegible] واللہ تعالٰی اعلم۔ (ج س۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں کما صرحوا بہ فی الزکاۃ وقال العلامۃ السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرۃ لنیۃ الدافع لالعلم المدفوع الیہ اھ وفی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیۃ الخ وقد فصلناہ فی زکاۃ فتاوٰنا اگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتاتے ہیں یہاں تک کہ طریقۂ ادا میں میّت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی نمازوں کے فدیہ میں دیا وہ کہے میں نے قبول کیا شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ انی ادفعك مال کذا لفدیۃ صوم کذا لفلان بن فلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ منحۃ الخالق شرح ہدیہ واحکام الجنائز میں ہے یقول لواحد من الفقراء ھکذا فلان بن فلان ویذکر اسمہ واسم ابیہ فاتتہ صلوات سنۃ ھذہ فدیتھا من مالہ نملکك ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملکا لہ ثم یقول الفقیر ھکذا وانا قبلتھا وتملکتھا منك ثم

ظاہر کہ یہ سب ولوتیں ہیں جن پر توقف ادا نہیں کما علمت فلا نظر لما یوھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال ویدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دما او صدقۃ نصف صاع او دون ذلک فلابد من التعرض لاخراجھا بان یقال خذ ھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام اھ وانما الواجب التعرض فی النیۃ والقول یعم النفسی فافھم واللہ تعالٰی اعلم (ج سل) بتعدد فرق ہیں (۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وہ کافی ہوگا، اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اُس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دم واپسیں کھڑے ہو کر نہ ہو سکے بیٹھ کر پڑھے بیٹھ کر نہ ہو سکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے (۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے (۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا کہ اس میں صراحۃً نص وارد ہے، اگر فدیۂ روزہ کی وصیت کرے اور فدیہ روزہ بے وصیت اور فدیۂ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیۂ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (۴) زندگی میں فدیۂ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی فی تنویر الابصار والدر المختار لو مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ کالفطرۃ وکذا الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو فدی عن صلاتہ فی مرضہ لایصح بخلاف الصوم وفی رد المحتار اذا اوصی بفدیۃ الصوم یحکم بالجواز قطعا واذا لم یوص وتطوع الوارث فقال محمد فی الزیادات یجزیہ ان شاء اللہ تعالٰی وکذا علقہ بالمشیۃ فیما اذا اوصی بفدیۃ الصلاۃ فاذا لم یوص فالشبھۃ اقوی وفی التنویر والدر فدی لزوما عن المیت ولیہ بوصیتہ وان تبرع ولیہ جاز ان شاء اللہ تعالٰی والشیخ الفانی یفدی وجوبا لو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اھ الکل بالالتقاط وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیۃ لانہ لولم یامر لایلزم الورثۃ شیئ کالزکاۃ ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعۂ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام تو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے اُن میں فدیۂ حیات وممات یکساں ہے واللہ تعالٰی اعلم (ج سل) نہ کہ زمیں سے الشیخ الفانی ہو یفدی فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب کما فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم (ج س ۱۲) نہ۔ فی البحر الرائق الولی لایصوم عنہ ولا یصلی لحدیث النسائی[۱] لایصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد شفیع علی خاں مرحوم ۲۴ شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی عمر ۷۰ سال کی ہے اور بوجہ کمزوری کے برداشت اور طاقت روزہ رکھنے کی نہ ہو ایسی صورت میں اُس کو کیا کرنا چاہیے اور کفارہ روزوں کا کس طرح ہو اور کفارہ ہر روز دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

---

[۱] ای فی سننہ الکبری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

الجواب

طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے گا اور کریں گے تو مر جائیں گے بیمار پڑ جائیں گے پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالٰی ادا کرا دیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا ۷۰ برس عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں ہاں ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ ستر ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہئے ایک بات تو یہ ہوئی دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے بلکہ گرمیوں میں قضا کرکے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن بیچ کرکے رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اتنے رکھنا فرض ہے جتنے قضا ہوجائیں جاڑوں میں رکھ لیں چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انہیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں اگر قبل شفا موت آجائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کردیں غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں نہ لگاتار نہ متفرق اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اس عذر کے جانے کی امید نہ ہو جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اسے ایسا ضعیف کردیا کہ گنڈے دار روزے متفرق کرکے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اوپر اسے کفارہ کا اختیار ہے کہ روز کا روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کردے یا ختم ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے سب جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶: از مدرسہ اہلسنت و جماعت بریلی مسئولہ مولوی اشرف علی صاحب طالب العلم ۹ ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

ایک شخص نے انتقال کیا اور اس کے ذمہ کچھ روزہ فرض اور کچھ وقتوں کی نماز رہ گئی اب اس کی نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنا چاہئے ہیں تو اس فدیہ کا کون مستحق ہے کس قسم کے لوگوں کو دیا جائے۔ بینوا بالدلائل فتوجروا

الجواب

اس کے وہی مستحق ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں فقیر محتاج مسلمان کہ نہ ہاشمی ہوں نہ اس کی اولاد نہ یہ ان کی اولاد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۷: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

فدیہ صوم جو شخص فانی کے لیے ہو اس کی مقدار بحساب انگریزی اسی تولہ کے سیر سے کیا ہے اس سے مطلع فرمایا جاؤں فتوٰی رضویہ میں فتوٰی بارق النور میں ایک صاع کی مقدار آٹھ رطل اور ہر رطل کی مقدار ۳۹ روپے بھر ہے اس حساب سے ایک صاع دو سو اٹھاسی روپیہ بھر ہوا مگر اس میں ایک سو اٹھاسی بھر لکھا ہے شاید غلطی سے لکھ گیا ہو مجھے خیال پڑتا ہے کہ سال گزشتہ کے اشتہار افطار و سحر میں صدقہ فطر کی مقدار سوا دو سیر اور ایک اٹھنی انگریزی بھر لکھی ہوئی تھی یہ اس فتاوٰی کے مقدار صاع سے جو دو اٹھاسی ہو یا ایک سو اٹھاسی ہو بہرحال مختلف رہتی ہے میں

صرف بحساب اسی تولہ سیر کے مقدار صدقہ فطر و فدیہ دریافت کرنا چاہتا ہوں فقط

الجواب

صاع وہی دو سو ستر تولے ہے[۲۷۰] جس کا سکہ رائجہ ہند سے دو سو اٹھاسی روپے بھر وزن ہوا کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشہ ہے مگر احسن و احوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کی صاع سے ادا کیا جائے یعنی جس پیمانہ ایک سو چوالیس روپے بھر جو آئیں اُس بھر گیہوں دیے جائیں ظاہر ہے کہ گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے جو سے بھاری ہیں فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا اور اُس میں گیہوں بلا تکویم و تقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکادن روپے بھر ہوئے تو صدقہ فطر فدیہ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دو سو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے جس کے بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے اور اسّی روپے بھر کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر تین چھٹانک دو سیر ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ از گونڈہ محلہ بنی گنج مکان مولوی نوازش احمد مسئولہ حافظ محمد اسحق ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

شیخ فانی کی تعریف کیا ہے اور اُس کی عمر کی کچھ تعداد بھی معین ہے یا نہیں احکام شرعیہ مثل نماز روزہ وضو و غسل کے کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شیخ فانی کی عمر اسّی یا نوے سال لکھی ہے اور حقیقۃً بنائے حکم اُس کی حالت پر ہے اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بنیہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو اور جب اُس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اُس کے زوال کی امید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت ضرورت اُسے تخفیف دی جائے گی قال تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکروہاتِ صوم

مسئلہ ۱۸۹ از بلگرام شریف محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزے میں منجن جو بادام و کوئلہ و سپاری و گل وغیرہ کا بنتا ہے اُس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور در بارہ مسواک کیا حکم ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال اور منجن ناجائز و حرام نہیں جبکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے درمختار میں ہے کرہ ذوق شیئ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱: از علی گڑھ بوساطت رحیم اللہ خاں ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ بینوا توجروا۔ (۱) روزے میں اپنی عورت کو لپٹانا یا پاس لیٹنا جس سے خواہش غالب ہو اور مذی نکلے تو روزہ مکروہ ہوگا یا جاتا رہے گا۔ (۲) عورت کی شرمگاہ دیکھنا روزے کو توڑے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) ان افعال سے روزہ جانے کی تو کوئی صورت ہی نہیں جب تک انزال نہ ہو اور نا لی پاس لیٹنا جس میں بدن چھونا یا بوسہ لینا کچھ نہ ہو مکروہ بھی نہیں رہا لپٹانا یا بوسہ لینا یا بدن چھونا ان میں اگر بسبب غلبہ شہوت فساد صوم کا اندیشہ ہو یعنی خوف ہے کہ صبر نہ کر سکے گا و معاذ اللہ جماع میں مبتلا ہو جائے گا یا بلا جماع ہی ان افعال کی حالت میں انزال ہو جائے گا تو یہ سب فعل مکروہ و ممنوع ہیں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں مگر مباشرت فاحشہ یعنی ننگے بدن لپٹانا کہ ذکر فرج کو مس کرے روزے میں مطلقاً مکروہ ہے اسی طرح سراج وہاج میں بوسہ فاحشہ کو بھی مطلقاً مکروہ فرمایا یعنی بوسہ فاحشہ عورت کے لب اپنے لبوں میں لے کر چوسنا اور زبان چوسنا بدرجہ اولٰی مکروہ جبکہ عورت کا لعاب دہن جو اس کی زبان چوسنے سے اس کے مونھ میں آئے تھوک دے اور اگر حلق میں اتر گیا تو کراہت درکنار روزہ ہی جاتا رہے گا اور اگر قصداً بحالت لذت پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا فی الدر المختار کرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ان لم یامن المفسد وان امن لاباس وفی رد المحتار جزم فی السراج بان القبلۃ الفاحشۃ بان یمضغ شفتیھا تکرہ علی الاطلاق ای سواء امن اولا قال فی النھر والمعانقۃ علی التفصیل فی المشھور وکذا المباشرۃ الفاحشۃ وکرھھا مطلقا وھو روایۃ الحسن قیل وھو الصحیح اھ واختار الکراھۃ فی الفتح وجزم بھا فی الولوالجیۃ بلا ذکر خلاف وھی ان یعانقھا وھما متجردان ویمس فرجہ فرجھا بل قال فی الذخیرۃ ان ھذا مکروہ بلا خلاف لانہ یفضی الی الجماع غالبا اھ وبہ علم ان روایۃ محمد بیان لما فی ظاھر الروایۃ وما عن النھر لیس مما ینبغی ثم رأیت فی التتارخانیۃ عن المحیط التصریح بما ذکرتہ من التوفیق بین الروایتین وانہ لافرق بینھما وللہ الحمد اھ باختصار وفی الدر الظاہر بطروصول ما فیہ صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنی صلاح البدن فیہ درایۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (۲) نہ۔ اگرچہ بار بار بتکرار دیکھے یہاں تک کہ دیکھنے ہی کی حالت میں بے چھوئے انزال ہو جائے ہاں اس صورت میں کراہت ضرور ہے فی الدر المختار انزل بنظر ولو الی فرجھا مرارا لم یفطر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص ہے اس کو حاجت غسل کی ہے مگر روزہ اس نے رکھا مگر قصداً بوقت ظہر تک

اُس نے غسل نہ کیا وقت نماز ظہر کے غسل کیا کیا رُوزہ اُس کا رہا یا گیا۔

الجواب

روزہ ہو جائے گا اگرچہ شام تک نہ نہائے ہاں ترک نماز کے سبب سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ از بانکی پور پٹنہ محلہ مرادپور مرسلہ علی حسن صاحب تاجر ۲۳ محرم شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور قصداً دن بھر ظہر کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ رُوزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہو گا یا نہیں اور رُوزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو۔

الجواب

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذاب جہنم کا مستوجب ہوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں رب عزوجل فرماتا ہے احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع و تلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہوا فالئن باشروھن وابتغوا ماکتب اللہ لکم اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل اور وہ بھی اس احل لکم اور باشروھن کے امر میں داخل اور اُسے بحال جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے رُوزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا پھر صاحب شرع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص وبے خلل ہونا فرما دیا۔ صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل ویصوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے اُس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے صحیح مسلم و مؤطا مالک و سنن ابی داؤد و نسائی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے

ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو واقف علی الباب وانا اسمع یارسول اللہ انی اصبح جنبا وانا ارید الصیام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام فاغتسل واصوم فقال الرجل یارسول اللہ انک لست مثلنا قد غفر اللہ لک ما تقدم وما تاخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انی ارجوان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ یارسول اللہ میں صبح کو جنب اُٹھتا ہوں اور نیت رُوزے کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا

برابری حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا بے شک میں اُمید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔ اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے رُوزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا سکوت کیا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں نہ یہ اُس میں خلل جس سے بچنا چاہئے اور پُرظاہر کہ رُوزہ غیر متجزی ہے جو چیز اُس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہوگی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصّہ میں ہوئی تو ضرر دے گی ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انھیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی رُوزہ کو کچھ مضر نہیں مراقی الفلاح میں ہے او اصبح جنبا ولو استمر علی حالته یوما اوایاما لقوله تعالٰی فالئن باشروھن لاستلزام جواز المباشرۃ الی قبیل الفجر الغسل بعدہ ضرورۃ وقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وانا اصبح جنبا وانا ارید الصیام واغتسل واصوم بحرالرائق میں ہے لو اصبح جنبا لا یضرہ کذا فی المحیط عالمگیریہ میں ہے ومن اصبح جنبا او احتلم فی النھار لم یضرہ کذا فی محیط السرخسی ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اُس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا نہ اس لیے کہ جنب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحال جنابت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی یہاں تک کہ اگر نماز بحال جنابت ہوسکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلمًا مارنے سے مگر اس سے کوئی نہ کہے گا کہ نفس صوم میں کوئی نقص آگیا گناہ کے سبب رُوزے میں خلل آنا ظاہر یہ کا مذہب فاسد ہے اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اُس کے ثواب میں کمی ہاں ظلمت گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے وآخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا درمختار میں ہے قرأ القراٰن ولم یعمل بموجبه یثاب علی قرأته کمن یصلی ویعصی، طحطاوی اور ردالمحتار میں ہے یثاب علی قرأته وان کان یأثم بترك العمل فالثواب من جھة والاثم من اخری بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور نہیں اور قرآن عظیم کو بے چھوئے دیکھنا کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا عالم کو بنگاہ تعظیم دیکھنا ماں باپ کو بنظر محبت دیکھنا عالم سے مصافحہ کرنا یہ سب عبادات بدنیہ ہیں اور سب بحال جنابت بھی روا ہیں حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں خمس من العبادۃ قلة الطعم والقعود فی المساجد والنظر الی الکعبة والنظر الی المصحف والنظر الی وجه العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا رواہ فی مسند الفردوس عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دارقطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبة والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر فی

وجہ العالم پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معہ حتی قعد فانسللت فاتیت الرحل فاغتسلت ثم جئت وھو قاعد فقال این کنت یا اباھریرۃ فقلت لہ فقال سبحان اللہ یا اباھریرۃ ان المومن لا ینجس اور افضل واعلٰی تمام عبادات بدنیہ ہیں جن کے لیے طہارت صغری نہ کبری کچھ شرط نہیں ذکر الٰہی ہے اور دعا کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصل جملہ عبادات ہے قال تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے الدعاء مخ العبادۃ دعا مغز عبادت ہے رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علٰی کل احیانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ جنب کو بہ نیت دعا وثنا الحمد و آیۃ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والمسئلۃ مشھورۃ وفی الکتب مزبورۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴ ۲۶ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کا روزہ نفل رکھنا کیسا ہے ایک شخص نے جمعہ کا روزہ رکھا دوسرے نے اُس سے کہا جمعہ عید المومنین ہے روزہ رکھنا اس دن میں مکروہ ہے اور باصرار بعد دوپہر کے روزہ تڑوا دیا اور کتاب سر القلوب میں مکروہ ہونا لکھا ہے دکھلا دیا ایسی صورت میں روزہ توڑنے والے کے ذمہ کفارہ ہے یا نہیں اور تڑوانے والے کو کوئی الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جمعہ کا روزہ خاص اس نیت سے کہ آج جمعہ ہے اس کا روزہ بالتخصیص چاہیے مکروہ ہے مگر نہ وہ کراہت کہ توڑنا لازم ہو اور اگر خاص یہ نیت تخصیص نہ تھی تو اصلاً کراہت بھی نہیں اُس دوسرے شخص کو اگر نیت مکروہہ پر اطلاع نہ تھی جب تو اعتراض ہی سرے سے حماقت ہوا اور روزہ تڑوا دینا شرع پر سخت جرأت اور اگر اطلاع بھی ہوئی جب بھی مسئلہ بتا دینا کافی تھا نہ کہ روزہ تڑوانا اور وہ بھی بعد دوپہر کے جس کا اختیار نفل روزے میں والدین کے سوا کسی کو نہیں توڑنے والا اور تڑوانے والا دونوں گنہگار ہوئے توڑنے والے پر قضا لازم ہے کفارہ اصلاً نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

سحر و افطار کا بیان

مسئلہ ۱۹۵: از پنڈرا رو ڈ ضلع بلاسپور ملک متوسط مرسلہ منشی عتیق احمد صاحب ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) الئٰن باشروھن. کلوا واشربوا حتی و اتموا الصیام الی اللیل۔ و لا تباشروھن وانتم. ان چاروں اوامر مشروطہ و نہی ظاہر آیہ آخر سے آیہ کریمہ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا متعلق ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو جمع کا صیغہ کیوں فرمایا گیا اگر صرف نہی آخر سے متعلق ہے تو حدود اللہ کس طرح ایک پر عائد (۲) ہر چند کہ الخیط الابیض من الخیط الاسود میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے تاگے حقیقی کو سمجھا تو من الفجر نازل ہوا تلک حدود اللہ کا نزول بھی کیا اسی طرح ہوا ہے جبکہ بعض نے سفیدہ صبح تک کھایا ہو جس سے اندیشہ روزے میں خلل ہونے کے باعث ان احکام اربعہ کے بعد تلک حدود اللہ نازل ہوئی ہو یا یہ آیت نازل ہونے پر بھی صبح ظاہر ہونے تک کھانے کا معمول برابر جاری رہا عموماً ہر ایک سحری کھاتا رہا (۳) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سحری کھانا بالکل قریب صبح کے دوامی تھا یا اتفاقی جیسا کہ بعض حدیثوں میں مروی ہے اور اگر معمول دوامی تھا تو کیا آخر تک رہا اور اسی طرح عموماً سب کو اجازت تا آخر وقت بالقصد ہے یا اُس حالت میں کہ آخر وقت ہی اُس کو ملا ہو تب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے معالم میں ہے تلک حدود اللہ یعنی تلک الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف بیضاوی میں ہے ای الاحکام التی ذکرت واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس آیت کا نزول من الفجر کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعجیل افطار و تاخیر سحور کا حکم فرمایا اور ارشاد ہوا میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی مگر تعجیل افطار کے معنی یہ ہیں کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کرلے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسد صوم ہے اور تاخیر سحری کے یہ ہیں کہ اُس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالت شک روزہ جاتا رہتا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا رات میں طلوع فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوع شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو ولہذا ارشاد فرمایا حتی یتبیّن لکم الخیط الابیض یہاں تک کہ سفید ڈورا تمھارے لیے خوب ظاہر ہو جائے اور افطار میں غروب شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالت شک میں بھی وہی یقین حاصل اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اُس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک انھیں قواعد پر عمل رہا ہے (۳) تاخیر سحور بمعنی مذکور مطلقاً مستحب و مسنون ہے صرف اُسی حالت کی خصوصیت نہیں کہ اخیری وقت آنکھ کھلی ہو عادت مستمرہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی تاخیر تھی ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہوسکتا حضور صاحب وحی صاحب علم علم الاوّلین والاٰخرین

وصاحب علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ہیں اوقات حقیقیہ جن میں حد مشترک صرف ایک آن ہوتی ہے اُن کا امتیاز حقیقی طاقت بشری سے خارج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس پر مطلع تھے ولہذا احیانًا ایسی تاخیر واقع ہوئی کہ دوسرا اُس پر قادر نہیں ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیت پڑھ لے نماز صبح شروع فرمادی ایسے امور میں اتباع کی قدرت نہیں ہمارے لیے وہی حکم ہے جو جواب سوال ثانی میں مذکور ہوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶ از شہر کہنہ بریلی ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ رمضان شریف میں رات کے سات حصے کیے جائیں جب ایک حصہ رات کا باقی رہے کھانا پینا ترک کردے آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ قاعدہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہو جاتی ہے اور کبھی ساتواں آٹھواں نواں یہاں تک کہ کبھی صرف دسواں حصہ تقریبًا رہتا ہے اُس وقت صبح ہوتی ہے ہم رؤس بروج کے لیے بریلی اور اُس کے موافق العرض شہروں میں ایک تقریبی نقشہ دیتے ہیں جس سے اس اجمال کی تفصیل ظاہر ہوگی۔ افق حقیقی پر انطباق مرکز شمس جانب مغرب سے اُسی پر انطباق مرکز جانب شرق تک شب نجومی ہے اور افق حسی بالمعنی الثانی سے تجاوز کنارۂ آخرین شمس جانب غرب سے اُسی افق سے ارتفاع کنارۂ اولین شمس جانب شرق تک شب عرفی ہے اس کی تحصیل میں دونوں جانب کے دقائق انکسار بھی شب نجومی سے ساقط کیے جاتے ہیں اور افق حسی مذکور سے تجاوز کنارۂ آخرین شمس سے طلوع فجر صادق تک شب شرعی ہے تحصیل فجر میں بھی جانب طلوع شمس کہ دقائق انکسار وقت باقی سے مستثنٰی ہیں۔ یہ نقشہ خود فقیر کا ایجاد ہے جس کا اجمالی بیان یہ ہوا اور جو شخص اس فن میں کچھ ادراک رکھتا ہو اُسے تفصیل بھی بتائی جاسکتی ہے وباللہ التوفیق وللہ الحمد والمنۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

تاریخ شمسی	برج شمس	نصف شب حقیقی		نصف شب عرفی		مقدار صبح		نصف شب شرعی		شب شرعی بدقائق	صبح بدقائق	نسبت صبح بشب شرعی	تخمینی نسبت
		گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ				
۲۰ مارچ	حمل	۱۲	۰	۱۱	۵۴	۱	۲۰	۱۰	۳۴	۷۱۴	۸۰	۴۰/۳۵۷	نواں حصہ
۲۲ اپریل	ثور	۱۱	۱۰	۱۱	۵۴	۱	۲۴	۹	۴۰	۶۶۴	۸۴	۲۱/۱۶۶	آٹھواں حصہ
۲۲ مئی	جوزا	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ جون	سرطان	۱۰	۱۲	۱۰	۶	۱	۳۶	۸	۳۰	۶۰۶	۹۶	۱۶/۱۰۱	چھٹا حصہ قدرے کم
۲۲ جولائی	اسد	۱۰	۲۸	۱۰	۲۲	۱	۳۱	۸	۵۱	۶۲۲	۹۱	۹۱/۶۲۲	ساتواں حصہ
۲۲ اگست	سنبلہ	۱۱	۱۰	۱۱	۵۲	۱	۲۳	۹	۳۹	۶۶۲	۸۳	۸۳/۶۶۲	آٹھواں حصہ

تاریخ	برج								
۲۳ ستمبر	میزان	۱۲ ۰	۱۱ ۵۲	۱ ۱۹	۱۰ ۳۳	۷۱۲	۷۹	۷۹/۷۱۲	نواں حصّہ
۲۲ اکتوبر	عقرب	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۶	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس[۱] حصوں سے دو حصے
۲۲ نومبر	قوس	۱۳ ۳۲	۱۳ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصّہ
۲۲ دسمبر	جدی	۱۳ ۴۸	۱۳ ۴۰	۱ ۲۵	۱۲ ۱۵	۸۲۰	۸۵	۱۷/۱۶۴	دسواں حصّہ
۲۲ جنوری	دلو	۱۳ ۳۲	۱۳ ۲۲	۱ ۲۲	۱۲ ۰	۸۰۲	۸۲	۴۱/۴۰۱	دسواں حصّہ
۲۱ فروری	حوت	۱۲ ۵۰	۱۲ ۴۲	۱ ۱۹	۱۱ ۲۳	۷۶۲	۷۹	۷۹/۷۶۲	انیس[۱] حصوں سے دو حصّے

ان بیانوں سے واضح ہوا کہ راس السرطان کی صبح جس طرح تمام سال میں سب صبحوں سے باعتبار نسبت بڑی ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا بڑا حصہ نہیں ہوتی یونہی وہ مقدار میں بھی جمیع صبحوں سے زائد ہے کہ اتنی مدت کوئی صبح نہیں پاتی مگر اس کے خلاف راس الجدی کی صبح باآنکہ نسبت میں تمام صبحوں سے کم ہے کہ کوئی صبح اپنی رات کا اتنا چھوٹا حصہ نہیں ہوتی لیکن وہ مقدار میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب سے زائد مقدار کی صبح ہے سال میں سب سے چھوٹی فجر فجر اعتدالین ہے مگر وہ نسبت میں سب سے کم نہیں بلکہ نصف جنوبی میں سب نسبتوں سے زائد ہے نیز روشن ہوا کہ صبح کا اپنی مقدار چھوٹی بڑی ہونے میں مطلقاً تابع روز ہونا کہ جتنا دن گھٹے صبح چھوٹی ہوتی جائے اور جتنا بڑھے ترقی پائے یا مطلقاً تابع شب ہونا

مختصر جدول یہ ہے۔

تاریخ	برج	نسبت صبح از شب عرفی	برج	تاریخ
۲۲ جون	سرطان	چھٹا حصہ کچھ کم	سرطان	۲۲ جون
۲۳ جولائی	اسد	ساتواں حصہ کچھ زیادہ	جوزا	۲۲ مئی
۲۴ اگست	سنبلہ	آٹھواں حصّہ	ثور	۲۱ اپریل
۲۳ ستمبر	میزان	نواں حصہ	حمل	۲۰ مارچ
۲۴ اکتوبر	عقرب	نواں حصہ قدرے کم	حوت	۲۰ فروری
۲۳ نومبر	قوس	دسواں حصہ کچھ زیادہ	دلو	۲۱ جنوری
۲۲ دسمبر	جدی	دسواں حصہ اس سے بھی کچھ کم	جدی	۲۲ دسمبر

کہ ہمیشہ اس کی کمی فزونی رات کی کاہش و بیشی پر ہے جیسا کہ آجکل کے ناواقف محاسبوں میں کسی نے اسے نہار کسی نے لیل کا ٹکڑا سمجھ کر گمان کیا ہے محض غلط ہے بلکہ صبح اپنی کمی بیشی میں میل شمسی کی تابع ہے اعتدالین پر کہ میل منتفی ہوتا ہے صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ انقلابین پر اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے پھر جس قدر میل گھٹتا ہے صبح چھوٹی ہوتی جاتی ہے حتی کہ اعتدالین پر پھر اپنی انقص مقادیر پر آتی ہے اور انقلاب قطب ظاہر کے اعظم مقادیر انقلاب قطب خفی کے اعظم مقادیر سے بھی اعظم ہوتی ہے یا عام فہمی کے لیے یوں کہیے کہ صبح ہر دو نصف شمالی و جنوبی میں بڑے کی تابع

[۱] یعنی نواں حصہ قدرے کم

ہے نصف شمالی میں دن رات سے بڑا ہوتا ہے صبح اُس کی زیادت وقلت کے ساتھ بڑھتی گھٹتی ہے اور نصف جنوبی میں رات دن سے بڑی ہوتی ہے صبح افزائش وکاہش میں اُس کے ساتھ چلتی ہے راس الحمل پر اپنی اقل مقدار تک پہنچ کر دن کے ساتھ بڑھنی شروع ہوئی جب انقلاب صیفی میں دن اپنی نہایت زیادت پر آیا صبح بھی غایت ازدیاد پر پہنچی پھر دن گھٹنا شروع ہوا صبح بھی اُنھیں قدموں پر رجعت قہقری کرتی ہوئی گھٹتی چلی یہاں تک کہ اعتدال خریفی پر پھر اُسی اقل مقادیر پر آگئی اب رات کے ساتھ فزونی کرنے لگی جب انقلاب شتوی نے شب یلدا دکھائی صبح بھی اس نصف میں اپنی اعظم مقادیر پر آئی آگے رات کم ہوتی چلی صبح بھی بدستور اُلٹے پاؤں کمی پر پلٹی حتی کہ اعتدال ربیعی پر پھر انقص مقدار ہوئی وھکذا الی ماشاء اللہ تعالی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۹۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم از شاہجہانپور محلہ جگدل نگر متصل اسٹیشن ریلوے مرسلہ محمد فضل اللہ خاں ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ

بعد ادائے آداب کے عرض پرداز ہوں کہ ایک اشتہار مولوی اعظم شاہ صاحب نے بابت افطار وسحری رمضان المبارک ونیز چند مسائل روزے کے جواوپر نقشہ اور پشت پر نقشہ لکھے ہیں شائع کرکے تقسیم کرائے ہیں جوکہ شاہجہانپور میں سال گزشتہ میں بابت چاند عید اضحی نزاع ہوچکا ہے اس خیال سے اس نقشہ کی بابت تحقیقات کرنا ضروری ہے۔آج کے روزے کا نقشہ دیا ہوا بابت افطار وسحری اور نقشہ مولوی اعظم شاہ اور نقشہ مولوی ریاست علی خاں صاحب کا مقابلہ کیا گیا جو اعظم شاہ کے نقشہ سے اور آپ کے نقشہ سے بہت فرق آیا بابت سحری کے اور آپ کا نقشہ اور مولوی ریاست علی خاں کا نقشہ قریب قریب ہے جوکہ اب ایسی حالت میں بڑا نقصان کم علموں کا ہورہا ہے اور ہوگا کیونکہ کل کے روز ایک عورت نے چار بج کر چالیس منٹ پر سحری کھائی اور جب اُس کی حالت مولوی اعظم کو معلوم ہوئی تو اُنھوں نے فرمایا کہ روزہ جاتا رہا اُس پر اُس نے روزہ توڑ ڈالا جب مولوی ریاست علی خانصاحب سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اُس کا روزہ تھا کیونکہ وہ وقت سحری کھانے کا تھا اور نیز اس اشتہار میں جو مسائل بابت رمضان المبارک کے اور وقت افطار اور وقت سحری اور مسائل تراویح کے لکھے ہیں وہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح لکھے ہیں یا نہیں بندہ اشتہار مذکور روانہ خدمت عالی کرتا ہوں اور بعد ملاحظہ جملہ اشتہار کے اُس کے صحیح اور غیر صحیح پر توجہ فرمائی جائے اور اگر غلط ہے تو جس جس مسئلہ میں غلطی ہو اُس کا جواب بحوالہ کتاب رقام فرمادیجئے اگر نقشہ غلط ہو تو بابت نقشہ کے اسی قدر کافی ہے کہ نقشہ غلط ہے اور اس اشتہار کے بھیجنے کی بابت جناب مخدوم ومکرم مولوی ریاست علی خاں صاحب نے بھی تاکید فرمائی تھی جب میں نے عرض کیا تھا کہ اس اشتہار کو بریلی روانہ کروں گا تو فرمایا کہ ضرور بھیجدو تاکہ وہاں سے جواب آنے کے بعد اُس اشتہار کی صحت اور غلطی کا اعلان کرادیا جائے فقط

الجواب

بعد مراسم سنت ملتمس بعد سوال جواب واجب در وقت جواب اظہار صواب لازم اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علما اُس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیأت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے اور جو کچھ مسالہ مولوی مسیح الدین خاں کاکوروی وغیرہ بناگئے وہ فقط ناکافی ہی نہیں بلکہ سخت اغلاط میں ڈالنے والا ہے یوہیں مرزا خیر اللہ منجم کی دوحرفی جدول سے کوئی ناواقف فن نفع نہیں پاسکتا اگر کسی نے بڑی تحقیقات چاہی تو زیچ بہادرخانی کی جداول تعدیل

هداية الجنان باحكام رمضان ۱۳۲۴ھ

النہار سے کام لیا سحری کو تو اُن سے کچھ تعلق ہی نہیں اور افطار میں بھی ناقص ہے جب تک متعدد ضروری اصلاحیں اُس کے ساتھ شریک نہ ہوں پھر جسے وہ اصلاحیں آتی ہیں اُسے اُن جداول کی کیا حاجت۔ فقیر نے اس فن میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا نہ خالی دلائل ہندسیہ پر نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا اور بتوفیق الٰہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا یہاں تک بفضلہ تعالٰی براہان دعیان کو مطابق کر دیا میرا نقشہ بفضلہ تعالٰی جزاف نہیں ہوتا جو ہیأت وہندسہ جانتا ہو وہ اُسے براہین کے مطابق پائے گا اور جو نگاہ رکھتا ہو صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو وہ اُسے مشاہدہ سے موافق پائے گا میرے نقشوں میں بریلی کی سحری وافطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اُسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم بیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں۔ جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو یقین جانئے کہ وہ اُتنا ہی غلط ہے اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو دو نقشے اگر صحیح باقاعدہ بنے ہوں تو صرف اس قدر فرق کر سکتے ہیں کہ احتیاطی منٹ کسی نے دو ایک کم رکھے کسی نے زائد یا ایک منٹ کی تحتانی کسروں میں کسی نے زیادہ تعمق کیا کسی نے بے ضرورت سمجھ کر مسامحت سے کام لیا وبس۔ اب آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ان مولوی صاحب کے نقشے میں کتنا فرق ہے شاہجہانپور بریلی بدایوں، پیلی بھیت، دہلی رامپور، لکھنؤ مرادآباد کے وقت یہاں اور شاہجہان پور والے دونوں نقشوں میں دیے ہیں ان میں ہر شہر کے لیے سحری کے اوقات میں ۲۰ - ۲۲ منٹ تک کا فرق ہے اور دہلی کے لیے تو ۲۸ منٹ تک ہے کہ دو منٹ کم آدھا گھنٹا ہوا مگر پیلی بھیت کے لیے اللہ اعلم کس وجہ سے اس قدر ترقی واقع ہوئی کہ ابتدا میں وقت ٹھیک آیا اور آخر ماہ میں بڑھتے بڑھتے احتیاطی منٹ کا بھی اصلا نشان نہ رہا کنارے ہی پر آلگا بلکہ تدقیق کی جائے تو عجب نہیں کہ کچھ حصہ صبح کا آجائے بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے شاہجہانپور کے وقت بطور خود تجویز کر کے باقی شہروں کے لیے صرف اُن کا تفاوت طول جو اُن کے خیال میں تھا گھٹا بڑھا لیا حالانکہ تبدل اوقات میں بڑا حصہ تفاوت عرض کا ہے دو شہروں میں تفاوت طول صلا نہ ہو صرف اختلاف عرض سے طلوع وغروب وصبح وعشا میں گھنٹوں کا فرق پڑجاتا ہے شاہجہان پور و پیلی بھیت میں اکیس منٹ کا تفاوت کسی طرح نہیں بنتا یہی حال کلکتے کا ہے کہ اخیر کی تاریخوں میں کچھ ہی خفیف نام احتیاط کا رہ گیا ہے دو سال ہوئے کہ خاص کلکتے کے اوقات یہاں سے شائع ہوئے تھے ۱۲ نومبر سے ۲۸ تک تاریخیں اس سال بھی پڑی ہیں اُن سے ملا کر دیکھ سکتے ہیں پرچہ مرسل ہے افطار کے اوقات میں اتنا زیادہ تفاوت نہیں مگر اس کا تھوڑا بھی بہت ہے مثلاً شاہجہاں پور میں احتیاطی منٹ گھٹتے گھٹتے آخر میں صرف ایک ہی رہ گیا مگر دہلی پر آفت پوری ہے اول سے آخر تک غروب سے پہلے افطار لکھا ہے خصوصاً آخر میں تو پانچ منٹ پیش از غروب افطار ہوئی ہے شاہجہاں پور میں جس نے ۴ بج کر ۴ منٹ تک سحری کھائی اُس کا روزہ یقیناً صحیح ہوا وہ عورت روزہ توڑنے سے سخت گنہگار ہوئی اُس کا روزہ نہ ہونے کا حکم محض غلط تھا۔ ابوداؤد۔ دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ جسے بے علم فتوی دیا گیا اُس کا وبال فتوی دینے والے پر اگر گھڑی صحیح تھی تو یقیناً پاؤ گھنٹے سے زیادہ وقت باقی تھا۔ مسلمانو یہ دین ہے جس پر خدا کی دین ہے وہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دَین ہے قواعد وبراہین ہیأت وہندسہ بالائے طاق سہی وقت پہچاننا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے افسوس کہ ہزاروں آدمی حتی کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق وکاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے اور اس پر کتب ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انھیں

اور دھوکے میں ڈالا ہے سچ فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے کہ ابتدا میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے بکثرت باربار بغور مشاہدہ کرتا رہے تو بعنایت الٰہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بچ جاتی ہیں کہ بہ نگاہ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی یا نہ ہوئی یہاں متعدد وجوہ سے لوگ اشتباہ میں ہیں اُن کا بیان کردینا ضرور ہے کہ مسلمان سمجھ لیں اور اغلاط سے بچیں **فاقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً** صبح کاذب کو حدیث میں مستطیل یعنی لمبی اور صادق کو مستطیر یعنی پھیلی ہوئی فرمایا ہے ناواقف گمان کرتے ہیں کہ صبح کاذب کوئی ڈورے کی مثل باریک سفیدی ہے اور جہاں ذرا چوڑی سفیدی ہوئی اور صبح صادق ہوگئی یہ محض غلط وہم ہے رات کی چھائی ہوئی اندھیری میں باریک ڈورا کیا نظر آسکتا صبح کاذب بھی ضرور عرض رکھتی ہے اور نگاہ میں دو تین گز بلکہ اس سے زیادہ تک چوڑی ہوتی ہے بلکہ حدیث کی مراد وہ ہے جو خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست اقدس کے اشارے سے تعلیم فرمائی کہ شرقاً غرباً تو سپیدی پھیلی ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے اور دونوں دست مبارک کی کلمے کی انگلیاں ملاکر ہاتھ پھیلائے یعنی جنوباً شمالاً اُفق میں پھیلنے والی سپیدی صبح صادق ہے **ثانیاً** بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے تو یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے کہ صبح ہوگئی مگر افق اُس کی تکذیب کرتی ہے لہٰذا اسے صبح کاذب کہتے ہیں اس کے معنی بعض علمائے زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ صبح کاذب کی سپیدی جاکر اُس کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہرگز غروب آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اُس کے معنی یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اُس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اُس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے جب صبح صادق پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے **ثالثاً** بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے ۱۸ درجے نیچے رہتا ہے اُس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی ۲۱ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب ۱۸ درجے کے رہ جاتا ہے اُس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشم خود معائنہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس ۳۳ درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا **رابعاً** عوام صبح کا طلوع ہونا سنتے ہیں تو اپنے زعم میں یہ گمان کرتے ہیں کہ افق یعنی زمین کے کنارہ سے یہ سپیدی اُٹھتی ہوئی جب بلندی پر آتی ہے تو ہمیں مکانوں میں یا چھت پر دکھائی دیتی ہے جیسے آفتاب وغیرہ ستارے کہ شہر میں اپنے طلوع سے دیر کے بعد نظر آتے ہیں اس بنا پر وہ صبح ہوتی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت پہلے ہوچکی ہے جب تو اتنی بلندی آگئی ہے حالانکہ یہ بھی اُن کا محض وہم ہے بلکہ یہ سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے فرض کیجئے کہ آدمی جنگل بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت غبار ابر وغیرہ کوئی شے اصلا حائل نہ ہو تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی اور اس کے نیچے تمام کنارۂ آسمان تاریک ہوگا اسی کو تو یعقبہ ظلمۃ کہا گیا اپنی ہی سمجھ کے قابل یوں کہیں کہ نظر کا واقع ضرور ہے

ف یعنی سعد اللہ صاحب رام پوری

کہ آفتاب کی کرنیں پہلے اُس حصے میں سپیدی لاتی ہوں گی جو کنارۂ زمین کے متصل ہے مگر وہ نہ کبھی محسوس ہوئی نہ ہو۔ افق میں بخارات کا اژدحام اور خطوط نظر کا صدہا میل بخار وغیرہ کثافات کو طے کرکے افق تک جانا آفتاب کی دھوپ جیسی روشن چیز کو کتنا میلا کرکے دکھاتا ہے کہ سپیدی کی جگہ سرخی معلوم ہوتی ہے اور تیزی نام کو نہیں ہوتی پھر یہ خفیف ضعیف سپیدی کیا اس قابل ہے کہ افق میں نظر آسکے جو صاف بھی کم ہے اور نظر سے دور بھی بہت ہے یہ تو ہمیشہ اوپر ہی چمکے گی جہاں نظر سے قرب بھی ہے اور جگہ بہ نسبت افق صاف تر ہے **خامسًا** بعض کتب میں واقع ہوا کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہے اسے لوگ ہر موسم میں و ہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اُس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقینًا صبح ہمارے بلاد میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاوی میں لکھی ہے اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک ہے جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے اب ہم بتوفیق اللہ تعالٰی صبح کاذب کے شروع سے صبح صادق کے انتشار تک جو صورتیں اس سپیدی کی پیش آتی ہیں اُن کا واضح بیان کرتے ہیں جو آج تک کسی کتاب میں نہ لکھا گیا جو ہمارا برسوں کا مشاہدہ ہے اور جسے بغور سمجھ لینے والا ان شاء اللہ تعالٰی بہت جلد صبح کاذب و صادق میں امتیاز کا ملکہ پیدا کرسکتا ہے (۱) افق سے کئی نیزے بلندی پر جانب شرق آج جہاں سے آفتاب نکلنے کو ہو اُس کی سیدھ میں یعنی دائرۂ منطقۃ البروج کی سطح میں کرۂ بخار پر رات کی اندھیری میں ایک خفیف سپیدی کا دھبہ پیدا ہوتا ہے جسے چاروں طرف سے رات کی اندھیری گھیرے ہوئے ہے اس انداز پر (۱) یہ صبح کاذب کی بنیاد پڑتی ہے (۲) جوں جوں آفتاب افق کے نزدیک آتا جاتا ہے یہ سپیدی ترقی کرتی ہے مگر ترقی معکوس یعنی اوپر سے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے پہلے افق سے بہت اونچی چمکی تھی اور نیچے دور تک اندھیرا تھا اب وہ اونچی سپیدی تو اپنی جگہ رہتی ہے اور اس کے نیچے سپیدی اور اُس میں ملتی جاتی ہے یہاں تک کہ شدہ شدہ افق کے قریب تک آنے کو ہوتی ہے مگر ان سب حالتوں میں وہ ایک طولانی ستون کی حالت میں ہوتی ہے گویا ایک سفید چادر اوپر سے نیچے لٹکائی گئی ہے کہ اُسی کی حد تک سپیدی ہے اور آس پاس بالکل اندھیرا ان شکلوں پر (۳) ان تمام اشکال کے بعد اس عمود کے حصۂ زیریں کے دونوں پہلوؤں پر نہایت تھوڑی دور تک ایک خفیف بھورا پن خاکستری رنگ پیدا ہوتا ہے کہ کبھی تمیز میں آتا ہے اور معًا نگاہ کے نیچے سے نکل جاتا ہے اس طرز پر اب یہ وہ وقت ہے کہ صبح صادق اپنے رخ روشن سے نقاب اُٹھایا چاہتی ہے مگر ہنوز صبح نہیں کہ اُس کے لیے تبیّن شرط ہے اور یہ متبین نہیں قال اللہ تعالٰی حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ان تمام حالتوں تک صبح کاذب ہی ہے اور نماز عشا اور سحری کھانے کا وقت بالاتفاق باقی ہے (۴) اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید ہوجاتے ہیں اگرچہ اُن کی سپیدی مائل بہ تیرگی ہوتی ہے اور جنوبًا شمالًا اُس کا عرض بہت خفیف ہوتا ہے اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے بعض نے اُسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے اور بعض نے بلحاظ شرط استطارہ و انتشار اُسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔ ان جمیع حالتوں میں عمود کے تمام بالائی حصے کے آس پاس نری سیاہی ہوتی ہے (۵) اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ سپیدی آنًا فانًا جنوبًا شمالًا پھیلنا شروع ہوتی ہے اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے

اس طور پر یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے مگر یہ سپیدی جیسی جیسی جنوب وشمال میں پھیلتی ہے ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی تھی یہانتک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہوجاتا ہے یعنی اُس کے اطراف کی ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے اور اب وہ اُس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی ان صورتوں پر

(۶) اب یہ سپیدی جس طرح آسمان پر بڑھی زمین کی جانب بھی متوجہ ہوتی اور صحن وبام کو روشن کر دیتی ہے یہ وقت اسفار ہے کہ نماز صبح کا مستحب وقت ہے اور اس سے پہلے اندھیرے میں پڑھنی خلاف مستحب (۷) اب آفتاب اور زیادہ قریب افق آتا ہے یہ سپیدی سُرخی لاتی ہے پھر سنہرا پن پھر بیکدار سپیدی اُس کے متصل طلوع آفتاب ہے۔ پانچویں شکل جو اجماعی صبح ہے اُسے جانے دیجئے تو چوتھی شکل بھی اس رمضان مبارک اور اس سے پہلے کے متعدد رمضانوں میں بریلی وشاہجہانپور میں تیسری شب کی صبح اُن گھڑیوں سے بھی جو پارسال تک حال کی گھڑیوں سے نو منٹ کم تھیں کبھی کسی دن ٹھیک پانچ بجے بھی نہ ہوئی اور اخیر تاریخوں میں جو چاہے آزما کر دیکھ لے سوا پانچ بجے تک بھی ہرگز نہ ہوگی تو چار بج کر ۴۴ منٹ پر روزہ نہ ہونے کا حکم کیونکر صحیح ہوسکتا ہے تمیز کے لیے ایک اور پہچان گزارش کروں آسمان پر چند کواکب سے ایک شکل حرف کاف بنی ہے اس وضع پر ... یہ کاف آج کل پچھلی رات کو طالع ہوتا ہے اس سے ایک نیزے کے فاصلے پر ان دنوں بڑا روشن ستارہ زہرہ ہے بریلی میں صبح کاذب کا عمود آج کل اس کاف کے الف یعنی حصہ وسطانی کے گرد ہوتا ہے اور زہرہ تک پھیلتا ہے پھر زہرہ کے دونوں پہلوؤں سے جنوب وشمال کو صبح صادق تجلی کرتی ہے اس شکل پر

شاہجہانپور میں بھی حالت اسی کے قریب قریب ہوگی
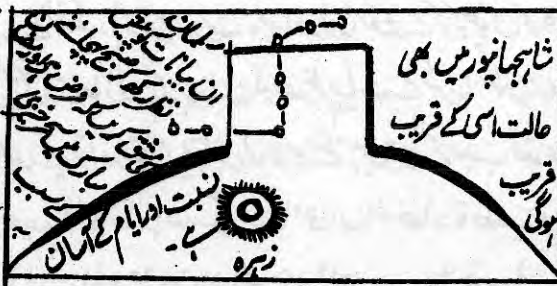
اوقات کے متعلق بیان سے فراغ ہوا۔ رہے مسائل مذکورہ اشتہار اُن میں بھی سخت اغلاط بشدت ہیں مثلا اوّل ہلال رمضان میں بحال ابر وغبار ایک ثقہ کی گواہی شرط کرنی اُس مذہب معتمد وظاہر الروایۃ مصححہ کے خلاف ہے کہ اجلہ ائمہ مثل امام شمس الائمہ حلوانی و امام برہان الدین فرغانی وامام بزازی وغیرہم نے جس کی تصحیح فرمائی اور نظر بحال زمانہ اُس پر اعتماد واجب ہے کہ یہاں شہادت مستور بھی مقبول ہے یعنی جس کا فسق معلوم نہیں اور اُس کا ظاہر حال صلاح ہے محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تصریح فرمائی کہ ہلال رمضان میں ثقہ وغیر ثقہ دونوں کی شہادت مقبول ہے غیر ثقہ سے وہی مستور مراد جس کی عدالت باطنی مجہول ہے آج کل ثقہ کی کیا بی ظاہر ہے تو اس ظاہر الروایۃ مصححہ بالتصریح سے عدول صریح جہل نامقبول کافی امام حاکم شہید میں ہے تقبل شہادۃ المسلم والمسلمۃ عدلا کان الشاہد او غیر عدل در مختار میں ہے۔ صححہ البزازی فتح القدیر میں ہے وبہ اخذ الحلوانی رد المحتار میں ہے وکذا صححہ فی المعراج والتجنیس ومشی علیہ فی نور الایضاح وانہ ظاہر الروایۃ ایضا فالحاکم الشہید فی الکافی جمع کلام محمد فی کتبہ التی ھی ظاہر الروایۃ والمراد بغیر العدل المستور، دوم قبول شہادت کے لیے مطابقت قواعد شرعیہ کے ساتھ مطابقت قواعد عقلیہ کی قید بڑھانی بھی خلاف مذہب

معتمد ہے رویت ہلال میں جس قدر عقلی بات کہ شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے مثلاً اٹھائیس کو چاند نہیں ہوسکتا اوتنی تو قواعد شرعیہ میں آگئی اُس سے زائد جو قواعد اہل ہیئت نے دربارۂ ہلال اپنے ظنون وتخمینات سے گڑھے ہیں شرع نے اصلاً اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور صراحۃً ارشاد فرمادیا انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر ھکذا وھکذا وھکذا الحدیث درمختار میں ہے لاعبرۃ بقول الموقتین ولوعدولا علی المذھب ردالمحتار میں ہے بل فی المعراج لایعتبر قولھم بالاجماع ولایجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسہ **اقول** یہ شرع مطہر عالم ماکان ومایکون کے ارشادات ہیں عالم امی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اُس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے ذلک تقدیر العزیز العلیم اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ اُنھیں پر نازل ہوا کہ الشمس والقمر بحسبان ٭ بایں ہمہ اُس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رویت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمہ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص ونامنضبط متاخرین اہل ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں ولہذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور واختفا کے لیے فصل جداگانہ وضع کی رویت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اُس کے انضباط پر قادر نہ ہوا اور متاخرین نے جو کچھ لکھا اُن شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف وشرح زیج سلطانی وغیرہما سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتاسکے ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ٭ کے مصداق رہے ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر خطا پڑتی ہے ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ رمضان مبارک جنتریوں میں بلااشتباہ ۳۰ روز کا لکھا تھا اور یہاں سے نقشۂ سحری وافطار میں ۲۹ دن کا مہینہ شائع ہوا بفضلہ تعالٰی ایسی صاف عام رویت ۲۹ کی ہوئی جس میں اصلاً اختلاف نہ ہوا مخالفین میں سے ایک صاحب نے بعض خاص احباب سے کہا میں ۲۹ کو نقشہ ہاتھ میں لیے منتظر رہا کہ آج رویت نہ ہو اور فوراً نقشہ لے کر بھیجوں کہ ۲۹ کا مہینہ کب ہوا حالانکہ یہ اُن کی خام خیالی تھی یہاں نقشوں میں تصریح کردی جاتی ہے کہ بربنائے قواعد علم ہیأت ہے شرع مطہر میں رویت پر مدار ہے اگر رویت اس کے خلاف ہو نقشہ پر لحاظ نہ ہوگا بالجملہ ایسے قواعد عقلیہ کیا قابل لحاظ ہوسکتے ہیں جن کے سبب ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ رد کی جائے وبہ ظھر الجواب عما ذکر ھھنا الامام السبکی الشافعی ان الشھادۃ ظنیۃ والحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالٰی ظن انہ کسائر حسابات الھیئۃ من الطلوع والغروب والتحویل والتقویم والخسوف و لیس کذلک بل ھو مثل حساب وقت الکسوف بدایۃ ونھایۃ بل ادون رتبۃ فانہ یتم بعد تکرار الاعمال الطوال مرۃ بعد اخری بخلاف ھذا ومن جرب جربتی عرف معرفتی الاجرم ردہ کل من جاء بعدہ من محققی الشافعیۃ ایضا وحققوا ان العبرۃ بالشھادۃ الشرعیۃ وان خالفت تلک القواعد العقلیۃ کما فصلہ فی رد المحتار سوم رمضان مبارک میں بحال صفائی مطلع ایک ثقہ کی گواہی مطلقاً رد کردینا مذہب منقح کے خلاف ہے بلکہ وہ بتصریح محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اُس حالت سے مقید ہے جبکہ اس اکیلے کا رویت سے تفرد خلاف ظاہر ہو ورنہ اگر بیرون شہر سے آیا اور اہل شہر نے نہ دیکھا یا یہ بلندی پر تھا اور لوگ زمین پر یا لوگوں نے تلاش ہلال میں کوشش نہ کی تو صفائے مطلع میں بھی ایک کی

شہادت ظاہر الروایۃ مصححہ معتمدہ منقحہ پر مقبول ہے درمختار میں ہے صحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء بخارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین ردالمحتار میں ہے واعتمدہ فی الفتاوی الصغری ایضا وھو قول الطحاوی واشار الیہ الامام محمد فی کتاب الاستحسان قال فی النھایۃ اذا جاء من خارج المصر اوکان فی موضع مرتفع فانہ یقبل عندنا اھ فقولہ عندنا یدل علی انہ قول ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم وقد جزم بہ فی المحیط وعبر عن مقابلہ بقیل وفیہ التصریح بانہ ظاہر الروایۃ وھو کذلک ویظھرلی ان لامنافاۃ بینھما لان روایۃ اشتراط الجمع العظیم محمولۃ علی ما اذا کان الشاھد من المصر فی غیر مکان مرتفع فتکون الروایۃ الثانیۃ مقیدۃ لاطلاق الروایۃ الاولی الخ اھ باختصار یہاں تین روایتیں ہیں اور تینوں مصحح اور تینوں ظاہر الروایۃ ہیں اور فقیر نے اپنی تعلیقات حاشیہ شامی میں بیان کیا ہے کہ وہ سب اپنے محامل پر مقبولہ معمولہ ہیں اور فقہ میں بڑا کام یہی قول سنجح کا ادراک ہے وباللہ التوفیق **چہارم** جب رمضان دو عادلوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہو اور ۳۰ روزوں کے بعد اکتیسویں شب باوصف صفائے مطلع ہلال نظر نہ آئے تو علما کو اختلاف شدید ہے ایسی نادر صورت کے ذکر کی اشتہار میں حاجت نہ تھی اور ذکر ہوا تو مذہب مفتی بہ کا اتباع ضرور تھا اور یہاں مذہب مفتی بہ یہی ہے جس کے ضعف کی طرف اشتہار میں اشعار کیا یعنی عید کرلی جائے اگرچہ چاند نظر نہ آئے بلکہ علامہ نوح نے فرمایا کہ یہی مذہب ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالی عنھم کا ہے اور دوسرا قول کہ ۳۱ روزے رکھے جائیں صرف بعض مشائخ کا ہے تو اس تقدیر پر تو وہ اصلا قابل لحاظ نہ رہا تنویر الابصار میں ہے بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر ردالمحتار میں ہے ای اتفاقا ان کانت لیلۃ الحادی والثلثین متغیمۃ وکذا لو مصحیۃ علی ما صحح فی الدرایۃ والخلاصۃ والبزازیۃ اسی میں ہے ونقل العلامۃ نوح الاتفاق علی حل الفطر فی الثانیۃ ایضا عن البدائع والسراج والجوھرۃ قال والمراد اتفاق ائمتنا الثلثۃ وما حکی فیھا من الخلاف انما ھو لبعض المشائخ قلت وفی الفیض الفتوی علی حل الفطر مذہب مفتی بہ بلکہ اپنے تمام ائمہ کے مذہب صحیح ومعتمد کو ضعیف بتانا اور اس کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا الحکم درمختار وتصحیح القدوری وغیرہما جہل وخرق اجماع ہے **پنجم** ۳۰ شعبان کو مطلع صاف ہونے کے ساتھ یوم شک کی تخصیص محض باطل ہے بلکہ مطلع صاف نہ ہو تو ۲۹ شعبان کے بعد کا دن بالاتفاق یوم الشک ہے اور بہ نیت رمضان اُس کا روزہ رکھنا ممنوع۔ اختلاف اگر ہے تو اس میں ہے کہ بحال صفائے مطلع بھی ۳۰ شعبان یوم الشک ہے یا نہیں معراج الدرایہ شرح ہدایہ ومجتبی شرح قدوری وجامع الرموزی شرح نقایہ میں تصریح کی کہ وہ اصلا یوم الشک نہیں اور درمختار میں بحوالہ شرح مجمع العینی زاہدی سے نقل کیا کہ بربنائے عدم اعتبار اختلاف مطالع وہ بھی یوم الشک ہے کہ شاید کہیں اور رویت ہوئی ہو ردالمحتار میں ہے القہستانی قیدہ بما اذا غم فلو مصحیۃ ولم یراحد فلیس بیوم شك اھ ومثلہ فی المعراج عن المجتبی درمختار میں ہے ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ ای علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری شرح المجمع للعینی عن الزاھدی **اقول** تو کلام زاہدی مضطرب ہوا اور کلام معراج معارض سے

سالم رہا اور اُسی کے مثل تبیین الحقائق وغیرہ معتمدات میں ہے اور وہی اظہر و ازہر ہے کہ فلک استوائے طرفین کی حالت میں ہے یہیں بحرالرائق میں ہے ہو استواء طرفی الادراك من النفی والاثبات اور جبکہ مطلع صاف ہو اور چاند اصلاً نظر نہ آئے تو صرف اس احتمال بعید پر کہ شاید کہیں اور سے رویت کا ثبوت آجائے شک متحقق ہونا کس درجہ بعید ہے فان وجود الرؤیۃ فی بلدۃ اخری لایلزمنا مالم تثبت بطریق شرعی وھو احتمال لاعن دلیل فلا یعارض الظن الحاصل من استقراء الحس الصحیح فی المرای الصریح فافھم **ششم** یہ کہنا کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے قول پر روزہ شک کا جائز ہونا چاہیے سخت عجیب اور دونوں قول سے مخالف وغیر مصیب ہے۔ ۳۰ شعبان کو جب رویت نہ ہو تو اُس میں ہرگز اختلاف قولین نہیں کہ اُس دن روزہ رمضان رکھنا گناہ ہے اختلاف علت حکم میں ہے جو بحال صفائے مطلع اُسے یوم الشک نہ قرار دیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ لاتقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین خود اشتہار میں درمختار سے نقل کیا اما علی مقابلہ فلیس بشك ولا یصام اصلا ردالمحتار میں ہے ولا یجوز صومہ ابتداء لافرضا ولا نفلا اُسی میں ہے لانہ لا احتیاط فی صومہ للخواص بخلاف یوم الشك اور جو اس حال میں بھی یوم الشک کہیں اُن کے نزدیک اس لیے کہ من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمختار میں ہے لایصام یوم الشك ھو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علۃ الانفلا ویکرہ غیرہ **ہفتم** اس ایجادی اختراعی حکم کی یہ تعلیل کیونکہ بالضرور دنیا میں اُس روز چاند ہوا ہوگا اس بالضرور پر کیا دلیل خود ہی اشتہار میں درمختار و شرح مجمع عینی سے اتنا نقل کیا کہ لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری نہ کہ لوجوب وقوع الرؤیۃ فی مکان من الدنیا **ہشتم** اگر ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ہونی ضرور ہو تو عدم اعتبار اختلاف مطالع پر کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد ہے ہمیشہ رمضان ۲۹ ہی دن کا ہونا لازم ہو کہ بالضرور دنیا میں چاند ہوا ہوگا اور اختلاف مطالع معتبر نہیں حالانکہ یہ اجماع امت و نصوص صریحہ کے خلاف ہے **نہم** جب بالضرورہ کہیں نہ کہیں رویت ہونی معلوم تو ائمہ کا ارشاد کہ ثبوت شرعی مثل شہادت و استفاضہ شرعیہ سے دوسری جگہ رویت ہونی ثابت ہو تو ہم پر لازم ہوگا ورنہ نہیں کمانص علیہ فی الدرالمختار وسائر الاسفار محض لغو و مہمل بلکہ غلط و باطل ہو کہ جب یقیناً دوسری جگہ وقوع رویت معلوم ہے تو یقین سے زیادہ اور کون سا ثبوت چاہیے کیا ضروریات کے لیے بھی گواہی کی حاجت ہے افسوس کہ علمانے طریق موجب شرعی سے مقید کیا اشتہاری فتوٰی دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ خود ہی بالضرور ثابت ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **دہم** اب یہ تعلیل عجب ہوگی کہ خود مدعا کا ابطال محض کرے گی جب بالضرورۃ رویت معلوم تو جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے اُن کے نزدیک یہ دن یوم الشک کدھر سے آیا بلکہ بالیقین یوم الیقین ہے اور روزہ جائز ہونا کیا معنی بلکہ فرض ہونا چاہیے کہ یقیناً رمضان ہے بالجملہ ہر ۲۹ کو کہیں نہ کہیں رویت ضروری و لازم مان لینا معاذ اللہ ائمہ کرام کو مخالف اجماع مسلمین و مخالف نصوص قاطعہ و مجانین قرار دینا ہے جس پر راضی نہ ہوگا مگر بد دین یا مجنون ہاں احتمال کہیے پھر اگر ہوا تو یوم الشک ہوا اور یوم الشک کا روزہ جائز نہیں پھر جواز کدھر سے آیا **یازدہم** رمضان و فطر میں اعتبار اختلاف مطالع کو قول محققین حنفیہ

ومحدثین مذہب ومجتہدین روایات فقیہہ قرار دینا محض غلط وتہمت ہے بلکہ اُس کا عدم اعتبار ہی ہمارے ائمہ کرام ومجتہدین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے اور اُسی پر فتوی ہے اور اُسی پر جمہور اور یہی احوط واقوی من حیث الدلیل تو بوجوہ کثیرہ اسی پر عمل واجب اور اس سے عدول ہرگز جائز نہیں تنویر الابصار و درمختار وبحر الرائق وفتاوی خلاصہ وغیرہ میں ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی رد المحتار میں ہے ھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ فتح القدیر میں ہے الاخذ بظاھر الروایۃ احوط بحر الرائق میں ہے الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین عقود الدریہ میں ہے العمل بما علیہ الاکثر فتاویٰ خیریہ میں ہے صرحوا بان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا قولا لہ بحر میں ہے ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ شامی میں ہے ما خالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا اُسی میں ہے العمل بما علیہ الفتوی تو ان تمام عظیم قولوں کے خلاف دو ایک متاخرین علماء کا قول نصِّ خلاف کو اشبہ کہہ دینا کیا شبہہ ڈال سکتا یا کیا قابلِ التفات ہوسکتا ہے درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوع جھل وخرق للاجماع رد المحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاھر الروایۃ اذا لم یصحح والافتاء بالقول المرجوع عنہ اھ **دوازدہم اقول** وباللہ التوفیق ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم جس پر عرش تحقیق مستقر فرمائیں وہ ایسا نہیں ہوتا کہ اُس کے ارکان کسی کے متزلزل کیے متزلزل ہوجائیں رویت ہلال میں اختلاف مطالع معتبر ماننے والے ذرا سمجھ کر بتائیں کہ اس اعتبار سے کیا مراد اور وہ کتنی مسافت ہے جس میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا **اولاً** اس کے قائلین اس بارے میں خود مختلف ہیں اور مختلف بھی اتنے کہ آٹھ گنے کا فرق جواہر ولباب وغیرہما میں اُسے ایک مہینہ کی راہ سے مقدر کیا روزانہ بارہ کوس کی منزل معتاد کے لحاظ سے از آنجا کہ میل یہاں کے کوسوں کا ⅝ ہے ۱۹۲ میل مسافت یکروزہ ہوئی اور مہینہ بھر کی راہ ۵۷۶۰ میل جس کے ۱۹۲۰ فرسخ ہوئے جواہر میں اس تحدید پر قصہ سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے استدلال کیا غدوھا شھر ورواحھا شھر قال فانہ قد انتقل کل غدو ورواح من اقلیم الی اقلیم وبین کل منھما مسیرۃ شھر یہ دلیل جیسی ہے روشن ہے، حالش مپرس وہذا ایقاظ الوسنان میں اسے نقل کرکے کہا فی دلالۃ القصۃ علی ذلک نظر ردالمحتار میں فرمایا لایخفی ما فی ھذا الاستدلال تاج تبریزی نے کہا بہتّر میل سے کم میں اختلاف مطالع ممکن نہیں علامہ رملی شافعی نے شرح منہاج میں اسی کو اختیار کیا اور اسی پر اپنے والد کا فتوی بتایا ایقاظ الوسنان میں اسی کو اولٰی کہا حیث قال فالاول ای ماذکرہ التاج من ان اختلاف المطالع لایمکن فی اقل من اربعۃ وعشرین فرسخا اولی لان الظاھر من قولہ لا یمکن الخ انہ قدرہ بالقواعد الفلکیۃ ولا مانع من اعتبارھا ھھنا کاعتبارھا فی اوقات الصلاۃ کہاں چوبیس کہاں ایک سو بانوے پورے آٹھ گنے کا فرق ہے اور ضرور ہونا تھا کہ ائمہ مجتہدین کا نور علم اُس کے ساتھ نہیں ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ **ثانیاً** سب حضرات نے مطلق فرمایا کوئی تخصیص سمت وجانب کی نہ رکھی حالانکہ معظم معمورہ خصوصاً بلاد ہندوستان اور اُن کے امثال کثیرہ مثل خطۂ مقدسہ عرب وغیرہ میں جہاں عرض میل کلی کے اندر ہے

یا اُس سے بہت متفاوت نہیں یہ اختلاف معتبر ہو تو یوں ہے کہ غربی شہر کی رویت شرقی پر حجت نہ ہو کہ ممکن کہ شرقی میں وقت غروب شمس فصل نیرین کم تھا قمر کا شعاع شمس سے انفصال قابل رویت ہلال نہ ہوا تھا جب حرکت فلکیہ نیرین کو بلد غربی کی افق مغربی پر لے گئی اتنی دیر میں انفصال بقدر استہلال ہو گیا مگر غربی میں شرقی کی رویت مطلقاً کیوں نامعتبر ہو خصوصاً جبکہ عرض متحد یا متقارب ہو کہ اضطجاع وانتصاب افق یکساں ہو پر ظاہر کہ جب مشرق میں بعد قابل رویت ہو چکا تھا تو غربی میں تو اور زیادہ فصل وظہور ہو جائے گا اور جنوب وشمال میں ۲۴۳ فرسخ درکنار ۱۹۲ کا فصل بھی فاصل ہونا ضرور نہیں فرض کیجیے آفتاب شمالی ہے اور قمر وقت استہلال عدیم المیل اور ایک شہر خط استوا سے ۸ درجہ شمال کو ہے کہ ایک مہینہ کی راہ سے کم فاصلہ ہوا اور دوسرا سترہ[۱۷] درجے کہ دو مہینے سے بھی زیادہ فصل ہوا اس لیے کہ غایت تدقیق کے بعد ثابت ہوا ہے کہ زمین کا ایک درجہ ۳۶۵۱۵۵ قدم ہے اور قدم $\frac{1}{3}$ گز اور میل ۱۷۶۰ گز تو ایک درجہ ارضیہ ۶۹،۱۲۹ میل ہوا راہ یک ماہہ ۵۷۶ کو اس پر تقسیم کیے سے ۸،۳۰۳۰۲۷۷ ہوتے ہیں یعنی ۸ە ۱۸ آ ۱۸ ۰ ح لح ی ند اور تینوں شہر ایک ہی نصف النہار کے نیچے ہیں اب فرض کیجیے کہ صورت مذکورہ میں خط استوا میں رویت ہلال ہوئی تو شہر ابعد درکنار شہر وسطانی میں بھی رویت ضرور نہیں حالانکہ یک ماہہ راہ سے کم فاصلہ ہے اس لیے کہ خط استوا میں ادھر تو آفتاب جلد ڈوبے گا تو اندھیرا جلد ہو کر رویت کا معین ہوگا اُدھر افق منتصب ہے تو آفتاب بعد غروب جلد افق سے دُور ہو کر نور شفق کہ عائق رویت ہوتا جلد کم ہو جائے گا اُدھر قمر کا ارتفاع زائد ہے تو دیر تک بالائے افق رہے گا اور یہ بھی موید رویت ہوگا بخلاف بلد شمالی کہ وہاں سب امور بالعکس ہیں اور اسی صورت میں فرض کیجیے کہ شہر ابعد میں رویت ہوئی تو شہر وسطانی درکنار خط استوا میں بھی بدرجہ اولی رویت ہوگی کہ مویدات رویت وہاں بافراط ہیں حالانکہ دو ماہہ راہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو معلوم ہوا کہ جنوباً شمالاً کبھی ایک مہینے سے بھی کم کا فاصلہ اختلاف رویت لاتا ہے اور کبھی دو مہینے سے زیادہ کا بھی فاصلہ اختلاف نہیں لاتا۔ اب یہ تقریر اس طرف لے جائے گی کہ شہروں کا باہم بعد معتبر نہ ہو حالانکہ اختلاف مطالع ماننے والوں کی عبارات اُس میں نص ہیں نہ تفاوت عرض معتبر ہو نہ تفاوت طول شرقی بلکہ صرف تفاوت طول غربی معتبر ہو یعنی جس کا طول غربی اس شہر سے یک ماہہ راہ یعنی آٹھ درجے اٹھارہ دقیقے ہو وہاں کی رویت یہاں کے لیے معتبر نہ ہوگی اور جس کا طول غربی اس سے کم تفاوت رکھتا ہے وہاں کی رویت معتبر ہو مگر یہ بھی نہیں کہ تفاوت عرض بھی قطعاً اختلاف رویت لاتا ہے جس کے بعض وجوہ کی طرف ابھی اشارہ ہو چکا تو اُس کا نظر سے اسقاط ناممکن تفاوت عرض سے یہاں تک تو ہوگا کہ ایک شہر میں ہلال مرئی ہو اور دوسرے شہر میں چاند اُس وقت زیر زمین جا چکا ہو رویت وعدم رویت ہلال تو بالائے طاق رہی غرض یوں بھی ٹھیک نہیں آتی اور حقیقت امر یہ ہے کہ تحدید کرنے والوں نے محض سرسری طور پر ایک حد کہہ دی تنقیح پر آئیے تو قیامت تک وہ خود اس کی حد بست نہ کر سکیں گے **ثالثاً** اس سب سے قطع نظر کیجیے تو اب ہمارا وہ سوال متوجہ ہے کہ اس اعتبار اختلاف سے کیا مراد آیا دو شہروں کا ایسا فصل کہ چاند جب ایک میں مرئی ہو تو دوسرے میں رویت ہمیشہ ناممکن ہو یہ وہ اختلاف مطالع ہے جسے معتبر مانتے ہیں یا صرف

عہ اقول اور تدقیق ادق سے ۳۶۵۱۴۳،۰۹ قدم اس لیے کہ زمین کا نصف قطر استوائی ۳۹۶۳،۲۹۶ میل ہے اور نیم قطر قطبی ۳۹۴۹،۷۰۹ پس نیم قطر معدل ۳۹۵۶،۵۰۲ پھر بکمال تدقیق ادق سطر محیط ۲۴۸۵۹،۱۸۱۶ لوغارثم ش ۳،۹۹۸۰۶۹۰ ولوغارثم معدل ۳،۵۹۷۳۱۵۹ مجموعہ ۴،۳۹۵۵۸۴۹ پھر نسبت الفاضل الی نسبۃ الفضل ای تو ۱۸۰ کے لوگارثم ۲،۲۵۵۲۷۲۵ کو اس سے تفریق کیا بلکہ ۲،۱۴۰۳۱۲۴ جمع کیا حاصل ہوا

ایسا فصل کہ ایک میں رویت ہونے کے ساتھ دوسرے میں رویت نہ ہونا ممکن ہو یہ معتبر ہے بالجملہ بنظر فاصلہ بلدین دوسرے
شہر میں عدمِ امکان چاہیے یا امکانِ عدم۔ اول تو یقیناً باطل ہے دنیا میں کوئی فاصلہ ایسا نہیں کہ ایک جگہ ۲۹ کی رویت
کو صرف نظر بفصل مسافت بے لحاظ خصوص حال ہلال حال دوسری جگہ محال کرتا ہو اختلاف معتبر ماننے والوں نے بڑی حدیک
ابہہ راہ بتائی اور انھیں بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہزارہا بار یہاں بھی ۲۹ کا چاند ہوا اور یہاں سے مہینوں راہ کے فاصلے پر بھی
ہوا بلکہ جب یہاں ۲۹ کا ہو تو اس عرض میں غرب کو جتنا بڑھیے بدرجہ اولی ۲۹ ہی کا ہوگا تو بالضرورۃ ثانی ہی مقصود اور راہ بالیقین
راہ تحدید مسدود مہینے بھر کی راہ تو بہت ہے ۲۴ فرسخ کا فاصلہ جس پر تاج تبریزی نے ادعا کیا کہ اس سے کم میں اختلاف ممکن نہیں
اور علامہ شامی نے براہ تحسین ظن فرمایا کہ اُن کا یہ دعوی قواعد فلکیہ ہی پر مبنی ہوگا **اقول** ہرگز قواعد فلکیہ اس عدم امکان
کے ساتھ مساعد نہیں بلکہ صراحۃً اس کا رد کرتے ہیں ایک درجہ زمین یقیناً ۲۴ فرسنگ سے کم ہے کہ یہ ۶۹ میل ہے اور وہ بہتر مگر
ایک درجے بلکہ اُس سے کم فصل غربی پر بھی اختلاف رویت ممکن۔ دربارۂ ہلال کہ کب صالح رویت ہوتا ہے اگرچہ اختلاف اقوال
بکثرت ہے اس میں دس قول تو اس وقت میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ وہی ولو کان من عند غیر اللہ ہے مگر متاخرین
اہل ہیئت نے بعد تطاول تجارب جس پر استقرار رائے کیا وہ یہ ہے کہ نیرین میں بعد سوا ۱۰ درجے سے زائد ہو اور بعد معدل
۱۰ سے کم نہ ہو زیج سلطانی میں ہے اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ باشد و بعد سوا از دہ بیش تر باشد ہلال توان
دید باریک" علامہ عبد العلی برجندی شرح میں فرماتے ہیں تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف درین زمان این
است" اب فرض کیجئے کہ یہاں وقت غروب بعد سواء **ح لط** یعنی دس درجے سے ایک دقیقہ کم تھا تو ہلال قابل رویت نہ تھا
اور ایک درجہ حرکت وسطی ۴ دقیقہ میں ہے اور اس مدت میں سبق قمر تقریباً دو دقیقے بلکہ کبھی اس سے بھی زائد ہے تو جب قمر اس شہر
سے ایک درجہ بلکہ کم فاصلے کے مقام رویت پر آیا بعد دس درجے سے زائد ہو گیا اور رویت ہو گئی اسی طرح ارتفاع قمر وغیرہ اختلافات
کے ذرائع سے بھی تقریر مدعا ممکن تو ثابت ہوا کہ ۲۴ بلکہ ۲۳ فرسخ سے کم میں بھی اختلاف ممکن ہے اب کوئی راہ نہ رہی سوا اس کے
کہ حد اصلاً نہ باندھیے بلکہ یا تو ہمیشہ ہر جگہ ہر ماہ کے لیے خصوص حال ہلال حال و محال استہلال پر نظر کیجئے یا مطلقاً کہہ دیجیے کہ ایک شہر کی
رویت دوسرے کے لیے اصلاً معتبر نہیں اگرچہ ۲۴ فرسخ سے بھی کم فاصلہ ہو ثانی تو بالاجماع مردود ہے اختلاف معتبر ماننے والے بھی ایسے
عموم و اطلاق کے ہرگز قائل نہیں اور اول کی طرف راہ نہیں مگر انھیں حسابات دقیقہ طویلہ تقویم مرئی و عرض مرئی و انکسار افقی اختلاف
منظر افقی و تعدیل الغروب و بعد معدل وغیرہا کے **ذرائع** سے جن کے بعد بھی بہت اوقات سوا ظن و تخمین کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا یہ
وہی محاسبات ہیں جن کو شریعت مطہرہ دربارۂ ہلال یک لخت ساقط و باطل فرما چکی تو بحمد اللہ تعالی نہ ہلال روشن بلکہ آفتاب پردہ برافگن

(بقیہ حاشیہ ۶۳۰) ۳۲ ۱۹ ۳۹ ۸ ۱۰ عدد ش ۴۷۵ ۶۹۰ یہ ایک درجہ محیطیہ کے میل ہوئے اور گز ۱۲۱۵۳۶ تو قدم ۳۶۴۶۰۹ بالرفع
یوں بھی وہی مطلب ثابت ہے کما لایخفی اب حاصل قسمت ۸۰۲۱۵ ۱۴۱ ۳۲ ۸ ہوگا یعنی ۸ درجے بیس دقیقے اٹھائیس ثانیے تیئیس ثالثے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی۔

کی طرح آشکار ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ماننا ہی خلاف تحقیق تھا اور یہ کہ وہ مؤید بحدیث نہیں بلکہ وہی حدیث مجمع علیہ کے ارشاد واجب الانقیاد سے دور و سحیق تھا اور یہ کہ نہ صرف رمضان و شوال بلکہ کسی مہینے میں شرع مطہر اُس کی طرف اصلا دعوت نہیں فرماتی اور یہ کہ ہمارے ائمہ کا مذہب مہذب اس اعلٰی درجہ تدقیق انیق پر ہوتا ہے کہ مدعیان تحقیق تک اُس کی ہوا بھی نہیں آتی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق کیا انھیں نہ معلوم تھا اختلاف مطالع ہوتا ہے ضرور معلوم تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتے تھے کہ اس کا فتح باب اسی حساب ناقص النصاب کی طرف کھینچ کرلے جائے گا جسے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رد فرما چکے ہیں لاجرم صاف فرمایا کہ اختلاف مطالع اصلا معتبر نہیں ان اللہ امدہ لرؤیتہ حق سبحانہ نے مدار رویت پر رکھا ہے اگر رویت ثبوت شرعی سے ثابت ہے ثابت ہے اگرچہ کتنا ہی فاصلہ ہو اور نہیں تو نہیں اگرچہ کتنا ہی قرب ہو اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ دربارہ صلوات اختلاف مطالع پر اس کا قیاس محض مع الفارق ہے حساب طلوع و غروب و صبح و شفق و ظل اول و ثانی واضحات جلیلہ و منضبطات کلیہ ہیں بخلاف حسابات رویت ہلال کہ قدمائے اہل ہیئت نے اپنے بوتے کا روگ نہ پاکر سرے سے اُس کی طرف التفات ہی نہ کیا اور متاخرین نے ہزار اضطراب و اختلاف کے بعد آخر علامہ برجندی کی طرح لکھ دیا کہ بالجملہ ضبط آں بر سبیل تحقیق متعسر ست بلکہ متعذر اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یک ماہہ راہ پر اختلاف مطالع کو بحسب فقہ اعد مبرہنہ علم ہیئت ماننا جیسا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی سے اپنے فتاوی جلد اول طبع اول ص۳۰۹ پر واقع ہوا محض قلت تدبر سے ناشی تھا نیز ہماری تقریر سے ظاہر ہوا کہ اختلاف مطالع کے یہ معنی قرار دینا کہ ایک شہر میں رویت ہوسکتی ہے دوسرے میں نہیں جیسا کہ انھیں سے اُسی صفحہ پر واقع ہوا محض باطل ہے یہاں ہرگز امکان و امتناع کا اختلاف نہیں بلکہ وقوع و امکان عدم کا کما اوضحنا سابقا خود مولوی صاحب مذکور نے اسی فتوے کے آخر میں ص۳۱۱ پر حق کی طرف رجوع کرکے اختلاف مطالع کے معنی یوں لکھے یہ ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہیں یہ عبارت پھر بھی محتمل ہے جلد دوم ص۱۴۷ پر صاف تر لکھا اگر دو شہروں میں اس قدر بعد مسافت ہے کہ اختلاف مطالع ہوتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک جگہ طلوع ہلال ہو اور دوسری جگہ اس روز نہ ہو اور ایک امام زیلعی کے اشبہ لکھ دینے پر مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے محض دعوے ہے زیلعی صاحب مذہب نہیں نہ محدثین حنفیہ اُن میں منحصر ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے جن کا مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے اور محدثی اگر محدثین و متاخرین ہی سے خاص ہے تو بالغ مرتبہ اجتہاد امام ابن الہمام کیا کم محدث ہیں جو فرما چکے کہ ظاہر الروایۃ ہی پر عمل احوط ہے رہی حدیث کریب کہ اُنھوں نے ملک شام میں رمضان مبارک کا چاند شب جمعہ کو دیکھا پھر مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آکر بیان کیا اُنھوں نے فرمایا ہم نے شب شنبہ میں دیکھا تو ہم اپنے ہی حساب سے ۳۰ پورے کریں گے کریب نے کہا کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رویت و حکم پر اکتفا نہ کریں گے فرمایا لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس سے امام زیلعی نے استناد کیا اور اُس کی بنا پر مولوی صاحب مذکور نے اسے موافق حدیث بتایا

اقول حدیث مذکور واقعہ عین لاعموم لھا بحال صفائے مطلع بکثرت ائمہ ایک کی گواہی نہیں مانتے ممکن کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اسی بنا پر تہا نی ہو اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم تو بے نصاب شہادت ثابت ہو ہی نہ سکتا تھا تو یہ

ہے شہد وانہ شہد عند قاضی مصر کذا الخ ردالمحتار میں ہے قولہ شہد وامن اطلاق الجمع
علی ما فوق الواحد وفی بعض النسخ شہدا بضمیر التثنیۃ وھو اولی درمختار میں ہے یلزم اھل المشرق
برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مرّ ردالمحتار میں ہے کان یتحمل
اثنان الشھادۃ او یشھدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے لا
فرمایا بنگاہ اولیں یہ جواب فقیر کے خیال میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور جواب دیا اور اس کے
بعض کی طرف بھی اشارہ کیا فرماتے ہیں قد یقال ان الاشارۃ فی قولہ ھٰکذا الی نحو ماجری بینہ وبین ام الفضل و
حینئذ لادلیل فیہ لان مثل ماوقع من کلامہ لو وقع لنا لم نحکم بہ لانہ لم یشھد علی شھادۃ غیرہ و
لاعلی حکم الحاکم فان قیل اخبارہ عن صوم معویۃ یتضمنہ لانہ الامام یجاب بانہ لم یات بلفظ الشھادۃ
ولو سلم فھو واحد لایثبت بشھادتہ وجوب القضاء علی القاضی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم والاخذ
بظاھر الروایۃ احوط اھ **اقول** لکن فی الحدیث قال انت رایتہ قلت نعم والاخبار فی رمضان
کاف فما ذکرالفقیر اولی مع ھٰذا مولوی صاحب مذکور کو حدیث سے استناد اس وقت پہنچتا کہ دمشق ومدینہ طیبہ میں کم از کم
راہ کا فصل ثابت کیا جاتا ورنہ حدیث خود اُن کے بھی مخالف ہوگی کما لایخفی یہاں ایک امر یہ بھی قابل تنبیہ ہے کہ مولوی صاحب
مذکور نے اپنے فتاوی میں تین جگہ عبارت تاتارخانیہ اھل بلدۃ اذا رأوا الھلال ھل یلزم فی حق کل بلدۃ
اختلف فیہ فبعضھم قالوا لایلزمہ فانما المعتبر فی حق اھل بلدۃ رؤیتھم وفی الخانیۃ لاعبرۃ باختلاف
المطالع فی ظاھر الروایۃ وفی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لایختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر
شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذھب اصحابنا نقل کی اور ظاہر خیال کیا کہ تصحیح امام شمس الائمہ اعتبار اختلاف
کی طرف ناظر ہے حالانکہ وہ مذہب اصحابنا فرمارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ مذہب اصحابنا نہیں مگر ظاہر الروایۃ کما قدمنا
نقولہ فیما سبق اور ظاہر الروایۃ نہیں مگر عدم اعتبار اختلاف جیسا کہ خود مولوی صاحب کو اعتراف ص ۱۶۳ ج ۲ پر لکھا نزد اکثر مشائخ
حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست ص ۱۴۷ ج ۱ پر کہا جب کسی شہر میں ثابت ہوجائے کہ فلاں شہر میں
چاند ہوا تو ان پر بھی موافق اس کے حکم دیا جائے گا گو دونوں شہروں میں بعد مسافت ہو اور یہی ظاہر الروایۃ ہے لاجرم بحر
غنیہ ذوی الاحکام میں فرمایا قال الامام الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض فی بلدۃ
اخری وتحقق یلزمھم حکم تلک البلدۃ مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرمایا اذا ثبت فی مصر
لزم سائر الناس فی ظاھر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وبہ کان یفتی الفقیہ ابواللیث وشمس الائمۃ الحلوانی
وھو مختار صاحب التجرید والکافی وغیرھم من المشائخ خلاصہ وعلمگیریہ وغیرہما معتمدات میں فرمایا علیہ فتوی
الفقیہ ابی اللیث وبہ کان یفتی شمس الائمۃ الحلوانی قال لو رأی اھل مغرب ھلال رمضان یجب الصوم

علی اھل المشرق دیکھو کیسی صریح تصریحات ہیں کہ امام شمس الائمہ کا فتوی اسی پر ہے کہ اختلاف مطالع اصلا معتبر نہیں بالجملہ بعد اس جاننے کے کہ اختلاف مطالع کا نامعتبر ہونا ہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وہی معتمد جمہور و قول کثیر ہے اُس سے عدول کی کوئی راہ نہیں مگر الحمد للہ مولوی لکھنوی صاحب نے اپنے فتاوی کی جلد سوم میں حق کی طرف صاف رجوع کی ص۲۲ پر کہتے ہیں **سوال** رویت یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود یا آنکہ اختلاف مطالع معتبر ست **جواب** اختلاف مطالع معتبر نیست وحکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر می شود اگر خبر رویت ہلال مشتہر شود و انتشار پذیرد و درمختار می آرد و اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاھر المذھب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ درجامع رموزی آرد الصحیح من مذھب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری یہ وہی صحیح من مذہب اصحابنا ہے کہ پہلے قول خلاف کی طرف منسوب سمجھا گیا تھا اور ایک اور سوال کے جواب میں بھی مطلقا مقام بعید کی شہادت مقبول مانی ص۴۲ و ۴۳ **سوال** گواہان بروز بست و نہم از رمضان گواہی دادند کہ ما ہلال رمضان یک روز قبل دیدہ ایم کہ بداں حساب امروز سیم رمضان ست پس شہادت ایشان مقبول خواہد شد یا نہ **جواب** اگر گواہاں ہمانجا بودند و از اول رمضان ساکت ماندہ بست و نہم رمضان گواہی دادند مقبول نخواہد شد و اگر از سفر از مقام بعیدی آیند شہادت مقبول خواہد شد کذا فی الخلاصۃ یہ تیسری جلد مولوی صاحب نے آپ ہی سوالات قائم کرکے لکھی ہے اور اس میں بہت جگہ پہلی جلدوں کے اغلاط کی اصلاح کردی ہے اُن کے فتاوی دیکھنے والے کو اس کا لحاظ ضرور ہے مدت سے خیال تھا کہ مسئلہ اختلاف مطالع میں ایک بیان شافی لکھا جائے کہ ابر اختلاف اُٹھ کر مطلع صاف نظر آئے الحمد للہ کہ آج اُس کا وقت آیا وللہ الحمد فی الاولی والاخری وصلی اللہ تعالی علی بدر تجلی من البطحاء وعلی الہ وصحبہ نجوم الھدی **سیزدہم** نیم صاع کہ گیہوں سے روزے کا فدیہ اور فطر کا صدقہ ہے ایک سو پینتیس ۱۳۵ تولے ہے انگریزی سیر سے کہ اسی روپے بھر ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے آدھ پاؤ کم دو سیر نہ ہوا بلکہ تین چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا کم دو سیر جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی جلد ثانی کتاب الصوم میں مشرحا بیان کیا ہے اور یہ فتوی تحفہ حنفیہ عظیم آباد میں چھپ بھی گیا ہے اور بریلی کے سیر سے کہ پورے سو روپے بھر کا ہے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے کا ہے پونے ڈیڑھ سیر فاحفظ ولا تزل **چہاردہم** جس نے بعذر شرعی روزہ نہ رکھا اُسے دقت نہ ہو تو حرمت ماہ مبارک کے لحاظ سے حتی الوسع چھپا کر کھانا پینا چاہیے مگر کسی روزہ دار کے سامنے کچھ نہ کھانے کا مطلقا وجوب محتاج دلیل ہے **پانزدہم** کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیا کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا نہ مرغوب طبع اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا یونہیں روزہ توڑنا عمدا حقنہ وغیرہا اشیائے مذکورہ ما بعد کو بھی شامل مگر اُس میں کفارہ نہیں نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے جبکہ نہ یہ صاحب عذر تھا نہ اُس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہوجائے نہ توڑنا کسی کے جبر و اکراہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو درمختار میں ہے ثم انما یکفر ان نوی لیلا ولم یکن مکرھا ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض ردالمحتار میں ہے قولہ مسقط ای سماوی لاصنع لہ فیہ ولا فی سببہ رحمتی نوی اشتہاری مطلق

احکام سب غلط ہیں **شانزدہم** کفارے میں شرعاً ترتیب ہے سب میں پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اُس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ ساٹھ مسکین کما نص اللہ تعالٰی علیہ فی اٰیۃ الظہار غلام آزاد کرنا تو شاید اشتہار میں اس لیے مذکور نہ ہوا کہ یہاں غلام کہاں مگر روزوں اور ساٹھ مسکینوں میں ترتیب نہ رکھنا صحیح نہیں یہ اگر جہل نہ ہو تو سخت تر ہے کہ تجہیل و تضلیل ہے **ہفدہم** حلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک اُس سے انزال نہ ہو درمختار میں ہے استمنی بہ ولم ینزل لم یفطر تو یہ اطلاق بھی غلط ہے **ہیجدہم** قصداً قے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا مگر جبکہ روزہ یاد ہونے کی حالت میں مونھ بھر کر ہو ردالمحتار میں ہے لافطر فی الکل علی الاصح الّا فی الاعادۃ والاستقاء بشرط الملاء مع التذکر شرح الملتقی **نوزدہم** مفطرات غیر مکفرات مثل حقنہ وغیرہا کا مطلقاً دوبارہ کرنا موجب کفارہ نہیں جب تک بقصد معصیت نہ ہو درمختار میں ہے کل ما انتفی فیہ الکفارۃ محلہ ما اذا لم یقع ذٰلک منہ مرّۃ بعد اخرٰی لاجل قصد المعصیۃ فان فعلہ وجبت زجرا لہ اور اس عبارت سے اگرچہ علامہ طحطاوی نے یہ استظہار کیا کہ دو ہی بار کرنے میں کفارہ واجب کردیں گے اور علامہ شامی نے اسے نقل کرکے مقرر رکھا مگر اس معنی پر جزم انھیں بھی نہیں اتنا ہی فرمایا ہے ظاہرہ انہ بالمرۃ الثانیۃ تجب الکفارۃ ولو حصل التفاصل بایام اور فقیر کے نزدیک یہ ہنوز محتاج مراجعت ہے اگر یہ مراد ہوتی تو مرۃ اخرٰی کہنا کافی تھا مرۃ بعد اخرٰی ظاہراً بار بار تکرار کی طرف ناظر ہے فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم **بستم** حاملہ کو بھی مثل مرضعہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت اُسی حالت میں ہے کہ اپنے یا بچے کے ضرر کا صحیح اندیشہ غلبۂ ظن کے ساتھ ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ اشتہار نے زعم کیا **بست و یکم** جب رکعات تراویح میں اختلاف پڑے کہ بیس پڑھیں یا اٹھارہ تو اس میں نہایت کثرت سے مختلف صورتیں ہیں اُن کی تمام تر تفصیل اور اُن کے اصول کی تاصیل اور ان کے احکام کی تحقیق و تحصیل فقیر نے تعلیقات ردالمحتار میں ذکر کی یہاں اجمالاً اتنا گزارش کہ نہ مطلقاً اختلاف امام و قوم کی حالت میں مقتدیوں کو دو رکعت پڑھنے کا حکم نہ مطلقاً تنہا تنہا پڑھنے کا حکم نہ یہ حکم مطلقاً امام کو کسی عدد پر یقین نہ ہونے کے ساتھ خاص مثلاً مقتدیوں کو یقین ہے کہ بیس ہوگئیں اور امام کو شک یا اٹھارہ کا یقین ہی ہے تو مقتدی اصلاً دو رکعت نہ پڑھیں گے نہ جماعت سے نہ تنہا کہ جب انھیں تراویح کامل ہوجانے کا یقین ہے تو اب انھیں امام کے شک یا یقین سے زیادت کا کیونکر حکم ہوسکتا ہے اپنے جزم پر غیر کا جزم بھی حاکم نہیں ہوسکتا نہ کہ شک ردالمحتار میں ہے لو تیقن الامام بالنقص لزمہم الاعادۃ الامن تیقن منہم بالتمام فتح القدیر میں ہے لان یقینہ لا یبطل بیقین غیرہ اور اگر مقتدیوں کو ۱۸ کا یقین ہے اور امام کو بیس کا شک تو خود امام بھی دو اور پڑھے گا اور یقین مقتدیان کی اقتدا کرے گا اور جماعت سے پڑھی جائیں گی درمختار میں ہے لو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم فتح القدیر میں ہے فان اعاد الامام واعادوا معہ مقتدین بہ صح اقتداؤہم **بست و دوم** حافظ کہ ایک بار ختم کرچکا اب دوسری تاریخوں میں دوسری جگہ سنانا چاہتا ہے جہاں ابھی لوگوں نے قرآن عظیم نہیں سُنا ہے تو مذہب صحیح و معتمد پر اس کے عدم جواز کی اصلاً کوئی وجہ نہیں نہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہونے کے کوئی معنی ظاہر ہے کہ ان راتوں میں وہ بھی تراویح ہی پڑھے گا نہ کہ نفل محض

تو ضرور تراویح کا امام ہوسکتا ہے اور جب امام تراویح ہوسکے گا تو دوبارہ قرآن عظیم پڑھنے سے کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے اور جب اس سے ممنوع نہیں تو بلاشبہہ جو کچھ قرآن عظیم اُس میں پڑھے گا وہ تراویح صحیحہ مسنونہ ہی میں ہوگا پھر ثواب نہ ملنا یعنی چہ اور اس کی یہ تعلیل کہ وہ اب نفل سنا تا ہے اور مقتدی واجب سننا چاہتے ہیں اُس سے زیادہ فاسد و علیل۔ تراویح میں پہلا ختم بھی واجب نہیں صرف سنت ہی ہے اور دوبارہ ختم کرنا اگرچہ حافظ پر سنت موکدہ نہ تھا مگر یہ قبل ایقاع ہے بعد وقوع سنت درکنار جتنا پڑھے گا فرض ادا ہوگا کہ نماز میں فرض ابتدائی اگرچہ ایک ہی آیت ہے مگر سارا قرآن عظیم اگر ایک رکعت میں پڑھے سب فرض ہی واقع ہوتا ہے لانہ فرد ما تیسر من القرآن ولہذا اگر سورت بھول کر رکوع میں چلا جائے پھر رکوع میں یاد آئے تو حکم ہے کہ رکوع کو چھوڑے اور کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے حالانکہ ضم سورت صرف واجب تھا اور واجب کے لیے رفض فرض جائز نہیں جیسے قعدہ اولی بھول کر جو سیدھا کھڑا ہوجائے اب اُسے عود حلال نہیں کہ قعدہ واجب تھا اور قیام فرض ہے مگر سورت جو پڑھے گا یہ بھی فرض واقع ہوگی تو فرض کے لیے رفض فرض ہوا ولہذا اگر کھڑا ہو کر سورت پڑھے اور اس خیال سے کہ رکوع تو پہلے کرچکا ہوں دوبارہ رکوع نہ کرے نماز باطل ہوجائے گی کہ فرض کے لیے جو فرض چھوڑ گیا وہ جاتا رہا تو اس پر فرض تھا کہ دوبارہ رکوع کرتا ردالمحتار میں ہے فی المبتغی لوسہا عن السورۃ فرکع یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ اھ فی البحر انہ اذا عاد وقرأ السورۃ صارت فرضا فقد عاد من فرض الی فرض لان کل فرض طول یقع فرضا اھ ملتقطا ایک بار ختم کرکے دوسری راتوں میں دوسرا ختم نئے لوگوں کو سنانا تو نہایت صاف امر ہے اگر بالفرض کوئی شخص آج اپنی تراویح پڑھ کر آج ہی رات اور لوگوں کی امامت تراویح میں کرے اور قرآن عظیم سنائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس قرآن سننے کا ثواب نہ ہوگا روایت مختارہ امام قاضی خاں پر تو ظاہر ہے کہ وہ متنفل محض کے پیچھے تراویح کی اقتدا بلاکراہت جائز مانتے ہیں صرف امام کے حق میں کراہت کہتے ہیں اگر نیت امامت کرے ورنہ اس پر بھی کراہت نہیں خانیہ میں فرمایا لوصلی العشاء والتراویح والوتر فی منزلہ ثم ام قوما اٰخرین فی التراویح ونوی الامامۃ کرہ ولایکرہ للقوم ولو لم ینو الامامۃ و شرع فی الرکوع واقتدی بہ الناس فی التراویح لم یکرہ لواحد منہما اور روایت مختارہ امام شمس الائمہ سرخسی پر اگرچہ یہ ناجائز ہے اور ان لوگوں کی تراویح نہ ہوں گی لان التراویح سنۃ مستقلۃ شرعت بوجہ مخصوص فلاتتادی الابہ اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے عالمگیریہ میں محیط سے ہے الامام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز اُسی میں جامع المضمرات شرح قدوری سے ہے الفتوی علی ذلک جوہرہ نیرہ میں ہے لوصلی امام التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال قال ابوبکر الاسکاف لایجوز وقال ابونصر یجوز لاھل المسجدین واختار ابواللیث قول الاسکاف وھو الصحیح نیز ہندیہ میں محیط سے ہے لوصلی التراویح مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ اووترا اونافلۃ الاصح انہ لایصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ مخالف لعمل السلف مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نماز ہی نہ ہوگی تراویح ادا نہ ہوناادا ہونا اور بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات الاتری انہ انما علل بالکراھۃ ومخالفۃ الماثور وھما لاینفیان الاقتداء و لایفسدان الصلاۃ تو وہ نماز اگرچہ تراویح نہیں یقیناً نماز صحیح و نفل محض ہے اور نفل محض میں بھی استماع قرآن فرض ہے

اور اس ادائے فرض پر ثواب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو قرآن سننے کا ثواب یہاں بھی ہے ہاں روایت مفتی بہا پر اس صورت خاصہ میں یعنی جبکہ امام اپنی تراویح پڑھ کر اُسی رات اوروں کی امامت کرے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تراویح میں ختم قرآن کا انھیں ثواب نہ ملے گا کہ یہ تراویح نہیں اور صورت اولٰی میں تو اس کی طرف بھی اصلاً راہ نہیں کہ وہ نماز بلاشبہہ تراویح اور وہ ختم ختم فی التراویح ہے بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی خزانۃ الروایات سے ناقل ہیں قال السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ وختم ثانیا بغیر ھذا القوم لایخرج ھذا القوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار له نفلا فید رکون ثواب صلاۃ النفل ولایدرکون ثواب صلوٰۃ التراویح ظاہر ہے کہ اس کا مبنٰی وہ قول ضعیف ہے کہ جب ختم قرآن ہوجائے تو تراویح سنّت نہیں رہتیں کما یفصح عنه قوله یدرکون ثواب صلاۃ النفل وقوله لایدرکون ثواب صلاۃ التراویح اور یہ قول ضعیف ونامأخوذ ہے اصح ومعتمد ومعمول یہی ہے کہ ختم اگرچہ ہوجائے تراویح سارے ماہ مبارک میں سنّت مؤکدہ ہیں اسی پر جوہرہ میں جزم کیا اور اسی کو سراج وہاج میں اصح کہا عالمگیریہ میں ہے لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشر اوالحادی والعشرین لایترك التراویح فی بقیۃ الشھر لانھا سنۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ الاصح انه یکرہ له الترک کذا فی السراج الوھاج تو اب اس سے عدول کا اختیار نہ رہا فتاوٰی خیریہ جلد اول میں فرمایا انت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لایعدل عنه الی غیرہ اسی کی جلد ثانی میں فرمایا حیث ثبت الاصح لایعدل عنه خود مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا مفتی بہ ومختار محققین آنست کہ تراویح سنت علیحدہ است وختم سنت علیحدہ ہیچ ازیں ہر دو تابع دیگر نیست پس بعد ختم سنیت تراویح باقی خواہد ماند چنانکہ بود با وصف اس جاننے کے پھر مفتی بہ سے عدول ہرگز روانہ تھا اور اس سے بچنے کے لیے مولوی لکھنوی صاحب کی یہ توجیہ کہ قول مفتی بہ پر اگرچہ تراویح از ذمۂ مقتدیان ساقط خواہد شد چہ در سنّت تراویح امام ومقتدی ہر دو برابر اند لیکن در سقوط ختم اشکالیست چہ فقہا در باب اقتدا ضعف نماز امام را اگرچہ بیک رکن باشد مانع اقتدا می نویسند چنانچہ در درمختار وغیرہ مذکورست اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لابعدہ فیما یتغیر لانه اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدۃ لواقتدٰی فی الاولیین اوالقرأۃ لواقتدٰی فی الاخریین انتھی دریں صورت باوجودیکہ امام ومقتدی ہر دو تحریمہ فرض بستہ ضعف یک جزو از اجزاء نماز امام حکم بفساد اقتدا دادہ شد پس بنائً علیہ درصورت سوال ہم حکم بعد سقوط ختم از مقتدیان دادہ خواہد شد وہمیں امر از عبارت سغناقی مفہوم می شود ہرگاہ در باب سقوط ختم وعدم سقوط آں اختلاف واقع شد پس امام را لازم کہ ختم ثانی را مع تراویح برخود نذر کردہ گیرد وگوید ﷲ ان اختم القرآن فی صلاۃ التراویح تا ختم او واجب شود واقتدائے مقتدیان درست شود چنانچہ در خزانۃ الروایہ تفصیل آں مذکورست واللہ اعلم حررہ محمد عبدالحی عفا عنه انصافاً شطرنج میں اضافہ بغلہ سے بہتر نہیں اوّلاً سنن ونوافل میں اضعفیت مانع صحت بنا نہیں ہوسکتی ورنہ جسطرح عاری کے پیچھے لابس کی نماز نہیں ہوسکتی یوہیں کلاہ پوش کے پیچھے عمامہ بند کی نماز نہ ہوسکے کہ وہ سنیت میں مقتدیوں سے اضعف ہے ثانیاً یہ مان کر کہ مقتدیوں کے ذمہ سے تراویح ساقط ہوجائیں گی پھر یہ فرمانا کہ امام پر نذر ماننا لازم تاکہ اقتدائے مقتدیان درست ہو صریح

تناقض ہے **ثالثاً** عبارت سغناقی کا ہرگز یہ مفاد نہیں کہ باوصف صحت تراویح صرف اس بناپر کہ امام ایکبار ختم کرچکا ہے مقتدیوں کے ذمہ سے ختم ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کا مبنٰی صراحۃً وہی تھا کہ تراویح ختم کے لیے تھیں جب ختم ہوچکا تراویح بھی ختم ہوگئیں تو امام نفل محض پڑھ رہا ہے اور متنفل کے پیچھے تراویح ادا نہیں ہوتیں ولہذا تصریح کی کہ ثواب نفل پائیں گے ثواب تراویح نہ پائیں گے یہ مفاد اُس مفاد کے صریح مضاد ہے نہ کہ باہم اتحاد رابعاً شرع سے معلوم ہے کہ جماعت نفل بہ تداعی مشروع نہیں اور تراویح با جماعت وارد ہوئیں تو وجہ متوارث ماثور پر مقتصر ہوں گی اور وہ یوہیں ہے کہ امام و مقتدی سب نیت تراویح کرتے یہاں ضعف اقوی کو دخل نہیں ولہذا اوپر تصحیح گذری کہ تراویح جس طرح متنفل کے پیچھے ساقط نہ ہوں گی یوہیں مفترض کے پیچھے بھی ادا نہ ہوں گی حالانکہ مفترض یقیناً اعظم قوت پر ہے تو جب تک دلیل صریح سے ثبوت نہ دیا جائے کہ امام کا ایکبار ختم کیے ہوئے ہونا بھی ماثور و متوارث کے خلاف ہے اس پر اس کا قیاس محض بے معنی ہے بالجملہ متنفل کے پیچھے تراویح نہ ہونا تو ضرور منقول بلکہ اُس پر فتوائے فحول اور ایکبار ختم قرآن پڑھ لینے کے باعث حافظ کا امامت دیگراں سے معزول ہونا کہیں منقول نہیں اور آپ کی اپنی رائے بے نقل صحیح حجت و مقبول نہیں خامساً بلکہ امر بالعکس ہے خود اسی خزانۃ الروایات میں کنز الفتاوی سے منقول رجل امّ قوما فی التراویح وختم فیھا ثم امّ قوما اٰخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولھم ثواب الختم یہ صریح جزئیہ ہے اور آپ کے خیال کا صاف رد اور قاضی گجراتی کا ارشاد کہ ھذا الکتاب غیر مشھور بین العلماء فلا وثوق بہ مسلم نہیں صاحب کنز الفتاوی امام احمد بن محمد بن ابی بکر حنفی مصنف مجمع الفتاوی وخزانۃ الفتاوی ہیں کشف الظنون میں انھیں بلفظ شیخ و امام وصف کیا حیث قال کنز الفتاوی للشیخ الامام احمد بن محمد صاحب مجمع الفتاوی الحنفی سادساً ہم عنقریب واضح کرتے ہیں کہ نذر سے بھی عقدہ کشائی نہ ہوگی امثال فاضل لکھنوی کے قال ابوحنیفۃ کذا والحق کذا فرمانے والے ہیں مصنف خزانۃ الروایۃ ایک متاخر ہندی قاضی جگن گجراتی کی ایسی تقلید سخت عجیب و بعید ولکن اللہ یفعل مایرید والحمد للہ علی اراءۃ السبیل السدید واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **بست وسوم** اگر وہ مسئلہ و تعلیل قبول کرلیے جائیں تو حافظ مذکور اگر نذر بھی مان لے کہ میں تراویح مع جماعت وختم قرآن ادا کروں گا تو اب بھی کار برآری مسلم نہیں کہ مقتدیوں پر وجوب اصلی تھا اور نذر کا وجوب عارضی ہے اور وہ وجوب اصل سے اضعف ہے تو اضعف پر اقوی کی بنا صحیح نہیں فتح اللہ المعین پھر طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے بناء القوی علی الضعیف انما یمنع اذا کانت القوۃ ذاتیۃ فلو عرضت بالنذر کما ھنا فلا ومن ھنا قال فی شرح المنیۃ النذر کالنفل اور ضعیف نہ بھی مانیے تو سبب وجوب مختلف ہیں جب بھی بنا صحیح نہ ہوئی جیسے ناذر ناذر کی اقتدا نہیں کرسکتا بلکہ ناذر مفترض کی اقتدا نہیں کرسکتا حالانکہ فرض اقوی ہے تو سبب وہی کہ سبب جدا ہے درمختار میں ہے لایصح اقتداء ناذر بمفترض ولا بناذر لان کلا منھما کمفترض فرضا اٰخر الا اذا نذر احدھما عین منذور الاٰخر للاتحاد اھ مولوی صاحب نے یہاں بھی فاضل لکھنوی کا اتباع کیا اور فاضل لکھنوی نے حسب حوالہ خود قاضی جگن ہندی کا والحق احق ان یتبع **بست وچہارم** تحقیق یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے اور تراویح تنہا وہ تو جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے اور جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں اگرچہ تراویح جماعت

سے پڑھی ہوں وہ وتر کی جماعت میں داخل نہیں ہوسکتا وقد حققناہ فی فتاوٰنا بما یکفی ویشفی درمختار میں ہے لو لم یصل التراویح بالامام یصلی الوتر معہ جامع الرموز میں ہے لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر ردالمحتار میں ہے اما لو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی فقہائے کرام سے اس کی ممانعت ہی نقل کی اگرچہ صرف اس بنا پر کہ اس کی وجہ اپنی سمجھ میں نہ آئی اپنی خاص رائے مخالف بتائی اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں در قنیہ از عین الائمہ و در تاتارخانیہ از علی بن احمد رحمہ اللہ تعالٰی مرقوم کہ ہر کہ فرض باجماعت ادا نہ کردہ باشد وتر ہم بجماعت ادا نہ سازد وہمچنیں در غنیہ وغیرہا مذکور است لیکن کدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم می شود انتہی امام عین الائمہ کرابیسی و امام علی بن احمد وقنیہ وغنیہ وجامع الرموز وردالمحتار کے نصوص صریحہ کے مقابل صرف آپ کی معلوم نمی شود پر عمل کی کوئی وجہ نہیں کما لایخفی بست و پنجم بارہ برس سے کم عمر کی تخصیص نہیں بلکہ صحیح ومختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز جائز نہیں اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو امامت بالغین کے لیے بلوغ شرط ہے خواہ یہ ظہور آثار مثل احتلام و انزال خواہ بتمامی پانزدہ سال درمختار میں ہے۔ لایصح اقتداء رجل بصبی مطلقا ولا فی نفل علی الاصح بست و ششم آیت سجدہ کہ نماز میں تلاوت کی جائے سجدہ فوراً واجب ہے اگر تین آیت کی تاخیر کی گنہگار ہوگا پھر اگر عمداً سجدہ نہ کیا نہ معاً رکوع کردیا کہ سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہوجاتا تو اس کی اصلاح سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی کہ وہ سجدہ سہو ہے نہ سجدہ عمد اور اگر سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا اور حرمت نماز سے باہر نکل گیا تو اب بھی سجدہ سہو نہیں ہوسکتا کہ حرمت سے خروج جیسا مانع سجدہ تلاوت ہے یونہیں مانع سجدہ سہو۔ ہاں اگر حرمت نماز میں باقی ہے کلام نہ کیا اٹھ کر چلا نہ گیا اور یاد آیا تو سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں کرے اور سجدہ سہو صرف اسی صورت سے خاص نہیں بلکہ اگر سجدہ تلاوت نماز میں کیا مگر سہواً بتاخیر مثلاً دوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدہ تلاوت چاہیے تھا اور اب ادا کیا جب بھی سجدہ سہو کا حکم ہے اگرچہ سجدہ تلاوت نماز میں ادا ہوگیا درمختار میں ہے ھی علی التراخی ان لم تکن صلویۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منھا ویاثم بتاخیرھا ویقضیھا ما دام فی حرمۃ الصلاۃ ولو بعد السلام فتح ردالمحتار میں ہے قولہ ولو بعد السلام ای ناسیا ما دام فی المسجد اسی میں ہے لو اخر التلاوۃ عن موضعھا فان علیہ سجود السھو کما فی الخلاصۃ جازما بانہ لا اعتماد علی ما یخالفہ وصححہ فی الولوالجیۃ ایضا درمختار میں ہے سجود السھو یجب بترک واجب سہوا فلا سجود فی العمد قیل الا فی اربع ردالمحتار میں ہے اشار الی ضعفہ تبعا لنور الایضاح لمخالفۃ المشھور وقد ردہ العلامۃ قاسم بانہ لایعلم لہ اصل فی الروایۃ ولا وجہ فی الدرایۃ بست و ہفتم دربارۂ ہلال تار کی گواہی شرعاً محض باطل و نامعتبر وحققناہ فی فتاوٰنا بما لامزید علیہ نامعتبر شرعی کا درجۂ اعتبار کو پہنچا کیونکر یہاں بھی مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مولوی صاحب لکھنوی نے باآنکہ جابجا خود بے اعتباری تار کی تصریح کی جلد اول صفحہ ۲۳۲ اس باب (یعنی رویت ہلال) میں صرف خبر تار یا تحریر خطی کافی نہیں جب تک کہ بطور کتاب القاضی الی القاضی کی تحریر نہ پہنچے قاعدہ الخط یشبہ الخط کا مشہور ہے ایضاً صفحہ ۲۴۰ بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار وغیرہ

در باب حکم صوم و افطار معتبر نہیں ص۱۰۶ پر یہ لکھا واقعی در بابِ رویت ہلال شہرت اخبار معتبر ست اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آں جا رویت شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نہ شود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت اُس کی شہرت ہوجانے سے یہ تو مراد ہو نہیں ہوسکتی کہ جب اس شہر میں خبر مشہور ہوگئی کہ فلاں جگہ سے "تار آیا ہے تو اب وہی "تار جس کی خبر شرعاً ناکافی اور حسبِ ضوابط فقہیہ نامعتبر تھی معتبر ہوجائے گا اسے تو کوئی عاقل گمان نہ کرے گا ورنہ کسی فاسق فاجر شراب خوار زناکار کی خبر شہر میں اُڑ جائے کہ وہ اپنا چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو چاہیے کہ معتبر ہوجائے حالانکہ تار اُس سے بھی زیادہ بے اعتبار کہ فاسق اہل شہادت ہے ولہذا اگر حاکم شرع اُس کی شہادت قبول کرلے حکم صحیح ہوجائے گا اگرچہ حاکم آثم ہو نص علیہ فی الفتح والبحر والدر وغیرھا من الاسفار الغر اور تار تو اصلاً اہلیت شہادت نہیں رکھتا ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اُس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائے گا اور یہ اُس استفاضہ و شہرت میں داخل ہوگا جسے فقہائے کرام نے دربارہ رویت معتبر رکھا ہے مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں کہ یہاں بھی تار بابو اُن سب تاروں کا ناقل ہوگا حالانکہ اُن میں اکثر کفار ہوتے ہیں تو یہ استفاضہ مخترعہ اُس سے بھی بدتر ہوگا کہ ایک فاسق فاجر سر بازار پکارتا پھرے کہ فلاں شہر میں لاکھ آدمیوں نے چاند دیکھا ہے کیا اسے استفاضہ کہیں گے حاشا وکلا اور جہاں تار گھر متعدد بھی ہوں اور فرض کریں کہ ہر آفس میں اُس شہر سے خبر آئی تو کیا چند کافر یا فاسق یا مجہول آکر کہہ دیں کہ فلاں جگہ کے فلاں فلاں مسلمان نے ہم سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا تو یہ حکایت محضہ تا حد استفاضہ پہنچے گی استغفر اللہ تار والا تو بے چارہ اتنی بات کا بھی گواہ نہیں اُس نے تو تار میں ایک حرکت پائی اور اُس سے کچھ حروف مصطلحہ سمجھے جو نہایت جلدی میں کمال بے حزمی کے ساتھ ایک کاغذ پر لے کر چپراسی کے حوالے کیے حرکت دینے والے بھی خود رویت ہلال والے نہ تھے وہ وہاں کے بنگالی بابو یا ہندو یا نصاری وغیرہم تھے اُن کے پاس چاند دیکھنے والے خود نہ آئے ایک پرچے پر لکھ کر یا خود انگریزی نہ جانی تو کسی ہندو وغیرہ کفار سے انگریزی کرا کر کسی نوکر چاکر یا راہ چلتے کے ہاتھ تار آفس میں بھیج دی وہ وہاں کا بابو یہاں بھیج دے گا اُس کی بلا کو بھی غرض نہیں کہ جس کے نام سے تار جاتا ہے خود وہ بھیجتا بھی ہے یا کسی نے محض جھوٹ اُس کی طرف سے تار دلوایا ہے ایسے نفیس سلسلے کی خبر اگر شرع معتبر کرلے تو قیامت ہے یہ تو تار کے مہملات ہیں زبانوں کی کہی ہوئی خود ہمارے آگے مسلمانوں کی ادا کی ہوئی ہزار افواہ بازار ہرگز استفاضہ شرعیہ نہیں جب تک پایہ ثبوت و تحقیق کو نہ پہنچیں پھر متعدد تاروں سے سوا اس کے کہ گورنمنٹ کے خزانے میں چند روپے داخل ہوگئے اور کیا نتیجہ۔ یہاں جو استفاضہ شرع نے معتبر فرمایا اُس کے معنی معلوم کیجئے ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی معنی الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منھم یخبر عن اھل تلک البلدۃ انھم صاموا عن رؤیۃ لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعۃ کما قد تشیع اخبار یتحدث بھا سائر اھل البلدۃ ولا یعلم من اشاعھا فمثل ھذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت بہ حکم اھ قلت وھو کلام حسن ویشیر الیہ قول الذخیرۃ اذا استفاض وتحقق فان التحقق لایوجد بمجرد الشیوع دیکھیے استفاضہ اس کا نام ہے کہ اُس شہر سے متعدد جماعات آئیں اور سب یک زبان خبر دیں کہ وہاں

رویت ہوئی اور روزہ چاند دیکھ کر رکھا ہے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہوں کان رکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتیں نہ کہ اُن سے کسی حکم شرعی کا اثبات۔ انصاف کیجیے تو تار کی یہی حالت ہے شہر والے ہرگز یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی تار کے فارم کس نے لکھے تار بابو کو فارم دینے کون گیا وہاں کا تار بابو کون تھا یہاں کون ہے چپراسی کہ دے گیا کون تھا تو وہی رہا کہ لا یعلم من اشاعہ اور استفاضہ لغوی کے ساتھ وتحقق متحقق نہ ہوا کہ استفاضہ شرعی ہوتا اور یہیں سے ظاہر کہ انتظام زمانۂ حال جس پر مولوی لکھنوی صاحب نے اعتماد واتکال کیا یہاں کچھ بھی بکار آمد نہیں انتظام اس کا ہے کہ تار جو دیا جائے اپنی تین مقررہ میعادوں پر بھیج دیا جائے گا اُس میں فرق نہ آئے گا مکتوب الیہ ملا تو اُسے پہنچا دیا جائے گا آفس کی غلطی سے نہ پہنچا تو محصول اتنی مدت تک واپس دیا جائے گا۔ یہ انتظام اصلاً نہیں کہ تار دینے جو آئے اُس کی شناخت لی جائے کہ آیا وہی ہے یا دوسرا شخص غلط سلط اُس کے نام سے دیتا ہے نہ اس کا انتظام ہے کہ فارم لکھنے والے نے کلام قائل کا صحیح ترجمہ کیا ہے یا اُس نے کچھ کہا اور یہ تار کے تنگ لفظوں میں اُسے ادا نہ کر سکا یا محصول کے بچاؤ کو مطلب ناقص رہ گیا نہ اس کا انتظام ہے کہ تار دینے لینے پہنچانے والے عادل ثقہ متقی ہونا درکنار مسلمان ہی ہوں پھر انتظام مذکور نے کیا کام دیا باقی تفصیل فتاوائے فقیر میں ملاحظہ ہو اوران تمام خرابیوں سے قطع نظر کیجئے تو قبول استفاضہ جس امر پر مبنی تھا یہاں عادۃً بلاد میں سرے سے وہ مبنی ہی مفقود ہے مبنی یہ تھا کہ استفاضہ سے اُس شہر میں روزہ ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور شہر عادۃً حاکم شرع سے خالی نہیں ہوتا اور روزہ وعید حکم حاکم اسلام ہی سے ہوا کرتے ہیں تو اس استفاضہ سے معلوم ہوگا کہ اُس شہر میں حاکم شرع نے حکم دیا اور اُس کا حکم حجت شرعیہ ہے لہذا مقبول ہوگا جیسے دو گواہ عادل گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں حاکم شرع کے یہاں شہادتیں گزریں اور اُس نے حکم دیا۔ ردالمحتار میں ہے الاستفاضۃ لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اھل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا لان البلدۃ لاتخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلابد من ان یکون صومھم مبنیا علی حکم حاکمھم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور یہاں عامۂ بلاد میں نہ حاکم شرعی نہ لوگ پابند احکام شرعی پھر استفاضہ ہوا بھی تو کیا وحسبنا اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ **بست و ہشتم** مسئلہ اختلاف مطالع کی تحقیق اعلی وجہ انیق پر بحمد اللہ تعالٰی بیان ہو چکی جس سے روشن کہ وہ اصلاً کبھی کسی ہلال میں معتبر ہونے کے قابل نہیں مصطفے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک ارشاد انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر ھکذا وھکذا الحدیث مطلقاً اُس کے ابطال واہمال کو کافی ووافی کہ اس کی بنا پر ہر مہینے میں انھیں حسابات غیر مضبوط پر ہے جن کو شرع مطہر کب سے ساقط النظر فرما چکی مگر دربارۂ ہلال اضحی علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو براہ بشریت ایک اشتباہ واقع ہوا اور انھیں گمان گزرا کہ یہاں اُس کا اعتبار چاہیے وہ خود بھی اسے مسئلہ مذہب نہیں بتاتے صرف اپنی ایک رائے کہتے اور تصریح فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے کسی کتاب میں نہ دیکھا اور اس کی بناء دو بلکہ ایک ہی امر پر کرتے ہیں اگر وہ اپنے اس خیال کا منشا ظاہر نہ فرماتے تو شبہہ رہتا کہ شاید یہاں کوئی دقیقہ ہو مگر الحمدللہ کہ اُن کے بیان نے امر واضح کر دیا اُن دونوں امر میں علامہ شامی کی رائے سامی سے لغزش ہوئی ہے تو اُن کے اتباع کی طرف ہرگز سبیل نہیں امر اول یہ فرمایا کہ اختلاف مطالع صوم میں تو اس لیے نامعتبر ہوا تھا کہ حدیث نے اُسے مطلق رویت سے متعلق فرمایا تھا جب کہیں چاند

دیکھا گیا رویت ہوگئی بخلاف اضحیہ کہ اس کا ویسا تعلق وارد نہیں دوم یہ کہ کلام علما سے کتاب الحج میں مفہوم ہوتا ہے کہ دربارہ حج اختلاف مطالع معتبر ہے تو اگر بعد وقوف گواہ گزریں کہ آج دسویں تھی قبول نہ کی جائے گی ردالمحتار میں فرمایا لایعتبر اختلافها بل یجب العمل بالاسبق رؤیۃ وھو المعتمد عندنا وعند المالکیۃ والحنابلۃ لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤیۃ فی حدیث صوموا لرؤیتہ

تنبیہ یفھم من کلامھم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمھم شیئ لو ظھر انہ رؤی فی بلدۃ اخری قبلھم بیوم وھل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحجاج لم ارہ والظاھر نعم لان اختلاف المطالع انما لم یعتبر فی الصوم لتعلقہ بمطلق الرؤیۃ وھذا بخلاف الاضحیۃ فالظاھر انھا کاوقات الصلوۃ یلزم کل قوم العمل بما عندھم **اقول** دونوں صحیح نہیں الحمدللہ دربارہ اضحیہ بھی ویسی ہی حدیث وارد ہے جیسی صوم وافطار میں تھی شرع نے اُسے بھی مطلق رؤیت سے ویسا ہی متعلق فرمایا ہے جیسا اُن دونوں کو سنن ابی داؤد شریف میں امیر مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قال عھد الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہ وشھد شاھدا عدل نسکنا بشھادتھما ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ رویت پر قربانی کریں پھر اگر ہمیں رویت نہ ہو اور دو گواہ عادل گواہی دیں تو اُن کی گواہی سے قربانی کرلیں امام دارقطنی نے فرمایا ھذا اسناد متصل صحیح اور حج میں ردشہادت نہ بربنائے اعتبار اختلاف ہے ورنہ مہینہ بھر سے کم فاصلہ کی رویت گواہ بیان کریں تو مقبول ہو حالانکہ علما مطلقاً رد فرماتے ہیں بلکہ اس کی وجہ دفع حرج ہے جیسا کہ لباب وشرح لباب میں تصریح ہے یعنی ہزارہا کوس کے فاصلوں سے تمام اقطار واطراف زمین سے لاکھوں بندہ خدا حج کے لیے حاضر ہوئے اب کہ وقت گزر گیا گواہ گواہی دینے آئے کہ تم نے دسویں کو وقوف عرفہ کیا تمہارا حج نہ ہوا کتنا بڑا حرج عظیم ہے لاکھوں بندوں کے کروروں روپے کا خرچ اور جانوں کی مشقتیں سب برباد گئیں اب یا تو سال بھر اور یہ تمام لشکر ہائے عظیم الشان مکہ معظمہ میں پڑے رہیں کہ نہ انھیں روٹی نصیب ہو نہ اہل مکہ کے لیے دانہ بچے یا حکم دیا جائے کہ سب اپنے وطنوں کو واپس جاکر ویسے ہی کروروں کے خرچ اور جانوں کی مشقت سے پھر سال آئندہ حاضر ہوں ان دونوں آفتوں سے اُن دونوں گواہوں کا [illegible] آسان تر ہے وقد قال اللہ تعالٰی ماجعل علیکم فی الدین من حرج ولہذا وہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ اگر وقت ہنوز باقی اور تدارک ممکن ہے گواہی مقبول ہوگی پھر اعتبار اختلاف مطالع کدھر رہا درمختار میں شھدوا بعد الوقوف بوقوفھم بعد وقتہ لاتقبل شھادتھم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشھود للحرج الشدید وقبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرھم والالا خوداسی ردالمحتار میں ہے لوشھدوا بعد الوقوف بوقوفھم قبل وقتہ قبلت شھادتھم بخلاف الشھادۃ بانھم وقفوا بعد یومہ فان التدارک غیر ممکن اصلا فلذا لم تقبل ان تصریحات کے بعد اُس سے اعتبار اختلاف مطالع کی طرف خیال جانا محض شان بشریت ہے کذلک یریکم اللہ ایتہ فی الافاق وفی انفسکم لعلکم تذکرون۔ **بست ونہم** چالیس روپے کو نصاب قرار دینے میں بھی شاید مولوی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا اتباع کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں صحیح چھپن روپے

ہے جیسا کہ جواہر اخلاطی سے ثابت ہے اور ہم نے اپنے فتاوی میں اُسے مفصل ذکر کیا سیم تاریخ ۲۱ و ۲۳ و ۲۵ و ۲۹ کو شب قدر بالاختلاف اور ۲۷ رمضان کو شب قدر بالاتفاق۔ فرماتے ہیں شاید اتفاق سے مراد قول جمہور ہو اگرچہ بالاختلاف سے اُس کا مقابلہ سخت موہم خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اُن تاریخوں میں شب قدر ماننے والوں کے نزدیک ایک رمضان میں دو دو شب قدر ہوں ایک اُن کے قول خاص کے مطابق اور دوسری ۲۷ کو قول متفق علیہ کے موافق۔ یونہی اس اشتہار میں اغلاط بکثرت ہیں مگر بعد ایام مبارک اگر انصاف وہدایت مطلوب ہو تنبیہ[۳] کو کیا کم ہیں واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

دَرْءُ القبح عن درک وقت الصبح

۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ

از بازار لال کُرتی کیمپ میرٹھ مرسلہ شیخ محمد احسان الحق حنفی قادری ۱۴ رمضان ۱۳۲۶ھ کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ شریعت میں صبح صادق کا کوئی کلیہ قاعدہ ہے جس کے ذریعہ سے معلوم ہو جایا کرے کہ صبح صادق فلاں وقت ہوتی ہے اور آنکھوں سے دیکھنے کی کچھ ضرورت نہ رہے یا کوئی حساب ور کلیہ قاعدہ نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھنے ہی پر منحصر ہے۔ اگر قاعدہ کلیہ نہیں ہے تو مفتاح الصلاۃ میں جو بحوالہ خزانۃ الروایات لکھا ہے کہ رات کا ساتواں حصہ فجر ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شریعت مطہرہ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ نے نماز وروزہ وحج وزکوۃ وعدت وفات وطلاق ومدت حمل وایلاد واجیل عنین ومنتہائے حیض ونفاس وغیر ذلک امور کے لیے یہ اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوع صبح وشمس وغروب شمس وشفق ونصف النہار ومثلین وروز وماہ وسال اُن سب کے ادراک کا مدار رویت ومشاہدہ پر ہے ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا ہاں رویت ومشاہدہ ان سب کے ادراک کا سب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لیے اُتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیأت وزیج کی تکلیف انہیں نہیں دی جاسکتی انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لیے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لیے حکیم رحیم عزجلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کرکے خواص وعوام سب اوقات مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کر سکیں کما قال تعالٰی وجعلنا الیل والنہار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئ فصلنٰہ تفصیلا

وقال تعالٰی یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج وقال تعالٰی کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت ہی پر رہا وہ ہلال ہے کہ ان اللہ امدہ لرؤیتہ اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لیے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لیے باب وضع کیے مگر رویت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجات ارتفاع یا بعد سوا یا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود اُن میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے اسی لیے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں اور سالانہ المناک میں ہر روز کے لیے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع واستقبال وتربیع ایمن والیسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا وقت نہیں دیتے وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے وقول اولی التوقیت لیس بموجب اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے اُن کے بارہ میں ضوابط کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہوکر وقت کو قوانین علم ہیأت وزیچ کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے منٹ سکنڈ پر واقع ہوگا۔ واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدار کار شمس وقمر کی چال پر ہے اور اُن کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے قال تعالٰی الشمس والقمر بحسبان ۵ وقال تعالٰی ذلک تقدیر العزیز العلیم تو حساب توقطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اُسے راہ نہ تھی وہ مکرر رؤیت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا مثلاً طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا اُفق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ اُن کے جاننے کے لیے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی شہر کا عرض اور جزو شمس کا میل معلوم ہونا ہی اُن کا وقت بتانے کے لیے کافی ووافی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لیے جدول تعدیل النہار تیار کرلیتے ہیں مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو دقت نہ تھی مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کرسکتے تھے جس کی جدول المناک میں دی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۴۵ میل سے ۵۲ میل تک علی الاختلاف بخارات وہوار غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ہوائے غلیظ پھر اُس کے بعد ہوائے صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق

افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب باآنکہ افق حقیقی پر اُس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے یہ انکسار ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ و تاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع و غروب غلط ہوتے ہیں اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً ۳۳ دقیقہ فلکیہ ہے اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان ۳۳ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹ ثانیہ منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب اُفق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا جب قدر انحطاط معلوم ہوئی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت و طالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیأت و زیج میں دیے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکنڈ پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہوسکتا مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد و میل شمس سے اُس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کرکے اُس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لیے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لیے وقت معلوم کرلیتے مگر یہاں بھی وُسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس پر نہ ہو انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا مگر رویت نے انکسار افقی کلی بتایا اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسہ میں دی ہے اُس کے ملاحظہ سے پھر انھیں قوانین نے راہ پائی۔ اور ہر روز کے لیے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا طلوع و غروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب اُفق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجہ نیچے ہوتا ہے یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیأت دانوں پر مخفی رہا رجماً بالغیب باتیں اڑایا کیے صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے کسی نے سترہ درجہ کہا کسی نے اٹھارہ کسی نے اُنیس بتائے اور مشہور ۱۸ ہے اور اسی پر شرح چغمینی نے مشی کی اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمینی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں اُس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیرا اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رویت پر ہے اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا اُنیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین

درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے بلکہ ۱۸ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہوجاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیأت سے آفتاب ہنوز ۳۳ درجے اُفق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اُس کی ابتدا کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸ ہی درجہ زیرِ اُفق پایا ہے اور صبح کاذب کے لیے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اُس میں اور صبح صادق میں ۱۵ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجہ لاجرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے البیاض لایذھب الا قریبا من ثلث اللیل یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کما دل علیہ الحصر اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات ۱۴ گھنٹے اور اُس بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی اُدھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے طلوع کرائے گی تو اس بیان پر لیالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں تو صبح صادق وکاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا روی عن الخلیل انہ قال رأیت البیاض بمکۃ شرفہا اللہ تعالٰی لیلۃ فما ذھب الابعد نصف اللیل ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز اور مکہ معظمہ میں اس کی صبح و شفق مستطیر ڈیڑھ گھنٹا بھی نہیں تو خلیل بن احمد عروضی کی رویت و روایت اگر صحیح ہے تو اُس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اُس قدر میں شک نہیں کہ تین درجے کا قول فاسد و مہجور ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا کما وقع عن الطرابلسی فی البرھان فعدل عن اتباع المحقق ابن الھمام مع شدۃ تاسیہ بہ محض خطا ہے امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیر تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیر پا ہے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اُسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط والی بعض ھذا او نحو منہ اوماء التبیین ثم اقول صبح صادق کے لیے ۱۵ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اُس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیر و بحر الرائق و درمختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کرآتی امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا اُن پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ اُن راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے اب اگر انحطاط صبح صادق ۱۵ درجے ہوتا تو سال کی سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی اُن کو وقت عشا ملتا ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں۔ اُس پر دلیل سنیے

بلغار کا عرض شمالی ساڑھے اونچاس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالغ بیگی اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اُس زمانے میں ساڑھے تیئیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اُس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانسو[1] برس ہوئے کج ل ریعنی ساڑھے ۲۳ درجے ہے، اتنا نیہ زیادہ تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو[2] برس گزرے اور بھی زائد ہوگا اور طوسی کا رصد مراغہ لیجیے تو وہ اپنی ہی زمانہ میں کج لہ کا رہا ہے یعنی ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے خیر اُس کی نہ سنیے اُس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں لیجا ہے تو بلحاظ تناسب کہ اب کج کز یعنی ۲۳° ۲۷′ معہ کسر خفیف ہے اُس وقت کا میل کج کح بالرفع رکھیے یعنی ۲۳° ۲۸′ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل[3] ۱۷ درجے، ۵ دقیقے تھی یا تقریباً ۱۷ درجے کہیے اور انحطاط صبح ۱۵ درجے ہے تو قطعاً یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک اُفق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جبکہ انحطاط اُس سے ترقی کرکے آدھی رات کو سترہ درجے تک پہنچا پھر آدھی رات ڈھلے اُس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵ درجے رہا اُس وقت صبح ہوئی اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا یقیناً اجماعاً وقت عشا تھا تو فوت عشا کیا معنے۔ اور اگر مقدار وقت جاننا چاہو تو عرض شمالی ۴۹° ۳۰′ میل شمالی ۲۳° ۳۳′ = ۲۵° ۵۷′ + بعد سمتی مفروض ۱۰۵ = ۱۳۰° ۵۷′ نصفہ ۶۵° ۲۸′ ۳۰″ جیبہ

۹٫۹۵۸۹۳۶۵ جیب اوّل ۱۰۵ و ۔ نصف مذکور ۳۹° ۳۱′ ۳۰″ جیبہ

۹٫۸۰۳۷۴۰۳ جیب دوم

۰٫۱۸۷۴۵۵۶ قاطع عرض پس ۴۴° ۴۳′ ۱۰″ شروع وقت عشا

۰٫۰۳۷۶۶۷۶ قاطع میل ۲۰ ۱۶ ۱۳ شروع وقت صبح

۹٫۹۸۷۸۹۹۶

یعنی رات کے دس بجکر ۴۳ منٹ چالیس سکنڈ پر مغرب ختم ہوگیا اور ایک بجکر سولہ منٹ بیس سکنڈ پر صبح شروع ہوئی تو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ وقت عشا رہا اور جب اس رات میں جس کا غایۃ الانحطاط خود غایۃ انحطاط یعنی نہایت قلت میں ہے اتنا طویل وقت ملا تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہوجائے گا ہاں جب صبح و شفق کا انحطاط ۱۸ درجے لیجیے تو ۴۹° ۳۰′ + ۱۸° = ۶۷° ۳۰′ باقی ۲۲° ۳۰′ یا تمام العرض ۴۰° ۳۰′ ۔ غایت مفروضہ ۱۸° = ۲۲° ۳۰′ یعنی جس جز کا میل شمالی ساڑھے بائیس درجے یا اُس سے زائد ہوگا اُس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط ۱۸ درجے یا اس سے بھی کم ہوگا جو ظہور بیاض کے لیے کافی ہے تو تمام رات میں ایک آن کو بھی اُفق مظلم ہوکر وقت عشا نہ آئے گا اور اب یہ فقط

---

[1] صد زیج سنہ ضمار رکھا ہے یعنی آٹھ سو اکتالیس ہجری [2] وفات امام حدود ۴۵۰ھ ہجری میں ہے یعنی ۸۴۸ یا ۸۵۲ یا ۸۵۶ میں ۱۲ منہ۔

[3] یعنی دائرہ نصف النہار جانب سمت القدم ۱۲ منہ

راس السرطان ہی پر نہیں بلکہ ۱۴ درجہ جوزا سے ۱۶ درجہ سرطان تک یہی حال رہے گا جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن بلکہ زائد ہوئی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن و مبین (۱) اصل مدار رویت ہے شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ حساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتا سکتی تھی (۲) ہاں رویت نے وہ تجارب صحیحہ دیے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا۔ (۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رویت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع و عقل دونوں ساکت ہیں تو لاجرم جو قاعدہ رویت یا اس کے دیے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع باقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اُس پر مبنی تھا جب مبنی باطل یہ خود باطل، یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انھیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رویت و قوانین عطیہ رویت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹: از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۱ھ

طعام سحری کا جب وقت نہیں رہتا ہے تو در مسجد پر نقارہ بجایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے بعض ناجائز ہے اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب

سحری کا نقارہ اجازت یا ممانعت جس اصطلاح معروف پر مقرر کیا جائے اجازت ہے کہ کہیں ممانعت نہیں در منتقی شرح الملتقی میں ہے ینبغی ان یکون بوق الحمام یجوز کضرب النوبۃ ردالمحتار میں ہے ینبغی ان یکون طبل السحر فی رمضان لایقاظ النائمین للسحور کبوق الحمام تامل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از کوہ الموڑہ رانی دھارہ مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ خاں صاحب سلمہ ۷ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ

سحر و افطار کے نقشے عطا ہوں صاحبزادہ نواب دولھا صاحب مانگتے ہیں ایک دو منٹ کا تفاوت دیکھ لیا جائے گا۔

الجواب

نقشے بھیجتا ہوں الموڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی ۵ ہے یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت ۱ ہے یعنی وقت بریلی سے سوا منٹ بعد لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑیگا اور وہ فرق بتفاوت بلندی متفاوت ہوگا اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً چار منٹ بعد ہوگا اور طلوع اُسی قدر پہلے لہذا جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں ہوسکتا اگر کسی دن کے طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اُس سے حساب کرلوں کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ سید فردوس علی صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

بعد آداب تمنائے قدمبوسی گذارش ہے کہ ۵ رمضان شریف یوم شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر کو افطار روزہ ایک مسجد میں ریلوے ٹائم سے ساڑھے چھ بجے کیا گیا اور اُسی ریلوے ٹائم سے پونے سات بجے روزہ افطار کیا جاتا تھا آپ مطلع فرمائیے کہ اُس روز ریلوے ٹائم سے وقت پورا ہوگیا یا نہیں اور طلوع غروب سے اور ریلوے ٹائم سے کس قدر فرق ہے زیادہ حد ادب فقط

الجواب

سہاور میں جس کا عرض شمالی ۲۸° ۴۳′ اور طول شرقی ۷۸° ۵۲′ ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۰ء کو غروب آفتاب ریلوے کے صحیح وقت سے چھ بجکر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وہ گھڑی جس کے ساڑھے چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہوگیا کہ غروب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے اوس سے پہلے جو پونے سات پر افطار کرتے تھے خلاف سنت تھا افطار میں اتنی تاخیر مکروہ ہے ریلوے وقت سہاور کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سکنڈ تیز ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۲

از الٰہ آباد صدر بازار محمد حشمت اللہ صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور سب لوگ روزہ اُس کی اذان سے افطار کرتے ہیں اور وہ دیر سے افطار کا حکم بتلاتا ہے یہاں تک کہ کئی مرتبہ آزمایا گیا ہے کہ تارا نکل آیا بلکہ اُس کو تارا دکھا بھی دیا گیا تس پر بھی اُس نے کہا کہ ابھی دو منٹ کی دیر ہے تو اس حالت میں کچھ روزہ میں نقص تو واقع نہیں ہوتا ہے اگر کوئی نقص واقع ہوتا ہے تو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

جب آفتاب تمام وکمال ڈوبنے پر یقین ہوجائے فوراً روزہ کی افطار سنت ہے حدیث میں فرمایا لا تزال امتی بخیر ما عجلوا الفطر واخروا السحور ہمیشہ میری امت خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب مشکوک ہو افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑجائے اور تارے کی سند نہیں بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں ہاں سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر اُن ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کر دیتا اور دو منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور بہت محرومی وبے برکتی ہے اُسے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہوجائے افطار کریں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۳

از کوہ الموڑہ راتی دھارا مسئولہ حکیم مولوی خلیل اللہ خان صاحب الصبا ۲۲ سلخ ماہ مبارک ۱۳۳۲ھ

بعد از ادائے سلام سنت الاسلام ولوازم آداب تسلیمات فدویانہ معروض خدمت فیض درجت آنکہ والا نامہ گرامی بشرف صدور لایا مفخر وممتاز فرمایا کل اس کوٹھی کی بلندی دریافت کی گئی بلندی دریافت کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو سطح سمندر سے جس قدر بلند ہو وہ بتاتا ہے ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو کہ چھوٹی سی ڈبیہ کی طرح ہوتا ہے مثل گھڑی کے گول اُس میں سوئی ہوتی ہے جو کہ بلندی کے نمبروں پر گشت کرتی ہے غرض وہ کل دیکھا گیا اُس کے ذریعہ سے ذیل کی بلندی دریافت ہوئی پانچہزار پانچسو پچاس فٹ سطح آب سے بلندی ہے اس لیے صاحبزادہ نواب دولھا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اب لکھ بھیجو کہ اس حساب سے کیا وقت نکلتا ہے لیکن یہ بلندی اس وقت ٹھیک وقت بتاسکتی ہے جبکہ یہ

جگہ ہموار ہو یہاں شرقاً وغرباً پہاڑ ہے جس باعث سے طلوع موخر اور غروب مقدم ہوتا ہے اور یہ ٹیکری پہاڑ جو کہ غربی جانب ہے ہم سے تین سو یا چار سو فٹ بلند ہے اور شرقی جانب کا پہاڑ غالباً چھ سو فٹ ہوگا اور شمالی جانب پندرہ روز کے راستہ پر برف کا پہاڑ نظر آتا ہے جس پر شعاع آفتاب کی بہت پہلے پڑتی ہے اور مطلع صاف ہو تو اُس کی چمک یہاں پر بخوبی نظر آتی ہے اور قریب کے پہاڑوں پر کہیں شعاع نہیں ہوتی اور لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں اور شرق وغرب جو پہاڑ ہے اُس پر بھی الموڑہ ہی کی آبادی ہے سب طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس کوٹھی سے اور خاص شہر یعنی بازار سے چنداں تفاوت نہیں۔ اب اگر ایک ہزار فٹ پر دو منٹ بڑھا جائیں تو گیارہ منٹ اور سوا منٹ طول یا عرض بلد کا کل سوا بارہ منٹ جمع کرنا پڑیں گے جس حساب سے آج کا افطار ۲۳: منٹ پر ہونا چاہیے (۱۱ + ۱۲ = ۲۳) لیکن میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پیشتر ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہوجاتی ہے لیکن مغربی بادلوں میں خوب سرخی اور چاروں طرف کسی قدر بادلوں پر سرخی پائی جاتی ہے۔ چونکہ صاحب زادہ صاحب موصوف کو تحقیق مطلوب ہے اس لیے خاکسار نے یہاں کی مجموعی کیفیت گزارش کردی امید کہ جواب باصواب سے ممتاز فرمایا جائے رام پور سے جو نقشے آئے ہیں اُن میں اس نقشے کے حساب سے تین چار منٹ کا بل ہے یعنی غروب چار منٹ موخر ہے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شرقی غربی پہاڑیوں کے سبب تاخر طلوع وتقدم غروب معتبر نہیں وہ دیوار ہائے مکان کی مثل ہیں نہ وہ شعاعیں کہ کوہ برف پر پڑکر روشنی دیتی ہیں کچھ قابل لحاظ نہیں جبکہ وہ پہاڑ اس سے بلند تر ہو وہ شب کی چاندنی کے مثل ہیں کہ چاند پر شعاع شمس ہی پڑکر روشنی پیدا ہوتی ہے۔ نہ یہاں اربعہ متناسبہ ہے کہ دو ہزار فٹ پر چار منٹ تھے تو ہزار پر دو اور ساڑھے پانچ ہزار پر گیارہ ہوں بلکہ یہاں تزاید علی سبیل التناقص ہے ہر بلندی پر جو تفاوت ہے اُس سے دوچند پر دوچند سے کم ہوگا مثلاً سو فٹ بلندی پر افق ۱۰ دقیقے نیچے گرتا ہے اور ہزار فٹ پر صرف ۳۲ دقیقے نہ کہ ۱۰ کا دس گنا۔ اور چار ہزار فٹ پر ایک درجہ سات دقیقے نہ کہ ۳۲۰ کا چوگنا کہ دو درجے چودہ دقیقے یعنی اس سے دوچند ہوتا کہ ۱۰ دقیقے کا چالیس گنا کہ پورے سات درجے ہوتا وقس علی ھذا ۵۵۰۰ فٹ بلندی پر میں نے حساب کیا افق ایک درجہ ۱۹ دقیقے ۱۰ ثانیے گرا جس کے سبب شروع ماہ مبارک میں کہ تقویم سرطانی کے بیس درجے پر تھی طلوع وغروب الموڑہ میں ہموار زمین کے اعتبار سے چھ منٹ، ۴۴ سکنڈ تفاوت تھا یعنی طلوع شمسی اس قدر پہلے اور غروب اس قدر بعد اور آخر ماہ مبارک میں کہ تقویم اسد کے اٹھارہ پر ہوگی تفاوت چھ منٹ چھبیس سکنڈ ہوگا یہ ۲۲ سکنڈ کا فرق تفاوت میل شمسی کے باعث ہے غرض اوائل واخر رمضان حال میں ساڑھے چھ منٹ تو یہ فرق سمجھیے اور سوا منٹ بلحاظ عرض وطول مجموع پونے آٹھ منٹ وقت افطار بریلی پر بڑھیں گے جس میں احتیاطی منٹ بھی شامل ہیں۔ ۱۳ ماہ مبارک مطابق ۲۷ جولائی کی نسبت جو تم نے ۱۲ منٹ بڑھائے ۷ بڑھاؤ (۱۱ + ۷ = ۱۹) وہی بات آگئی جو تم نے لکھی کہ میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے پہلے ہی مشرق سے سیاہی نمودار ہوجاتی ہے۔ ایک امیر کیا میں ہندوستان بھر کے نقشوں کی بابت یعنی قدر کرنا بے جا نہیں جانتا کہ وہ بیچارے اپنے گمان میں تو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں اگرچہ یہ فتوی کا ہے اور بے علم فتوی سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از اروہ بنگلہ ڈاک خانہ چھنیرہ ضلع آگرہ محمد صادق علی خاں صاحب ۳ رمضان ۱۳۱۳ھ

(۱) روزہ افطار ناکس چیز سے مسنون ہے (۲) رمضان مبارک میں روزہ افطار کر بعد مغرب نماز پڑھ کر بہت سے آدمی جمع ہو کر حقہ پیتے ہیں جس سے بیہوش ہوتے ہیں کچھ خبر نہیں رہتی ہاتھ پیروں میں رعشہ ہوجاتا ہے آیا یہ حالت شرعاً سکر میں ہے یا نہیں ایسا حقہ پینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) خرمائے تر اور نہ ہو تو خشک ورنہ ہو تو پانی سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات وان لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء واللہ تعالٰی اعلم (۲) ایسا حقہ پینا بیشک حرام ہے اور یہ حالت سکر نہیں بلکہ تفتیر ہے اور سکر و تفتیر دونوں حرام ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر اور تفصیل مسئلہ ہمارے رسالہ حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵: از بنارس محلہ کندی گر ٹولہ متصل شفاخانہ مرسلہ حکیم عبدالغفور صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دعاء افطار اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت قبل افطار پڑھنی چاہیے یا بعد افطار مظاہر حق نواب قطب الدین حسن واشعۃ اللمعات شیخ عبدالحق میں ترجمہ افطرت کا بصیغہ ماضی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد افطار کے پڑھتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ ابن ملک نے بھی اس کو لکھا ہے قول ابن ملک کو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعا مذکور بعد افطار کے پڑھتے تھے نواب قطب الدین حسن دہلوی نے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا ہے لیکن بعض کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دعا مذکور قبل افطار پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے ابوداؤد عن معاذ بن زہرۃ انہ بلغہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت فحمل افطر علی معنی ارادالافطار صرف عن الحقیقۃ من دون حاجۃ الیہ وذا لایجوز وھکذا فی افطرت مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں (کان اذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملک ای قرأ بعد الافطار الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار

۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ از بنارس محلہ پتر کنڈہ مرسلہ مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی چشتی فریدی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

ہمارے علمائے کرام رحمہم الغفار وابقاہم الی یوم القرار اس میں کیا فرماتے ہیں کہ دعائے افطار روزہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت کو بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ قبل افطار کے چنانچہ رسالہ تنبیہ الانام فی آداب الصیام میں ہے اور قبل افطار کے یہ پڑھنا "اللھم لک صمت الخ سنت ہے" انتہی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ وقت افطار کہے چنانچہ رسالہ مفتاح الجنۃ مؤلفہ مولانا مولوی کرامت علی جونپوری مرحوم میں ہے اور افطار کے وقت سنت ہے کہ کہے اللھم لک صمت الخ انتہی اور کتاب جواہر الاحکام تصنیف مولوی عبداللہ معروف بستان شادیسوری میں نقلا عن الکفایہ ہے مسئلہ سنت وہی ہے کہ وقت افطار یہ دعا کہے اللھم لک صمت الخ انتہی اور رسالہ خیر الکلام فی مسائل الصیام مؤلفہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالحلیم مرحوم لکھنوی میں ہے وقت افطار سنت آنست کہ بگوید اللھم لک صمت الخ انتہی اور نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ مؤلفہ مولوی وحید الزماں میں ہے اور جس وقت افطار کرے کہے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت یعنی اے اللہ تیرے ہی واسطے میں نے روزہ رکھا تھا اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہی اور رسائل ارکان اربعہ مؤلفہ مولانا ومقتدانا جناب مولوی عبدالعلی بحر العلوم میں کے رسالہ صوم میں ہے وینبغی ان یقول عند الافطار اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت لما عن معاذ بن زھرۃ قال بلغنی ان رسول اللہ کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت رواہ ابوداؤد انتہی اور رسالہ تعلیم الصیام میں ہے معاذ بن زہرہ نے کہا حضرت وقت افطار کے یوں کہتے تھے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت رواہ ابوداؤد مرسلا انتہی اور شیخ عبدالحق قدس سرہ کے مدارج النبوۃ میں ہے و بر وقت افطار فرمودے اللھم لک صمت الخ انتہی اور انھیں کے اشعۃ اللمعات میں حدیث معاذ بن زہرہ کے ترجمہ میں ہے بود آنحضرت چوں افطار می کردی گفت اللھم لک صمت خداوندا برائے رضائے تو روزہ داشتم وعلی رزقک افطرت و بر روزی تو کہ رسانیدی کشادم روزہ را انتہی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس دعا کو بعد افطار کہے چنانچہ مظاہر الحق ترجمہ اردو مشکوٰۃ مؤلفہ جناب مولوی قطب الدین مرحوم دہلوی میں ہے ابن ملک نے کہا ہے کہ حضرت ان کلمات (یعنی اللھم لک صمت الخ) کو بعد افطار کہتے تھے انتہی تو ان قولوں میں صحیح قول کون سا ہے اور نیز بیان اس میں کہ وقت افطار سے مراد قبل از

افطار ہے اور پہلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے یا بعد افطار اور پچھلے قول اور اس قول کا مآل واحد ہے اور نیز اس میں کہ لفظ افطرت کا ترجمہ افطار کرتا ہوں میں جیسا کہ مؤلف نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ نے کیا ہے یہ صحیح ہے یا افطار کیا میں نے جیسا کہ شیخ قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں کیا ہے صحیح ہے اور نیز اس میں کہ برتقدیر صحت ترجمہ ثانی کے اس دعا کا بعد افطار ہونا ثابت ہوگا یا نہیں اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ حدیث کے لفظ اذا افطر قال اللھم لك صمت الخ میں اذا حرف شرط ہے افطر جملہ فعلیہ شرط ہے قال اپنے فاعل ضمیر مستتر ہو اور اللھم لك الخ مقولہ کے ساتھ جزا ہے اور عمرو کہتا ہے اذا حرف شرط افطر شرط اور فقط قال جزا بس یہ کلام تو تمام ہوچکا اب اللھم لك صمت برأسہ اور نیز ایک دوسرا کلام ہے قال سے اس کو کچھ تعلق نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور نیز اس میں کہ زید تو کہتا ہے کہ اللھم لك صمت الخ دعا ہے اور عمرو کہتا ہے نہیں کیونکہ دعا تو وہ کلام ہوتا ہے جو کہ متضمن مضمون طلب ہو اور یہ ایسا نہیں تو دعا بھی نہیں تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور نیز اس میں کہ لفظ عند ظرف ہے یا نہیں اگر ہے تو ظرف زمان بمعنی وقت ہے یا ظرف مکان بمعنی نزدیک اور پاس کے اور نیز اس میں کہ مولانا بحر العلوم مرحوم کے قول وینبغی ان یقول عند الافطار کا ترجمہ اور لائق ہے یہ کہ کہے وقت افطار کے کرنا چاہئے یا اور لائق ہے یہ کہ کہے نزدیک افطار کے کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذروۃ التحقیق مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دعا روزہ افطار کرکے پڑھے اولا حدیث مذکور ابی داؤد کہ ابن السنی نے کتاب عمل الیوم واللیلہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یوں روایت کی عن معاذ بن زھرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال الحمد للہ الذی اعاننی فصمت ورزقنی فافطرت اور نیز ابن السنی نے کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دارقطنی نے سنن میں موصولا یوں تخریج کی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال اللھم لك صمنا وعلی رزقك افطرنا فتقبل منا انك انت السمیع العلیم ونیز حدیث ابی داؤد ونسائی ودارقطنی وحاکم وغیرہم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ تعالٰی ان سب کا مفاد صریح یہی ہے افطر شرط اور قال کن اس کی جزا مجرد قول کو مقولے سے معرا کردینا ایسی صلاحیت وقوع ہی نہیں رکھتا ترتب کہ لازم جزائیت ہے کہاں سے آئے گا۔ اللھم الخ کو کلام مستانف قرار دینا ایک ایسی بات ہے کہ شرح مأۃ عامل خواں بھی قبول نہ کرے گا اور جزا الشرط سے مقدم نہیں ہوتی بل یعقبہ ویترتب علیہ کما لایخفی علی کل من لہ ادنی مسکۃ اور مقارنت حقیقیہ یہاں معقول نہیں کہ عین وقت افطار بالاکل والشرب یعنی جس وقت کوئی مطعوم حلق سے اتارا جائے عادۃ خاص اُس حالت میں قرأت نا متیسر، لاجرم تعقیب مراد وھو المقصود ہاں افطار بالجماع میں اقتران حقیقی متصور مگر وہ یہاں قطعاً مراد

نہیں کما لایخفی یہیں سے واضح ہوا کہ قول ثانی وثالث کا مآل ایک ہی ہے اور نکتہ تعبیر اشعار بعدیت متصلہ ہے کہ لفظ بعد بعدیت منفصلہ کو بھی شامل اور وہ خلاف مقصود ہے لہذا بلفظ وقت تعبیر کی کہ نافی انفصال ہو بہنگام استحالہ مقارنہ اگرچہ معاقبہ تقدم وتاخر دونوں کو متناول مگر حالت مجازات مانع تقدم ہے ولہذا ابہام خارج سے تقدم معلوم شرط میں تاویل ارادہ وغیرہ معمول کما فی قولہ عزوجل اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وفی حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اما ھھنا فحمل افطر علی الارادۃ عدول عن الحقیقۃ من دون حاجۃ تحمل علیہ ولاصارف یدعو الیہ فلا یفعل ولا یقبل **ثانیًا** ان ادعیہ میں افطرت افطرنا ذھب الظمأ ابتلت العروق سب صیغے ماضی ہیں اور افطار باللفظ متصور نہیں کہ مثل عقود انشا مقصود ہو لاجرم اخبار متعین تو تقدیم علی الافطار میں یہ سب بھی ارتکاب تجوز کے محتاج ہوں گے کہ خلاف اصل ہے والنصوص یجب حملھا علی ظواھرھا مالم تمس حاجۃ واین حاجۃ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ترجمہ حضرت شیخ محقق نوراللہ مرقدہ الشریف ہی صحیح ہے اور افطار کرتا ہوں بلاوجہ حقیقت سے عدول قبیح بطرفہ یہ کہ اب بھی حاجت تجوز باقی۔ لما قدمنا من امتناع المقارنۃ فلابد من تاویل الحال بالاستقبال او الافطار بالارادۃ **ثالثًا** ارسال ابن السنی وبیہقی میں لفظ الحمدللہ اور مؤید تاخیر کہ حمد بعد اکل معہود ہے جس طرح قبل اکل تسمیہ **رابعًا** یہ تو ظاہر ہے اور شاید مدعی تقدیم کو بھی مسلم ہو کہ یہ دعائیں دن میں پڑھ لینے کی نہیں کہ ہنوز وقت افطار بھی نہ آیا اب اگر عمرو بعد غروب شمس یہ دعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فورًا افطار کرکے پڑھے تو دیکھا چاہئے کہ ان میں کس کا فعل اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے حدیث شاہد عدل ہے کہ فعل زید زیادہ پسند حضرت جل وعلا ہے کہ رب العزت تبارک وتعالٰی فرماتا ہے ان احب عبادی الیّ اعجلھم فطرا مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو اُن میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے رواہ الامام احمد والترمذی وحسنہ وابنا خزیمۃ وحبان فی صحیحیھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ تعالٰی وتقدس شک نہیں کہ صورت مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہوا تو یہی طریقہ زیادہ پسند ومرضی رب اکبر ہوا جل جلالہ وعم نوالہ۔ یہ دوسرا مؤید ہے اس کا کہ وقت الافطار و بعد الافطار کا مآل واحد ہے کہ جب افطار غروب شمس ہوتی ہے احب وافضل اور مقارنت افطار ودعا نامتیسر اور پیش از غروب وقت افطار معدوم تو وہی صورت بعدیت متصلہ ہی مقصود ومفہوم **خامسًا** فعل اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتانے والے بھی اسی کا انکار کرتے ہیں عادت کریمہ تھی کہ قریب غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکر آفتاب کو دیکھتا رہے وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی خبر کے منتظر ہوتے اُدھر اُس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا اِدھر حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خرما وغیرہ تناول فرمایا الحاکم وصححہ عن سھل بن سعد والطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھما وھذا حدیث سھل قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان صائما

امر رجلا فاوفی علی شیئ فاذا قال غابت الشمس افطر ولفظ حدیث ابی الدرداء امر رجلا یقوم علی نشز من الارض فاذا قال وجبت الشمس افطر وفی کشف الغمہ عن جمیع الامۃ للامام العارف سیدی عبد الوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی کانت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا تقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو صائم یترصد غروب الشمس بتمرۃ فلما توارت القاھا فی فیہ یہ تینوں حدیثیں بھی اُس تقدیم افطار کا پتہ دیتی ہیں کہ اخبار وافطار میں اصلا فصل نہ تھا کما لایخفی لاجرم تصریح فرمائی کہ یہ دُعا افطار کے بعد واقع ہوئی مولانا علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور ابی داؤد فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا افطر قال ای دعا وقال ابن الملك ای قرأ بعد الافطار الخ اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللّٰھم لك صمت الخ دعا ہے دعا کے معنی پکارنا اور اللّٰھم سے بہتر کون سا پکارنا ہوگا بلکہ اسی مرقاۃ میں تصریح فرمائی کہ کل ذکر دعاو کل دعا ذکر صحیح بخاری شریف میں باب وضع کیا۔ باب الدعاء بعد الصلاۃ اور اسی میں حدیث لائے تسبحون فی دبر کل صلاۃ عشرا وتحمدون عشرا وتکبرون عشرا یوہیں باب الدعا اذا ھبط وادیا میں حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف اشارہ کیا کنا اذا صعدنا کبرنا واذا نزلنا سبحنا یوہیں باب الدعا اذا اراد سفرا او رجع میں حدیث یکبر علی کل شرف الخ لائے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں ذکر کو دُعا فرمایا صحیحین میں ہے عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا ولکن تدعون سمیعا بصیرا۔ جامع ترمذی میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الدعاء دعاء عرفۃ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر قال الترمذی حدیث حسن غریب قال المناوی خیر ما قلت ای ما دعوت ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن حبان حاکم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ حسنہ الترمذی وصححہ الحاکم معہذا کنایہ تصریح سے ابلغ ہے اللّٰھم لك صمت کہنے والا اخلاص عبادت لوجہ اللہ عرض کرتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اللہ لایضیع اجر المحسنین اور فرماتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ پھر علی رزقك افطرت کہہ کر شکر نعمت بجالاتا ہے اور رب جل وعلا فرماتا ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اگر دو شخص بادشاہ کے در دولت پر حاضر ہوں ایک عرض کرے اے بادشاہ مجھے یہ یہ دے۔ دوسرا عرض کرے اے بادشاہ میں تیرا فرمان سر آنکھوں سے بجالاتا ہوں اور تیرا ہی دیا کھاتا ہوں انصاف کیجئے۔ حسنِ طلب کس کا حصہ ہے

اأذکر حاجتی ام قد کفانی	حیاؤک ان شیمتک الحیاء
اذا اثنی علیک المرء یوما	کفاہ من تعرضک الثناء
کریما لایغیرہ صباح	عن الخلق الکریم ولامساء

بالجملہ قابل قبول ومؤید بالمعقول والمنقول وہی قول ثانی وثالث ہے اور وقت الافطار وعند الافطار وبعد الافطار وہنگام افطار ونزدیک افطار وپس افطار سب کا حاصل ایک ہی ہے نزدیک ترجمہ عند ہے اور عند خواہ ظرف مکان ہو کما افادہ فی الاتقان الشریف خواہ ظرف زمان ومکان دونوں کما نص علیہ فی القاموس اور امتیاز بحسب مدخول علیہ کما بینہ فی تاج العروس مگر شک نہیں کہ زمان وزمانی پر داخل ہو کر افادہ قرب زمان ہی کرے گا کوئی عاقل نہ کہے گا کہ عند الصبح کا حاصل قریب مکان صبح ہے اصل یہ کہ وضع عند قرب مطلق کے لیے ہے حسی ہو یا معنوی کما صرح بہ فی مسلم الثبوت وشرح الکافیۃ الرضی وغیرھما من المعتبرات مکانیات سے قرب مکانی ہوگا زمانیات سے قرب زمانی متعالی عن المکان والزمان سے قرب مکانت کما فی قولہ تعالٰی عند ملیک مقتدر، تو نظر باصل معنی کہ عند لغت میں بمعنی جانب وناحیہ تھا کما فی القاموس اور اتحاد جہت مستلزم قرب اور وہ ہنگام حقیقت قرب مکانی کہ جہت حقیقۃً مختص بمکانیات ہے اُسے ظرف مکان کہیں صحیح اور نظر بحال کہ یہ قرب حسی ومعنوی سب کو شامل ہو کر زمانیات کو بھی متناول ہوگیا ظرف زمان ومکان دونوں کہیں بھی صحیح ھذا اما لھم فی ولہ استعمالات اُخر منسلخ فیھا عن معنی الظرفیۃ کالحکم والاعتقاد کقولک ھذا عند ابی حنیفۃ والفضل والاحسان کقولہ تعالٰی فان اتممت عشرا فمن عندک وغیر ذٰلک کما ذکرہ الحریری فی درۃ الغواص لیس ھذا مقام تفصیلھا معانی از قبیل ثانی ہیں اور افطار منجملہ معانی تو اُس سے مراد وہی قرب زمانی ہر ذی عقل جانتا ہے کہ عند الافطار کے معنی حین الافطار ہیں نہ فی مکان الافطار ای مکان کان فیہ المفطر حین افطروا لا فالافطار لیس مما یحل فی المکان کیا آج اگر کسی شخص نے ایک جگہ روزہ افطار کیا اور چھ مہینے بعد آکر اس جگہ آکر دعاء مذکور پڑھے یا چار پہر تک وہیں بیٹھا رہا صبح کو دعا پڑھے تو بقول عند الافطار کا حکم ادا ہوگیا کہ آخر مکان تو وہی ہے لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہاں عند سے اتحاد زمان ہی مفاد اور اتحاد سے وہی تعقیب متصل مراد یہ سب واضحات جلیہ ہیں جن کی اضاحت گویا وقت کی اضاعت مگر کیا کیجیے کہ بعد وہم واہم وورود سوال حاجت ازاحت۔ ان تقریرات سے بحمد اللہ تعالٰی تمام سوالوں کا جواب ہوگیا اور روشن طور پر منجلی ہوا کہ مقتضائے سنت یہی ہے کہ بعد غروب جو خرمے یا پانی وغیرہ پر قبل از نماز افطار معجل کرتے ہیں اُس میں اور علم بغروب شمس میں اصلا فصل نہ چاہیے یہ دعائیں اس کے بعد ہوں ہاں کبھی افطار مقابل سحور اس کھانے کو کہتے ہیں جو صائم شام کو کھاتا ہے ابن خزیمۃ فی صحیحہ ومن طریقہ البیھقی وابو الشیخ بن حبان فی الثواب عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی فضائل شھر رمضان قال من فطر فیہ صائما کان مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ

مثل اجرہ من غیران ینقص من اجرہ شیئ قالوا یارسول اللہ لیس کلنا یجد ما یفطر الصائم الحدیث وفی روایۃ ابی الشیخ فقلت یارسول اللہ افرأیت من لم یکن عندہ قال فقبضۃ من طعام قلت افرأیت ان لم یکن عندہ لقمۃ خبز قال فمذقۃ من لبن قال افرأیت ان لم یکن عندہ قال فشربۃ من ماء وفی حدیث ابی داؤد وغیرہ بسند صحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جاء الی سعد بن عبادۃ فجاء بخبز وزیت فاکل ثم قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ وفی لفظ افطرنا مرۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقربوا الیہ زیتا فاکل واکلنا حتی فرغ قال اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملئکۃ وافطر عندکم الصائمون اسی طعام شام سے پہلے ایک دعا وارد ہوئی ہے اُس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔ ادن ارقطنی فی الافراد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قرب الی احدکم طعامہ وھو صائم فلیقل بسم اللہ والحمد للہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحنک وبحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم حدیث طبرانی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا افطر قال بسم اللہ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت میں کہ ظاہر تسمیہ مشعر تقدیم ہے اگر افطار سے یہی طعام شام بمعنی مذکور مراد جب تو امر واضح ہے ورنہ وہ بسبب شدت ضعف قابل احتجاج نہیں اس کی سند میں داؤد بن الزبرقان متروک ہے۔ قال فی التقریب متروک وکذبہ الازدی اھ قلت وکذا الجوزجانی کما فی المیزان یہ اس مسئلہ میں آخر کلام ہے امید کرتا ہوں کہ یہ تحقیق وتفصیل اس تحریر کے غیر میں نہ ملے وللہ الحمد وبہ التوفیق ایاہ نسأل ھدایۃ الطریق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

صوم نفل

مسئلہ ۲۶۰: از بنارس محلہ مانپور متصل کول چوترہ اونچی سیڑھی مرسلہ عبدالستار ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۲۷ تاریخ ماہ رجب کی روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیہقی وشعب الایمان اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعا روایت کی فی رجب یوم ولیلۃ من صام ذلک الیوم وقام تلک اللیلۃ کان کمن صام الدھر مائۃ سنۃ وھو لثلث بقین من رجب

وفیہ بعث اللہ تعالٰی محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور وہ رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کی شب بیداری کے برابر ہو اور وہ ۲۷ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا قال البیہقی منکر نیز اسی میں بطریق ابان بن عیاش حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا مروی فی رجب لیلۃ یکتب للعامل فیہا حسنات مائۃ سنۃ وذٰلک لثلث بقین من رجب فمن صلی فیہ اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ من القراٰن ویتشہد فی کل رکعتین ویسلم فی اٰخرھن ثم یقول سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر مائۃ مرۃ ویستغفر مائۃ مرۃ ویصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مائۃ مرۃ ویدعو لنفسہ بما شاء من دنیاہ واٰخرتہ ویصبح صائمًا فان اللہ یستجیب دعاءہ کلہ الا ان یدعو فی معصیۃ رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور وہ رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر سو بار استغفار سو بار درود سو بار اور اپنی دنیا وآخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالٰی اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لیے ہو قال البیہقی ھو اضعف من الذی قبلہ قال ابن حجر فیہ متہمان فوائد ہناد میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا مروی بعثت نبیا فی السابع والعشرین من رجب فمن صام ذٰلک الیوم ودعا عند افطارہ کانت کفارۃ عشر سنین ۲۷ رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو اسنادہ منکر جزء ابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفًا مروی من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شہرا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبریل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالرسالۃ جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالٰی اس کے لیے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھے اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے پیغمبری لے کر نازل ہوئے۔ تنزیہ الشریعہ سے ماثبت بالسنۃ میں ہے ھٰذا امثل ما ورد فی ھٰذا المعنی یہ ان سب حدیثوں سے بہتر ہے جو اس باب میں آئیں بالجملہ اس کے لیے اصل ہے اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف باجماع ائمہ مقبول ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۷ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ رکھنا ماہ مبارک رجب المرجب کی ۲۷ تاریخ کو سوا رمضان کے بہ نسبت اور روزوں کے فضیلت رکھتا ہے یا نہیں اور اگر رکھتا ہے تو کیا وجہ ہے اور ماسوا اس روزہ کے درمیان سال بھر کے اور کون کون روزہ ایسا ہے جس کو حضرت رسولخدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد واسطے روزہ رکھنے کے فرمایا ہے اور اگر کوئی شخص روزہ ۲۷ رجب المرجب کو رکھے تو کس قدر مستحق ثواب کا ہوگا اور نیز دوسرے روزوں میں اور اگر کوئی منع کرے اوروں کو اور منکر ہو خود تو وہ کون ہے گنہگار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صوم وغیرہ اعمال صالحہ کے لیے بعد رمضان مبارک سب دنوں سے افضل عشرہ ذی الحجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ تعالٰی من ھذہ الایام قالوا یا رسول اللہ ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا رجلا خرج بنفسہ ومالہ ثم لم یرجع من ذلک بشیئ ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اور نہ راہ خدا میں جہاد۔ فرمایا اور نہ راہ خدا میں جہاد مگر وہ کہ اپنی جان ومال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے رواہ البخاری والترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر بسند جید والبیہقی کلھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما والطبرانی فیہ بسند صحیح عن ابن مسعود والبزار فی مسندہ بسند حسن وابو یعلٰی بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من ایام احب الی اللہ تعالٰی ان تعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر اللہ عزوجل کو عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کسی دن کی عبادت پسندیدہ نہیں ان کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قیام شب قدر کے برابر ہے رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی خصوصاً روز عرفہ کہ افضل ایام سال ہے اس کا روزہ بہ صحیح حدیث سے ہزاروں روزوں کے برابر ہے اور دو سال کامل کے گناہوں کی معافی ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ الائمۃ الستۃ الا البخاری عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن صوم یوم عرفۃ قال یکفر السنۃ الماضیۃ والباقیۃ ولابی یعلٰی بسند صحیح عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صام یوم عرفۃ غفر لہ ذنب سنتین متتابعین وللطبرانی بسند حسن والبیہقی واللفظ لہ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صیام یوم عرفۃ کصیام الف یوم پھر سب دنوں سے افضل روز عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گذشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من صام یوم عرفۃ غفر لہ سنۃ امامہ وسنۃ خلفہ ومن صام عاشوراء غفر لہ سنۃ رواہ الطبرانی بسند حسن فی معجمہ الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کی برابر ہے الطبرانی فی الکبیر والصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند لاباس بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صام یوما من المحرم فلہ بکل یوم ثلثون حسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظیم رمضان رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لیے رواہ الترمذی واستغربہ والبیہقی فی الشعب وفیہ صدقۃ بن موسی

۲۷ رجب کے روزے کو بعد رمضان سب روزوں سے افضل کہنا صحیح نہیں۔ ہاں بعض احادیث اُس کی فضیلت میں مروی ہوئیں کہ فقیر نے اپنے فتاوی میں ذکر کیں اُن سب میں بہتر حدیث موقوف ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے من صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب اللہ تعالٰی لہ صیام ستین شھرا۔ جو ۲۷ رجب کا روزہ رکھے اللہ تعالٰی اُس کے لیے پانچ برس کے روزوں کا ثواب لکھے ایسی جگہ حدیث موقوف مثل مرفوع ہے کہ تعیین مقدار اجر کی طرف رائے کو اصلا راہ نہیں اور حدیث ضعیف فضائل اعمال میں باجماع ائمہ مقبول ہے کما فصلناہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف احادیث صحاح وحسان وصوالح میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں جیسے شش عید و ایام بیض کہ دونوں میں ہر ایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا اور روزہ دوشنبہ و روزہ پنجشنبہ و روزہ چہارشنبہ و پنجشنبہ کہ دوزخ سے آزاد ہیں و روزہ چہارشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کہ جنت میں گوہر و یاقوت و زبرجد کا گھر بناتے ہیں بلکہ روزہ جمعہ یعنی جب اس کے ساتھ پنجشنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے رواہ البیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا روزہ سے منع کرنا خیر سے منع کرنا اور مناع للخیر کے وبال میں داخل ہونا ہے جب تک ذاتاً یا عارضاً ممانعت شرعیہ نہ ثابت ہو ۲۷ کے علاوہ بھی روزہ ہائے رجب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں جن میں بعض خود اور بعض بتعدد مرتبہ صالح رکھتی ہیں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے ماثبت بالسنۃ میں اُن کی تفصیل فرمائی وما یروی عن الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فلان رجب کانت تعظمہ الجاھلیۃ ایضا وقد کان العھد قریبا والاحکام لم تتبین عند کثیر من الاعراب فتخشی الزیادۃ ولکل وجھۃ ھو مولیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸

از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب ۱۳۳۱ھ

اکثر عورتیں مشکل کشا علی کا روزہ رکھتی ہیں کیسا ہے۔

الجواب

روزہ خاص اللہ عزوجل کے لیے ہے اگر اللہ کا روزہ رکھیں اور اس کا ثواب مولٰی علی کی نذر کریں تو حرج نہیں مگر اس میں یہ کرتی ہیں کہ روزہ آدھی رات تک رکھتی ہیں شام افطار نہیں کرتیں آدھی رات کے بعد گھر کے کواڑ کھول کر کچھ دعا مانگتی ہیں اُس وقت روزہ افطار کرتی ہیں یہ شیطانی رسم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹

از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اعتکاف آخر عشرہ رمضان شریف کا پورے دس روز میں ادا ہوتا ہے یا تین چار روز آخر میں بھی جائز ہے ایک شخص کا بیان ہے کہ مقصود مشروعیت اعتکاف کے واسطے شرف ادراک لیلۃ القدر کی ہے یہ کامل دس میں حاصل ہوگا دوسرے شخص کا بیان ہے تین چار روز میں بھی جائز ہے ایسا دیکھا گیا ہے۔

الجواب

اعتکاف عشرہ اخیرہ کہ سنت مؤکدہ علی وجہ الکفایہ ہے جس پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مواظبت مداومت فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی ہاں اعتکاف نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے اگرچہ بے روزہ ہو ولہذا ہمیشہ چاہیے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے نیت اعتکاف کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی درمختار میں ہے سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان ای سنۃ کفایۃ کما فی البرہان وغیرہ اسی میں ہے واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وھو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ وبہ یفتی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لاجزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون کما فی غرر الافکار وغیرہ فتح القدیر میں ہے الاعتکاف ینقسم الی واجب وھو المنذور تنجیزا او تعلیقا والی سنۃ مؤکدۃ وھو اعتکاف العشر الاواخر من رمضان والی مستحب وھو ما سواھا ردالمحتار میں ہے المسنون ھو اعتکاف بتمامہ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الحج

مسئلہ ۲۱۰: مسئولہ واحد یار خاں صاحب از بریلی ۴ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے سفر کو جانا حرام ہے اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم کے جائے گی تو گنہگار ہوگی ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار سفر کرنا عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردہ کے اندر ہے اسی قدر بہتر ہے حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امہات المؤمنین کو حج کرا کر فرمایا ھذہ ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۱: از اٹاوہ ۸ رمضان مبارک مرسلہ محمد اسحٰق نائب مدرس تحصیلی اسکول

جناب مولانا صاحب عرض حال ذیل کو ملاحظہ فرما کر جواب ضرور ضرور لکھ دیجئے گا (۱) زید خرچ زاد راہ آمد و رفت کا اپنی ذات خاص سے رکھتا ہے اگر والدین اجازت حج مکہ معظمہ کی نہ دیں تو حج نامبردہ کا ہو سکتا ہے یا کیا (۲) والدین پر قرضہ قلیل ہے درحقیقت زمینداری

اُس سے کہیں زیادہ قیمت کی ہے (۳) زید مذکور کی اہلیہ نیز عیال اطفال سے کوئی نہیں ہے۔

الجواب

جبکہ زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اُس پر فرض ہے اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں زید پر لازم ہے کہ حج کو چلا جائے اگرچہ والدین مانع ہوں والدین پر قرضہ ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۱۲: از شہر کہنہ مسئولہ سید محمد نور اللہ صاحب اشرفی جیلانی محرر دارالافتاء اہلسنت بریلی ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو بوجہ ہونے امکان حج کے جب کبھو حج کی ترغیب دی تو کہتا ہے کہ ہم نے حاجیوں کی اکثر مدد کی ہے پس ہم پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور کسی عالم کا قول نہیں مانتا پس کیا اس سے حج شرعاً ساقط ہے۔

الجواب

یہ کلمہ کفر ہے حاجیوں کی مدد کرنے سے حج ساقط نہیں ہوسکتا اس شخص پر توبہ وتجدید اسلام فرض ہے تجدید نکاح وتجدید اسلام کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳: از بدایوں مولوی محلہ مکان عطا احمد صاحب از طرف اہلیہ شاہ ابوالحسین صاحب مرحوم ومغفور ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

حضرت جناب مولانا صاحب بعد سلام سنت واضح ہو مجھ کو سخت ضرورت وانتشار برائے دریافت ایک امر واقع ہوگیا وہ یہ ہے کہ میں اس سال جو حج بیت اللہ کو جاتی ہوں تو بارادۂ حج بدل اپنے پیرومرشد جناب نانا صاحب حضرت شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جاتی ہوں مارہرہ آکر ایک امر جدید دریافت ہوا کہ جس سے آج تک اور اب تک بے خبر محض تھی وہ امر یہ کہ جناب مرحومہ مغفورہ والدہ صاحبہ جو بیت اللہ تشریف لے گئی تھیں وہاں جاکر اُن کو مرض الموت پیدا ہوا اور بتاریخ آٹھویں ذی الحجہ مقام منٰی پہنچ کر انتقال ہوگیا اور حج نہیں ہوا تو مجھ پر اب حج والدہ مغفورہ لازمی ہوگیا چونکہ میں اپنے ہمراہ بوجہ محرمیت برادر زادہ کو لیے جاتی ہوں جس کی عمر ۱۹ سال کی ہے اور اول مرتبہ یہ برادر زادہ بیت اللہ جاتا ہے تو دریافت طلب آپ سے یہ امر ہے کہ میں اس بچّہ سے حج والدہ مغفورہ کرادوں اور خود حج بعوض پیرومرشد کروں اور میں سابق میں اپنے شوہر اور اپنے والد مغفور کا حج کرکے آئی ہوں اور میرا ذاتی حج عرصہ اٹھارہ سال ہوا کہ ہوچکا تھا اگر برادر زادہ سے حج والدہ مرحومہ نہ ہوسکتا ہو تو میں خود قیام کرکے ایک سال تک دونوں حج مرشد ووالدہ ادا کروں ان امور کا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب

بعد ادائے تسلیم خادمانہ ملتمس اگر حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہا پر اُسی سال حج فرض ہوا تھا اُس سے پہلے کسی برس میں مال وغیرہ اتنا نہ تھا کہ حج فرض ہوتا تو جب تو اُن کا حج بفضلہ تعالٰی ادا ہوگیا بلکہ ایسا ادا ہوا کہ ان شاء اللہ تعالٰی قیامت تک ہر سال حج کرتی رہیں گی اور اگر اس سال سے پہلے فرض ہوچکا تھا تو البتہ حج فرض اُن پر باقی رہا حضرت اُن کی طرف سے ادا فرمائیں یا ادا کرادیں تو اجر عظیم ہے اب دیکھا جائے کہ یہ صاحبزادے جب سے بالغ ہوئے کسی سال زمانہ حج میں مال وغیرہ اتنا سامان ان کے پاس تھا کہ ان پر حج فرض ہوگیا یا اب تک اُن پر فرض نہ ہوا اگر ان پر اصلاً فرض نہ ہوا تو حضرت اُن کو والدہ ماجدہ کی طرف سے حج کرادیں اور خود حضور پر نور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے کریں اور اگر خود اُن پر حج فرض ہولیا ہو تو یہ دوسرے کی طرف سے حج کرنے سے گنہگار ہوں گے مگر حج جس کی طرف سے کریں گے ادا ہوجائے گا ان پر گناہ رہے گا اور ایسی صورت میں ان سے حج غیر کرانا بھی مکروہ ہے کہ ایک گناہ کا حکم دینا ہے زیادہ حد ادب۔

مسئلہ ۲۱۵: از نواب مولوی سلطان احمد خانصاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حج بدل کی کیا کیا شرائط ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حج بدل یعنی نیابۃً دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاط فرض کرے ان شروط سے مشروط ہے (۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج فرض ہو اگر فقیر نے حج کرادیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا (۲) محجوج عنہ حج بدل یعنی نائب کے وقوف عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو اگر بحال قدرت حج کرایا پھر عاجز ہوگیا از سر نو احجاج لازم ہوگا (۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل حبس و مرض تو شرط ہے کہ تا دم مرگ قائم رہے اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اُس عجز کے کہ قابل زوال نہیں جیسے نابینائی اگر بطور خرق عادت بعد احجاج زائل بھی ہوجائے اعادہ ضرور نہیں (۴) حج بدل کرنے والا تنہا ایک محجوج عنہ کی طرف سے حج ادا کی نیت کرے مثلاً احرمت عن فلان یا اللّٰھم لبیک عن فلان اگر اُس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اُس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اُس کی جانب ایک منیب آخر کی جانب سے تو کافی نہ ہوگا (۵) یہ حج بامر محجوج عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافۃ (۶) مصارف آمد و رفت و سائر نفقہ حج کل یا اکثر مال محجوج عنہ سے ہوں (۷) حج اگر بحیات محجوج عنہ ہو تو جسے اُس نے امر کیا وہی حج کرے وہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات محجوج عنہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کرسکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے ہاں اگر صراحۃً اُس نے نہی کردی تھی کہ وہی کرے نہ دوسرا تو اب دوسرا کافی نہیں (۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر قطع کرے اگر باوصف گنجائش نفقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے گا اور حج اُس کی طرف سے نہ ہوگا۔ (۹) محجوج عنہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اُس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اُس نے حج کو بھیجا اُس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ موسم میں مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی ہاں

اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرام حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی (۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اُس نے قران یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا (۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اُس دفعہ میں ادا کرے ناعاقل بچے یا مجنون کا حج کافی نہیں ہاں مراہق کا کافی ہے یوہیں اگر وہ حج فاسد کردیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے مبین شرطیں منسک متقسط میں ہیں انھیں گیارہ میں آگئیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶

از مارہرہ مطہرہ درگاہ مقدس حضرت سید حامد حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم ۱۶ شوال ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ پچپن برس کی عمر ہے دو بار پہلے اپنی طرف سے لوگوں کو بھیج کر حج بدل کرا چکی ہے اُس سے بعض صاحبوں نے کہا کہ وہ حج نہ ہوئے خود حج کو جا اُس نے محرم نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کیا اگر حنفیہ مرتضیہ ہے اس صورت میں اُس کے وہ حج بدل ادا ہوگئے یا اب خود اُس پر حج لازم ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اُس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذات خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہوگئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا اب اُس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گذر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سر نو حج بدل کرانا ضرور ہے ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادۃً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اُس نے حج بدل کرالیا اور اُس کے بعد محض قدرت الٰہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذر ناقابل الزوال زائل ہوگیا مثلاً اندھے نے حج بدل کرایا تھا پھر رب العزۃ نے اُسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہوگیا ایسا زوال عذر کہ کرامت و خرق عادت ہو معتبر نہیں مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورت سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو دو حج بدل کرائے یا تو وہ حقیقۃً ایسی مجبور نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض و ضعف وغیرہا کی وجہ سے مجبور تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہوگئی کہ اُس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن یہی نیت سے اُس کا نکاح کرلینا ہے ورنہ پچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی بہرحال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہوگئے صرف ثواب نفل رہا فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے اور مجبور و ناامید ہو تو پھر حج بدل کرائے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۷

از پیر بھوڑ بانکی پور از محمد عصمت اللہ صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خوش حال شخص اپنی متوفی بیوی کی طرف سے (جو دولتمند تھیں اور شوق حج کا مصمم ارادہ رکھتی تھیں) حج بدل کرانا چاہتے ہیں لہذا اُن کو امور ذیل میں حکم شرع شریف ناطق فرمایا جاوے (۱) مستطیع شخص جو اپنا فرض ادا کرچکا ہو کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں (۲) غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے

واسطے مقرر ہوسکتا ہے یا نہیں (۳) بہرکیف حج بدل کرنے والے کو خاص مکہ معظمہ میں وہاں کا زمانہ حج کا خرچ دے کر مقرر کرلینا کافی ہے یا نہیں (۴) حج بدل کرنے والا شخص مبدل منہ کے مقام قیام کے قریب باش لیا جائے اور آمد و رفت کا تمام خرچ اُس کو دیا جائے تو یہ افضل ہوگا یا صرف بمبئی یا خاص مکہ معظمہ میں حج تک مقرر کرلیا جائے وہ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند اللہ الوہاب۔

الجواب

(۱) کرسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) اس قسم کے حج بدل جو کرائے جاتے ہیں اُن سے فرض تو اُتر سکتا نہیں حج عبادت بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہے جس پر حج فرض تھا اور معاذ اللہ بے کیے مرگیا ظاہر ہے کہ بدنی حصہ سے تو عاجز ہوگیا رب عزوجل کی رحمت ہے کہ صرف مالی حصہ سے اُس کی طرف سے حج بدل قبول فرماتا ہے جبکہ وہ وصیت کرجائے اور رحمت پر رحمت یہ کہ وارث کا حج کرانا بھی قبول فرمایا جاتا ہے اگرچہ میت نے وصیت نہ کی۔ حج بدل والے کو اُسی شہر سے جانا چاہیے جو شہر میت کا تھا تاکہ مالی صرف پورا ہو مکہ معظمہ سے حج کرادینا اُس میں داخل نہیں۔ رہا ثواب اُس کی امید بھی بخیر ہے حج کرنے والے صاحب اُس پر اُجرت لیتے ہیں اور جب اُجرت لی تو ثواب کہاں اور جب انھیں کو ثواب ملا میت کو کیا پہنچائیں گے خصوصاً بعض متہور یہ ظلم کرتے ہیں کہ چار چار شخصوں سے حج بدل کے روپے لے لیتے ہیں اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت فرمائے واللہ تعالٰی اعلم (۴) اس کا جواب اوپر آچکا اور خرچ آمد و رفت دونوں دیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: از میرٹھ ڈاک خانہ بہادرگڑھ مسئولہ محمد صادق صاحب ۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے عظام و کرام اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی شخص حج بدل کو گیا اور حج کرنے والے نے چالیس روپے اُس کے بال بچوں کے خرچ کے واسطے چار ماہ کے لیے دیے اور پچاس روپے اُس کو خرچ کے واسطے مکہ معظمہ تک دیے اور کہا کہ باقی خرچ مکہ معظمہ جاکر دے دوں گا اور ٹکٹ جہاز کا حج کرنے والے کی طرف سے اُس نے لے لیا خداوند تعالٰی کے حکم سے جہاز چھ سو میل جاکر بوجہ آگ لگنے کے واپس آگیا اب حج کرانے والے نے کہا کہ ٹکٹ جہاز کا مجھے واپس کردو تو اُس نے فوراً واپس کردیا اور اس حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ آپ ٹکٹ واپس کیوں لیتے ہیں اب میں دوسرے جہاز میں چلا جاؤں گا چاہے آپ جائیں یا نہ جائیں باقی اور خرچ مجھے دیجئے حج کرانے والے نے کہا کہ میں خود تو جاتا ہی نہیں ہوں اب میں باپ کی طرف سے نہیں کراتا ہوں تو حج بدل کرنے والے نے فوراً ٹکٹ واپس کردیا اور ڈیڑھ ماہ حج بدل کرنے والے نے اس پچاس روپے میں سے کھایا اور کرایہ ریل کا بمبئی سے مراد آباد تک انھیں پچاس روپے میں سے خرچ ہوا ایک طرف کا اب حج بدل کرانے والے یہ فرماتے ہیں کہ حساب کرکے جو روپیہ تمھارے پاس بچا ہے وہ ہم کو دیدو حج بدل کرنے والے نے یہ کہا کہ میرے پاس سب خرچ ہوگیا اب حج بدل کرنے والے کے ذمہ روپیہ دینا آتا ہے یا نہیں اور حج بدل کرنے والے کا خرچ دو ماہ کا ہوا اور حج بدل کرنے والے کی آمدنی ماہوار تیس روپے کی تھی۔

الجواب

اگر وہ روپے شخص مذکور نے اسی کام میں اُٹھائے تو اُن کا تاوان اُس پر نہیں اور اگر اس سے جدا کسی اپنے ذاتی کام میں اٹھائے تو تاوان لازم ہے اور اس بات میں کہ اسی کام میں وہ روپے صرف ہوئے شخص مذکور کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور حرجہ پانے کا اُسے استحقاق نہیں اگرچہ اُس کی ماہوار آمدنی ہزار روپے ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۹: از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ محمد عمر صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۲۱ھ

ایک شخص عازم بیت اللہ شریف ہے اور اُس کو ایک عارضہ یہ ہے کہ بعد اجابت قطرات سرخ زائد از یک گھنٹہ برابر آیا کرتے ہیں کہ بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا ہے بعد ایک گھنٹے کے جب قطرات موقوف ہوں تب استنجا کرکے کپڑا پہنتا ہے تو ایسا شخص جو بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا احرام کیونکر باندھے کیونکہ ننگے احرام تو بدن ناپاک ہوا کرے گا اور بسبب پیری اور بیماریوں کے غسل سے بھی مجبور ہے تو صرف تیمم بعوض غسل کرلے یا کیا ہے ۲ سرما میں سوا چادر احرام کے کوئی کمل وغیرہ اوپر سے اوڑھ سکتا ہے یا کیا اور نہیں تو صدمہ سرما سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

احرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سلا نہ ہو کہ ممانعت لبس مخیط بروجہ معتاد سے ہے یا سر اور مونھ کے چھپانے سے اور نادوختہ لنگوٹ میں دونوں باتیں نہیں فی الدر المختار بعد الاحرام یتقی ستر الوجہ والراس بخلاف بقیۃ البدن ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر البدن او بعضہ وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز عندنا الا ان یزرہ او یخللہ ویجوز ان یرتدی بقمیص وجبۃ ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور ایسی ضرورت شدیدہ کی حالت میں تو اگر لنگوٹ ناجائز بھی ہوتا اجازت دی جاتی لان الضرورات تبیح المحظورات ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سفر حج میں اپنے حاملان محمل کریم کو ایک ضرورت خاصہ کے سبب تہبند کے نیچے تبان یعنی جانگیا پہننے کا حکم دیا کما فی صحیح البخاری کمل یا بانات یا اونی چادر وغیرہا بے سلے کپڑے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے بلکہ سوتے وقت اوپر سے روئی کا انگرکھا جبہ لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا یا نیچے بچھا لینا بھی ممنوع نہیں بلکہ بیداری میں بھی انھیں کندھوں پر ڈال سکتا ہے جبکہ آستین میں ہاتھ نہ ڈالے نہ بند باندھے نہ کسی اور ذریعہ سے بندش کرے کما قدمناہ عن الدر وذلک لانہ لیس من اللبس المعتاد بااینہمہ ضعیف کمزور کو دو تدبیریں اور ملحوظ رہیں تو انسب اولا تمتع کرے کہ تنہا حج کرنے سے افضل بھی ہے اور احرام کی مدت بھی کم ہوگی یعنی محاذات یلملم سے کہ سمندر میں عدن سے آگے آئے گی صرف عمرے کا احرام باندھے مکہ معظمہ پہنچتے ہی طواف وسعی سے عمرہ بجا لاکر احرام کھول دے اب بلا تکلف ہشتم ذی الحجہ تک بلا احرام مکہ معظمہ میں قیام کرسکتا ہے جو چاہے پہنے اوڑھے سر سے عمامہ باندھے جو چاہے کرے یہ احرام صرف پانچ روز رکھنا ہوگا بعدہ آٹھویں کو پھر احرام حج کا باندھے منٰی کو جائے عرفات ومزدلفہ سے پلٹ کر دسویں تاریخ جب پھر منٰی میں آئے گا اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی جو اس پر بوجہ تمتع واجب تھی بجا لائے گا اُس کے بعد سر منڈائے یا بال کتروائے احرام کھل گیا سوا عورتوں کے (کہ بعد طواف زیارت حلال ہوں گی) جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا تو یہ احرام پورے

تین دن بھی نہ، **ثانیاً** یہاں یا مِنٰی سے دالان کی شکل کی ایک چیز کھچیوں کی بنوالے جس کی تین دیواریں ہوں ہر ایک آدھ گز یا قدرے زائد کی اور اوپر چھت پٹی ہو اور دروازہ اور زمین بالکل خالی ہو۔ تینوں دیواروں اور چھت کو روئی وغیرہ جس سے چاہیں منڈھ لیں سوتے وقت سرہانے اس مکان کو رکھ کر سر اس کے دروازہ سے داخل کریں کہ چہرہ اس کے سائے میں رہے باقی بدن پر کپڑا ڈال لیں، اس مکان کی وجہ سے سرہوائے سرد سے محفوظ بھی ہوگیا اور روسر کا چھپانا بھی لازم نہ آیا فی الدر المختار من فصل الاحرام لا یتقی (ای المحرم) الاستحمام والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسه اووجهه فلو اصاب احدهما کره اھ وفیه ایضا ای لو دخل تحت ستر الکعبة فاصاب رأسه اووجهه کره والا فلا باس به جنابت سے طہارت کے لیے تو آپ ہی تیمم کرے گا جبکہ نہانے پر قادر نہ ہو اور احرام کے وقت جو غسل مسنون ہے اُس پر قدرت نہ ہو تو اُس کے عوض تیمم مشروع نہیں کہ وہ غسل نظافت کے لیے ہے نہ طہارت کے لیے کہ طہارت تو حاصل ہے اور تیمم سے طہارت ہوتی نہ نظافت بلکہ بدن پر غبار لگنا خلاف نظافت ہے تو ایسا شخص اُس غسل کے عوض کچھ نہ کرے صرف وضو کافی ہے فی الدر المختار من شاء الاحرام توضأ وغسله احب وهو للنظافة لا للطهارة فالتیمم له عند العجز من الماء لیس بمشروع لانه تلوث اھ ای فی بعض الصور حیث یصیب الغبار[1] والا فمن تیمم علی مرمر مغسول جاز ولم یکن تلوثا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰: از بمبئی محلہ قصابان متصل کرافٹ مارکیٹ مکان گورے بابو صاحب مسئولہ حضرت سید حامد حسین میاں صاحب دام ظلہم ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

معظمی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حجاج قطعی معلم وبدویان کے قبضہ میں ہوتے ہیں اکثر ۸ ذی الحجہ کو روانہ ہو کر منٰی میں قیام کرتے ہیں اور شب ۹ منٰی شریف سے روانہ ہو کر صبح عرفات پہنچتے ہیں اور مزدلفہ سے بھی پچھلی شب میں روانہ ہوجاتے ہیں۔ آپ حضرات بدویان کی سختی مزاج سے خوب واقف ہیں وہ کسی کا کہا نہیں سنتے کیا کیا جائے بجز اس کے کہ آپ دعا فرمادیں کہ بدویان اُنھیں اوقات میں روانہ ہوں جن کی بابت حکم ہے فقیر کوشش بلیغ کرے گا بشرطیکہ دیگر حجاج نے میرے کلام کی تائید کی اگر فقیر تنہا ہوتا تو کچھ قافلہ کی ہمراہی کی پروا نہ کرتا اور پورے طور پر حسب تحریر رسالہ اوقات معینہ کی پابندی کرتا اور اب بھی ان شاء اللہ تعالٰی حتی المقدور پابندی کرے گا، اللہ تعالٰی میری امداد فرمائے آمین ثم آمین۔ دوم یہ کہ عورت معذورہ اور غیر معذور کی جانب سے وکالۃً ہر سہ یوم رمی جائز ہے یا نہیں کیونکہ علاوہ مجمع کے بارہویں تاریخ قبل دوپہر قافلہ روانہ ہوتا ہے میں تنہا رہ جاؤں گا بعد زوال رمی کرکے قافلہ سے آملوں گا والسلام۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد ادائے آداب معروض۔ مطوفوں کو اگر اہل قافلہ مل کر یا ایک ہی شخص جو اُن کے نزدیک ذی وجاہت ہو مجبور کریں تو ان کو ماننا پڑتا ہے فقیر کو اس کا تجربہ ہے اور اگر نہ مانیں اور مجبوری ہو تو نویں رات منٰی میں صبح تک ٹھہرنا اور آفتاب

چمکنے پر عرفات کو چلنا سنت ہے مجبورانہ اس کے ترک سے حج میں کوئی نقص نہ آئے گا مزدلفہ کی حدود کے اندر دسویں تاریخ کے طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کسی طرح موجود ہونا اگرچہ ایک لحظہ ہو ادائے واجب کے لیے کافی ہے تو اگر حدود مزدلفہ سے نکل جانے سے پہلے صبح صادق ہوگئی تو واجب ادا ہوگیا اگرچہ سنت ترک ہوگئی ہاں اگر اتنی رات سے چل دیا کہ صبح صادق نہ ہونے پائی اور مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو بے شک واجب ترک ہوا قربانی دینی آئے گی مگر بدوی ایسا نہیں کرتے اور عورتوں اور نہایت کمزور مردوں اور بیماروں کو بخوف ہجوم خود شرع بھی رات سے چل دینے کی اجازت فرماتی ہے انھیں کوئی جرمانہ دینا نہ ہوگا بارھویں تاریخ قبل زوال چل دینے کی ضرور اب وہاں عادت نکالی ہے اور یہ ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے فقیر نے تو جمالوں کو مجبور کیا اور بحمد اللہ ان کو رکنا پڑا کہ میں اور میرے ساتھ کے سب مرد و عورت بعد زوال رمی کرکے روانہ ہوئے جہاں وہ ہرگز نہ مانیں اور پیچھے رہ جانے میں اندیشہ صحیح ہو تو یہ صورت مجبوری کی ہے ضعیف روایت پر عمل کرکے قبل زوال رمی کرکے جاسکتا ہے عورت ہونا رمی میں نیابت کے لیے عذر نہیں ہاں ایسا بیمار ہو کہ رمی کو نہ جاسکے تو اُس سے اجازت لے کر دوسرا اُس کی طرف سے رمی کرسکتا ہے یا جو غشی میں ہو تو اُس کی بلا اجازت اُس کی طرف سے رمی ہوسکتی ہے لباب و شرح لباب منسک حج میں ہے الخروج من مکۃ الی عرفۃ یوم الترویۃ والبیوتۃ بمنی لیلۃ عرفۃ لاالحادث من الضرورات والدفع منہ الی عرفۃ بعد طلوع الشمس اُسی کی فصل الرواح الی منی میں ہے وان بات بغیر منی تلک اللیلۃ جاز واساء اُسی کی فصل وقوف بالمزدلفہ میں ہے الوقوف بہا واجب واول وقتہ طلوع الفجر الثانی من یوم النحر واخرہ طلوع الشمس منہ فمن وقف بہا قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لایعتد بہ وقدر الواجب منہ لحظۃ ورکنہ کینونتہ بمزدلفۃ بفعل نفسہ او غیرہ نواہ اولم ینو علم بہا اولم یعلم ولو ترک الوقوف بہا فدفع لیلا فعلیہ دم الا اذا کان لمرض او ضعف بنیۃ من کبر او صغر او یکون امرأۃ تخاف الزحام فلا شیئ علیہ اُسی کی فصل وقت الرمی فی الیومین میں ہے وقت رمی الجمار الثلث فی الیوم الثانی والثالث من ایام النحر بعد الزوال فلایجوز قبلہ فی المشہور ای عند الجمہور وقیل یجوز وہو خلاف ظاہر الروایۃ وفی المسألۃ روایۃ اخری مختصۃ بالیوم الثانی من ایام التشریق لما فی المرغینانی لو اراد ان ینفر فی ہذا الیوم لہ ان یرمی قبل الزوال وبعدہ افضل وانما لایجوز قبل الزوال لمن لایرید النفر کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ اُسی کی فصل شرائط رمی میں ہے الخامس ان یرمی بنفسہ فلاتجوز النیابۃ عند القدرۃ وتجوز عند العذر فلو رمی عن مریض لایستطیع الرمی بامرہ او مغمی علیہ ولو بغیر امرہ او صبی غیر ممیز او مجنون جاز والافضل ان توضع الحصی فی اکفہم فیرمونہا الی رفقاؤہم وفی الحاوی عن المنتقی عن محمد اذا کان المریض بحیث یصلی جالسا رمی عنہ ولاشیئ علیہ اھ ولعل وجہہ انہ اذا کان یصلی قائما فلہ القدرۃ علی حضور الرمی راکبا او محمولا فلایجوز النیابۃ عنہ اھ ملخصات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از شہر بریلی مسؤلہ حضرت ستن بی بی صاحبہ مدظلہا

حج میں ایک اونٹ میں آٹھ آدمیوں نے شریک ہوکر قربانی کی تو حج ہوا یا نہیں اور قربانی دوبارہ کرے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حج ہوگیا پھر اگر احرام باندھتے وقت تنہا حج کی نیت باندھی تھی تو قربانی اصلاً ضرور نہ تھی نہ اب اس کے بدلے کسی چیز کی حاجت ہے ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی یا احرام میں فقط عمرہ کی نیت کرکے عمرہ ادا کرکے پھر حج کا احرام مکہ معظمہ میں باندھا تھا تو البتہ قربانی واجب تھی اور ایک اونٹ میں سات سے زیادہ شریک نہ ہوسکتے تھے تو وہ قربانی نہ ہوئی اس صورت میں البتہ دو قربانیاں لازم ہیں ایک اصل اور ایک جرمانہ کی ان کی قیمت بھیج کر حرم شریف میں کرائی جائیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲:

(۱) ایک حاجی نے دم شکریہ کے عوض اُس کی قیمت خیرات کی اب یہ دم شکریہ اُس کی جانب سے ادا ہوا یا نہیں دوسرے صاحب نے دم تقصیر کی قیمت خیرات کی اُس کے ذمہ سے دم ادا ہوا یا نہیں (۲) اگر وہ صاحب جنھوں نے دم شکریہ اور دم تقصیر منٰی میں نہ ذبح کیا تھا یہاں آکر ایک گائے خرید کر مثل قربانی کے شریک ہوکر اور اُس کو ذبح کرکے خیرات یہاں کردیں تو وہ فعل ہند میں درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) نہ کہ یہاں خود ذبح مقصود ہے اور اللہ عزوجل کے لیے جان دینا تو قیمت اُس کے بدلے کافی نہیں لباب میں ہے لاتجوز القیمۃ فی ھدی النذر کما لاتجوز فی غیرہ من الھدایا واللہ تعالٰی اعلم (۲) اگر ہندوستان میں ہزار گائیں یا اونٹ کردیں ادا نہ ہوگا کہ اُس کے لیے حرم شرط ہے درمختار میں ہے یتعین الحرم لاحل اھ ای دم شکر وجبر قال الشامی لما تقدم انہ اسم لما یھدی من النعم الی الحرم الخ قلت وقد قال تعالٰی ھدیا بالغ الکعبۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از پیلی بھیت مرسلہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۲۵ھ

جو شخص دور دراز سفر کرکے حج نفل کرے اور زیارت سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات نہ کرے تو وہ مصداق اس حدیث کا ہوسکتا ہے کہ جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا جو لوگ کہ ساکن مکہ معظمہ کے ہیں اور نفل حج کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت نہ کریں تو اس حدیث کے مصداق ہیں یا نہیں۔

الجواب

من حج یقیناً عام ہے مکی وآفاقی سب کو شامل اور تکرر سبب تکرر حکم کو مستلزم اور لم یزرنی کے صدق کو ترک کلی کی طرف مشیر ماننا خلاف اصل متبادر اور نظر ایمانی میں بلاشبہہ ہر بار زیارت لازم اور اسی پر مسلمین کا عمل لاجرم علامہ عبدالقادر فاکہی مکی متوفی ۹۸۲ھ

کتاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں المامور بہ اذا کان مرتبا علی سبب یتکرر طلبہ من المکلف بتکرر السبب فمن ذلک اجابۃ المؤذن فتطلب الاجابۃ علی ما قالہ جمع کلما وجد الاذان ویتکرر ومنہ فیما یظھر الزیارۃ للمستطیع کلما حج بناء علی مقتضی ھذا الخبر ونحوہ فیتاکد علی نحو المکی اکثر من تاکدہ علی غیرہ ان لا یفوت الزیارۃ بعد حجہ لاسیما فی عام حجہ فان قرب الدار یصیر القریب کالجار والجار التارک للمزار قد جار سیما اذا کان یرتکب الدیون فی تحصیل شھوتہ وعدم قطع عادتہ ولا یرتکبھا فیما ھو اشرف عباداتہ اھ قلت وانما جعل التاکد علی المکی اکثر لان عذرہ اقل کما اشار الیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۵: حافظ محمد ایاز صاحب از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں بموجب حکم شرع شریف ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجر عظیم عطا فرمائے:
(۱) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مکہ معظمہ پہنچ جائے اور رمضان شریف میں وہاں قیام کرے اور نہایت اطمینان سے طواف وسنگ اسود شریف کا بوسہ وغیرہ وغیرہ ادا کرے تو جیسا ثواب ایام حج میں ہوتا ہے ویسا ہی ہوگا یا اس میں یا وراس میں کچھ فرق ہوگا اور وہی ثواب ایک نماز کا لے گا جیسا کہ ایک لاکھ کا اور صدقات وغیرہ میں بھی اُسی کے مثل ہوگا یا نہیں حالانکہ شخص مذکور ایام حج میں بھی ارکان حج ضرور ادا کرے گا۔
(۲) اگر ماہ شعبان میں کوئی شخص مدینہ پہنچ جائے اور وہاں رمضان المبارک میں قیام کرے اور روضۂ مطہرہ کی زیارت کرتا رہے اور ہمراہ قافلہ مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے ارکان ادا کرے یا ماہ شوال میں اول مدینہ منورہ جائے اور وہاں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اطمینان کے ساتھ فراغت پاکر مکہ معظمہ جائے اور وہاں حج کے ارکان ادا کرکے اپنے مکان کو چلا آئے تو ان صورتوں میں شخص مذکور کو ثواب اسی درجہ کا ملے گا جیسا کہ حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ہوتا ہے یا کچھ کم ہوگا حاصل کلام یہ کہ اول مدینہ منورہ جانا اور وہاں سے قافلہ کے ساتھ بیت اللہ شریف آنا اور ارکان حج ادا کرکے مکان کو واپس آجانا درست ہے یا نہیں اور اس کا ثواب مثل بعد میں مدینہ شریف جانے کے ہے یا نہیں عند اللہ جواب سے مشرف فرمائیے اس کے ادا میں یہاں بہت جھگڑا ہو رہا ہے اللہ تعالٰی ثواب دارین عطا فرمائے۔

الجواب

(۱) حرم محترم کے اعمال کا ثواب اُس زمین پاک کے اعتبار سے ہے نہ زمان حج کی خصوصیت سے ایک نیکی پر لاکھ کا ثواب جیسے زمانۂ حج میں ہوگا ویسے ہی دیگر اوقات میں اور طواف کعبہ معظمہ جو حج میں کیا جائے گا اگر وہ طواف فرض ہے جب تو ظاہر ہے کہ فرض کے ثواب کو دوسری چیز نہیں پہنچ سکتی اور اگر وہ طواف عمرہ ہے تو رمضان مبارک میں اس کا طواف ذی الحجہ سے بہت زیادہ لاختلاف العلماء فی نفس جواز العمرۃ فی اشھر الحج حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی رمضان مبارک میں ایک عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے واللہ تعالٰی اعلم

۲؎ علمائے کرام نے دونوں صورتیں لکھی ہیں چاہے پہلے سرکارِ اعظم میں حاضر ہو اُس کے بعد حج کرے یہ ایسا ہوگا جیسے صبح کے فرضوں سے سنتیں مقدم ہیں اور حاضری بارگاہ مقدس اس کے لیے قبولِ حج کا سامان فرمائے گی ان شاء اللہ الکریم ثم رسولہ الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ کرم الصلاۃ والتسلیم اور چاہے تو حج کے بعد حاضر ہو یہ ایسا ہوگا جیسے مغرب کے فرضوں کے بعد سنتیں۔ حج اگر مبرور ہے اُسے گناہوں سے پاک کرکے اس قابل کردے گا کہ زیارتِ قبرِ انور کرے ع پاک شو اول وپس دیدہ برآں پاک انداز۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مکہ معظمہ کو جاتے میں مدینہ طیبہ راستہ میں نہ پڑے اور اگر ایسا ہے جیسا شام سے آنے والوں کے لیے تو پہلے حاضری دربارِ انور ضروری ہے خلافِ ادب ہے کہ بے حاضر ہوئے حج کو چلا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: پیش کردہ منشی محمد عتیق احمد صاحب ساکن پیلی بھیت بتاریخ ۲ رجب ۱۳۲۱ھ

بحضرت اعلم العلماء وافضل الفضلاء واکمل الکملاء آفتاب آسمان شریعت ماہتاب درخشان طریقت نوربخش قلوب مومنین روشن فرمائے دین و دنیا حاکم محکمۂ ایمان ماتحت حبیب الرحمٰن سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حامی دین متین اہل سنت ماحی ضلالت وکفر و بدعت صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ آیۃ من آیات اللہ فضیلت پناہ حقیقت آگاہ امام العلماء والفضلاء حاج الحرمین الشریفین مولانا ومقتدانا عالی جناب مولوی محمد **احمد رضا** خانصاحب فاضل بریلوی دامت برکاتہم وافاضاتہم اس بارہ میں کیا ارشاد ہے کہ حجاز ریلوے جو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کے سفر و زیارت وغیرہ کو مسلمانوں پر آسان کردے گی اور وہاں کے ساکنین خصوصاً حرم محترم مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ہر شئی بہ آسانی میسر آنے کا ذریعہ ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی قابل امداد واعانت اہل اسلام ہے یا نہیں جبکہ حضور سلطان المعظم اُس کو خاص مسلمانوں کے روپے سے تعمیر و اجرا کرانے میں بہت سعی وکوشش فرمارہے ہیں اور اس اعانت کا اجر چندہ دہندگان کو ملے گا یا نہیں۔ کیونکہ بعض کو گمان ہوتا ہے کہ ریل کا بننا ہی غلط بیانی ہے بعض تردد کرتے ہیں کہ روپیہ وہاں تک پہنچتا ہی نہیں حالانکہ یہ امر قابلِ اطمینان پایا گیا ہے قسطنطنیہ سے رسیدات مہری ڈاکخانہ وغیرہ بسند کافی آئی ہیں بعض مقاموں خاص کر پیلی بھیت میں مسلمانوں نے یہ معلوم کرکے کہ حضور والا چندہ دینے کو منع فرمایا ہے اس سبب سے سب مسلمان کہ مطیع حکم حضور کے رہتے ہیں جو دراصل صحیح حکم خدا اور رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے چندہ دینے لینے سے باز رہے لہٰذا اس بارے میں ارشاد حضور کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حجاز ریلوے مسلمانوں کے نفع وآرام کی چیز ہے نیت صالحہ سے اس میں شرکت ان شاء اللہ تعالٰی باعث اجر و برکت ہے۔ بعض حاجیوں کو یہ خیال کہ ریل بننا ہی غلط ہے بلکہ بیچ کے لوگوں نے یہ شعبدہ اُٹھا رکھا ہے روپیہ جو جاتا ہے تغلب خائنان میں آتا ہے اس میں پہلا فقرہ محض غلط وسوئے ظن ہے وہ بھی صریح یقین کے مقابل۔ اور پچھلا فقرہ اگرچہ بعض مواضع پر صحیح ہونا ممکن اور تجربہ شاہد ہے کہ ضرور کہیں صحیح ہوگا ایسے معاملات میں بہت کاذب وخائن کھڑے ہوجاتے ہیں مگر نہ سب یکساں ہیں نہ بعد حصول ذرائع اطمینان اجازت

سورگان ہے اور بالفرض ہو بھی تو مسلمان جس نے لوجہ اللہ تعالٰی دیا اپنی نیت پر اجر پائے گا فقد وقع اجرہ علی اللہ فقیر نے اس میں اعانت پر کبھی انکار نہ کیا البتہ بعض جاہلان علم ادعا نے یہ کہہ دیا تھا کہ اُس کی اعانت فرض ہے کہ بے امنی راہ کے باعث فرضیت حج میں خلل ہے ریل کا بننا اُس خلل کا ازالہ کرے گا اور مقدمہ فرض فرض ہوتا ہے اس کا میں نے رد کیا تھا کہ یہ محض جہالت ہے اول بحمد اللہ تعالٰی ہر گز راہ میں بے امنی نہیں جسے حق سبحانہ نے وہ سفر کریم بخشا اور اُس کے ساتھ ایمان کی آنکھ اور عقل مستقیم عطا کی ہے اُس نے موازنہ کیا اور معلوم کرلیا ہے کہ وہاں باآنکہ بارہ منزل کے اندر صرف دو ایک چوکیاں ہیں بحمدہ تعالٰی وہ امن وامان رہتی ہے کہ یہاں قدم قدم پر چوکی پہرے کی حالت میں ہو جس قافلہ میں یہ فقیر ۱۲۹۵ھ میں اپنے رب کے دربار سے اُس کے حبیب کی سرکار میں حاضر ہوتا تھا جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قافلہ بعد زوال ظہر وعصر پڑھ کر رواں ہوتا اور وقت مغرب خفیف قیام کرتا کہ لوگ مغرب وعشا کے فرض و وتر پڑھ لیتے شافعیہ اپنے مذہب پر ایسا کرتے اور حنفیہ بضرورت تقلید غیر پر عامل ہوتے کہ بحال ضرورت اُن شرائط پر کہ فقہ میں مفصل ہیں ایسا روا ہے مگر یہ فقیر بحمد اللہ اپنے امام رحمہ اللہ تعالٰی کے مطابق مذہب ہر نماز خاص اُس کے وقت مقرر ہی میں پڑھتا جن کی تعیین اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادی ہے مجھے عصر وعشا کے لیے اُترنا پڑتا قافلہ دور نکل جاتا میں جلدی کرکے مل جاتا قضائے حاجت کے لیے بھی لوگ اس خیال سے کہ قافلہ بعید نہ ہوجائے نزدیک ہی بیٹھ جاتے ہیں مجھے یہ پسند نہ آتا اور دُور کسی پیڑ یا پہاڑ کی آڑ میں جاتا اس میں بھی قافلہ دُور نکل جاتا دن کی تنہائیوں اور رات کی اندھیریوں میں بارہا بدوی ملے وہ مسلح تھے اور میں نہتا مگر کبھی سوا السلام علیکم وعلیکم السلام مساکم اللہ بالخیر والسعادۃ صبحکما اللہ بالرضاء والنعیم کے اصلا کسی نے کوئی تعرض نہ کیا وللہ الحمد اتفاقا کہیں کوئی واقعہ ہوجانا بدامنی نہیں کہلاتا یہاں شہر سے اسٹیشن کو جاتے ہوئے شب میں متعدد وارداتیں ہوچکیں اور رات کو آنولے سے بدایوں جانے میں تو کتنے ہی وقائع ہوئے کوئی عاقل ایسے اتفاقیات پر شہر یا راہ میں بدامنی نہ مانے گا پھر وہاں اس حال پر کہ بارہ منزل تک بیچ میں صرف ایک قلعہ رابغ ملتا ہے جگہ جگہ چوکی پہروں کا نشان نہیں اگر اتفاقی واردات ہوجائیں تو اُس کے باعث بدامنی ماننا فرضیت حج میں خلل جاننا ضعف ایمان نہیں تو کیا ہے لئیم الطبع لوگ جو قافلوں میں بدویوں سے دناءت وخست کا برتاؤ کرتے ہیں اور اُس کے سبب سے ان کی خدمتگزاری کہ اُن پر شرعا عرفا کسی طرح لازم نہیں پوری نہیں کرتے (حالانکہ مشاہدہ وتجربہ ہے کہ وہ کریم الطبع بندے قلیل پر کثیر راضی ہوجاتے اور ادنی خدمت گار سے بڑھ کر کام دیتے ہیں ہاں خسیس دنی الطبع کو ضرور مکروہ رکھتے ہیں) اس باعث سے اگر کوئی تکلیف ان سفہا کو پہنچ جاتی ہے تو انھیں کی لوم وخست کا نتیجہ ہے اُسے طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ یہاں آکر بیان کرتے اور محض بے اصل نئی پرانی افواہ اپنے حواشی بڑھا کر مسلمانوں کو سناتے اور انھیں حاضری بارگاہ خدا ورسول سے بددل کرتے ہیں یہ اُن کی ایمانی حالت کا خاکہ ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل اور اگر معاذ اللہ بدامنی اس حد کی فرض کی جائے کہ مانع فرضیت حج ہو تو اب یہ ریل اگر مورث امن مان بھی لی جائے تو مقدمہ فرض نہ ہوگی کہ بسبب بے امنی حج فرض ہی نہیں ہاں مقدمہ فرضیت ہوگی کہ یہ ہوجائے تو حج فرض ہو اور مقدمہ فرضیت فرض درکنار مستحب بھی نہیں ہوتا مثلاً اتنا مال جمع کرنا کہ حوائج اصلیہ سے بچ کر قدر نصاب رہے اور اُس پر سال گزرے مقدمہ فرضیت زکوۃ ہے کہ ایسا ہو تو زکوۃ فرض ہو مگر وہ اصلا مستحب بھی نہیں۔

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ اسباب ادائے واجب کا مہیا کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ اسباب وجوب کا۔ درمختار میں ہے لو وهب الاب لابنه مالا یحج به لم یجب قبوله لان شرائط الوجوب لایجب تحصیلها یہ اُن جاہلان عالم نما کی جہالت کا رد تھا، ورنہ نفس ریل و اعانت چندہ پر فقیر نے کبھی اعتراض نہ کیا، مسلمانوں کو اتنا ضرور ہے کہ اس امر خیر میں ہمت کریں تو ذرائع اطمینان حاصل کرلیں اور اپنے شہر کے معتمد متدین صلحا مثل جناب مولنا الاسد الاسد الاشد الارشد مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی یا مولانا مولوی حکیم محمد خلیل الرحمٰن خاں صاحب یا مولانا قاضی حافظ خلیل الدین حسن صاحب یا مکرمنا منشی محمد عتیق احمد صاحب سلمہم کو متوسط کریں، وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از گورکھپور محلہ گھوسی پورہ ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ مسئولہ مولانا مولوی حکیم عبداللہ صاحب

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی رجل مکلف له ابوان وبنتان صغیرتان لایفتقرون الیه فی المعاش وله زاد وراحلة یرید ان یهاجر وحده الی الحرمین الشریفین زادهما اللہ شرفا وتعظیما وذالك لانه لایجد مالا یسع زادهم جمیعا ویظن انه لو استجازهم فی الهجرة لایجیزوه اصلا فهل تجوز له الهجرة بحکم الشرع ام لا بینوا بالسند الکتاب والعبارة توجروا یوم الحساب بالبشارة۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب الحمد للہ وحده والصلاة والسلام علی من لانبی بعده وعلی اٰله وصحبه المکرمین عنده بر الوالدین من اعظم الواجبات واھم القربات حتی قرن المولٰی سبحانه وتعالٰی شکرھما بشکره اذ امر عز من اٰمر ان اشکر لی ولوالدیك وقد فضله النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی الجهاد فی سبیل اللہ (اخرج) احمد والشیخان وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلاة علی وقتها قلت ثم ای قال بر الوالدین قلت ثم ای قال الجهاد فی سبیل اللہ قلت ولیس البر ان لاتعصیهما اذا امراک بشیئ وتخالفهما فی ماسوی ذالك ولکن البر ان لاتأتی مایکرھانه وان لم یخاطباك فیه بشیئ فان الطاعة والارضاء کلاھما واجبان والمعصیة والاسخاط جمیعا محرمان وھذان اعنی السخط والرضا لایختصان بما تقدم فیه بصریح البیان کما لایخفی وحسبك ما (اخرج) الترمذی وابن حبان والحاکم وصححه والطبرانی عن عبداللہ بن عمرو والبزار عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهم انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد ولفظ البزار الوالدین فی الموضعین وقد اشار النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من اراد الجهاد والهجرة الیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان یرجع

فیخدم ابویہ ولیس فی الحدیث انھما کانا مفتقرین الیہ (اخرج) احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما ومسلم وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاستاذنہ فی الجہاد فقال احی والداک قال نعم قال ففیھما فجاھد قلت ولا اقول ان مجرد عدم الذکر ذکر العدم حتی ترجع تقول واقعۃ حال فلا شمول فما یدریک لعلھما کانا مفتقرین الیہ وانما اقول ان السائل لم یبین والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یستبن فترک السؤال دلیل الارسال (واخرج) مسلم فی روایۃ لہ عن ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اقبل رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ابایعک علی الھجرۃ والجہاد ابتغی الاجر من اللہ تعالٰی قال فھل من والدیک احد حی قال نعم بل کلاھما حی قال فتبتغی الاجر من اللہ تعالٰی قال نعم قال فارجع الی والدیک فاحسن صحبتھما (واخرج) ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال جئت ابایعک علی الھجرۃ وترکت ابوی یبکیان قال فارجع الیھما فاضحکھما کما ابکیتھما (واخرج) ایضا عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من اھل الیمن ھاجر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ھل لک احد بالیمن قال ابوای قال اذنا لک قال لا قال فارجع الیھما فاستاذنھما فان اذنا لک فجاھد والا فبرھما (واخرج) النسائی وابن ماجۃ والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم والطبرانی باسناد جید عن معاویۃ بن جاھمۃ ان جاھمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اردت ان اغزو وقد جئتک استشیرک فقال ھل لک من ام قال نعم قال فالزمھا فان الجنۃ عند رجلیھا ولفظ الطبرانی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استشیرہ فی الجہاد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ الک والدان قلت نعم قال الزمھما فان الجنۃ تحت ارجلھما (واخرج) ھذا اعنی الطبرانی عن طلحۃ بن معویۃ السلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی ارید الجہاد فی سبیل اللہ قال امک حیۃ قلت نعم قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزم رجلیھا فثم الجنۃ فھذہ فتوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الھجرۃ الی المدینۃ ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین اظھرھم فکیف بجوار احد الحرمین بعد وفاۃ سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانظر کیف امرھم ان یرجعوا ویلزموا ارجل اباءھم وامھاتھم وانظر کیف امر من لم یستاذن ان یرجع فلیستاذن وانظر کیف ھدی من اتی وترکھما یبکیان ان یضحکھما کما ابکاھما وانت اذا علمت انھما لا یاذنان ان استاذنت فقد علمت انھما لاشد حزنا ووجدا بک ان فارقت وما اذنت فایاک ثم ایاک ان تترکھما وھما یبکیان وھذا خیر التابعین بشھادۃ

سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المرویۃ من طریق عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عند مسلم فی صحیحہ ومن حدیث علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عند الحاکم بسند صحیح اعنی ولی اللہ سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ منعتہ خدمتہ امہ والبرہبا ان یاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتشرف بذٰلک الشرف الاہم الاعظم عـه بنبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فما ظنک بھذا الذی یسمیہ الناس ھجرۃ وماھو بہجرۃ وانما الھجرۃ ھجران الذنوب نسأل توفیقہ من رب القلوب (اخرج البخاری وابوداؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عـه الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر مانھی اللہ تعالٰی عنہ وما احسن ما قال اخو العجم ع گر در یمنی وبا منی پیش منی ؎ ور پیش منی وبے منی در یمنی ؎ وھو معنی ما قال اٰخر ع وکم من بعید الدار نال مرادہ ؎ وکم من قریب الدار مات کئیبا ؎ وکان سیدی العارف باللہ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ تعالٰی یقول کم من ھو معنا ولیس ھو معنا وکم من ھو بعید عنا وھو معنا اھ ومن اخفی وساوس الشیطان تلبس الشر بالخیر علی الانسان فیذھب بہ الی السیأت من باب الحسنات ولا یعرف ذٰلک الا العلماء العاملون ولذا ورد ذم المتعبد بغیر فقہ وضرب لہ مثل سوء فی حدیث عند ابی نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ وھذا اشرما اخرج الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد فھذا الذی یرید الھجرۃ لو علم ما فی احزان الوالدین وادخال الغم علیھما لما ارادھا کما ورد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال لو کان جریج الراھب فقیھا عالما لعلم ان اجابۃ دعاء امہ اولی من عبادۃ ربہ اخرج الحسن بن سفین فی مسندہ والحکیم المولٰی الترمذی فی نوادرہ وابن قانع فی معجمہ والبیہقی فی شعب الایمان عن شھر بن حوشب عن حوشب بن یزید عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھذا الحدیث وان بغیت الفقہ فقد نقل العلامۃ البحر فی البحر الرائق تفصیلا برخصتہ ونھی فی مسئلۃ حج الولد بلا اذن الوالد ثم قال ھذا کلہ فی حج الفرض اما حج النفل فطاعۃ الوالدین اولی مطلقا کما صرح بہ فی الملتقط اھ نقلہ العلامۃ ابن عابدین فی ردالمحتار قلت فاذا کان ھذا حکمہم فی الحج وانت ترید القفول فکیف وانت عازم ان لا ترجع وقد نص فی الھندیۃ نصا بطاحسنا فی امثال مسائل حیث قال الابن البالغ یعمل عملا لاضرر فیہ دینا ولا دنیا بوالدیہ وھما یکرھانہ فلابد من الاستیذان فیہ اذا کان لہ بد منہ اھ فقد حکم ان لابد من الاستیذان

عـه اصل میں بیاض ہے۔ عـه اصل میں بیاض ہے۔

وان لم یکن بهما ضرر اصلا فیما اراد فهذا حکم المسئلۃ کما تری ولکن مالی التکلم فی هذا وذاك ولا اقول ان المجاورۃ لاتحل من اصلها وان اذن الابوان فکیف اذا کرها وحزنا بها هذا هو قول الامام وبقوله قال الخائفون المحتاطون من العلماء کما فی الشامی عن الاحیاء وبه جزم فی المجمع وغیرہ قلت وهو الاقوی دلیلا والاحسن تاویلا والاصلح تعویلا والاقوم قیلا ولیس لحنفی ان یجتاز من قوله ویختار قول غیرہ کما حبیه مثلا الا لضعف بین فی دلیله اوضرورۃ تدعوا الی مخالفتہ حتی صرح الفاضلان العلامتان مولٰنا زین بن نجیم المصری والشیخ خیر الدین الرملی انہ لایعمل ولا یفتی الا بقوله رضی اللہ تعالٰی عنہ ولایعدل عن قوله الی قولهما او قول احدهما الا لما مروان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولهما کما فی صلاۃ البحر وشهادات الخیریۃ وهذا امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کان اذا فرغ من حجہ یدور فی الناس ویقول یا اهل الیمن یمنکم ویا اهل العراق عراقکم ویا اهل الشام شامکم فانہ اهیب لبیت ربکم فی اعینکم او کما یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ قلت وکان هذا والناس انما هم صحابۃ او تابعون وهم ماهم من غایۃ الادب ونهایۃ الاجلال فما بال اهل الزمان اهل کیت وذیت واللہ المستعان لاصلاح الاحوال وقد سئل امام دار الهجرۃ عالم المدینۃ مالك بن انس رحمہ اللہ تعالٰی ایما احب الیك المجاورۃ او القفول فاجاب ان السنۃ الحج ثم القفول کما نقلہ العلامۃ محمد العبدری فی مدخلہ قلت وانما اراد سنۃ الصحابۃ ماعدا المهاجرین اما المهاجرون فقد کانوا عن الاقامۃ محجورین فلا یدل قفولهم علی استنانہ کما لایخفی ثم ان العبدری نقل عن بعض اکابر الاولیاء قدست اسرارهم ان جاور بمکۃ اربعین سنۃ ولم یبل فی الحرم ولم یضطجع قال فمثل هذا تستحب لہ المجاورۃ او یومر بها والموضع موضع ربح لاموضع خسارۃ فیحرم نفسہ الربح لقلۃ الادب الذی یصدر منہ وقلۃ الاحترام قال وقد حکی لی السید الجلیل ابوعبد اللہ القاسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ انہ احتاج الی قضاء حاجۃ الانسان وهو فی المدینۃ فخرج الی موضع من تلك المواضع وعزم ان یقضی حاجتہ فیہ فسمع هاتفا یهتف بہ عن ذلك فقال الحجاج یعملون هذا فاجابہ الهاتف بان قال واین الحجاج واین الحجاج واین الحجاج ثلث مرات فخرج من البلد حتی قضی حاجتہ ثم رجع اھ وقد اطال الکلام فیہ الی ان قال ثم لوفرض ان المجاور لایباشر شیئا مما تقدم ذکرہ حینئذٍ تکون المجاورۃ مستحبۃ فی حقہ مالم یخل بعبادۃ اخری هی اکبر منها کبر الوالدین والقیام بما وجب علیہ من صلۃ الرحم لمن یجب ذلك بالحضور معہ دون ارسال السلام بالکتابۃ وغیرہ قال والمقصود ان یقدم امتثال الشرع الشریف فیقدم ماقدم ویوخر ما اخرہ فالمجاورۃ مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باتباع اوامرہ واجتناب نواهیہ فی ای موضع کان هذہ هی المجاورۃ

قال ومن کتاب القوت للسید ابی طالب المکی رحمہ اللہ تعالٰی قال بعض السلف کم من رجل بارض
خراسان اقرب الی ھذا البیت ممن یطوف بہ وکان بعضھم یقول لان تکون ببلدک وقلبک مشتاق
متعلق بھذا البیت خیر لک من ان تکون فیہ وانت متبرم بمقامک وقلبک متعلق الی بلد غیرہ اھ
ملتقطا وانی لوشئت لطولت الکلام بتوفیق العلام فی تحقیق المرام ولکن حسبی فی ھذا المقام کلام الامام
من بن الھمام اذلاعطر بعد عروس قال قدسنا اللہ تعالٰی بسرہ الکریم ونفعنا فی الدارین بفضلہ
الفخیم فی فتح القدیر شرح الھدایۃ اختلف العلماء فی کراھۃ المجاورۃ بمکۃ وعدمھا فذکر بعض الشافعیۃ
ان المختار استحبابھا الاان یغلب علی ظنہ الوقوع فی المحذور وھذا قول ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ
تعالٰی وذھب ابوحنیفۃ ومالک رحمھما اللہ تعالٰی الی کراھتھا (قلت والمراد کراھۃ التحریم اذھو المحمل
عند الاطلاق وبدلیل قول المحقق فیما سیأتی لایذکر حالھم قیدا فی جواز الجوار اھ قال)
وکان ابوحنیفۃ یقول انھا لیست بدار ھجرۃ وقال مالک وقد سئل عن ذلک ما کان الناس الا
علی الحج والرجوع وھو اعجب وھذا احوط لما فی خلافہ من تعریض النفس علی الخطر اذطبع الانسان
التبرم والملل من تواردما یخالف ھواہ فی المعیشۃ وزیادۃ الانبساط المخل بما یجب من الاحترام
لما یکثر تکررہ علیہ ومداومۃ نظرہ الیہ وایضا الانسان محل الخطاء کما قال علیہ السلام کل ابن ادم
خطاء (قلت اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل بنی ادم
خطاء وخیر الخطائین التوابون اھ قال) والمعاصی تضاعف علی ماروی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی
عنہ ان صح والا فلاشک ان فی حرم اللہ افحش واغلظ فتنتھض سببا لغلظ الموجب وھو العقاب (و
ساق الکلام الی ان قال) وکل من ھذہ الامور سبب لمقت اللہ تعالٰی واذاکان ھذا سجیۃ البشر
فالسبیل الخروج عن ساحتہ وقل من یطمئن الی نفسہ فی دعوٰھا البراءۃ من ھذہ الامور الا وھو فی
ذلک مغرور الاتری الی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم المختبین الیہ المدعو لہ کیف اتخذ الطائف دارا وقال لان اذنب خمسین ذنبا برکبۃ
وھو موضع بقرب الطائف احب الی من ان اذنب ذنبا واحدا بمکۃ (قلت یشیر بالدعا الی قولہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم فقھہ فی الدین وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم علمہ
الکتاب اخرجھما الشیخان وانما التنبیہ کما قال لہ الامام الحسن البصری رحمہ اللہ تعالٰی الزاھد
فی الدنیا الراغب فی الاخرۃ البصیر بعیوب نفسہ ومثل ھذا یتأھل للجوار لاشک وقد
واللہ کان ابن عباس من اعاظم اھلہ ولکن الاکابر انفسھم یستصغرون فانظر الی الفرق من

لایسئم یخشی السأمۃ ومن لایسئم یدعی السلامۃ قال) وعن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مامن بلدۃ یؤاخذ العبد فیہا بالہمۃ قبل العمل الا مکۃ وتلاھذہ الاٰیۃ ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم وقال سعید بن المسیب للذی جاء من اھل المدینۃ یطلب العلم ارجع الی المدینۃ فانا نسمع ان ساکن مکۃ لایموت حتی یکون الحرم عندہ بمنزلۃ الحل لما یستحل من حرمہا وعن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خطیئۃ اصیبہا بمکۃ اعز علی من سبعین خطیئۃ بغیرہا نعم افراد من عباد اللہ استخلصہم وخلصہم من مقتضیات الطباع فاولئک ھم اھل الجوار الفائزون بفضیلتہ من تضاعف الحسنات والصلوات من غیر ما یحبطہا من السیئات (ثم سرد احادیث فی ذٰلک ثم قال) لکن الفائز بھذا مع السلامۃ من احباطہ اقل القلیل فلا یبنی الفقہ باعتبارھم ولا یذکر حالھم قیدا فی جواز الجوار لان شان النفوس الدعوی الکاذبۃ والمبادرۃ الی دعوی الملکۃ والقدرۃ علی ما یشترط فیما تتوجہ الیہ وتطلبہ واکذب ما یکون اذا حلفت فکیف اذا ادعت واللہ تعالٰی اعلم وعلی ھذا فیجب کون الجوار فی المدینۃ المشرفۃ کذٰلک فان تضاعف السیئات او تعاظمہا وان فقد فیہا (قلت وذٰلک لان الرحمۃ فی المدینۃ اکثر واللطف اوفر والکرم اوسع والعفو اسرع کما ھو شاھد مجرب والحمد للہ رب العٰلمین ومع ذٰلک) فمخافۃ السأمۃ وقلۃ الادب المفضی الی الاخلال بواجب التوقیر والاجلال قائم وھو ایضا مانع الا للافراد ذوی الملکات فان مقامھم وموتھم فیہا السعادۃ الکاملۃ اھ مختصرا وموضحا وھو کما تری من الحسن بمکان فقد افاد واجاد اثابہ الجواد تبارک وتعالٰی وابان ان الامر وان کان فی الواقع علی جواز الجوار بشرط التوثق وھو التوفیق عند المحقق کما نص علیہ وصححہ فی شرح اللباب وجزم بہ فی الدر المختار الا ان ھذا التوثیق لما کان نادرا قلیلا واحکام الفقہ انما تبتنی علی الغالب الکثیر دون النادر الیسیر فالوجہ ھو اطلاق المنع کما ھو مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ ولذا اخذ الفاضلون المحشون العلامۃ الحلبی ثم الطحطاوی ثم الشامی کلھم فی حواشی الدر فی اشتراطہ التوثیق حیث نقلوا کلام الفتح ثم قالوا وھو وجیہ فکان ینبغی للشارح ان ینص علی الکراھۃ ویترک التقیید بالتوثیق اھ زاد ابن عابدین ای اعتبارا للغالب من حال الناس لاسیما اھل ھذا الزمان واللہ المستعان اھ ولقد اعجبنی قول العلامۃ علی القاری فی مسلک المتقسط شرح المنسک المتوسط مع تصحیحہ ما علمت حیث یقول لو کانت الائمۃ فی زماننا وتحقق لھم شاننا لصرحوا بالحرمۃ الخ قلت ونظیرہ ما قال فی الدر المختار فی مسئلۃ دخول المرأۃ الحمام ان فی زماننا لاشک فی الکراھۃ لتحقق کشف العورۃ اھ وقد سبقہ الی ذٰلک المحقق علی الاطلاق فی الفتح ونحوہ ما ذکر العلائی ایضا فی الدر المنتقی شرح الملتقی فی وجوب نفقۃ طالب العلم ان ھذا اذا کان بہ رشد

کما فی الخلاصۃ ولذا قال صاحب المنیۃ و القنیۃ انا افتی بعدم وجوبہا فان قلیلا منہم حسن السیرۃ مشتغل بعلم الدین واکثرہم رکذا وکذا او ذکر من مساویہم ثم قال اعنی الحصکفی، واما من کان بخلافہم فنادر فی ھذا الزمان فلا یفرد بحکم لحرج التمییز بین المصلح والمفسد الخ قلت ومن ھذا القبیل حکمہم بتحریم السماع المجرد عن المزامیر فانہ یہیج مکامن القلوب واکثر الناس اساری الشہوات فاوجب المنع سد الباب الفتنۃ وان کان نفع شیئ فی حق رجال تحلوا بالفضائل وتخلوا عن الرذائل وماتت شہواتہم بل قنت ذواتہم فبقی السماع محض الانتفاع وبہ الانقطاع لطویل النزاع فمن فعلہ من الاولیاء فقد اصاب خیرا ومن منعہ من الفقہاء فقد نال ضیرا فلہم الاجر بما نصحوا وللقوم الاذن لما صلحوا وکل ثواب وبشری الصواب والحمد للہ رب الارباب و **بالجملۃ** فالحکم عدم جواز الجوار اصلا فی زماننا والعاقل لا یسعہ الا الاحتیاط لنفسہ والاحتراز عن سلوک مسالک تفضی غالبا الی المہالک ومن صدق نفسہ فقد صدق کذوبا ویسیر ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واذا کان الامر کما وصف ھنالک سقط منشو السؤال رأسا اذ تبین ان لیس ما یظنہ خیرا خیرا واللہ المسئول ان یرزق الخیر ونفی الضیر وھو سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم

شرائطِ حج

مسئلہ ۲۲۸: از پٹنہ عظیم آباد بخشی محلہ مرسلہ منشی علی حسین صاحب ۲ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معمر قریب ہشتاد سالہ بعض رعشہ کہ تنہا سفر کے قابل نہیں کبھی اپنے زمانہ صحت و شباب میں اتنے مال کا مالک نہ ہوا کہ اس پر حج فرض ہوتا اب کہ حالت یہ ہے اس نے اپنا مال وغیرہ بیچا اور پانسو روپے اس کے پاس ہوگئے کہ یہی کل سرمایہ اس کا ہے بوجہ ضعف وامراض دوسرے شہر میں جہاں اس کے اعزہ ہیں سکونت کرنا اور وہاں مکان خریدنا چاہتا ہے اس صورت میں اس پر خود حج کو جانا یا روپیہ دے کر حج بدل کرانا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید پر حج اصلاً واجب نہیں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب مصحح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے کہ بغیر اس کے حج سرے سے واجب ہی نہ ہوتا نہ خود جانا نہ دوسرے کو بھیجنا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے مذہب مصحح میں اگرچہ تندرستی مذکورہ شرط وجوب نہیں شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل جانے آنے کے قابل بالاتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا اور مکان حاجات اصلیہ سے ہے اس کی خریداری یا بنانے کے بعد اس زمانے میں کہ اب مصارف حج بہت قریب گزرے ہوئے زمانے سے تقریباً دوچند ہوگئے اتنا بچنا کہ اس سے حج کو جانے آنے [illegible] تمام مصارف ہوں اور زید کے لیے اس حالت میں کہ نہ اور مال نہ کسب پر قدرت کچھ ذریعہ معاش بچ بھی رہے معقول نہیں لہٰذا بالاتفاق وبناءً علی التنزیل صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب صحیح مرجح پر تو بلاشبہہ زید پر حج کرانا بھی واجب نہیں اور خود حج کو جانا تو بالاجماع اصلاً صورت وجوب نہیں رکھتا لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے: الحج فرض علی مسلم حر مکلف صحیح البدن ای سالم عن الآفات المانعۃ عن القیام بما لابد منہ فی السفر فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر لایثبت علی الراحلۃ بنفسہ واعمی وان وجد قائدا لا بانفسھم ولا بالنیابۃ فی ظاھر المذھب عن الامام وھو روایۃ عنھما وظاھر الروایۃ عنھما وجوب الاحجاج علیھم وظاھر التحفۃ اختیار قولھما وکذا الاسبیجابی وقواہ فی الفتح وحکی فی اللباب اختلاف التصحیح وفی شرحہ انہ مشی علی الاول فی النھایۃ وقال فی البحر العمیق انہ المذھب الصحیح وان الثانی صححہ قاضیخان فی شرح الجامع واختارہ کثیر من المشائخ اھ ش) بصیر ذی زاد وراحلۃ فضلا عما لابد منہ ومنہ المسکن ومرمتہ ولو کان عندہ ما لو اشتری بہ مسکنا وخادما لایبقی بعدہ ما یکفی للحج

لایلزمہ خلاصہ وجوہرۃ فی البحر انہ یشترط بقاء راس مال لحرفتہ ان احتاجت لذلک والا لا اور راس المال یختلف باختلاف الناس بحر والمراد ما یمکنہ الاکتساب بہ قدر کفایتہ وکفایۃ عیالہ اھ ملتقطات واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادائے حج ہندہ پر مدت سے فرض تھا اب جانے کا قصد کیا تو محارم اُس کے بجہت موانع نہیں جاسکتے ایک محرم کو کہ ارتکاب مناہی سے بیباک ہے اور انصرام سفر کے کاموں کا اُس سے متوقع نہیں لے جانا ممکن ہے اور ایک عورت متقیہ اور ایک بھتیجا شوہر ہندہ کا کہ بچپن سے اُس کے سامنے ہوتی دیندار و ہوشیار ہے جاتے ہیں اُن کے ساتھ نہ جائے گی تو پھر جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی فرض رہ جائے گا اس صورت میں ہندہ کو جانا چاہیے یا نہیں اور جائے تو کس کے ساتھ جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

عورت کو بغیر محرم کے حج خواہ کسی اور کام کے واسطے سفر کرنا ناجائز ہے اور بھتیجا شوہر کا محرم نہیں اور محرم فاسق بیکار ہے اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور معیت زن متقیہ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں لیکن اگر بغیر محرم کے چلی گئی اور حج کرلیا تو فرض ساقط اور حج مع الکراہۃ ادا اور اس فعل ناجائز کی معصیت جدا پس جب ہندہ پر بسبب اجتماع شرائط کے حج فرض ہوگیا تھا اور اب معیت محرم کی نہیں ملتی تو چارہ کار یہی ہے کہ نکاح کرے اگر یہ خوف ہو کہ شاید اس نے نکاح کرلیا اور پھر نہ گیا تو یہ پھنس گئی اور حج بھی نہ ہوا یا اندیشہ ہو کہ شوہر موافق مزاج نہ نکلے تو چاہیے تھا چند روز کے لیے اور پابند ہوگئی عمر بھر کی یا سرے سے اُسے پابند شوہر رہنا منظور ہی نہ ہو صرف اس ضرورت کی رفع تک نکاح چاہیے تو **اقول** اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ اگر تو اس سال میرے ساتھ حج کو نہ جائے تو مجھ پر ایک طلاق بائن ہو اور جب بعد حج میں واپس آؤں اور اپنے مکان میں قدم رکھوں تو فوراً مجھ پر طلاق بائن ہو یوں اگر وہ نہ گیا تو طلاق ہوجائے گی اور اگر گیا تو واپسی پر عورت جس وقت اپنے مکان میں قدم رکھے گی نکاح سے نکل جائے گی اور بہتر و آسان تر یہ ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے ہر وقت اپنے نفس کا اختیار ہو کہ جب کبھی چاہوں اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے لوں یوں اس کے نہ جانے یا واپس آنے پر اور اُس کے بعد بھی ہر وقت عورت کو اختیار رہے گا مرضی ہو اُس کی زوجیت میں رہے نہ مرضی ہو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر جدا ہوجائے درمختار میں ہے مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق لامرأۃ ولو عجوزا وھل یلزمھا التزوج قولان ولو حجت بلا محرم مع الکراھۃ ردالمحتار میں ہے قولہ قولان ھما مبنیان علی ان وجود الزوج او المحرم شرط وجوب ام شرط وجوب الاداء والذی اختارہ فی الفتح انہ مع الصحۃ وامن الطریق شرط وجوب الاداء فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق او لم یوجد زوج ولا محرم ویجب علیھا التزوج عند فقد المحرم وعلی الاول لایجب شیئ من ذلک کما فی البحر وفی النہر وصحح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النہایۃ تبعا لقاضی خان واختارہ فی الفتح اھ قلت لکن جزم فی اللباب بانہ لا یجب علیھا التزوج مع انہ مشی علی

جعل المحرم او الزوج شرطا اداء ورجح ھذا فی الجوھرۃ وابن امیر حاج فی المناسک کما قالہ المصنف فی منح قال ووجھہ انہ لایحصل غرضھا بالتزوج لان الزوج لہ ان یمتنع من الخروج معھا بعد ان یملکھا ولا تقدر علی الخلاص منہ وربما لایوافقھا فتتضرر منہ بخلاف المحرم فانہ ان وافقھا انفقت علیہ وان امتنع امسکت نفقتھا وترکت الحج اھ فافھم اھ مافی ش **اقول** نعم المخلص من ھذہ کلھا ماذکرت من ان تتزوج بشرط ان تملک طلقۃ بائنۃ تطلق بھا نفسھا متی شاءت فان لم یخرج معھا اولم یوافقھا اولم تردہ تخلص نفسھا ولا حرج علیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از پیلی بھیت محلہ شیر خاں مرسلہ محمد عبداللطیف خاں صاحب رئیس ۸ شوال ۱۳۲۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم بندہ سلامت بعد سلام نیاز کے عرض یہ ہے میری بھاوج بیوہ فی الحال ارادہ حج بیت اللہ شریف کے جانے کا رکھتی ہیں بلکہ بھاوج صاحبہ کا قصد حال میں روانگی کا ہے مگر ہمراہ اُن کے کوئی شخص محرم نہیں ہے جو شخص کہ اُن کے ہمراہ جاتا ہے وہ ان کے دُور کے رشتہ کا بھائی ہے اور عرصہ سے بھاوج صاحبہ کے پاس ملازم ہے مگر شخص مذکور محتاط نہیں ہے یہاں کے علماء نا محرم شخص کے ہمراہ جانے سے منع فرماتے ہیں اور بھاوج صاحبہ کے حقیقی بھائی مکہ شریف سال گزشتہ میں گئے ہوئے ہیں واپسی میں وہ ان کے ہمراہ آئیں گے جناب بموجب شرع شریف یہ ارقام فرمائیے کہ بھاوج صاحبہ کا ایسے شخص کے ہمراہ جانا جائز ہے یا ناجائز جواب جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الامع ذی رحم محرم یقوم علیھا حلال نہیں اُس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر محرم کے ساتھ جو اُس کی حفاظت کرے یعنی بچہ یا مجنون یا مجوسی یا بے غیرت فاسق نہ ہو ایسا اگر محرم ہو تو اُس کے ساتھ بھی سفر حرام ہے کہ اُس سے حفاظت نہ ہوسکے گی یا بےحفاظتی کا اندیشہ ہوگا حج کا جانا ثواب کے لیے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا میں خاص اس موقع کے لیے نہیں کہتا بلکہ عام مسئلہ بتاتا ہوں کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کرکے اُسے ساتھ لے جائے پھر اگر نکاح کو باقی رکھنا نہ چاہے اور اندیشہ ہو کہ دوسرے کی پابند ہوجائے گی تو اُس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی کو (فلاں) کفو کے ساتھ اپنے نکاح کرنے کا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے اپنے مکان پر واپس آؤں مکان میں قدم رکھتے ہی فوراً مجھ پر ایک طلاق بائن ہو وکیل کرے یہ وکیل یوں نکاح کرے یعنی اُس سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں اپنی موکلہ کو اتنے مہر کے عوض اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا کہ جب وہ عورت بعد حج اپنے گھر واپس آئے مکان میں داخل ہوتے ہی اُس پر ایک طلاق بائن ہو شوہر کہے میں نے اُسے اس شرط پر قبول کیا اب بعد واپسی گھر میں آتے ہی فوراً اُس کے نکاح سے نکل جائے گی جسے وہ کسی طرح نہیں روک سکتا اور جسے کہ سفر سے واپسی میں محرم ملنے کا یقین ہو یوں شرط کرے

کہ مکہ معظمہ پہنچتے ہی مجھ پر ایک طلاق بائن ہو مکہ معظمہ پہنچتے ہی طلاق بائن ہوجائے گی مگر اگر بیچ میں خلوت واقع ہو وے تو تا انقضائے ایام عدت وہاں (مکہ معظمہ) قیام لازم ہوگا اور خلوت نہ ہو تو یہ دقت بھی نہ ہوگی اور ہر حال میں جو عورت ولی رکھتی ہو اُس کے لیے یہ ضرور ہوگا کہ نکاح مذکور ایسے شخص سے کرے جو قوم یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح اُس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو یا اگر ایسا شخص ہو تو ولی اُس کے اس حال پر مطلع ہو کر پیش از نکاح صریح اجازت دیدے ورنہ نکاح نہ ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۲

عبدالجبار خاں صاحب از محلہ جبولی بریلی، شوال ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بابت اس مسئلہ کے کہ ایک بیوہ عورت مالدار جس کو مقدور حج بیت اللہ شریف کے جانے کا ہو جس کی عمر تخمیناً چالیس یا پینتالیس سال کی ہے اور اُس کو بیوہ ہوئے عرصہ ۲۳ یا ۲۴ سال کا ہوا اور اُس کے مونھ میں دو ایک دانت داڑھ باقی ہیں اور سر کھچڑی ہے وہ بیوہ سفر حج بیت اللہ شریف بوساطت یا ہمراہی اپنے رشتہ کے ماموں جن کے سامنے روز پیدائش سے اس وقت تک بے پردہ مثل اپنے والد کے آتی ہے اور نیز اُس کی اور ہمشیرگان و والدہ وغیرہ اُن کے سامنے بے پردہ آتی ہوں اور ماموں کی عمر تخمیناً ۷۰ یا ۸۰ برس کی ہے اور وہ ماموں مع اپنی بی بی اور بچہ اور نیز ایک غلام خانہ زاد و دیگر عورات ملازمہ کے حج بیت اللہ شریف جاتے ہیں اگر وہ بیوہ مذکورہ اپنے ایسے ماموں رشتہ دار جن کی تعریف اوپر ہوچکی ہے جس کو حقیقی ماموں سے کم خیال نہیں کیا جاسکتا ہے اُن کے ہمراہ اپنے خرچ سے سفر بیت اللہ شریف کو جائے تو یہ جانا اُس کا جائز ہے یا ناجائز اور حلال ہے یا حرام اگر حرام ہی تو کس حد تک۔ گو وہ بیوہ ایسی حالت میں حج بیت اللہ شریف کو جائے اور حج و زیارت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کو واپس آجائے تو اُس کی صورت دیکھنا اور اُس سے ملنا اُس کے رشتہ داروں کو حرام ہے یا حلال یا جائز ہے یا ناجائز یا ثواب پائے گی یا عذاب یا کچھ نہیں۔

الجواب

لاتبدیل لحکم اللہ۔ اللہ کے حکم کا کوئی بدلنے والا نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تسافر ثلثۃ ایام وفی روایۃ یوما ولیلۃ الا ومعہا زوجہا او ذو رحم محرم منہا او لفظا ھذا معناہ حلال نہیں کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ ایک منزل بھی سفر کو جائے جب تک ساتھ میں شوہر یا وہ رشتہ دار نہ ہو جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام ہے جانا چاہے تو اُس پر لازم ہے کہ اپنے کسی محرم کو ساتھ لے یا حج سے واپسی تک کے لیے نکاح کرلے اگرچہ ۷۰۔۸۰ برس کی عمر والے سے جو اس کے ساتھ جائے آئے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ بے محرم یا شوہر کے جانا صادق نہ ہو باقی تقاصد زوجیت ہونے نہ ہونے سے بحث نہیں اور اگر اندیشہ ہو کہ وہ بعد واپسی طلاق نہ دے تو نکاح یوں کیا جائے کہ عورت کہے میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب تو مجھے حج کو لے جائے اور واپس آئے تو واپس اپنے مکان پر پہنچتے ہی مجھ پر طلاق بائن ہو یا اگر تو اس سال اس قافلہ کے ساتھ حج کو میرے ہمراہ نہ جائے تو مجھ پر طلاق

بائن ہو مرد کہے میں نے قبول کیا اسی شرط پر کہ جب میں تجھے حج کو لے جاؤں (الی آخرہ) یوں اگر وہ ساتھ نہ جائے تو طلاق ہوجائے گی اور ساتھ جائے تو واپس پہنچتے ہی طلاق ہوجائے گی بغیر اس کے جو قدم رکھے گی گناہ میں لکھا جائے گا ان گناہان کثیرہ کے باعث اگر رشتہ دار اس سے نہ ملیں تو بے جا نہیں واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: مسئولہ حافظ محمد عبد اللطیف صاحب علیگڑھی ۲۷ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ضعیفہ ستر سالہ یا نوجوان عفیفہ نے تن تنہا یا غیر محرم کے ساتھ بقصد حج حرمین کا سفر کیا جب بہت کچھ مسافت طے کرچکی، تو اس کو راستہ سے اسی حالت میں واپس کرالیا یا وہ خانہ کعبہ اور عرفات میں پہنچ گئی اور ارکان حج تمامہ مع سنن و واجبات وفرائض ادا کیے تو اس کا حج ادا ہوگا یا نہیں و سفر کی تنہائی مانع و مفسد حج ہوگی یا نہیں اور اس کا راستہ سے لوٹانا مناسب ہوگا یا نہیں بینوا بالکتاب والسنۃ وتوجروا ببیان احکام القرآن والشریعۃ۔

الجواب

عورت اگرچہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اُسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفر حج میں اور زیادہ محتاج محرم ہے کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لیے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے ہاں اگر چلی جائے گی گنہگار ہوگی ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا مگر حج ہوجائے گا کہ معیت محرم شرط صحت حج نہیں۔ رہی واپسی اگر اُس کا شوہر یا محرم اُس کے ساتھ حج کو جاسکتا ہے تو یہی مناسب ہے اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں اور اگر زوج یا محرم کوئی نہیں یا ہے مگر حج کو نہیں جاسکتا تو اگر ابھی مدت سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے اور اگر مدت سفر تک قطع کرچکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالہ گناہ ہے اور ازالہ گناہ فرض ہے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا ۱؎ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ۲؎ اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے وکانت کمن ابانھا زوجھا او مات عنھا وھی فی مصر ولیس بینھا وبین مصرھا مدۃ سفر رجعت و بین مصرھا مدۃ و بین مقصدھا اقل مضت پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر کو واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے یہ وہ عورت ہے جس نے خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا اُس کے لیے چارہ کار نہیں مگر یہ کہ اس کا کوئی محرم جاکر اسے لائے یوں کہ اُس سال وہ جانا نہ چاہتا تھا اس سال گیا یا یوں کہ اُس سال تک اُس کا کوئی محرم نابالغ تھا اب بالغ ہوا اور لاسکتا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو چارہ کار نکاح ہے نکاح کرے پھر شوہر کے ساتھ چاہے واپس آئے یا وہیں مقیم رہے اور اگر دونوں طرف مدت سفر ہے تو بلا سخت تر ہے اور جانا یا آنا کوئی بھی بے گناہ نہیں ہوسکتا مگر بہ حصول محرم یا تحصیل شوہر شوہر کے قبضہ میں اگر ہمیشہ رہنا نہ چاہے تو اُس کا یہ علاج ہے کہ اس شرط پر نکاح کرے کہ میرا کام میرے ہاتھ میں رہے گا جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق بائن دے لوں اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو سب طرف سے دروازے بند ہیں پوری مضطرہ ہے اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لیے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر عمل کرکے اُن کے ساتھ واپس آئے اور جائے

کے لیے ملیں تو اُن کے ساتھ جائے اُنھیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورۃ بلاشبہہ جائز ہے کما فی الدر المختار وغیرہ اس لیے ارشاد ہوا کہ اختلاف اصحابی رحمۃ ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی فلیحرر ولیراجع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پورہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں موافق حکم شرع شریف بموجب قرآن وحدیث عقائد اہل سنت ارشاد فرمائیے اللہ تعالٰی اجر عظیم عطا فرمائے (۱) جس کے پاس روپیہ تنخواہ ورشوت وغیرہ کا شامل ہو اور اُس کے خرچ خانگی وغیرہ سے فاضل ہو تو اُس شخص پر حج بیت اللہ شریف فرض ہے یا نہیں اگر فرض ہے تو اُس روپے سے حج ادا ہوگا یا نہیں اگر نہیں ادا ہوگا تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہیے کہ جس شکل سے حج بھی ادا ہوجائے اور ثواب کا بھی مستحق ہو (۲) جس شخص کے پاس روپیہ واسطے خرچ حج بیت اللہ شریف موجود ہے لیکن وہ شخص بوجہ پوری تندرستی نہ ہونے کے خود جانے سے معذور ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ کس صورت سے ادا ہوسکتا ہے کہ جس سے یہ شخص سبکدوش ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر اُس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا جس سے حج کرسکے اگرچہ رشوت کے ہزارہا روپے ہوئے تو اُس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مال رشوت مثل مال مغصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں اور اگر مال حلال اس قدر اُس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اُس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اُس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے لالبیک ولاسعدیک وحجک مردود علیک حتی ترد ما فی یدیک نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھوں میں ہے واپس نہ دے اُس کے لیے چارہ کار یہ ہے کہ قرض لے کر فرض ادا کرے (۲) عذر اگر ایسا ہو کہ مانع سفر ہے خلا انکھیں نہیں یا پاؤں نہیں اور اس عذر کے زوال کی کوئی امید نہیں تو اپنی طرف سے حج بدل کرائے اور اگر عذر مانع سفر نہیں تو خود جائے اور اگر مانع سفر ہے مگر زوال کی امید ہے جیسے تپ شدید یا درد وغیرہ تو حج بدل نہیں کراسکتا بلکہ زوال کا انتظار کرے جب شفا ہوجائے خود جائے اور اگر قبل شفا وقت آجائے تو حج بدل کی وصیت کرجائے اگر اپنی طرف سے کوئی تقصیر نہ کی تھی یعنی جب سے حج فرض ہوا تھا عذر مانع سفر لاحق تھا اور قبل زوال وقت آگیا تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا اور اگر ایک سال بھی ایسا گزر گیا تھا کہ جاسکتا تھا اور نہ گیا تو گنہگار ہوا استغفار واجب ہے اور حج بدل کرانا فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں حضور نے پہلے استفتا میں بابت حج بیت اللہ شریف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے پاس مال رشوت وغیرہ کا شامل ہے اُس کو چاہیے قرض لے کر حج ادا کرے انتہی۔ اب آئندہ یہ ارشاد فرمائیے

کہ وہ قرضہ کہاں سے ادا کرے بعترض کہتا ہے کہ اول تو جب رشوت وغیرہ کا روپیہ اس کی ملک نہیں ہے تو اُس کے پاس اور کچھ نہیں اور قرض لے کر حج ادا کرنے کی ممانعت ہے اور بالفرض اگر قرض لے کر حج کے واسطے رکھا اور اپنے روپے سے جو رشوت وغیرہ کا اُس کے پاس ہے اُس سے قرض ادا کر دیا تو وہ کیا ہوا اُسی اپنے روپے کی وجہ سے تو اُس نے قرض لیا تھا لہذا یہ روپیہ بھی بعینہ اپنے ہی روپے کی مثل ہوا تو اس کے واسطے دلیل وثبوت کافی ارشاد ہو کہ تسکین ہو جائے یہ شخص حج کے واسطے جانے کا بہت ہی مشتاق ہے۔

الجواب

روپیہ کہ قرض لیا گیا اک مال حلال ہے کہ عقد صحیح شرعی سے حاصل کیا تو اُس میں خبث کی کوئی وجہ نہیں عالمگیری وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ جس کا مال حرام ہے وہ اگر زید کی دعوت کرے یا اُسے کچھ دے اور کہے ورثتہ او استقرضتہ یہ مال مجھے ترکہ میں ملا ہے یا میں نے قرض لیا ہے تو اُس کا لینا اور دعوت کھانا حلال ہے اور جب حج اُس پر فرض ہو چکا تھا اور اب اس کے پاس مال حلال نہ رہا صرف مال حرام ہے اور مال حرام سے حج مردود ہے تو چارۂ کار سوا اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعۂ حلال سے مال حاصل کر کے حج کو جائے اور قرض ادا کرے قرض بھی ذریعۂ حلال ہے یہ قرض تو ادا ہو گیا ہاں ادائے قرض میں اُس پر وقت ہے کہ مال حرام کو اپنے کسی مصرف میں صرف کرنا اُسے جائز نہیں مگر یہ مسئلہ جدا گانہ ہے حج سے اسے تعلق نہیں اپنی نجات چاہے تو مال حرام اُس کے مالک کو یا وارثوں کو پہنچائے اور نہ ملیں تو تصدق کرے اور وجہ حلال سے مال پیدا کر کے قرض ادا کرے اگر ادا ہو گیا فبہا ورنہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم پر ہے اور اگر پیروی نفس کی اور مال حلال کی طرف توجہ نہ کی اسی حرام سے قرض ادا کیا اور اپنے مصارف میں صرف کرتا رہا تو یہ ایک گناہ ہے اور حج فرض ادا نہ کرتا تو دو گناہ تھے ایک گناہ سے بچ گیا یہ کیا کم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۵ مولوی ابوالمحاسن محمد سجاد بہاری صاحب مدرس اول ومہتمم مدرسہ انوارالعلوم شہر گیا ۱۲ شوال ۱۳۳۴ھ

مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ باعث تحریر عریضہ ہذا یہ ہے کہ اس سال نظر بحالات موجودہ حج کے متعلق عامہ مسلمین کو کیا حکم دیا جائے جناب عالی کی رائے صائب ہو گی کیا خبر احوال شریف کہ موجودہ جنگ کے واقعات مسقط وجوب ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر بالفرض اس قسم کا احتمال سقط وجوب ہو بھی تو ایسے موقع پر فتوی کیا دینا چاہیے اُمید کہ جواب بالصواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب

افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہو گا کہ من استطاع الیہ سبیلا صادق نہ آیا مگر یہ اُس کے لیے ہے جس پر اسی سال وجوب حج ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہو لیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا اُن پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوب ادا نہ ہو گا جب باذنہ تعالٰی امن ہو جائے واجب الادا

ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۶: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

حضور سرور کائنات (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا مزار اقدس بلکہ مدینہ طیبہ عرش و کرسی و کعبہ شریف سے افضل ہے یا نہیں۔

الجواب

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے صرح بہ ابن عقیل الحنبلی وتلقاہ العلماء بالقبول باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ المدینۃ افضل من مکۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بابُ الجنایاتِ فی الحج

مسئلہ ۲۳۷: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۱۴ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص احرام میں ذرا دیر سر پر بھولے سے کپڑا ڈال لے تو حکم ہے کہ من بھر گیہوں دے اور جو مکہ میں نہ دے تو یہاں دے کیا حکم ہے حج میں تو خلل نہیں کہ یہ مستحب ہے اور اگر کسی عذر کے سبب سر چھپانا پڑے تو کیا حکم ہے۔

الجواب

جو مرد اپنا سارا یا چوتھائی سر بحالت احرام چھپائے جسے عادۃً سر چھپانا کہیں جیسے ٹوپی پہننا عمامہ باندھنا سر سے چادر اوڑھنا دھوکے یا عث سر پر کپڑا ڈالنا درد کے سبب سر کسنا زخم کی وجہ سے پٹی باندھنا رنگھڑی یا صندوق یا خوان وغیرہ کا سر پر اٹھانا کہ یہ سر چھپانے میں داخل نہیں اُس پر مطلقاً جرمانہ واجب ہے اگرچہ بھولے سے اگرچہ سوتے میں اگرچہ بے ہوشی میں اگرچہ عذر سے مگر صحت حج میں خلل نہیں ہاں ایک طرح کا قصور ہے جس کی تلافی کو جرمانہ مقرر ہوا جیسے نماز میں سہواً ترک واجب سے سجدہ عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے کہ اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص حرم میں ایک

قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے تین صاع گیہوں یا مثلاً چھ صاع جو چھ مسکینوں کو دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگرچہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو تو بے عذری کی صورت میں صدقۂ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے ایک صاع دو سو ستر تولے کا ہوتا ہے اور انگریزی چہرہ دار روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا تو جہاں سو روپے بھر کا سیر ہے جیسے ہمارے شہر بریلی میں وہاں کی تول سے صاع پانچ ماشے پانچ رتی اوپر آدھ پاؤ پونے تین سیر کا ہوا اور نصف صاع دو ماشے ساڑھے چھ رتی اوپر تین چھٹانک سوا سیر کا یعنی کچھ کم ڈیڑھ سیر اس نصف صاع کے آدھے کو عربی میں مُد اور مَن کہتے ہیں تو ذرا دیر کپڑا سر پر ڈالنے میں من بھر گیہوں کا حکم نہیں بلکہ معتمد روایت میں دو من کا ہے فی الدر المختار ورد المحتار الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیا او جاھلا او مکرھا فیجب علی نائم غطی راسہ ان ستر راسہ (ای کلہ او ربعہ) بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شیئ علیہ یوما کاملا اولیلۃ کاملۃ وفی الاقل (یشمل الاقل الساعۃ الواحدۃ اوما دونھا) تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ (افاد ان التقیید بنصف الصاع من البر اتفاقی فیجوز اخراج الصاع من التمر او الشعیر عن القہستانی) وان بعذر (ومن الاعذار الحمی والبرد والجرح والقرح والصداع والشقیقۃ والقمل واما الخطاء والنسیان والاغماء والاکراہ والنوم وعدم القدرۃ علی الکفارۃ فلیست باعذار) خیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع طعام علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ (ھذا فیما یجب فیہ الدم اما ما یجب فیہ الصدقۃ ان شاء تصدق بما وجب علیہ من نصف صاع او اقل علی مسکین او صام یوما کما فی اللباب) اھ ملتقطین وفی الشامیۃ ایضا وکذا الصوم لایتقید بالحرم فیصومہ این شاء اھ وفیہا ایضا الکفارات کلہا واجبۃ علی التراخی فیکون مؤدیا فی ای وقت اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۸: از حافظ عبدالمجید قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

محرم کو احرام میں جوڑا لگانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سلی ہوئی چیز سے بچنا چاہیے اور حالت ضرورت مستثنٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۹: از بمبئی محلہ قصابان متصل کرافٹ مارکٹ مکان گورے بابو صاحب مسئولہ

حضرت سید حامد حسین میاں صاحب قبلہ دام ظلہم ۴ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ۔

معظمی مکرمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چند امور دریافت طلب ہیں بہ گوارائے تکلیف بواپسی ڈاک مطلع فرمائیے بعید از شفقت بزرگانہ نہ ہوگا اول یہ کہ مستورات موبنہ پر پنکھا کھجور کا لگا لیتی ہیں یقیناً وہ پنکھا کنپٹی اور ناک ور موبنہ سے لگتا ہے اور چہرہ پوشیدہ بھی رہتا ہے احرام کی حالت میں کیا کرنا چاہئے نماز پڑھتے وقت جبکہ پردہ کی جگہ نہ ہو پنکھا اونچا اٹھا ہوا مشکل سے رکے گا علاوہ ازیں چہرہ نامحرمان کی نظر سے مخفی رکھنا دشوار ہے اس کے متعلق صاف الفاظ میں تحریر فرمائیے جو سمجھ میں آسکے دوم یہ کہ فقیر تمباکو پان کے ساتھ کھانے کا عادی ہے اگرچہ لعاب ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا تمباکو نہ کھانے کے سبب سخت تکلیف ہوگی اس تمباکو میں قدرے قلیل مشک و زعفران کا ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے آپ کے ملاحظہ کے واسطے قدرے تمباکو مرسل ہے۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت بابرکت والا درجت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ادائے آداب معروض پنکھا سر پر مضبوط باندھیں کہ اٹھا رہے اور بڑا ہو کہ اٹھا رہنے کی حالت میں چہرہ اجانب سے چھپا رہے پھر بھی اگر احیاناً چہرہ پر ڈھلک آئے یا کنپٹی یا ناک یا موبنہ سے لگے اگر موبنہ کی ٹکلی کے چہارم تک نہ پہنچے تو کفارہ کچھ نہیں نہ قربانی نہ صدقہ کہ نہ چہارم موبنہ چھپا یا نہ چار پہر تک اُسے دوام رہا۔ اس صورت میں کراہت و معصیت ہوتی مگر جبکہ وہ بلاقصد ہے اور اُسے قائم نہ رکھا گیا تو مواخذہ نہیں ہاں اگر چہارم موبنہ کی ٹکلی چھپ جائے گی تو ضرور صدقہ دینا آئے گا۔ احکام جو شرع مطہر نے ارشاد فرمائے صدق دل سے اُن کا اہتمام ہو تو وہی جس کے احکام ہیں مدد فرماتا اور آسان کر دیتا ہے تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی جب تو اُس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبو دیتی ہو ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اُسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافع تمباکو کی طرف تو کچھ حرج نہیں اور اگر بے پکائے خوشبو مشک وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو جب بھی کفارہ کچھ نہیں البتہ کراہت ضرور ہے یہ کراہت پیک نگلنے پر موقوف نہیں کہ خوشبو کا آنچل میں باندھنا بھی ناجائز ہے ہاں اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اڑ گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں۔ لباب و شرح لباب میں ہے الطیب اذا خلطہ بطعام قبل طبخ فلا شیئ علیہ اتفاقا سواء یوجد ریحہ اولا لانہ بالخلط والطبخ یصیر مستھلکا فلا یعتبر وجودہ اصلا وان خلطہ بما یؤکل بلا طبخ کالزعفران بالملح فالعبرۃ بالغلبۃ فان کان الغالب الملح ای اجزاءہ لا بحجمہ ولونہ فلا شیئ علیہ من الجزاء غیر انہ اذا کان رائحتہ موجودۃ کرہ اکلہ لکونہ مغلوبا غیر مطبوخ وان کان الغالب الطیب ففیہ الدم فانہ حینئذ کالزعفران الخالص فیجب الجزاء وان لم تظھر رائحتہ اھ ملخصا مختصرا اسی کے محرمات احرام میں ہے التطیب واکل الطیب وشدہ بطرف ثوبہ او ردائہ بطیب یفوح

رابعہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۲: مسئولہ شفقت علی از محلہ ذخیرہ بریلی شہر ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کے پاس اُس کے باپ بھائی خاوند کا دیا ہوا اتنا سرمایہ موجود ہے کہ جس سے وہ بخوبی حج کر سکتی ہے مسماۃ مذکورہ کا ارادہ ابکی سال حج کرنے کا مصمم ہے مگر باوجود ہر منت وسماجت کے اُس کا خاوند اس کو اجازت نہیں دیتا اُس کے حقیقی بھائی بھی ابکی مرتبہ حج کا ارادہ رکھتے ہیں یہ موقع بھی مسماۃ مذکورہ نے نہایت مناسب سمجھا ہے اس صورت میں یہ عورت بلا اجازت اپنے خاوند کے اپنے بھائیوں کے ہمراہ جا کر حج ادا کر سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ عورت پر حج فرض ہے اجازت شوہر کی ہرگز حاجت نہیں فان الاصح ان افتراض الحج فوری وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ عورت کے لیے ایک بڑی شرط شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ہے اس وقت تو اُس کا بھائی جارہا ہے کیا معلوم کہ آگے کوئی محرم ساتھ کو نہ ملے تو حج سے محروم رہے نہایت جلدی کرے اور فوراً بھائی کے ساتھ چلی جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

اَنْوَرُ الْبِشَارَة فی مَسَائِلِ الحج وَالزِّیَارَة

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اما بعد۔ یہ چند حرف ہدایت حجاج کے لیے ہیں۔ ان میں اکثر کتاب مستطاب جواہر البیان شریف تصنیف لطیف اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا و مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ الشریف سے التقاط کیے[1] ہیں ۳ شوال ۱۳۲۹ھ کو والاجناب حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی نے فقیر احمد رضا قادری غفرلہ سے فرمایا کہ ارشوال

---

[1] اور صدہا مسائل اپنے رسائل اور منسک متوسط وغیرہ سے اضافہ کیے ۱۲ منہ

کو میسر ارادۂ حج ہے۔ بہت لوگ جاتے ہیں حج کا طریقہ اور آداب لکھ کر چھاپ دے بحضرت سید صاحب کے حکم سے بکمال استعجال یہ چند سطور تحریر ہوئیں امید کہ بہ برکت سادات کرام اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے آمین

فصل اوّل آداب سفر و مقدمات حج میں

(۱) جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو ادا کر دے۔ جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرالے پتہ نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

(۲) نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو۔

(۳) جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے۔ جیسے ماں۔ باپ۔ شوہر اُسے رضامند کرے جس کا اُس پر قرض آتا ہے اُس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رُک نہیں سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

(۴) اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

(۵) عورت کے ساتھ جب تک۔ شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے۔ سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

(۶) توشہ مال حلال سے ہو ورنہ قبول حج کی اُمید نہیں اگرچہ فرض اتر جائے گا۔

(۷) حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔

(۸) عالم کتب فقہ بقدر کفایت ساتھ لے ورنہ کسی عالم کے ساتھ جائے۔ یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

(۹) آئینہ۔ سرمہ۔ کنگھا۔ مسواک ساتھ رکھے کہ سنت ہے۔

(۱۰) اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دیندار ہو کہ بددین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

(۱۱) حدیث میں ہے جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے سردار اسے بنائیں جو خوش خلق عاقل، دین دار ہو۔ سردار کو چاہیے رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

(۱۲) چلتے وقت اپنے دوستوں، عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اب ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے کہ قبول کرے ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

(۱۳) وقت رخصت سب سے دعا لے کہ برکت پائے گا۔

(۱۴) ان سب کے دین۔ جان۔ اولاد۔ مال۔ تندرستی۔ عافیت خدا کو سونپے۔

(۱۵) لباس سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی

نگہبانی کریں گی۔

(۱۶) جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہے اور اہل جمعہ کو روز جمعہ قبل جمعہ سفر اچھا نہیں۔

(۱۷) دروازے سے باہر نکلتے ہی کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ وَ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ[1] اور درود شریف کی کثرت کرے۔

(۱۸) سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو وقت کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

(۱۹) چلتے وقت کہے۔ اَللّٰھُمَّ[1] اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَ کَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَ الْاَھْلِ وَ الْوَلَدِ۔ واپسی تک مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

(۲۰) اسی وقت تَبَّتْ کے سوا قُلْ یٰۤاَ سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے راستے بھر آرام سے رہے گا۔

(۲۱) نیز اس وقت اِنَّ[2] الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ایک بار پڑھ لے بالخیر واپس آئے گا۔

(۲۲) ریل وغیرہ جس پر سوار ہو بِسْمِ اللّٰہِ کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک بار پھر کہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ اس کے شر سے بچے۔

(۲۳) ہر بلندی پر چڑھتے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ڈھال میں اترتے سُبْحٰنَ اللّٰہِ۔

(۲۴) جس منزل میں اترے اَعُوْذُ[4] بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہے ہر نقصان سے بچے گا۔

(۲۵) جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَ خَیْرَ اَھْلِھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَ شَرِّ اَھْلِھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا۔ ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

ترجمہ۔ اللہ کے نام اور اللہ کی مدد سے اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ کی توفیق سے۔ الٰہی ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم ہو یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے [1] الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بدحالی اور مال یا اولاد میں کوئی بری حالت نظر آنے سے ۱۲ [2] ترجمہ: بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ضرور تجھے پھرنے کی جگہ واپس لائے گا [3] پاکی ہے اُسے جس نے اسے ہمارے بس میں کردیا اور ہم میں اس کی طاقت نہ تھی بیشک ہم ضرور اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ ترجمہ [4] میں اللہ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اس سب مخلوق کی شر سے [5] الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی برائی سے اور اس بستی والوں کی برائی سے

(۲۶) جس شہر میں جائے وہاں کے سنّی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے فضول سیر تماشے میں وقت نہ کھوئے۔

(۲۷) جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے باہر آنے کا انتظار کرے اس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے اس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلاف شرع ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے مگر یہ سنّی عالم کے لیے ہے بدمذہب کے سائے سے بھاگے۔

(۲۸) ذکر خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا نہ کہ شعر و لغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا، رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

(۲۹) منزل میں راستے سے بچ کر اُترے کہ وہاں سانپ وغیرہ موذیوں کا گذر ہوتا ہے۔

(۳۰) راستے پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

(۳۱) منزل میں متفرق ہو کر نہ اُتریں ایک جگہ اُتریں۔

(۳۲) ہر سفر خصوصاً سفر حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے لیے دُعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دُعا قبول ہے

(۳۳) جب دریا میں سوار ہو کہے بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ٥[1] ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

جب کسی مشکل میں مدد کی حاجت ہو تین بار کہے۔ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو۔ غیب سے مدد ہوگی۔ یہ حکم حدیث میں ہے۔

(۳۴) یَا صَمَدُ[2] ۱۳۴ بار روزانہ پڑھے بھوک پیاس سے بچے گا۔

(۳۵) اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو لِاِیْلٰفِ پڑھے ہر بلا سے امان رہے۔

(۳۶) سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان رہے۔

(۳۷) اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کہے یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ضَالَّتِیْ[3]؛ انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ کے نام سے ہے اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا بیشک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ کافروں نے خدا ہی کی قدر جیسی چاہیے تھی نہ پہچانی حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن بہت حقیر سی کی طرح اس کے قبضہ میں ہے اور سب آسمان اس کی قدرت سے لپیٹے جائیں گے وہ پاک و بلند ہے ان کی شرکت سے ۱۲ منہ ترجمہ: [2] اے بے نیاز۔ ترجمہ [3] اے یقینی دن کے لیے سب لوگوں کو جمع فرمانے والے بیشک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا مجھے میری گمی چیز ملا دے ۱۲

(۳۸) کرایہ کے اونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرنا ہو اُس کے مالک کو دکھالے اور اس سے زیادہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

(۳۹) جانور کے ساتھ نرمی کرے طاقت سے زیادہ کام نہ لے۔ بے سبب نہ مارے نہ کبھی منھ پر مارے حتی المقدور اس پر نہ سوئے کہ سوتے کا بوجھ زیادہ ہوجاتا ہے۔ کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اتر لے اگر ممکن ہو۔

(۴۰) صبح و شام اُتر کر کچھ دیر پیادہ چل لینے میں دینی دنیوی بہت فائدے ہیں۔

(۴۱) بدوؤں اور سب عربوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے خصوصاً اہل حرمین خصوصاً اہل مدینہ۔ اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے۔ نہ دل میں کدورت لائے اس میں دونوں جہان کی سعادت ہے۔

(۴۲) جمّال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے بخل نہ کرے کہ وہ ایسوں سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہوجاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

(۴۳) سفر مدینہ طیبہ میں قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بہ مجبوری ظہر و عصر ملاکر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرلے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے۔ یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں۔ اسی طرح مغرب کے ساتھ عشاء بھی انھیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہوا کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا۔

(۴۴) واپسی میں بھی وہی طریقہ ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہوا۔

(۴۵) مکان پر اپنے آنے کی تاریخ و وقت کی اطلاع پہلے سے دیدے بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصاً رات میں

(۴۶) سب سے پہلے اپنی مسجد سے دو رکعت نفل کے ساتھ ملے۔

(۴۷) دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکشادہ پیشانی ملے

(۴۸) دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکات حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دوسرا تحفہ دعا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے کہ قبول ہے۔

فصل دوم احرام اور اُس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکۂ مکرمہ و مسجد الحرام

(۱) ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہ یلملم کی محاذات ہے یہ جگہ کامران سے نکل کر

سمندر میں آتی ہے جب جدہ دو دن میل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دیدیتے ہیں پہلے سے احرام کا سامان تیار کر رکھیں۔

(۲) جب وہ جگہ قریب آئے خوب مل کر نہائیں وضو کریں اور نہ نہا سکیں تو صرف وضو کرلیں۔

(۳) چاہیں تو مرد سر منڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھی کرکے خوشبودار تیل ڈالیں۔

(۴) ناخن کتریں خط بنوائیں موئے بغل وزیر ناف دور کریں۔

(۵) خوشبو لگائیں کہ سنت ہے۔

(۶) مرد سلے کپڑے اتاریں ایک چادر نئی یا دھلی اوڑھیں اور ایسا ہی ایک تہ بند باندھیں یہ کپڑے سفید بہتر ہیں

(۷) جب وہ جگہ آجائے دو رکعت بہ نیت احرام پڑھیں۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ۔

(۸) اب حج تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ نرا حج کرے اُسے افراد کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے۔ مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی تیسرا یہ کہ حج وعمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قران کہتے ہیں اس میں بعد سلام یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک بآواز بلند کہے۔ لبیک یہ ہے: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ؛

(۹) یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہوگئے:۔

عورت سے صحبت[۱]۔ بوسہ[۲]۔ مساس[۳]۔ گلے لگانا[۴]۔ اس کی اندام نہانی پر نگاہ[۵]۔ جبکہ یہ چاروں باتیں بہ شہوت ہوں عورتوں[۶] کے سامنے اس کا نام لینا۔ فحش[۷]۔ گناہ[۸]۔ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہوگئے کسی سے دنیوی لڑائی[۹] جھگڑا۔ جنگل کا شکار[۱۰] اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ[۱۱] کرنا یا کسی طرح بتانا[۱۲]۔ بندوق یا بارود یا اس کے ذبح کے لیے[۱۳] چھری دینا اس کے انڈے[۱۴] توڑنا۔ پر[۱۵] اکھیڑنا۔ پاؤں یا بازو توڑنا[۱۶]۔ اس کا دودھ[۱۷] دوہنا۔ اس کا گوشت یا انڈے پکانا[۱۸]۔ بھوننا[۱۹]

ترجمہ [۱] الٰہی میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اسے میرے لیے آسان کردے اور مجھ سے قبول فرما میں نے خاص اللہ تعالٰی کے لیے حج کی نیت کی۔

بیچنا[۲۰]۔ خریدنا[۲۱]۔ کھانا[۲۲]۔ ناخن کترنا[۲۳]۔ سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال جدا[۲۵] کرنا۔ منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ بستر یا کپڑے[1] کی بقچی یا گٹھری سر پر[۲۷] رکھنا۔ عمامہ باندھنا[۲۸]۔ برقع دستانے پہننا[۲۹]۔ موزے یا جرابیں[۳۰] وغیرہ جو پنڈلی اور قدم[۳۱] کے جوڑ کو چھپائے پہننا، سلا کپڑا پہننا[۳۲]۔ خوشبو بالوں[۳۳] یا بدن[۳۴] یا کپڑوں میں لگانا۔ ملاگیری[۳۵] یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔ خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل، وغیرہ کھانا ایسی خوشبو[۳۸] کا آنچل میں باندھنا جس میں[۳۹] فی الحال مہک ہو۔ جیسے[۴۰] مشک، عنبر، زعفران، سر یا داڑھی، خطمی یا کسی خوشبودار[۴۱] یا ایسی چیز سے دھونا، جس سے[۴۲] جوئیں مرجائیں۔ وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔ گوند وغیرہ[۴۴] سے بال جمانا[۴۵]، زیتون یا تل[۴۶] کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو۔ بدن یا بالوں میں لگانا کسی کا سر مونڈنا[۴۸] اگرچہ اس کا احرام نہ ہو۔ جوں[۴۹] مارنا پھینکنا کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا کپڑا اس کے مارنے کو دھونا یا دھوپ[۵۱] میں ڈالنا۔ بالوں[۵۲] میں پارہ وغیرہ اس کے مرنے[۵۳] کو لگانا۔ غرض جوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔

(۱۰) احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ بدن کا میل چھڑانا۔ بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔ کنگھی کرنا اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرے۔ انگرکھا کرتا یا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔ خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا۔ اوڑھنا۔ قصداً خوشبو سونگھنا، اگرچہ خوشبودار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ، سر یا منہ پر پٹی باندھنا، غلافِ کعبہ مکہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا منہ سے لگے ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا یا کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ زائل ہوگئی ہو۔ بے سلا کپڑا رفو کیا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔ تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھا لیٹنا، مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا[2]۔ سنگھار کرنا۔ چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا، تہبند باندھ کر کمر بند سے کسنا۔

(۱۱) یہ باتیں احرام میں جائز ہیں۔ انگرکھا۔ کرتہ۔ چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا۔ ہمیانی یا پٹی باندھنا۔ بے میل چھڑائے حمام کرنا۔ کسی چیز کے سائے میں بیٹھنا چھتری لگانا۔ انگوٹھی پہننا بے خوشبو کا سرمہ لگانا۔ فصد بغیر بال مونڈے۔ پچھنے لینا۔ آنکھ میں جو بال نکلے اُسے جدا کرنا۔ سر یا بدن اس طرح کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے جوں نہ گرے۔ احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا۔ پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دوہنا، انڈے توڑنا، بھوننا، کھانا، کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا، کسی دریائی جانور کا مارنا دوا یا غذا کے لیے نہ ہو نری تفریح

---

[1] لو حمل علی راسه شیئا یلبسه الناس یکون لابسا وان کان لا یلبسه الناس کالاجانة ونحوها فلا اھ ش عن النهر والخانیة ۱۲ منہ

[2] یکره تعصیب راسه ولو عصبه یوما او لیلة فعلیه صدقة ولا شیئ علیه لو عصب غیره من بدنه لعلة اولغیر علة لکنه یکره بلا علة اھ فتح القدیر ۱۲ منہ

منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو بیکار دریا ہو یا جنگل خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام منھ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا، سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔ کان کپڑے سے چھپانا۔ ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔ سر پر سینی اور بوری اٹھانا۔ جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا، گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کاہو کا تیل کہ بسا یا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا۔ خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو۔ مگر کسم کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔ دین کے لیے لڑنا جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض و واجب ہے جوتا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا۔ آئینہ دیکھنا۔ ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل یا اس کا آنچل میں باندھنا۔ نکاح کرنا۔

(۱۲) ان مسائل میں مرد عورت برابر ہیں۔ مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں۔ سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقچہ اٹھانا بدرجہ اولی .... گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر۔ غلاف کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پر ہے منھ پر نہ آئے۔ دستانے موزے سلے کپڑے پہننا عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

تنبیہ:۔ احرام میں منھ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے۔ نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منھ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔

(۱۳) جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔

(۱۴) وقت احرام سے رمی جمرہ تک جس کا ذکر آئے گا اکثر اوقات لبیک کی بیشمار کثرت رکھے خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اترتے دو قافلوں کے ملتے صبح شام پچھلی رات پانچوں نمازوں کے بعد مرد با آواز کہیں مگر اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

(۱۵) جب حرم کے متصل پہنچے سر جھکائے آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع خضوع سے داخل ہو، اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن کو داخل ہونا کر۔

(۱۶) مکہ مکرمہ کے گرد اگرد کئی کوس کا جنگل ہے ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھیڑنا خود رو پیڑ کا کاٹنا، وہاں[1] کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر کوئی وحشی جانور بیرون حرم کا اس کے ہاتھ

---

[1] چیل، کوا، چوہا، چھپکلی، سانپ، بچھو، بر، کھٹمل، مچھر، پسو وغیرہ خبیث و موذی جانوروں کا قتل حرم میں بھی جائز ہے اور احرام میں بھی۔

میں تھا اسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہوگیا۔ اب وہ جانور حرم کا ہوگیا فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں خبردار ہرگز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے۔ بعض ادھر اُدھر کے لوگ جو مکے میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے ان کی ریس نہ کرے۔ مگر بُرا انھیں بھی نہ کہے جب وہاں کے جانوروں کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا۔

(۱۷) جب رب العالمین جل جلالہ کا شہر نظر پڑے ٹھہر کر دعا مانگے اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا دھو کر داخل ہو اور مدفونین جنت المعلی کے لیے فاتحہ پڑھے۔

(۱۸) جب مدعی میں پہنچے جہاں سے کعبۂ معظمہ نظر آئے اللہ اکبر یہ عظیم قبول و اجابت کا وقت ہے صدق دل سے اپنے اور تمام عزیزوں دوستوں مسلمانوں کے لیے مغفرت و عافیت مانگے اور فقیر ایک دعائے جامع عرض کرتا ہے درود شریف کی کثرت کریں اور اسے کم از کم تین بار پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلِعَبْدِکَ اَحْمَدَ رَضَا ابْنِ نَقِیْ عَلِیِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا[1] پھر درود شریف پڑھیں۔

(۱۹) یوہیں ذکر خدا و رسول اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاح دارین کرتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دے کر دہنا پاؤں پہلے رکھ کر داخل ہوا اور کہے بِسْمِ[2] اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

(۲۰) یہ دعا خوب یاد رکھے جب کبھی مسجد الحرام شریف خواہ کسی مسجد میں داخل ہو اسی طرح جائے اور یہ دُعا پڑھے اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہی دُعا پڑھے مگر اخیر میں رحمتک کی جگہ فضلک کہے اور یہ لفظ اور بڑھائے۔ وَسَھِّلْ اَبْوَابَ رِزْقِکَ۔ اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

---

[1] الٰہی یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ۔ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں گناہوں کی معافی اور دین و دنیا و آخرت میں ہر بلا سے محفوظی اپنے لیے اور اپنے ماں باپ اور سب مردوں عورتوں اور تیرے حقیر بندے احمد رضا ابن علی نقی کے لیے الٰہی اس کی زبردست امداد فرما۔ آمین۔ (اور اب جبکہ اعلٰحضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز وصال فرما چکے یوں دعا کرے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ مَغْفِرَۃً وَاسِعَۃً۔ الرضوی عفی عنہ)

[2] اللہ کے نام سے اور سب خوبیاں خدا کو اور رسول اللہ پر سلام الٰہی درود بھیج ہمارے آقا محمد اور ان کی آل اور ان کی بیبیوں پر الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

فصل سوم طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان

اب کہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اگر جماعت قائم یا نماز فرض خواہ وتر یا سنت موکدہ کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو سب کاموں سے پہلے متوجہ طواف ہو کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کیسے قربان ہوتا ہے یوں تو بھی اس شمع پر

مشرق

قربان ہونے کے لیے مستعد ہوجا پہلے اس مقام کریم کا نقشہ دیکھے کہ جو بات کہی جائے خوب ذہن میں آجائے۔

مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہے اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد الحرام اسی قدر تھی۔ اس کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔ رکن مکان کا گوشہ جہاں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہیں۔ اس طرح ا ــــ ح ب اح ۔ ح ب دونوں دیواریں مقام ح پر ملی ہیں یہ رکن زاویہ ہے۔ کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔ رکن اسود جنوب مشرق کے گوشہ میں۔ اسی میں زمین سے اونچا سنگ اسود شریف نصب ہے۔ رکن عراقی مشرق و شمال کے گوشہ میں دروازہ کعبہ انھیں دونوں رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے ملتزم اسی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ معظمہ تک ہے۔ رکن شامی۔ شمال غروب کے گوشہ میں۔ میزاب رحمت۔ سونے کا پرنالہ رکن شامی و عراقی کے بیچ کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔ حطیم بھی اسی شمالی دیوار کی طرف ہے۔ یہ زمین[1] کعبہ معظمہ ہی

[1] حطیم کا شمالاً چھ ہاتھ کعبہ کی زمین ہے اور بعض کہتے ہیں سات ہاتھ اور بعض کا خیال ہے کہ سارا حطیم ہے۔

کی تھی۔ زمانۂ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ از سر نو بنایا کمی خرچ کے باعث اتنی زمین کعبہ معظمہ سے باہر چھوڑدی۔ اس کے گرداگرد ایک قوسی انداز کی چھوٹی سی دیوار کھینچ دی اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے اور یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے اس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ بے تکلف نصیب ہوتا ہے۔ رکن یمانی غربی و جنوب کے گوشہ میں مستجاب رکن عراقی و یمانی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔ مستجاب۔ رکن یمانی و رکن اسود کے بیچ میں جو دیوار جنوبی ہے یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں۔ فقیر نے اس کا نام مستجاب رکھا۔ مقام ابراھیم۔ دروازہ کعبہ معظمہ کے سامنے ایک قبّہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا اُن کے قدم پاک کا اس پر نشان ہوگیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں فرمایا۔ زمزم شریف کا قبہ اس سے جنوب کو مسجد شریف میں واقع ہے۔

باب الصفا مسجد شریف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہِ صفا ہے۔ صفا کعبۂ معظمہ سے جنوب کو ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے اب وہاں قبلہ رخ ایک دالان بنادیا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں مروہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی یہاں بھی قبلہ رُخ دالان بنادیا ہے اور سیڑھیاں۔ صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے صفا سے چلتے ہوئے دہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔ میلین اخضرین اس فاصلہ کے وسط میں دیوار حرم شریف میں دو سبز میل نصب ہیں۔ جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے مسعی وہ فاصلہ کہ ان دونوں میلوں کے بیچ میں ہے سب صورتیں رسالہ میں بار بار دیکھ کر خوب ذہن نشین کرلیجئے کہ وہاں پہنچ کر پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح ہم کرتا ہے اور جو سمجھ لیا وہ انکھیارا ہے۔ اب اپنے رب عزوجل کا نام پاک لے کر طواف کیجئے

(۱) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرلے یعنی چادر کی سیدھی جانب دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ سیدھا شانہ کھلا رہے اور دونوں آنچل بائیں کندھے پر ڈال لے۔

(۲) اب رو بہ کعبہ حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اسود اقدس کے قریب یوں کھڑے ہو کہ تمام پتھر اپنے سیدھے ہاتھ کو رہے۔ پھر طواف کی نیت کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

(۳) اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کیے اپنی داہنی سمت چلو جب سنگ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہوجائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔

(۴) میسر ہوسکے تو حجر اسود مطہر پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو تین بار ایسا ہی کرو۔ یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے یقیناً تمہارے محبوب و مولیٰ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور روئے اقدس اس پر رکھا ہے زہے خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہوسکے تو نہ اوروں کو ایذا دو اور نہ آپ دبو

چلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے رکن اسود مبارک چھو کر اسے چوم لو یہ بھی نہ بن پڑے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کرکے اُسے بوسہ دے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑرہی ہیں یہی کیا کم ہے۔

(۵) اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ[1] کہتے ہوئے در کعبہ تک بڑھو جب حجر مبارک کے سامنے سے گذر جائے سیدھے ہولو خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۶) مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا شانے ہلاتا جیسے قوی وبہادر لوگ چلتے ہیں نہ کودتا نہ دوڑتا جہاں زیادہ ہجوم ہوجائے اور رمل میں اپنی یا غیر کی ایذا ہو اتنی دیر رمل ترک کرو۔

(۷) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے۔ مگر نہ اتنے کہ پشتہ دیوار پر جسم یا کپڑا لگے اور نزدیکی میں کثرت ہجوم کے سبب رمل نہ ہوسکے تو دوری بہتر ہے۔

(۸) جب ملتزم، پھر رکن عراقی، پھر میزاب الرحمۃ، پھر رکن شامی کے سامنے آؤ تو یہ سب دعا کے مواقع ہیں ان کے لیے خاص خاص دعائیں کہ جواہر البیان شریف میں مذکور ہیں سب کا یاد کرنا دشوار ہے اس سے وہ اختیار کرو جو محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے وعدے سے تمام دعاؤں سے بہتر وافضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذًا یُکْفٰی ھَمَّکَ وَیُغْفَرُلَکَ ذَنْبُکَ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۹) طواف میں دعا درود کے لیے رکو نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔

(۱۰) دعا ودرود چلّا چلّا کر نہ پڑھو جس طرح مطوّف پڑھاتے ہیں بلکہ آہستہ اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۱) جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اُسے دونوں ہاتھ یا دہنے سے تبرّک کا چھوؤ نہ صرف بائیں ہاتھ سے اور چاہو تو اسے بوسہ بھی دو اور نہ ہوسکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کرکے ہاتھ چومنا نہیں۔

(۱۲) جب اس سے بڑھو تو یہ مستجاب ہے جہاں "ستّر" ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے۔ وہی دعائے جامع پڑھو یا اپنے اور سب احباب ومسلمین اور اس حقیر وذلیل کی نیت سے صرف درود شریف کافی ہے۔

(۱۳) اب جو دوبارہ حجر تک آئے یہ ایک پھیرا ہوا۔ یوں ہی سات پھیرے کرو مگر باقی پھیروں میں وہ نیت کرنا نہیں کہ نیت تو ابتدا میں ہوچکی اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے اور باقی چار میں آہستہ بے جنبش شانہ معمولی چال سے چلو۔

---

[1] الٰہی تجھ پر ایمان لاکر اور تیرے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت کی پیروی کو یہ طواف کرتا ہوں ۱۲ منہ

(۱۴) جب ساتوں پھیرے ہو جائیں آخر میں پھر حجر کو بوسہ دو یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتو۔

(۱۵) بعد طواف مقام ابراہیم میں آکر آیہ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى[1] پڑھ کر دو رکعت طواف کرو، پہلی میں قُلْ یا۔ اور قل ھو اللہ دوسری میں پڑھو اگر وقت کراہت مثلاً طلوع صبح سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد غروب تک ہو تو وقت نکل جانے پر بعد کو پڑھو یہ رکعتیں پڑھ کر دعا مانگو یہاں حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی جس کے فائدوں کی عظمت اس کے کہنا ہی چاہتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِیْ وَرِضًی مِّنَ الْمَعِیْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ[2] حدیث میں ہے اللہ جل وعلا فرماتا ہے جو یہ دعا کرے گا اس کی خطا بخش دوں گا۔ غم دور کروں گا محتاجی اس سے نکال لوں گا۔ ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار و مجبور اس کے پاس آئے گی۔ گو وہ اسے نہ چاہے۔

(۱۶) پھر ملتزم پر جاؤ اور قریب حجر اس سے لپٹو اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی دہنا رخسارہ کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھو اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کرکے دیوار پر پھیلاؤ یا دہنا ہاتھ دروازے اور بایاں سنگ اسود کی طرف اور یہاں کی دعا یہ ہے یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَیَّ[3] حدیث میں فرمایا میں جب چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں۔

(۱۷) پھر زمزم پر آؤ اور ہو سکے تو خود ایک ڈول کھینچو ورنہ بھرنے والوں سے لے لو اور کعبہ کو منہ کرکے تین سانسوں میں پیٹ بھر کے جتنا پیا جائے پیو ہر بار بِسْمِ اللہِ سے شروع اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر ختم باقی بدن پر ڈال لو اور پیتے وقت دعا کرو کہ قبول ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں زمزم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لیے ہے یہاں وہی دعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک پینا تو بارہا نصیب ہوگا۔ قیامت کی پیاس سے بچنے کے لیے پیو۔ کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بڑھنے کو کبھی وسعت رزق کبھی شفائے امراض، کبھی حصول علم وغیرہا خاص خاص مرادوں کے لیے پیو۔

(۱۸) وہاں جب پیو خوب پیٹ بھر کر پیو۔ حدیث میں ہے ہم میں اور منافقوں میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کوکھ بھر کر نہیں پیتے۔

(۱۹) چاہ زمزم کے اندر بھی نظر کرو کہ بحکم حدیث دافع نفاق ہے۔

---

[1] اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ ۱۲ منہ [2] الٰہی تو میرا چھپا اور ظاہر سب جانتا ہے تو میرا عذر قبول فرما اور میری حاجت تجھے معلوم ہے تو میری مراد دے اور جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے تو میرے گناہ بخش دے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ ایمان جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور سچا الیقین کہ میں جانوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لیے لکھ دیا ہے اور اس معاش پر راضی ہونا جو تو نے مجھے نصیب کی ہے۔ اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ۱۲ منہ

[3] ترجمہ اے قدرت والے اے عزت والے مجھ سے زائل نہ کر جو نعمت تو نے مجھے بخشی ہے ۱۲ منہ

(۲۰) اب اگر کوئی عذر تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام لے کر صفا مروہ میں سعی کے لیے پھر حجر اسود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو اور نہ ہوسکے تو اس کی طرف منہ کرکے فوراً باب صفا سے جانب صفا روانہ ہو۔ دروازے سے پہلے بایاں پاؤں نکالو اور دہنا پہلے جوتے میں ڈالو اور یہ ادب ہر مسجد سے باہر آتے ہمیشہ ملحوظ رکھو۔

(۲۱) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیڑھیوں پر اتنا چڑھو کہ کعبۂ معظمہ نظر آئے (اور یہ بات یہاں پہلی ہی سیڑھی سے حاصل ہے) پھر رخ بہ کعبہ ہو کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پہلے شانوں تک اٹھاؤ اور دیر تک تسبیح و تہلیل و درود و دعا کرو کہ محل اجابت ہے یہاں بھی دعائے جامع پڑھو پھر اتر کر ذکر و درود میں مشغول مروہ کو چلو۔

(۲۲) جب پہلا میل آئے مرد دوڑنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دوسرے میل سے نکل جائیں اس درمیان میں سب عابہ کوشش تمام کرو یہاں کی دعا یہ ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمْ۔[1]

(۲۳) دوسرے میل سے نکل کر پھر آہستہ ہو لو یہاں تک کہ مروہ پر پہنچو۔ یہاں پہلی سیڑھی پر چڑھنے بلکہ اس کے قریب کھڑے ہونے سے مروہ پر صعود مل جاتا ہے یہاں اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر رُو بہ کعبہ ہو کر جیسا صفا پر کیا تھا کرو یہ ایک پھیرا ہوا۔

(۲۴) پھر صفا کو جاؤ پھر آؤ یہاں تک ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو ہر پھیرے میں اسی طرح کریں اس کا نام سعی ہے۔ واضح ہو کہ عمرہ صرف انھیں افعال طواف و سعی کا نام ہے قران و تمتع والے کے لیے بھی یہی عمرہ ہوگیا اور افراد والے کے لیے یہ طواف قدوم ہوا یعنی حاضری دربار کا مجرا۔

(۲۵) قارن یعنی جس نے قرآن کیا ہے اس کے بعد طوافِ قدوم کی نیت سے ایک طواف و سعی اور بجالائے۔

(۲۶) قارن اور مفرد جس نے افراد کیا تھا لبیک کہتے ہوئے احرام کے ساتھ مکہ میں ٹھہریں ان کی لبیک دسویں تاریخ رمی جمرہ کے وقت ختم ہوگی۔ جبھی احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آتا ہے مگر متمتع جس نے تمتع کیا تھا وہ اور معتمر یعنی نرا عمرہ کرنے والا شروع طواف کعبۂ معظمہ سے سنگ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی مرد سارا سر منڈا دیں یا تقصیر یعنی مرد و عورت بال کترو ائیں اور احرام[2] سے باہر آئیں پھر متمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے۔ اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں یہ قیدیں نہ نبھیں گی۔

---

[1] اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما تو ہی ہے سب سے زیادہ عزت والا سب سے بڑھ کر کرم والا۔ ۱۲

[2] کبھی احرام کے ساتھ ہی منٰی میں قربانی کے لیے جانور ہمراہ لیتے ہیں اسے سوق ہدی کہتے ہیں اگر کسی متمتع نے ایسا احرام باندھا تو اب اُسے عمرہ کے بعد احرام کھولنا جائز نہ ہوگا بلکہ قارن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہا کرے یہاں تک کہ دسویں کو رمی کے ساتھ لبیک چھوڑے پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کرکے احرام سے باہر آئے ۱۲ منہ

تنبیہ:۔ طوافِ قدوم میں اضطباع و رمل اور اس کے بعد صفا و مروہ میں سعی ضرور نہیں مگر اب نہ کرے گا تو طواف الزیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آتا ہے۔ یہ سب کام کرنے ہوں گے اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے عجب نہیں کہ طواف میں رمل اور سعی میں دوڑنا نہ ہوسکے اور اس وقت ہوچکا تو اس طواف میں ان کی حاجت نہ ہوگی لہذا ہم نے ان کو مطلقاً داخلِ ترکیب کردیا۔

(۲۸) مفرد و قارن تو حج کے رمل و سعی سے طوافِ قدوم میں فارغ ہولیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وہ عمرہ کے تھے حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کرکے فراغت پالے۔ لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہولینا چاہیے تو جب حج کا احرام باندھے گا اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرکے اب اسے طواف الزیارت میں ان کی حاجت نہ ہوگی۔

(۲۹) اب یہ سب حجاج (قارن متمتع مفرد کوئی ہو) کہ منٰی جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایامِ اقامت میں جس قدر ہوسکے نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دو رکعت پڑھیں

(۳۰) اب خواہ منٰی سے واپسی پر جب کبھی رات میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ و اللہ اکبر تین بار کہیں اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجیں دعا کریں کہ وقت قبول ہے۔

(۳۱) طواف اگرچہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں بے[1] وضو طواف کرنا۔ کوئی عضو[2] جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان۔ بے مجبوری[3] سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا۔ بلا[4] عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا۔ کعبہ[5] کو داہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا۔ طواف[6] میں حطیم کے اندر ہوکر گزرنا۔ سات[7] پھیروں سے کم کرنا۔ یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں۔ فضول[1] بات کرنا۔ بیچنا[2]۔ خریدنا[3]۔ حمد و نعت[4] و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا۔ ذکر[5] یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔ ناپاک[6] کپڑے میں طواف کرنا، رمل یا اضطباع یا بوسہ سنگ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔ طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا یعنی کچھ پھیرے کرلیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور کسی کام میں لگ گئے۔ باقی پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہا تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے نماز ابھی نہ پڑھی ہو تو شریک ہوجائے بلکہ جنازہ کی میں بھی طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے۔ باقی جہاں سے چھوڑا تھا آکر پورا کرے۔ یوں ہی پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کرکے باقی پورا کرے۔ ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کردینا مگر کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے طلوع آفتاب یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصلِ نماز جائز ہیں وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے۔ خطبہ[12] امام کے وقت طواف کرنا۔ ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے گزر سکتا ہے۔ کہ طواف بھی مثل نماز ہی ہے۔

طواف میں کچھ کھانا۔ پیشاب پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔

(۳۳) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں۔ سلام کرنا۔ جواب دینا۔ پانی پینا۔ حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا اور سعی میں کھانا کھا سکتا ہے۔ حاجت کے لیے کلام کرنا۔ فتویٰ پوچھنا۔ فتویٰ دینا۔

(۳۴) طواف کی طرح سعی بھی بلا ضرورت سوار ہو کر یا بیٹھ کر ناجائز و گناہ ہے۔

(۳۵) سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں: بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے۔ یوہیں شرکت جنازہ، یا قضائے حاجت، یا تجدید وضو کو اگرچہ سعی میں ضرور نہیں، خرید و فروخت۔ فضول کلام۔ صفا یا مروہ پر نہ چڑھنا مرد کا سعی میں بلا عذر نہ دوڑنا۔ طواف کے بعد بہت تاخیر کرکے سعی کرنا۔ ستر عورت نہ ہونا۔ پریشان نظری یعنی ادھر اُدھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔ مسئلہ بے وضو بھی سعی میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں باوضو مستحب ہے۔

(۳۶) طواف و سعی کے سب مسائل مذکورہ میں عورتیں بھی شریک ہیں۔ مگر اضطباع، رمل، سعی میں دوڑنا ان کے لیے نہیں۔ مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگ اسود یا مس رکن یمانی یا قرب کعبہ یا زمزم کے اندر نظر، یا خود پانی بھرنے کی کوشش نہ کریں یہ باتیں یوں مل سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر ورنہ الگ تھلگ رہنا اس کے لیے سب سے بہتر ہے۔

فصل چہارم منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

(۱) ساتویں تاریخ مسجد حرام میں بعد نماز ظہر امام خطبہ پڑھے گا اسے سنو (۲) یوم الترویہ کہ آٹھ تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی جیساکہ اوپر گذرا۔ (۳) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو اور ہو سکے تو پیادہ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی۔ سو ہزار کا لاکھ، سو لاکھ کا کروڑ، سو کروڑ کا ارب سو ارب کا کھرب، یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس امت پر بیشمار ہے جل وعلا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

(۴) راستے بھر لبیک و دعا اور درود و ثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منیٰ نظر آئے کہو اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ۔

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں پڑھو۔ آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں اُن کی نہ مانے اور اس سنت عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے قافلے کے اصرار سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔

(۷) شب عرفہ منیٰ میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو۔ سونے کے بہت دن پڑے ہیں اور نہ ہو تو کم از کم عشا و صبح تو جماعت

اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا اور باوضو سوؤ کہ روح عرش تک بلند ہوگی۔

(۸) صبح مستحب وقت نماز پڑھ کر لبیک و ذکر و درود میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلو۔ دل کو خیالِ غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کا حج قبول کریں گے اور کچھ ان کے صدقے میں بخش دیں گے۔ محروم وہ جو آج محروم رہا وسوسے آئیں تو ان سے لڑائی نہ باندھو کہ یوں بھی دشمن کا مطلب حاصل ہے وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جب بھی تو اور خیال میں پڑے بلکہ ان کی طرف دھیان ہی نہ کرو یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لا رہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے یوں ان شاء اللہ وہ مردود ناکام واپس جائے گا۔

(۹) راستے بھر ذکر و درود میں بسر کرو بے ضرورت کچھ بات نہ کرو۔ لبیک کی بار بار کثرت کرتے چلو۔

(۱۰) جب نگاہ جبل رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ ان شاء اللہ تعالٰی وقت قبول ہے۔

(۱۱) عرفات میں اس کوہِ مبارک کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اُترو۔

(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی ہزاروں ڈیرے خیمے ہوتے ہیں اپنے ڈیرے سے جا کر واپسی میں اس کا ملنا دشوار ہوتا ہے اس لیے پہچان کا نشان قائم کرلو کہ دور سے نظر آئے۔

(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو ان کے برقعہ پر بھی کوئی خاص کپڑا علامت چمکتے رنگ کا لگا دو کہ دور سے دیکھ کر تمیز کرسکو اور دل میں تشویش نہ رہے۔

(۱۴) دوپہر تک زیادہ وقت اللہ کے حضور زاری اور باخلاصِ نیت حسبِ استطاعت تصدق و خیرات: ذکر و ذکر و لبیک و درود و دُعا و استغفار و کلمۂ توحید میں مشغول رہو۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1]

(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے و غیرِ حاضر وریات سے فارغ ہو لو کہ دل کسی طرف لگا نہ رہے۔ آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دعا میں ضعف ہوگا۔ یونہیں پیٹ بھر کر کھانا سخت زہر اور غفلت و کسل کا باعث ہے۔ تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جَو کی روٹی کبھی پیٹ بھر نہ کھائی حالانکہ اللہ کے حکم سے تمام جہان اختیار میں تھا اور ہے اور اگر انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر رہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہرگز نہ کھاؤ مانو گے تو اس کا فائدہ نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ہفتہ بھر اس پر عمل کرکے تو دیکھو اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جبھی کہنا جی بچے تو کھانے پینے کے

ترجمہ [1] اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ ایک اکیلا اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب خوبیاں وہی جلائے وہی مارے اور وہ زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا۔ سب بھلائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ ۱۲

بہت دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو ؏ پھر اتن دوبارہ کیا بھرے گا

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنت مؤکدہ ہے اور نہ ہو سکے تو صرف وضو

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ[1] جاؤ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنی سنتیں بھی نہ پڑھو اور بعد عصر بھی نفل نہیں۔ یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا جبھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان خود پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا ہے۔ جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اُسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا حلال نہ ہوگا اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہی یا نماز پڑھ کر موقف کو گیا اور وہ کھانے پینے حقے چائے اڑانے میں مصروف ہیں خبردار ایسا نہ کرو امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف[1] کو روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو اونٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی

(۱۹) بعض مطوف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے ڈراتے ہیں ان کی نہ سنو کہ وہ خاص نزولِ رحمت عام کی جگہ ہے۔ ہاں عورات اور کمزور مرد یہیں کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطن[2] عرنہ کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی تصور یہی کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا بلکہ الیاس و خضر علیہم الصلوۃ والسلام نبی اللہ موجود ہیں یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں اُن پر اُتر رہے ہیں ان کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رو بقبلہ پس پشت امام کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں وقت یا کسی کی اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف[3] کرو امام کی دہنی جانب اور بائیں روبرو سے افضل ہے یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے۔

(۲۱) بعض جاہل یہ حرکت کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی بُرا خیال نہ کرو یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

---

[1] وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دُعا کا حکم ہے۔ [2] بطن عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب یعنی مکہ معظمہ کی طرف وہاں موقف محض ناجائز ہے۔

[3] وہاں ذکر و دُعا کے لیے کھڑا ہونا۔

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن بصدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصوّر کرو۔ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے دست دُعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ، تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ۔ کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی، اثنائے دُعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ آج کے دن کی دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ اوپر گذری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود، ذکر تلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعدہ حدیث دُعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرکے بید کی طرح لرزو۔ اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اُسی کے پاس پناہ ہے اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لہذا ان شفیعوں کا دامن لیے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہوا جاتا ہے اور یونہی تضرع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آجائے اس سے پہلے کوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر ظہر سے ملا کر پڑھنے کا حکم کیوں ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمتِ الٰہی کس وقت توجہ فرمائے۔ اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتری تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدود عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے اور جرمانے میں قربانی دینی آئے گی۔ بعض مطوف یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے اور جب قافلہ کا قافلہ ٹھہرے گا تو انشاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے سچے وعدوں پر بھروسہ کرکے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کروں کہ آیندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالٰی نے محض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

(۲۴) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ غروبِ آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہوجائے ورنہ حرام ہے۔ نماز ظہر وعصر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔ کوئی دنیوی بات کرنا۔ غروب پر یقین ہوجانے کے بعد روانگی میں تاخیر کرنا۔ مغرب یا عشا عرفات میں پڑھنا۔

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو۔ ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔

تنبیہ ضروری ضروری۔ اشد ضروری!

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے۔ نہ کہ احرام میں نہ کہ مَوقف میں یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ کے سامنے نہ کہ طواف بیت الحرام میں یہ تمہارے بہت امتحان کا موقعہ ہے عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منھ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو یقین جانو کہ یہ بڑے عزّت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اُس کی طرف نگاہ اُٹھا سکتا ہے تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ہاں ہاں ہوشیار، ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے۔ حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی خیر کی توفیق دے۔ آمین

فصل پنجم منٰی و مزدلفہ و باقی افعالِ حج

(۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہوجائے فوراً مزدلفہ کو چلو اور امام کا ساتھ افضل ہے مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔

(۲) راستے بھر ذکر درود دُعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یا دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو اتنی دیر اتنی دُور تیز چلو پیادہ ہو خواہ سوار

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیادہ ہولینا بہتر ہے اور نہا کر داخل ہونا افضل ہے۔

(۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبل قزح کے پاس راستے سے بچ کر اترو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی مغرب کا وقت نکل جائے گا، اونٹ کھولنے اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشاء پڑھو اور اگر وقت باقی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نماز مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے۔ اگر پڑھ لوگے عشاء کے وقت پھر پڑھنی ہوگی غرض یہاں پہنچ کر مغرب وقت عشاء میں بنیت ادا نہ بنیت قضا حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو اس کا سلام ہوتے ہی معاً عشاء کی جماعت ہوگی عشاء کے فرض پڑھو اس کے بعد مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھو اگر امام کے ساتھ نماز نہ مل سکے تو اپنی جماعت کرلو اور نہ ہوسکے تو تنہا پڑھو۔

(۷) باقی رات ذکر لبیک درود و دعا میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ ہے اور بہت افضل رات ہے زندگی ہو تو اور سونے کو بہت سی راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہوسکے تو خیر با طہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا

بہتر اور اتنے پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات وطہارت سے فارغ ہولو۔ آج نماز صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء و صبح جماعت سے پڑھنے والا پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(٨) اب دربار اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اس کے دامن میں اور نہ ہوسکے تو وادی محسر کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو۔

(٩) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے امام کے ساتھ منٰی کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں انخرما کے برابر پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھولو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ۔

(١٠) راستے بھر بدستور ذکر و دعا و درود و بکثرت لبیک میں مشغول رہو۔

(١١) جب وادی محسر[1] پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا کرتے جاؤ اَللّٰھُمَّ[2] لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

(١٢) جب منٰی نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منٰی کو دیکھ کر پڑھی تھی۔

(١٣) جب منٰی پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبہ[3] کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلے نالے کے وسط میں سواری پر جمرے سے پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منٰی داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں کو اور جمرہ کی طرف منہ ہو سات کنکریاں جدا جدا سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ سپیدی بغل ظاہر ہو ایک پر بِسْمِ اللہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر مارو بہتر یہ ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ پر گریں اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک موقوف کرو۔

(١٤) جب سات پوری ہوجائیں وہاں نہ ٹھہرو فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آؤ۔

(١٥) اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے۔ اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو[4] اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو جانور کی

---

[1] یہ منٰی مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منٰی کو جاتے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہوکر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے۔ یہاں اصحاب الفیل آکر ٹھہرے تھے اور ان پر عذاب ابابیل اترا تھا اس سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہیے ١٢ منہ

[2] ترجمہ الٰہی اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے ١٢ منہ [3] منٰی اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں۔ پہلا جو منٰی سے قریب ہے جمرۂ اولٰی کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرۂ وسطٰی اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبٰی ١٢ منہ [4] مسلک متقسط مع منحۃ الخالق

ص ٢٣٥

عمرو اعضاء میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

(۱۶) ذبح کرنا آتا ہو تو آپ ذبح کرو کہ سنت ہے ورنہ وقت ذبح حاضر رہو۔

(۱۷) رو بقبلہ لٹا کر خود بھی رو بقبلہ ہو اور تکبیر کہتے ہوئے نہایت تیز چھری سے بہت جلد اتنی پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

(۱۸) بہتر یہ ہے کہ وقت ذبح قربانی والے جانور کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ لو۔ ذبح کرکے کھول دو۔

(۱۹) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کرکے سینہ میں گلے کے انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یونہی ہے اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا۔ اور گلے پر ایک ہی جگہ اسے ذبح کرے جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔

(۲۰) کسی ذبیحہ کو جب تک سرد نہ ہو کھال نہ کھینچو، اعضاء نہ کاٹو کہ ایذا ہے۔

(۲۱) یہ قربانی کرکے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا کرو

(۲۲) بعد قربانی رو بقبلہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سارا سر منڈائیں کہ افضل ہے یا بال کترو ائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو حلق حرام ہے۔ ایک پور برابر بال کتروادیں۔

(۲۳) حلق ہو یا تقصیر دہنی طرف سے ابتدا کرو اور اس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ ط بعد فراغت بھی کہو سب مسلمانوں کی بخشش مانگو۔

(۲۴) بال دفن کردو اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جدا ہو دفن کرو

(۲۵) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کترواؤ۔ خط نہ بنواؤ۔

(۲۶) اب عورت سے صحبت کرنے، شہوت سے ہاتھ لگانے گلے لگانے۔ بوسہ لینے دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا۔

(۲۷) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طواف الزیارۃ کہتے ہیں مکہ معظمہ جاؤ بدستور مذکور پیادہ باطہارت و ستر عورت طواف کرو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

(۲۸) قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل و سعی دونوں خواہ صرف

(بقیہ از ص ۷۳۴) ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو نہ اتنا نقدیا اسباب کہ اسے بیچ کرلے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھے ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷، ۸ اور ۹ کو ہوں اور باقی سات تیرھویں کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رمل و سعی کچھ نہ کریں اور اگر اس میں رمل و سعی کچھ نہ کیا ہو یا صرف رمل کیا ہو یا جس طواف میں کیے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن و متمتع کا پہلا طواف یا وہ طواف بے طہارت کیا تھا تو ان چاروں صورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۹) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارہویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے گنتی کے بیس پچیس آدمی ہوتے ہیں۔ عورتوں کو بھی باطمینان تمام ہر پھیرے میں سنگِ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۳۰) جو گیارہویں کو نہ جائے بارہویں کو کرلے۔ اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔ ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو وہ ان کے ختم کے بعد کرے۔

(۳۱) بہرحال بعد طواف دو رکعت ضرور پڑھیں اس طواف سے عورتیں بھی حلال ہوجائیں گی۔ حج پورا ہوگیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۳۲) دسویں، گیارہویں، بارہویں راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنّت ہے نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں تو جو دس یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منیٰ ہی میں گزاریں۔

(۳۳) گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سُن کر پھر رمی کو چلو ان ایام میں رمی جمرہ اولیٰ سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب مزدلفہ کی طرف ہے اس کی رمی کو راہ مکّہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ بہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے۔ یہاں رُو بہ کعبہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دُعا میں ہاتھ یوں اُٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں بحضور قلب حمد و درود و دُعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول ہو ورنہ پون پارہ یا سورۂ بقر پڑھنے کی مقدار تک۔

(۳۴) پھر جمرۂ وسطیٰ پر جاکر ایسا ہی کرو۔

(۳۵) پھر جمرۂ عقبیٰ پر مگر یہاں رمی کرکے نہ ٹھہرو معاً پلٹ آؤ پلٹنے میں دعا کرو۔

(۳۶) بعینہٖ اسی طرح بارہویں تاریخ تینوں جمرے بعد زوال رمی کرو۔ بعض لوگ آج دوپہر سے پہلے رمی کرکے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے۔

(۳۷) بارہویں کی رمی کرکے غروبِ آفتاب سے پہلے اختیار ہے کہ مکہ معظمہ روانہ ہوجاؤ۔ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب ہے۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرہویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رمی کرکے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے مگر عام لوگ بارہویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں قیام میں قلیل جماعت کو وقت ہے۔

(۳۸) حلق رمی سے پہلے جائز نہیں۔

(۳۹) گیارہویں بارہویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔

(۴۰) رمی میں یہ امور مکروہ ہیں۔ دسویں کی رمی دوپہر بعد کرنا۔ تیرہویں کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا۔ رمی میں بڑا پتھر مارنا۔ توڑ کر بڑے پتھر کی کنکریاں مارنا جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اُٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں قیامت کے دن نیکیوں کے پلّے میں رکھنے کو اُٹھائی جاتی ہیں ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ جمع ہو جاتے۔ ناپاک کنکریاں مارنا۔ سات سے زیادہ مارنا رمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کا خلاف کرنا۔ جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا۔ زیادہ کا مضائقہ نہیں۔ جمروں میں خلاف ترتیب کرنا۔ مارنے کے بدلے کنکری جمرے کے پاس ڈال دینا۔

(۴۱) اخیر دن یعنی بارہویں خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو تو وادی محصب[۵۱] میں کہ جنّت المعلیٰ کے قریب ہے سواری سے اتر لو یا بے اُترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغولِ دُعا ہو اور افضل تو یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو ایک نیند لے کر داخل مکہ معظمہ ہو۔

(۴۲) اب تیرہویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے پیر استاد ماں باپ خصوصاً حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و عترت اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو۔ تنعیم کو مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل فاصلے پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طواف و سعی حسبِ دستور کر کے حلق یا تقصیر کر لو عمرہ ہو گیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اسی دن دوسرا عمرہ کیا وہ سر پر اُسترا پھروالے کافی ہے۔ یوہیں وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۴۳) مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔

(۴۴) جنّۃ المعلیٰ حاضر ہو کر ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۴۵) مکانِ ولادتِ اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت سے مشرف ہو۔

(۴۶) حضرت عبد المطلب کی زیارت کریں اور ابوطالب کی قبر پر نہ جاؤ یوہیں جدہ میں جو لوگوں نے حضرت حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جاؤ کہ بے اصل ہے۔

(۴۷) علماء کی خدمت سے مشرف ہو خصوصاً اکابر جیسے آج کل حضرت مولانا عبد الحق صاحب مہاجر الہ آبادی کہ حمیدیہ محل کے قریب تشریف فرما اور مسلمانانِ ہند کے لیے رحمت مجسم ہیں اور حضرت شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور حضرت شیخ الائمہ

---

[۵۱] جنّۃ المعلیٰ کہ مکہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور وہ دوسرے پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے دہنے ہاتھ پر نالے پیٹ سے جدا ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی محصب ہے۔ جنّت المعلیٰ محصب میں داخل نہیں۔

[۵۲] یہ سب حضرات رخصت ہو چکے ہیں۔

مولانا احمد ابوالخیر مرداد قریب صفا اور حضرت عماد السنۃ مولانا شیخ صالح کمال قریب باب السلام اور حضرت مولانا سید اسمٰعیل آفندی حافظ کتب الحرم حرم شریف کے کتب خانے میں وغیرہم حفظہم اللہ تعالٰی۔

(۴۸) کعبۂ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو حرم عام میں داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشاکش کمزور مرد کا کام ہی نہیں نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دے کر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں نہ یوں حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہوگیا۔ ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم شریف کی حاضری غنیمت جانے اور ہرگز راکہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض میں کچھ نہ دیں گے۔ اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دیدو تو کمال آداب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچے کیے گردن جھکائے گناہوں پر شرماتے جلال رب البیت سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھو کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھو کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مصلے ہے پھر دیوار پر رخسار اور منہ رکھ کر حمد و درود اور دعا میں کوشش کرو۔ یوہیں نگاہیں نیچے کیے چاروں گوشوں پر جاؤ اور دعا کرو اور ستونوں سے چمٹو اور پھر اس دولت کا ملنا اور حج و زیارت کا قبول مانگو اور یوہیں آنکھیں نیچے کیے واپس آؤ اوپر یا ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھو اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے۔ والحمد للہ۔

(۴۹) بچی ہوئی بتی وغیرہ جو یہاں یا مدینۂ طیبہ میں خدام دیتے ہرگز نہ لو بلکہ اپنے پاس سے بتی وہاں روشن کرکے باقی اٹھالو

(۵۰) جب عزم رخصت ہو طواف وداع بے رمل وسعی واضطباع بجالاؤ کہ باہر والوں پر واجب ہے ہاں وقت رخصت عورت حیض و نفاس میں ہو اس پر نہیں پھر دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھو۔

(۵۱) پھر زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیو بدن پر ڈالو۔

(۵۲) پھر دروازہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر آستانۂ پاک کو بوسہ دو اور قبول و بار بار حاضری کی دعا مانگو اور وہی دعائے جامع پڑھو۔

(۵۳) پھر ملتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر اسی طرح چمٹو، ذکر کرو درود اور دعا کی کثرت کرو۔

(۵۴) پھر حجر اسود کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ۔

(۵۵) پھر الٹے پاؤں رخ بہ کعبہ یا سیدھے چلنے میں بار بار پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے اس کی جدائی پر روتے یا رونے کا منہ بناتے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور دعائے مذکور پڑھو اور اس کے لیے بہتر باب الحزورہ ہے۔

(۵۶) حیض و نفاس والی دروازے پر کھڑے ہو کر کعبہ کو بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔

(۵۷) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر تصدق کرکے متوجہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ ہو۔ و باللہ التوفیق۔

فصل ششم جرم اور اُن کے کفارے

ان کی تفصیل موجب تطویل اور رسالہ مختصر اور وقت قلیل اور جو طریقے بتا دیئے ان پر عمل کرنا انشاء اللہ تعالیٰ جرمانے سے بچنے کا کفیل۔ لہذا یہاں صرف اجمالاً معدود مسائل کا بیان ہوتا ہے۔ **تنبیہ:** اس فصل میں جہاں دَم کہیں گے اس سے مراد ایک بھیڑ یا بکری ہوگی۔ اور بدنہ اونٹ یا گائے۔ یہ سب جانور انھیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔ اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپے آٹھ آنے بھر کہ سو روپے کے سیر سے پونے دو سیر ہوئے۔ اٹھنی بھر اوپر یا اس کے دونے جو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ: جہاں دَم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی، یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کے ایذا کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں اس میں اختیار ہوگا کہ دَم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا تین روزے رکھ لے اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بہ مجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقے کے بدلے ایک رُوزہ رکھ لے۔ اب احکام سنیئے۔

(۱) سلا کپڑا یا خوشبو کا رنگا چار پہر[1] کامل یا لگاتار زیادہ دنوں پہنا تو دَم واجب ہے اور چار پہر سے کم اگرچہ ایک لحظہ[2] تو صدقہ (۲) اگر دن کو پہنا اور رات کو گرمی کے باعث اُتار ڈالا۔ یا رات کو سردی کے سبب پہنا دن کو اتار دیا اور باز آنے کی نیت سے اتارا دوسرے دن پھر پہنا تو دوسرا جرمانہ ہوگا۔ اسی طرح جتنی بار کرے (۳) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک جرم ہے اور اگر بیماری یقیناً جاتی رہی اس کے بعد نہ اتارا تو یہ دوسرا اختیاری جرم ہوگا اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی دوسری بیماری شروع ہوگئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم ہوگا مگر غیر اختیاری (۴) بیماری وغیرہ سے اگر سر[3] سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور اگر مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی تھی اور اس نے کرتا بھی پہنا تو دو جرم ہیں عمامہ کا غیر اختیاری اور کُرتہ کا اختیاری (۵) مرد سارا سر یا چہارم یا مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دَم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دَم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں (۶) خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے ٹکڑے پر یا کوئی بڑا عضو جیسے سر یا منہ یا ران یا پنڈلی پورا سان دیا اگرچہ تھوڑی ہی خوشبو سے جب تو اس پر دَم ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو تھوڑے

---

[1] چار پہر سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے مثلاً طلوع سے غروب یا غروب سے طلوع یا دوپہر سے آدھی رات یا آدھی رات سے دوپہر تک ۱۲ منہ

[2] یعنی لمحہ بھر پہنا اور پھر اتار ڈالا جب بھی صدقہ ہے ۱۲ منہ

[3] مسئلہ: یونہیں پوری ہتھیلی یا تلوے پر مہندی لگائے تو دَم ہے عورت

حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ **مسئلہ** سنگِ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے وہ اگر بوسہ لینے میں بحالت احرام منہ کو بہت سی لگ گئی تو دم دینا ہوگا اور تھوڑی سے صدقہ۔ (۷) سر پر پتلی مہندی کا خضاب کیا کہ بال نہ چھپائے تو ایک دم ہے اور اگر گاڑھی تھوپی اور چار پہر گزرے تو مرد پر[3] دو دم ہیں اور چار پہر سے کم تو ایک صدقہ[2] اور ایک دم اور عورت پر بہر حال ایک دم[4]۔

(۸) ایک جلسہ میں کتنے ہی بدن پر خوشبو لگائے ایک جرم اور مختلف جلسوں میں ہر بار نیا جرم۔

(۹) تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں پر لگائی اگر جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کامل کی مقدار ہو جائے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۰) خوشبودار سرمہ تین یا زیادہ بار لگایا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۱) اگر خالص خوشبو کی چیز اتنی کھائی کہ اکثر منہ میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔

(۱۲) کھانے میں خوشبو اگر پکنے میں پڑی یا فنا ہوگئی جب تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزا زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور اگر کھانے کا حصہ زیادہ ہے تو عام کتابوں میں مطلق حکم دیا کہ اس میں کفارہ کچھ نہیں۔ ہاں خوشبو آئی تو کراہت ہے۔

(۱۳) پینے کی چیز میں خوشبو ملائی اگر خوشبو کا حصہ غالب ہے یا تین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ **مسئلہ** خمیرہ تنباکو نہ پینا بہتر مگر منع یا کفارہ نہیں[7]۔

(۱۴) اگر چہارم سر یا داڑھی کے بال یا زیادہ کسی طرح دور کئے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۱۵) اگر چندلا ہے یا داڑھی بہت ہلکی چھدری تو یہ دیکھیں گے کہ اتنے بال اس جگہ کی چہارم مقدار تک پہنچتے ہیں یا نہیں۔

(۱۶) یوہیں چند جگہ سے دور کیے تو ملا کر چہارم کی مقدار دیکھیں گے۔

(۱۷) اگر سارے بدن کے بال ایک جلسہ میں دور کیے تو ایک ہی جرم ہے اور مختلف جلسے تو ہر بار نیا جرم۔

(بقیہ از صفحہ ۳۹) ہو یا مرد اور چاروں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی تو ایک ہی دم ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم اور ہاتھ یا پاؤں کے کسی حصہ پر لگائی تو صدقہ ۱۲ منہ

[2] ایک سارے عضو پر خوشبو کا دوسرا چار پہر سر چھپانے کا ۱۲ منہ [3] خوشبو پر دم اور چار پہر سے کم سر چھپانے پر صدقہ ۱۲ منہ [4] صرف خوشبو کا دم ہے اس لیے کہ سر چھپانا تو اسے روا ہے۔ ۱۲ منہ

[5] قیدت بہ لان الطیب الکثیر لا یتقید بکمال العضو فتنبہ ۱۲ منہ

[6] اقول لم یقل ففیہ الدم کما قال کثیرون لانہ لم یلتزق باکثر فمہ لا یلزم الدم بالخالص فکیف بالمخلوط ووقع ھھنا فی شرح اللباب فی النقل عن الحلبی تحریف او سقط فاجتنبہ کما بیناہ علی ھامشہ ۱۲ منہ

[7] کما حققناہ فیما علی رد المحتار ۱۲ منہ

(۱۸) مونچھیں اگرچہ پوری ہوں صرف صدقہ ہے۔

(۱۹) گردن یا ایک بغل پوری ہو تو دم ہے اور کم میں اگرچہ نصف یا زائد ہو صدقہ۔ یوہیں موئے زیرناف چہارم کو سب کے برابر ٹھہرانا صرف سر اور داڑھی میں ہے۔

(۲۰) دونوں بغلیں پوری منڈائے جب بھی ایک ہی دم ہے۔

(۲۱) سر اور داڑھی اور زیرناف اور بغل کے سوا باقی اعضا کے منڈنے میں صرف صدقہ ہے۔

(۲۲) مونڈنا کترنا، موچنہ سے لینا۔ نورہ لگانا سب کا ایک حکم ہے۔

(۲۳) عورت اگر سارے یا چہارم سر کے بال ایک پورہ برابر کترے تو دم ہے اور کم میں صدقہ۔

(۲۴) وضو کرنے یا کھجانے یا کنگھی کرنے میں جو بال گرے اس پر بھی پورا صدقہ ہے[1] اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی اناج یا ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک چھوارا۔

(۲۵) بال آپ گرجائے بے اس کا ہاتھ لگائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔

(۲۶) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے اور اگر کسی ہاتھ پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ۔ یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقہ دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہوجائے تو کچھ کم کرلے۔

(۲۷) اگر ایک جلسہ میں ایک ہاتھ یا پاؤں کے کترے دوسرے میں دوسرے کے تو دو دم دے یوہیں چار جلسے میں چاروں کے تو چار دم۔

(۲۸) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب اُگنے کے قابل نہ رہا اس کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

(۲۹) شہوت کے ساتھ بوس وکنار ومساس میں دم[2] ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور بلاشہوت میں کچھ نہیں۔

(۳۰) اندام نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہوجائے مکروہ ضرور ہے۔

(۳۱) جلق سے انزال ہوجائے تو دم ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(۳۲) طواف فرض کل یا اکثر جنابت میں یا حیض ونفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو تو دم ہے اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ۔ اس کا اعادہ واجب دوسری میں مستحب۔

(۳۳) نصف سے کم پھیرے بے طہارت کے کئے تو ہر پھیرے کے لیے ایک صدقہ۔

---

[1] یہاں بھی جلسہ کا اعتبار چاہیے ایک جلسہ میں ایک بال یا کل ڈھیں تو ایک صدقہ اور متعدد جلسوں میں تو متعدد ۱۲ منہ

[2] مسئلہ مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو بھی دم ہے ۱۲ منہ

(۳۴) طواف فرض کل یا اکثر بلا عذر اپنے پاؤں چل کر نہ کیا بلکہ سواری یا گود میں یا بیٹھے بیٹھے۔
(۳۵) یا بے ستر عورت کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے۔
(۳۶) یا کعبہ کو دہنے ہاتھ پہلے کے الٹا کیا
(۳۷) یا اس میں حطیم کے اندر ہو کر گزرا۔
(۳۸) یا بارہویں کے بعد کیا تو ان پانچوں صورتوں میں دم دے۔
(۳۹) اس کے چار سے کم پھیرے بالکل نہ کیے تو دم دے اور بارہویں کے بعد کیے تو ہر پھیرے پر صدقہ دے۔
(۴۰) طواف فرض کے سوا اور کوئی طواف ناپاکی میں کیا تو دم اور بے وضو تو صدقہ۔
(۴۱) فرض وغیرہ کوئی طواف ہو جسے ناقص طور پر کیا کہ کفارہ لازم ہوا جب کامل اعادہ کرلیا کفارہ اُتر گیا مگر بارہویں کے بعد ہونے سے جو نقصان طواف فرض کے سوا کسی پھیرے میں آیا اس کا اعادہ ناممکن، بارہویں تو گزر گئی۔
(۴۲) نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔
(۴۳) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر اصلا نہ کیے۔ یا سواری پر کیے تو دم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے پر صدقہ دے۔
(۴۴) طواف سے پہلے سعی کرلی پھر کرلے نہ کرے گا تو دم لازم۔
(۴۵) دسویں کی صبح بلا عذر مزدلفہ میں وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوف زحمت ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔
(۴۶) حلق حرم میں نہ کیا حدود حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا تو دم دے۔
(۴۷) رمی سے پہلے حلق کرلیا دم دے۔
(۴۸) قارن یا متمتع رمی سے پہلے قربانی یا قربانی سے پہلے حلق کریں تو دم دیں۔
(۴۹) اگر رمی کسی دن اصلا نہ کی۔
(۵۰) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کردی مثلاً دسویں کو تین کنکریوں تک ماریں یا گیارہویں کو دس کنکریوں تک۔
(۵۱) یا کسی ایک دن کی بالکل یا اکثر اس کے بعد دوسرے دن کی تو ان صورتوں میں دم دے اور اگر کسی دن کی رمی اس کے بعد آنے والی رات میں کرلی تو کفارہ نہیں۔
(۵۲) اگر کسی دن کے نصف سے کم رمی مثلاً دسویں کی تین کنکریاں اور دن کی دس بالکل چھوڑ دیں یا دوسرے دن کیں تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے ان صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کرلے۔

(۵۳) احرام والے نے کسی دوسرے کے بال مونڈے یا ناخن کترے اگر وہ بھی احرام میں ہے تو یہ صدقہ دے اور وہ صدقہ یا دم اسی تفصیل پر کہ اوپر گزری اور اگر وہ احرام میں نہیں تو کچھ خیرات کر دے اگرچہ ایک مٹھی اور وہ کچھ نہیں۔

(۵۴) اور اگر اس کو سلے کپڑے پہنائے یا خوشبو اس طرح لگائی کہ اپنے نہ لگی تو اس پر کفارہ نہیں۔ ہاں گناہ ہوگا اگر وہ بھی احرام میں تھا اور وہ حسب تفصیل مذکور دم یا صدقہ دے گا۔

(۵۵) وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج نہ ہوا اسے حج ہی کی طرح پورا کرکے دم دے اور پھر فوراً ہی سال آئندہ اس کی قضا کرلے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور مناسب ہے کہ حج کے احرام سے ختم تک دونوں اس طرح جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے اگر خوف ہو کہ پھر اس بلا میں پڑجائیں گے اور وقوف کے بعد صحبت کرنے سے حج تو نہ جائے گا مگر اگر حلق وطواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور دونوں کے بیچ میں کیا تو دم اور بہتر اب[1] بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کچھ نہیں۔

(۵۶) عمرہ میں طواف کے چار پھیرے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ جاتا رہا دم دے اور عمرہ پھر کرے اور چار کے بعد تو دم دے عمرہ صحیح ہے۔

(۵۷) اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا دے اور دو یا تین ہوں تو مٹھی بھر اناج اور زیادہ میں صدقہ دے۔

(۵۸) جوئیں مارنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا جب بھی یہی کفارے ہیں جو خود قتل میں تھے۔

(۵۹) یونہی دوسرے نے اس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جوں کو مارا جب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ وہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔

(۶۰) زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔

مسئلہ: جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔

مسئلہ: کفارہ کی قربانی یا قارن ومتمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہوسکتی مگر شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے۔ غنی کو کھلائے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

نصیحت: کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چوک سے یا سوتے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہوجائیں نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دیدیں گے دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الٰہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ

---

[1] ذکرتہ خروجاً عن خلاف قوی ۱۲ منہ

باللہ تعالٰی۔ حق سبحانہ توفیق طاعت عطا فرماکر مدینہ کی زیارت کرائے۔ آمین۔

وصل ہفتم حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے۔ وہاں بیماری ہے۔ خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا والحمد للہ۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ (۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو۔ روتے سر جھکاتے آنکھیں نیچی کیے اور ہوسکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پامی نہی ۔ پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ۔ ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

جب قبۂ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معًا وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو۔ اور نئے بہتر سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فورًا آستانۂ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کرکے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے، آنکھوں کان، زبان ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ ان کی اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد ابن حاج مکّی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمۂ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذَالِكَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَاخِفَاءَ بِہٖ۔[۱]

ترجمہ: حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں ان کے ارادوں ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِیَامِكَ وَسَلَامِكَ اَیْ بَلْ بِجَمِیْعِ اَحْوَالِكَ وَاَفْعَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔[۲]

ترجمہ:- بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال واحوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اسی میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق مہلت دے اور اس وقت کراہت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربار اقدس صرف "قل یا" اور "قل" سے بہت ہلکی مگر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب کر۔ آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے لرزتے

---

[۱] دیکھو مدخل جلد اول مطبع مصر ص۲۱۵ ۱۲ منہ

[۲] دیکھو شرح مواہب علامہ زرقانی مطبع میری مصری جلد ۸ ص۳۴۸ ۱۲ منہ

کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی بائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار انور میں رو بقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو۔ کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہان میں کافی ہے والحمدللہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و امید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار فتاوائے عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ یقف کما فی الصّلوٰۃ حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے اور لباب میں فرمایا واضعًا یمینہٗ علٰی شمالہ دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔ ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمدللہ۔

(۱۸) الحمدللہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آرامگاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ بآواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہوجاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)

مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِیْنَ ط

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد اولاد، عزیزوں، دوستوں، اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو بار بار عرض کرو اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَۃَ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعًا اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انھیں حاضری بارگاہ نصیب ہو فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کرکے اس نالائق ننگ خلائق پر احسان فرمائیں اللہ ان کو دونوں جہان میں جزا بخشے۔ آمین

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَذَوِیْکَ فِیْ کُلِّ اٰنٍ وَّلَحْظَۃٍ عَدَدَ کُلِّ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ مِنْ عَبِیْدِکَ اَحْمَدُ رَضَا ابْنُ نَقِیْ عَلِیْ یَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ فَاشْفَعْ لَہٗ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْغَارِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روبرو کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

(۲۳) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیْعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَسْئَلُکُمَا الشَّفَاعَۃَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلَیْکُمَا وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

(۲۴) یہ سب حاضریاں محلِ اجابت ہیں دعا میں کوشش کرو، دعائے جامع کرو۔ درود پر قناعت بہتر۔

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دعا مانگو۔

(۲۶) پھر روضہ جنت میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرۂ منورہ کے درمیان ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔

(۲۷) یونہی مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو کہ محلِ برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص خصوصیت۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو ایک سانس بیکار نہ جائے دو ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف میں باطہارت حاضر رہو، نماز و تلاوت درود میں وقت گزارو دنیا کی بات کسی مسجد میں نہیں چاہیے نہ کہ یہاں۔

(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے اعتکاف کی نیت کر لو یہاں تمہاری یاد دہانی ہی کو دروازے سے بڑھتے ہی یہ کتبہ ملے گا نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ۔

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔

(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو۔ کھانے پینے کی کمی ضرور کرو۔

(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود و سلام عرض کرو۔

(۳۴) پنجگانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۳۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ اُدھر منہ کرکے صلوۃ و سلام عرض کرو۔ بغیر اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔

(۳۷) قبر کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۳۸) روضۂ انور کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۳۹) بقیع و احد و قبا کی زیارت سنت ہے۔ مسجد قبا کی دو رکعت کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے اور چاہو تو یہیں رہو۔ سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حضور ہوئے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ زیارت کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ع

سر این جا سجدہ این جا بندگی اینجا قرار این جا

(۴۰) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللّٰھم ارزقنا اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العالمین۔

تمت